(متن حدیث معرب)

لفخر المحدثین الناقد مولانا ظفر احمد العثمانی التھانوی رحمہ اللہ متوفی ١٣٩٤ھ

مع ترجمہ وتشریح موسوم بہ

احیاء السنن

مولانا نعیم احمد

مدرس: جامعہ خیر المدارس ملتان شہر

جلد اوّل

مکتبہ امدادیہ
ملتان۔ پاکستان۔ فون: ۵۴۳۹۶۵

فہرس

ابواب احیاء السنن جلد اول

احیاء السنن کی ضرورت واہمیت (مولانا محمد امین صفدر رحمہ اللہ) ۲۰

عرض مترجم ۲۱

مقدمہ احیاء السنن (مولانا محمد امین صفدر رحمہ اللہ) ۳۹

کتاب الطہارت (وضو کے ابواب)

باب وضو کا طریقہ اور اس کی فضیلت کے بیان میں ۶۳

باب چوتھائی سر کے مسح کا کافی ہونا ۶۴

باب متوضی کے لئے نیند سے جاگتے وقت دونوں ہاتھوں کو دھونے سے قبل پانی کے برتن میں ڈالنا ممنوع ہے ۶۷

باب وضو کے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے ۶۷

باب مسواک کرنا سنت ہے ۷۰

باب کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا اور ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ پانی لینا اور روزے کے علاوہ وقت میں ان میں مبالغہ کرنا مسنون ہے ۷۱

باب کلی کرنے کو ناک میں پانی ڈالنے سے جدا کرنا ۷۴

باب کانوں کا مسح سر کے مسح کے بچے ہوئے پانی سے کرنا اور اس کے کرنے کا طریقہ ۷۶

باب داڑھی کا خلال کرنا سنت ہے اور اس کے طریقے کا بیان ۷۹

باب انگلیوں کا خلال اور اعضاءِ وضو کو ملنا ۸۱

باب اعضاء کو تین مرتبہ دھونا مسنون ہے اور ایک یا دو مرتبہ جائز ہے اور تین مرتبہ سے زائد دھونا ممنوع ہے ۸۳

باب نیت وضو میں واجب نہیں ہے ۸۶

باب پورے سر کا مسح کرنا اور ایک مرتبہ کرنا مسنون ہے اور مسح کرنے کے طریقے کا بیان ۸۹

باب بازوؤں کے دھونے سے بچے ہوئے پانی سے سر کا مسح کرنا کافی ہے اور نیا پانی لینا مستحب ہے ۹۰

باب وضو میں ترتیب سے اعضاء دھونا واجب نہیں ۹۱

باب (وضوء میں) دائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے ۹۳
باب (وضوء میں) لگا تار دھونا واجب نہیں ۹۴
باب گدی کا مسح کرنا مستحب ہے ۹۴
باب چہرے کی روشنی اور ہاتھ پاؤں کی روشنی کا طویل کرنا مستحب ہے ۹۵
باب غسل کرنے کے بعد وضوء کرنا مکروہ ہے ۹۶
باب عورت حائضہ اور جنبی کے غسل و وضو کے بچے ہوئے پانی سے غسل اور وضوء کرنا جائز ہے ۹۷
باب وضوء کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے ۹۸
باب وضوء کے بعد شرمگاہ کی جگہ پر پانی چھڑکنا مسنون ہے ۹۹
باب پاؤں دھونے سے قبل ان پر پانی چھڑکنا مستحب ہے ۱۰۰
باب کئی نمازوں کے لئے ایک ہی وضوء کافی ہے اور ہر نماز کے لئے علیحدہ وضو کرنا مستحب ہے ۱۰۱
باب گوشہ چشم کے مسح کا مسنون ہونا ۱۰۲
باب وضوء میں اعضاء پر پانی ڈالنے میں کسی اور سے مدد لینا مکروہ نہیں ہے ۱۰۲
باب وضوء کے بعد کیا دعاء پڑھے ۱۰۴

وضو کو توڑنے والی چیزیں

باب سبیلین (آگے اور پیچھے) سے کسی چیز کے نکلنے سے وضوء کا ٹوٹنا ۱۰۵
باب نکسیر، قے کثیر، مذی، ودی اور بہنے والے خون سے وضوء کا واجب ہونا ۱۰۵
باب اس شخص پر وضوء واجب ہے جو اس طرح سوئے کہ اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جائیں ۱۱۲
باب (رکوع سجود والی) نماز میں قہقہہ مارنے سے وضوء کا ٹوٹنا ۱۱۳
باب آگ پر پکی ہوئی چیز (کے کھانے) سے وضوء کا نہ ہونا ۱۱۵
باب عورت کو چھونے سے وضوء کا نہ ہونا ۱۱۸
باب ذکر کو چھونا ناقضِ وضوء نہیں ہے ۱۲۳
باب ہوا کے نکلنے میں اور نہ نکلنے میں شک کی صورت میں وضوء کا واجب ہونا ۱۲۷

غسل کے ابواب

باب حضور ﷺ کے غسل کا بیان ۱۲۹
باب جب پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے تو عورت پر غسل کے وقت اپنے بالوں کی مینڈھیاں کھولنا ضروری نہیں ۱۳۰
باب غسل فرض میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے ۱۳۲
باب شہوت کے ساتھ اور اچھل کر نکلنے والی منی سے غسل کا ضروری ہونا ۱۳۵

باب جو شخص اپنے کسی حصے کو دھونا بھول جائے ۱۳۹
باب دونوں ختنوں کے ملنے سے غسل کا واجب ہونا اگرچہ انزال نہ ہو ۱۳۹
باب حیض ونفاس سے غسل کا واجب ہونا ۱۴۲
باب میت کو غسل دینے کی صورت میں عدم غسل کا جواز ۱۴۳
باب جمعہ کے دن غسل کا واجب نہ ہونا بلکہ اس کا اور پچھنے لگوانے کی وجہ سے غسل کا مسنون ہونا ۱۴۴
باب عیدین کے غسل کے بارے میں جو وارد ہوا ہے ۱۴۷
باب اسلام لانے والے کے لئے غسل کا مستحب ہونا ۱۴۹
باب بے ہوش کے ٹھیک ہونے پر اس کے لئے غسل کا مستحب ہونا ۱۵۱
باب غسل کے وقت اعضاء مخصوصہ سے پردہ کا واجب ہونا اور خلوت کی صورت ننگا ہونا جائز ہے اور پردہ میں ہونا مستحب ہے ۱۵۲
باب بغیر انزال کے احتلام سے غسل واجب نہیں ہوتا ۱۵۴
باب جنبی کے لئے غسل میں تاخیر کرنا اور سونے یا کھانے پینے یا دوبارہ جماع کا ارادہ کرے تو کیا کرے ۱۵۵

پانی کے احکام

باب نجاست کے گر جانے سے (خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ) تھوڑے پانی کا نجس ہونا ۱۶۳
باب ماء کثیر کا پاک ہونا اِلّا یہ کہ اس کا رنگ یا بو یا مزہ تبدیل ہو جائے ۱۶۵
باب پانی میں کسی ایسے جانور کے مر جانے سے جس میں بہتا ہوا خون نہیں تو پانی کا خراب نہ ہونا ۱۶۶
باب ماء مستعمل پاک ہے لیکن پاک کرنے والا نہیں ۱۶۷
باب چمڑے کا رنگنے سے پاک ہونا سوائے چند چمڑوں کے ۱۷۲
باب جس کا چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے وہ ذبح کرنے سے بھی پاک ہو جاتا ہے ۱۷۲
باب دباغت سے مردار کا چمڑے اور اس کے بال، اون، سینگ، ہڈی اور پٹھے کا پاک ہونا ۱۷۳
باب ایسے پانی سے جس میں کوئی پاک چیز مل جائے طہارت کا جائز ہونا ۱۷۵
باب گرم پانی کے ساتھ طہارت کا جائز ہونا ۱۷۵
باب جب کنویں میں آدمی یا اس جیسا جانور مر جائے تو تمام پانی کا کھینچنا ۱۷۶

پس خوردہ کا بیان

باب کتے کے جوٹھے کا تین مرتبہ دھونا کافی ہے ۱۷۷
باب بلی کا پس خوردہ مکروہ تنزیہی ہے ۱۷۹
باب آدمی کا پس خوردہ مطلقاً پاک ہے ۱۸۱
باب گدھے اور درندے کے پس خوردہ کا بیان ۱۸۳

باب نبیذ تمر سے وضوء کے جائز ہونے پر دلیل ۱۸۸

تیمم کے ابواب

باب تیمم زمین کے تمام اجزاء سے جائز ہے اور اس کے لئے قابل زراعت زمین کی شرط نہیں ۱۹۲
باب تیمم کا طریقہ ۱۹۲
باب تیمم ایسی چیز سے جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو اگرچہ اس پر غبار نہ ہو ۱۹۳
باب تیمم نماز جنازہ اور ایسی عبادت کے لئے جس کا بدل نہ ہو کے لئے جائز ہے اگرچہ پانی وغیرہ پر قدرت ہو بشرطیکہ اس بات کا خطرہ ہو کہ وضوء کرنے کی صورت میں نماز جنازہ نکل جائے گی ۱۹۶
باب جس نے اول وقت میں تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور پھر وقت کے اندر ہی پانی مل گیا تو نماز نہ لوٹائے ۱۹۷
باب ہر ایسی عبادت کے لئے جس کے لئے طہارت شرط نہیں پانی پر باوجود قدرت کے تیمم کرنا جائز ہے ۱۹۸
باب تیمم اول وقت میں اس شخص کے لئے بھی جائز ہے جسے آخر وقت میں پانی ملنے کی امید ہو ۱۹۹
باب کئی فرضوں کے لئے ایک تیمم بھی کافی ہے اور وقت کے نکلنے سے تیمم نہیں ٹوٹتا ۱۹۹
باب پانی نہ پانے والے کے لئے جماع کی اجازت ہے ۲۰۰
باب سردی اور زخم کے خوف سے تیمم کرنا ۲۰۰
باب وضوء اور تیمم سے معذور شخص کی نماز درست نہیں بلکہ اس پر قضاء واجب ہے ۲۰۱
باب جب پانی ایک دو میل کے فاصلے پر ہو تو بھی حضر میں تیمم جائز ہے ۲۰۲
باب ایسی چٹان سے جس پر غبار نہ ہو، تیمم جائز ہے ۲۰۳
باب وقت میں پانی ملنے کی امید پر تیمم کو مؤخر کرنا مستحب ہے ۲۰۴

موزوں پر مسح کے ابواب

باب موزوں پر مسح کے جواز، اس کے لئے طہارت کی شرط اور جنابت کی صورت میں ان کے اتارنے کے ضروری ہونے کے بیان میں ۲۰۵
باب موزوں پر مسح موقت ہے ۲۰۷
باب موزوں پر مسح کا طریقہ ۲۰۷
باب ان چرمی پائتابوں پر مسح کرنے کا بیان جو چمڑے کے موزوں کے اوپر پہنے گئے ہوں ۲۰۹
باب جرابوں پر مسح ۲۱۰
باب زخم پر باندھی گئی پٹی اور پھٹی پر مسح کرنا ۲۱۱

حیض، نفاس اور استحاضہ کا بیان

باب حیض کی اکثر اور اقل مدت ۲۱۲

باب نفاس کی اقل اور اکثر مدت ۲۱۵
باب خالص سفیدی کے علاوہ تمام رنگ حیض ہیں ۲۱۷
باب حاملہ کو حیض نہیں آتا اور وہ (حمل کی حالت میں) جو خون دیکھے وہ استحاضہ ہے ۲۱۸
باب حیض ونفاس کے اکثر مدت کے ختم ہونے پر یا ان کے درمیان میں نماز و ہم بستری کا حکم ۲۲۰
باب مستحاضہ ہر نماز کے لئے وضوء کرے ۲۲۱
باب مستحاضہ کا بناء کرنا (اور حیض کے ایام قرار دینا) اپنی عادت پر ۲۲۳
باب مستحاضہ سے وطی کرنا جائز ہے ۲۲۴
باب حائضہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے لیکن روزہ کی قضاء کرے اور نماز کی قضاء نہ کرے ۲۲۵
باب حائضہ عورت اپنے خاوند کے لئے کس حد تک مباح ہے ۲۲۶
باب نفاس کی اکثرت مدت ۲۲۷
باب حائضہ، نفاس والی اور جنبی قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں ۲۲۸
باب قرآن کو صرف پاک شخص چھوئے ۲۲۹

نجاستوں کا بیان

باب جوتے اور موزے کا زمین پر رگڑنے سے پاک ہونا جبکہ نجاست خشک ہو اور جسم والی ہو ۲۳۱
باب منی نجس ہے ۲۳۲
باب زمین کا خشک ہونے سے پاک ہونا ۲۳۷
باب شراب کے نجس ہونے پر دلیل ۲۳۹
باب نجاست غلیظہ بقدر درھم معاف ہے ۲۴۳
باب نجاست کو پانی کے علاوہ کسی اور مائع سے پاک کرنا اور نظر آنے والی نجاست کا صرف جسم زائل کر دینا کافی ہے ۲۴۳
باب نجاست کا جب اثر نہ جائے ۲۴۴
باب نجاست کی چھینٹیں معاف ہیں ۲۴۵
باب دودھ پیتے بچے کے پیشاب سے کپڑے کا دھونا واجب ہے ۲۴۵
باب کھائے جانے والے جانوروں کا پیشاب پاک نہیں ہے ۲۴۷

استنجاء کے ابواب

باب گوبر نجس ہے ۲۴۹
باب جب استنجاء کی جگہ ڈھیلوں سے پاک ہو جائے اور نجاست اپنے محل سے تجاوز نہ کرے تو پانی سے استنجاء کرنا سنت ہے ۲۵۰

باب بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہوئے اپنے ساتھ وہ چیز نہ لے جائے جس میں کوئی قابل تعظیم نام ہو ۲۵۳
باب پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ اور کمر کرنے کی ممانعت ۲۵۳
باب استنجاء دائیں ہاتھ، گوبر اور ہڈی سے کرنے کی ممانعت ۲۵۴
باب استنجاء میں طاق ڈھیلے استعمال کرنا مستحب ہے اور جفت کا استعمال مکروہ نہیں ۲۵۵
باب بیت الخلاء میں جاتے اور نکلتے ہوتے وقت کیا پڑھے ۲۵۶
باب استنجاء میں تین یا طاق ڈھیلوں کا استعمال واجب نہیں بلکہ مستحب ہے ۲۵۷
باب جب نجاست اپنے مخرج سے تجاوز کر جائے تو پانی سے دھونا واجب ہے اور (ایسی صورت میں) ڈھیلا کافی نہیں ۲۶۰
باب استنجاء کے آداب ۲۶۱

کتاب الصلوٰۃ

باب نمازوں کے اوقات ۲۷۱
باب مستحب اوقات کا بیان اور فجر کو اسفار میں پڑھنے کی فضیلت ۲۸۰
باب گرمیوں میں ظہر کی نماز تاخیر سے اور سردیوں میں جلدی پڑھنا (مستحب ہے) ۲۸۷
باب عصر کی نماز دیر سے پڑھنا (مستحب ہے) ۲۸۸
باب مغرب کی نماز جلد پڑھنا (مستحب ہے) ۲۹۱
باب مغرب کی نماز تاخیر سے پڑھنا مکروہ ہے اور اس کی حد کا بیان ۲۹۱
باب عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے ۲۹۳
باب جس شخص کو آخر رات میں اُٹھنے کا یقین ہو اس کے لئے آخر رات میں وتر پڑھنا مستحب ہے ۲۹۵
باب بادل کے دن عصر کی نماز جلدی اور مغرب کی نماز تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے ۲۹۶
باب مکروہ اوقات کا بیان ۲۹۷
باب جب امام جمعہ کے دن خطبہ کے لئے منبر پر آئے تو پھر نماز پڑھنا یا کلام کرنا مکروہ ہے، خصوصاً جبکہ امام خطبہ شروع کردے ۳۰۴
باب دو نمازوں کو حقیقتاً جمع کرنا جائز نہیں ۳۱۲
باب عشاء کی نماز سے قبل سونا مکروہ ہے مگر اس شخص کے لئے سونا جائز ہے جسے جاگ جانے کا یقین ہو اور عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنا مکروہ ہے مگر کسی مصلحت میں جائز ہے ۳۲۳
باب صبح کی دو سنتوں کے بعد باتیں کرنے اور سونے کا حکم ۳۲۴
باب اذان اور اقامت کی کیفیت، ان کی سنتوں اور فجر میں تثویب کا بیان ۳۲۷
باب اذان اور اقامت کا جواب دینا ۳۳۴
باب اذان کے بعد حضور ﷺ کے لئے دعاء کرنا اور آپؐ پر درود بھیجنا ۳۳۷

باب اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ کرنا ۳۳۸
باب جو اذان دے وہی اقامت بھی کہے، یہ مستحب ہے ۳۴۰
باب صبح صادق سے قبل اذان نہ دی جائے ۳۴۱
باب مسافر کے لئے اذان واقامت کہنا مستحب ہے ۳۴۴
باب گھر میں نماز پڑھنے والے کے لئے محلے کی اذان کافی ہے ۳۴۵
باب قضاء نماز کے لئے اذان واقامت کہنا اور کئی قضاء نمازوں کے لئے ایک اذان بھی کافی ہے ۳۴۷
باب اذان اونچی جگہ پر مسجد کے باہر کھڑے ہوکر اور اقامت مسجد کے اندر کہی جائے ۳۴۸
باب اذان کے لئے وضو کرنا مستحب ہے ۳۴۹
باب مؤذن کی صفات کا بیان ۳۵۰
باب اذان واقامت کہتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا ۳۵۳
باب مؤذن کو اچھی آواز والا ہونا چاہئے ۳۵۴
باب اذان میں بات کرنا ۳۵۵

نماز کی ان شرطوں کا بیان جن کا نماز سے پہلے پورا کرنا ضروری ہے

باب ران ستر میں داخل ہے ۳۵۶
باب گھٹنا بھی ستر میں داخل ہے ۳۵۸
باب ننگے شخص کا بیٹھ کر نماز پڑھنا ۳۵۹
باب آزاد عورت اور باندی کے ستر کا بیان ۳۵۹
باب بچے کی شرمگاہ کے چھپانے اور اس کی نماز کے بیان میں ۳۶۲
باب نماز کے لئے نیت شرط ہے ۳۶۳
باب مقتدی کے لئے اقتداء کی نیت کرنا شرط ہے ۳۶۴
باب استقبال قبلہ کے مسائل ۳۶۵

ابواب صفۃ الصلوٰۃ

باب تکبیر تحریمہ کی فرضیت اور اس کی سنتوں کے بیان میں ۳۶۷
باب نماز میں نظر رکھنے کی جگہ ۳۷۳
باب نماز میں قیام کی حالت میں دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھنے اور اس کی کیفیت کا بیان ۳۷۵
باب تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنا سنت ہے ۳۷۹
باب تعوذ اور تسمیہ پڑھنا اور انہیں آہستہ پڑھنا مسنون ہے ۳۸۲
باب بسم اللہ فاتحہ کا جز نہیں ۳۸۸

باب اس آدمی کا حکم جو فرض مقدارِ قرأت بھی نہ کر سکے ۳۹۸
باب آمین کہنا اور آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے ۳۹۹
باب اس بیان میں کہ ہر اٹھنے اور جھکنے کے وقت تکبیر سنت ہے اور عدد تکبیرات کے بیان میں ۴۰۷
باب اس بیان میں کہ رکوع میں گھٹنوں پر سہارا کرنا اور انگلیوں کو کشادہ رکھنا اور پہلوؤں سے ہاتھوں کو الگ رکھنا ۴۰۸
باب رکوع میں اعتدال اور اطمینان کے وجوب اور تسبیحات کے سنت ہونے کے بیان میں ۴۱۱
باب قومہ میں ذکر کے سنت ہونے کا بیان ۴۱۵
باب سجدہ کا طریقہ ۴۱۶
باب اسی بیان میں کہ سجدے سے اٹھنا اور دو سجدوں کے درمیان میں کچھ دیر بیٹھنا واجب ہے اور جلسہ مذکور میں ذکر مستحب ہے اور دوسرا سجدہ فرض ہے ۴۳۰
باب دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھنے کی ہیئت ۴۳۳
باب دونوں سجدوں کے درمیان جلسۂ استراحۃ نہ کرنا مسنون ہے ۴۳۵
باب نماز میں سجدہ سے اُٹھنے کے وقت ہاتھوں پر سہارا ترک کرنے کا استحباب ۴۳۸
باب تکبیر افتتاح کے سوا رفع یدین کو ترک کرنا ۴۳۹
باب دونوں جلسوں میں بیٹھنے کی ہیئت اور اشارہ کرنا ۴۵۰
باب تشہد کا اور اس کے واجب ہونے کا بیان ۴۵۸
باب قعدہ اولیٰ میں تشہد پر درود و دعا کچھ زیادہ نہ کرنا ۴۶۵
باب اخیر کی دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھنا......الخ ۴۶۷
باب قعدہ اخیرہ کی بقدرِ تشہد فرضیت اور درود شریف اور لفظ سلام کی عدم فرضیت میں ۴۷۲
باب نماز میں درود شریف کے پڑھنے کی سنیت اور درود شریف کے الفاظ ۴۷۶
باب نماز کے آخر میں درود شریف کے بعد دعا کا ایسے الفاظ سے جو قرآن کے مشابہ ہوں یا وہ دعائیں جو ماثور ہوں سنت ہونا اور تشہد اور درود شریف و دعا میں ترتیب کا ہونا ۴۸۲
باب نماز سے بلفظ سلام نکلنے کا وجوب اور سلام کے وقت دائیں بائیں التفات کرنے کی سنیت اور لفظ سلام کا بے مد ہونا اور سلام میں حاضرین نمازیوں کی نیت کرنا ۴۸۴
باب سلام پھیرنے کے بعد قبلہ سے پھر کر بیٹھنے اور اس کے طریقہ کا بیان اور یہ کہ نماز کے بعد دعاء و ذکر کرنا مسنون ہے ۴۸۷
باب دعاء کے بعض آداب کے بیان میں ۵۰۳
باب نماز میں خشوع اور حضور قلب کا مؤکد ہونا ۵۰۷

قرأت کے ابواب

باب جہری نماز میں جہر سے اور سری نماز میں اخفاء سے قراءت واجب ہے ۵۱۳

باب بحالت سفر قراءت مختصر کرنا ۵۲۱
باب جمعہ اور عیدین کی نماز میں قراء تجہر سے کرنا ۵۲۳
باب حضر میں قرأت کا بیان ۵۲۴
باب اللہ تعالیٰ کے فرمان واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہٗ وانصتوا کی تفسیر میں اور امام کے پیچھے جہری اور سری نمازوں میں قرأت کی ممانعت اور مقتدی کے لئے امام قراءت کا کافی ہونا ۵۴۴
باب ایک رکعت میں مکمل سورۃ پڑھنا مستحب ہے اور دو یا زیادہ سورتیں یا سورۃ کا کچھ حصہ پڑھنا جائز ہے ۵٦٦
باب نماز وغیرہ میں قرآن کا الٹا پڑھنا اور فرض کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کو مکرر پڑھنا مکروہ ہے اور نوافل میں مکرر پڑھنا جائز ہے ۵۷۲
باب عربی میں قرآن پڑھنے سے عاجز شخص کے لئے فارسی میں قراءت کرنے کا حکم اور قراءت مشہورہ اور شاذہ میں قراءت کا حکم ۵۷۵
باب ان احادیث کے بیان میں جو تجوید قرآن اور معرفت اوقاف کے وجوب میں وارد ہیں ۵۸۰
باب بعض آداب تلاوت میں وارد ہونے والی احادیث کے بیان میں ۵۹۲

امامت کے ابواب

باب بیماری وغیرہ نہ ہونے کے وقت جماعت کا مسجد میں واجب ہونے اور جماعت کا نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہ ہونے کے بیان میں ٦۰۱
باب جماعت چھوڑنے کے عذروں کے بیان میں ٦۰۹
باب امام کی صفات کا بیان ٦۱۴
باب فاسق غلام، دیہاتی، اندھے اور ولد الزنا کے پیچھے نماز کراہت کے ساتھ جائز ہے ٦۲۱
باب بادشاہ اپنی سلطنت میں اور صاحب خانہ اپنے گھر میں اور امام راتب اپنی مسجد میں امامت کا زیادہ حقدار ہے۔ گو دوسرے اس سے افضل موجود ہوں ٦۲٦
باب دو شخصوں کا جماعت ہونا ٦۲۸
باب جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام کو تکبیر تحریمہ کہنا مستحب ہے ٦۲۹
باب عورتوں کی جماعت مکروہ ہے ٦۳۲
باب امام اور مقتدیوں کے کھڑے ہونے کی جگہ کے بیان میں ٦۳۴
باب عورت کی امامت غیر عورت کے لئے جائز نہیں ٦۳۷
باب عورت کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے جبکہ دونوں جماعت کے ساتھ ایک نماز پڑھ رہے ہوں ٦۳۹
باب عورتوں کو مسجد میں حاضر ہونے سے ممانعت ٦۴۴
باب صف کی دائیں جانب میں کھڑا ہونا افضل ہے، بشرطیکہ بائیں جانب معطل نہ ہو جائے ٦۴٦
باب تیمم کئے ہوئے کی امامت وضو کئے ہوئے کے لئے جائز ہے ٦۴۸
باب کھڑے ہوئے کے نماز بیٹھے ہوئے کے پیچھے جائز ہے اور امام کے بیٹھنے کی وجہ سے مقتدی کا بیٹھنا جائز نہیں ٦۴۹

باب محلے کی مسجد میں ایک نماز کے لئے دوسری جماعت مکروہ ہے ۶۵۳
باب فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل پڑھنا جائز ہے اور اس کا عکس جائز نہیں اور ظہر اور عشاء جماعت کے ساتھ دوبارہ
پڑھ لینا مستحب ہے جبکہ وہ دونوں نمازیں تنہا پڑھی ہوں ۶۵۵
باب جب فجر عصر یا مغرب اکیلے پڑھ لے اور پھر جماعت کو پائے تو ان نمازوں کا اعادہ نہ کرے ۶۶۰
باب اگر امام جنابت یا حدث کی حالت میں نماز پڑھائے تو امام اور مقتدی نماز کا اعادہ کریں ۶۶۱
باب امام پر تخفیف واجب ہے ۶۶۶
باب منفرد کے لئے تطویل جائز ہے۔ وہ اگر چاہے ایک نماز یا ایک رکعت میں سارا قرآن ختم کرلے ۶۶۸
باب امام کی متابعت واجب ہے اور اس سے سبقت کرنا ممنوع ہے ۶۷۰
باب منفرد کا امام بننا اور ایسے شخص کی اقتداء کا جائز ہونا جس نے امام بننے کی نیت نہ کی ہو ۶۷۲
باب امام کے ساتھ رکوع کے پالینے سے رکعت پالینا اور صف کے پیچھے تنہا شخص کی نماز کا مکروہ ہونا اور اس بات کا مستحب
ہونا کہ مسبوق امام کے ساتھ شامل ہو جائے جس حالت پر بھی امام ہو ۶۷۴
باب صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے صف میں سے کسی شخص کو کھینچ لینا مستحب ہے تا کہ وہ اس کے ساتھ کھڑا ہو ۶۸۱
باب ایسے شخص کے لئے قوم کی امامت کرنا مکروہ ہے جس سے قوم ناخوش ہو ۶۸۲
باب صفوں کو برابر کرنا اور ان کو ملانا مسنون ہے ۶۸۳
باب پہلی صف کو پھر اس کے بعد والی صف کو بالترتیب پورا کرنا مسنون ہے ۶۸۸
باب بغیر شرعی وجہ کے پہلی صف سے پیچھے رہ جانا مکروہ ہے ۶۸۸
باب امام اور مقتدی کے نماز کے لئے کھڑے ہونے کے وقت کا بیان ۶۹۰
باب ایک دوسرے پر امامت کو ٹالنا مکروہ ہے ۶۹۲
باب فرض والی جگہ میں نفل پڑھنا امام کے لئے مکروہ ہے اور مقتدی کے لئے بھی (نفل کے واسطے) جگہ تبدیل کرنا مستحب ہے ۶۹۳
باب امام اور مقتدی کے درمیان کسی چیز کا حائل ہونا مضر نہیں جبکہ مقتدی پر امام کا حال مخفی نہ ہو ۶۹۴
باب جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو وہ ان کی امامت نہ کرے ۶۹۶
باب ستونوں کے درمیان میں جماعت کا قیام مکروہ ہے لیکن منفرد کے لئے مکروہ نہیں ۶۹۸
باب جب امام نماز کو مؤخر کردے تو مقتدی کیا کرے ۶۹۹
باب مسبوق صرف فوت شدہ نماز کو قضا کرے، سجدہ سہو مسبوق ہونے کی وجہ سے لازم نہیں اور جو رکعتیں امام کے ساتھ
پڑھی ہیں وہ اس کی نماز کی پچھلی رکعتیں ہیں ۷۰۰
باب بعد میں آنے والے کے لئے رکوع کا لمبا کرنا (مستحب ہے) ۷۰۵

کتاب اعلاء السنن کی تالیف کی وجہ

بقلم : حضرت اقدس مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مدظلہ

رئیس شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان

جس طرح کتاب اللہ شریف کی تلاوت پوری دنیا میں سات متواتر قراءتوں کے ذریعہ ہو رہی ہے اسی طرح پوری دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل چار فقہی مذاہب کے ذریعے ہو رہا ہے۔ فقہ کتاب و سنت کی اس قابل اعتماد تشریح و تفصیل کو کہتے ہیں جو عند اللہ اور عند الرسول مقبول ہے۔ اس میں صواب پر دو اجر اور خطاء پر بھی اجر ہے اور عمل عند اللہ مقبول ہے۔ ان میں سے فقہ حنفی وہ فقہ ہے جو کتاب و سنت کی پہلی جامع تشریح و تعبیر ہے جو خیر القرون میں ہی مرتب ہوئی اور خیر القرون سے آج تک شہرت عام و بقائے دوام کی سعادت سے مشرف ہے۔ اور ہر زمانہ میں مسلمانوں کا کم از کم دو تہائی حصہ اسی فقہ کی روشنی میں سنت پر عمل پیرا ہے۔ عروج اسلام کے دور میں یہی فقہ پوری اسلامی مملکت کا قانون رہی ہے۔ لیکن جب اسلامی حکومت کا زوال شروع ہوا اور انگریز کی حکومت آگئی تو اس اسلامی قانون میں کیڑے نکالنے کا کام شروع ہوا۔ اس کام کے لئے ایک نیا فرقہ پیدا کیا گیا جو تقلید مذہب سے آزاد ہو گیا اور جلدی ہی دو فرقوں میں بٹ گیا۔ ایک نے اپنا نام اہل حدیث رکھا تو دوسرے نے اہل قرآن رکھ لیا۔ اب اسلامی قانون فقہ حنفی کے خلاف تقریر و تحریر کا سارا زور صرف ہونے لگا۔ اہل قرآن نے سنت سے بدظن کرنے کے لئے حدیث کو عجمی سازش کا نام دیا اور شور مچایا کہ نبی پاک ﷺ پر ایک قرآن نازل ہوا تھا۔ عجمیوں نے اس کے مخالف چھ قرآن تصنیف کر ڈالے اور ان کا نام صحاح ستہ رکھ لیا۔ اور احادیث اخبار احاد ہیں، ظنی ہیں۔ راویان حدیث معصوم نہیں، خطاء اور غلطی سے پاک نہیں۔ دوسری طرف نام نہاد اہل حدیث نے یہ شور مچایا کہ چاروں مذہب دین اسلام کے خلاف سازش ہیں، فقہ ظنی ہے، ائمہ اربعہ معصوم نہیں تھے۔ اور فقہ حنفی چونکہ صدیوں سے اسلامی مملکت کا قانون چلی آرہی تھی جب تک یہ قانون نافذ ہو انگریز کا کافرانہ قانون کہاں نافذ ہو۔ کیونکہ یہ فقہ انگریزی قانون کے خلاف تھی۔ مگر غیر مقلدین نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ فقہ حنفی کتاب و سنت کے خلاف ہے اور فقہ حنفی میں حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس پروپیگنڈہ کی پشت پر حکومت برطانیہ کا ہاتھ تھا۔ اس لئے چند سالوں میں

سینکڑوں رسالے اور کتابیں فقہ حنفی کے خلاف لکھی اور پھیلائی گئیں۔ جن کا اسلامی حکومت میں تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ عین اس وقت جب سنی حنفی علماء انگریز سے بر سرپیکار تھے اور سیف و سنان سے کافروں کے سینے چھلنی کر رہے تھے تو غیر مقلدین زبان و قلم سے فقہ حنفی کو زخموں سے لہولہان کرنے لگے۔ علماء اہل سنت نے پہلے اجمالاً سمجھایا کہ تمام احناف کا اس اصول پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث بھی قیاس پر مقدم ہے اور کئی مسائل بطور مثال بھی بتائے۔ مثلاً نماز میں قہقہہ لگانے سے قیاس میں وضو نہیں ٹوٹتا، مگر ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ احناف نے یہاں ایک ضعیف حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو چھوڑ دیا اور حدیث پر عمل کیا۔ جبکہ نام نہاد اہل حدیث اب بھی اس حدیث کے خلاف قیاس پر عمل کر رہے ہیں۔ پھر غیر مقلدین نے یہ فریب دینا شروع کیا کہ جن مسائل میں احادیث میں اختلاف ہے ان میں کوئی مذہب بھی سب احادیث متعارضہ پر عمل نہیں کرتا۔ بلکہ احادیث راجحہ پر عمل کرتا ہے۔ اب غیر مقلدین کتب حدیث سے ایک حدیث نقل کرتے جو احناف کے ہاں مرجوح تھی اور مقابلہ میں فقہ کا مسئلہ نقل کرتے جو بظاہر حدیث مرجوح کے تو مخالف ہوتا مگر احادیث راجحہ کے عین مطابق ہوتا۔ اب مسئلہ نقل کر کے چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ احادیث راجحہ بھی نقل کرتے۔ لیکن ایک تو ان احادیث کو چھپاتے، دوسری طرف یہ جھوٹ بولتے کہ فقہ کا یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے اور اس مسئلہ کی بنیاد نہ قرآن ہے نہ سنت، بلکہ صرف قیاس ہے۔ عوام جن کی نظر پورے ذخیرۂ احادیث پر نہ ہوتی وہ بے چارے پریشان ہوتے۔ اب لوگوں کو یہ کہتے کہ دیکھو ہم جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہیں ان کا ارشاد گرامی یہ ہے۔ اور یہ فقہ حنفی کا مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے۔ اب آپ کا دل نبی پاک ؐ کی تابعداری کی طرف جاتا ہے یا امام کی طرف۔ اب اگر وہ کہتا کہ مجھے حدیث پاک کا پورا علم نہیں ہے۔ میں کسی عالم سے پوچھوں گا تو فوراً کہتے تیرے امام نے خود کہا تھا کہ میرا قول حدیث کے خلاف ہو تو میرے قول کو دیوار پر دے مارنا، اب اگر تم اس حدیث پر عمل کرو گے تو خدا کے رسول بھی تم سے راضی ہو جائیں گے۔ اور تیرے امام بھی خوش ہو جائیں گے۔ اس طرح چند جاہلوں کو ورغلا کر افتراق امت کے کام پر لگا دیتے تاکہ حکومت وقت کی پالیسی کہ "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی مکمل حمایت ہو جائے اور افتراق کے اس کام کے لئے اڈہ مسجد کو اور خاص طور پر نماز کو بنایا گیا۔ کیونکہ نماز ہر مسلمان پڑھتا تھا۔ اس لئے ہر مسلمان کے دل میں وسوسہ ڈالا جا سکتا تھا اور مسجد کے باہر مسلمان آپس میں لڑے بھی ہوں، مسجد میں سب ایک ہی جماعت میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس لئے مسلمانوں کو لڑانے کے لئے مسجد اور نماز کو خاص ذریعہ بنایا گیا۔

فطرت کا ایک اصول ہے کہ عدوے شرانگیزد کہ خیر ما دراں باشد۔ اس شر کے ساتھ خیر کا یہ پہلو نمودار ہوا کہ اعلاء السنن جیسی ضخیم کتاب اکیس جلدوں میں لکھی گئی۔ جس پر علمائے عرب و عجم نے علمائے دیوبند کو

خراج تحسین پیش کیا۔

نوٹ : غیر مقلدین ائمہ اربعہ ؒ کی تقلید کو تو حرام کہتے ہیں لیکن حافظ ابن حجر شافعیؒ کی تقلید کو اپنے پر فرض کر لیتے ہیں۔ اس لئے حافظؒ کی بلوغ المرام کو انہوں نے نصاب میں شامل کیا۔ ظاہر ہے کہ اس میں حافظ صاحب نے اپنے شافعی مذہب کے دلائل جمع کئے ہیں۔ اور احناف کے دلائل بیان نہیں کئے۔ یہاں حافظ صاحب کا ایک خواب قابل ذکر ہے۔ حافظ ابن حجرؒ خود اپنی کتاب "المجمع المؤسس" میں لکھتے ہیں: "میں نے ابن البرہان کو خواب میں دیکھا جب کہ وہ مرچکا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ مرے نہیں تھے؟ کہا ہاں۔ میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو اس میں نہایت شدید تبدیلی ہوگئی۔ میں سمجھا کہ وہ شاید غائب ہوگیا۔ پھر اسے افاقہ ہوا تو اس نے کہا اب ہم اچھے ہیں۔ لیکن نبی پاک ﷺ تجھ پر ناراض ہیں۔ میں نے کہا وہ کیوں؟ اس نے کہا اس لئے کہ تیرا میلان حنفیت کی طرف ہے۔ میں بڑے تعجب کی حالت میں بیدار ہوا۔" پھر (ابن حجر) کہتے ہیں کہ میں نے بہت سے احناف سے یہ بات کہی تھی کہ میری دلی خواہش ہے کہ میں تمہارے مذہب پر ہوتا (یعنی حنفی ہوتا) وہ کہتے تیری یہ خواہش کیوں ہے؟ میں کہتا اس لئے کہ مذہب حنفی کے فروع اپنے اصول پر مستحکم ہیں۔ اب میں اس سے توبہ کرتا ہوں (حاشیہ ذیل تذکرۃ الحفاظ ص ۳۲۸)

یہ حافظ صاحب کا خواب ہے اور بیداری میں اس کی تعبیر ہے۔ بیداری میں حافظ صاحب نے جو کچھ فرمایا وہ ان کے عمر بھر کے مطالعہ کا نچوڑ ہے۔ غیر مقلد بھی انہیں حافظ دنیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کتاب و سنت کے وسیع مطالعہ کے بعد جو رائے قائم فرمائی جس کا بار بار کئی احناف کے پاس اظہار بھی فرمایا' یہ فقہ حنفی کی عظمت کا وہ اعتراف ہے جو حدیث میں وسعت نظر کا نتیجہ ہے۔ اور ایک واقعی حقیقت ہے۔ جس وسیع المطالعہ شخص نے بھی فقہ حنفی کا تقابلی مطالعہ کیا ہے وہ یہ بات کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اختلافی احادیث میں امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کلیہ تلاش کرتے ہیں اور پھر جزئیات کو اس کے ساتھ ایسا مربوط کرتے ہیں کہ کوئی بھی اصول پسند طبیعت اس کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ مگر حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ ایسے مواقع پر کلیات کو جزئیات کی چوکھٹ پر قربان فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ ابن حجرؒ کا جوں جوں مطالعہ وسیع ہوا' ان کا دل اور زبان دونوں اعتراف پر مجبور ہوئے اور اس کا ایک دفعہ نہیں بار بار اظہار فرمایا۔

رہا خواب کا معاملہ تو اولاً تو ہر خواب رحمانی نہیں ہوتا۔ بہت سے خواب شیطانی بھی ہوتے ہیں۔ خاص طور پر ابن البرہان کو دیکھا جو ظاہری المذہب جس کا کام ہی اللہ اور رسول پر افتراء اور ائمہ دین کی گستاخی ہو۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔ کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔ جب عام فقیہ شیطان پر اتنا بھاری ہے تو اس امت کے فقیہ اعظم سے شیطان کو

کتنا بے بہا دکھ پہنچا ہو گا۔ اب اگر وہ ابن البرہان کی شکل میں آ کر فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے بدظن کرنے کی کوشش کرے تو عین ممکن ہے۔ اور خواب کے بارہ میں تو یہ ہے کہ اسے احکام شرعیہ پر پیش کیا جائے گا۔ یہ جو ابن البرہان نے کہا کہ تجھ پر رسول پاک ﷺ ناراض ہیں' شریعت میں ناراضگی تو گناہ پر ہوتی ہے اور اجتہادی مسائل کا تعلق گناہ سے ہے ہی نہیں۔ وہاں تو صواب پر دو اجر ہیں اور خطاء پر بھی اجر ہے۔ مجتہد اگرچہ معصوم نہیں مگر مطعون بھی نہیں۔ وہ تو ہر حال میں ماجور ہے۔ تو اس کی طرف میلان گناہ کیسے ہوا۔ اس لئے ابن البرہان کی یہ بات کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

مزید خواب :

علامہ نووی الشافعیؒ نے تہذیب الاسماء واللغات میں' خطیب بغدادیؒ اپنی تاریخ میں اور علامہ سمعانیؒ انساب میں سند سے روایت کرتے ہیں: ابو رجاءؒ فرماتے ہیں کہ امام محمویہؒ جن کو ہم ابدال میں شمار کرتے تھے فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد بن الحسنؒ کو خواب میں دیکھا اور میں نے پوچھا آپ پر کیا گزری؟ فرمانے لگے مجھے خداوند قدوس نے فرمایا میں نے تجھے علم کا خزانہ اس لئے بنایا تھا کہ تجھے عذاب دوں؟ میں نے پوچھا ابو یوسف کا کیا حال ہے؟ فرمایا مجھ سے اونچے مقام پر ہیں۔ میں نے پوچھا اور امام ابو حنیفہؒ؟ فرمایا وہ اس سے بہت بلندی پر ہیں (التعلیق الممجد)۔ ولی کامل حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں کہ میں خواب میں جنت میں داخل ہوا تو ایک بہت ہی عالیشان محل دیکھا کہ خوب فرش بچھے ہیں۔ پردے لٹک رہے ہیں' خدام کھڑے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ انہوں نے کہا امام ابو یوسفؒ کا۔ میں نے کہا سبحان اللہ انہیں یہ بلند مرتبہ کیسے ملا؟ کہنے لگے وہ لوگوں کو تعلیم دیتے اور ان کی ایذا پر صبر کرتے تھے (الجواہر المضیئہ)

حضرت فضل بن خالد کہتے ہیں کہ میرا دل امام ابو حنیفہؒ کی طرف سے صاف نہ تھا۔ میں نے خواب میں جناب نبی اقدس ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے امام ابو حنیفہؒ کا کلام لقمان کے کلام کی طرح ہے۔ بلکہ اس سے بھی زائد۔ میں بیدار ہوا اور امام صاحب سے دلی محبت رکھتا ہوں (قواعد فی علوم الفقہ ص ۱۸۳' ج ۲)

افسوس کہ حافظ ابن حجرؒ نے اپنی ساری زندگی کے مطالعہ کو ایک خواب پر قربان کر دیا اور اس کے خواب کے بعد احناف کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ حتیٰ کہ امام ابن شحنہ شارح ہدایہ کو یہ کہنا پڑا کہ ابن حجر احناف پر فرضی الزامات پر تو گاتا ہے اور ان کے فضائل و محاسن کو چھپاتا ہے۔ جیسا کہ ذہبی کے حق میں سبکی شافعیؒ نے کہا تھا کہ ان سے کسی شافعی یا حنفی کے حالات نہیں لینے چاہئیں (قواعد فی علوم الفقہ ص ۱۸۳' ج ۲)

مثل مشہور ہے کہ قدر زر زرگر بداند' قدر جوہر جوہری۔ اعلاء السنن کی قدر وہی لوگ جانتے ہیں جو

فن حدیث کے مرد میدان ہیں۔ مملکت عثمانیہ ترکیہ کے نائب شیخ الاسلام المحقق الناقد المحدث الکبیر شیخ محمد زاہد کوثری رحمتہ اللہ علیہ جن کی مطبوعات کے علاوہ مخطوطات پر بھی وسیع نظر تھی' فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں احادیث نبویہ ﷺ کا اتنا وسیع ذخیرہ دیکھ کر میں تو ہکا بکا رہ گیا۔ اتنی احادیث کو جمع کرنا' پھر ان کی اسانید پر محدثانہ اور محققانہ بحث کرنا' مولف نے بیس سالہ کوشش و کاوش سے اس کو مرتب فرمایا ہے۔ اس کتاب میں صرف متن میں ۶۱۲۳ احادیث ہیں اور حواشی میں تو اس سے بھی دوگنی احادیث ہیں۔ احادیث احکام کا اتنا بڑا مجموعہ پہلے مرتب نہیں ہوا۔ علم حدیث میں پہلے نصب الرایہ فی تخریج احادیث ہدایہ للزیلعی حنفی م ۷۶۲ھ کا راج تھا۔ حافظ ابن حجر کو حافظ حدیث بنانے میں اس کتاب کا ہی اثر و دخل تھا۔ مذاہب اربعہ والے اپنے دلائل کے لئے اسی کتاب کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ کا حدیث میں اس مقام پر پہنچنا اسی کتاب کی برکات میں سے ہے۔ مذاہب اربعہ کے لئے بغیر کسی تعصب کے دلائل انہوں نے جمع فرما دیئے۔ اب حافظ صاحب اس کو منکانے والوں میں تھے۔

غنی روز سیاہ پیر کنعاں را تماشا کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخارا

غیر مقلدین میں اضطراب :

کتاب مستطاب اعلاء السنن علم حدیث کی ایک عظیم خدمت ہے۔ اس کتاب کی طباعت پر اہل اسلام کو ناز ہے اور ہر طرف سے خراج تحسین کے خطوط آنے شروع ہوئے۔ علم حدیث کی اس خدمت پر سب سے زیادہ خوشی نام نہاد اہل حدیث کو ہونی چاہئے تھی۔ وہ ہاتھوں ہاتھ اس کتاب کو لیتے۔ ان کا کوئی گھر اس سے خالی نہ رہتا۔ ان کی ہر مسجد میں اس کا درس ہوتا۔ مگر اس کتاب کے چھپنے سے سب سے زیادہ اضطراب اور پریشانی ان نام نہاد اہل حدیثوں کو ہوئی۔ ان کے سارے جھوٹ کھل گئے کہ احناف کے پاس احادیث نہیں۔ اب ان کا فرض تھا کہ وہ بھی کوئی اتنی جامع کتاب حدیث پر لکھتے اور اس کا جواب لکھتے۔ پہلا کام تعمیری کام ہے۔ اس کی نہ ان میں صلاحیت نہ اس کی انہیں توفیق۔ دوسرے کام کے لئے آمادگی نہ ہوتی تھی' آخر کسی متعصب کی تلاش کی جو غیر ملکی ہو اور حازم القاضی کا ایک ایک سطر کا حاشیہ کتاب پر چھپا۔ یہ حازم حزم سے اتنا کورا ہے کہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ جن کی تقلید دو تہائی امت کر رہی ہے ان کے ثقہ ہونے میں بھی اختلاف کرتا ہے اور بار بار حاشیہ پر اس کا اظہار کرتا ہے۔ اور نام نہاد اہل حدیث نے اس کی بڑی منت سماجت کی کہ ان احادیث کو ضعیف ثابت کر دو تاکہ منکرین حدیث کے ہاتھ ایک مضبوط ہتھیار آجائے۔ چنانچہ اس نے یا تو بالکل مبہم جروحات کیں جو نہ دنیا کی کسی عدالت میں مقبول نہ دین میں مقبول اور بعض جگہ خیر القرون کے راویوں کو مجہول' مدلس یا انقطاع

کی جرح کی ہے۔ حالانکہ احناف کے ہاں یہ سرے سے جرح ہی نہیں اور شوافع کے ہاں بھی یہ جروحات متابعات اور شواہد سے ختم ہوجاتی ہیں۔ اور اعلاء السنن میں متابعات و شواہد پہلے ہی بکثرت مذکور ہیں۔ بلکہ محقق حازم نے مقدمہ کتاب میں دبی زبان سے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ احناف کے اصولوں پر یہ احادیث مجروح نہیں۔ غیر مقلدین کی ان حرکتوں سے ان کے انکار حدیث کا شوق دوپہر کے سورج کی طرح بے نقاب ہوگیا ہے۔

احیاء السنن کی وجہ تالیف :

یہ کتاب اعلاء السنن مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب مستطاب پہلی دفعہ ۱۳۴۸ھ میں تھانہ بھون انڈیا میں چھپی اور اس کے ساتھ پہلی سات جلدوں کا ترجمہ اردو بھی اطفاء الفتن کے نام سے چھپا۔ پھر دو مرتبہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی سے چھپی۔ یہ اتنی بڑی کتاب ہر آدمی خرید نہیں سکتا۔ اس لئے ان ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الف الف تحیہ سے ہر آدمی کا مستفید ہونا مشکل تھا۔ اس لئے میری دلی خواہش تھی کہ اس کے متن کو ایک جلد میں شائع کردیا جائے تو ہر امام مسجد اس کو خرید سکے گا اور اس کا فائدہ عام ہوجائے گا۔ مگر کسی نے اس بات کی حامی نہ بھری۔ یہاں (جامعہ خیر المدارس میں مدرس) مولانا نعیم احمد صاحب سے بات کی۔ انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت اقدس مولانا حافظ نور احمد صاحب لازالت شموس فیوضہم بازغۃ علینا (مالک مکتبہ امدادیہ ملتان) سے عرض کیا۔ حضرت نے ان کی ہمت بندھائی اور فرمایا اگر ترجمہ بھی ہوجائے اور اعراب بھی لگ جائیں تو فائدہ اور زیادہ ہوجائے گا۔ مولانا نعیم احمد صاحب نے کمر ہمت باندھی اور ہمت مرداں مدد خدا آخرکار احیاء السنن کے نام سے اس کا ترجمہ و تشریح لکھی۔ میں نے دوسری جلد کا بالاستیعاب اور دوسری جلدوں کا کہیں کہیں سے ترجمہ دیکھا ہے۔ ماشاء اللہ ترجمہ بہت سلیس اور عام فہم ہے اور ترجمہ کے بعد فوائد میں مخالفین کے متدل کی طرف اشارہ کرکے اس کا شافی و کافی جواب دیا ہے' اور جو احادیث کی تطبیق بیان فرمائی ہے وہ بھی مدلل اور عام فہم ہے۔ جس سے علماء کرام' طلباء اور عوام سب مستفید ہوسکتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ طالبات کے کورس میں اختصار ہے۔ اس اختصار سے جو کمی رہ جاتی ہے اگر اس اعلاء السنن مع ترجمہ احیاء السنن کو ان کے نصاب میں داخل کرلیا جائے تو بہت ہی مفید ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مولانا نعیم احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کو صحت وعافیت اور ہمت و استقامت کے ساتھ دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہم جیسے عوام کو ان کی اس محنت سے استفادہ و عمل کی توفیق عطا فرمائیں' آمین۔

محمد امین صفدر

حال مقیم جامعہ خیر المدارس ملتان

عرض مترجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ

عقائد اور اعمال انفرادی و اجتماعی کے ایک خاص نظام حیات کا نام اسلام ہے۔ جس کے اصول، قوانین اور حدود کی تعیین کتاب اللہ نے کی۔ قرآن سارے جہان کے لئے ہدایت ہے۔ اس کی افادی حیثیت قیامت تک کے لئے یکساں ہے۔ سادہ تہذیب و تمدن ہو یا رنگین، ضرورتیں مختصر ہوں یا زیادہ، ہر حال میں یہ کتاب هُدًى لِلْعٰلَمِيْن ہے۔

لیکن یاد رکھئے کہ علماء کی تصریح کے مطابق قرآن الفاظ و معانی دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔ الفاظ تو ظاہر ہیں جن کی تلاوت کی جاتی ہے لیکن یہ الفاظ قرآنیہ اپنے اندر کون سے مرادی معانی رکھتے ہیں جن کو مراد ربانی کہا جائے اس کا معلوم کرنا انسان کے اپنے بس کی بات نہ تھی جب تک کہ قرآن خود اپنا مافی الضمیر بیان نہ کرے۔ جیسا کہ حضرت عدیؓ کو کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض (الآیہ) سے دھوکہ لگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مافی الضمیر سمجھانے کے لئے قرآن کریم کو بھی ایک لسان فیض ترجمان عطا فرمائی جو محمد رسول اللہ ﷺ کے مقدس عنوان سے متعارف ہوئے۔ لہذا قرآن کے مافی الضمیر کو اس کی لسانِ فیض ترجمان حضورؐ کی ہدایات و تعلیمات کی وساطت کے بغیر محض اپنی عقل اور زور عربیت سے سمجھنے کی کوشش ایک ناکام کوشش ہوگی۔ خود اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو قرآن کے لئے مبیّن قرار دیا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس سے واضح ہے۔ گویا کوئی شخص قرآن کے مافی الضمیر کو سمجھنے کے لئے حضورؐ کے ارشادات و اقوال اور اسوۂ حسنہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ پس احادیث رسول اللہؐ پر فضول اور لچر قسم کے اعتراضات کر کے اہل اسلام کو حدیث سے بدگمان کرنے والے انکار حدیث کے علمبردار (نام نہاد اہل قرآن) دراصل قرآن کریم سے بھی اعتماد اٹھا کر پورے اسلام کی جڑوں کو ہلا دینا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہوئے حدیث کا انکار کرنا ایسا ہے جیسے عمارت کے در و دیوار اور چھت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی بنیاد کا انکار کر دینا۔

قرآن حکیم نے رسول اللہؐ کی اطاعت فرض اور آپ کے طریقہ اور طرز عمل کی اتباع لازم قرار دی۔ جیسا کہ قرآن کریم کی متعدد آیات اس پر دال ہیں۔ دین کے سلسلے میں رسول اللہؐ کے جملہ ارشادات اور آپؐ کے تمام اعمال وحی الٰہی کے حکم میں ہیں۔ صحابہ کرامؓ بلاچون وچرا حضورؐ کے ارشاد و عمل پر اپنی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

عہد نبوی میں عام طور پر احکام میں فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح، حرام، مکروہ وغیرہ کی قسمیں پیدا نہیں ہوئی تھیں، جو تھیں وہ بہت کم۔ صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ سے جو کچھ سنتے یا جس طرح کرتے دیکھتے، کرتے، مثلاً وضو کرتے دیکھا تو اسی طرح وضو کرلیا۔ اس کے جاننے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے کہ افعال وضو میں کونسی چیزیں فرض ہیں؟ کیا مسنون ہیں اور کتنی مستحب ہیں؟ صحابہ کرام حضور ﷺ سے مسائل بھی کم پوچھتے تھے، البتہ کوئی واقعہ ہوتا یا ضرورت سمجھتے تو پوچھ بھی لیتے جن کی تعداد مختصر ہے۔ اللہ اور اس کے مقدس رسول اللہ ﷺ ان باتوں کو خود ہی ہدایت فرمادیتے تھے جو نوع انسانی کے لئے اہم اور ضروری تھیں۔

اقوال صحابہؓ و تابعینؒ :

یہ ایک حقیقت ہے کہ اقوال و اعمال صحابہؓ حجت ہیں، جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے: **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ.** نیز ارشاد نبویؐ ہے: **اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم۔** اور خود ابن حزم ظاہریؒ نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اقوال و فتاوائے صحابہ و تابعین در حقیقت مرفوع احادیث ہیں جن میں اختصار کی غرض سے حضورؐ یا صحابہ کا نام حذف کر دیا گیا ہے۔

صحابہ اور تابعین کے اجتہادی فتاویٰ :

حضرت رسول اکرم ﷺ نے وصال کے کچھ ہی قبل ۱۰ھ میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا، پوچھا "کس طرح فیصلہ کرو گے؟" حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔" فرمایا: "اگر کتاب اللہ میں نہ ہو۔" بولے "رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔" پھر فرمایا "اگر سنت رسول ﷺ میں نہ ہو؟" جواب دیا کہ "میں اپنی رائے سے اس وقت اجتہاد کر کے فیصلہ کروں گا۔" حضور اکرم ﷺ اس جواب سے خوش ہوئے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو ایک طویل فرمان میں لکھا تھا: **الفهم الفهم فیما یختلج فی صدرك ممالم یبلغك فی القرآن والسنة اعرف الامثال والاشباه ثم قس الامور عند ذلك فاعهد الی احبها الی الله واشبهها بالحق فیما تری.** "اچھی طرح سمجھ کر فیصلہ کرو، بالخصوص اس مسئلہ میں جو تمہارے دل میں موجب تردد ہو رہا ہو، قرآن و سنت سے وہ بات تم کو معلوم نہ ہوئی ہو، ایسے موقع پر ملتے جلتے، ایک دوسرے سے مشابہ مسائل کو پہچانو، پھر اس وقت مسائل میں قیاس سے کام لو، اور جو جواب تم کو اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور حق سے زیادہ قریب نظر آئے اس کو اختیار کرو۔"

اجتہاد کے معنی یہ ہیں کہ قرآن و حدیث سے حکم شرعی کے استنباط میں پوری کوشش کی جائے۔ اس کی دو صورتیں ہیں :

(۱) خود قرآن وحدیث کی منصوص عبارت سے مسائل کا استخراج ہو۔

(۲) قرآن وحدیث کے منصوص مسائل پر بذریعہ قیاس مسائل کا استخراج ہو۔

عہد صحابہؓ میں تخریج واستنباط صرف انہی مسائل تک محدود تھا، جو خارج میں پیدا ہوتے تھے، ہونے والے امکانی مسائل پر گفتگو نہیں کرتے تھے۔

جب کوئی نیا مسئلہ پیدا ہو جاتا تو اس پر غور کرتے تھے۔ سب سے پہلے کتاب اللہ میں اس کی تلاش ہوتی۔ اگر وہاں نہ ملتا تو احادیث نبویہ میں اس مسئلہ کی تفتیش کی جاتی۔ اگر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں اس مخصوص صورت کا تذکرہ نہ ملتا تو صحابہ اس کی نوعیت پر غور کرتے اور کتاب وسنت کی روشنی میں اگر کسی امر پر اتفاق ہو جاتا تو وہ اجماع بھی حجت شرعی اور معمول بہ بن جاتا۔ اجماع نہ ہونے کی صورت میں اہل افتاء صحابہؓ اپنے اپنے اجتہاد ورائے سے مسئلہ کا استنباط کرتے۔ اختلاف کی صورت میں، کسی ایک مفتی کی تخریج پر عمل کر لینا کافی سمجھا جاتا تھا۔ عموماً لوگ اپنے اپنے شہر کے صاحب افتاء صحابہ اور ان کے اکابر تلامذہ کی پیروی کرتے تھے۔ اس طرح عہد صحابہ میں مسائل فقہیہ کے استخراج کے یہ چار اصول متعین ہو گئے : (۱) قرآن، (۲) سنت، (۳) اجماع اور (۴) قیاس۔

تخریج مسائل میں اختلاف اور اس کے اسباب :

وفات نبویؐ کے بعد عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں جب اسلامی فتوحات کو وسعت ہونے لگی اور ان کا دائرہ وسیع ہونے لگا تو اکثر ایسے واقعات پیش آئے جن میں اجتہاد واستنباط کی ضرورت پڑتی گئی اور قرآن وحدیث کے اجمالی احکام کی تفصیل کی طرف اہل علم صحابہؓ کو متوجہ ہونا پڑا۔ مثلاً کسی نے غلطی سے نماز میں کوئی عمل ترک کر دیا تو یہ بحث پیش آئی کہ نماز ہوئی یا نہیں؟ اس بحث کے پیدا ہو جانے کے بعد یہ تو ممکن نہیں تھا کہ نماز میں جس قدر اعمال تھے سب کو فرض کہہ دیا جاتا۔ اس لئے صحابہؓ کو تفریق کرنا پڑی کہ نماز کے یہ افعال فرض ولازم ہیں جن کا ترک نماز کو باطل کر دیتا ہے۔ یہ افعال واجب ہیں جن کا ترک موجب کراہت ہے اور یہ امور مستحب ہیں جن کا ترک موجب خلل نہیں، وغیرہ وغیرہ۔

اس تفریق کے لئے جو اصول قرار دیئے جاسکتے تھے ان پر تمام صحابہؓ کا اتفاق ناممکن تھا، اس لئے مسائل میں اختلاف پیدا ہو گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائیں مختلف قائم ہو گئیں۔ بہت سے ایسے واقعات بھی پیش آئے جن کا

عہد نبویؐ میں پتہ اور نشان ہی نہ تھا۔ ایسی حالت میں اہل علم کو استنباط، حمل النظیر علی النظیر اور قیاس سے کام لینا پڑا۔ ان میں بھی اصول یکساں نہ تھے، اس لئے اختلاف کا پیدا ہونا لازمی ہوا۔ خود بعض مسائل میں اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہم کا منصوص علم بھی مختلف تھا کیونکہ عہد نبوی میں دین کی تکمیل رفتہ رفتہ ہوئی۔ احکام میں حسب موقع تغیر و تبدل بھی ہوتا رہا اور تمام صحابہؓ کو ہر امر کا علم ہونا مشکل تھا۔ کیونکہ ہر وقت سب ہی موجود نہیں رہتے تھے۔ جنہوں نے جیسا سنا اور دیکھا اسی کو معمول بہ بنالیا۔ اس وجہ سے بھی اختلاف ناگزیر تھا۔

الغرض انہی اختلافات کے ساتھ عہد خلافت راشدہ اور اس کے بعد اہل افتاء صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے تلامذہ (تابعین) رحمہم اللہ مختلف فوجی چھاؤنیوں میں رہے، پھر مختلف اسلامی شہروں اور نوآبادیوں میں آباد ہوگئے اور لوگوں کو مسائل دین بتانے لگے۔

ابتداء میں اختلاف خفیف تھا، رفتہ رفتہ اختلاف کی حیثیت قوی بلکہ قوی تر ہوتی گئی اور تدوین فقہ کی سخت ضرورت محسوس کی جانے لگی۔

ضرورت تدوین فقہ:

بنی اُمیہ کے وسطی دور میں عام علماء اسلام میں دو جماعتیں ہوگئیں۔ ایک اہل حجاز کی جماعت تھی جو صرف ظاہر حدیث پر عمل ضروری جانتی تھی، رائے اور قیاس سے مسائل پر غور و فکر ان کے نزدیک مذموم تھا۔ دوسری جماعت حضرت معاذؓ کی طرز پر اہل الرائے (۱) کی تھی جو قرآن و حدیث کے ساتھ درایت پر عمل ضروری جانتی تھی۔ پہلی جماعت ایسے مسائل میں جو خارج میں واقع نہیں ہوئے، غور و فکر کو مذموم جانتی تھی (۲) دوسری جماعت علل و اسباب کے ماتحت تفریع مسائل متوقع کی طرف متوجہ تھی۔

---

(۱) رائے کا لفظ اسلامی کتابوں میں تین طرح استعمال ہوتا ہے: (۱) جو کتاب و سنت کی تردید کے لئے ہو جیسے کافروں نے اپنی رائے سے سود کو تجارت پر قیاس کرلیا جبکہ سود کی حرمت صریح نص سے ثابت ہے۔ ایسی رائے بالاتفاق مردود ہے۔ (۲) دوسری رائے کتاب و سنت کی تفسیر و تشریح کے لئے ہوتی ہے جس کا ذکر حدیث معاذؓ میں اور حضرت فاروق اعظمؓ کے آرڈی نس میں ہے۔ اس سے خدا اور رسولؐ اور تمام صحابہؓ اور تمام اہل سنت راضی ہیں۔ جبکہ یہ تفسیر و تشریح اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے کی طرف سے ہو۔ (۳) اور اگر کوئی نااہل کتاب و سنت کی طرف اپنی رائے سے کوئی مسئلہ منسوب کرے اس کی رائے شر عامر دود ہے۔ اس لئے اس کا بیان کردہ مسئلہ کتاب و سنت سے بے تعلق ہونے کی وجہ سے بدعت کہلائے گا۔ اسی لئے تمام بدعتی فرقوں کو بھی اس معنی میں اہل رائے کہا جاتا ہے۔ غیر مقلدین بھی اسی میں شامل ہیں۔

(۲) اور اس اختلاف کی وہی صورت تھی جیسے کتابت حدیث ابتداء میں مختلف فیہ رہا، پھر بالاتفاق جائز قرار دیا گیا۔ یا جیسے اولاً روایت بالمعنی مختلف فیہ تھا اور پھر اس کے جواز پر اجماع ہوگیا۔

پہلی صدی کے آخر میں روایت احادیث کی کثرت اور واضعین کے فتنے نے بھی مسائل میں اختلاف پیدا کر دیا۔ اس فتنے میں تو احادیث کے ضائع ہو جانے کا خوف تھا کہ عین وقت پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اموی خلیفہ نے تدوین حدیث کا فرمان جاری کر کے حدیث کے تحفظ کا سامان کر دیا۔

دوسری صدی کے شروع میں اصحاب الحدیث اور اہل الرائے کے فروعی اختلاف نے فقہ میں بھی وہ نزاع پیدا کر دیا کہ : حدیث فقہ اسلام کی اصل اور قرآن کی متمم ہے یا نہیں ؟ اگر ہے تو اعتماد کا کیا طریقہ ہے ؟

کثرت احادیث کی وجہ سے احادیث مختلفہ میں ترجیح کی نوعیت میں اختلاف ، قیاس ، رائے اور استحسان سے استخراج مسائل کے جواز میں اختلاف ، اجماع کے اصل ہونے میں اختلاف۔ امر و نہی کے صیغوں سے احکام کی کیفیت اور حیثیت میں اختلاف ، الغرض دوسری صدی کا ربع اول وہ زمانہ تھا کہ مسائل اور ان کے اصول دونوں میں اہل علم مختلف تھے۔ امراء اور حکام اس اختلاف سے فائدہ اٹھا کر قضاۃ سے اپنی مرضی کے مطابق جبراً غلط فیصلے کرا لیتے تھے۔

عام مسلمان قضاۃ کے مختلف فیصلوں کی وجہ سے سخت پریشان تھے۔ ان کے سامنے مسائل کی مدون شکل بھی نہیں تھی۔ تمدنی مسائل کی وسعت الگ تدوین قوانین احکام کی متقاضی تھی۔ اس لئے بغرض تحفظ اسلام سخت ضرورت تھی کہ فقہ اور اصول فقہ کی باضابطہ تدوین کی جائے۔ پیدا شدہ مسائل کے ساتھ پیدا ہونے والے امکانی مسائل کی تنقیح و تحقیق کی جائے ، اصول اور ضوابط فقہیہ معین کئے جائیں۔

اللہ کی رحمت نازل ہو امام الائمہ سراج الامۃ ابو حنیفہؒ پر ! سب سے پہلے انہوں نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور بنو امیہ کے خاتمہ کے بعد ہی وہ اپنے تلامذہ کی ایک جماعت کے ساتھ تدوین فقہ میں لگ گئے۔ اس طرح انہوں نے ایک عظیم الشان دینی خدمت انجام دی۔ امام المحدثین عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں :

لقد زان البلاد و من علیها	امام المسلمین ابو حنیفه
بآثار و فقه فی حدیث	کآیات الزبور علی الصحیفه
فما فی المشرقین له نظیر	ولا بالمغربین ولا بکوفه

(فہرست ابن ندیم ص ۲۸۴)

امام شافعیؒ کے مشہور شاگرد اور ناصر مذہب امام "مزنی" فرماتے ہیں : "امام ابو حنیفہؒ وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے علم فقہ کی تدوین کی ، احادیث نبویہ کے درمیان فقہ کی مستقل کتاب لکھی ، اس کی تبویب کی ، اس کی ابتداء طہارت سے کی ، پھر نماز ، پھر دوسرے عبادات ، پھر معاملات کے مسائل لکھے۔ یہاں تک کہ فرائض پر کتاب ختم کی ،

اس بارے میں امام مالکؒ نے ان کے بعد کام کیا اور ان کے بعد جریجؒ اور ہشامؒ کے کام ہیں۔"

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مختصر حالات:

کوفہ اہم اسلامی شہر تھا۔ حضرت عمرؓ کے حکم سے آباد ہوا، تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہؓ وہاں آکر بسے جن میں چوبیس بدری تھے۔ فاروق اعظمؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا معلم بنا کر بھیجا تھا۔

تقریباً دس برس تک اہل کوفہ ان سے مستفید رہے، مسائل فقہ اور حدیث کا چرچا گھر گھر تھا۔ خلیفہ چہارم باب مدینۃ العلم حضرت علیؓ نے کوفہ کو دار الخلافہ بنایا۔ ان سے بھی اہل کوفہ کو علمی فیض پہنچا۔ کوفہ چونکہ عرب وعجم کے ملتقی میں واقع تھا اور وہاں مختلف ثقافتیں جمع تھیں اس لئے وہاں نئے نئے مسائل کی تحقیقیں ہوتی رہتی تھیں۔

حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علوم وفتاویٰ بالواسطہ حضرت ابراہیم نخعیؒ کو پہنچے۔ گویا کوفہ میں وہ ان دو بزرگوں کی زبان تھے۔ امام ابراہیم نخعی کی جانشینی حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ کو ملی۔ وہ مسائل نخعی کے حافظ تھے۔

امام ابو حنیفہؒ غالباً ۱۰۰ھ میں امام حماد کی درسگاہ میں حاضر ہوئے۔ استاد نے جوہر قابل دیکھ کر توجہ سے پڑھانا شروع کیا۔ امام ابو حنیفہؒ اپنی جودت طبع، ذہن رسا اور قوت حفظ کی وجہ سے ہمیشہ اپنے اقران پر سب سے فائق رہے۔ بہت جلد انہوں نے تکمیل کرلی۔ پھر بھی کم وبیش بیس سال تک جب تک استاد زندہ رہے استاد سے تعلق استفادہ قائم رکھا۔ مسائل میں بحث وحل، تحقیق وامعان کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

امام ابو حنیفہؒ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ علم حدیث کی تحصیل کے بغیر فقہ کی مجتہدانہ تحقیق جس کی ان کو طلب تھی ممکن نہیں۔ زمانہ تحصیل فقہ میں علم حدیث کی طرف بھی توجہ کی اور کوفہ کے اکثر محدثین سے حدیثیں سنیں۔ بسلسلہ تجارت بصرہ، شام اور دوسرے ملکوں میں جانا پڑتا تھا۔ وہاں کے مشائخ حدیث سے حدیثیں سنیں۔ حج وزیارت کے لئے حرمین شریفین بھی تشریف لے گئے اور وہاں کے مشاہیر ائمہ سے بھی حدیث کی سماعت کی۔

ابو المحاسن نے امام ابو حنیفہؒ کے ترانوے مشاہیر مشائخ حدیث کے نام لکھے ہیں۔ ابو حفص کبیر نے چار ہزار مشائخ بتائے۔ معجم المصنفین میں امام صاحب کے مشائخ حدیث کی طویل فہرست دی گئی ہے جس میں تین سو سے زیادہ نام ہیں۔ خیرات الحسان میں ابن حجر الہیثمی فرماتے ہیں: "بلاشبہ امام ابو حنیفہؒ کے اساتذہ بہت ہیں۔ اس مختصر رسالہ میں ان کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔ امام ابو حفص کبیر نے ان کے چار ہزار اساتذہ کا ذکر کیا ہے۔ دوسروں کا بیان ہے کہ صرف تابعین میں سے ان کے چار ہزار اساتذہ تھے۔ تو اندازہ کرو کہ تابعین کے علاوہ ان کے دوسرے اساتذہ

کتنے ہوں گے؟"

امام ابو حنیفہؒ نے علم حدیث کی تحصیل کے ساتھ اسی زمانے میں دوسرے علوم میں بھی تبحر حاصل کیا۔ خود فرماتے ہیں: "میں نے جب علم حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو تمام علوم کے حصول کو اپنا نصب العین قرار دیا اور ہر ہر فن کو پڑھا۔"

امام حماد کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا۔ امام ابو حنیفہؒ اپنے استاد کے جانشین ہو کر درس و افتاء میں مشغول ہوئے۔ طلباء کی بھیڑ رہنے لگی۔ دور دور سے مسائل پوچھنے والوں کا ہجوم اس پر مزید تھا۔

جعفر بن ربیع کا بیان ہے: "میں ابو حنیفہؒ کے یہاں پانچ سال تک رہا۔ میں نے ان سے زیادہ خاموش آدمی نہیں دیکھا۔ لیکن جب ان سے فقہ کے متعلق سوال کیا جاتا تو نالے کی طرح بہنے لگتے، غلغلہ انگیز گفتگو کرتے، وہ قیاس و رائے کے امام تھے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: "لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کے محتاج ہیں۔"

غرض امام ابو حنیفہؒ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ تھے۔ چند روز میں ان کو وہ شہرت حاصل ہوئی کہ امام کی درسگاہ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی درسگاہ بن گئی۔ بڑی تعداد میں دور دور سے طلباء پہنچنے لگے۔ امام صاحب اپنے طلبہ کے ساتھ نہایت ہمدرد اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور مواساۃ میں مشہور تھے۔ اسپین کے سوا اسلامی دنیا کا کوئی حصہ نہیں تھا جو امام کی شاگردی کے تعلق سے آزاد رہا ہو۔ ابو المحاسن نے امام صاحب کے نو سو اٹھارہ مشہور شاگردوں کی فہرست دی ہے۔ امام صاحب کے آٹھ سو اسی تلامذہ کے نام جو سب اپنے وقت کے مشہور فقیہ تھے، معجم المصنفین میں مذکور ہیں۔

الغرض درس و افتاء کی مشغولیت سے بہت جلد امام صاحب ملک کے خواص و عوام میں مقبول ہو گئے۔ سارے ملک پر آپ کا اثر تھا بالخصوص عراق میں آپ کی شخصیت بہت نمایاں تھی۔

خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد پھر بنی امیہ کے مظالم بڑھ گئے، دینی آزادی ختم ہو گئی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر پابندی لگ گئی، عصر استبداد عود کر آیا۔ امام صاحب ان سے سخت ناخوش تھے۔ اسی زمانے میں عباسی دعوت نے بھی زور پکڑنا شروع کیا۔ شام کا آخری اموی حکمران مروان الحمار تھا۔ اس نے کوفہ کا گورنر عمرو بن ہبیرہ کو مقرر کیا۔ ابن ہبیرہ نے کوفہ کے بہت سے فقہاء کو بڑی بڑی ملکی خدمتیں دے کر اپنا ہمنوا بنالیا۔ اب اس نے اسی حکمت عملی سے امام ابو حنیفہؒ کو اپنا بنانا چاہا۔ امام کے سامنے میر منشی کا عہدہ اور افسر خزانہ کا منصب رکھا۔

امام صاحب پہلے ہی ان سے ناخوش تھے۔ پھر یہ خیال کرتے ہوئے کہ میر منشی کے معنی یہ ہیں کہ حکومت

کے بہت سے ظالمانہ احکام کی وہ تائید کریں اور افسر خزانہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بیت المال کا بے جا صرف ان کے ہاتھ سے ہو۔ انہوں نے ان عہدوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حکومت کو بہانہ مل گیا، امام کو جیل کی سزا دی، کوڑے لگوائے مگر امام صاحب مستقیم الاحوال رہے، بالآخر چھوڑ دیئے گئے۔ چھوٹنے کے بعد ۱۳۰ھ میں امام صاحب حرمین شریفین روانہ ہو گئے اور مسلسل دو سال وہاں رہے۔ وہاں بھی درس وافتاء کا سلسلہ جاری رہا۔

امام صاحب کے معاصر، مشہور فقیہ، امام زہری کے شاگرد یٰسین زیات کوفیؒ نے مکہ میں خود چلا چلا کر اعلان کیا: ”لوگو! ابو حنیفہؒ کے حلقہ میں جا کر بیٹھو اور ان کو غنیمت سمجھو، ان کے علم سے فائدہ اٹھاؤ، ایسا آدمی پھر نہیں ملے گا، حرام وحلال کے ایسے عالم کو پھر نہ پاؤ گے۔ اگر تم نے ان کو کھو دیا تو علم کی بہت بڑی مقدار کو کھو دیا۔“ (موفق ص ۳۸)

عمار بن محمدؒ کا بیان ہے: ”ابو حنیفہؒ حرم کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے، ارد گرد خلقت کا ہجوم تھا، ہر ملک اور ہر علاقہ کے لوگ مسائل پوچھتے تھے، امام صاحب سب کو جواب دیتے اور فتویٰ بتاتے تھے“ (موفق ص ۵۷)

صرف عوام نہیں بلکہ امام صاحب کے ارد گرد مسائل پوچھنے والے ہر ملک کے خواص اہل علم جمع رہتے تھے۔

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: ”میں نے حرم کعبہ کی مسجد میں امام ابو حنیفہؒ کو دیکھا کہ بیٹھے ہوئے ہیں اور مشرق و مغرب کے لوگوں کو فتوے دے رہے ہیں اور یہ وہ زمانہ تھا جب لوگ، لوگ تھے یعنی بڑے بڑے فقہاء اور اچھے اچھے لوگ اس مجلس میں موجود رہتے تھے“ (موفق)

حرمین شریفین میں چونکہ بلاد مختلفہ کے مختلف الخیال علماء سے امام کی ملاقات ہوتی رہتی تھی، علمی صحبتیں تھیں، تبادلہ خیال کا عمدہ موقع ملا۔ مختلف بلاد کے حالات، ضروریات اور مسائل سے بھی واقفیت ہوئی۔ اسی زمانہ میں امام صاحب کے دل میں تدوین فقہ کا جو داعیہ پہلے تھا اب اور راسخ ہو گیا۔

۱۳۲ھ کے بعد دولت بنی امیہ کے خاتمہ پر فوراً کوفہ واپس ہوئے اور اپنے شاگردوں کی باضابطہ مجلس شوریٰ بنا کر تدوین فقہ کی طرف پوری توجہ کے ساتھ لگ گئے۔ ظلم و تعدی اور جبر واستبداد میں عباسیوں کی حکومت بنی امیہ کی حکومت سے کم نہیں تھی۔ امام ابو حنیفہؒ ان سے بھی خوش نہ تھے۔ ہمیشہ ان کی اصلاح کے خواہش مند رہے۔ منصور عباسی فرماں روا نے امام ابو حنیفہؒ کو کوفہ سے بغداد طلب کیا۔ ارادہ تو قتل کا تھا مگر عام حالات دیکھتے ہوئے کھلے بندوں قتل سے خائف تھا، بہانہ کا متلاشی ہوا۔ امام ابو حنیفہؒ بغداد گئے۔ منصور امام ابو حنیفہ کی طبیعت سے واقف تھا کہ وہ امراء جور سے رابطہ پسند نہیں کرتے اور نہ ان کے وظائف قبول کرتے ہیں۔ مورخین لکھتے ہیں: ”امام ابو حنیفہؒ حکومت سے ایک ایک درہم لینے میں سب سے محتاط تھے۔“ (موفق ص ۲۱۳)

خلیفہ منصور نے امام ابو حنیفہؒ سے عہدۂ قضا قبول کرنے کو کہا۔ امام نے انکار کیا۔ منصور نے امام سے اصرار کیا۔ امام انکار ہی کرتے رہے۔ منصور نے جیل کی سزا دی، کوڑے لگوائے، مگر امام راضی نہ ہوئے۔ جیل میں بھی امام کی علمی مشغولیت یعنی خدمت درس وافتاء جاری رہی۔ جب منصور کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور امام صاحب کی طرف سے بدظنی بڑھتی گئی تو آخری خفیہ تدبیر یہ کی کہ بے خبری میں زہر دلوادیا۔ زہر نے اثر کیا، بالآخر ۱۵۰ھ میں امام ابو حنیفہؒ حالت سجدہ واصل حق ہوئے، رحمتہ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

امام ابو حنیفہؒ کے انتقال کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی، تمام شہر امنڈ آیا۔ حسن بن عمارہ قاضی شہر نے غسل دیا۔ چھ بار جنازہ کی نماز ہوئی۔ پہلی بار پچاس ہزار آدمیوں کا مجمع تھا۔ بیس دن تک دعا کے لئے قبر کے پاس آنے جانے والوں کی بھیڑ رہی۔ بغداد میں مقبرۂ خیزران آخری خواب گاہ بنی۔

امام ابو حنیفہؒ اپنی فطری ذہانت و فطانت، علمی قوت اور علمی و اخلاقی کمالات کے ساتھ ساتھ نہایت عابد و مرتاض اور رقیق القلب تھے۔ خشیت الٰہی، عبرت پذیری، زہد و تقویٰ اور انابت الی اللہ میں ان کا خاص حصہ تھا۔ مستقل مزاج اور حق گو تھے۔ ذکر و عبادت میں ان کو بڑا مزہ آتا تھا۔ بڑے ذوق و شوق سے ادا کرتے تھے۔ اس باب میں ان کی شہرت ضرب المثل تھی۔

کیفیت تدوین :

امام ابو حنیفہؒ کو اپنے استاد حمادؒ کے انتقال کے بعد غالباً تدوین فقہ کا خیال پیدا ہو چکا ہوگا۔ جبکہ اسلامی مملکت کا رقبہ سندھ سے اندلس تک طولاً اور شمالی افریقہ سے ایشیائے کوچک تک عرضاً پھیلا ہوا تھا۔ اسلامی مدنیت میں بڑی وسعت آچکی تھی۔ عبادات و معاملات کے متعلق اس کثرت سے واقعات پیدا ہو چکے تھے اور ہو رہے تھے کہ ایک مرتب قانون کے بغیر محض روایتوں اور وقتی طور پر واقعات و نوازل میں غور و فکر سے کسی طرح کام نہیں چل سکتا تھا۔ اس کے علاوہ سلطنت کی وسعت اور دوسری قوموں کے میل جول سے فقہی تعلیم و تعلم نے اس قدر وسعت حاصل کرلی تھی کہ زبانی سند و روایت اس کی متحمل بھی نہیں ہو سکتی تھی، جس کا اب تک دستور تھا۔ ان حالات میں قدرتی طور پر اس خیال کا آنا ناگزیر تھا کہ فقہ کے جزئیات مسائل کو غور و فکر کے ساتھ اصول و ضوابط کے ماتحت ترتیب دے کر فن بنادیا جائے اور اس فن کی کتابیں لکھی جائیں۔

امام ابو حنیفہؒ کی طبیعت ابتداء سے مجتہدانہ اور غیر معمولی طور پر مقننانہ واقع ہوئی تھی۔ علم کلام کے بحث و جدل نے اس کو اور جلا دے دی تھی۔ تجارت کی وسعت نے معاملات کی ضرورتوں سے بھی خوب مطلع کردیا تھا۔

اطراف بلاد سے ہر روز سینکڑوں ضروری فتوے آتے تھے۔ جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ملک کو اس کی کس قدر حاجت ہے۔ قضاۃ، احکام اور فیصلوں میں جو غلطیاں کرتے تھے وہ بھی سامنے تھیں۔ غرض امام صاحبؒ ۱۳۲ھ میں بنی امیہ کے چنگل سے رہائی پاتے ہی اس طرف پوری طرح متوجہ ہو گئے۔

تدوین فقہ کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ عملی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب شریعت کے متعلق کتاب و سنت کی باتیں جو متفرق طور پر اہل علم میں شائع ہیں، ان میں ترتیب اور نظام قائم کر دیا جائے اور مسلمانوں کے عمل کے لئے آخری فیصلہ کن صورت متعین کر دی جائے۔ مگر چونکہ شریعت محمدی قیامت تک کے لئے ہے، نئے نئے حوادث و مسائل ہوتے رہیں گے، ان کے متعلق عین وقت پر کتاب و سنت سے حکم معلوم کرنے کے بجائے امکانی حد تک پہلے سوچ سمجھ کر تمام حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے احکام معین کر دینا بھی اس کا ثانوی مگر اہم مقصد تھا۔ اس مقصد ثانوی کے لحاظ سے کوفہ تدوین فقہ کے مرکز ہونے کی بہت عمدہ صلاحیت رکھتا تھا۔ مختلف عربی اور عجمی تہذیبیں وہاں جمع تھیں، قسم قسم کے مسائل وہاں موجود تھے، اہل علم کا بھی کافی مجمع تھا۔ اس کے مقابلے میں عرب کے دوسرے شہروں کی تہذیب خالص عربی اور سادہ تھی۔

جامع فقہ کی تدوین کے لئے ایسے مقام کی ضرورت تھی جو ہر قسم کے مسائل کا جامع ہو۔ امام ابو حنیفہؒ جس اعلیٰ پیمانے اور مضبوط طریقہ پر فقہ کی تدوین کرنا چاہتے تھے وہ وسیع اور پُر خطر کام تھا۔ اس لئے انہوں نے اتنے بڑے کام کو صرف اپنی ذاتی رائے اور معلومات پر منحصر کرنا مناسب نہ سمجھا بلکہ اپنے ہزاروں شاگردوں میں سے چند نامور اشخاص چن لئے جن میں سے اکثر خاص خاص علوم کے ماہر تھے، جن کی تکمیل فقہ کے لئے ضرورت تھی۔ یہ حضرات استاذ زمانہ تسلیم کئے جا چکے تھے۔ مناقب موفق میں ہے: ''تو امام ابو حنیفہؒ نے اپنے مذہب کو باہمی مشورہ پر مبنی کر دیا۔ مجلس شوریٰ سے الگ ہو کر فقہ کی تدوین کو صرف اپنی ذات سے وابستہ نہیں رکھا۔ (ص ۱۳۳ ج ۲)''

امام طحاوی نے بسند متصل اسد بن فرات تلمیذ امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ اراکین مجلس تدوین فقہ چالیس تھے۔ سب کے سب فقہ میں درجہ اجتہاد تک پہنچ چکے تھے۔ ان میں دس ممتاز ترین اہل علم پر مشتمل ایک خاص مجلس بھی تھی، جس کے رکن امام ابو یوسف، امام زفر، امام داؤد طائی، امام اسد بن عمر، یوسف بن خالد اور امام یحییٰ بن ابی زائد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ تھے۔ مجلس تدوین فقہ کے متعلق وکیع بن الجراح مشہور محدث کا قول ہے: ''امام ابو حنیفہؒ کے کام میں غلطی کیسے باقی رہ سکتی ہے، جب واقعہ یہ تھا کہ ان کے ساتھ ابو یوسف، زفر اور محمد جیسے لوگ قیاس واجتہاد کے ماہر موجود تھے اور حدیث کے باب میں یحییٰ بن زکریا بن زائدہ، حفص بن غیاث، حبان اور مندل جیسے ماہرین حدیث ان

کی مجلس میں شریک تھے اور لغت و عربیت کے ماہرین میں قاسم بن معن یعنی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود کے صاحبزادے جیسے حضرات شریک تھے۔ اور داؤد بن نصیر طائی اور فضیل بن عیاض جیسے لوگ تقویٰ و ورع اور زہد و پرہیزگاری رکھنے والے موجود تھے۔ تو جس کے رفقاء کار اور ہم نشیں اس قسم کے لوگ ہوں وہ غلطی نہیں کر سکتا، کیونکہ غلطی کی صورت میں صحیح امر کی طرف یہ لوگ یقیناً واپس کر دیتے ہوں گے۔ (جامع المسانید ص ۳۳ و خطیب)"

امام ابو حنیفہؒ نے طریقہ استنباط یہ رکھا کہ پہلے جواب مسئلہ کتاب اللہ سے استنباط کی کوشش کی جاتی، اگر اس میں کامیابی ہو جاتی، خواہ کتاب اللہ کی عبارت النص سے یا دلالۃ النص سے یا اشارۃ النص سے یا اقتضاء النص سے تو اسی کو متعین فرما دیتے۔ اگر کسی نہج سے کتاب اللہ سے براہ راست اس کا سراغ نہ ملتا یا فیصلہ نہ ہو سکتا تو پھر احادیث نبویہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ میں تفتیش فرماتے۔

آخری بات جس پر رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی، امام صاحبؒ کی نظر اس پر رہتی تھی اور اسی کو اختیار کرتے تھے۔ اگر حجازی اور عراقی صحابہ کی مرفوع حدیثوں میں اختلاف ہوتا تو بنابر فقہ راوی، فقہ کی روایت کو ترجیح دیتے۔ اگر احادیث نبویہ سے فیصلہ نہ ہو سکتا ہو تو اہل افتاء صحابہ اور تابعین کے اقوال اور فیصلے تلاش فرماتے، اجماع کی طرف رجوع کرتے، ایسے موقع پر اہل عراق صحابہ اور تابعین کے مذہب کو اختیار فرماتے، اگر یہاں بھی جواب نہ ملتا تو قیاس و استحسان سے مسئلہ کا حل فرماتے۔ مسئلہ پر غور کرتے ہوئے یہ بھی دیکھتے تھے کہ مسئلہ سے متعلق نصوص کی حیثیت تشریعی ہے یا غیر تشریعی ہے اس ضمن میں مسائل کے اصول طے کرنے کی بھی ضرورت پڑتی تھی۔

نصوص میں ضابطہ کلیہ اور واقعات جزئیہ میں اگر تعارض ہوتا تو ضابطہ کی نص کو ترجیح دیتے اور واقعہ جزئی کی توجیہ کرتے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا، اب تک اہل افتاء اور قضاۃ کا یہی دستور تھا کہ واقعہ کے واقع ہو جانے کے بعد جواب سوچتے تھے۔ کوئی مدون قانون جو کتاب و سنت سے ماخوذ مرتب ہو، ان کے سامنے نہیں تھا، بلکہ وقوع سے پہلے شرعی حکم سوچنے کو معیوب جانتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ اس دستور کے خلاف تھے۔ فرماتے ہیں: "اہل علم کو چاہئے کہ جن باتوں میں لوگوں کے مبتلا ہونے کا امکان ہے ان کو سوچ لینا چاہئے تاکہ اگر واقع ہی ہو جائیں تو انہیں انوکھی بات نظر نہ آئے جس سے لوگ پہلے سے واقف نہ ہوں۔ بلکہ معلوم ہونا چاہئے کہ ان امور میں کسی کو مبتلا ہونا پڑے تو شرعاً ابتلا کے وقت کیا کرنا چاہئے اور مبتلا ہونے کے بعد شریعت نے ان کے لئے کیا صورت بتائی ہے۔" (مناقب موفق ص ٦٠)

قیس بن ربیع مشہور محدث کا قول ہے: کان ابوحنیفة اعلم الناس بما لم یکن (موفق) "امام ابو حنیفہؒ ان مسائل کو جو واقع نہ ہوئے ہوں، سب لوگوں سے زیادہ جانتے تھے۔"

اسی بناء پر مجلس تدوین میں امام ابو حنیفہؒ نے ان تمام فقہی مسائل پر بتفصیل غور فرمانا شروع کیا جن کا واقع ہونا ممکن تھا۔ مجلس تدوین کا یہ طریقہ تھا کہ امام صاحب کے ارد گرد اراکین مجلس (تلامذۂ امام) بیٹھ جاتے۔ امام صاحب ایک ایک کو بصورت سوال اور لوگوں کے خیالات کو الٹتے پلٹتے جو کچھ مجلس کے اراکین کی معلومات ہوتیں، سنتے۔ جو اپنا خیال ہوتا ظاہر فرماتے۔ اگر تمام اراکین جواب مسئلہ میں متفق ہو جاتے تو اسی وقت قلمبند کر لیا جاتا۔ خدمت کتابت اسد بن عمر، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائد اور امام ابو یوسفؒ سے متعلق تھی۔ اختلاف کی صورت میں نہایت آزادی کے ساتھ بحثیں شروع ہو جاتیں اور یہ بحث کبھی مہینوں تک قائم رہتی۔ تلامذۂ امام اپنے اپنے علم اور معلومات کے اعتبار سے بحث کرتے، ردو قدح جاری رہتی۔ امام ابو حنیفہؒ خاموشی سے سب کی تقریریں اور دلائل سنتے۔ البتہ گاہے گاہے میں آپ کی زبان سے بے ساختہ یہ آیت **فبشر عبادی الذین یستمعون القول ویتبعون احسنه** جاری ہو جاتی۔ جب باتیں شروع ہو کر بہت بڑھ جاتیں تو امام صاحب اپنی تقریر شروع فرماتے۔ بالآخر امام صاحب ایسا جچا تلا فیصلہ کرتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا اور مسئلہ کا ایک پہلو متعین ہو جاتا اور لکھ لیا جاتا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ امام صاحبؒ کے فیصلہ کے بعد بعض اراکین اپنی اپنی رائے پر قائم رہتے تو سب کے اقوال قلم بند کر لئے جاتے۔ اس کا بھی التزام تھا کہ جب تک شوریٰ کے تمام اراکین خصوصی جمع نہ ہو جاتے، کوئی مسئلہ طے نہ کیا جاتا۔ یہ بھی دستور تھا کہ جب کوئی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ بحث مباحثے کے بعد آخری فیصلہ کی صورت اختیار کرتا تو اراکین شوریٰ سب کے سب نعرہ تکبیر بلند کرتے، اللہ اکبر کہتے۔ (موفق ص ۵۴ ج ۲)

تقریباً بائیس برس کی مدت میں امام صاحب کی مجلس تدوین فقہ کا مجموعہ فقہی تیار ہو کر کتب ابی حنیفہؒ کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ مجموعہ تراسی ہزار دفعات پر مشتمل تھا۔ جس میں اڑتیس ہزار مسائل عبادات سے متعلق تھے۔ باقی پینتالیس ہزار دفعات کا تعلق معاملات اور عقوبات سے تھا۔ اس میں انسان کے دنیوی کاروبار کے متعلقہ آئین و دستور اور معاشیات، سیاسیات اور منزلیات کے متعلقہ قوانین سب ہی تھے، انہی مسائل کے ضمن میں دقائق نحو اور حساب کے ایسے ایسے دقیق مسائل بھی تھے جن کے سمجھنے کے لئے عربیت اور جبر و مقابلہ کے ماہرین کی ضرورت ہو۔ اس مجموعہ کی ترتیب اس طرح تھی کہ اول باب الطہارۃ، باب الصلوٰۃ، پھر عبادات کے دوسرے ابواب، ان کے بعد معاملات و عقوبات کے ابواب تھے، آخر میں باب المیراث تھا۔

یہ مجموعہ ۱۴۴ھ سے قبل مکمل ہو چکا تھا، مگر بعد میں بھی اضافے ہوتے رہے، کیونکہ بغداد جانے پر جیل خانے میں بھی یہ سلسلہ قائم رہا۔ امام محمدؒ کا تعلق امام صاحب کی مجلس سے وہاں ہی ہوا۔ اضافہ کے بعد اس مجموعہ کے

مسائل کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ گئی۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے: ”میں نے امام ابو حنیفہؒ کی کتابوں کو متعدد بار لکھا، ان میں اضافے بھی ہوتے رہے، ان اضافوں کو بھی لکھ لیا کرتا۔“ (موفق ص ۶۸)

اس مجموعہ نے امام صاحب کے زمانے میں قبولیت حاصل کر لی اور جس قدر اجزا تیار ہوتے تھے، ساتھ ہی ساتھ ملک میں اس کی اشاعت ہو جاتی تھی۔ (۱)

جب یہ مجموعہ مکمل ہو چکا تو امام ابو حنیفہؒ نے اپنے تلامذہ کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ کوفہ کی جامع مسجد میں ایک ہزار اہل علم شاگرد جمع ہوئے جن میں چالیس وہ تھے جو مجلس تدوین کے رکن اور درجہ اجتہاد تک پہنچے ہوئے تھے۔ امام صاحب نے انہیں اپنے قریب بٹھایا اور اس طرح تقریر فرمائی: ”میرے دل کی مسرتوں کا سارا سرمایہ صرف تم لوگوں کا وجود ہے۔ تمہاری ہستیوں میں میرے حزن و غم کے ازالے کی ضمانت پوشیدہ ہے۔ فقہ (اسلامی قانون) کی زین تم لوگوں کے لئے کس کر میں تیار کر چکا ہوں، اس کے منہ پر تمہارے لئے لگام بھی چڑھا چکا ہوں۔ اب تمہارا جس وقت جی چاہے اس پر سوار ہو سکتے ہو۔ میں نے ایسا حال پیدا کر دیا ہے کہ لوگ تمہارے نقش قدم کی جستجو کریں گے اور اسی پر چلیں گے۔ تمہارے ایک ایک لفظ کو لوگ اب تلاش کریں گے، میں نے (لوگوں کی) گردنوں کو تمہارے لئے جھکا دیا اور ہموار کر دیا۔ اب وقت آگیا ہے کہ تم سب علم کی حفاظت میں میری مدد کرو۔ تم سب میں سے چالیس آدمی ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک عہدہ قضا کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے اور ان میں سے دس آدمی ایسے ہیں جو صرف قاضی ہی نہیں بلکہ قاضیوں کی تربیت و تادیب کا کام بھی بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔ میں تم سب لوگوں کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، اور علم کا جو حصہ آپ لوگوں کو ملا ہے اس کی عظمت و جلالت کا حوالہ دیتا ہوں۔ میری تمنا ہے کہ

---

(۱) دراصل امام اعظم ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ میں بحث کا اصل مقصد کلیات مدون کرنا ہوتا تھا۔ اور پھر ان کلیات پر سینکڑوں قسم کی جزئیات کو مدون کیا جاتا تھا۔ اور یہ جزئیات مختلف ابواب سے متعلق ہوتی تھیں۔ جیسے آجکل الاشباہ والنظائر کی شکل ہے۔ لیکن بعد میں عام لوگوں بلکہ علماء غیر مجتہدین کو ان کتب سے مسئلہ معلوم کرنا مشکل ہوتا تھا۔ اس لئے ابواب کی ترتیب پر مسائل کو مرتب کیا گیا تاکہ مسئلہ معلوم کرنے میں آسانی ہو۔ پھر اس طریقہ پر مرتب کردہ مسائل کو امام اعظمؒ کے شاگرد رشید امام محمد بن الحسن شیبانیؒ نے مکمل کیا۔ الغرض امام اعظمؒ کی زندگی میں مجلس تدوین فقہ کے مرتب کردہ مسائل اب بھی امام محمدؒ کی کتب ظاہر الروایۃ میں بترتیب جدید موجود ہیں۔ پھر ان مسائل کو طلبہ کی ذہنی سطح کو مد نظر رکھ کر مختلف متون میں ترتیب دیا گیا۔ جیسے کنز الدقائق، مختصر القدوری وغیرہ۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے تدوین حدیث کی ابتدائی شکل مسانید کی صورت میں تھی، لیکن آج کل کہیں مسانید داخل درس نہیں۔ چونکہ اس شکل میں اپنے فقہی مسئلہ کی دلیل میں حدیث ڈھونڈنا مشکل تھا۔ اس لئے ازسر نو ان کو ابواب فقہ کی ترتیب پر مرتب کیا گیا تاکہ آسانی ہو۔ یا جیسے نیوٹن کے مرتب کردہ قوانین آج کل کہیں بھی اپنی اصل شکل میں داخل درس نہیں، بلکہ طلباء کی ذہنی سطح کو مد نظر رکھ کر ان ہی قوانین کو نئی اور آسان شکل میں ترتیب دے کر طلباء کو پڑھائے جاتے ہیں۔ لہٰذا جس طرح اب یہ کہنا کہ مسانید ختم ہو چکی ہیں یا نیوٹن کے قوانین ضائع ہو چکے ہیں غلط ہے اسی طرح یہ کہنا کہ امام اعظمؒ کے مرتب کردہ قوانین و مسائل ختم ہو چکے ہیں، غلط ہے۔

اس علم کو محکوم ہونے کی بے عزتی سے بچاتے رہنا اور تم میں سے کسی کو قضا کی ذمہ داریوں میں مبتلا ہونا پڑے تو میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ایسی کمزوریوں کا جو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوں جان بوجھ کر اپنے فیصلوں میں جو لحاظ کرے گا اس کا فیصلہ جائز نہ ہوگا۔ نہ اس کے لئے خدمت قضا حلال ہے، نہ اس کی تنخواہ لینا درست ہے۔ قضا کا عہدہ اسی وقت تک صحیح اور درست ہے جب تک کہ قاضی کا ظاہر و باطن ایک ہو، اسی قضا کی تنخواہ حلال ہے۔ بہر حال ضرورت کو دیکھ کر اس عہدے کی ذمہ داریوں کو تم میں سے جو قبول کرے میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ خدا کی عام مخلوق اور اپنے درمیان روک ٹوک کی چیزوں کو مثلاً دربان، حاجب وغیرہ کو حائل ہونے نہ دے۔ پانچ وقت کی نماز مسجد میں پڑھے، ہمیشہ لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کو تیار رہے۔ امام یعنی مسلمانوں کا امیر اگر مخلوق خدا کے ساتھ کسی غلط رویہ کو اختیار کرے تو اس امام سے قریب ترین قاضی کا فرض ہوگا کہ اس سے باز پرس کرے۔" (معجم المصنفین ص ۵۵ ج ۲ وغیرہ)

اس تقریر کے بعد مجموعہ فقہی کی اہم حیثیت واضح ہوگئی، ملک میں شہرت عام ہوگئی، غالباً اسی کے بعد خلیفہ منصور نے امام ابو حنیفہؒ کو بغداد طلب کیا اور عہدہ قضا پیش کیا۔ مگر امام صاحب نے قبول نہیں کیا۔

پہلی وجہ کا علاج تو صرف یہی تھا کہ خلفاء بے جا رعایتیں چھوڑ دیں، قولاً و فعلاً قاضیوں کو فیصلہ کی آزادی دیں، اور دوسری وجہ کے اصلاح کی صورت یہ تھی کہ کوئی مدون اسلامی قانون ہو جس کے مطابق قاضی فیصلہ کریں تاکہ غلطیوں کا امکان کم ہو جائے۔

اہل علم و فضل صرف دوسری وجہ کی اصلاح کے ذمہ دار تھے۔ امام ابو حنیفہؒ نے تدوین فقہ سے اس فریضہ کو پورا کر دیا اور جب اسلامی قوانین مرتب ہو گئے تو انہوں نے اپنے شاگردوں کو عہدۂ قضا قبول کرنے کی اجازت دے دی۔ بشرطیکہ اس بات کی ضمانت ہو کہ خلفاء کی طرف سے بے جا طرفداری اور غلط دخل اندازی نہ ہو، عدلیہ آزاد رہے۔ امام صاحب کے عہد میں عہدۂ قضا میں آزادی مفقود تھی، اس لئے انہوں نے خود عہدہ قضا قبول نہیں کیا اور اسی آزادی کی جدوجہد میں وہ شہادت سری کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ امام ابو حنیفہؒ کے بعد جب عدلیہ کی آزادی میسر ہوئی، امام صاحبؒ کے تقریباً پچاس شاگردوں نے مختلف وقتوں میں عہدۂ قضا قبول کیا اور وہ امام صاحب کے مجموعہ فقہی کے مطابق فیصلہ کرنے لگے۔ ہارون الرشید کے عہد میں امام ابو یوسف قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ مملکت عباسیہ میں مغرب سے مشرق تک قاضیوں کا تقرر انہی کے ہاتھوں انجام پانے لگا۔

امام ابو حنیفہؒ کے مدون فقہ کا نام فقہ حنفی ہوا جو سارے ملک میں پھیل گئی۔ یحییٰ بن آدم کا قول ہے: قضی به الخلفاء والائمة والحكام واستقر عليه الامر (موفق ص ۱۴۱، ج ۲) "خلفاء، ائمہ اور حکام ابو حنیفہؒ کے مدونہ قوانین پر فیصلہ کرنے لگے اور بالآخر اسی پر عمل قائم ہو گیا۔

امام ابو حنیفہؒ کی فقہ کو دنیا میں جو حسن قبول حاصل ہوا وہ محتاج بیان نہیں، تیسری صدی سے دنیائے اسلام میں اس کو عام مقبولیت حاصل ہونے لگی۔ اس کے بعد عموماً ہر زمانے میں حکومت اور عوام کی اکثریت کا مذہب یہی رہا۔ دنیائے اسلام کی دو ثلث آبادی اسی فقہ کی پیرو ہے۔ شیخ محمد طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار (م ۹۸۶ھ) مسجولہ محدث کرمانی شافعی شارح بخاری (م ۷۸۶ھ) فرماتے ہیں: "اگر اس مذہب حنفی میں اللہ تعالیٰ کی قبولیت کا راز پوشیدہ نہ ہوتا تو، نصف یا اس کے قریب مسلمان اس مذہب کے مقلد نہ ہوتے۔ ہمارے زمانے تک جس کو امام صاحب سے تقریباً ساڑھے چار سو برس کا عرصہ ہوتا ہے ان کی فقہ کے مطابق اللہ وحدہ کی عبادت ہو رہی ہے اور ان کی رائے پر عمل ہو رہا ہے، اس میں اس کی صحت کی اول درجہ کی دلیل ہے۔" (ص ۸۰)

ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) دسویں صدی کے آخر گیارھویں صدی کے شروع میں لکھتے ہیں: "حنفیہ کل مسلمانوں کے دو تہائی ہیں" (مرقاۃ ص ۲۴ ج ۲) ممکن ہے اب کچھ زیادہ ہی ہوں، واللہ اعلم۔

فقہ حنفی کی حقیقت

سلف میں علماء امت کی دو قسمیں تھیں، ایک تو حفاظ حدیث کی جنہوں نے احادیث نبویہ کی رعایت اور حفاظت کی۔ دوسری قسم فقہاء اسلام کی ہے، جن کے اقوال پر مخلوق میں فتوے کا دارومدار ہے۔ یہ گروہ استنباط احکام کے ساتھ مخصوص رہا، انہوں نے حلال و حرام کے ضبط کا اہتمام کیا۔

روایت حدیث میں اکابر صحابہ نہایت محتاط تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تقلیل روایت کی تاکید فرماتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس پر شہادت طلب کرتے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ حلف لیتے تھے۔ خلافت راشدہ کے بعد روایت حدیث کی کثرت ہونے لگی، اس کے مقابلے میں اجتہاد و استنباط احکام کا سلسلہ خلیفہ اول سے شروع ہو کر قرون ثلثہ تک ہر زمانے میں یکساں رہا۔ اہل افتاء صحابہؓ و تابعینؒ حسب ضرورت استنباط احکام کرتے رہے۔

مشہور تابعی مسروقؒ کا قول ہے کہ میں صحابہ کی صحبت میں رہا۔ ان کے علوم کے مجموعہ یہ چھ صحابہ تھے: حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابو الدرداءؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ اور ان چھ کے جامع حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ تھے۔

کوفہ میں علم دین کی اشاعت حضرت علقمہ، حضرت اسود، حضرت عمرو بن شرحبیل اور حضرت شریح رحمہم اللہ جیسے کبار تابعین سے ہوئی اور یہ تمام حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے شاگرد تھے۔ اس طبقہ کے بعد ان کے تلامذہ ابراہیم نخعی، شعبی، ابن جبیر وغیرہ ہوئے۔ ان کے بعد حماد بن ابی سلیمان، سلیمان بن المعتمر، سلیمان الاعمش اور مسعر بن کدام ہوئے۔ ان کے بعد شریک، محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ، سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ ہوئے۔ ان کے بعد اصحاب ابی حنیفہؒ مثلاً حفص بن غیاث، وکیع، ابو یوسف، زفر، حماد بن ابی حنیفہ، حسن بن زیاد اور محمد رحمہم اللہ

علوم کے وارث ہوئے اور اسی روشنی میں فقہ حنفیؒ کی تاسیس ہوئی۔

ہم فقہ حنفی کا سلسلہ بصورت شجرہ اس طرح قائم کرتے ہیں:

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی رضی اللہ عنہ — حضرت ابن مسعود

علقمہ — اسود — عمرو بن شرجیل — مسروق — شعبی — شریح

ابراہیم نخعی

↓

حماد بن ابی سلیمان

↓

ابو حنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ

زفر — ابو یوسف — حسن بن زیاد — محمد بن حسن — و دیگر تلامذہ امامؒ
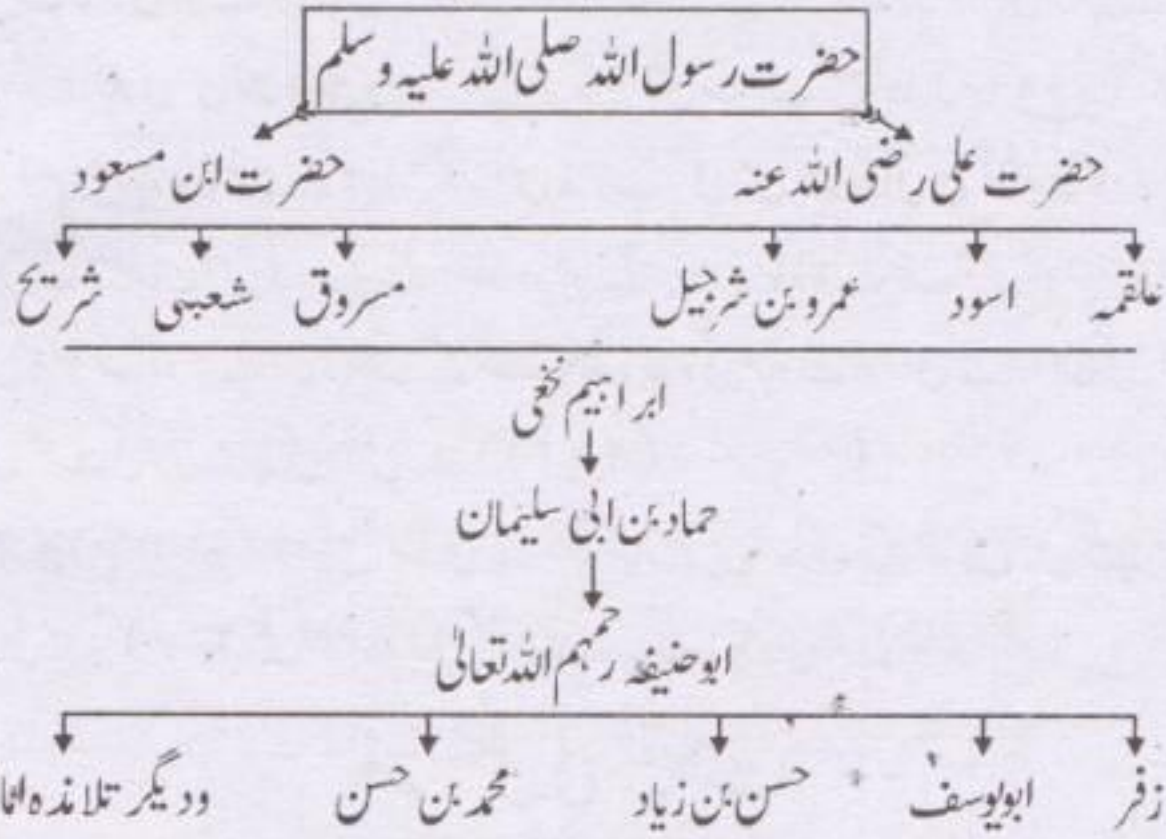
تفصیل مندرجہ بالا سے معلوم ہوا کہ دین کا وہ اہم علم جس کی ترویج واشاعت کا اہتمام اکابر صحابہ نے کتاب اللہ کے بعد اس زمانے میں کیا جبکہ روایت حدیث قلیل تھی بلکہ روایت سے لوگ روکے جاتے تھے۔

خلفاء راشدین کا زمانہ جس علم کے اہتمام میں ختم ہو گیا تھا سلسلہ بہ سلسلہ امام ابو حنیفہؒ کو پہنچا، بالخصوص باب العلم سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور "کنیف" مُلِئ علماً وحکمۃ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا وہ علم جو ۲۳ برس کی ضخیمت تام اور قرب خاص میں ان دونوں کو بارگاہ نبوت سے براہ راست حاصل ہوا تھا اور جو بالآخر تمام صحابہ کے علوم کا مجموعہ تھا، چار پشت تک کبار تابعین کے سینوں میں سے گزر کر امام ابو حنیفہؒ کو پہنچا۔ ان کی اور ان کے تلامذہ کی کوششوں نے اس علم کو مدون اور مرتب کر کے ایسا آئین شریعت ملک وملت کے سامنے رکھ دیا جو حق اور ہدایت کی قوت سے دنیائے اسلام کی عبادات ومعاملات کی ضرورتوں اور حاجتوں کو پورا کرنے اور دنیائے اسلام میں پھیلنے کے لئے تیار اور آمادہ تھا۔

صحابہ کے اسی مجموعہ علوم کا نام جو چار پشتوں تک اجلہ تابعین کے سینوں میں محفوظ رہا، مدون ہو کر "فقہ حنفی" ہے۔ بلاشبہ یہ فقہ ایک عالم کے لئے سرمایۂ اعمال حسنہ اور اس کے عاجز بندوں کے لئے وسیلہ عظمیٰ ہے۔ فالحمدللہ رب العلمین۔

الغرض چونکہ فقہ حنفی، قرآن اور رسول اللہ کی سنت کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام رحمہم اللہ کے عملی تواتر کو سامنے رکھ کر مدون کی گئی، اس لئے چہار سو اسی فقہ حنفی پر عمل ہونے لگا۔ لیکن کفار کو اس طرح اسلام کا پنپنا اچھا نہ لگا اور انہوں نے ایک ایسا گروہ تیار کیا جس نے بظاہر فقہ حنفی اور درحقیقت اسلام پر طعن و تشنیع

شروع کردی اور حدیث کا لبادہ اوڑھ کر عوام کو قرآن و حدیث اور اسلام سے برگشتہ کرنے لگا۔ اور احادیث منسوخہ یا مرجوحہ کو سامنے رکھ کر فقہ حنفی کا کوئی مسئلہ بیان کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کرنے لگا کہ فقہ حنفی کا قرآن وحدیث سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ ابو حنیفہؒ کی اپنی رائے ہے جو قرآن وحدیث سے متصادم ہے (نعوذ باللہ) اور احناف کے جو دلائل قرآن وحدیث سے ہوتے اس کو چھپاتے۔ الغرض بالکل وہی کردار ادا کرتے جو حضور ﷺ کے زمانے میں اہل کتاب (یہود و نصاری) تورات وانجیل کے صحیح مسائل کے بارے میں کرتے یعنی اصل بات چھپا لیتے۔ چنانچہ اس فتنہ کو بھانپتے ہوئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے شاگرد رشید محدث جلیل مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کو حکم دیا کہ وہ فقہ حنفی کے مسائل کو قرآن وحدیث اور آثار صحابہ و تابعین سے مبرھن کریں تاکہ عوام کو اس نام نہاد اہل حدیث فرقہ کے دھوکے سے محفوظ رکھا جاسکے اور وہ فقہ حنفی سے متزلزل نہ ہونے پائیں۔ الحمد للہ مولانا عثمانیؒ نے انتہائی محنت و جانفشانی سے چھ ہزار سے زائد احادیث متن میں اور اس سے دوگنی احادیث حاشیہ میں مدون کر کے اعلاء السنن نامی کتاب مرتب کردی جس کی نظیر اور اس کا جواب غیر حنفی پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

لیکن افسوس کہ اتنی بڑی کتاب خریدنا ایک غریب عالم وطالب علم کے بس میں نہ تھا۔ پھر پبلشرز کی قیمت نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور یہ کتاب ایک غریب عالم بلکہ متوسط طبقہ کے عالم کی دسترس سے باہر ہوگئی۔ اس لئے اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جانے لگی کہ اس کتاب کے متن کو الگ طور سے شائع کیا جائے تاکہ ایک عام طالب علم و عالم بھی اسے خرید سکے اور یہ کام آسان بھی تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک اور ضرورت بھی شدت سے محسوس کی جارہی تھی کہ اس کی احادیث کو مترجم کیا جائے تاکہ عوام الناس بھی اس سے مکمل طور پر مستفید ہوسکیں۔ لیکن چونکہ یہ کام نہایت طویل تھا اس لئے کوئی شخص بھی اس کی حامی بھرنے کو تیار نہیں ہورہا تھا۔

آخر میں نے رئیس المناظرین مولانا محمد امین صفدر صاحب مدظلہ سے اس کام کو کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے عدم فرصت کا کہہ کر مجھے اس کام کے کرنے کا حکم دیا۔ میں نے بار ہا ان سے بار بار اپنے بے بضاعتی اور علمی کم مائیگی کا بہانہ کیا۔ نیز میں جامعہ خیر المدارس ملتان میں مکمل وقتی مدرس بھی تھا، اس لئے میں نے اس کام کو اپنے سر لینے سے معذرت کی، لیکن آخر ان کے اصرار اور استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان حضرت مولانا محمد یٰسین صابر صاحب کی ہمت افزائی اور والد مکرم مولانا حافظ نور احمد صاحب کی دل جوئی پر میں نے اس کام کو شروع کردیا۔

اگرچہ بعض اجزاء پر خود مصنف مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا ترجمہ شائع ہوچکا تھا لیکن اس کو سامنے رکھ کر میں نے نئے سرے سے ترجمہ شروع کیا۔ ترجمہ اس طرح بامحاورہ کیا گیا ہے کہ حدیث کا مطلب سمجھنا بالکل آسان ہوگیا ہے۔ لیکن پھر بھی ترجمہ حدیث کے ساتھ ساتھ تشریح بھی درج کی گئی ہے، جس میں حدیث کا مفہوم اور طریق استدلال کو واضح کیا گیا ہے۔ نیز مخالف فریق کے دلائل کا مختصراً ذکر کر کے اس کا شافی وافی اور مسکت جواب دیا گیا ہے اور مختلف

(بظاہر متعارض) احادیث کے درمیان نہایت بہترین انداز سے تطبیق دی گئی ہے۔ متن میں ہی احناف کے دلائل کا درجہ و مرتبہ بھی بتادیا گیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن۔ بعض مشہور مسائل مثلاً جمع بین الصلوتین، آمین بالجہر، قراۃ فاتحہ خلف الامام اور رفع یدین وغیرہ جیسے مسائل میں تشریح کے اندر مفصل بحث کی گئی ہے۔

• الغرض اختصار مخل اور طوالت مملّ سے مکمل طور پر پرہیز کرتے ہوئے دریا کو کوزے میں بند کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مجھے امید قوی ہے کہ یہ کتاب عوام الناس کے ساتھ ساتھ علماء و طلباء کے لئے بھی یکساں مفید رہے گی۔ (انشاء اللہ) یہ ترجمہ تکمیل کے مراحل میں ہے اور کمپوزنگ کا کام بھی جاری ہے۔ انشاء اللہ امید ہے کہ جلد ہی یہ کتاب تکمیل کی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔

میں مولانا محمد امین صفدر صاحب اور مولانا محمد یٰسین صابر صاحب کا نہایت ممنون ہوں کہ جنہوں نے اس کٹھن کام کی ہر مشکل گھڑی میں میرا مکمل تعاون کیا۔ خصوصاً اول الذکر موصوف نے مختلف مسائل میں پیچیدگی کو حل کرنے کے لئے مختلف کتابوں کی رہنمائی بھی کی اور ساتھ ساتھ میرے تیار کردہ مسودہ پر نظر ثانی بھی فرماتے رہے اور اس کام میں مناسب ہدایات سے بھی نوازتے رہے، نیز حضرت نے احیاء السنن کے لئے ایک تفصیلی مقدمہ اور اس کتاب کی اہمیت پر ایک مفصل تبصرہ بھی تحریر فرمایا جو کہ اس کتاب کے شروع میں موجود ہے اور آخر الذکر موصوف نے فہم حدیث کے مسئلے میں میری مکمل رہنمائی کی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حقیر سی محنت کو قبول فرمائیں اور مجھ ناکارہ اور معاونین و قارئین کے لئے ذریعہ عمل اور توشۂ آخرت بنائیں اور مجھ ناچیز کو مزید دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائیں۔

آمین بجاہ رب العلمین و صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

نعیم احمد

۱۲ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ احیاء السنن

(بقلم رئیس المناظرین، وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر مدظلہ)

تمام تعریفیں اُس خدائے واحد کے لئے ہیں جس نے اپنے مقدس نبیوں کے ذریعہ اپنے بندوں تک اپنے احکام پہنچائے اور اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر اپنے دین کو کامل کر دیا۔ اس دین کامل کی بنیاد کتاب وسنت کو قرار دیا اور اس دین کی حفاظت کا تا قیامت ذمہ لیا، چنانچہ اپنی پاک کتاب قرآن پاک کی حفاظت سات متواتر قرأتوں سے کروائی۔ چنانچہ مختلف اسلامی ملکوں میں کسی نہ کسی ایک متواتر قرات عمل پیرا پر مسلمان قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہیں، اسی طرح کتاب اللہ شریف کی عملی تشریح یعنی سنت کی حفاظت چار متواتر مذاہب کے ذریعہ کروائی چنانچہ مختلف اسلامی ممالک میں مسلمان کسی نہ کسی متواتر مذہب کے ذریعہ سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہیں، جس طرح قرآن پاک کے بارہ میں سات متواتر قرأتیں مدار کار ہیں، اگر کوئی قرأت غیر متواتر ان سے ٹکرائے تو وہ شاذ کہلاتی ہے اور اس پر تلاوت جائز نہیں، اسی طرح سنت کے بارہ میں چار مذاہب ہی مدار ہیں اگر کوئی روایت یا اثر ان سے ٹکراتا ہے تو وہ شاذ ہونے کے وجہ سے قابل عمل نہیں ہوگا

چنانچہ محقق علی الاطلاق علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں وماخالف الائمة الاربعة مخالف للاجماع وقد صرح فی التحریر ان الا جماع انعقد علی عدم العمل بمذهب مخالف الاربعة لانضباط مذاهبهم وانتشار ها وكثرة اتباعهم (الا شباه والنظائر ص ۱۴۳ ج ۱) چاروں اماموں کی مخالفت اجماع کی مخالفت ہے اور تحریر میں تصریح ہے کہ اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ آئمہ اربعہ کے خلاف عمل نہ کیا جائے کیونکہ یہ مذاہب مکمل طور پر (اصولاً وفروعاً) منضبط ہیں اور اپنے اپنے علاقوں میں متواتر ہیں اور ان کی اتباع کرنے والے لوگ حد شمار سے باہر ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

ولما اندرست المذاهب الحقة الا هذه الاربعة كان اتباعها اتباعاً للسواد الاعظم والخروج عنها خروجاً عن السواد الاعظم (عقد الجید ص ۳۷) جب تمام مذاہب حقہ (تکویناً) مٹ گئے مگر یہی چار مذاہب باقی رہے تو اب (تشریعاً) ان کی تقلید ہی سواد اعظم کی اتباع ہے۔ اور ان سے باہر نکلنا سواد اعظم سے نکل جانا ہے اور رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تم پر سواد اعظم کی اتباع لازم ہے اور جو سواد اعظم سے نکل جائے وہ جہنمی ہے اور امام طحطاویؒ نے بھی شرح در مختار شریف میں ان چاروں مذاہب والوں کو اہل سنت اور ان سے نکلنے والوں کو بدعتی اور دوزخی قرار دیا ہے

(کتاب الذبائح)۔ اور حضرت ملا علی قاریؒ اپنے رسالہ رد قفال میں فرماتے ہیں کہ اس دور میں نفس پرستی اور عملی بے راہ روی سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ ان چار مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید شخصی کا التزام کرلے۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے رسالہ الانصاف میں فرماتے ہیں کہ اس مذہب کی تقلید شخصی کا التزام کرے جو اس علاقہ میں عملاً متواتر ہو اور فرماتے ہیں کہ ہمارے ملک میں مذہب حنفی ہی متواتر ہے۔ اس لئے اس ملک میں حنفی مذہب پر عمل ہی اتباع سنت ہے اور اس ملک میں جو حنفی مذہب سے نکلتا ہے اس نے گویا شریعت کی رسی گلے سے نکال دی اور وہ بے کار اور مہمل بن گیا۔

دین کے ثبوت کا طریقہ:۔ اس میں شک نہیں کہ دین اسلام آپ ﷺ کے بعد والی امت کو بواسطہ امت ہی پہنچا، ان میں سے عقائد کا حصہ قطعی طور پر ضروریات دین کی شکل میں ہم تک پہنچا۔ جن میں سے کسی ایک کا انکار یا تاویل باطل کفر ہے اور عملی حصہ کچھ یقین سے اور کچھ ظن غالب سے ہم تک پہنچا۔ کسی بات کا قطعی یقین حاصل ہونے کے عقلاً دو ہی طریقے ہیں۔ اول یہ کہ آدمی اپنی آنکھوں سے کسی چیز کو دیکھ لے یا اپنے کانوں سے خود کسی بات کو سن لے تو اس کا قطعی یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ دوم یہ کہ خبر متواتر کے ذریعہ ہمیں وہ بات پہنچی ہو یعنی کسی بات کو اتنے زیادہ لوگوں نے نقل کیا ہو کہ عقل یہ تسلیم نہیں کرتی کہ ان سب لوگوں نے جھوٹ پر اتفاق کر لیا ہو گا مثلاً مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا شہر بہت سے لوگوں نے نہیں دیکھا۔ لیکن ان لوگوں کو بھی ان دونوں شہروں کا اتنا ہی یقین ہے جتنا کے خود اپنی انکھوں سے دیکھنے والوں کو۔ جب کوئی خبر نقل متواتر کے ذریعے ہم تک پہنچے تو ہمیں اس کا ایسا ہی یقین حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ آنکھوں دیکھی چیز کا اور کانوں سنی بات کا۔

اور تواتر کی چار قسمیں ہے (۱) تواتر لفظی (۲) تواتر معنوی (۳) تواتر قدر مشترک (۴) اور تواتر طبقہ عن طبقہ یعنی تواتر تعامل۔ تواتر کی یہ چاروں قسمیں یقین اور قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں اور ان کے ذریعے حاصل ہونے والی خبر قطعی اور یقینی کہلاتی ہے جیسے آنکھوں دیکھی اور کانوں سنی چیز۔ اسلامی اعمال کا بہت سا حصہ تواتر سے ثابت ہے جس سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے اور بہت سے مسائل درجہ شہرت میں ثابت ہیں کہ دور صحابہ کرامؓ میں تو اس کے ناقل اتنے نہ تھے کہ اس کو متواتر کہا جائے البتہ دور تابعین اور تبع تابعین میں اس کے ناقل بکثرت ہو گئے۔ ایسی احادیث مشہورہ کہلاتی ہیں۔ یہ دونوں قسمیں سند کی بحث کی محتاج نہیں ہوتیں کیونکہ متواتر کی مثال سورج کی سی ہے اور مشہور کی بدر کامل کی۔ یہ دونوں اپنے ثبوت میں گواہوں کے محتاج نہیں ہوتے۔ ہاں جو خبر نہ متواتر ہو اور نہ مشہور ہو اس کو خبر واحد کہتے ہیں۔ اس کی مثال پہلی رات کے چاند کی ہے، اگر مطلع صاف تھا اور اکثر لوگوں نے چاند کو دیکھ لیا تو بھی نہ گواہوں کی حاجت رہی اور نہ ان کی تعدیل کی۔ یہ وہ خبر واحد ہے جس کو تلقی بالقبول کا شرف نصیب ہو گیا۔ ایسی خبر واحد بھی سند کی بحث کی محتاج نہیں رہتی ۔ اور بعض اوقات ایسا

ہوتا ہے کہ عرب میں پہلی رات کا چاند اکثر لوگوں کو نظر آ گیا وہاں اس چاند کو تلقی بالقبول نصیب ہو گئی اور سب عید پڑھ رہے ہیں۔ یہاں گواہوں کی تعدیل کی ضرورت نہیں اور پاکستان میں چاند نظر نہیں آیا، سب نے روزہ رکھا ہے، یہاں اس دن کے روزہ کو تلقی بالقبول نصیب ہو گئی۔ اس لئے نہ صرف امکان بلکہ واقع ہے کہ بعض اخبار احاد کو ایک علاقہ کے فقہاء میں تلقی بالقبول حاصل ہو اور وہاں اس پر بلا نکیر عمل جاری ہو مگر دوسرے علاقہ کے فقہاء میں اس خبر واحد کو تلقی بالقبول حاصل نہ ہو بلکہ اس کے معارض حدیث کو تلقی بالقبول ہو تو وہاں اسی پر عمل ہو گا، اس لئے جس خبر واحد کو مذاہب اربعہ میں تلقی بالقبول نصیب ہو اس پر سب کے ہاں عمل واجب ہے اور جس حدیث کو کسی ایک مذہب میں تلقی بالقبول حاصل ہو تو اس مذہب والوں پر اس پر ہی عمل واجب ہے اور دوسرے مذہب کے فقہا میں دوسری حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہو تو اس مذہب والوں کو اسی پر عمل واجب ہے۔

خیر القرون: خیر القرون میں سند پوچھنے کا ہی رواج نہ تھا۔ چہ جائیکہ اس پر کوئی بحث کی نوبت آئے۔ چنانچہ امام ابن سیرین ۱۱۰ھ فرماتے ہیں لم یکونوا یسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالکم فینظر الی اهل السنة فیوخذ حدیثهم وینظر الی اهل البدعة فلا یوخذ حدیثهم (صحیح مسلم ص ١١ ج ١) سند کے بارے میں کوئی نہیں پوچھتا تھا لیکن جب فتنہ واقع ہوا تو کہنے لگے راوی کے نام بتاؤ تاکہ ان میں سے اہل سنت کی حدیث قبول کی جائے اور اہل بدعت کی احادیث رد کر دی جائیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ سند کی تحقیق کا وجوب عقلی ہے شرعی نہیں ہے اور جو لوگ سندیں جمع کرتے تھے وہ بھی حدیث کی صحت اور ضعف کا مدار صرف سند کو قرار نہیں دیتے تھے بلکہ اپنے علاقے کے فقہاء کی تلقی بالقبول کو اصل مدار قرار دیتے تھے۔ دیکھئے امام مالکؒ سند کے ساتھ بھی موطا میں احادیث لائے ہیں اور بلاغات یعنی بے سند روایات بھی لائے ہیں۔ مگر اصل مدار تعامل اہل مدینہ کو قرار دیا ہے نہ کہ سند کو۔ اور اماا عظمؒ، قاضی ابو یوسف اور امام محمدؒ سند سے بھی احادیث لائے ہیں اور مراسیل وبلاغات بھی لائے ہیں مگر اصل مدار تعامل فقہاء کوفہ کو قرار دیا ہے۔ اسی لئے مذہب حنفی اور مذہب مالکی کا اصل مدار خیر القرون کے تعامل پر ہے اور اس کا خیر ہونا لسان نبوت سے منصوص ہے۔ البتہ خیر القرون کے بعد جب خیر القرون کا تعامل سامنے نہ رہا تو سند پر بحثوں کا آغاز ہوا۔ یہ بھی یاد رہے کہ خیر القرون کے بعد کے محدثین نے سند کی صحت اور ضعف کے لئے جو قاعدے اور اصول بنائے ان کی بنیاد نصوص پر نہیں بلکہ ان محدثین کے اجتہاد اور رائے پر ہے اور اجتہادیات کے بارے میں یہ بات مسلم ہے کہ مجتہد کا اجتہاد حجت ملزمہ نہیں، حجت مطمئنہ ہے۔ مجتہد پر اپنے اجتہاد پر عمل واجب ہے یا اس کے مقلد پر۔ دوسرے مجتہد پر یا دوسرے مجتہد کے مقلد پر وہ حجت نہیں۔ ہاں جو اصول چاروں اماموں کے ہاں اجماعی ہیں وہ دلیل اجماع سے حجت ملزمہ ہیں اور جن اصولوں میں اختلاف ہے ان میں حنفی اپنے اصول کی

پابندی کریں گے، شافعی اپنے اصول پر کاربند ہوں گے، غیر مقلدین کا عجیب حال ہے کہ آئمہ مجتہدین کی تقلید کو شرک فی الرسالت قرار دیتے ہیں مگر احادیث کی صحت وضعف پر امام شافعیؒ کے مقلدین (جو ان کے نزدیک مشرک ہیں) کی تقلید کو کتاب وسنت کی اتباع سے بڑھ کر فرض قرار دیتے ہیں۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ تابعی ہیں جبکہ امام مالکؒ، امام یوسفؒ، امام محمدؒ تبع تابعین میں سے ہیں۔ ان کے مذاہب کی تحقیق کے وقت خیر القرون کے تعامل اور مالکیوں کے لئے اہل مدینہ کے تعامل، اور حنفیوں کے لئے فقہاء اہل کوفہ کے تعامل کو نظر انداز کرنا ان مذاہب کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے اور یہ یاد رہے کہ خیر القرون کے تعامل کی خیریت لسان نبوت سے منصوص ہے جبکہ سند کی صحت وضعف کے قیاسی اصول قطعاً کتاب وسنت میں منصوص نہیں۔ پس ان آراء کو منصوصات پر ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ عقائد کا مدار متواترات پر ہے، احکام میں صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ چاروں قسم کی احادیث حجت ہیں اور فضائل میں ضعاف بشرطیکہ موضوع نہ ہوں مقبول ہیں
(نووی شرح مسلم ص ۲۱ ج ۱)

<u>حدیث کی تعریف</u> : حضرت رسول اقدس ﷺ وصحابہ کرامؓ و تابعینؒ کے قول وفعل و تقریری کو حدیث کہتے ہیں اور کبھی اس کو خبر اور اثر بھی کہتے ہیں (خیر الاصول ص ۳) چنانچہ امام مالکؒ نے حدیث کی کتاب موطا مرتب فرمائی، اس میں نبی پاک ﷺ، صحابہؓ، تابعینؒ کی احادیث جمع فرمائیں۔ قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے مرفوع، موقوف اور مقطوع سب قسم کی احادیث جمع فرمائیں اور ان پر حدیث کا اطلاق فرمایا اور امام احمد نے بھی احادیث میں نبی پاکؐ، صحابہؓ اور تابعینؒ کو شامل فرمایا (تہذیب التہذیب ص ۳۳ ج ۷) مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی تینوں قسم کی احادیث ہیں اور ابن حزم ظاہریؒ نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ صحابہؓ و تابعینؒ کے فتاوی و اقوال در حقیقت مرفوع احادیث ہیں۔ انہوں نے صرف اختصار کی غرض سے حضور ﷺ یا صحابہؓ کے نام کو ذکر نہیں کیا۔ (قواعد فی علوم الفقہ) البتہ نبی مکرم ﷺ کے قول فعل اور تقریر کو حدیث مرفوع کہتے ہیں۔ صحابہ کے قول وفعل و تقریر کو حدیث موقوف اور تابعی کے قول وفعل و تقریر کو حدیث مقطوع کہتے ہیں۔ حدیث موقوف اگر غیر مدرک بالقیاس ہو تو اسے حکما مرفوع کہتے ہیں اور حدیث مقطوع اگر غیر مدرک بالقیاس ہو تو وہ مرفوع مرسل کے حکم میں ہوتی ہے، آج کل کے بعض لامذہب نام نہاد اہل حدیث موقوف اور حدیث مقطوع کا انکار کر کے منکر حدیث بن رہے ہیں۔

<u>اصول حدیث کی تعریف</u>۔ علم اصول حدیث وہ علم ہے جسکے ذریعے حدیث کے احوال معلوم کیے جاتے ہیں

<u>غایت</u>۔ علم اصول حدیث کی غایت یہ ہے کہ حدیث کے احوال معلوم کر کے مقبول پر عمل کیا جائے اور غیر مقبول سے بچا

جائے

موضوع: علم اصول حدیث کا موضوع حدیث ہے

متن: حدیث کے الفاظ کو متن کہتے ہیں

سند: راویوں کے ناموں کا وہ سلسلہ جو متن تک پہنچائے اسکو سند کہتے ھیں

فائدہ: محدثین کی اصطلاح میں حدیث سند کو کہتے ہیں اگر ایک متن بیس سندوں سے مروی ہو تو وہ اس کو بیس حدیثیں کہتے ھیں۔ محدثین کو جو کتابوں میں اہل حدیث یا اصحاب الحدیث لکھتے ہیں اس کا معنی ہوتا ہے سندوں والے یعنی جو سند کے ہر راوی کے بارہ میں مجتہدانہ تحقیق کر سکیں۔ ان الفاظ کا معنی غیر مقلد لینا محض فریب ہے۔ اور فقہاء کی اصلاح میں حدیث متن کو کہتے ہیں۔ گویا محدثین راستے کے پہریدار ہیں اور فقہاء منزل کے محافظ ہیں۔ اہل حدیث کے کئی مرتبے ہیں (۱) طالب جو علم حدیث یعنی سندوں کی بحث کا علم حاصل کر رہا ہے (۲) المحدث جو اس متن کا کامل استاد ہو۔ امام بخاریؒ محدث کامل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ اخبار رسول اور شرائع اور صحابہ اور تابعین اور سندوں کے تمام راویوں کے نام۔ کنیت۔ مکان۔ زمانہ۔ اساتذہ۔ تلامذہ کو اس طرح ازبر جانتا ہو جیسے نماز کی تکبیروں کو۔ وہ مسندات، مرسلات اور موقوفات کو الگ الگ جانتا ہو کہ فلاح سند سے یہ متن مسند ہے فلاں سے مرسل ہے، فلاں سے موقوف ہے۔ اپنا بچپن، جوانی، کہولت اور بڑھاپا اسی میں کھپادے۔ اوقات فراغت اوقات کار اور فقیری وامیری میں اسی دھن میں رہے' پہاڑوں پر بسنے والے محدثین۔ سمندروں میں رہنے والے محدثین۔ شہروں کے باسی محدثین۔ اور جنگلوں میں آباد محدثین سے استفادہ کرے۔ پتھروں پر جھلیوں پر چمڑوں پر، کاغذوں پر لکھے اپنے ہم عمروں اپنے سے بڑوں اور اپنے سے چھوٹوں سے استفادہ کرے۔ اسکے ساتھ کتابت۔ لغت۔ صرف اور نحو کا ماہر ہو۔ پھر اللہ کی طرف سے اسے قدرت۔ صحت۔ علم کی حرص اور قوت حافظہ بھی ملی ہو، اس فن میں ایسا منہمک ہو کہ اپنے اہل، مال، اولاد اور وطن سے بے نیاز ہو۔ اس کے ساتھ دشمن کی شماتت۔ دوستوں کی ملامت۔ جاہلوں کے طعن اور علماء کے حسد کو برداشت کر سکتا ہو۔ ایسے شخص کو محدث کامل کہتے ہیں (الحطہ فی ذکر الصحاح ستہ ص ۱۵۰)

یہ ہے وہ محدث کامل جس کو محدثین اصحاب الحدیث یا اہل حدیث کہتے ہیں۔ لیکن غیر مقلدین نے دجل و فریب سے یہ نام اس فرقہ کا رکھ لیا ہے جن میں ان صفات کا نام و نشان تک نہیں (۳) تیسرا مرتبہ حافظ کا ہے جس کو ایک لاکھ حدیث کے متون اور اسانید یاد ہوں (۴) چوتھا مرتبہ حجت کا ہے جس کو تین لاکھ احادیث یاد ہوں، امام زہریؒ فرماتے تھے کہ حجت چالیس سال سے پہلے پیدا نہیں ہوتا (۵) پانچواں درجہ حاکم کا ہے جس کو تمام احادیث سنداً یا متناً یاد ہوں (الحطہ ص ۱۵۱)

فائدہ۔ یہ محدثین کہ پانچوں طبقے آئمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کے مقلد رہے ہیں کیونکہ محدثین کے مستند حالات چار ہی قسم کی کتابوں میں ملتے ہیں، طبقاتِ حنفیہ، طبقات مالکیہ طبقاتِ شافیہ اور طبقات حنابلہ۔ طبقات غیر مقلدین نامی کتاب آج تک محدثین کے حالات میں کسی مستند مورخ نے نہیں لکھی۔

فائدہ :امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ جس شخص کو ایک لاکھ حدیث یاد ہو وہ فقیہ بن جاتا ہے اور فتویٰ دے سکتا ہے فرمایا نہیں، کہا گیا دو لاکھ حدیث یاد ہوں تو فرمایا نہیں، پوچھا گیا تین لاکھ حدیث یاد ہوں تو فرمایا نہیں، پوچھا گیا چار لاکھ احادیث یاد ہوں تو ہاتھ سے ہاں کا اشارہ فرمایا (اعلام الموقعین ص ۲۰۵ ج ۴)

امام یحیٰ بن معین نے دس لاکھ احادیث اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر بھی فتویٰ امام ابو حنیفہ کے قول پر دیتے تھے (تذکرہ الحفاظ)

خبر واحد :راویوں کی تعداد کے اعتبار سے تین قسم ہیں۔ مشہور۔ عزیز۔ غریب۔

مشہور :وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں تین سے کم کہیں نہ ہوں

عزیز :وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے سے دو سے کم کہیں نہ ہوں

غریب :وہ حدیث ہے جس کا راوی کہیں نہ کہیں ایک ہو

خبر واحد : سقوط وعدم سقوط راوی کے اعتبار سے سات قسم ہے۔ متصل۔ مسند۔ منقطع۔ معلق۔ مُعضَل۔ مرسل۔ مدلس

متصل :وہ حدیث ہے کہ اسکی سند میں راوی پورے مذکور ہوں

مسند :وہ حدیث ہے کہ اس کی سند رسول خدا ﷺ تک متصل ہو۔

منقطع : وہ حدیث ہے کہ اس کی سند متصل نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں سے راوی گرا ہوا ہو، احناف کے ہاں خیر القرون کا انقطاع جرح نہیں

معلق :وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع سے ایک راوی یا بہت سے گرے ہوئے ہوں، اس کو اگر فقہاء کی تلقی بالقبول حاصل ہو جائے تو اس مذہب والوں کے لئے حجت مطمئنہ کے درجہ میں مقبول ہے

مُعضَل :وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں سے کوئی راوی گرا ہوا ہو یا اس کی سند میں ایک سے زائد راوی پے در پے گرے ہوئے ہوں، اس کا حکم بھی معلق کی طرح ہی ہے

مرسل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی گرا ہوا ہو

صحابہ کرام کی مرسل بالاتفاق حجت ہے اور تابعین کی مرسل احناف، موالیک اور حنابلہ کے ہاں حجت ہے، امام شافعیؒ کے ہاں مرسل معتضد حجت ہے، شوافع کا عجیب حال ہے کہ تابعین کی مراسیل کو حجت نہیں مانتے بخاری کی تعلیقات کو حجت مانتے ہیں

مدلس: وہ حدیث ہے جس کے راوی کی یہ عادت ہو کہ وہ اپنے شیخ یا شیخ کے شیخ کا نام چھپا لیتا ہے، تدلیس اور ارسال خیر القرون میں عام تھے ان کو جرح مانا جائے تو ایک بڑا حصہ سنت سے امت محروم ہو جائے گی، حضرت براء بن عازب صحابیؓ فرماتے ہیں ہم میں بدر میں مقدادؓ کے علاوہ کوئی گھڑ سوار نہ تھا حالانکہ حضرت براءؓ جنگ بدر میں شریک ہی نہ تھے اور ہم سے مراد مسلمین ہیں، یہ تدلیس ہے (تدریب الراوی ص ۱۴۵) امام شعبہؒ فرماتے ہیں کہ تمام محدثین تدلیس کرتے تھے سوائے ابن عون اور عمرو بن مرہ کے (طبقات المدلسین ص ۲۱) س لئے شوافع بھی کہتے ہیں کہ بعض کی تدلیس جرح نہیں اور بعض کی تدلیس جرح ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین میں ۱۵۲ محدثین شمار کئے ہیں جن میں سے ۳۳ کو پہلے طبقہ میں لکھا ہے کہ یہ کبھی کبھار تدلیس کرتے تھے ان کی تدلیس مضر نہیں۔ دوسرے طبقے میں بھی ۳۳ کا شمار ہے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ تدلیس کرتے تھے مگر ثقہ سے اس لیے ان کی تدلیس بھی مضر نہیں، تیسرے طبقہ میں ۵۰ کا شمار ہے ان کی روایت کو بغیر صراحت سماع کے قبول نہ کیا جائے اگرچہ بعض نے قبول بھی کیا ہے۔ چوتھے طبقے میں ۱۲ کا شمار ہے ان کی تدلیس شوافع کے ہاں بالاتفاق مضر ہے جب تک سماع کی تصریح نہ کریں یا شاہد و متابع نہ ملے، پانچویں مرتبے میں ۲۴ کا ذکر ہے ان میں تدلیس کے علاوہ اور بھی اسباب جرح ہے۔ یہ سماع کی تصریح بھی کرے تو روایت حجت نہیں، گویا خالص مدلس ۱۲۸ ہیں جن میں سے ۶۶ کی تدلیس باتفاق شوافع مضر نہیں، ۵۰ کے بارہ میں اختلاف ہے، صرف ۱۲ کی تدلیس بالاتفاق مضر ہے مگر کس کو کس طبقہ میں داخل کیا جائے اس میں صرف ابن حجر وغیرہ شوافع کی رائے کا دخل ہے، لیکن احناف کہتے ہیں کہ جب بعض کی تدلیس مضر نہیں بعض کی مضر ہے تو اس کا فیصلہ اپنی رائے سے کرنے کی بجائے حدیث خیر القرون سے کیوں نہ کیا جائے کہ صحابیؓ۔ تابعی۔ تبع تابعی کی تدلیس مضر نہیں، بعد والوں کی مضر ہے اور یہ اٹل اصول ہے کیونکہ کسی کو خیر القرون میں داخل کرنا یا خیر القرون سے خارج کرنے میں کسی کی رائے کا دخل نہیں ہے۔

مرسل حدیث حجت ہے: اس طرح ہمارے ہاں مرسل حجت ہیں اور مالکی اور حنابلہ بھی اسکو حجت مانتے ہیں۔ اس کی دلیل ہمارے پاس اجماع صحابہؓ ہے کیونکہ صحابہؓ اور تابعینؒ کا اجماع ہے کہ مرسل حجت ہے۔ صحابہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی احادیث کو قبول کیا حالانکہ انہوں نے خود آنحضرت ﷺ سے براہ راست صرف چار احادیث سنی ہیں باقی تمام مرسل

ہیں اور حضرت البراء ابن عازبؓ تو صاف ارشاد فرماتے تھے کہ ہم جو حدیثیں آپ لوگوں سے بیان کرتے ہیں وہ ساری ہم نے نبی پاک ﷺ سے نہیں سنیں بلکہ اور لوگوں سے سن کر حضور ﷺ سے روایت کر دیتے ہیں۔ اور یہی حال تابعین کا تھا وہ بہت ارسال کرتے تھے۔ امام ابراہیم نخعیؒ نے اعمش کو عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک حدیث سنائی۔ امام اعمش نے عرض کیا کہ اسکی سند بیان کرو۔ امام نخعیؒ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کا نام لے کر سند بیان کروں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے یہ حدیث عبداللہ بن مسعودؓ سے صرف اسی ایک واسطہ سے سنی ہے اور اگر درمیان کا راوی بیان نہ کروں تو اسکا مطلب ہے کہ میں نے ایک جماعت کے واسطہ سے یہ حدیث عبداللہ بن مسعودؓ سے سنی ہے۔ اور اجماع کی نقلی دلیل کے علاوہ عقلی دلیل یہ ہے کہ جب ایک تابعی نے ایک بات پورے یقین کے ساتھ نبی پاک ﷺ کی طرف منسوب کر دی تو اسکا مطلب یہ ہے کے اسکو یقین یا ظن غالب حاصل ہے کہ یہ حضور ﷺ سے ثابت ہے اور اگر اس نے محض ایک جھوٹ حضرت پاکؐ کی طرف منسوب کر دیا تو ایسے شخص کی مسند احادیث بھی حجت نہ رہیں گی کیونکہ جو نبی پاکؐ پر جھوٹ بول سکتا ہے۔ وہ اپنے استاد پر بھی بطریق اولی جھوٹ بول سکتا ہے۔ اس لئے جب تابعی نے آپ کی طرف نسبت کر دی تو اس کو ثابت مانا جائے گا۔

(قواعد عدنی علوم الحدیث ص ۸۶۔۸۷ بمعناہ)

صحیح حدیث: خیر القرون کے اصول پر خبر واحد صحیح وہ ہے جس کو فقہا کی تلقی بالقبول نصیب ہو، اگر تمام فقہا کی تلقی بالقبول ہے تو وہ حدیث اجماعاً صحیح ہے اور اگر کسی ایک مذہب کی تلقی بالقبول ہے تو اس مذہب والوں کے ہاں واجب العمل ہے۔ اور دوسرے مذہب میں دوسری حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے ان کے ہاں وہ واجب العمل ہے۔

۲۔ اگر تلقی بالقبول خبر واحد کو نصیب نہ ہو تو صحیح وہ حدیث ہے جس میں آٹھ شرطیں پائی جائیں۔ چار راوی میں اور چار روایت میں راوی کی چار شرطیں یہ ہیں۔ عقل۔ ضبط۔ عدالت۔ اسلام۔ اور روایت کی چار شرائط یہ ہیں کہ خلاف کتاب اللہ نہ ہو۔ خلاف سنت معروفہ نہ ہو۔ عموم بلوی سے متعلق نہ ہو۔ اور خیر القرون میں متروک الاحتجاج نہ ہو (نور الانوار)

نوٹ: آجکل غیر مقلدین اکثر جگہ اصول حدیث سے انحراف کرتے ہیں۔ یہ خود تو ایک بے اصول فرقہ ہے اور دوسروں کے اصولوں میں بھی بے اصولی کرتا ہے۔ تلقی بالقبول کے بعد سند کی بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ مسلمہ اصول ہے، احناف میں سے ابو بکر الجصاص نے احکام القرآن ص ۳۸۶ ج ۱، علامہ آلوسی نے روح المعانی ص ۵۳ ج ۲، ابن الھمام نے فتح القدیر ص ۴۹۳/ ج ۳، سیوطی الشافعی نے التعقبات علی الموضوعات ص ۱۲، ابن قیم حنبلی نے کتاب الروح ص ۱۴، ابن عبد البر مالکی نے تدریب الراوی ص ۶۵ اور خود غیر مقلدین کے فتاوی علمائے حدیث ص ۸۰/ ج ۷ پر اسکی تفصیل موجود ہے۔

حدیث حسن: اگر سند و متن میں صحیح کی باقی شرائط موجود ہوں، صرف ضبط میں کچھ کمی ہو تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے،

اگر اس کے کئی طرق ہوں تو یہ صحیح لغیرہ بن جاتی ہے۔

ضعیف : جس حدیث میں صحیح اور حسن کی شرائط مفقود ہیں اسے ضعیف کہتے ہیں، بعض ضعف خفیف ہوتے ہیں اور بعض شدید (قواعد فی علوم الحدیث ص ٢٦)

ایک نفیس بحث : محدثین اگرچہ سند کی تحقیق پر خوب محنت کرتے ہیں مگر آخر تان اس بات پر توڑتے ہیں کہ صحت سند صحت متن کو مستلزم نہیں اور نہ ہی ضعف سند ضعف متن کو مستلزم ہے۔ صحت سند سے ایک ظن صحت پیدا ہوتا ہے نہ کہ یقین صحت۔ اور ضعف سند سے ضعف کا ایک ظن پیدا ہوتا ہے نہ کہ یقین' سچے راوی میں بھی لغزش یا غلط فہمی کا احتمال موجود ہے اور جھوٹا بھی ہر ہر بات میں جھوٹ نہیں بولتا۔ قَدْیَصْدُقُ الْکَذُوْبُ بھی فرمان رسالت ہے اس لئے جب کسی محدث نے کہا کہ یہ سند ضعیف ہے تو اس کے متن کے بارے میں دونوں احتمال ہیں کہ یہ حضور اقدس ﷺ سے ثابت نہ ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ آپؐ سے ثابت ہو اگرچہ بظاہر سند کو دیکھ کر پہلا احتمال راجح ہے لیکن اگر کسی خارجی عمل سے اگر دوسرے احتمال کو قوت مل جائے تو دوسرا احتمال راجح ہو جائے گا۔ یہ خارجی قرائن اور امور تین ہیں

ا۔ پہلا امر تلقی بالقبول ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تلقی بالقبول تنہا علم یقینی کے افادہ کے سلسلے میں اس کثرت طرق سے بہت زیادہ قوی ہے جو کثرت طرق حد تواتر سے کم درجے کا ہے (شرح نخبۃ الفکر) اور یاد رہے کہ تلقی بالقبول سے خیر القرون کا تعامل مراد ہے۔

٢۔ دوسرا خارجی قرینہ تعدد طرق ہے کہ شواہد و متابعات سے حدیث ضعیف درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے مگر اس میں شرط ہے کہ ضعف شدید نہ ہو' اس لئے ارسال۔ تدلیس۔ جہالت۔ انقطاع۔ ستارت وغیرہ عند الاحناف تو خیر القرون میں جرح ہی نہیں اور شوافع کے ہاں یہ جرحیں متابعات' شواہد اور تعدد طرق سے ختم ہو جاتی ہیں۔ اور حدیث کم از کم حسن لغیرہ کے درجہ پر پہنچ کر احکام میں حجت ہو جاتی ہے اس کی وضاحت ابن صلاح نے علوم الحدیث ص ٩٨، ابن حجر نے شرح نخبہ ص ٨٧' مولانا عبدالحئیؒ لکھنویؒ نے الرفع والتکمیل ص ٣٠٠ اور علامہ سخاوی نے فتح للغیث ص ١٥ پر فرمائی ہے۔

٣۔ تیسرا خارجی قرینہ مجتہد کا استدلال ہے کہ باوجود ضعف سند کے مجتہد نے اس سے استدلال کیا ہو تو بھی ضعیف حدیث درجہ حسن یا صحت میں پہنچ کر احکام میں حجت ہو جاتی ہے مگر یہ صورت اس مجتہد اور اس کے مقلدین کے لئے خاص ہو گی چنانچہ ابن الھمام تحریر الاصول میں فرماتے ہیں المجتہد اذا استدل بحدیث کان تصحیحا لہ (ردالمحتار ص ٧ھ ج ٤) اور علامہ سخاوی الشافعی فرماتے ہیں" مبہم شخص کی توثیق کو بعض محققین نے رد نہیں کیا

جبکہ وہ توثیق کسی مجتہد عالم سے صادر ہو جیسے امام مالکؒ نے اور امام شافعیؒ اور ان دونوںؒ کی طرح دوسرے مجتہدین جن کی تقلید کی جاتی ہے (مگر یہ بات صرف) اس کے حق میں ہے جو اس کے مذہب کا مقلد ہو۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص صرف سند کی ضعف کی وجہ سے کسی حدیث کو ضعیف کہتا ہے اور خارجی امور پر اس کی نظر نہیں ہے تو اس کے کہنے سے حدیث ضعیف نہیں ہوگی۔ جس کو خارجی قرائن کا علم ہے اس کا علم تو اول کے جہل پر حجت ہوگا اول کا جہل ثانی کے علم پر ہرگز حجت نہ ہوگا اب باقی اقسام کی تعریفات پڑھیں۔

صحیح لغیرہ: اس حسن لذاتہ کو کہتے ہیں جس کی سندیں متعدد ہوں یا وہ ضعیف جس کے لئے مندرجہ بالا تین امور خارجی سے کوئی امر پایا جائے۔

حسن لغیرہ: اس ضعیف حدیث کو کہتے ہیں جس کی سندیں متعدد ہوں۔

موضوع: اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے راوی پر حدیث نبوی میں جھوٹ بولنے کا طعن موجود ہو۔

متروک: وہ حدیث ہے جس کا راوی متہم بالکذب ہو یا وہ روایت قواعد معلومہ فی الدین کے مخالف ہو۔

شاذ: وہ حدیث ہے جس کا راوی خود ثقہ ہو مگر ایک ایسی جماعت کثیرہ کی مخالفت کرتا ہو جو اس سے زیادہ ثقہ ہے عموماً غیر مقلدین شاذ اور زیادہ ثقہ میں گڑبڑ کرتے ہیں' ایک صاحب کہتے ہیں کہ جملہ واذا قرا فانصتوا شاذ ہے میں نے کہا یہ جملہ اصل حدیث کے کس جملے کے خلاف ہے' کیا اصل حدیث میں اذا قرأ فاقرؤا ہے پھر تو اذا قرأ فانصتوا اس کے خلاف ہوگا ورنہ یہ زیادہ ثقہ ہے۔

محفوظ: وہ حدیث جو شاذ کے مقابل ہو۔

منکر: وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے ثقات کی مخالفت کرے۔

معروف: وہ ہے جو منکر کے مقابل ہو۔

معلل: وہ حدیث ہے جس میں کوئی ایسی علت خفیہ ہو جو صحت حدیث میں نقصان دیتی ہو، اس کا معلوم کرنا ماہر فن کا ہی کام ہے ہر شخص کا کام نہیں۔

مضطرب: وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔

مقلوب: وہ حدیث ہے جس میں بھول سے متن یا سند کے اندر تقدیم و تاخیر ہو گئی ہو یعنی لفظ مقدم کو موخر یا موخر کو مقدم کر دیا گیا ہو یا سند میں بھول کر ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھا گیا ہو۔

مصحف: وہ حدیث جس میں باوجود صورت خطی باقی رہنے کے نقطوں اور حرکتوں اور سکونوں کے تغیر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو جائے۔

مدرج: وہ حدیث جس میں راوی کسی جگہ اپنا کلام درج کر دے۔

جرح و تعدیل کا بیان: جن مذاہب کی بنیاد عملی تعامل پر ہے انہیں بہت کم مسائل میں جرح و تعدیل کی ضرورت پڑتی ہے اور جن کی بنیاد صرف اخبار احاد پر ہے وہ ہر مسئلہ مین اس سے دوچار ہوتے ہیں۔ راوی میں بنیادی طور پر دو باتوں کی تحقیق ضروری ہوتی ہے' ایک یہ کہ وہ عادل ہو فاسق نہ ہو۔ ان جاء کم فاسق بنبإ فتبینوا اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لو۔ یہ جرح شدید ہے 'صحابہ کرامؓ تو سب عادل تھے کرہ الیھم الکفر والفسوق والعصیان اور تابعین و تبع تابعین میں بھی غلبہ خیریت کا تھا، جس میں فسق ثابت ہو جائے اس کی روایت مردود ہے۔ ہاں کوئی محقق خارجی قرائن سے اگر اس کو قبول کر لے تو درست ہے اور تحقیق کا حق اسلام میں یا نبی کو ہے یا مجتہد کو۔ اور دوسری بات جس کی تحقیق ضروری ہے وہ راوی کا حفظ و ضبط ہے مگر یہ جرح خفیف ہے کیونکہ یہ جرح متابعت سے ختم ہو جاتی ہے، قرآن پاک میں دو عورتوں کی گواہی کو قبول کیا ہے کہ اگر ایک بھول جائے گی تو دوسری یاد دلا دے گی۔ اسی طرح باجماع امت تدلیس۔ ارسال۔ انقطاع۔ جہالت۔ ستارت کی جرحیں بھی اسی درجہ کی ہیں' ہمارے ہاں تو خیر القرون کی تدلیس۔ ارسال۔ جہالت وغیرہ جرحیں ہی نہیں جن کے ہاں یہ جرحیں ہیں ان کے نزدیک یہ جرحیں متابعت اور شواہد سے ختم ہو جاتی ہیں۔ اب جس بیچارے کو ایک ہی سند کا علم ہو گا وہ اس کو ضعیف کہے گا اور جس کی نظر اس کے متابع یا شاہد پر بھی ہو گی وہ اس حدیث کو صحیح کہے گا۔

محدثین جب کسی راوی کی توثیق و تعدیل بیان کرتے ہیں تو کئی قسم کے الفاظ بیان کیا کرتے ہیں بعض توثیق میں اعلی ہیں بعض متوسط اور بعض ادنی، علی ھذا الفاظ جرح بھی جرح' میں بعض اعلی ہیں 'اور بعض متوسط اور بعض ادنی، ذیل میں ان سب الفاظ کو اعلی سے ادنی تک باترتیب معتبر ذکر کیا جاتا ہے۔

الفاظ تعدیل: (۱) ثبت حجت (۲) ثبت حافظ (۳) ثقہ متقن (۴) ثقہ ثبت (۵) ثقہ ثقہ (۶) ثقہ (۷) صدوق (۸) لا باس بہ۔ (۹) لیس بہ باس (۱۰) محلہ الصدق (۱۱) جید الحدیث (۱۲) صالح الحدیث (۱۳) شیخ وسط (۱۴) شیخ حسن

الحدیث (۱۵) صدوق انشاء اللہ (۱۶) صویلح وغیرہ۔

الفاظ جرح: (۱) دجال کذاب (۲) وضاع یضع الحدیث (۳) متھم بالکذب (۴) متفق علی ترکہ (۵) متروک (۶) لیس بثقۃ ۔(۷) سکتوا عنہ (۸) ذاھب الحدیث (۹) فیہ نظر (۱۰) ہالک (۱۱) ساقط (۱۲) واہ بمرۃ (۱۳) لیس بشی (۱۴) ضعیف جدا۔ (۱۵) ضعفوہ (۱۶) ضعیف واہ (۱۷) یضعف (۱۸) فیہ ضعف (۱۹) قد ضعف (۲۰) لیس بالقوی (۲۱) لیس بحجۃ (۲۲) لیس بذاک (۲۳) یعرف وینکر (۲۴) فیہ مقال (۲۵) تکلموا فیہ (۲۶) لین (۲۷) سیئی الحفظ (۲۸) لا یحتج بہ (۲۹) اختلف فیہ (۳۰) صدوق ولکنہ مبتدع وغیرھا (دیباچہ میزان الاعتدال)

جرح وتعدیل کی تقسیم: ہر ایک جرح وتعدیل میں سے دو قسم پر ہیں مبہم۔ مفسر۔

جرح تعدیل مبہم: وہ ہے جس میں کوئی سبب جرح وتعدیل کا راوی کا مذکور نہ ہو۔

جرح وتعدیل مفسر: وہ ہے جس میں کوئی سبب جرح وتعدیل کا راوی میں مذکور ہو۔ مثلا عادل ہے‘ حافظ ہے فاسق ہے‘ بد حافظہ ہے۔

جرح مفسر وتعدیل مفسر دونوں بالاتفاق مقبول ہیں البتہ جرح مبہم اور تعدیل مبہم کے مقبول ہونے میں گو بعض بزرگوں سے اختلاف منقول ہے مگر زیادہ صحیح یہی قول ہے کہ جرح مبہم بالکل مقبول نہیں۔ (کیونکہ خلاف اصل ہے) اور تعدیل مبہم مقبول ہے (کیونکہ مسلمانوں میں اصل عدالت ہے۔ خصوصا خیر القرون میں) یہی مذہب امام بخاری۔ امام مسلم۔ امام ترمذی۔ امام ابوداؤد۔ نسائی۔ امام ابن ماجہ وجمہور محدثین اور فقہاء حنفیہ رحمھم اللہ کا ہے۔

شروطِ قبولیت جرح وتعدیل: جرح مفسر وتعدیل مفسر کے مقبول ہونے کے واسطے مشترکہ شرطیں یہ ہیں کہ جرح کنندہ اور تعدیل کنندہ میں مندرجہ ذیل امور پائے جانے ضروری ہیں۔ علم۔ تقوی۔ ورع۔ صدق۔ معرفت اسباب جرح وتعدیل۔ عدم تعصب۔ اور خاص جرح مفسر کے مقبول ہونے کے واسطے زائد شرط یہ ہے کہ جرح کنندہ غیر متعصب ہونے کے علاوہ متعنت ومتشدد بھی نہ ہو۔

فائدہ: جرح کے بالترتیب جو تیس الفاظ ذکر کئے گئے ہیں سب کے سب مبہم ہیں‘ شائد کوئی دجال وضاع کذاب کو مفسر کہے مگر یہ بھی مبہم ہے جب تک یہ ثبوت نہ دیا جائے کہ کون سی حدیث گھڑی ہے اور کیا جھوٹ بولا ہے (قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۵۴) کسی عدالت میں کسی گواہ کو جھوٹا اور چور کہنے سے عدالت اس الزام کو قبول نہیں کرے گی جب تک اس کا جھوٹ اور چوری کرنا ثابت نہ کیا جائے۔ بخاری کی حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توریہ پر کذب

کالفظ بول دیا گیا اس لئے بعض نے فقہاء کے حیلوں کی وجہ سے ان کو کذاب تک کہہ دیا۔ وتر کا واجب یا سنت ہونا ایک فروعی مسئلہ ہے۔ حضرت عبادہؓ نے اس اختلاف پر بھی کذب کا لفظ بول دیا اور کہا کہ کذب ابو محمد۔ اس لئے بعض متعصب اور متشدد جارحین نے فروعی اختلاف کی وجہ سے بھی مخالف پر کذب کا اطلاق کر دیا۔ اس لئے یہ الفاظ مبہم ہیں جب تک اصل مراد واضح نہ ہو۔

اختلاف عقائد کا جرح پر اثر: امام تاج الدین سبکی فرماتے ہیں کہ جرح کے قبول کے وقت جارح اور مجروح کے اختلاف عقائد پر ضرور نظر رہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جارح کا عقیدہ مجروح کے خلاف ہوتا ہے اور اس سبب سے وہ جرح کر دیتا ہے (قاعدہ فی الجرح والتعدیل ص ۱۲) جس طرح آج کل علماء دیوبند امت وسط اور نقطہ اعتدال پر ہیں اسی لئے افراط والے بھی ان کے دشمن ہیں اور تفریط والے بھی۔ چونکہ یہ حضرات بدعات کی تردید کرتے ہیں اس لئے اہل بدعت ان کو وہابی کہتے ہیں اور یہ توسل' کرامات اور اولیاء ایصال کے ثواب کو مانتے ہیں اس لئے وہابی ان کو بدعتی اور مشرک کہتے ہیں'اس طرح اہل اسلام میں چونکہ اہلسنت والجماعت امت وسط ہے۔ ایمان کے بارے میں اختلاف ہوا تو معتزلہ ان کو مرجئہ کہتے ہیں اور مرجبۂ ان کو معتزلہ کہتے ہیں۔ مشاجرات صحابہ کے بارے میں رافضی اہل سنت کو ناصبی کہتے تھے اور خارجی اہل سنت کو شیعہ کہتے تھے اور چونکہ اہل سنت کے عقائد کے تحفظ کے لئے امام صاحب نے فقہ اکبر اور امام طحاوی حنفی نے عقیدہ الطحاویہ تحریر فرمائی اور یہی کتابیں اہل سنت کے عقائد کی مرکزی کتابیں ہیں اس لئے پورے بہتر بدعتی فرقوں نے خاص هدف احناف کو بنایا اسی طرح اسلام میں سب سے بڑا فتنہ خلق قرآن کا تھا جس کا بانی جعد بن درہم زندیق تھا جسے سن ۱۱۸ میں قتل کیا گیا پھر جہم بن صفوان اٹھا جو ۱۲۸ھ میں قتل ہوا پھر بشر بن غیاث المریسی ۲۱۸ھ نے اس کو پانی دیا۔ پھر ۲۱۸ھ سے ۲۳۴ھ تک حکومت وقت نے اس کی سرپرستی کی اور علماء سنت پر ظلم کی انتہا کر دی۔ امام احمد بن حنبلؒ اٹھائیس ماہ گرفتار رہے اور کوڑے کھائے۔ اس محنت کا اثر اسماء الرجال پر بہت گہرا پڑا۔ امام احمد نے امام یحیٰی بن معینؒ اور ابو نصر التمارؒ جیسے محدثین کی روایات ترک فرمادیں۔ ابو حاتم نے علی بن ابی ہاشم سے روایت حدیث چھوڑ دی۔ محدث الکرابیسی اور امام محمد میں بڑی دوستی تھی جو انتہائی دشمنی سے بدل گئی۔ امام بخاری کے استاد نعیم بن حماد کے بارے میں مسلمہ بن قاسم نے کہا کہ قرآن کے بارے میں ان کا مذہب برا تھا حتی کہ اس نے دو قرآن بنا ڈالے (تہذیب ج ۱۰۔ ص ۴۶۲) خود امام بخاری بھی اس لپیٹ میں آگئے ان کے اساتذہ امام یحیی ذہلی۔ امام ابو زرعہ۔ امام ابو حاتم ان سے حدیث روایت کرنے کو منع کرنے لگے چنانچہ امام مسلم امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ نے ایک حدیث بھی امام بخاری کی سند سے اپنی کتابوں میں نہیں لی۔ یہاں بھی جارحین کا زیادہ روئے سخن احناف ہی کی طرف رہا

کیونکہ اس محنت میں پیش پیش امام احمد ان کے ساتھی اور ان کے شاگرد تھے جن قاضیوں نے ان کو سزائیں سنائیں وہ عقیدتاً معتزلی اور فروع میں حنفی تھے اس لئے یہ محدثین ان پر ہی کلام کرتے توان کو حق تھا مگر انہوں نے ان کے ائمہ کو ناحق جروحات میں شامل کر لیا، امام ابن قتیبہ جن کی ولادت ۲۱۳ھ اور وفات ۲۷۶ھ میں ہے فرماتے ہیں کہ امام احمد کی محنت کے بعد جو کتاب بھی اسماء الرجال پر لکھی گئی وہ ثواب سے دور ہے یہ حقیقت ہر اس شخص پر واضح ہے جو پوری بصیرت اور گہری نظر سے ان کتابوں کا مطالعہ کرے (الاختلاف فی اللفظ ص ۶۲) یہ مقدمہ اس تفصیل کا ہے جو شیخ ابو غدۃ نے حاشیہ قواعد فی العلوم الحدیث ص ۲۲۱ تا ۲۲۹ پر فرمائی ہے۔ کتب اسماء الرجال کا مطالعہ کرنے والا شخص اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتا کہ احناف نے اپنے فروعی مخالفین پر جرحیں نہیں کیں۔ البتہ شوافع نے کسی کو معاف نہیں کیا، حدیث کے راویوں پر تو وہ زبان کھولتے مگر جو احادیث کے راوی بھی نہ تھے ان پر بھی جرحیں کر ڈالیں، احناف جب میدان جہاد میں تیر و تلوار سے کافروں کے سینے چھلنی کر رہے تھے یہ حضرات اپنے قلم کی نوک سے ان کو مجروح قرار دے رہے تھے' اس لئے شوافع کی یہ کتابیں شوافع پر تو بطور حجت پیش کی جاسکتی ہیں احناف کی اگر ان کتابوں میں تعدیل ہو تو مخالف کی تعدیل بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ لیکن احناف پر جو جرح ہے وہ فریق کے مخالف کے بے دلیل الزامات ہیں اور مخالف کا الزام کوئی حیثیت نہیں رکھتا جب تک وہ الزام خود حنفی کتابوں سے ثابت نہ ہو۔ اب ہم جارحین اور ناقلین کی فہرست پیش کرتے ہیں تاکہ آپ صحیح تحقیق کر سکیں کہ جارح و مجروح کا زمانہ ایک ہے۔ کیا دونوں کا علاقہ ایک ہے، کیا دونوں کا مذہب ایک ہے۔ اور پھر جرح مفسر ہے یا مبہم۔ اور مفسر ہے تو سبب جرح متفق علیہ ہے یا مختلف فیہ۔ اور اس کا ثبوت کیا ہے اور جارح معتدل ہے یا متعصب یا متشدد۔ نیز یہ بھی تحقیق کر لیں کہ ناقل اور جارح کے درمیان کتنا زمانہ ہے علاقہ اور مذہب کا کیا حال ہے۔ اس نے کس ثبوت سے نقل کیا اور جارح اور مجروح کا مذہب اور عقیدہ ایک ہے اور اس کی بھی تحقیق کریں کہ کون جارح ہے اور کون ناقل۔ اور یہ دونوں حاکم ہیں یا حکم یا فریق' اگر ایک فیصلہ بیس اخبارات میں چھپ جائے تو اس کو بیس فیصلے نہیں کہتے۔ اخبار فیصل نہیں ناقل ہیں اس لئے ناقل اور جارح میں تمیز کرنا ضروری ہے جس سے غیر مقلد محروم محض ہیں۔

• **ا۔ امام اعظم کوفیؒ ۱۵۰ھ:** آپ نہایت معتدل تھے' آپ سے جرح کا ایک قول بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا جس میں تعصب۔ تعنت یا تشدد کی بو بھی ہو۔

(۲۔ ۳) امام شعبہ بن الحجاج بصری م ۱۶۰ھ امام سفیان بن سعید ثوری کوفی م ۱۶۱ھ ان میں شعبہ متشدد تھے اور سفیان معتدل تھے اگرچہ ابتداء میں امام صاحب سے کچھ معاصرانہ چشمک رہی مگر بالآخر ختم ہوگئی۔ امام عبداللہ بن المبارک فرمایا

کرتے تھے کہ جب کسی مسئلہ میں امام ابو حنیفہ اور امام سفیان ثوری کا اتفاق ہو جائے تو کون ان کے سامنے ٹھہر سکتا ہے (مناقب صمیری ص ۱۳۵) یاد رہے کہ مشہور اختلافی مسائل ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، ترک قرات خلف الامام۔ آہستہ آمین اور تحریمہ کے بعد ترک رفع یدین پر امام ابو حنیفہؒ امام سفیان ثوریؒ دونوں کا اتفاق ہے۔

۴۔ امام یحیی بن سعید القطان بصری م ۱۹۸ھ آپ حنفی تھے مگر "متعنت" تھے (میزان الاعتدال ص ۱۷۱ ج ۲ و ص ۳۵۲ ج ۲)

۵۔ امام عبدالرحمٰن بن مہدی بصری م ۱۹۸ھ کبھی حدیث کو ضعیف کہہ دیتے پھر یہ کہہ دیتے کہ راوی قیامت کو مجھ سے پوچھیں گے کہ تیرے پاس میرے ضعف کی کیا دلیل تھی تو میں کیا کہوں گا پھر اس کو صحیح قرار دے دیتے۔ (فقہ اہل العراق ص ۸۶ حوالہ قوت القلوب)

۶۔ علی بن عبداللہ المدینی بصری م ۲۳۴ھ۔ امام سفیان بن عیینہ مکی ان کو حیۃ الوادی کہتے تھے، خلق قرآن کے مسئلہ میں معتزلہ کا ساتھ دیا کبھی سنی کہلاتے کبھی شیعہ (میزان الاعتدال۔ العقیلی)

۷۔ امام یحیی بن معین بغدادی۔ آپ امام محمدؒ کے شاگرد اور امام بخاری کے استاد تھے انہوں نے دس لاکھ احادیث اپنے ہاتھ سے لکھیں اتنے بڑے محدث ہو کر بھی امام ابو حنیفہ کے قول پر فتوی دیتے تھے لیکن جرح میں بہت متشدد تھے (الرفع والتکمیل ص ۱۸۷)

۸۔ امام احمد بن حنبل۔ مزاجاً معتدل تھے مگر فتنہ خلق قرآن کی آزمائش میں آپ اور آپ کے ساتھیوں پر جن قاضیوں نے تشدد کیا وہ عقیدتاً معتزلی اور فروعاً حنفی تھے اس لئے فطری طور پر آپ کا دل اہل کوفہ سے بہت رنجیدہ تھا اس لئے اہل کوفہ کے بارے میں وہ متشدد تھے اگرچہ آخر عمر میں یہ تشدد باقی نہ رہا مگر پہلے اقوال بھی ناقلین نے کتابوں میں درج کئے۔ اس کے باوجود اس حقیقت کا برملا اعتراف فرماتے "کسی مسئلہ میں تین آئمہ کا اتفاق ہو جائے تو اسکے خلاف کسی کی بات نہیں سنی جائے گی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ وہ تین امام کون ہیں؟ فرمایا امام ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ، فرمایا امام ابو حنیفہؒ قیاس میں سب زیادہ بصیرت کے مالک تھے۔ امام ابو یوسفؒ اس زمانہ کے لوگوں میں حدیث میں سب سے زیادہ بصیرت رکھتے تھے اور امام محمد لغت عرب میں سب سے زیادہ اہل بصیرت تھے (التعلیق الممجد ص ۳۰) بات بھی ظاہر ہے کہ جب ہر فن کے سپیشلسٹ موجود ہوں تو ان کی مخالفت کی کون تاب لاسکتا ہے۔

۹۔ الجوزجانی دمشقی م سنہ ۲۵۹ھ۔ یہ صاحب خارجی تھے، حضرت علیؓ کی شدید مخالفت کرتے تھے اور ان سے سخت

منحرف تھے (تذکرۃ الحفاظ) اس لئے جو راوی بھی فضائل اہلبیت رسولؐ میں کوئی روایت کرتا اسے رافضی اور شاتم اور کیا کچھ نہ کہہ جاتے تھے 'امام عبد الرزاق اور ان جیسے بڑے بڑے محدثین کو شیعوں میں شمار کرڈالتے تھے۔

۱۰۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری الشافعیؒ م سنہ ۲۵۶ھ آپ نے اسماء الرجال پر التاریخ الکبیر تحریر فرمائی لیکن آپ کے استاد حدیث امام ابو حاتم اس سے مطمئن نہیں تھے، انہوں نے خطاء البخاری فی تاریخہ کے نام سے ایک کتاب لکھی اور اس کی سینکڑوں غلطیوں کی نشان دہی فرمائی۔ اس تاریخ میں امام نے نعیم بن حماد کی روایات پر بہت اعتماد فرمایا۔ جس کے بارے میں حافظ ابو بشر الدولابی نقل کرتے ہیں کہ سنت کی تقویت کے لئے جھوٹی حدیثیں گھڑتا تھا اور امام ابو حنیفہ کی عیب جوئی کے لئے حکایات گھڑتا تھا اور یہی بات اس کے بارے میں ابو الفتح نے کہی ہے (تہذیب التہذیب ص ۴۶۲ ج ۱۰) تاریخ میں امام بخاریؒ نے جس دوسرے راوی پر زیادہ اعتماد کیا ہے وہ حمیدی ہیں جو بہت بڑے محدث ہونے کے باوجود احناف کے خلاف بہت تعصب رکھتے تھے 'شیخ کوثری فرماتے ہیں شدید التعصب وقاع (تانیب الخطیب ص ۳۶) بڑے متعصب تھے اور خوب الزام لگاتے تھے حالانکہ فقہی رائے کے بارے میں وہ اپنے مبلغ علم کا ذکر خود یوں فرماتے ہیں ہم اہل الرائے کی تردید کا ارادہ کرتے لیکن ہمیں اس کا طریقہ نہ آتا تھا یہاں تک کہ امام شافعی آئے اور ہمیں تردید کا طریقہ بتایا (حلیۃ الاولیاء ص ۹۶ ج ۹) تیسرا راوی جس پر خوب اعتماد کیا ہے وہ اسماعیل بن عرعرہ ہیں جس کی تعدیل و توثیق کہیں نہیں ملتی امام بخاری عظیم المرتبت محدث تھے مگر فقہ حنفی کا کامل استحضار نہیں تھا جزء القراءۃ میں امام صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ خنزیر بری کو حلال سمجھتے تھے اور مسلمانوں کے قتل عام کو جائز قرار دیتے تھے' اس پر امام ابن تیمیہ حنبلی بھی خاموش نہ رہ سکے اور فرمایا یہ باتیں امام بخاریؒ کی عظمت سے بہت فروتر ہیں۔

۱۱۔ العجلی طرابلسی م ۲۶۱ھ۔ فتنہ خلق قرآن میں مغرب کی طرف بھاگ گئے تھے 'جرح تعدیل پر ان کی ایک کتاب بھی ہے۔

۱۲۔ امام ابو حاتم رازی م ۲۷۷ھ۔ حافظ ابن حجرؒ نے مقدمہ فتح الباری ص ۴۴۱ پر انہیں متعنت اور بذل الماعون ص ۷۹ پر ان کو متشدد لکھا ہے۔

۱۳۔ امام مسلم الشافعی نیشاپوریؒ م ۲۶۱ھ۔ امام مسلم نے امام بخاری اور امام علی بن المدینی کو بعض متحلی الحدیث لکھا ہے، عموماً معتدل تھے۔

۱۴۔ امام ابو داؤد حنبلی سجستانی (م ۲۷۵ھ)۔ جرح میں معتدل تھے البتہ اپنے مذہب کی حمایت ایک فطری امر ہے، چونکہ اصحاب صحاح ستہ اور دیگر محدثین ائمہ اربعہ کے بعد ہوئے اس لئے جس امام کی طرف ان کا میلان ہوتا اس کی تائید

ایک فطری امر تھا جس سے بچنا مشکل ہے۔

۱۵۔ امام ترمذی شافعیؒ م ۲۷۹ھ۔ آپ کی کتاب میں حدیث پر جرح و تعدیل کے ساتھ ساتھ تعامل فقہاء کا بھی تذکرہ ہے' بہت سے مقامات پر اپنے استاد امام بخاری سے علمی اختلاف کرتے ہیں۔

۱۶۔ البزار الشافعی البصری م ۲۹۷ھ۔ بہت بڑے حافظ حدیث تھے مگر کبھی غلطی بھی لگ جاتی جس سے انسان کا بچنا مشکل ہے۔

۱۷۔ امام نسائی شافعیؒ خراسانی م ۳۰۷ھ۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ رجال کے بارے میں متعنت تھے (میزان الاعتدال ص ۲۴۳ج ۱)

۱۸۔ الساجی الشافعی البصری م ۳۰۷۔ خود بھی مختلف فیہ تھے، اکثر مجہول راویوں سے مناکیر روایت کرتے (تذ اہل امر حق ص ۸)

۱۹۔ الطحاوی الحنفی المصری م ۳۲۱ھ۔ نقد رجال میں بہت معتدل تھے' جامع بین الحدیث والفقہ تھے' ان کی کتابیں شرح معانی الاثار وغیرہ روایت و درایت کا مجمع البحرین ہیں۔

۲۰۔ ابن ابی حاتم رازیؒ شافعی م ۳۲۷ھ۔ انہوں نے اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں امام بخاری کو بھی متروک قرار دیا ہے۔

۲۱۔ العقیلی المکی الحشوی مؒ ۳۲۲ھ۔ جرح میں بہت متشدد تھے' ذہبی نے میزان الاعتدال ص ۱۴ج ۳ پر ان کی خوب خبر لی ہے۔

۲۲۔ ابن حبان خراسانی ۳۵۴ھ۔ یہ اپنوں سے متساہل، مخالفین پر متشدد تھا' امام ذہبی کہیں تو فرماتے ہیں کہ تقعقع کعادتہ (میزان ص ۴۵ج ۳) کہیں فرماتے ہیں الخساف المتہور (میزان ص ۸ ج ۴) اس کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ نبوت کسبی ہے اس لئے بعض لوگ اس کو زندیق کہتے' احناف کے خلاف سخت متعصب تھا۔

۲۳۔ ابن عدی جرجانی الشافعی ۳۶۵ھ یہ نہایت متعصب تھے، امام شافعی کے استاد ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی الاسلمی کو سب محدثین نے ضعیف کہا ہے مگر ابن عدی سب کے اقوال کو نظر انداز کر کے کہتا ہے کہ میں نے اس کی بہت احادیث دیکھیں جن میں ایک بھی منکر نہ تھی لیکن امام محمدؒ جن کی کتابیں پڑھ کر ابن عدی امام بنا' اسی کے خلاف زبان درازی خوب کی اور امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں لکھا کہ تین سو احادیث میں امام ابو حنیفہ نے خطا کی ہے حالانکہ ان میں راوی ابا بن جعفر النجیرمی ہے جو ابن عدی کا استاد ہے، یہ سب خطا اس کی ہے لیکن ابن عدی نے اپنے استاد کی غلطیاں امام صاحب کے سر ڈال کر ان کو کثیر الخطا بنا ڈالا۔ (میزان)

۲۴۔ السلیمانی الشافعی بیکندی م ۴۰۴ھ۔ بہت متعصب تھے، امام اعظم ابو حنیفہ اور بڑے بڑے سنی محدثین کو شیعہ قرار دے دیا ہے (میزان ۵۸۸ج ۲)

۲۵ ازدی الشافعی بغدادی م ۳۷۴ھ۔ خود ضعیف تھے، بلاوجہ محدثین پر جرح کرتے، ذہبی نے ان کو مسرف فی الجرح لکھا ہے (میزان ص ۵ ج ۱)

۲۶ حاکم نیشاپوری م ۴۰۵ھ۔ غالی شیعہ تھے، حضرت معاویہ سے بہت منحرف تھے، بخاری مسلم پر استدراک لکھا، کئی موضوعات بھی اس میں بھر دیں۔

۲۷ دارقطنی م ۳۸۵ھ۔ متعصب شافعی تھے امام صاحب کو ضعیف کہہ ڈالا' ان کے شیعہ ہونے میں اختلاف ہے۔

۲۸ بیہقی الشافعی خراسانی م ۴۵۸ھ۔ حاکم کی زبان تھے، احناف سے بہت تعصب رکھتے تھے، امام طحاوی کے رد کے شوق میں سنن میں ہر قسم کی صحیح، حسن اور ضعیف روایات بھر دیں اور شافعیوں کو باور کرایا کہ میں نے حنفیت کا خوب رد کیا ہے لیکن المارد ینی الحنفی م ۷۴۹ھ نے الجواہر النقی فی الرد علی البیہقی لکھ کر اس کی پوری حقیقت واضح فرما دی، تقریباً سات صدیاں گزر چکی ہیں کوئی شافعی اس کا رد نہیں لکھ سکا۔

۲۹ خطیب بغدادی الشافعی م ۴۶۳ھ۔ محمد بن طاہر مقدسی فرماتے ہیں کہ مشہور محدث اسمٰعیل بن ابی الفضل فرمایا کرتے تھے کہ تین حفاظ حدیث ایسے ہیں جن سے مجھے کوئی محبت نہیں کیونکہ وہ بہت ہی متعصب ہیں اور ان میں انصاف بہت کم ہے۔ حاکم ابو عبداللہ، ابو نعیم الاصفہانی اور خطیب۔ مقدسی فرماتے ہیں کہ انہوں نے بالکل بجا فرمایا (المنتظم لابن الجوزی ص ۲۶۹ ج ۸)

۳۰ ابن حزم ظاہری قرطبی (م ۴۵۶ھ) یہ ناصبی تھے۔ زبان درازی میں حجاج کی تلوار کی مثال تھے، انہوں نے نہ جامع ترمذی دیکھی نہ ابن ماجہ بلکہ امام ترمذی کو مجہول قرار دے دیا، فقہاء کے خلاف بہت تعصب رکھتے تھے

۳۱ الجوز قانی (۵۴۳ھ) آپ نے ایک کتاب الاباطیل لکھی جس میں کچھ اوہام بھی ہیں طبیعت میں تشدد اور تعصب تھا

۳۲ ابن عساکر دمشقی (م ۵۷۱ھ): آپ نے ضخیم کتاب تاریخ دمشق تحریر فرمائی جس میں رطب ویابس سب جمع کر دیا

۳۳ ابن الجوزی حنبلی بغدادی (م ۵۹۷ھ) جرح میں بہت متشدد تھے، بخاری و مسلم تک کی احادیث کو موضوعات میں شامل کر دیا۔ علامہ سیوطیؒ نے اس پر تعقبات لکھے۔

۳۴ الحازمی الشافعی ہمدانی (۵۸۴ھ): آپ نے وجوہ ترجیح پر ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی لیکن ان وجوہ ترجیح میں کہیں نہ فرمایا کہ بخاری و مسلم یعنی صحیحین کی احادیث کو دوسری کتابوں کی احادیث پر ترجیح ہو گی۔ اسلام کی پہلی چھ

صدیوں میں اس کا نشان تک نہیں ملتا۔

۳۵ امام ابن الصلاح شہر زوری الشافعی اس نے سب پہلے یہ دعوی کیا کہ بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے اور بخاری و مسلم کی احادیث بحیثیت سند دوسری کتابوں پر مقدم ہیں مگر اس بات کو ابن کثیر الشافعی نے بھی درخور اعتناء نہیں سمجھا اور نہ احناف نے اپنی اصول کی کتابوں میں اس کا ذکر کیا بلکہ شیخ ابن الھمام نے صاف صاف اس کا رد فرمایا۔ امام ابن الصلاح نے اس بات کا مدار اس پر رکھا کہ خاص محدثین کے طبقہ میں بخاری شریف کو تلقی بالقبول کا شرف نصیب ہوگیا ہے اس لئے اس کا مقام بلند ہے، اس کے ساتھ امام ابن الصلاح نے یہ بھی فرمایا کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کو عوام وخواص سب میں تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے اس لئے ان میں سے کسی ایک کی تقلید تو واجب ہے اور ان چاروں کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں کیونکہ ان چار کے علاوہ کسی مجتہد کے اصول فقہ اور فروع نہ مکمل طور پر مرتب ہیں اور نہ ہی درساً اور عملاً متواتر ہیں، غیر مقلدین کی یہ کتنی بڑی ناانصافی ہے کہ امام ابن صلاح کی جس بات کی محققین نے تردید کردی اس کو تو وحی آسمانی سے بڑھ کر قبول کرلیا اور ان کی جس بات کو سب محققین نے قبول کرلیا یعنی وجوب تقلید شخصی اس کو کفر وشرک تک قرار دے ڈالا، یہی نفس پرستی کی انتہا ہے۔

۳۶ محمد بن طاہر مقدسی ظاہری م ۵۰۷ھ۔ انہوں نے سب سے پہلے شروط الائمۃ الستۃ لکھی اور یہ امت میں پہلی بار لفظ ستہ سے متعارف ہوئی لیکن ان کے شاگرد حازمی نے ستہ میں ان سے اتفاق نہ کیا اور شروط الائمۃ الخمسۃ لکھ ڈالی امام نووی الشافعی حورانی م ۶۷۶ھ نے بھی اصول میں خمسہ ہی کے تراجم لکھے۔

۳۷ عبدالغنی المقدسی الحنبلی م ۶۰۰ھ۔ آپ نے کتب ستہ کے رجال پر پہلی کتاب مرتب فرمائی جس کا نام الکمال فی اسماء الرجال رکھا یہ کتاب آج تک طبع نہیں ہوئی، یہ لفظ ستہ کا دوسرا تعارف ہے پھر المزی الشافعی م ۷۴۲ھ نے الکمال کی تلخیص کی، اس کا نام "تہذیب الکمال فی اسماء الرجال" رکھا جو اب مکمل چھپ گئی ہے پھر تہذیب الکمال کی تلخیص ذہبی م ۷۴۸ھ نے کی اور اس کا نام تہذیب التہذیب رکھا، اس کا خلاصہ خزرجی م 913ھ میں کیا، تہذیب الکمال کی دوسری تلخیص ابن حجر م ۸۵۲ھ نے کی اور اس کا نام تہذیب التہذیب رکھا پھر اس کی تلخیص خود ہی کی اور س کا نام تقریب التہذیب رکھا، ان سب کتابوں میں صرف کتب ستہ کے راوی ہیں، بعض جاہل انہی کتابوں کو مکمل اسماء الرجال جانتے ہیں اور جو راوی تقریب میں نہ ملے اس کو مجہول کہہ دیتے ہیں حالانکہ ان سب کتابوں میں راویوں کی کل تعداد ۸۸۷۴ ہے۔

۳۸ ابن دقیق العید الشافعی م ۷۰۲ھ۔ آپ نے اپنی کتابوں میں کافی اعتدال سے کلام فرمایا ہے، آپ کے شاگرد امام زیلعی نے اکثر ان کا کلام نقل فرمایا ہے۔

۳۹ ابن تیمیہ حنبلی حرانی م ۷۲۸ھ۔ آپ بہت متشدد تھے، بہت سی صحیح احادیث کو محض ضد میں رد کردیتے تھے،

رافضی کے رد میں تنقیص علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک کر گزرتے (دیکھو لسان المیزان ص ۳۱۹ ج ۶) کئی مسائل میں ان کے تفردات ہیں جن پر ابن حجر مکی نے خوب رد کیا ہے۔

۴۰ المارد ینی الحنفی م ۷۴۹ھ۔ امام بیہقی نے تعصب کی وجہ سے جو اعتراضات مسلک حنفی پر کئے تھے ان کا جواب اصول شوافع پر دیا ہے، جس کا جواب نہیں۔

۴۱ الذہبی الحنبلی م ۷۴۸ھ۔ ان کے شاگرد علامہ سبکی نے اپنے اس استاد کے بارے میں جو فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ذہبی ہمارے استاد ہیں، اللہ ان کو معاف کرے۔ مگر انہوں نے کسی حنفی شافعی مالکی کو معاف نہیں کیا نہ کسی اشعری کو، وہ تعصب میں اس حد تک پہنچے ہوئے تھے کہ مسخرہ اطفال بن گئے تھے، وہ جب صوفیاء کرام، اشاعرہ، احناف، شوافع اور مالکیوں کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے کپڑے اتارتے ہیں، ان کے تمام محاسن سے اُن کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور اان کو کوئی خطا مل جائے تو خوب اچھالتے ہیں اور اہل تجسیم کے محاسن خوب لکھتے ہیں اور اغلاط سے درگزر فرماتے ہیں، فخر الدین رازی، سیف آمدی تک کو معاف نہیں کیا حالانکہ نہ وہ کسی حدیث کے راوی ہیں نہ کچھ (ملخصا طبقات شافعیہ ص ۱۹۰، ۱۹۲، ۱۹۷ ج ۱) ذہبی نے ایک کتاب تذکرۃ الحفاظ لکھی ہے جس میں ساڑھے سات صدیوں میں جو حفاظِ حدیث گزرے ہیں ان کا ذکر کیا ہے، ان کی کل تعداد ۱۱۷۶ ہے، ان میں امام اعظم اور قاضی ابو یوسف کو بھی حفاظ حدیث میں ذکر کیا ہے، دوسری کتاب میزان الاعتدال فی نقد الرجال لکھی ہے جس میں ضعیف اور متکلم فیہ راویوں کا ذکر ہے اور ان کی تعداد ۱۱۰۵۳ ہے۔

۴۲ المغلطائی الحنفی م ۷۶۲ھ۔ آپ اسماء الرجال کے بڑے حافظ تھے، تہذیب الکمال پر مناقشات لکھے جن سے ابن حجر نے بھی تہذیب میں استفادہ کیا۔

۴۳ زیلعی الحنفی م ۷۶۲ھ۔ آپ کی کتاب نصب الرایہ احادیث احکام کا انسائیکلو پیڈیا ہے، حافظ ابن حجر نے اس سے بہت استفادہ فرمایا ہے۔

۴۴ حافظ ابن حجر العسقلانی الشافعی م ۸۵۲ھ۔ آپ بہت بڑے حافظ الحدیث تھے اور جوں جوں ان کا علم حدیث ترقی کرتا گیا ان کے دل میں حنفیت کی صداقت گھر کرتی گئی مگر ایک خواب پر انہوں نے سارے ہی مطالعہ حدیث کو قربان کر دیا، وہ اپنی کتاب المجمع المؤسس میں لکھتے ہیں کہ میں نے ابن البرہان کو موت کے بعد خواب میں دیکھا، میں نے پوچھا کہ تو مردہ ہے اس نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا اللہ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا تو اس میں ایسا شدید تغیر ہوا کہ میں سمجھا کہ وہ چھپ گیا پھر وہ اپنی حالت پر آگیا اور کہا کہ اب ہم خیریت سے ہیں لیکن نبی ﷺ تجھ پر ناراض ہیں، میں نے پوچھا کیوں تو کہا کہ تیرا میلان حنفیوں کی طرف ہے اس پر میری آنکھ کھل گئی اور میں بڑا حیران تھا، میں نے بہت سے

حنفیوں کو یہ کہا تھا کہ میری دلی خواہش ہے کہ میں حنفی ہو جاؤں، انہوں نے کہا کہ کس وجہ سے تو میں کہتا کہ آپ کے مذہب کے فروع اصول پر مبنی ہیں، اب میں اس سے اللہ کی بارگاہ میں استغفار کرتا ہوں (ہامش ذیل تذکرہ ص ۳۲۸)

حافظ ابن حجر کی یہ بات حنفیت کی صداقت کی بڑی وزنی دلیل ہے کہ مذہب حنفی حدیث کے عین مطابق ہے اور اس کے فروع اصول پر مبنی ہیں مگر اس خواب سے ابن حجرؒ میں وہ تعصب بھرا کہ الامان الحفیظ۔ حافظ ابن حجرؒ کے شاگرد امام سخاویؒ نے الدرالکامنہ میں اس تعصب کو واضح کیا ہے اسی لئے قاضی القضاۃ ابن شحنہ ابن حجرؒ کے بارے میں یوں فیصلہ دیتے ہیں کہ حافظ ابن حجر احناف کے فضائل کو چھپاتے ہیں اور انکی لغزشوں کو گاتے ہیں۔ حافظ صاحب کا حنفیوں کے ساتھ وہی وطیرہ ہے جو ذہبی کا حنفیوں اور شافعیوں کے ساتھ، اسی لئے ذہبی کے شاگر سبکی نے کہا ہے کہ ذہبی سے نہ کسی حنفی کے حالات نقل کرنے چاہئیں نہ شافعی کے۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کے کلام سے نہ کسی متقدم حنفی کے حالات لینے چاہیں اور نہ کسی متاخر کے (نقلہ الکوثری حاشیہ ذیل تذکرۃ الحفاظ)۔ عجیب بات ہے کہ حافظ ابن حجر ،المار دینی اور زیلعی کے جواب الجواب سے بالکل عاجز رہے ہیں۔

۴۵ علامہ ہیثمی صاحب مجمع الزوائد م ۸۰۷ھ۔ آپ ذہبی کے شاگرد ہیں، اکثر جروح مبہم کرتے ہیں اور مذہب شافعی کی پاسداری بھی کرتے ہیں

۴۶ محقق علی الاطلاق شیخ ابن الھمام الحنفی م ۸۶۱ھ۔ آپ بہت بڑے اصولی اور حافظ حدیث تھے ، صحیحین کی ترجیح کو تحکم اور ناانصافی فرماتے تھے۔

ان کے علاوہ :

۴۷ ابن القیم حنبلی م ۷۵۱ھ۔

۴۸ ابن کثیر الشافعی م ۷۷۴ھ۔

۴۹ امام سیوطی الشافعی م ۹۱۱ھ۔

۵۰ ابن حجر مکی م ۹۷۴ھ۔

۵۱ المناوی م ۱۰۱۳ھ۔

۵۲ ابوالحسن سندھی م ۱۱۳۹ھ۔ نے بھی اپنی کتابوں میں رجال پر کلام کیا ہے۔

فقہ حنفی ھندوستان میں

آنحضور ﷺ اگرچہ ملک عرب میں پیدا ہوئے مگر آپ کی نبوت تمام دنیا کے لئے عام ہے جیسا کہ اللہ پاک کا

ارشاد ہے وما ارسلنك الا كافة للناس (السبا ۲۸) یایھاالناس انی رسول الله الیکم جمیعا (الاعراف ۱۵۸) اسی لئے آپ کے صحابہؓ میں اہل عرب کے علاوہ حضرت بلال حبشیؓ، صہیب رومیؓ اور سلمان فارسی بھی تھے، آپ نے ملوک عجم کو دین اسلام قبول کرنے کے دعوت نامے بھی ارسال فرمائے جو عمومِ دعوت کی ایک بڑی بھاری عملی دلیل ہیں۔ نیز وآخرین منهم اور حدیث ثریا میں اہل عجم کے لئے پیش گوئی فرمائی۔ ملك قيصر فلا قيصر بعده و ملك كسرى فلا كسرى بعده او كما قال کا اعلان فرمایا۔ غزوہ خندق کے موقع پر پتھر سے شعلوں کا بلند ہونا اور قیصرو کسری کے محلات کا نظر آنا اور ان ممالک کے فتح کی پیش گوئیاں فرمانا بھی اسی عموم بعثت کی دلیل ہے، پھر خاص ہند اور سندھ کے مفتوح ہونے کی پیش گوئی فرمائی عصابتان من امتی احرزهما الله من النار، عصابة تغزو الهند و عصابة تكون مع عیسی بن مریم (مسند احمد ۱۷۸ ج۵) و نسائی کتاب الجهاد غزوة الهند. ضياء مقدسی فی المختارة. مجمع الزوائد

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ وعدنا رسول الله ﷺ فی غزوة الهند فان استشهدت كنت من خيرا لشهداد وان رجعت فانا ابوهريرة المحرر (مسند احمد ۲۲۹ ج۲ و نسائی کتاب الجهاد اور مسند احمد ۳۶۹ ج۲ میں ہے یکون فی هذه الامة بعث الی السند والهند. الحدیث اس پیشگوئی کے مطابق خلیفہ عبدالملک کے عہد میں ۹۲ھ میں محمد بن قاسم ثقفی کی سرکردگی میں اسلامی فوج سندھ پر حملہ آور ہوئی اور ۹۵ھ تک سندھ مفتوح ہو گیا پھر ۳۹۲ھ میں سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملے شروع کئے اور لاہور تک وسیع اسلامی سلطنت پھیل گئی اسی غزنوی عہد میں پاکستان کے مشہور بزرگ اور ولی اللہ حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ المتوفی ۴۶۵ھ عین اسی دن لاہور پہنچے جس دن حضرت حسین زنجانیؒ کا جنازہ لاہور سے نکل رہا تھا۔ حضرت سید علی ہجویری نے اس سرزمین کے بارہ میں اپنا جو رویائے صادقہ بیان فرمایا ہے وہ پڑھنے کے لائق ہے، فرماتے ہیں "میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں۔ اللہ تعالی مجھے توفیق خیر دے، شام کے شہر دمشق میں حضور ﷺ کے موذن حضرت بلالؓ کی قبر کے سرہانے سو رہا تھا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں مکہ معظمہ میں ہوں اور پیغمبر خدا ﷺ باب بنی شیبہ سے ایک پیر مرد کو اپنے گود میں لئے اس حال میں اندر تشریف لا رہے ہیں کہ جس طرح بچوں کو پیار سے گود میں اٹھاتے ہیں، میں دوڑ کر حاضر خدمت ہوا اور آپؐ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینے لگا اور تعجب میں تھا کہ یہ کون صاحب ہیں اور یہ کیا حالت ہے، آنحضرت ﷺ پر میرا اندرونی اندیشہ منکشف ہو گیا اور مجھ سے فرمایا یہ ابوحنیفہ ہیں جو تمہارے بھی امام ہیں اور تمہارے اہل ملک کے بھی امام ہیں، مجھے اس خواب سے اپنے بارے میں بھی بڑی امید ہے اور اپنے اہل ملک کے بارے میں بھی (چنانچہ یہ امید پوری ہوئی اور سارا ملک حنفیت کا گہوارہ بن گیا) اور مجھے اس خواب سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ امام اعظمؒ ان حضرات میں سے ہیں جو کہ اپنے

اوصاف طبع کے لحاظ سے فانی اور احکام شرع کے لحاظ سے باقی ہیں اور ان ہی کے ذریعہ قائم ہیں چنانچہ ان کو لے کر چلنے والے حضرت پیغمبر علیہ السلام ہیں اور اگر وہ اپنے آپ چلتے تو وہ باقی الصفت ہوتے اور باقی الصفت غلط فیصلہ بھی کر سکتا ہے اور صحیح بھی اور اب جب ان کو اٹھا کر چلنے والے حضرت پیغمبر علیہ السلام ہوئے تو وہ پیغمبر علیہ السلام کی بقائے صفت کی وجہ سے فانی الصفت ٹھہرے اور چونکہ حضرت پیغمبر علیہ السلام پر خطا کی کوئی صورت نہیں اس لئے جس کا قیام حضور علیہ السلام کی ذات عالی سے وابستہ ہو اس پر بھی خطا کی کوئی صورت نہیں بن سکتی۔ یاد رہے یہ ایک لطیف رمز ہے (کشف المحجوب ص ۸۶) پھر ۵۸۹ھ میں سلطان معزالدین سام غوریؒ آئے اور دہلی تک سلطنت پر قابض ہوگئے اس وقت سے لے کر ۱۲۷۳ھ تک آپ اس ملک کے حالات پڑھ جایئے، محمود غزنوی سے لے کر اورنگ زیب عالمگیر بلکہ سید احمد شہید بریلویؒ تک آپ کو کوئی غیر حنفی غازی۔ مجاہد اور فاتح نہیں ملے گا۔ یہ اسلامی عساکر جو بمطابق پیشگوئی آنحضرت علیہ السلام ہند پر حملہ آور ہوئے یہ سب مجاہدین بھی حنفی تھے، ان کے ساتھ آنے والے علماء کرام اور صوفیاء عظام بھی سب حنفی تھے۔ کشمیر کے بارے میں مورخ محمد قاسم فرشتہ کے الفاظ یہ ہیں رعایای آں ملک کلھم اجمعین حنفی مذہب اند (تاریخ فرشتہ ص ۳۳۷) اور اس سے قبل تاریخ رشیدی کے حوالے سے لکھتے ہیں مرزا حیدر در تاریخ رشیدی نوشتہ کہ مردم کشمیر تمام حنفی مذہب بودہ اند (فرشتہ ص ۳۳۶) حضرت شیخ عبدالحق فرماتے ہیں داھل الروم وماوراء النھر والہند حنفیون (تحصیل التعرف فی الفقہ والتصوف ص ۴۶) حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہ اند علیھم الرضوان (مکتوبات دفتر دوم ص ۵۵ و ص ۱۴) حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں در جمیع بلدان و جمیع اقالیم بادشاہاں حنفی اند و قضاۃ و اکثر مدرساں و اکثر عوام حنفی (کلمات طیبات ص ۱۷۷) اور فرماتے ہیں وجمہور الملوک وعامۃ البلدان متمذھبین بمذھب ابی حنیفۃؒ (تفہیمات الٰہیہ ص ۲۱۲ ج ۱) نیز فرماتے ہیں عرفنی رسول الله صلى الله عليه وسلم ان فی المذهب الحنفی طريقة انيقة هی اوفق الطرق بالسنة المعروفة التيجمعت و نقحت فی زمان البخاری و اصحابه (فیوض الحرمین ص ۴۸) اسلامی دنیا کے غالب حصہ میں علم جہاد ان ہی کے ہاتھ رہا، قسطنطنیہ کے فاتح یہی ہیں، ہندوستان کے فاتح بھی یہی ہیں اور اسی مذہب کے ذریعہ کم و بیش ایک ہزار سال تک دنیا میں اسلامی نظام جاری رہا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مذہب حق کی ایک شناخت یہ بتائی ہے بان يكون حفظة المذهب هم القائمون بالذب عن الملة اويكون شعارهم فی قطر من الاقطار هو الفارق بين الحق والباطل (فیوض الحرمین ۱۰۳) آپ تاریخ پڑھیئے آپ کو اسلامی اقتدار کا نشان حنفی ہی ملیں گے، پاک و ہند میں اسلام پر دو سخت وقت آئے، ایک اکبر کا الحادی دور اس نے امام صاحب کی تقلید سے برگشتہ کر کے اپنے الحاد کی دعوت دی مگر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی کاوشوں سے وہ الحاد مٹ گیا، دوسرا وقت وہ تھا جب انگریز نے مسلمانوں سے حکومت چھینی اور ہمارا مرکزی مدرسہ اپنے نمک خوار نذیر حسین کے

سپرد کر دیا تو حضرات نے دار العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی جو آج پوری دنیا میں دین کی حفاظت کا عظیم قلعہ ہے، مولانا نانوتوی نے دیکھا کہ میں کعبہ کی چھت پر کسی اونچی شے پر بیٹھا ہوں اور کوفہ کی طرف میرا منہ ہے اور ادھر سے ایک نہر آتی ہے جو میرے پاؤں کو ٹکرا جاتی ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین.

محمد امین صفدر

حال مقیم جامعہ خیر المدارس ملتان پاکستان

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

كِتَابُ الطَّهَارَةِ

أَبْوَابُ الْوُضُوْءِ

بَابُ صِفَةِ الْوُضُوْءِ وَفَضْلِهِ

قال الله تعالى: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ، وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ﴾. (المائدہ –۶)

۱– حدثنا: عبدالعزيزبن عبدالله الأويسي قال حدثني إبراهيم بن سعد عن ابن شهاب أن عطاء بن يزيد أخبره أَنَّ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ أَخْبَرَهٗ: أَنَّهٗ رَأَىٰ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَاءٍ، فَأَفْرَغَ عَلٰى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِيْنَهٗ فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ

کتاب الطہارۃ

باب وضوء کی کیفیت اور فضیلت کے بیان میں

آیت کا ترجمہ: (اے مؤمنو! جب تم نماز کو اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ، اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت، اور اپنے سروں کا مسح کرو اور دھوؤ اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت)

۱- حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام حمران سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک برتن منگایا (جس میں پانی تھا) پھر اپنی ہتھیلیوں پر تین مرتبہ (پانی) ڈالا پھر انکو دھویا پھر اپنا دایاں ہاتھ برتن میں داخل کیا (اور پانی لیا) پھر کلی کی اور ناک صاف کی پھر اپنا چہرہ تین بار دھویا اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں تک تین مرتبہ دھویا پھر اپنے سر پر مسح فرمایا، پھر اپنے پیروں کو تین مرتبہ ٹخنوں تک دھویا پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص میرے اس وضوء کی طرح وضوء کرے پھر دو رکعتیں پڑھے جسمیں اپنے جی سے باتیں نہ کرے تو اسکے سب گذشتہ گناہ (صغائر) معاف کردئے جاتے ہیں (بخاری)۔ اور ابوداؤد کی ایک روایت میں

وُضُوئِیْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَا یُحَدِّثُ فِیْهِمَا نَفْسَهٗ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ". رواه البخاری (۱:۲۷). وفی روایة أبی داؤد (وقد سکت عنها) عن أبی علقمة : "اَنَّ عُثْمَانَ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ ، فَأَفْرَغَ بِیَدِهِ الْیُمْنٰی عَلَی الْیُسْرٰی ، ثُمَّ غَسَلَهُمَا إِلَی الْکُوْعَیْنِ ". الحدیث وفی التلخیص الحبیر : " أبو داؤد ، فی حدیث عثمان المشهور " ثم ساقه.

۲– وروی الترمذی – وقال حسن صحیح – عَنِ الرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاء رضی الله عنها : اَنَّهَا رَأَتِ النَّبِیَّ ﷺ یَتَوَضَّأُ ، قَالَتْ مَسَحَ رَأْسَهٗ وَمَسَحَ مَا أَقْبَلَ مِنْهُ وَمَا أَدْبَرَ وَصُدْغَیْهِ وَأُذُنَیْهِ مَرَّةً وَاحِدَةً اهـ.

باب کفایة مسح ربع الرأس

۳– عَنِ : الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ ﷺ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فِیْ وُضُوْءِ النَّبِیِّ ﷺ ، وَفِیْهِ: "وَمَسَحَ بِنَاصِیَتِهٖ وَعَلَی الْعِمَامَةِ وَعَلٰی خُفَّیْهِ " رواه مسلم (۱:۱۳٤) ورواه النسائی

جسکی سند مسکوت عنہ ہے ابوعلقمہ فرماتے ہیں کہ عثمانؓ نے پانی منگوایا پھر وضو کیا (اس طرح) کہ (اوّل) اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر (پانی) ڈالا پھر دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھویا۔

<u>فائدہ</u>: اس بات پر اجماع ہے کہ کہنیاں دھونا بھی ضروری ہے، جیسا کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کہنیوں کے دھونے کی فرضیت میں میں کسی کا اختلاف نہیں جانتا۔ (فتح الباری)۔

۲– اور ترمذی کی ایک روایت میں جسکو انہوں نے حسن صحیح کہا ہے معوذ بن عفراء کی بیٹی ربیع روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا، کہتی ہیں کہ آپ نے اپنے سر کا آگے اور پیچھے دونوں حصوں پر اور دونوں کنپٹیوں اور دونوں کانوں پر مسح کیا اور مسح ایک ہی مرتبہ کیا۔

<u>فائدہ</u>: اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ وضوء میں پاؤں پر مسح کرنا جائز نہیں، باقی وہ روایات جن میں پاؤں پر مسح کرنے کا ذکر ہے تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ اجماع اسکے خلاف ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ پاؤں پر مسح منسوخ ہے، نیز پاؤں دھونے کی روایات متواتر ہیں، جبکہ پاؤں پر مسح کی روایات اخبار آحاد ہیں، لہٰذا پاؤں کو دھونا ہی فرض ہے۔

باب چوتھائی سر کے مسح کے کافی ہونے کا بیان

۳– حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے ایک طویل حدیث میں پیغمبر ﷺ کے وضو کے بارے میں یہی ہے کہ آپ نے اپنے ناصیہ (یعنی سر کے اگلے حصہ) پر مسح فرمایا اور عمامہ پر بھی اور اپنے (چرمی) موزوں پر بھی۔ (مسلم)۔

(٢٩:١) بلفظ " تَوَضَّأ فَمَسَحَ نَاصِيَتَهُ وَعِمَامَتَهُ وَعَلَى الْخُفَّيْنِ " وسكت عنه ، وسنده سند مسلم فى هذا الحديث بلفظ آخر إلا شيخ النسائى ، وهو من رجال الجماعة ثقة حافظ كما فى " التقريب " (ص– ١٦٠ طبع الهند) وقد رواه "الترمذى" (١٥:١) بسند مسلم، ولفظه : " أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى نَاصِيَتِهِ وَعِمَامَتِهِ "ورواه " أبو داؤد " (٢٢:١) بسند رجاله رجال مسلم فى هذا الحديث . إلا مسددا وهو من رجال الصحيح ثقة حافظ ، و لفظه : " كَانَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَعَلَى نَاصِيَتِهِ " .

٤– عَنْ : أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ قَالَ : " رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ قِطْرِيَّةٌ ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ وَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ " رواه أبو داؤد وسكت عنه ، فهو صالح عنده على قاعدته ، وفى غاية المقصود (١٤٥:١) سكت عنه أبو داؤد ثم المنذرى فى تلخيصه . " وفى النيل (٥٢:١) " قال الحافظ فى إسناده نظر ، انتهى ، وذلك لأ ن أبا معقل الراوى عن أنس مجهول ، وبقية اسناده رجال الصحيح اه قلت : قال الحافظ فى الفتح (٢٥٤:١) بعد نقل المرسل الذى نقلته بعد هذا المرفوع بلفظ : " فَحَسَرَ الْعِمَامَةَ عَنْ رَأْسِهِ وَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ " ما نصه : وهو مرسل اعتضد بمجيئه من وجه آخر موصولا أخرجه أبو داؤد من حديث أنس وفى إسناده أبو معقل فقد اعتضد كل من المرسل والموصول بالآخر وحصلت القوة من الصورة المجموعة".

فائدہ: ناصیہ یعنی سر کا اگلا حصہ بقدر چوتھائی سر کے ہوتا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ پورے ناصیہ کا مسح فرمایا ورنہ پھر عبارت قرآنیہ کے بدلنے کی ضرورت نہ ہوتی بلکہ یوں کہدیا جاتا کہ راس (سر) کا مسح کیا۔ جب لفظ راس (سر) کو چھوڑ کر لفظ ناصیہ اختیار کیا تو معلوم ہوا کہ تمام ناصیہ مراد ہے اور اس سے کم احادیث کے ذخیرے میں کہیں منقول نہیں اس لئے چوتھائی سے کم جائز نہیں۔ اور حدیث میں جو مسح عمامہ (یعنی پگڑی کے مسح) کا ذکر ہے تو امام محمدؒ نے مؤطا میں فرمایا ہے کہ مسح علی العمامہ پہلے تھا پھر منسوخ ہوگیا۔ (مؤطا امام محمد: ٧٠) جیسا کہ اگلی روایات اس پر دال ہیں۔

٤– حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے پیغمبر ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ کے سر مبارک پر قطری عمامہ تھا آپ نے مسح فرماتے وقت عمامہ کے نیچے ہاتھ داخل کر کے سر کے اگلے حصے کا مسح کیا اور عمامہ سر مبارک سے الگ نہ کیا۔

وفيه أيضا : " وفى الباب أيضا عن عثمان فى صفة الوضوء قال: " ومسح مقدم رأسه " أخرجه سعيد بن منصور وفيه خالد بن يزيد بن أبى مالك مختلف فيه وصح عن ابن عمر الاكتفاء بمسح بعض الرأس قاله ابن المنذر وغيره ، ولم يصح عن أحد من الصحابة انكار ذلك ، قاله ابن حزم ، وهذا كله مما يقوى به المرسل المتقدم ذكره اه".

٥– عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ ، " أَنَّهُ كَانَ إِذَا مَسَحَ رَأْسَهُ رَفَعَ الْقَلَنْسُوَةَ ، وَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ". رواه الدار قطنى (١:٤٠) وفى التعليق المغنى : سنده صحيح ".

٦– أخبرنا : مسلم عن ابن جريج عَنْ عَطَاء ﷺ." اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ تَوَضَّاَ، فَحَسَرَ الْعِمَامَةَ وَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ اَوْ قَالَ نَاصِيَتَهُ بِالْمَاءِ" رواه الشافعى فى مسنده (ص٦) .

٧– مَالِكٌ : اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الاَنْصَارِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ، فَقَالَ : " لا ! حَتّٰى يُمْسَحَ الشَّعْرُ بِالْمَاءِ " أخرجه مالك فى الموطأ (ص١١) . وقال سفيان : إذا قال مالك " بلغنى " فهو إسناد قوى ، كذا قال القارئ (التعليق الممجد) (ص٧٠) وأخرجه الترمذى (١:١٥) موصولا عن أبى عبيدة بن محمد بن عمار بن ياسر قال :" سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللهِ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَ السُّنَّةُ يَا ابْنَ اَخِيْ ! وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ فَقَالَ مَسِّ الشَّعْرَ " اه . رجاله رجال الصحيح إلا

نہیں کیا۔ ابوداؤد نے اسکوروایت کیا ہےاوراسکی سند سے سکوت کیا ہے۔

۵-حضرت ابن عمرؓ جب سر کا مسح کرنا چاہتے تو ٹوپی اتار کر سر کے اگلے حصہ کا مسح کرتے تھے۔ اسکو دار قطنی نے روایت کیا ہےاور تعلیق المغنی میں اسکی سند کا صحیح ہونا مذکور ہے۔

۶-حضرت عطاء سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضوفرمایااور (مسح کے وقت) عمامہ کو ہٹایااوراپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح فرمایا۔اسکوامام شافعی نے اپنے مسند میں روایت کیا ہے۔

فائدہ:یہ حدیث اس مسئلہ میں نص صریح ہے کہ محض پگڑی پر مسح کرنا قطعا جائز نہیں اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔(فتح الباری)۔

۷-امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے عمامہ پر مسح کرنے کے بارے میں پوچھا گیاتوانہوں فرمایا کہ جائز نہیں' ہاں اس وقت جائز ہے کہ جب پانی کے ساتھ بالوں کا مسح کرے۔(مؤطا مالک)۔ ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر فرماتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہؓ سے موزوں پر مسح کے بارے میں پوچھاتوانہوں نے فرمایا''اے بھتیجے!یہ سنت ہے''

أبا عبيدة فهو من رجال الأربعة ، وثقه ابن معين وعبدالله بن أحمد بن حنبل ، وقال ابن أبي حاتم عن أبيه : "منكر الحديث " وقال في موضع آخر : " صحيح الحديث " (كذا في التهذيب ١ : ٤٦٠) قلت : فالحديث حسن.

باب النهي عن إدخال اليدين الإناء قبل غسلهما

٨— عَنْ : أَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهٖ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهٗ فِي الإِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثاً فَإِنَّهٗ لَايَدْرِيْ أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهٗ ؟رواه مسلم (١:١٣٨).

باب استحباب التسمية عند الوضوء

٩— عَنْ : رَبَاحِ بن عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُوَيْطِبٍ عَنْ جَدَّتِهٖ قَالَتْ :" سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : " لَمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ مَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِيْ ، وَلَمْ يُؤْمِنْ بِيْ مَنْ لَمْ يُحِبَّ الأَنْصَارَ

اور میں نے ان سے عمامہ پر مسح کے بارے میں پوچھا تو انہوں فرمایا کہ بالوں کو پانی کا لگنا ضروری ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اس مسئلہ میں نص صریح ہے کہ محض پگڑی پر مسح کرنا قطعاً جائز نہیں اور یہی جمہور کا مسلک ہے (فتح الباری)۔ بعض احادیث میں پگڑی پر مسح کا ذکر ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن میں " وامسحوا برأ وسکم " کے الفاظ ہیں جو اپنے مفہوم میں نہایت واضح ہیں کہ سر پر مسح کا حکم ہے اور پگڑی پر مسح کرنا حقیقتاً مسح علی الر اُس نہیں، تو جب تک حقیقت پر عمل کرنا ممکن ہو تو مجاز پر عمل کرنا درست نہیں ہوتا۔ مسح علی العمامہ کی احادیث اخبار آحاد ہیں جن سے کتاب اللہ کے حکم قطعی کو تبدیل کرنا جائز نہیں، جب کہ امام محمدؒ نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ پگڑی پر مسح پہلے جائز تھا پھر منسوخ ہو گیا (مؤطا محمد ص:٧٠)۔

باب جاگنے کے بعد ہاتھوں کو دھونے سے قبل برتن میں ڈالنے سے ممانعت

٨—حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سونے کے بعد اٹھے اسکو چاہئے کہ جب تک اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ نہ دھولے برتن میں نہ ڈالے کیونکہ اسکو یہ خبر نہیں کہ سوتے وقت اسکا ہاتھ کہاں کہاں پہنچا ہو۔

فائدہ: اس ارشاد سے (کہ اسکو یہ خبر نہیں) پانی میں بغیر دھوئے ہاتھ ڈالنے کی کراہۃ تنزیہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کا مدار محض شبہ پر ہے۔

باب بسم اللہ کا وضو میں مستحب ہونا

٩—حضرت رباح بن عبدالرحمن اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت پیغمبر ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے

وَلَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ وَلَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ" رواه أحمد عنها نفسها قالت : سمعت رسول الله ﷺ ، ورواه عنها عن أبيها والله اعلم . وفيه أبو ثفال، قال البخاري : في حديثه نظر . وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ۱:۹۲) قلت : جائز أن تكون سمعته بواسطة ، وبغيرها أيضا فروت كما بلغها . وابو ثفال هو ثمامة ابن وائل بن حصين مشهور بكنيته ، مقبول كما في التقريب . (ص۲۷) فهو مختلف فيه ، والاختلاف لا يضر.

۱۰– عَنْ : اَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ :يَا اَبَا هُرَيْرَةَ! اِذَا تَوَضَّاْتَ فَقُلْ بِسْمِ اللهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ، فَاِنَّ حَفَظَتَكَ لَا تَبْرَحُ تَكْتُبُ لَكَ الْحَسَنَاتِ ، حَتّٰى تُحْدِثَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوْءِ . رواه الطبراني في الصغيروإسناده حسن(مجمع الزوائد ۱:۸۹) وفي ردالمحتار (۱:۱۱۳)عن شرح الهداية للعيني:"رواه الطبراني في الصغير بإسناد حسن"اه.

۱۱– عَنِ : الْبَرَاءِ ﷺ مَرْفُوْعاً : مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُوْلُ حِيْنَ يَتَوَضَّأُ : بِسْمِ اللهِ ثُمَّ يَقُوْلُ

تھے کہ جو شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا تو وہ اللہ پر بھی ایمان نہیں لایا اور جس شخص نے انصار سے محبت نہ کی تو (سمجھنا چاہئے کہ) وہ مجھ پر بھی ایمان نہیں لایا اور جس شخص کا وضو صحیح نہ ہوگا تو اسکی نماز بھی درست نہ ہوگی اور اس شخص کا وضو نہیں ہوتا ہے جو وضو کرتے وقت اللہ کا نام نہ لے (یعنی بسم اللہ نہ پڑھے)۔ روایت کیا ہے اسکو احمد نے۔

۱۰-حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ان سے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ جب تم وضو کیا کرو تو بسم اللہ والحمد للہ کہہ لیا کرو اس لئے (کہ اس کہنے سے) تمہارے محافظین فرشتے اس وضو کے ٹوٹنے تک تمہارے لئے نیکیاں لکھتے رہیں گے۔روایت کیا اسکو طبرانی نے صغیر میں اور اسکی سند حسن ہے۔

فائدہ: یہ حدیث استحباب پر محمول ہے وجوب پر محمول نہیں، امام بیہقی نے رفاعہ بن رافع کی اس حدیث سے جو ابوداود باب صلوٰۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع الخ میں مذکور ہے اس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تک وضو پورا نہ ہو نماز نہیں ہوتی پھر آپ ﷺ نے اسے منہ دھونے کا حکم فرمایا، یعنی اس میں بسم اللہ کا ذکر نہیں، اسی طرح آپ ﷺ نے اعرابی کو وضو کی تعلیم دیتے وقت بسم اللہ کی تعلیم نہیں دی۔

۱۱-حضرت براءؓ رسول اللہ ﷺ سے آپ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو بندہ وضو (شروع) کرتے وقت بسم اللہ کہے پھر ہر

بِكُلِّ عُضْوٍ : اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ حِيْنَ يَفْرُغُ ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِىْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ . فَاِنْ قَامَ مِنْ فَوْرِهٖ ذٰلِكَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ يَقْرَأُ فِيْهِمَا وَيَعْلَمُ مَا يَقُوْلُ ، اِنْفَتَلَ مِنْ صَلَاتِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ ثُمَّ يُقَالُ لَهُ اِسْتَاْنِفِ الْعَمَلَ . رواه المستغفرى فى الدعوات وقال حسن غريب . كنز العمال (٥: ٧٢).

١٢– وفى الترغيب للحافظ المنذرى : " قال الإمام أبو بكر بن أبى شيبة رحمه الله : ثَبَتَ لَنَا اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ قَالَ : لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يُسَمِّ اللهَ ، كذا قال ." اه (١: ٤٢).

عضودھوتے وقت" اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمداً عبده ورسوله " کہے پھر (وضو سے) فارغ ہوکر" اللهم اجعلنى من التوابين واجعلنى من المتطهرين " کہے تو اسکے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں جس دروازہ سے چاہے داخل ہو اور اگر اسی وقت (یعنی وضو سے فارغ ہوتے ہی) دو رکعتیں نفل (اس طرح) پڑھے کہ جو کچھ ان رکعتوں میں پڑھا ہے اسکو جانتا ہو (یعنی خیال کر کے پڑھتا ہے) تو نماز پڑھکر ایسی حالت میں لوٹے گا کہ گویا اسی روز وہ پیدا ہوا ہے (یعنی صغیرہ گناہوں سے پاک ہو جائیگا) پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ از سر نو عمل کرو (یعنی گزشتہ سیئات معاف ہوئیں اب آئندہ از سر نو سیئات کا حساب ہوگا)۔ روایت کیا اسکو مستغفری نے دعوات میں اور فرمایا ہے کہ اسکی سند حسن غریب ہے، یہ کنز العمال سے نقل کیا گیا ہے۔

۱۲- اور حافظ منذری کی (کتاب) ترغیب میں ہے کہ امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک محقق طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس شخص کا وضو نہیں ہوا جس نے اللہ کا نام نہ لیا (یعنی بسم اللہ نہ کہی)۔

<u>فائدہ</u>: مطلب یہ ہے کہ وضو کامل نہیں ہوتا اس بات کی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص وضو کرے اور اس پر اللہ کا نام بھی لے (یعنی بسم اللہ کہے) تو اس کا یہ وضو اس کے تمام بدن کا پاک کرنے والا ہوگا اور جو شخص وضو کرے اور اللہ کا نام نہ لے (یعنی بسم اللہ نہ کہے) تو اس کا یہ وضو صرف اس کے اعضاءِ وضو کا پاک کرنے والا ہوگا روایت کیا اسکو دارقطنی اور ابن ماجہ نے ابن عمرؓ سے مرفوعاً جیسا کہ مشکوٰۃ اور کنز العمال میں ہے اور اگر بسم اللہ واجب ہوتی تو (بغیر اس کے پڑھے) کچھ بھی پاک نہ ہوتا (کیونکہ وضو ہی نہ ہوتا) ایسے ہی انصارؓ سے محبت نہ کرنے کی صورت میں آپ پر ایمان نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ پر ایمان کامل نہیں اس لئے کہ آپ پر ایمان کامل ہونے کا لازمی اثر یہ تھا کہ آپ کے اعوان اور مددگاروں کے ساتھ بھی محبت کا تعلق ہو اور جہاں کہیں اس میں کمی ہوگی تو اسی قدر ایمان میں کمی سمجھی جائیگی۔

باب سنية السواك

١٣– عَنْ : اَبِیْ هُرَیْرَة ﷺ ، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ : لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ ، لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضُوْءٍ " . أخرجه مالك وأحمدوالنسائی ، و صححه ابن خزيمة وذكره البخاری تعليقا ، كذا فی بلوغ المرام .

١٤– عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِیْ ﷺ ، قَالَ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِه لِشَیْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ حَتّٰی يَسْتَاكَ . رواه الطبرانی بإسناد لا بأس به . كذا فی الترغيب (١:٤٣) وفی مجمع الزوائد : " ورجاله موثقون " (١:١٨١).

١٥– عَنْ : عَلِیٍّ ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضُوْءٍ " . رواه الطبرانی فی الأوسط ، وفيه ابن إسحاق ، وهو ثقة مدلس وقد صرح بالتحديث وإسناده حسن . مجمع الزوائد (١:٨٩).

١٦– عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : " لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ الْوُضُوْءِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ ".رواه ابن حبان فی صحيحه (التلخيص الحبير،١:٢٣).

باب مسواک کے سنت ہونے کا بیان

۱۳-حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے آپ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میں اپنی امت پر مشقت ڈالدوں گا تو میں ان کو ہر وضو کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ روایت کیا ہے اس کو مالک اور احمد اور نسائی نے اور ابن خزیمہ نے اسکی تصحیح کی ہے۔

۱۴-زید بن خالد جہنیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مکان سے کسی نماز کے لئے بغیر مسواک کئے تشریف نہیں لاتے تھے۔ روایت کیا ہے اس کو طبرانی نے۔

۱۵-حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میں اپنی امت پر مشقت ڈالدونگا تو میں ان کو ہر وضو کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ روایت کیا اسکو طبرانی نے اوسط میں اور اسکی سند حسن ہے۔

۱۶-حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتی ہیں کہ اگر خیال نہ ہوتا کہ میں اپنی امت پر مشقت ڈال دوں گا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ روایت کیا اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں۔

١٧– عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها مَرْفُوعاً : " اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ ، مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ". رواه أبويعلي بأسنادين فى أحدهما ابن إسحاق وهو ثقة مدلس ، ورجال الآخر رجال الصحيح (مجمع الزوائد) . ورواه أحمد والنسائى بأسناد صحيح ، والبخارى تعليقا (آثار السنن)

بَابُ سُنِّيَّةِ الْمَضْمَضَةِ وَ الِاسْتِنْشَاقِ وَ تَجْدِيْدِ الْمَاءِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا ، وَالْمُبَالَغَةِ فِيْهِمَا فِي غَيْرِ زَمَانِ الصَّوْمِ

١٨– عَنْ : اَبِيْ وَائِلٍ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ ، قَالَ : شَهِدْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَعُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ تَوَضَّآ ثَلَاثاً ثَلَاثاً ، وَاَفْرَدَا الْمَضْمَضَةَ مِنَ الِاسْتِنْشَاقِ ، ثُمَّ قَالَا : هٰكَذَا رَاَيْنَا

١٧-حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسواک کرنا منہ کو پاک صاف کرنے والا ہے اور اللہ کو راضی کرنے والا ہے۔ روایت کیا ہے اس کو ابویعلی نے اور روایت کیا ہے احمد اور نسائی نے سند صحیح کے ساتھ۔

فائدہ: حدیث ابو ہریرہ سے مسواک کرنے پر تاکید کا ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے سنت اصطلاحیہ ہونے پر اس حدیث میں کوئی دلیل نہیں مگر اس کے بعد کی حدیث میں آپ کی عادت شریفہ کا بیان ہے کہ آپ اپنے مکان سے بغیر مسواک کئے کسی نماز کے لئے تشریف نہیں لاتے تھے یعنی یہ آپ کی دائمی عادت شریفہ تھی اس لئے یہ حدیث صراحۃ مسواک کی سنت اصطلاحیہ ہونے پر دلالت کرتی ہے لہذا صاحب ہدایہ کا مسواک کو سنت کہہ کر اس کی دلیل بیان کرنا کہ آپ ہمیشہ مسواک کیا کرتے تھے صحیح ہوگیا۔ صورت مسواک کرنے کی یہ ہے کہ دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے کیونکہ ابوداؤد نے مراسیل میں روایت کیا ہے کہ جب تم مسواک کرو تو چوڑائی میں کرو۔ اور زبان کے طول میں مسواک کرنی چاہئے جیسا کہ صحیحین میں ابوموسیٰ کی حدیث میں ہے یہ (یعنی چوڑائی میں مسواک کرنا) صرف دانتوں ہی میں ہے مگر زبان میں مسواک طول میں کرے۔ نیز مسواک وضوء کے وقت کرنا چاہئے، نماز کے وقت مسواک کرنا سنت نہیں اور جن احادیث میں نماز کے وقت مسواک کا ذکر ہے تو ان سے مراد بھی نماز کے وضو کا وقت ہے، اس پر قرینہ یہ ہے کہ مسواک کا مقصد طہارت ہے (جیسا کہ آخری حدیث اس پر دال ہے) اور طہارت وضوء سے حاصل ہوتی ہے اور وضو میں طہارت حاصل کرلینے کے بعد نماز کے وقت پھر طہارت حاصل کرنا لغو ہے۔ اگر مسواک نہ ہو تو انگلیوں سے مسواک کرلیا جائے، مسند احمد میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپؓ نے پانی منگوایا اور پھر آپؓ نے انگلی منہ میں ڈال کر دانتوں کو ملا پھر فرمایا کہ حضور ﷺ نے ایسے ہی وضوء فرمایا تھا (التلخیص الحبیر ١:٧٠، طبع مدینہ) اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسواک کے نہ ہونے کے وقت انگلیاں مسواک کے قائم مقام ہیں۔ (مجمع الزوائد، ١:٨١)

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّأَ . رواه أبو علی ابن السکن فی صحاحه . (التلخیص الحبیر) .

١٩ – سُئِلَ : اِبْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ عَنِ الْوُضُوْءِ فَقَالَ " رَاَیْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ سُئِلَ عَنِ الْوُضُوْءِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاُتِیَ بِمِیْضَاةٍ ، فَاَصْغَاهَا عَلٰی یَدِهِ الْیُمْنٰی ثُمَّ اَدْخَلَهَا فِی الْمَاءِ ، فَتَمَضْمَضَ ثَلَاثاً وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثاً ، وَ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثاً ثُمَّ غَسَلَ یَدَهُ الْیُمْنٰی ثَلَاثاً وَغَسَلَ یَدَهُ الْیُسْرٰی ثَلَاثاً ، ثُمَّ اَدْخَلَ یَدَهٗ فَاَخَذَ مَاءً ، فَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ وَاُذُنَیْهِ ، فَغَسَلَ بُطُوْنَهُمَا وَظُهُوْرَهُمَا مَرَّةً وَاحِدَةً ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَیْهِ ، ثُمَّ قَالَ اَیْنَ السَّائِلُوْنَ عَنِ الْوُضُوْءِ ؟ هٰکَذَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَتَوَضَّأُ " . رواه أبو داؤد وسکت عنه هو والحافظ المنذری " . وفی التلخیص الحبیر (١:٣١) ، " وهو ظاهر فی الفصل اه " وفی آثار السنن : " إسناده صحیح " .

باب کلی اور ناک میں پانی دینے اور دونوں کے لئے جدا جدا پانی لینے اور روزہ نہ ہونے کی صورت میں دونوں میں مبالغہ کرنے کا مسنون ہونا

١٨–ابووائل شقیق بن سلمہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے پاس حاضر ہوا اور دونوں کو وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ دونوں نے تین تین بار اعضاء وضو کو دھویا اور کلی کو ناک میں پانی دینے سے علیحدہ کیا (یعنی دونوں کے لئے جدا جدا پانی لیا) پھر فرمایا کہ اسی طرح دیکھا ہے ہم نے رسول اللہ ﷺ کو کہ آپؐ نے وضو فرمایا۔ روایت کیا اسکو ابن سکن نے اپنی صحاح میں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کیلئے علیحدہ علیحدہ پانی لیا جائے، اور وہ تمام روایات جن میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو جمع کرنے کا ذکر ہے وہ جواز پر محمول ہیں۔

١٩–حضرت ابن ابی ملیکہ سے لوگوں نے کیفیت وضو کا سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ جب آپ سے وضو کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے پانی منگوایا، آپ کے پاس وضو کرنے کا برتن لایا گیا، آپ نے اس کو اپنے دائیں ہاتھ پر جھکایا (یعنی اس برتن سے پانی ڈال کر دائیں ہاتھ کو دھویا) پھر دائیں ہاتھ کو پانی میں ڈالا (اور ہاتھ میں پانی لیکر) پھر تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی دیا اور تین بار اپنا منہ دھویا پھر تین تین دفعہ اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو پانی میں ڈال کر پانی لیا پھر اپنے سر اور دونوں کانوں کے ظاہر اور باطن کا ایک مرتبہ مسح کیا اسکے بعد اپنے دونوں پاؤں دھوئے پھر فرمایا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو (کیفیت) وضو کا سوال کرتے تھے (اور ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ) اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ روایت کیا ہے اس کو ابوداؤد نے۔

٢٠ – وقال أبو بشر الدولابی فیما جمعه من حدیث الثوری : حدثنا محمد بن بشار أخبرنا إبن مهدی عن سفیان عن أبی هاشم عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِیْطٍ عَنْ اَبِیْهِ عَن النَّبِیِّ ﷺ : " إِذَا تَوَضَّأْتَ فَأَبْلِغْ فِی الْمَضْمَضَةِ وَ الِاسْتِنْشَاقِ ، إِلَّا أَنْ تَکُوْنَ صَائِماً " . قال أبوالحسین ابن القطان : " هذا صحیح " (نیل الأوطار).

٢١ – عن : عمرو بن یحیی المازنی عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ زَیْدٍ ، وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ یَحْیٰی : اَ تَسْتَطِیْعُ اَنْ تُرِیَنِیْ کَیْفَ کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یَتَوَضَّأُ ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ زَیْدٍ : نَعَمْ ! فَدَعَا بِمَاءٍ ، فَاَفْرَغَ عَلٰی یَدِهٖ فَغَسَلَ یَدَهٗ مَرَّتَیْنِ ، ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثاً ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثاً ، ثُمَّ غَسَلَ یَدَیْهِ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهٗ بِیَدَیْهِ ، فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ ، بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهٖ حَتّٰی ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰی قَفَاهُ ، ثُمَّ رَدَّهُمَا اِلَی الْمَکَانِ الَّذِیْ بَدَأَ مِنْهُ ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَیْهِ . رواه البخاری (باب مسح الرأس کله).

٢٠-حضرت عاصم بن لقیط اپنے باپ لقیطؓ سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جب تو وضو کرے تو مضمضہ (یعنی کلی) اور استنشاق (یعنی ناک میں پانی دینے) میں مبالغہ کیا کر ہاں اگر تو روزہ دار ہو (تو ایسا نہ کر) ابوالحسین بن قطان نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

__فائدہ:__ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ کے علاوہ میں وضوء کرتے وقت کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا چاہیے۔

٢١-یحییٰ مازنی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے باپ عبداللہ بن زید سے پوچھا کہ آپ مجھ کو یہ دکھلا سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کیسے وضو فرمایا کرتے تھے؟ عبداللہ بن زید نے جواب دیا کہ ہاں (دکھلا سکتا ہوں) پھر پانی منگوایا اور اپنے ہاتھ پر پانی ڈال کر دو مرتبہ دھویا پھر تین تین بار کلی اور ناک میں پانی دیا پھر تین دفعہ اپنا منہ دھویا پھر اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دو دو مرتبہ دھوئے پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا اور دونوں ہاتھوں کو سر کے اگلے اور پچھلے (دونوں حصوں) پر پھیرا (اس طرح کہ) مسح کو سر کے اگلے حصہ سے شروع کیا اور دونوں ہاتھوں کو سر کی گدی کی طرف لے گئے پھر دونوں ہاتھوں کو (سر پر پھیرتے ہوئے) اسی جگہ لوٹا لائے جس جگہ سے مسح شروع کیا تھا (یعنی سر کے اگلے حصہ پر) پھر اپنے دونوں پیروں کو دھویا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

__فائدہ:__ اس جگہ خارجی قرائن کی وجہ سے لفظ کان دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے جس سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی سنیت معلوم ہوتی ہے، نیز وضوء میں دھوئے جانے والے اعضاء میں افضل یہ ہے کہ ہر عضو تین تین مرتبہ دھویا جائے اور بعض

باب أفراد المضمضة من الاستنشاق

٢٢– عَنْ : عَبْدِ اللهِ الصُّنَابِحِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : " إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ فَمَضْمَضَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ فِيْهِ ، فَإِذَا اسْتَنْثَرَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ أَنْفِهِ ، فَإِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ وَجْهِهِ ، حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَشْفَارِ عَيْنَيْهِ ، فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ يَدَيْهِ ، حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ ، فَإِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رَأْسِهِ ، حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ أُذُنَيْهِ ، فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رِجْلَيْهِ ، حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِ رِجْلَيْهِ ، ثُمَّ كَانَ مَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَصَلٰوتُهُ نَافِلَةً " . رواه مالك والنسائی وابن ماجة والحاكم ، وقال : صحيح على شرطهما ولا علة له ، والصنابحی صحابی مشهور كذا فی الترغيب (١:٤٠) .

٢٣– عَنْ : طَلْحَةَ بْنِ مصرف عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ : دَخَلْتُ يَعْنِيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

اعضاء کا صرف دو، دومرتبہ دھویا جانا جیسا کہ اس حدیث میں ہے، بیان جواز پر محمول ہے۔

باب اس بیان میں کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا الگ الگ چلو سے افضل ہے

٢٢–عبداللہ صنابحی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بندہ جب وضو کرتا ہے پس کلی کرے تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں پھر جب ناک میں پانی دیتا ہے تو اس کی ناک سے گناہ نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے پلکوں کے نیچے سے گناہ نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے (یعنی کہنیوں سمیت) تو اس کے ہاتھوں سے گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ اسکے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو گناہ اسکے سر سے نکل جاتے ہیں حتی کہ اسکے دونوں کانوں سے نکل جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو گناہ اسکے دونوں پاؤں سے نکل جاتے ہیں حتی کہ اسکے پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں پھر اس کا مسجد کی طرف چلنا اور نماز پڑھنا اس کے لئے زائد چیز ہوتی ہے۔ اس کو مالک اور نسائی اور ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری، مسلم کی شرط پر صحیح ہے (ترغیب)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ناک میں پانی دینا کلی کے بعد ہے ساتھ ساتھ نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ نے کلی کا ذکر کر کے فرمایا "پھر جب ناک میں پانی دیتا ہے" الخ، اس سے دونوں کا آگے پیچھے ہونا معلوم ہوا۔

٢٣–طلحہ بن مصرف اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک بار) میں رسول اللہ ﷺ کی

وَهُوَ يَتَوَضَّأُ وَالْمَاءُ يَسِيْلُ مِنْ وَجْهِهٖ وَ لِحْيَتِهٖ عَلَى صَدْرِهٖ ، فَرَأَيْتُهُ يَفْصِلُ بَيْنَ الْمَضْمَضَةِ وَ الإِسْتِنْشَاقِ . رواه أبو داود (١٣٧:١، مع غاية المقصود) وسكت عنه هو والمنذرى ، فهو صالح للاحتجاج عندهما وحسنه الحافظ أبو عمرو بن الصلاح ، كما نقل الشوكانى فى السيل الجزار كذا فى العرف الشذى (ص٣١) ولفظ الطبرانى : يَأْخُذُ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مَاءً جَدِيْدًا .

٢٤— عَنْ : عُثْمَانَ ﷺ (مرفوعا) : " مَنْ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلاَ ثاً ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ ثَلاَثاً ، ثُمَّ اسْتَنْشَقَ ثَلاَثاً وَ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاَثاً وَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ، ثُمَّ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتّٰى يَقُوْلَ : أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَ الْوُضُوْئَيْنِ". رواه أبو يعلى. وهو ضعيف كذا فى كنز العمال وإنما ذكرناه اعتضادا لما قبله.

٢٥— عن : حَبَّانَ بْنِ وَاسِعِ الأَنْصَارِيِّ ؛ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ

خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ وضو کر رہے تھے اور پانی آپ کے چہرہ مبارک اور ڈاڑھی پر بہہ رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ آپ کلی کرنے اور ناک میں پانی دینے میں فصل کرتے تھے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر ابوداؤد اور منذری نے سکوت کیا ہے جو ان کے نزدیک اس حدیث کے قابل احتجاج ہونے کی دلیل ہے۔ اور حافظ ابن صلاح نے اس کو حسن کہا ہے جیسا کہ شوکانی نے ان سے نقل کیا ہے اور طبرانی کے الفاظ اس حدیث میں یہ ہیں کہ آپ ہر ایک کیلئے نیا پانی لیتے تھے۔

فائدہ: یہ حدیث اس مسئلہ کے متعلق صریح ہے کہ کلی کو ناک میں پانی دینے سے الگ کرنا چاہئے اور دونوں کے لئے نیا پانی لیا جائے۔

٢٤—حضرت عثمانؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ جو شخص وضو کرے اور تین دفعہ ہاتھ دھوئے پھر تین دفعہ کلی کرے پھر تین دفعہ ناک میں پانی دے اور تین دفعہ منہ دھوئے اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوئے اور سر کا مسح کرے پھر دونوں پاؤں دھوئے اور اس کے بعد جب تک "اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له وان محمدا عبده ورسوله" نہ کہے کوئی بات نہ کرے تو اس کے لئے ایک وضو سے دوسرے وضو تک کے گناہ بخش دئے جائیں گے۔ اس کو ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور یہ ضعیف ہے (کنز العمال) مگر ہم نے اس کو پہلی احادیث کی تائید میں ذکر کیا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی مضمضہ (کلی کرنا) اور استنشاق (ناک میں پانی دینے) میں فصل معلوم ہوا۔

ابْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيِّ يَذْكُرُ اَنَّهُ رَاَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ فَتَمَضْمَضَ ثُمَّ اسْتَنْثَرَ ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثاً . الحديث رواه سعيد بن منصور ومسلم و أبو داود والترمذي .

بَابُ مَسْحِ الْاُذُنَيْنِ بِمَاءِ الرَّأْسِ وَ صِفَةِ مَسْحِهِمَا

۲٦– عَنِ : ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ " اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّأَ ، فَغَرَفَ غُرْفَةً فَغَسَلَ وَجْهَهُ ، ثُمَّ غَرَفَ غُرْفَةً فَغَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى ، ثُمَّ غَرَفَ غُرْفَةً فَغَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى ، ثُمَّ غَرَفَ غُرْفَةً فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَ اُذُنَيْهِ وَ اَدْخَلَهُمَا بِالسَّبَّابَتَيْنِ ، وَ خَالَفَ بِاِبْهَامَيْهِ اِلٰى ظَاهِرِ اُذُنَيْهِ ، فَمَسَحَ ظَاهِرَهُمَا وَ بَاطِنَهُمَا ، ثُمَّ غَرَفَ غُرْفَةً فَغَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ، ثُمَّ غَرَفَ غُرْفَةً فَغَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى " رواه ابن حبان في صحيحه وابن خزيمة وابن مندة (التلخيص الحبير) .

۲۷– عَنِ : ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : " اَلْاُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ ". رواه

۲۵–حبان بن واسع انصاری سے روایت ہے کہ ان کے باپ نے ان سے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن زید بن عاصم مازنی کو یہ ذکر کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ نے کلی کی پھر ناک (میں پانی دیا اور ناک) جھاڑی پھر چہرہ کو دھویا تین مرتبہ الحدیث۔ اس کو سعید بن منصور، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے (کنز العمال)۔

فائدہ: اس سے بھی مضمضہ اور استنشاق میں فصل معلوم ہوا۔ اور دونوں کو ساتھ ساتھ ایک چلو سے کرنا بھی ہمارے نزدیک جائز ہے مگر افضل دونوں میں فصل کرنا ہے، اور دونوں کو ساتھ ساتھ ایک چلو سے کرنے کی وہی حیثیت ہے جو ایک ایک مرتبہ وضو کرنے کی ہے (جیسا کہ بعض روایات میں ایک ایک مرتبہ وضو کرنا مذکور ہے) تو جس طرح یہ بیان جواز پر محمول ہے اسی طرح مضمضہ اور استنشاق کو جمع کرنا بھی بیان جواز پر محمول ہے۔

باب کانوں کا مسح کرنا سر کے (بچے ہوئے) پانی سے اور کیفیت مسح

۲٦–حضرت ابن عباسؓ حضرت رسول اللہ ﷺ کا فعل بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے وضو کیا (اس طرح کہ) ایک چلو پانی لیا اور اپنا منہ دھویا پھر ایک چلو پانی لیا اور اپنا دایاں ہاتھ دھویا پھر ایک چلو پانی لیا اور اپنا بایاں ہاتھ دھویا پھر ایک چلو پانی لیا اور اس سے اپنے سر کا اور کانوں کے اندر کا شہادت کی انگلیوں سے اور کانوں کے باہر کا پیچھے کی جانب سے اپنے انگوٹھوں سے مسح کیا تو دونوں کا اندر اور باہر مسح کیا پھر ایک چلو پانی لیا اور اپنا دایاں پاؤں دھویا پھر ایک چلو پانی لیا اور اپنا بایاں پاؤں دھویا۔ روایت کیا اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور تصحیح کی اس کی ابن خزیمہ اور ابن مندہ نے (التلخیص الحبیر)۔

۲۷– حضرت ابن عباسؓ حضرت رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ دونوں کان سر میں داخل ہیں۔

الدارقطنی (١:٣٦) . وفی تخریج الزیلعی (١:١١) ، قال ابن القطان : " إسناده صحیح لاتصاله وثقة رواته " .

٢٨ ــ عَنْ : عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَیْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : " اَلْاُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ " رواه ابن ماجة (١:٣٥) ورجاله رجال مسلم إلا حبیب بن زید ، وذکره ابن حبان فی الثقات فی أتباع التابعین ، کما فی تخریج الزیلعی (١:١٣) . وفی التلخیص (١:٣٣) " قواه المنذری وابن دقیق العید " .

٢٩ ــ عَنِ : ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَسَحَ اُذُنَیْهِ دَاخِلَهُمَا بِالسَّبَّابَتَیْنِ وَ خَالَفَ اِبْهَامَیْهِ اِلٰی ظَاهِرِ اُذُنَیْهِ فَمَسَحَ ظَاهِرَهُمَا وَ بَاطِنَهُمَا . رواه ابن ماجة (١:٣٥) وفی تخریج الزیلعی (١:١٢) ، قال فی الإمام " وهذا إسناد صحیح " .

٣٠ ــ حدثنا : محمود بن خالد وهشام بن خالد المعنی قالا : حدثنا الولید بهذا الإسناد (المذکور من قبل هذا) قَالَ : " وَمَسَحَ (رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ) بِاُذُنَیْهِ ظَاهِرِهِمَا وَ بَاطِنِهِمَا ــ زاد هشام ــ وَاَدْخَلَ اَصَابِعَهٗ فِیْ صِمَاخِ اُذُنَیْهِ " رواه أبوداؤد وسکت عنه (١:١٨) . وفی التلخیص الحبیر : " أبو داود والطحاوی من حدیث المقدام بن معدیکرب ، وإسناده حسن اه " .

روایت کیا اس کو دارقطنی نے۔

٢٨ ــ حضرت عبداللہ بن زیدؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ دونوں کان سر میں داخل ہیں۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

٢٩ ــ حضرت ابن عباسؓ رسول اللہ ﷺ کا فعل نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے دونوں کانوں کے اندر کا مسح دونوں شہادت کی انگلیوں سے کیا اور اپنے دونوں انگوٹھوں سے دونوں کانوں کے باہر (یعنی اوپر) کا پیچھے کی جانب سے مسح کیا تو دونوں کانوں کے اندر اور باہر کا مسح کیا۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

٣٠ ــ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں کانوں کے اندر اور باہر مسح کیا اور ہشام (راوی حدیث) اتنا اور بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے (کانوں کا مسح کرتے وقت) اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں کے سوراخ میں داخل کیا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

۳۱– حدثنا : إبراهيم بن سعيد قال : حدثنا وكيع قال : حدثنا الحسن بن صالح عن عبد الله بن محمد بن عقيل عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ رضى الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ فَأَدْخَلَ إِصْبَعَيْهِ فِىْ جُحْرَىْ أُذُنَيْهِ ، رواه أبو داود وسكت عنه . قلت : وقد روى الترمذى حديثا عن عبدالله هذا عن الربيع ، ثم قال : "حسن صحيح" وقال فى أوائل كتابه (۱:۳) : عبدالله بن محمد بن عقيل هو صدوق وقد تكلم فيه بعض أهل العلم من قبل حفظه ، وسمعت محمد بن إسماعيل يقول : كان أحمد بن حنبل وإسحاق بن إبراهيم و الحميدى يحتجون بحديث عبد الله بن محمد بن عقيل ، قال محمد (البخارى) : " وهو مقارب الحديث " قلت : كفى به قدوة ، لا سيما إذا وافقه فيه غيره أيضا ، وبقية رجال السند رجال مسلم.

۳۲– حدثنا : ربيع المؤذن قال : ثنا أسد قال : ثنا ابن لهيعة قال ثنا محمد بن عجلان عن عبد الله بن محمد بن عقيل عَنِ الرُّبَيِّعِ ابْنَةِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ رضى الله عنها أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ عِنْدَهَا . فَمَسَحَ رَأْسَهُ عَلٰى مَجَارِى الشَّعْرِ ، وَ مَسَحَ صُدْغَيْهِ وَ أُذُنَيْهِ ظَاهِرَهُمَا وَ بَاطِنَهُمَا . أخرجه الطحاوى ورجاله ثقات . وابن لهيعة وثقه أحمد وحسن له الترمذى ، واحتج به غير واحد . وابن عقيل احتج به الحاكم فى المستدرك وقوى أمره

۳۱–ربیع بنت معوذؓ رسول اللہ ﷺ کا وضو کرنا بیان کر کے فرماتی ہیں کہ آپ نے اپنی (شہادت کی) دونوں انگلیوں کو اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں میں داخل کیا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

فائدہ: اس باب کی اول حدیث صراحۃً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے ایک ہی دفعہ پانی لے کر سر اور کانوں کا مسح کیا اور کانوں کے مسح کیلئے جدا پانی نہیں لیا۔ لہذا یہ ثابت ہوگیا کہ کانوں کا مسح سر کے بچے ہوئے پانی سے ہونا چاہئے اور کان باب مسح میں سر کے حکم میں داخل ہیں چنانچہ دوسری اور تیسری حدیث میں موجود ہے کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ دونوں کان سر میں داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ مقصود اس فرمانے سے حکم شرعی کا بیان ہے (جس میں وضو بھی داخل ہے یعنی باب مسح میں کان بھی سر کے حکم میں ہیں) اور شارع کا یہی منصب ہے اور یہ مقصود نہیں کہ احکام تشریع اور خلقت میں کان بحکم سر ہیں کیونکہ یہ منصب طبیب کا ہے۔

۳۲– ربیع بنت معوذ بن عفراء سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس وضو کیا پھر سر کے بالوں کو اپنی ہیئت پر رکھ کر سر کا مسح کیا اور دونوں کنپٹیوں اور دونوں کانوں کا مسح کیا اندر سے بھی اور باہر سے بھی ۔ اس کو طحاوی

وقال : "هو مستقيم الحديث مقدم فى الشرف " (١٥٢:١) وسرد له الطحاوى طرقا عديدة إلى عبد الله بن محمد بن عقيل عن الربيع عن النبى ﷺ مثله ثم قال : " ففى هذه الآثار أن حكم الأذنين ما أقبل منهما وما أدبر من الرأس ، وقد تواترت الآثار بذلك ما لم تتواتر بما خالفه اه ".

٣٣– عَنْ : أَبِىْ أُمَامَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " إِذَاتَوَضَّأَ الْمُسْلِمُ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ، كُفِّرَتْ بِهِ مَا عَمِلَتْ يَدَاهُ ، فَإِذَا غَسَلَ وَجْهَهٗ كُفِّرَتْ عَنْهُ مَا نَظَرَتْ إِلَيْهِ عَيْنَاهُ وَإِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهٖ كُفِّرَتْ عَنْهُ مَا سَمِعَتْ أُذُنَاهُ " . الحديث . وفيه أبو غالب مختلف فى الاحتجاج به ، وبقية رجاله ثقات ، وقد حسن الترمذى لأبى غالب وصحح له أيضا ورواه أحمد من طرق صحيحة . انتهى ملخصاً من مجمع الزوائد قلت : وقد مر حديث عبد الله الصنابحى فى الباب السابق وفيه : " فَإِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهٖ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رَأْسِهٖ ، حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ أُذُنَيْهِ " وصححه الحاكم على شرطهما ، وأقره عليه المنذرى .

باب سنية تخليل اللحية و كيفيته

٣٤– عن : عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ؓ أَنَّ النَّبِىَّ ﷺ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهٗ . رواه الترمذى

نے روایت کیا ہےاوراس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے کانوں کا مسح سر کے ساتھ کیا ہے کیونکہ راوی نے اس کو مسح راس کے بعداور کنپٹیوں کے مسح کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کا مسح اتفاقاً سر ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔

٣٣–ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب مسلمان وضوکرتا ہے اور ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں نے جو گناہ کئے ہیں (مراد گناہِ صغیرہ ہیں) وہ معاف ہوجاتے ہیں پھر جب منہ دھوتا ہے تو اس کی آنکھوں نے جو گناہ کئے ہیں وہ معاف ہوجاتے ہیں اور جب سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے کانوں نے جو (ناجائز باتیں) سننے کے گناہ کئے ہیں وہ معاف ہوجاتے ہیں الخ۔ اس کو امام احمد نے طرق صحیحہ سے روایت کیا ہے (مجمع الزوائد) اور پہلے باب میں عبداللہ صنابحی کی جو حدیث گذری ہے اسمیں بھی یہ مضمون ہے کہ جب سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کے کانوں سے بھی نکل جاتے ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کان شرعاً سر کے ساتھ ہیں چہرہ کے ساتھ نہیں ورنہ حضور ﷺ کانوں کے گناہ نکلنے اور معاف ہونے کو چہرہ دھونے کے ساتھ ذکر فرماتے مگر حضور ﷺ نے اس کا ذکر سر کے مسح کے ساتھ فرمایا ہے معلوم ہوا کہ کان کا مسح سر کے مسح

وقال : هذا حديث حسن صحيح (١:٦) وفي بلوغ المرام : وصححه ابن خزيمة .

٣٥– عن عَائِشَةَ رضى الله عنها أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ خَلَّلَ لِحْيَتَهُ بِالْمَاءِ . رواه أحمد ورجاله موثقون (مجمع الزوائد) وإسناده حسن كما في التلخيص الحبير (ص:١١٣١) .

٣٦– عَنْ : أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ قَالَ : وَضَّأْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَادْخَلَ تَحْتَ حَنَكِهِ فَخَلَّلَ لِحْيَتَهُ ، فَقُلْتُ مَا هٰذَا ؟ فَقَالَ بِهٰذَا أَمَرَنِيْ رَبِّيْ عَزَّ وَ جَلَّ . رواه الطبراني في الأوسط ورجاله وثقوا (مجمع الزوائد ، ١:٩٦) .

٣٧– حدثنا محمد بن خالد الصفار من أصله – وكان صدوقا – ثنا محمد بن حرب ، ثنا الزبيدي عن الزهري عَنْ أَنَسٍ ؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ ، فَأَدْخَلَ أَصَابِعَهُ تَحْتَ لِحْيَتِهِ ، وَخَلَّلَ بِأَصَابِعِهِ وَقَالَ : هٰكَذَا أَمَرَنِيْ رَبِّيْ . رواه الذهلي في الزهريات

کے ساتھ ہے چہرہ کے ساتھ نہیں۔

باب ڈاڑھی کے خلال کے سنت ہونے اور اس کی کیفیت کا بیان

۳۴–حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی ڈاڑھی مبارک میں خلال فرمایا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۳۵–حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر ﷺ جس وقت وضو فرماتے تو ڈاڑھی مبارک میں پانی سے خلال فرمایا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور اسکی سند حسن ہے۔

فائدہ: ان دنوں حدیثوں میں خارجی قرائن کی وجہ سے لفظ کان استمرار پر دلالت کرتا ہے جس سے ڈاڑھی کا خلال کرنا مسنون ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۳۶–حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرایا تو آپ نے (منہ دھوتے وقت) اپنی ٹھوڑی کے نیچے (ہتھیلی) داخل کی پھر اپنی ڈاڑھی مبارک میں خلال فرمایا میں نے کہا یہ (یعنی خلال کرنا) کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میرے رب عزوجل نے مجھ کو اس کا حکم فرمایا ہے۔ روایت کیا اس کو طبرانی نے اوسط میں۔

۳۷–حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور (منہ دھوتے وقت) اپنی انگلیاں ٹھوڑی کے نیچے داخل کر کے ڈاڑھی میں خلال فرمایا اور فرمایا کہ اسی طرح میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے۔ روایت کیا اس کو ذہلی نے زہریات میں

وصححه ابن القطان والحاكم قبله (التلخيص الحبير).

٣٨– عن : أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ أَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ ، فَأَدْخَلَهُ تَحْتَ حَنَكِهِ ، فَخَلَّلَ بِهِ لِحْيَتَهُ ، وَ قَالَ : هٰكَذَا أَمَرَنِيْ رَبِّيْ . رواه أبو داود وسكت عنه هو والمنذرى ، وعزاه العزيزى إلى أبى داود والحاكم ، ثم قال : " قال الشيخ : حديث صحيح ".

باب تخليل الأصابع ودلك الأعضاء

٣٩– عن لَقِيْطِ بْنِ صَبِرَةَ ﷺ ، قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : " إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلِ الْأَصَابِعَ " رواه الترمذى وقال هذا حديث حسن صحيح (١:٧) .

٤٠– عَنِ : ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَال : " إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ أَصَابِعَ يَدَيْكَ وَ رِجْلَيْكَ " . رواه الترمذى وقال : هذا حديث حسن غريب . وفى التلخيص الحبير : وفيه صالح مولى التوئمة ، وهو ضعيف ، لكن حسنه البخارى ، لأنه من رواية موسى بن عقبة عن صالح ، وسماع موسى منه قبل أن يختلط ".

اور صحیح کی اس کی ابن قطان نے ۔

٣٨–حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ جس وقت وضو فرماتے تھے تو ایک ہتھیلی میں پانی لیتے اور پھر ہتھیلی اپنی ٹھوڑی کے نیچے داخل کر کے اس سے اپنی ڈاڑھی کا خلال فرماتے تھے اور آپ نے یہ فرمایا کہ میرے رب نے مجھے ایسا ہی حکم فرمایا ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

فائدہ: جمہور کے نزدیک یہ امر استحباب پر محمول ہے البتہ آپؐ کے مواظبت سے خلال لحیہ مسنون ہے۔

باب انگلیوں میں خلال کرنے اور اعضاء کے ملنے کا بیان

٣٩–حضرت لقیط بن صبرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تو وضو کرے تو انگلیوں میں خلال کر۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٤٠–حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تو وضو کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں اور اپنے دونوں پیروں کی انگلیوں میں خلال کر۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

٤١ – عن : المستورد بن شداد الفهری ﷺ ، قَالَ : رَأَيتُ النَّبِیَّ ﷺ إِذَا تَوَضَّأَ دَلَكَ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخِنْصَرِهِ . رواه الترمذی وقال : هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من حديث ابن لهيعة . وفی التلخيص الحبير : لكن تابعه الليث بن سعد وعمرو بن الحارث أخرجه البيهقی وأبو بشر الدولابی ، والدار قطنی فی غرائب مالك من طريق ابن وهب عن الثلاثة ، وصححه ابن القطان .

٤٢ – عَن : عَبدِ اللهِ بنِ زَيدٍ ﷺ : " أَنَّهُ ﷺ أَتَى بِثُلُثَیْ مُدٍّ ، فَجَعَلَ يَدلُكُ ذِرَاعَيهِ " أخرجه أحمد وصححه ابن خزيمة (بلوغ المرام ص٩) وفی النيل (١:٤٩) : "عَنْ عَبدِ اللهِ بنِ زَيدِ بنِ عَاصِمٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ تَوَضَّأَ فَجَعَلَ يَقُولُ هٰكَذَا يَدلُكُ . رواه أحمد ". "وفيه فهو إحدى روايات حديثه المشهور ".

٤٣ – عَن : ابنِ عُمَرَ ﷺ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا تَوَضَّأَ عَرَكَ عَارِضَيهِ بَعْضَ العَرْكِ ، ثُمَّ شَبَكَ لِحيَتَهُ بِأَصَابِعِهِ مِنْ تَحتِهَا . رواه ابن ماجة والدار قطنی والبيهقی ، وصححه ابن السكن (التلخيص الحبير) وذكر فيه كلاما غير مضر لعدم اعتبار

۴۱–مستورد بن شداد فہریؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ وضو کرتے تھے تو اپنے دونوں پیروں کی انگلیوں میں چھنگلیا سے خلال فرماتے تھے۔روایت کیا اس کو ترمذی نے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اس کو بجز ابن لہیعہ کی روایت کے نہیں پہچانتے۔

۴۲–حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس (وضو کے لئے) دو تہائی مُد پانی لایا گیا (یعنی ایسے پانی سے بھرے برتن سے وضو کیا جس میں اسی روپے کے سیر سے ساڑھے نو چھٹانک گیہوں سما جاتے ہیں اور ہم نے جو تجربہ کیا تو اس پانی کا وزن بھی ساڑھے نو چھٹانک ہی پایا) اور آپ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک ملتے تھے۔روایت کیا اس کو امام احمد نے اور تصحیح کی اس کی ابن خزیمہ نے۔ (یہ مقدار جناب رسول اللہ ﷺ کے وضو کے پانی کی ہے اور بطور تحدید نہیں ہے۔پس اسراف تو پانی میں کرے نہیں اور اعضاء کو اچھی طرح دھولے اس میں جس قدر بھی پانی صرف ہو)۔حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے وضو فرمایا اور اعضاء کو ملنے لگے۔روایت کیا اس کو احمد نے۔(نیل)۔

۴۳–ابن عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو فرماتے تھے تو کچھ خفیف سا رخساروں کو ملتے تھے پھر نیچے کی جانب سے اپنی ڈاڑھی میں اپنی انگلیاں داخل فرماتے۔روایت کیا اسکو ابن ماجہ،دار قطنی اور بیہقی نے اور صحیح کہا ہے

الإختلاف في التصحيح . وقد عزاه العزيزى (١٢١:١) إلى ابن ماجة ثم قال : "بإسناد حسن".

باب سنية تكرار الغسل إلى الثلاث و جوازه مرة أو مرتين و كون الزيادة على الثلاث ممنوعا

٤٤– حدثنا : عبد العزيز بن عبد الله الأويسى قال حدثنى إبراهيم بن سعد عن ابن شهاب أن عطاء بن يزيد أخبره أَنَّ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ أَخْبَرَهٗ أَنَّهٗ رَآى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا الْإِنَاءَ ، فَأَفْرَغَ عَلٰى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِيْنَهٗ فِي الْإِنَاءِ ، فَمَضْمَضَ وَ اسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثاً ، وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ، لَايُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهٗ ، غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ " . رواه البخاري .

٤٥– عَنْ : أَنَسٍ ﷺ ، دَعَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِوَضُوْءٍ ، فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ مَرَّةً

اسکوابن السکن نے۔

<u>فائدہ</u>: اگر پانی انگلیوں کے درمیانی جگہ میں بغیر خلال کے نہ پہنچے تو خلال کرنا فرض ہے ورنہ مستحب ہے، اور اعضاء کوملنا سنت مؤکدہ ہے کیونکہ آپؐ نے اس پر مواظبت فرمائی ہے۔

باب اس بیان میں کہ وضو میں تین بار اعضاء کا دھونا سنت ہے اور ایک باریا دو بار دھونا جائز ہے اور تین بار سے زیادہ دھونا منع ہے

۴۴-حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام حمران سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک برتن (پانی کا) منگایا پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں پر (اس پانی کو) تین بار ڈالا اور ان کو دھویا پھر اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈالا اور (اس میں سے پانی لے کر) کلی فرمائی اور ناک صاف کی پھر منہ تین دفعہ دھویا اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک تین بار دھوئے پھر سر کا مسح کیا پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک تین مرتبہ دھوئے پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے پھر اس طرح دو رکعت نماز (نفل) پڑھے کہ ان میں اپنے آپ سے باتیں نہ کرے تو اس کے (تمام) گذشتہ گناہ (صغائر) معاف کردیے جاتے ہیں اس کو

وَرِجْلَيْهِ مَرَّةً ، وَقَالَ : " هٰذَا وُضُوْءُ مَنْ لَّا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ غَيْرَهُ " ثُمَّ مَكَثَ سَاعَةً ، وَدَعَا بِوَضُوْءٍ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ، ثُمَّ قَالَ : " هٰذَا وُضُوْءُ مَنْ يُّضَاعِفُ اللهُ لَهُ الْاَجْرَ " ثُمَّ مَكَثَ سَاعَةً ، وَدَعَا بِوَضُوْءٍ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ ثَلَاثًا ، ثُمَّ قَالَ : " هٰذَا وُضُوْءُ نَبِيِّكُمْ وَوُضُوْءُ النَّبِيِّيْنَ قَبْلَهُ ، اَوْقَالَ قَبْلِيْ " . رواه أبو على ابن السكن فى صحيحه (التلخيص الحبير) .

٤٦ – عَنْ : أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَ : " مَنْ تَوَضَّأَ وَاحِدَةً فَتِلْكَ وَظِيْفَةُ الْوُضُوْءِ الَّتِيْ لَا بُدَّ مِنْهَا ، وَمَنْ تَوَضَّأَ اِثْنَتَيْنِ فَلَهُ كِفْلَانِ مِنَ الْاَجْرِ ، وَمَنْ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا فَذٰلِكَ وُضُوْئِيْ وَوُضُوْءُ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ . رواه الإمام أحمد وابن ماجة ، وفى إسنادهما زيد العمى ، وقد وثق ، وبقية رواة احمد رواة الصحيح ، كذا فى الترغيب – حديث رقم ٢٨ .

(ابوعبداللہ) بخاری نے روایت کیا ہے۔

۴۵-حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیلئے پانی منگوایا اور اپنے منہ اور دونوں ہاتھوں کو ایک بار دھویا اور دونوں پاؤں کو ایک بار دھویا اور فرمایا کہ یہ وضو اس شخص کا ہے کہ جس سے اس کے سوا اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے (یعنی وضو اس مقدار سے کم جائز نہیں اور خدا کے ہاں معتبر نہیں) پھر آپ ایک گھڑی ٹھہرے اور وضو کیلئے پانی منگوایا اور اپنے منہ اور دونوں ہاتھوں کو دو دو بار دھویا پھر فرمایا یہ وضو اس شخص کا ہے جس کا دگنا ثواب اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں (کیونکہ مقدار فرض تو ایک بار دھونا ہے پس جب ایک بار سے زیادہ دھوئے گا تو ثواب بھی بڑھے گا) پھر آپ ایک ساعت ٹھہرے اور وضو کیلئے پانی منگوایا اور اپنے منہ کو تین بار اور دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا پھر فرمایا یہ وضو تمہارے نبی کا ہے (یعنی میرا) اور ان انبیا کا ہے جو ان سے پہلے (یعنی مجھ سے پہلے) ہوئے ہیں یا آپ نے (یہ) فرمایا ''مجھ سے پہلے'' (یعنی راوی کو شک ہے کہ ان سے پہلے فرمایا یا مجھ سے پہلے فرمایا اور مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے اور یہ وضو یعنی تین بار دھونا چونکہ مسنون اور افضل ہے اس لئے اس کی نسبت آپ کی طرف اور دیگر انبیاء کی طرف کی گئی کہ وہ حضرات افضل پر عمل کرنے کی نہایت درجہ سعی فرماتے ہیں اور اس حدیث میں سر کے مسح کا ذکر نہیں ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ مسح تو ہر صورت میں ایک ہی بار ہوتا ہے خواہ اعضاء ایک بار دھوئے جائیں یا دو بار یا تین بار پس اس وجہ سے راوی نے مسح کا ذکر نہیں کیا)۔ اس حدیث کو ابو علی ابن السکن نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

۴۶-حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص ایک بار وضو کرے تو وہ ایسی مقرر مقدار وضو کی ہے جس سے چارہ نہیں (یعنی بغیر اس کے پورا کئے وضو صحیح نہیں ہوسکتا) اور جو دو بار وضو کرے تو اس کے لئے دوچند اجر ہے اور جو تین بار وضو کرے تو وہ میرا، اور مجھ سے پہلے انبیاء کا وضو ہے اس کو امام احمد نے اور ابن ماجہ نے روایت کیا

۴۷– عَنِ : ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه قَالَ : تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَّةً مَرَّةً .

۴۸– وَعَنْ : عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ توضأ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ . رواهما البخاري .

۴۹– عَنْ : عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : يَارَسُوْلَ اللهِ ! كَيْفَ الطُّهُوْرُ ؟ فَدَعَا بِمَاءٍ فِيْ إِنَاءٍ ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثاً ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثاً ، ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثاً ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ ، ثُمَّ أَدْخَلَ إِصْبَعَيْهِ فِيْ أُذُنَيْهِ ، وَمَسَحَ بِإِبْهَامَيْهِ عَلٰى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ ، وَبِالسَّبَّابَتَيْنِ بَاطِنَ أُذُنَيْهِ ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثاً ، ثُمَّ قَالَ : "هٰكَذَا الْوُضُوْءُ ، مَنْ زَادَ عَلٰى هٰذَا أَوْ نَقَصَ فَقَدْ أَسَاءَ وَظَلَمَ" . رواه أبو داود و النسائي وابن خزيمة وابن ماجة من طرق صحيحة . (التلخيص الحبير) .

ہے اور ان دونوں کی اسناد میں زید عمی ہے اور اس کی توثیق کی گئی ہے اور باقی راوی امام احمد کی سند کے صحیح (بخاری) کے راوی ہیں ایسا ہی (کتاب) ترغیب وترہیب میں (مذکور) ہے۔

۴۷– حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایک بار وضو فرمایا

۴۸– اور حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے دو دو بار وضو کیا ان دونوں (حدیثوں) کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۴۹– عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ یارسول اللہ! وضو کس طرح (کیا جاتا) ہے؟ پس آپ نے برتن میں پانی منگوایا اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو (یعنی ہاتھوں کو گٹوں تک) تین بار دھویا پھر منہ کو تین بار دھویا پھر دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا پھر سر کا مسح فرمایا پھر اپنی دو انگلیوں کو دونوں کانوں (کے سوراخ) میں داخل کیا اور دونوں انگوٹھوں سے ظاہر کانوں کا اور دونوں انگشت شہادت سے اندرون کانوں کا مسح کیا پھر دونوں پاؤں کو تین تین بار دھویا پھر فرمایا اسی طرح ہے وضو، جو شخص اس پر زیادتی کرے (یعنی تین بار سے زیادہ دھوئے) یا (ایک بار دھونے میں بھی) کمی کرے تو بے شک اس نے برا کیا اور ظلم کیا (اپنے نفس پر) اس کو ابوداود، نسائی، ابن خزیمہ اور ابن ماجہ نے صحیح سندوں سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح ہے تلخیص حبیر میں۔

<u>فائدہ:</u> ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ اعضاء کو دھونا بھی جائز ہے لیکن تین مرتبہ دھونا افضل ہے اور مسنون ہے۔

باب أن النية ليست واجبة في الوضوء

۵۰– عَنْ : اَنسٍ ﷺ قَالَ : " خَرَجَ عُمَرُ مُتَقَلِّداً سَیْفَهٗ ، فَلَقِیَهٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ زُھْرَۃَ ، فَقَالَ : اَیْنَ تَعْمَدُ یَا عُمَرُ ؟ فَقَالَ : اُرِیْدُ اَنْ اَقْتُلَ مُحَمَّداً ، قَالَ : وَ کَیْفَ تَاْمَنُ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَبَنِیْ زُھْرَۃَ وَ قَدْ قَتَلْتَ مُحَمَّداً ؟ فَقَالَ : مَا اَرَاكَ اِلَّا قَدْ صَبَاْتَ ، قَالَ : اَ فَلاَ اَدُلُّكَ عَلَى الْعَجَبِ اِنَّ خَتَنَكَ وَاُخْتَكَ صَبَئَا، وَتَرَ کَا دِیْنَكَ . فَمَشٰی عُمَرُ ، فَاَتَاھُمَا وَ عِنْدَھُمَا خَبَّابٌ ، فَلَمَّا سَمِعَ بِحِسِّ عُمَرَ تَوَارٰی فِی الْبَیْتِ ، فَدَخَلَ فَقَالَ : مَا ھٰذِہِ الْھَیْنَمَۃُ ؟ وَ کَانُوْا یَقْرَؤُوْنَ طٰهٰ ، قَالاَ: مَا عَدَا حَدِیْثاً تَحَدَّثْنَاہُ بَیْنَنَا ، قَالَ : فَلَعَلَّکُمَا قَدْ صَبَئْتُمَا؟ فَقَالَ لَهٗ خَتَنُهٗ : یَا عُمَرُ ! اِنْ کَانَ الْحَقُّ فِیْ غَیْرِ دِیْنِكَ ؟ فَوَثَبَ عَلَیْهِ عُمَرُ فَوَطِئَهٗ وَطْأً شَدِیْداً ، فَجَائَتْ اُخْتُهٗ لِتَدْفَعَهٗ عَنْ زَوْجِھَا ، فَنَفَحَھَا نَفْحَۃً بِیَدِہٖ ، فَدَمّٰی وَجْھَھَا ، فَقَالَتْ – وَھِیَ غَضْبَاءُ– : وَاِنْ کَانَ الْحَقُّ فِیْ غَیْرِ دِیْنِكَ ؟ اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ ، وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُ اللهِ

باب وضو میں نیت واجب نہیں

۵۰- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ (ایک بار) اپنی تلوار حمائل کیے ہوئے نکلے تو ایک شخص بنی زہرہ میں سے ان سے ملا اور کہا اے عمرؓ! کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں محمد (ﷺ) کے قتل کا ارادہ رکھتا ہوں اس نے کہا اور بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کیسے امن پاؤ گے محمد (ﷺ) کو قتل کر کے (یعنی یہ دونوں قبیلے تم سے حضور ﷺ کا انتقام لیں گے) انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو بد دین ہو گیا ہے اس نے کہا کہ کیا میں تم کو اس سے زیادہ عجیب بات نہ بتاؤں کہ تمہارے بہنوئی اور تمہاری بہن دونوں دین (شرک) سے پھر گئے ہیں (اور مسلمان ہو گئے ہیں) اور تمہارے دین کو چھوڑ دیا ہے پس عمر چلے اور ان دونوں کے پاس آئے اس حال میں کہ ان دونوں کے پاس حضرت خبابؓ تشریف فرما تھے (جو ان کو قرآن مجید سکھلانے آئے تھے) سو جب حضرت خبابؓ نے عمر کی آہٹ سنی تو گھر میں چھپ گئے اور عمر آ پہنچے اور (بہن و بہنوئی سے) پوچھا کہ یہ گنگناہٹ کیسی تھی اور یہ لوگ سورۃ طٰہٰ پڑھ رہے تھے (اسلئے اسکی نسبت پوچھا تھا) ان دونوں نے کہا کہ بجز اسکے کہ ہم آپس میں بات چیت کر رہے تھے اور کوئی بات نہ تھی عمر نے کہا کہ شاید تم دونوں اپنے دین سے پھر گئے ہو ان کے بہنوئی نے ان کو جواب دیا کہ اے عمر! اگر حق تمہارے دین کے سوا دوسرے دین میں ہو (تو پھر جانے میں کیا حرج ہے) پس عمر ان پر دوڑ پڑے (حملہ کر دیا) اور ان کو سختی سے کچلا سو انکی بہن آ گئیں تا کہ ان کو اپنے شوہر سے ہٹا دیں انہوں نے ان کو (بھی) ہاتھ سے ایک دھکا دے دیا اور ان کا منہ خون آلودہ کر دیا وہ غضبناک ہو کر بولیں کہ اگر چہ حق تمہارے دین کے سوا دوسرے دین میں ہو (تب بھی سختی ہی کرو گے) میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد (ﷺ)

فَقَالَ عُمَرُ : اَعْطُوْنِى الْكِتَابَ الَّذِىْ هُوَ عِنْدَكُمْ فَاَقْرَأَهُ وَكَانَ عُمَرُ يَقْرَءُ الْكِتَابَ ، فَقَالَتْ أُخْتُهُ : إِنَّكَ رِجْسٌ وَإِنَّهُ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ، فَقُمْ فَاغْتَسِلْ اَوْ تَوَضَّأْ ، فقام فَتَوَضَّأَ ثُمَّ أَخَذَ الْكِتَابَ ،فَقَرَءَ طٰهٰ - الحديث".رواه ابن سعد و أبو يعلى والحاكم والبيهقى فى الدلائل، وفى الحديث الآخر الذى أخرجه أبو نعيم فى الدلائل وابن عساكر عن ابن عباس روى قول عمر بأنه قال : " فَقُمْتُ فَاغْتَسَلْتُ فَاَخْرَجُوْا اِلَىَّ صَحِيْفَةً " الحديث ، هذه الروايات كلها فى تاريخ الخلفاء للأمام العلامة السيوطىؒ ولم أقف على أسانيدها تفصيلا ، وإنما ذكرتها اعتضادا للطريق الآتى.

اس کے بندے اور رسول ہیں عمر نے کہا کہ مجھ کو وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے کہ میں (بھی) اس کو پڑھوں اور عمر خواندہ تھے (یعنی مثل اکثر اہل عرب کے ان پڑھ نہ تھے) انکی بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو اور اس کتاب (یعنی قرآن پاک) کو بجز باطہارۃ لوگوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا سو (اگر اس کو ہم سے لینا چاہتے ہو تو) اٹھو اور غسل کرو یا وضو کرو۔ سو وہ اٹھے اور وضو کیا پھر قرآن (ہاتھ میں) لیا اور (سورۃ) طٰہٰ پڑھی آگے باقی قصہ ہے۔ اس کو ابن سعد، ابو یعلی، حاکم اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے اور دوسری حدیث میں جس کو ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے حضرت عمر کا یہ قول منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اٹھا اور غسل کیا سو انہوں نے (بہن و بہنوئی نے) مجھے ایک صحیفہ نکال کر دیا۔ یہ تمام روایتیں علامہ سیوطیؒ کی تاریخ الخلفاء میں ہیں۔

<u>فائدہ</u>: پہلی روایت سے (جس میں حضرت عمرؓ کا وضو کرنا منقول ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ کافر کی نیت تو (شرعاً) معتبر ہی نہیں پس اس قصے میں قرآن چھونے کیلئے کوئی صورت ہی نہ ہوگی جبکہ اس کے قائل نہ ہوں کہ (وضو میں) نیت شرط نہیں اور یہی ہمارا (حنفیہ کا) مذہب ہے تو اس حالت میں ہمارے مذہب میں تو حضرت عمرؓ کا وضو صحیح ہو گیا اور جو لوگ نیت کو صحت وضو کیلئے شرط کہتے ہیں ان کے مذہب پر اس وضو کا غیر صحیح ہونا لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے جیسا کہ تم بھی سمجھ سکتے ہو (کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو چند صحابہ ان کے ہاتھ میں قرآن مجید کیسے دے دیتے باوجودیکہ ان کو یہ مسئلہ بھی معلوم تھا (لایمسہ الا المطہرون) پس شرعاً نیت کا شرط ہونا (وضو میں) ثابت نہیں اور حدیث موقوف ایسے مقام میں بحکم حدیث مرفوع ہوتی ہے کیونکہ یہ حکم رائے سے نہیں معلوم ہو سکتا۔ اسمیں صاحب شریعت کے فرمان عالیشان کی حاجت ہے پس ضروری ہے کہ ان صحابہ کو یہ حکم حضرت رسول مقبول ﷺ سے معلوم ہوا ہوگا اور باقی دوسری روایت پر (جس میں غسل منقول ہے وجہ استدلال یہ ہے) ہم کہتے ہیں کہ یہ غسل شامل ہے وضو کو کیونکہ اگر غسل میں وضو متحقق نہ ہوتا ایسا غسل مس قرآن کیلئے کافی نہیں پس اس طور پر بھی بغیر نیت وضو صحیح ٹھہرا۔

۵۱– حدثنا : أحمد بن محمد بن إسماعيل الآدمی ، نا محمد بن عبيد الله المناوی قال : نا إسحاق الأزرق ، نا القاسم بن عثمان البصری عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ قَالَ : "خَرَجَ عُمَرُ مُتَقَلِّداً السَّيْفَ فَقِيْلَ لَهُ : إِنَّ خَتَنَكَ وَاُخْتَكَ قَدْصَبَئَا فَاَتَاهُمَا عُمَرُ ﷺ وَعِنْدَهُمَا رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ يُقَالُ لَهُ خَبَّابٌ ، وَكَانُوْا يَقْرَؤُوْنَ طٰهٰ ، فَقَالَ : اَعْطُوْنِى الْكِتَابَ الَّذِىْ عِنْدَكُمْ اَقْرَأْهُ وَكَانَ عُمَرُ يَقْرَأُ الْكِتَابَ ، فَقَالَتْ لَهُ اُخْتُهُ : إِنَّكَ رِجْسٌ ، وَلَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ فَقُمْ فَاغْتَسِلْ اَوْ تَوَضَّأْ ، فَقَامَ عُمَرُ ، فَتَوَضَّأَ ، ثُمَّ اَخَذَ الْكِتَابَ فَقَرَأَ طٰهٰ ". رواه الدارقطنی ، وقد جوده فی نصب الراية فقال :" أثران جيدان " فساقه وآخر .

قال تعالى : ﴿ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْراً ﴾.

۵۲– وَعَنْ : اَبِىْ هُرَيْرَةَ ﷺ مَاءِ الْبَحْرِ مَرْفُوْعاً ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ :"هُوَ الطَّهُوْرُ مَاؤُهُ اَلْحِلُّ مَيْتَتُهُ ".رواه الخمسة ، وقال الترمذی : هذا حديث حسن صحيح . وأخرجه أيضا ابن خزيمة وابن حبان فی صحيحيهما ، وابن الجارود فی المنتقی ،والحاكم فی المستدرك وصححه أيضا ابن المنذر وابن مندة والبغوی ، وقال : هذا حديث صحيح متفق على صحته، وقال ابن الأثير:هذا حديث صحيح مشهور،أخرجه الائمة فی

۵۱-حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ (ایک بار) اپنی تلوار حمائل کیے ہوئے نکلے تو ان سے کہا گیا کہ تمہارے بہنوئی اور بہن بددین ہوگئے ہیں پس حضرت عمرؓ ان دونوں کے پاس آئے اس حال میں کہ ان کے پاس ایک شخص مہاجرین میں سے تھے جن کو خبابؓ کہتے ہیں اور یہ لوگ سورۃ طٰہ پڑھ رہے تھے سو حضرت عمرؓ نے کہا مجھے وہ کتاب (یعنی قرآن) جو تمہارے پاس ہے دے دو تا کہ اس کو میں (بھی) پڑھوں اور حضرت عمرؓ خواندہ تھے۔ انکی بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو اور اس کتاب کو بجز باطہارت لوگوں کے کوئی نہیں چھو سکتا سو (اگر تم اس کو لینا چاہو تو) اٹھو اور نہالو یا وضو کرلو۔ پس حضرت عمرؓ اٹھے اور وضو کیا پھر قرآن مجید کو (اپنے ہاتھ میں) لے لیا اور سورہ طٰہٰ کو پڑھا۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور نصب الرایہ میں اسکی سند کو اچھا کہا ہے۔

۵۲-حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وانزلنا من السماء ماء طهورا﴾ اور نازل کیا ہم نے آسمان سے پانی جو پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ (ابن عباسؓ نے اسکی یہی تفسیر کی ہے جیسا کہ درمنثور میں تفسیر ابن ابی حاتم سے نقل کیا ہے اور ابن کثیر بغوی نے بھی نہایہ میں یہی تفسیر کی ہے)۔ اور ابو ہریرہؓ نے سمندر کے پانی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اسکا مردہ جانور حلال ہے (یعنی مچھلی) (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، نسائی) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں

كتبهم ، واحتجوا به ورجاله ثقات كذا في النيل .

بَابُ سُنِّيَّةِ الْاِسْتِيْعَابِ فِيْ مَسْحِ الرَّأْسِ وَسُنِّيَّةِ كَوْنِهٖ مَرَّةً وَ بَيَانُ كَيْفِيَّةِ الْمَسْحِ

۵۳ — حدثنا : سليمان بن حرب ، قال حدثنا وهيب قال حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ : شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ اَبِيْ حَسَنٍ سَاَلَ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وُضُوْءِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ ، فَتَوَضَّاَ لَهُمْ ، فَكَفَأَهٗ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا ، ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا بِثَلَاثِ غُرُفَاتٍ مِنْ مَّاءٍ ، ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَا فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ، ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ فَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ فَاَقْبَلَ بِيَدِهٖ وَاَدْبَرَ بِهَا ، ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ. حدثنا موسٰى ،قال حدثنا وهيب،وقال:"مَسَحَ بِرَاْسِهٖ مَرَّةً" رواه البخاری (۱.۳۲).

کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابن اثیر نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح مشہور ہے۔

فائدہ: جب پانی خود پاک کرنے والا ہے، جیسا کہ قرآن وحدیث سے معلوم ہوا تو اس کے استعمال سے پاکی خود بخود حاصل ہو جائیگی ،نیت کی کیا ضرورت ہے؟۔ دوسرے حق تعالیٰ نے وضو کے بیان میں صرف تین اعضاء کے دھونے اور سر پر مسح کرنے کا حکم فرمایا ہے نیت کا حکم نہیں فرمایا اور حدیث " انما الاعمال بالنیات " اس بارے میں صریح نہیں کہ ہر عمل کا صحیح ہونا نیت پر موقوف ہے کیونکہ بہت سے اعمال اتفاقاً بغیر نیت کے صحیح ہو جاتے ہیں جیسے کپڑوں کی پاکی اور جگہ کی پاکی اور تحیۃ المسجد اور عورت کا عدت تمام کرنا وغیرہ۔ پس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کا ثواب بغیر نیت کے نہیں ملتا۔

باب اس بیان میں کہ ایک بار پورے سر کا مسح کرنا مسنون ہے اور یہ مسح کس طرح کرنا چاہئے

۵۳-عمرو بن یحیٰ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں عمرو بن ابی حسن کی مجلس میں حاضر ہوا انہوں نے عبداللہ بن زیدؓ سے نبی ﷺ کے وضو کے متعلق سوال کیا سو انہوں نے پانی کا ایک برتن منگوایا اور ان لوگوں کو وضو کر کے دکھایا اور پانی کو اپنے دونوں ہاتھوں پر ڈالا اور انکو تین مرتبہ دھویا، پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا اور تین تین مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کی تین مختلف چلوؤں سے، پھر اپنا (دایاں) ہاتھ برتن میں ڈالا اور (پانی لے کر) اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا، پھر اپنا (دایاں) ہاتھ برتن میں ڈالا اور (پانی لے کر) اپنے دونوں ہاتھوں کو دو دو مرتبہ کہنیوں سمیت دھویا، پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا اور (پانی لے کر) اپنے سر کا مسح کیا اور (مسح کرتے ہوئے) اپنے ہاتھ پہلے آگے لائے پھر پیچھے لے گئے، پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا اور (پانی لے کر) اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ سر کا ایک بار مسح کیا اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

٥٤— عَنْ: عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ: رَاَیْتُ عَلِیًّا تَوَضَّاَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثاً، وَغَسَلَ ذِرَاعَیْهِ ثَلَاثاً، وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ وَاحِدَةً، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا تَوَضَّاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. رواه أبوداؤد وسكت عليه، وفي التلخيص الحبير: "بسند صحيح".

٥٥— عَنِ: ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَتَوَضَّاُ - فَذَكَرَ الْحَدِیْثَ كُلَّهٗ ثَلَاثاً ثَلَاثاً- قَالَ: وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ وَاُذُنَیْهِ مَسْحَةً وَاحِدَةً. رواه أبو داود وسكت عليه (١:١٩) وفي النيل (١:١٥٥) بعد عزوه إلى الإمام أحمد وأبي داود مانصه: "أعله الدارقطني، وتعقبه أبو الحسن ابن القطان، فقال: ما أعله به ليس علة، وأنه إما صحيح أو حسن.

بَابُ كِفَایَةِ الْبَلَّةِ مِنْ فَضْلِ غَسْلِ الْیَدَیْنِ فِیْ مَسْحِ الرَّاْسِ وَاسْتِحْبَابِ الْمَاءِ الْجَدِیْدِ

٥٦— عَنِ الرُّبَیِّعِ رضي الله عنها اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ مِنْ فَضْلِ مَاءٍ كَانَ فِیْ یَدِهٖ. رواه أبو داود وسكت عنه (١:١٩).

۵۴-عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا اس طرح کہ منہ تین بار دھویا اور دونوں ہاتھ تین بار دھوئے۔ اور سر کا مسح ایک بار کیا پھر فرمایا کہ اسی طرح وضو کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور تلخیص حبیر میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

۵۵-ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا اور پوری حدیث بیان کی جس میں اعضاء کا تین تین بار دھونا ہے۔ فرمایا ابن عباسؓ نے "اور مسح کیا رسول اللہ ﷺ نے سر اور دونوں کانوں کا ایک بار"۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور ابن القطان نے کہا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے یا حسن ہے۔

فائدہ: ابوداودؒ جس حدیث کی سند پر کلام نہیں کرتے وہ ان کے نزدیک قابل حجت ہوتی ہے، اور وہ روایات جن میں تین مرتبہ مسح کرنے کا ذکر ہے تو وہ ایک ہی مرتبہ کے پانی سے بار بار ہاتھ سر پر پھیرنے پر محمول ہے کیونکہ تینوں دفعہ نئے پانی سے تین بار مسح کرنے سے وہ مسح غسل میں تبدیل ہو جائیگا، جو کہ غلط ہے، لیکن غسل میں تکرار مضر نہیں ہے۔

باب اس بیان میں کہ سر کے مسح کیلئے ہاتھوں کا بچا ہوا پانی کافی ہے اور جدید پانی سے مسح کرنا مستحب ہے

۵۶-حضرت ربیعؓ سے (جو صحابیہ ہیں) روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے سر کا مسح اس پانی سے کیا جو آپ کے ہاتھ میں بچا ہوا رہ گیا تھا۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت فرمایا ہے۔

۵۷– عن : عِمْرَانَ بْنِ حَارِثَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ " خُذُوْا لِلرَّاسِ مَاءً جَدِيْداً " . رواه الطبرانی فی الکبیر ، وفیه دھیم بن قران ، ضعفه جماعة ، وذکره ابن حبان فی الثقات . (مجمع الزوائد ، ۱:۹۵) . وفی العزیزی (۲:۲۲۶) عزاه إلى الطبرانی الکبیر من روایة جاریة ابن ظفرؓ ثم قال : " بإسناد حسن " .

۵۸– عَنْ : عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمِ الْمَازِنِيِّ ثُمَّ الْاَنْصَارِيِّ يَذْكُرُ اَنَّهُ رَآى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّاَ فَمَضْمَضَ ثُمَّ اسْتَنْثَرَ ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثاً ، وَيَدَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثاً وَالْاُخْرٰى ثَلَاثاً ، وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدِهٖ ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتّٰى اَنْقَاهُمَا . رواه مسلم (۱:۱۲۳) .

بَابُ عَدَمِ وُجُوْبِ التَّرْتِيْبِ فِى الْوُضُوْءِ

۵۹– عَنْ : اَبِىْ مُوْسٰى عَنْ عَمَّارٍؓ فِىْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ : " ثُمَّ اَتَيْتُ النَّبِىَّ ﷺ

۵۷–عمران بن حارثہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سر کے (مسح کے) لئے نیا پانی لیا کرو۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکی سند میں دہیم بن قران راوی ہیں جن کو ایک جماعت نے ضعیف کہا ہے اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اسی طرح ہے مجمع الزوائد میں۔اور عزیزی میں اس حدیث کو جاریہ بن ظفرؓ کی روایت سے کبیر طبرانی کی طرف منسوب کیا ہے پھر کہا ہے کہ اسکی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جدید پانی سر کے مسح کیلئے لینا چاہئے اور اس سے پہلی حدیث میں ہاتھوں کے بچے ہوئے پانی سے مسح کرنا منقول ہے پس یہ حدیث استحباب پر اور اس سے پہلی جواز پر محمول ہے اور اس طرح دونوں حدیثیں متعارض نہ رہیں۔

۵۸–حضرت عبداللہ بن زید بن عاصمؓ سے روایت ہے کہ وہ ذکر کرتے تھے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کیا، پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا اور اپنا دایاں ہاتھ تین مرتبہ اور بایاں ہاتھ تین مرتبہ دھویا اور سر کا مسح فرمایا اس پانی سے جو آپ کے ہاتھ کا بچا ہوا نہ تھا (یعنی جدید پانی سے) اور دونوں پاؤں دھوئے یہاں تک کہ ان کو صاف کیا۔(مسلم)۔

باب وضو میں ترتیب فرض نہ ہونے کا

۵۹–حضرت عمارؓ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ پھر میں نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور میں نے آپ ﷺ سے

فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ (أي تمرُّغِي كَالدَّابَّةِ) لَهُ، فَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا، فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى الْأَرْضِ فَنَفَضَهَا، ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ عَلَى يَمِينِهِ وَ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ عَلَى الْكَفَّيْنِ ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ. الحديث رواه أبوداود وسكت عنه (١:٥١) ورجاله رجال الصحيح، إلا محمد بن سليمان الأنباری وهو صدوق، كما في التقريب (١:٨٤).

٦٠– عَنْ: عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ أَنَّ رَجُلاً جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَسَأَلَهُ عَنِ الرَّجُلِ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَيُخْطِئُ بَعْضَ جَسَدِهِ الْمَاءُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: يَغْسِلُ ذٰلِكَ الْمَكَانَ، ثُمَّ يُصَلِّيْ. رواه الطبراني في الكبير، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد، ١:١١٣).

اس کا ذکر کیا (یعنی اس امر کا کہ غسل کے عوض تیمم کرنے کیلئے میں جانور کی طرح زمین پر لوٹا) آپ نے فرمایا کہ صرف یہ کافی تھا کہ اس طرح کر لیتے پھر آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور اس کو جھاڑا پھر اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر اور دایاں ہاتھ بائیں پر دونوں کف دست پر ملا پھر منہ کا مسح کیا۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں سوائے محمد بن سلیمان کے اور وہ سچے ہیں۔

فائدہ: (١) کف دست سے مراد مجازاً ذراع یعنی ہاتھ کہنی تک ہیں اور یا یوں کہا جائے کہ اپنی تعلیم میں نمونہ پر کفایت فرمائی۔

فائدہ: (٢) صاحب بحر الرائق نے اس حدیث کو نقل کر کے کہا ہے کہ جب تیمم میں عدم ترتیب ثابت ہوگئی تو وضو میں بھی ثابت ہوگئی کیونکہ اختلاف دونوں میں ایک طرح کا ہے۔

۶۰- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جو جنابت کی وجہ سے غسل کرے اور اس کے بدن کا کوئی حصہ پانی (بہنے) سے رہ جائے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (صرف) وہ جگہ جو خشک رہ گئی ہے دھو ڈالے پھر نماز پڑھے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی توثیق کئے گئے ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: چونکہ غسل وضوء سے خالی نہیں ہوتا اور بعضی صورتوں میں جب خاص اس جگہ کو دھویا جائیگا جو خشک رہ گئی ہے تو اعضاء وضو کے دھونے میں ترتیب باقی نہ رہے گی مثلاً ہاتھ کا کوئی حصہ خشک رہ گیا اور غسل کر چکا اور پیر بھی دھو چکا اب جبکہ ہاتھ کے اس حصے کو دھوئے گا تو بعد پیر دھونے کے دھوئے گا اور ترتیب اس صورت میں باقی نہ رہے گی اور نماز اس وضوء سے جائز نہ ہوگی، حالانکہ آپ ﷺ

۶۱– عن : عوفٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ هِنْدٍ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ ﷺ : " مَا أُبَالِيْ إِذَا أَتْمَمْتُ وُضُوْئِي بِأَيِّ أَعْضَائِي بَدَأْتُ ". رواه الدار قطنی (۱:۳۳) والبیہقی فی سننهما ، وسكتا عنه . وأعله فی التعليق المغنی بعبد الله بن عمرو بن هند ، ونقل عن الميزان أنه هو المخزومی ، روی عن علی فقط ، و عنه عوف ، قال الدار قطنی : ليس بالقوی . اه قلت إنما هو المرادی الجملی الكوفی ، صرح به فی اللسان (۱:۵۸۸) حسن له الترمذی، وأخرج له ابن خزيمة فی صحيحه ، والحاكم . كذا فی التهذيب (۱:۲۴۱) فهو حسن الحديث ، وبقية رجاله ثقات . نعم ! فيه انقطاع ، فإن عبد الله بن عمرو لم يسمع من علی ، وهو ليس بعلة عندنا .

باب استحباب التيامن

۶۲– عَنْ : عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِيْ تَنَعُّلِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَ طُهُوْرِهِ ، فِيْ شَأْنِهِ كُلِّهِ. رواه البخاری (۱:۲۹).

۶۳– عَنْ : أَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : إِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَئُوْا بِمَيَامِنِكُمْ . أخرجه الأربعة ، وصححه ابن خزيمة (بلوغ المرام ص۹).

فرمارہے ہیں کہ صرف اس جگہ کو دھو کر نماز پڑھ لے یعنی نماز کی صحت کیلئے یہ وضو کافی ہے، پس ثابت ہو گیا کہ وضو میں ترتیب ضروری نہیں ہے۔

۶۱- حضرت عوفؒ سے روایت ہے وہ عبداللہ بن عمرو بن ہند سے وہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ جب میں وضو کو پوری طرح ادا کرلوں تو پھر مجھے اسکی پروانہیں کہ جس عضو کو چاہوں پہلے دھولوں۔ اسکو دارقطنی اور بیہقی نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے اور دونوں نے سکوت کیا اور اس میں انقطاع ہے مگر ہمارے نزدیک وہ مضر نہیں۔

فائدہ: اس سے صاف معلوم ہوا کہ وضو میں ترتیب فرض نہیں ورنہ اس سے بے پروائی جائز نہ ہوتی۔

باب وضو میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا مستحب ہے

۶۲- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ کو پسند تھا دائیں جانب سے ابتداء کرنا جوتا پہننے میں اور شانہ کرنے میں اور طہور (یعنی وضو اور غسل) میں (غرض) سب کاموں میں۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

۶۳- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم وضو کرو تو اپنی دائیں طرف سے ابتدا کیا کرو۔

باب عدم وجوب الولاء

٦٤– عَنْ : نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ ﷺ بَالَ فِي السُّوْقِ ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ، وَمَسَحَ بِرَأسِهِ ، ثُمَّ دُعِيَ لِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا حِيْنَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ ، فَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا ، رواه مالك في الموطأ . (١:١٢، مجتبائى) وإسناده صحيح جليل.

باب استحباب مسح الرقبة

٦٥– عَنْ : فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمان عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "مَنْ تَوَضَّأَ وَ مَسَحَ بِيَدَيْهِ عَلَى عُنُقِهِ وُقِيَ الْغُلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " . رواه أبو الحسن ابن فارس بإسناده ، وقال : هذا إن شاء الله حديث صحيح . التلخيص الحبير (١:٣٤).

اس کواصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے تصحیح فرمائی ہے (بلوغ المرام)۔

فائدہ: مواظبت دوطرح پر ہے، مواظبت علی سبیل العبادۃ، مواظبت علی سبیل العادۃ، اگر مواظبت علی سبیل العبادۃ ہوتو وہ چیز مسنون ہوتی ہے، اور جس چیز پر آپؐ نے مواظبت علی سبیل العادۃ فرمائی ہوتو وہ چیز مستحب ہوتی ہے، اور مذکورہ بالا چیزوں میں مواظبت بھی دوسری قبیل سے ہے۔

باب اس بیان میں کہ وضو میں اعضا کا پے در پے دھونا واجب نہیں ہے

۶۴- حضرت نافع (تابعی) سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (صحابی جلیل) نے پیشاب کیا بازار (کے کسی خاص موقع) میں پھر وضو کیا اور منہ دھویا اور دونوں ہاتھ دھوئے اور سر کا مسح کیا پھر کسی جنازہ کیلئے بلائے گئے تاکہ اس پر نماز پڑھیں جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو (اس وقت) موزوں پر مسح کیا پھر اس جنازے پر نماز پڑھی۔ اس کو امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ابن عمرؓ نے یہ فعل (پے در پے وضوء نہ کرنے کا) حاضرین (صحابہ وتابعین) کی موجودگی میں کیا لیکن کسی نے آپؓ پر انکار نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ پے در پے وضوء کرنا فرض نہیں ہے۔

باب گردن کے مسح کا مستحب ہونا

۶۵- حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے گردن کا مسح کرے وہ قیامت کے روز طوق سے محفوظ رکھا جائے گا۔ اسکو ابوالحسین بن فارس نے اپنی سند سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث انشاءاللہ صحیح ہے، اسی طرح تلخیص حبیر میں ہے۔

٦٦ – عَنِ : ابْنِ عُمَرَ ﷺ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : " مَنْ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰی عُنُقِهٖ وُقِیَ الْغُلَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ". رواه أبو منصور الدیلمی فی مسند الفردوس بسند ضعیف (شرح إحیاء العلوم، ٢:٣٦٥) للعلامة الزبیدی.

٦٧ – عَنْ : لیث عن طَلْحَةَ بْنِ مصرف عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّهٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللهِ ﷺ یَمْسَحُ رَاْسَهٗ ، حَتّٰی بَلَغَ الْقَذَالَ وَمَا یَلِیْهِ مِنْ مُقَدَّمِ الْعُنُقِ . رواه أحمد (النیل) وقد مر توثیق لیث وتحسین حدیث طلحة عن أبیه عن جده، ورواه الطحاوی فی معانی الآثار بلفظ " مَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهٖ حَتّٰی بَلَغَ الْقَذَالَ مِنْ مُقَدَّمِ عُنُقِهٖ " رجاله إلی لیث کلهم ثقات. ورواه الطبرانی بلفظ " فَلَمَّا مَسَحَ رَاْسَهٗ قَالَ هٰکَذَا ، وَاَوْمَأَ بِیَدِهٖ مِنْ مُقَدَّمِ رَاْسِهٖ ، حَتّٰی بَلَغَ بِهِمَا اِلٰی اَسْفَلِ عُنُقِهٖ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ ". کذا فی غایة المقصود، وقد مر تحقیق رجاله فی باب إفراد المضمضة عن الإستنشاق.

بَابُ اِسْتِحْبَابِ إِطَالَةِ الْغُرَّةِ وَالتَّحْجِیْلِ فِی الْوُضُوْءِ

٦٨ – عَنْ : نُعَیْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُجْمِرِ قَالَ : رَاَیْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ یَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ غَسَلَ یَدَهُ الْیُمْنٰی حَتّٰی اَشْرَعَ فِی الْعَضُدِ ، ثُمَّ یَدَهُ الْیُسْرٰی حَتّٰی اَشْرَعَ

٦٦-حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص وضو کرے اور گردن کا مسح کرے وہ قیامت کے دن طوق سے محفوظ رکھا جائے گا۔ اس کو ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں ضعیف سند سے روایت کیا ہے اسی طرح شرح احیاء العلوم میں ہے۔

٦٧-لیث، طلحہ بن مصرف سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے باپ سے وہ انکے دادا (اپنے باپ) سے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سر کا مسح کرتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ سر کے اخیر حصہ تک ہاتھ کو لے گئے اور گردن کے شروع حصہ تک جو سر کے اخیر حصہ سے ملا ہوا ہے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار) اور اسکے راوی ثقہ ہیں اور طبرانی کے الفاظ یہ ہیں کہ حضور ﷺ اپنے ہاتھ کو سر کے اگلے حصہ سے گردن کے اخیر حصہ تک لے گئے گدی کی طرف سے (غایة المقصود)۔

فائدہ: اس سے گردن کے مسح کا مستحب ہونا معلوم ہوا کیونکہ احادیث میں اس پر مواظبت منقول نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ گردن کا مسح گدی کی طرف سے ہونا چاہئے، گلے کی طرف سے نہیں اور چونکہ گلے کا مسح کسی حدیث میں وارد نہیں ہوا اس لئے ہمارے فقہا نے اس کو بدعت فرمایا ہے۔

فِي الْعَضُدِ ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى حَتّٰى اَشْرَعَ فِي السَّاقِ ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى حَتّٰى اَشْرَعَ فِي السَّاقِ ، ثُمَّ قَالَ : هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّاُ وَقَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : اَنْتُمُ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ اِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ فَلْيُطِلْ غُرَّتَهٗ وَ تَحْجِيْلَهٗ . رواه مسلم .

باب كراهية الوضوء بعد الغسل

۶۹ — عن : عَائِشَةَ رضي الله عنها اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَتَوَضَّاُ بَعْدَ الْغُسْلِ . رواه الترمذی (۱:۱۶) وقال : " هذا قول غير واحد من أصحاب النبی ﷺ والتابعين اَنْ لَا يَتَوَضَّأَ بَعْدَ الْغُسْلِ " . وعزاه العزيزی إلى الإمام أحمد والنسائی وابن ماجة والحاكم أيضا ، ثم قال : قال الشيخ : " حديث صحيح " .

باب اس بیان میں کہ چہرے کی روشنی اور ہاتھ پاؤں کی روشنی کا طویل کرنا مستحب ہے

فائدہ: یعنی منہ اور ہاتھ، پاؤں کو فرض مقدار سے بڑھا کر دھونا چاہئے تا کہ قیامت کے دن ان اعضاء کی روشنی دور تک ہو۔

۶۸ -نعیم بن عبداللہ مجمر سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو وضو کرتے دیکھا اسطرح کہ انہوں نے منہ دھویا اور خوب اچھی طرح دھویا پھر دایاں ہاتھ دھویا یہاں تک کہ بازو دھولیا پھر اسی طرح بایاں ہاتھ دھویا پھر سر کا مسح فرمایا پھر دائیں پاؤں کو دھویا یہاں تک کہ پنڈلی کو دھولیا پھر اسی طرح بایاں پاؤں دھویا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے اور (یہ بھی) کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم قیامت کے روز بوجہ کامل (یعنی خوب اچھی طرح) وضو کرنے کے روشن چہرہ اور روشن دست و پا ہو گے سو جس شخص کو تم میں سے (چہرے کی روشنی اور دست و پا کی روشنی کا دراز کرنا) ممکن ہو تو وہ اپنے چہرے اور دست و پا کی روشنی کو دراز کرے (یعنی مقدار فرض سے بڑھا کر دھوئے تا کہ قیامت کے دن اسکی وجہ سے روشنی طویل حاصل ہو)۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

باب غسل کے بعد وضو کی کراہت

۶۹ -حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ غسل کے بعد وضو نہ کرتے تھے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی قول ہے بہت سے صحابہؓ اور تابعین کا کہ غسل کے بعد وضو نہ کرے اور اس حدیث کو عزیزی نے امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم کی طرف بھی منسوب کیا ہے پھر فرمایا ہے ”شیخ نے فرمایا کہ (یہ) حدیث صحیح ہے“۔

فائدہ: آپ کو طاعات کے حاصل کرنے کا بہت حرص تھا لیکن پھر بھی آپ کا عادۃً اور دائمی طور پر غسل کے بعد

٧٠– عَنِ : ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : " مَنْ تَوَضَّأَ بَعْدَ الْغُسْلِ فَلَيْسَ مِنَّا" . رواه الطبراني في الكبير والأوسط والصغير وفي إسناد الأوسط سليمان بن أحمد كذبه ابن معين وضعفه غيره ، ووثقه عبدان (مجمع الزوائد) (١١٣:١) قلت : قد عرفت غير مرة أن الإختلاف غير مضر.

باب جواز الوضوء والغسل من فضل طهور المرأة وماء الجنب والحائض

٧١– عَنِ : ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اِغْتَسَلَ بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ فِي جَفْنَةٍ ، فَأَرَادَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَتَوَضَّأَ مِنْهُ ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي كُنْتُ جُنُباً، فَقَالَ : " إِنَّ الْمَاءَ لَا يَجْنُبُ" . رواه الترمذي (٦٥:١)، وقال : حسن صحيح .

٧٢– عَنْ : عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ : كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَاحِدٍ ، فَيُبَادِرُنِي حَتّٰى أَقُولَ دَعْ لِي دَعْ لِي ! قَالَتْ : وَهُمَا جُنُبَانِ ، وفي رواية أخرى : كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ تَخْتَلِفُ أَيْدِيْنَا فِيهِ مِنَ

وضو نہ کرنا کراہت کی دلیل ہے۔

٧٠-حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص غسل کے بعد وضو کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے (ہمارے طریقہ کے خلاف ہے)۔اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اسی طرح ہے مجمع الزوائد میں۔

باب اس بیان میں کہ وضو اور غسل عورت کے وضو وغسل کے بچے ہوئے پانی اور جنبی اور حائض کے بچے ہوئے پانی سے جائز ہے

٧١-حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ کی بعض ازواج مطہرات نے ایک لگن میں (سے پانی لے کر) غسل کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے اس (بچے ہوئے پانی) سے وضو کرنا چاہا تو ان بی بی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (ﷺ) میں جنبی تھی آپ نے فرمایا کہ پانی جنبی نہیں ہوتا۔اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔

٧٢-حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ غسل کرتے تھے ایک برتن سے جو میرے اور آپ کے درمیان ہوتا تھا اور آپ (پانی لینے میں) مجھ سے جلدی کرتے تھے یہاں تک کہ میں کہتی تھی کہ میرے لئے چھوڑ دیجئے (تاکہ میں بھی پانی لوں) فرمایا حضرت عائشہؓ نے اور وہ دونوں (یعنی میں اور رسول اللہ ﷺ) جنبی ہوتے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ

الْجَنَابَةِ. رواه مسلم (۱۴۸:۱) .

۷۳- عَنْ : ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَتَوَضَّأَ ، فَقَالَتْ لَهُ إِمْرَأَةٌ مِنْ نِّسَائِهِ: إِنِّيْ تَوَضَّأْتُ مِنْ هٰذَا ، فَتَوَضَّأَ مِنْهُ وَقَالَ : إِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ . رواه البزار ورجاله ثقات، مجمع الزوائد (۸۶:۱).

بَابُ اِسْتِحْبَابِ شُرْبِ الْمَاءِ الَّذِيْ فَضَلَ عَنِ الْوُضُوْءِ قَائِماً

۷۴- عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ﷺ قَالَ : دَعَانِيْ عَلِيٌّ بِوَضُوْءٍ ، فَقَرَّبْتُهُ لَهُ ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهُمَا فِيْ وَضُوْئِهِ ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلَاثاً وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثاً، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثاً ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثاً ، ثُمَّ الْيُسْرٰى كَذٰلِكَ ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ مَسْحَةً وَاحِدَةً ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثاً ، ثُمَّ الْيُسْرٰى كَذٰلِكَ ، ثُمَّ قَامَ قَائِماً فَقَالَ لِيْ : نَاوِلْنِيْ ، فَنَاوَلْتُهُ الَّذِيْ فِيْهِ فَضْلُ وَضُوْئِهِ ، فَشَرِبَهُ قَائِماً ، فَعَجِبْتُ ، فَلَمَّا

میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے جنابت کا غسل کرتے تھے (اور) اس میں ہمارے ہاتھ آگے پیچھے پڑتے تھے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۷۳- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے وضو کرنے کا ارادہ کیا تو ازواج مطہرات میں سے ایک بیوی نے عرض کیا کہ میں نے اس (پانی) سے وضو کیا ہے (اور یہ میرے وضو کا بچا ہوا پانی ہے) آپ نے اسی (پانی) سے وضو کیا اور فرمایا کہ پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی (سوائے ان چیزوں کے جن کا پانی کو ناپاک کردینا شریعت میں وارد ہے اور عورت کا وضو کرنا اس میں داخل نہیں ہے)۔ اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے رواوی ثقہ ہیں اسی طرح مجمع الزوائد میں ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جنبی کے بچے ہوئے پانی اور عورت کے غسل کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا درست ہے، اور قیاس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حائضہ عورت کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے بھی وضوء کرنا جائز ہے، کیونکہ جنابت اور حیض کے غسل میں کوئی فرق نہیں باقی وہ حدیث کہ جس میں عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنے سے منع کیا گیا ہے تو مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ان میں یہ تطبیق ہوگی کہ مذکورہ احادیث جواز پر محمول ہیں اور احادیثِ منع کراہت تنزیہی پر محمول ہیں۔

باب اس بیان میں کہ وضو کے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے

۷۴- حضرت حسینؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے وضو کا پانی مانگا سو آپ کے پاس حاضر کیا گیا پس آپ پورا وضو کرکے کھڑے ہوئے اور مجھ سے فرمایا کہ مجھے (یہ برتن) دیدو میں نے انکو وہ برتن دیا جس میں ان کے وضو کا بچا ہوا پانی تھا انہوں نے

رَآی عَجَبِیْ قَالَ : لَا تَعْجَبْ فَإِنِّی رَأَیْتُ اَبَاكَ النَّبِیَّ ﷺ یَصْنَعُ مِثْلَ مَا رَأَیْتَنِیْ ، یَقُوْلُ بِوُضُوْئِهٖ هٰذَا ، وَشُرْبِ فَضْلِ وَضُوْئِهٖ قَائِماً . رواه النسائی والطحاوی وابن جریر وصححه أبو الشیخ ، کنز العمال (١٠٧:٥).

بَابُ سُنِّیَّةِ نَضْحِ الْمَاءِ عَلَی الْفَرْجِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ

٧٥– عن : مجاهد عَنِ الْحَکَمِ أو ابْنِ الْحَکَمِ عَنْ أَبِیْهِ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَ نَضَحَ فَرْجَهٗ . رواه أبو داود وسکت عنه . (٢٥:١).

٧٦– عَنِ : الْحَکَمِ بْنِ سُفْیَانَ ؓ کَانَ ﷺ إِذَا تَوَضَّأَ اَخَذَ کَفّاً مِنْ مَاءٍ فَنَضَحَ بِهٖ فَرْجَهٗ رواه أحمد وأبو داود والنسائی وابن ماجة والحاکم . قال الشیخ : حدیث صحیح ، کذا فی العزیزی (٢١:١).

اس کو کھڑے ہو کر پیا میں نے (اس طرح پانی پینے سے) تعجب کیا (کیونکہ کھڑے ہو کر پانی پینا بلا عذر مکروہ تنزیہی ہے) جب انہوں نے میرا تعجب دیکھا تو فرمایا کہ تعجب نہ کرو کیونکہ میں نے تمہارے نانا جان نبی ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے جس طرح تم نے مجھے دیکھا کہ ایسے ہی وضو کرتے تھے اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیتے تھے (لہذا یہ موقع کراہت سے مستثنیٰ ہے)۔ روایت کیا اسکو نسائی، طحاوی اور ابن جریر نے اور صحیح کہا ہے ابوالشیخ نے (کنز العمال)۔

فائدہ: وضو کے بچے ہوئے پانی سے وہ پانی مراد ہے جس میں سے ہاتھ ڈالکر پانی لیا گیا ہے مثلاً لگن یا اور کسی ایسے ہی برتن میں پانی وضو کے لئے لیا اور پھر اسی میں سے چلو سے نکال کر وضو کیا تو اس برتن میں جو پانی بچ رہے گا اس کا پینا کھڑے ہو کر مستحب ہے اسی کو وضو کا بچا ہوا پانی کہیں گے اور جو مثلاً چھوٹے برتن لوٹے وغیرہ سے وضو کیا اور اسکی ٹونٹی سے پانی نکالا ہاتھ اس میں نہیں پڑے تو اس برتن میں جو پانی وضو کے بعد باقی رہے گا وہ وضو کا بچا ہوا پانی نہ کہا جائے گا اور اسکا کھڑے ہو کر پینا مستحب نہ ہوگا۔

باب وضو کے بعد شرم گاہ پر (یعنی پاجامہ کے اس موقع پر جہاں شرم گاہ ہے) پانی چھڑکنا مسنون ہے

٧٥– مجاہد حکم سے یا ابن الحکم سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے پیشاب کیا پھر وضو فرمایا اور شرم گاہ (کے موقع پر) چھینٹا دیا۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا اور اس پر سکوت فرمایا ہے۔

٧٦– حکمؓ بن سفیان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو فرماتے تو پانی کا ایک (خفیف) چلو لیتے اور اس سے اپنی شرم گاہ (کے موقع پر) چھینٹا دیتے۔ اسکو ابوداود، امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے اور شیخ نے فرمایا ہے کہ (یہ) حدیث صحیح ہے اور ایسا ہی عزیزی میں ہے۔

۷۷– عَنْ : أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّ جِبْرِيْلَ لَمَّا نَزَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَعَلَّمَه الْوُضُوْءَ ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ وُضُوْءٍ اَخَذَ حَفْنَةً مِنْ مَاءٍ فَرَشَّ بِهَا نَحْوَ الْفَرْجِ ، فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرُشُّ بَعْدَ وُضُوْئِهٖ . رواه أحمد وفيه رشدين بن سعد وثقه هيثم بن خارجة وأحمد بن حنبل فى رواية ، وضعفه آخرون ، مجمع الزوائد (۱:۹۸) وقد عرفت مرارا أن الاختلاف غير مضر .

بَابُ اِسْتِحْبَابِ رَشِّ الْمَاءِ عَلَى الرِّجْلَيْنِ قَبْلَ غَسْلِهِمَا

۷۸– عَنْ : اَبِى النَّضرِ اَنَّ عُثْمَانَ دَعَا بِوَضُوْءٍ وَعِنْدَهٗ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَلِيٌّ وَسَعْدٌ ﷺ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَ هُمْ يَنْظُرُوْنَ ، فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰى يَمِيْنِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰى يَسَارِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، ثُمَّ رَشَّ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُمْنٰى ، ثُمَّ رَشَّ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُسْرٰى ، ثُمَّ غَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، ثُمَّ قَالَ لِلَّذِيْنَ حَضَرُوْا : اَنْشُدُكُمُ اللّٰهَ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَتَوَضَّأُ كَمَا تَوَضَّأْتُ الْآنَ ؟ قَالُوْا : نَعَمْ ! وَذٰلِكَ لِشَيْءٍ بَلَغَهٗ عَنْ وُضُوْءِ رِجَالٍ .

۷۷–حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جبرئیل جب نبی ﷺ پر نازل ہوئے اور آپ کو وضو سکھایا، سو جب وہ وضو سے فارغ ہوئے تو ایک چلو پانی لے کر شرم گاہ کی طرف چھڑک دیا پس رسول اللہ ﷺ (اس تعلیم کے موافق) اپنے وضو کے بعد (اسی طرح) چھڑک لیتے تھے۔ اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس میں رشدین بن سعد ایک راوی ہیں جن کو ہیثم بن خارجہ نے ثقہ کہا ہے اور ایک روایت میں امام احمد نے (بھی) ثقہ کہا ہے اور دوسروں نے اس کو ضعیف کہا ہے اسی طرح مجمع الزوائد میں ہے۔

فائدہ: اپنے موقع پر ثابت ہو چکا ہے کہ ایسا اختلاف مضر احتجاج نہیں ہے لہذا حدیث حجۃ ہے، اس کے علاوہ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وضوء کے بعد شرم گاہ کی جگہ پر پانی چھڑکنا مسنون ہے جیسا کہ آخری دو حدیثوں میں لفظ کان اس پر دلالت کرتا ہے۔

باب پاؤں دھونے سے پہلے ان پر پانی چھڑک لینے کا مستحب ہونا

۷۸–ابوالنضر سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عثمانؓ نے وضو کا پانی مانگا اور انکے پاس حضرات طلحہ، زبیر، علی اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف فرما تھے پھر وضو کیا اور یہ سب دیکھ رہے تھے۔ سو منہ تین بار دھویا پھر دائیں ہاتھ پر تین بار پانی ڈالا پھر بائیں ہاتھ پر تین بار پانی ڈالا پھر دائیں پاؤں پر پانی چھڑکا پھر اسکو تین بار دھویا پھر بائیں پاؤں پر پانی چھڑکا پھر اس کو تین بار دھویا پھر حاضرین سے

رواه ابن منيع والحارث وأبو يعلى، قال البوصيرى : ورجاله ثقات إلا أنه منقطع. أبو النضر سالم لم يسمع عن عثمان، كنز العمال (۱۰۵:۵) قلت : الانقطاع غير مضر عندنا.

بَابُ كِفَايَةِ الوُضُوءِ الوَاحِدِ لِصَلَوَاتٍ مُتَعَدِّدَةٍ وَ اِسْتِحْبَابِ تَجْدِيدِهٖ لِكُلِّ صَلَاةٍ

۷۹– عن : بُرَيْدَةَ ﷺ قَالَ : " كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفَتْحِ صَلَّى الصَّلَوَاتِ بِوُضُوْءٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ : اِنَّكَ فَعَلْتَ شَيْئاً لَمْ تَكُنْ تَفْعَلُهٗ قَالَ : عَمْداً فَعَلْتُهٗ. رواه مسلم (نيل ص۱۹۹).

۸۰– عَنْ : اَبِیْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ بِوُضُوْءٍ وَمَعَ كُلِّ وُضُوْءٍ بِسِوَاكٍ. رواه أحمد بإسناد حسن، كذا

فرمایا کہ میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح وضو فرماتے تھے جس طرح میں نے اس وقت وضو کیا ہے؟ سب نے کہا ہاں اور یہ اسلئے کہا کہ بعض لوگوں کے وضو کے متعلق ان کو کچھ خبر پہنچی تھی۔ اس کو ابن منیع اور حارث اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔ بوصیری نے کہا ہے کہ اسکے راوی ثقہ ہیں لیکن یہ منقطع ہے ابو النضر سالم نے حضرت عثمانؓ سے نہیں سنا (کنز العمال)۔

فائدہ: اور در مختار میں موسم سرما کے ساتھ اسکا مقید کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ چھڑکنا آداب وضو میں سے ہے جبکہ پیروں میں خشکی ہو جس سے احتمال ہو کہ ان میں پانی نہ پہنچے گا۔ رہا یہ کہ فقہاء سے منقول ہے وضو سے پہلے چھڑکنا اور حدیث سے ثابت ہے درمیان وضو میں چھڑکنا سو بات یہ ہے کہ مقصود صرف یہ ہے کہ پانی سہولت سے پاؤں پر پہنچ جائے وقت کی خصوصیت خود مقصود نہیں ہے اور حدیث کی دلالت اس مقصود پر ظاہر ہے۔

باب ایک وضو کا چند نمازوں کیلئے کافی ہونا اور ہر نماز کیلئے جدید وضو کا مستحب ہونا

۷۹– حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہر نماز کے وقت وضو کیا کرتے تھے جب فتح مکہ کا دن آیا تو آپ نے ایک وضو سے چند نمازیں پڑھیں پس حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ آپ نے (آج) وہ کام کیا ہے جسے آپ (اور دنوں میں) نہ کرتے تھے آپؐ نے فرمایا میں نے قصداً ایسا کیا ہے (تاکہ معلوم ہو جائے کہ ایک وضو سے چند نمازیں ادا کرنا جائز ہے)۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے (نیل)۔

۸۰– حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ سمجھتا تو ان کو ہر نماز کے وقت وضو کرنے کا اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم کرتا۔ روایت کیا اسکو امام احمد نے سند حسن کے ساتھ جیسا کہ

فی الترغیب للمنذری وفی المنتقی للشیخ ابن تیمیة : "بإسناد صحیح" (۱:۲۰۴).

باب سنية مسح الماقين

۸۱– حدثنا: سليمان بن حرب قال : ثنا حماد ح و حدثنا مسدد وقتيبة عن حماد بن زيد عن سنان بن ربيعة عن شهر بن حوشب عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ ﷺ ذَكَرَ وُضُوْءَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَمْسَحُ الْمَاقَيْنِ قَالَ : وَقَالَ : اَلْاُذُنَانِ مِنَ الرَّاْسِ . قال سليمان بن حرب : يقولها أبو أمامة ، قال قتيبة : قال حماد : لا أدرى هو من قول النبى ﷺ أو أبى أمامة ؟ يعنى قصة الأذنين ، قال قتيبة عن سنان أبى ربيعة ، قال أبو داود : وهو ابن ربيعة كنيته أبو ربيعة اھ رواه أبو داود . (۱:۱۳۴).

بَابُ عَدَمِ كَرَاهَةِ الِاسْتِعَانَةِ بِغَيْرِهٖ فِیْ صَبِّ الْمَاءِ عَلَى الْاَعْضَاءِ فِی الْوُضُوْءِ

۸۲– عَنِ الْمُغِيْرَةِ ﷺ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِیْ مَسِيْرٍ ، فَقَالَ لِیْ : "اَمَعَكَ مَاءٌ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ ! فَنَزَلَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ ، فَمَشٰى حَتّٰى تَوَارٰى فِیْ سَوَادِ اللَّيْلِ ،

ترغیب میں ہے اور سند صحیح کے ساتھ جیسا کہ منتقی میں ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک وضوء سے چند نمازیں پڑھنا درست ہے لیکن مستحب اور افضل یہ ہے کہ ہر نماز کیلئے نیا وضوء کرے، باقی حضرت انسؓ کی وہ حدیث جو ترمذی (۱:۱۰) میں ہے کہ حضور ﷺ ہر نماز کیلئے وضوء کرتے تھے خواہ باوضو ہوتے یا بے وضو، تو یہ اکثر احوال پر محمول ہے۔

باب گوشہ چشم کے مسح کا مسنون ہونا

۸۱– حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کا وضو بیان کیا (اور) کہا کہ رسول اللہ ﷺ آنکھوں کے کویوں پر مسح فرمایا کرتے تھے، راوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دونوں کان (مسح کے حکم میں) سر سے ہیں۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے (اور مطلب یہ ہے کہ کویوں پر ہاتھ یا انگلی پھیر لیتے تھے)۔

باب اس بیان میں کہ وضو میں اعضاء پر پانی ڈالنے میں دوسرے سے مدد لینا مکروہ نہیں ہے

۸۲– حضرت مغیرہؓ نے روایت ہے کہ میں ایک شب سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تمہارے ساتھ پانی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں! پس آپ اپنی ناقہ سے اتر آئے اور پیدل چلے یہاں تک کہ اندھیرے میں مخفی ہوگئے

ثُمَّ جَاءَ فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الإِدَاوَةِ ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا ، حَتّٰى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ ، فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ: دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا ". رواه مسلم.

٨٣- عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ ﷺ أَنَّهُ كَانَ رَدِيفَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حِينَ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ ، فَلَمَّا جَاءَ الشِّعْبَ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ ، ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى الْغَائِطِ ، فَلَمَّا رَجَعَ صَبَبْتُ عَلَيْهِ مِنَ الإِدَاوَةِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَكِبَ ثُمَّ أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَجَمَعَ بِهَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ . رواه مسلم.

٨٤- عن : بشر بن مفضل عن عقيل عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ رضى الله عنها : صَبَبْتُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَتَوَضَّأَ وَقَالَ لِيْ : أُسْكُبِيْ عَلَيَّ فَسَكَبْتُ . رواه الحاكم فی مستدركه ، وأبو مسلم الكجی فی سننه . (التلخيص الحبير ، ١:٣٥).

پھر تشریف لائے تو میں نے آپ پر برتن سے (پانی) ڈالا اور آپ نے منہ دھویا اور آپ (کے جسم مبارک) پر صوف کا جبہ تھا آپ (بوجہ تنگی جبہ کے) دونوں ہاتھوں کو اس میں سے نہ نکال سکے یہاں تک کہ ہاتھوں کو جبہ کے نیچے سے نکالا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا اور سر کا مسح کیا پھر میں جھکا تاکہ آپ کے (چمڑے کے) موزے اتارلوں (تاکہ آپ پیر دھولیں) آپ نے فرمایا چھوڑ دے ان کو (اور مت اتار) کیونکہ میں نے (ان کو) دونوں پاؤں میں ان کے طاہر ہونے کی حالت میں پہنا ہے (یعنی میرے پاؤں بوجہ وضو کے طاہر تھے جب کہ میں نے ان میں موزے پہنے تھے) اور دونوں پر مسح کیا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۸۳- حضرت اسامۃ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ردیف تھے (یعنی آپ کے پیچھے بیٹھے تھے اسی سواری پر جس پر کہ آپ ﷺ تھے) جبکہ آپ عرفات سے روانہ ہوئے پھر جب (مقام) شعب میں تشریف لائے تو آپ نے اپنی ناقہ کو بٹھایا پھر حاجت سے فراغت کیلئے تشریف لے گئے، جب واپس تشریف لائے تو میں نے برتن سے آپ پر (پانی ڈالا سو آپ نے وضو کیا پھر سوار ہوئے پھر مزدلفہ میں آئے اور اس میں مغرب وعشا کی نماز ایک ساتھ پڑھی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۸۴- ربیع بنت معوذؓ (صحابیہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ (کے اعضاء پر) پانی ڈالا سو آپ نے وضو فرمایا اور مجھ سے کہا کہ مجھ پر (یعنی میرے اعضاء پر) پانی ڈالو پس میں نے پانی ڈالا۔ اس کو حاکم نے مستدرک میں اور ابو مسلم کجی نے سنن میں روایت کیا ہے۔ (تلخیص الحبیر)۔

<u>فائدہ</u>: محض پانی ڈالنے اور پانی منگوانے کیلئے کسی سے مدد لینا بالکل مکروہ نہیں، باقی وہ روایات جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں کسی سے وضوء میں مدد نہیں لیتا تو یہ سب روایات باطل ہیں یا ضعیف ہیں، البتہ اعضاء کو دھونے کیلئے اور ملنے کیلئے کسی

باب ما يقول بعد الوضوء

٨٥– عن : عقبة بن عامر فى حديث طويل عَنْ عُمَرَ ﷺ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ اَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ : اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ، اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ ، يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ. رواه مسلم .

٨٦– عَنْ : اَنَسٍ ﷺ مَرْفُوْعاً : " مَنْ قَرَأَ فِيْ اَثَرِ وُضُوْئِهٖ ﴿ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴾ وَاحِدَةً كَانَ مِنَ الصِّدِّيْقِيْنَ ، وَمَنْ قَرَأَهَا مَرَّتَيْنِ كَانَ فِيْ دِيْوَانِ الشُّهَدَاءِ ، وَمَنْ قَرَأَهَا ثَلَاثاً يَحْشُرُهُ اللهُ مَحْشَرَ الْاَنْبِيَاءِ " . رواه الديلمى . كنز العمال ، (٧٢:٥) واسناده ضعيف على قاعدة الحافظ السيوطى .

٨٧– عن : سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ﷺ مَرْفُوْعا " لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ " رواه الطبرانى فى الكبير ، كنز العمال (٧٨:٥).

٨٨– عَنْ : ابْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ رَفَعَهٗ : اِذَا تَطَهَّرَ اَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللهِ الحديث

سے مدد لینا بغیر عذر کے مکروہ ہے (رد المختار، ١:١٣١)۔

باب وضو کے بعد کیا پڑھے؟

٨٥–حضرت عقبہ بن عامرؓ ایک طویل حدیث میں حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تم میں کوئی ایسا شخص نہیں کہ وضو کرے اور کامل وضو کرے پھر کہے " اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا عبده ورسوله "مگر اسکے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

٨٦–حضرت انسؓ سے مرفوعا روایت ہے (یعنی وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں) کہ جو شخص وضو کے بعد (سورہ) انا انزلناہ فی لیلۃ القدر (آخر تک) ایک بار پڑھے وہ صدیقین میں سے ہوگا اور جو شخص اسکو دو بار پڑھے وہ شہداء کے دفتر میں ہوگا اور جو شخص اسکو تین بار پڑھے اللہ تعالیٰ اس کا حشر انبیا کا سا حشر کرے گا (یعنی انبیا کی معیت نصیب ہوگی یہ نہیں کہ انبیا میں داخل ہو جائے گا)۔ اسکو دیلمی نے روایت کیا ہے (کنز العمال) اور حافظ سیوطیؒ کے قاعدے پر اسکی سند ضعیف ہے۔

٨٧–حضرت سہل بن سعدؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ وضو نہیں ہوتا اس شخص کا جو نبی ﷺ پر درود نہ پڑھے۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے (کنز العمال)۔

<u>فائدہ</u>: مراد نفی کمال کی ہے یعنی کامل وضو نہیں ہوتا گو اس وضو سے نماز صحیح ہو جاتی ہے۔

وفيه : "وَإِذَا فَرَغَ مِنْ طُهُورِهٖ فَلْيَشْهَدْ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ، وَلْيُصَلِّ عَلَيَّ فَإِذَا قَالَ ذٰلِكَ فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ ".رواه البيهقى ، شرح إحياء العلوم (١:٣٩).

نَوَاقِضُ الْوُضُوْءِ

بَابُ نَقْضِ الْوُضُوْءِ بِمَا يَخْرُجُ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ

٨٩- عَنْ : صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ ﷺ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَاْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفْراً اَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيْهِنَّ ، إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ وَلٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ . أخرجه النسائى والترمذى ، واللفظ له ، وابن خزيمة وصححاه (بلوغ المرام ص ١١).

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ الرُّعَافِ وَ الْقَيْءِ الْكَثِيْرِ وَ الْقَلْسِ وَ الْوَدْىِ وَ الْمَذْىِ وَالدَّمِ السَّائِلِ

٩٠- عَنِ : ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ : هُوَ الْمَنِيُّ وَالْمَذْيُ وَالْوَدْيُ فَاَمَّا الْمَذْيُ وَ الْوَدْيُ

۸۸-حضرت ابن مسعودؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ جب تم میں کوئی شخص وضو کرے تو اسکو بسم اللہ پڑھنی چاہئے آخر حدیث تک اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب وضو سے فارغ ہو تو "اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله" پڑھے اور مجھ پر درود پڑھے اور جب یہ (اذکار) پڑھے گا تو اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دئے جائیں گے۔ اسکو بیہقی نے روایت کیا ہے۔ (شرح احیاء علوم الدین)۔

وضو توڑنے والی چیزیں

باب وضو کا ٹوٹنا اس چیز سے جو دونوں راہ سے نکلے

۸۹-حضرت صفوان بن عسالؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہم کو حکم فرماتے تھے جبکہ ہم مسافر ہوں اس امر کا کہ ہم اپنے موزوں کو تین دن اور ان کی راتوں میں (یعنی تین رات) نہ اتاریں مگر جنابت کی وجہ سے لیکن پاخانہ اور پیشاب اور سونے کی وجہ سے (وضو ٹوٹ جائے تو مسح خفین جائز ہے اور جنابت ہو تو موزے اتار ڈالنا چاہئیں کیونکہ اس حالت میں مسح خفین پر جائز نہیں)۔ اسکو نسائی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے۔ اور یہ لفظ ترمذی کے ہیں اور ابن خزیمہ نے (بھی) روایت کیا ہے اور ترمذی اور ابن خزیمہ نے اسکی تصحیح (بھی) کی ہے (بلوغ المرام)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشاب اور پاخانہ اور نیند وضو توڑنے والی چیزیں ہیں اس طرح کہ موزوں پر مسح کی

فَإِنَّهُ يَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ ، وَأَمَّا الْمَنِيُّ فَفِيهِ الْغُسْلُ . رواه الطحاوی ، وإسناده حسن (آثار السنن، ٤٠).

٩١– عَنْ : عَلِيٍّ ﷺ : كُنْتُ رَجُلاً مَذَّاءً فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ مِنِّي ،فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ فَسَأَلَهُ ، فَقَالَ : يَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ . أخرجه الشيخان ، ورواه أبو داود من طريق عروة عن علی ، وفيه "يَغْسِلُ أُنْثَيَيْهِ وَذَكَرَهُ" . وعروة لم يسمع من علی ، لكن رواه أبو عوانة فی صحيحه من حديث عبيدة عن علی ﷺ بالزيادة ، وإسناده لا مطعن فيه (التلخيص الحبير –١:٤٢).

٩٢– عن إسماعيل بن عياش ، عن ابن جريج ، عن ابن أبی مليكة عَنْ عَائِشَة رضی الله عنها قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : "مَنْ أَصَابَهُ قَيْءٌ أَوْرُعَافٌ أَوْ قَلَسٌ أَوْ مَذْيٌ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ ، وَهُوَ فِي ذٰلِكَ لَا يَتَكَلَّمُ . رواه ابن ماجة (١:٨٨)

حاجت تو جب ہی ہوگی جب وضو ٹوٹ جائے گا۔

باب وضو کا واجب ہونا نکسیر، قے کثیر، ودی، مذی اور بہنے والے خون سے

٩٠–حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ (یعنی شرم گاہ سے نکلنے والی تین چیزیں) منی، مذی اور ودی ہیں۔ پس مذی اور ودی میں تو ذکر دھو کر وضو کرلے اور منی میں غسل ہے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے (آثار السنن)۔

فائدہ: نیل الاوطار (١:٥٢) میں ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مذی نجس ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مذی اور ودی ناقض وضو ہیں۔

٩١–حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں ایک کثیر المذی آدمی تھا (یعنی میری مذی کثرت سے نکلتی تھی) اور مجھے شرم آتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ سے (اس کا حکم) دریافت کروں بوجہ آپ کی صاحبزادی کے میرے نکاح میں ہونے کے، تو میں نے مقدادؓ سے کہا (کہ تم مذی کا حکم حضور ﷺ سے دریافت کر کے مجھے بتاؤ) انہوں نے آپ سے (مذی کا حکم) دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ ذکر کو دھولے اور وضو کرلے۔ اسکو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے اور ابوداود کی روایت میں یوں ہے کہ انثیین (خصیے) اور ذکر دھولے (تلخیص الحبیر)۔

٩٢–حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس شخص کو قے (منہ بھر کر) آجائے یا نکسیر یا قلس (یعنی منہ بھر قے) یا مذی تو وہ (نماز سے) ہٹ جائے پھر وضو کرے پھر اپنی نماز پر بنا کرے۔ اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور صحیح یہ ہے

والصحيح أنه مرسل صحيح الإسناد، لكن بغير هذا الإسناد المذكور في الحاشية.

٩٣– عَنِ: ابْنِ عُمَرَ ﷺ قَالَ: اِذَا رَعِفَ الرَّجُلُ فِي الصَّلاَةِ اَوْ ذَرَعَهُ القَيْءُ اَوْ وَجَدَ مَذْياً فَاِنَّهُ يَنْصَرِفُ، فَلْيَتَوَضَّأ، ثُمَّ يَرْجِع فَيُتِمَّ مَا بَقِيَ عَلَى مَا مَضٰى مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ. رواه عبد الرزاق في مصنفه، وإسناده صحيح (آثار السنن –١:٣٥).

٩٤– عَنْ: اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اِذَا قَاءَ اَحَدُكُمْ اَوْرَعِفَ، وَهُوَ فِي الصَّلاَةِ اَوْ اَحْدَثَ، فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأ ثُمَّ لِيَجِئْ، فَلْيَبْنِ عَلَى مَا مَضٰى. رواه الدار قطني، وإسناده حسن (التلخيص الحبير –١:١٠٦).

٩٥– وفي الجوهر النقي: قال ابن أبي شيبة: ثنا علي بن مسهر عن سعيد، هو ابن أبي عروبة، عن قتادة عن خلاس عَنْ عَلِيٍّ ﷺ قَالَ: اِذَا رَعِفَ الرَّجُلُ فِيْ صَلاَتِهِ اَوْ قَاءَ فَلْيَتَوَضَّأ وَلاَ يَتَكَلَّمْ وَلْيَبْنِ عَلَى صَلاَتِهِ. ورجال هذا السند على شرط الصحيح اه.

٩٦– عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَاءَ فَتَوَضَّأ فَلَقِيْتُ ثَوْبَانَ فِيْ مَسْجِدِ

کہ اسکی سند مرسل صحیح ہے۔ اس سند کے علاوہ دوسری سند سے (جو اصل کتاب کے حاشیہ میں ہے) مروی ہے۔

٩٣–حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب کسی شخص کو نماز میں نکسیر آ جائے یا قے کا غلبہ ہو جائے یا مذی پائے تو وہ شخص ہٹ جائے پھر وضو کرے پھر اپنی جگہ آ جائے اور باقی نماز کو گزشتہ نماز پر (بنا کر کے) تمام کرلے جب تک کلام نہ کیا ہو۔ اسکو عبد الرزاق نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

٩٤–ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی قے کرے یا اسکو نکسیر آئے اور وہ نماز میں ہو یا حدث کرے تو ہٹ جائے پھر وضو کرلے پھر (اپنی جگہ) آ جائے پھر اپنی (بقیہ نماز کو) گزشتہ نماز پر بنا کرلے۔ اسکو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔ (تلخیص الحبیر)۔

٩٥–حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں ہوتے ہوئے نکسیر آ جائے یا وہ قے کرے تو اسے چاہئے کہ وضو کرے اور کسی سے بات نہ کرے اور اپنی گزشتہ نماز پر بقیہ نماز کی بنا کرے۔ (جوہر نقی)۔

فائدہ: بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر دوران نماز وضوء ٹوٹ جائے تو آدمی وضوء کر کے آئے اور نماز دوبارہ از سر نو پڑھے تو یہ حدیث، احادیث بنا کے معارض نہیں ہے کیونکہ احادیث بنا جواز پر اور احادیث استیناف استحباب پر محمول ہیں، یا اس شخص کیلئے ہے جو حدث ہو جانے کے بعد تکلم کرے۔

دِمَشْقَ ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ ، فَقَالَ : صَدَقَ ، أَنَا صَبَبْتُ لَهُ وَضُوْئَهُ . رواه الترمذی ، وقال قد جود حسین المعلم هذا الحدیث ، وحدیث حسین أصح شیء فی هذا الباب . (۱:۱۳)

وفی نصب الرایة : " ورواه الحاکم فی المستدرک وقال صحیح علی شرط الشیخین ، ولم یخرجاه . اه " (۱:۲۲) .

۹۷– عَنْ : عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ : جَائَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِیْ حُبَیْشٍ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَتْ : یَا رَسُوْلَ اللهِ ! اِنِّیْ امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ ، أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ : لَا! اِنَّمَا ذٰلِكَ عِرْقٌ لَیْسَ بِحَیْضٍ ، فَاِذَا أَقْبَلَتْ حَیْضَتُكِ فَدَعِی الصَّلَاةَ ، وَاِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِیْ عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّیْ . قال (هشام بن عروة) : وقال أبی : ثُمَّ تَوَضَّئِیْ لِکُلِّ صَلَاةٍ حَتّٰی یَجِیْءَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ . رواه البخاری .

۹۶–حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قے فرمائی پس وضو کیا (حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کرنے والے کہتے ہیں کہ) پھر میں حضرت ثوبانؓ سے دمشق کی مسجد میں ملا اور اس روایت کا ان سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ ابوالدرداء نے سچ کہا ہے، وضو کا پانی (حضور ﷺ پر) میں نے ہی ڈالا تھا۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ حسین معلم نے اس حدیث کو جید سند سے روایت کیا ہے اور حسین معلم کی حدیث اس باب میں اور حدیثوں سے زیادہ صحیح ہے اور نصب الرایہ میں ہے کہ اسکو حاکم نے روایت کیا ہے اور بخاری ومسلم کی شرط پر کہا ہے۔

فائدہ: احناف کے نزدیک قے اس وقت ناقض وضو ہوتی ہے جب کہ وہ منہ بھر کر ہو اور قے میں یہ قید کہ منہ بھر کر ہو لفظ قلس سے ہے (جو عنقریب حضرت عائشہؓ کی حدیث ''نمبر:۹۲'' میں گذرا ہے) اور قاموس میں ایک قول قلس میں یہ ہے کہ جو حلق سے منہ بھر کر نکلے اور اس کا مقابل دوسرا قول مجتہد پر حجت نہیں اور نیز لفظ ''ذرعہ'' سے بھی (جو حضرت ابن عمرؓ کے اثر ''نمبر:۹۳'' میں گذرا ہے) یہ قید ثابت ہوتی ہے جسکے معنی ہیں غالب آنے کے، منہ بھر کی تفسیر ہمارے علماء نے یہی کی ہے کہ جو غالب ہو اور اسکا روکنا ممکن نہ ہو۔

۹۷–حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ (حضرت) فاطمہ بنت ابی حبیش رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں ایک عورت ہوں کہ مجھ کو استحاضہ ہوتا ہے اور میں پاک ہی نہیں ہوتی (یعنی استحاضہ منقطع ہی نہیں ہوتا) تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! یہ تو صرف ایک رگ (کا خون) ہے حیض نہیں ہے پس جب (حساب سے) تمہارے حیض (کے وقت) کی آمد ہو تو نماز چھوڑ دیا کرو اور جب وہ گزر جائے تو اپنے (بدن وغیرہ) سے خون دھو ڈالا کرو پھر نماز پڑھ لیا کرو۔ ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ میرے باپ (عروہ) نے (اپنی روایت میں یہ بھی) کہا (حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ) پھر ہر نماز کیلئے وضو کرلیا کرو

٩٨- عَنْ : عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ : جَائَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلاَ أَطْهُرُ ، أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ : لَا! إِنَّمَا ذٰلِكَ عِرْقٌ وَ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّيْ . قَالَ أَبُوْمُعَاوِيَةَ فِيْ حَدِيْثِهِ : وَقَالَ تَوَضَّئِيْ لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتّٰى يَجِيْءَ ذَالِكَ الْوَقْتُ . رواه الترمذى وقال : حديث عائشة حديث حسن صحيح .

٩٩- حدثنا : معمر عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ : أَبْصَرْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ صَلّٰى صَلَاةَ الْغَدَاةِ رَكْعَةً ، ثُمَّ رَعُفَ فَخَرَجَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ بَنٰى عَلٰى مَا بَقِيَ مِنْ صَلَاتِهِ . أخرجه ابن أبى شيبة فى المصنف وصححه فى الجوهر النقى (١:٣٩).

١٠٠- وَأخرج عن سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ﷺ أَنَّهُ رَعُفَ فِيْ صَلَاتِهِ فَأَتٰى دَارَ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَتَوَضَّأَ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ وَبَنٰى عَلٰى صَلَاتِهِ .

یہاں تک کہ وہ وقت آجائے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: حیض کے ختم ہونے پر نماز کے جائز ہونے کے لئے غسل فرض ہے، صرف خون کا دھونا کافی نہیں، چونکہ غسل کا حکم مشہور اور واضح تھا اس لئے اس حدیث میں صرف خون کو دھونے کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

٩٨- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ (حضرت) فاطمہ بنت ابی حبیش نبی ﷺ کے پاس آئیں اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ میں ایک عورت ہوں کہ مجھ کو استحاضہ آتا ہے اور میں پاک ہی نہیں ہوتی (یعنی استحاضہ منقطع ہی نہیں ہوتا) تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! یہ تو صرف ایک رگ (کا خون) ہے اور حیض نہیں ہے پس جب حیض (کا معمولی زمانہ) آیا کرے تو نماز چھوڑ دیا کرو اور جب وہ گزر جائے تو اپنے (بدن وغیرہ) سے خون دھوڈالا کرو اور نماز پڑھا کرو۔ ابو معاویہ نے اپنی حدیث میں (یہ بھی) کہا ہے کہ اور آپ نے (یہ بھی) فرمایا کہ ہر نماز کیلئے وضو کیا کرو یہاں تک کہ وہ وقت آجائے۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔

فائدہ: یہ جو ارشاد ہوا کہ یہ ایک رگ کا خون ہے الخ بحرالرائق میں ہے کہ آپ نے یہ وجوب وضو کی علت ارشاد فرمائی کہ وہ ایک رگ کا خون ہے اور تمام (بہنے والے) خون ایسے ہی ہیں (پس ہر بہنے والا خون ناقض وضو ہوگا)۔

٩٩- عبیداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبداللہ کو دیکھا کہ انکو صبح کی ایک رکعت پڑھکر نکسیر آگئی تو وہ مسجد سے نکلے اور وضو کیا پھر باقی نماز کو پورا کیا۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں بیان کیا ہے اور جوہر نقی میں اسکی تصحیح کی ہے۔

١٠٠- اور سعید بن مسیب کو نماز میں نکسیر آگئی تو وہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں آئے اور وضو کیا اور کسی

۱۰۱ – وعَنْ طَاوسٍ قَالَ : إِذَا رَعِفَ الرَّجُلُ فِى صَلاَتِهِ انْصَرَفَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ بَنٰى عَلٰى مَا بَقِىَ مِنْ صَلاَتِهِ .

۱۰۲ – وَعَنِ الْحَسَنِ ﷺ أَنَّهُ كَانَ لَا يَرٰى الْوُضُوْءَ مِنَ الدَّمِ إِلَّا مَا كَانَ سَائِلاً . قال فى الجوهر النقى : والأسانيد الثلاثة صحيحة ، قال : وقال ابن عبد البر معروف من مذهب ابن عمر إيجاب الوضوء من الرعاف إذا كان سائلا ، وكذا كل دم سائل من الجسد : وروى مثل ذلك عن على وابن مسعود.

۱۰۳ – عن : معمر عن أيوب عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ فِى الرَّجُلِ يَبْصُقُ دَماً قَالَ : إِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَيْهِ دَماً تَوَضَّأَ. أخرجه عبد الرزاق فى " مصنفه " الجوهر النقى ، (۱:۱٤۰) وإسناده صحيح .

۱۰٤ – أحمد بن الفرج عن بقية ثنا شعبة عن محمد بن سليمان بن عاصم بن عمر ابن الخطاب عن عبد الرحمن بن أبان بن عثمان بن عفان عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " الْوُضُوْءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ " أخرجه ابن عدى فى الكامل فى

سے بات نہیں کی اور باقی نماز کو پورا کیا۔

۱۰۱-اور طاؤس نے فرمایا ہے کہ جب نماز میں نکسیر آ جائے تو لوٹ کر وضو کرے پھر باقی نماز کو پورا کرے۔

۱۰۲-اور حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ وہ خون کے نکلنے سے وضو کی ضرورت نہ سمجھتے تھے مگر جبکہ بہنے والا ہو۔ جوہر نقی میں ہے کہ تینوں کی سندیں صحیح ہیں۔

<u>فائدہ</u>: یہ چاروں حضرات بڑے بڑے تابعی جلیل القدر ہیں اس مسئلہ میں انکا قول امام ابوحنیفہؒ کے قول کے موافق ہے اور عبداللہ بن عمر کا بھی یہی مذہب ہے جو ان سے مشہور ہے جیسا کہ ابن عبدالبر نے استذکار میں فرمایا ہے اور اسی کے موافق حضرت علیؓ و عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی مروی ہے۔

۱۰۳-محمد بن سیرین نے اس شخص کے بارہ میں جس کی تھوک میں خون نکلا ہو فرمایا کہ جب خون غالب ہو تو وضو کرے۔ اسکو عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے (جوہر نقی)۔

<u>فائدہ</u>: امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے جس میں یہ جلیل القدر تابعی امام صاحب کے موافق ہیں۔

۱۰۴-حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بہنے والے خون سے وضو (ضروری) ہے۔

ترجمة أحمد ، وقال : هذا حديث لا نعرفه إلا من حديث أحمد ، وهو ممن لا يحتج بحديثه ، ولكنه يكتب ، فإن الناس مع ضعفه قد احتملوا حديثه . انتهى : وقال ابن أبى حاتم فى كتاب العلل : أحمد بن الفرج كتبنا عنه ، ومحله عندنا الصدق اه من الزيلعى (۱:۱ ۲). قلت : فهو من رجال الحسن ، والباقون كلهم ثقات ، أما بقية فلا علة له سوى التدليس . وقد صرح بالتحديث ، وشعبة ، ومحمد بن سليمان ثقة لأن شعبة روى عنه ، وهو لايروى إلا عن ثقة ، وعبد الرحمن بن أبان من رجال الأربعة ، ثقة كما فى التقريب (ص۱۱۸) فالحديث حسن .

۱۰۵– عن : يزيد بن خالد عن يزيد بن محمد عن عمر بن عبدالعزيز عَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ ﷺ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " اَلْوُضُوْءَ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ " . أخرجه الدارقطنى فى سننه وقال : عمر بن عبد العزيز لم يسمع من تميم ولا رآه واليزيدان مجهولان انتهى من الزيلعى (۱۲۱:۱).قال فى السعاية : يزيد بن خالد ويزيد بن محمد قد اختلف فيهماوقد وثقوه كما فى الكاشف للذهبى (جامع الآثار لشيخنا ص ۱۱) قلت : وهو معتضد بالذى قبله، وارتفع قول الدار قطنى بالجهالة بتوثيق غيره ، فإن المجهول لا يوثق ، وعدم سماع عمر بن عبد العزيز الخليفة الراشد من تميم لايضرنا

اسکوابن عدی نے کامل میں روایت کیا ہےاور اسکی سند حسن ہے۔

۱۰۵–حضرت عمر بن عبدالعزیز تمیم داریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہر بہنے والے خون سے وضوضروری ہے۔ اسکودارقطنی نے سنن میں روایت کیا ہےاور اسکے دوراویوں کومجہول کہا ہےمگر کاشف میں ذہبی نے ان کے متعلق کہا ہے کہ محدثین میں ان کے متعلق اختلاف ہے بعض نے انکوثقہ کہا ہے(سعایہ)اس سے جہالت مرتفع ہوگئی کیونکہ مجہول کی توثیق نہیں ہوسکتی۔پس سند حسن ہےاور عمر بن عبدالعزیز اور تمیم داری کے درمیان انقطاع ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں جیسا کہ اصول میں مذکور ہے۔ دوسرے یہ حدیث پہلی حدیث سے مؤید ہے دونوں کوایک دوسرے سے قوت ہوگئی۔

فائدہ: یہ دونوں حدیثیں حنفیہ کے مذہب پراس مسئلہ میں صاف صاف دلالت کررہی ہیں اور وہ جو بخاری میں ایک صحابی کا قصہ ہے کہ نماز کی حالت میں انکے تیرلگا اور خون بہا اور وہ نماز پڑھتے رہے اس سے خون کے ناقض وضو نہ ہونے پراستدلال نہیں ہوسکتا کیونکہ اس میں یہ ذکرنہیں کہ حضور ﷺکواس واقعہ کی اطلاع ہوئی یانہیں اور آپ نے کیا فرمایا؟۔

فإن الانقطاع فى القرن الثانى والثالث ليس بعلة عندنا، لا سيما إرسال مثل عمر.

بَابُ وُجُوبِ الْوُضُوْءِ عَلٰى مَنْ نَامَ مُسْتَرْخِياً مَفَاصِلَهٗ

١٠٦– عَنْ: ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: "لَيْسَ عَلٰى مَنْ نَامَ سَاجِداً وُضُوْءٌ حَتّٰى يَضْطَجِعَ، فَاِنَّهٗ اِذَا اضْطَجَعَ اِسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهٗ". رواه أحمد وأبو يعلى، ورجاله موثقون. مجمع الزوائد (١:١٠١).

١٠٧– عَنْ: عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "وِكَاءُ السَّهِ الْعَيْنَانِ، فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ". رواه أبو داود وحسنه المنذرى وابن الصلاح والنووى، كذا فى التلخيص الحبير.

١٠٨– عَنْ: يَزِيْدِ بْنِ قسيطٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه يَقُوْلُ: لَيْسَ عَلَى الْمُحْتَبِى النَّائِمِ وَلَا عَلَى الْقَائِمِ النَّائِمِ وَلَا عَلَى السَّاجِدِ النَّائِمِ وُضُوْءٌ حَتّٰى يَضْطَجِعَ، فَاِذَا اضْطَجَعَ تَوَضَّأَ" رواه البيهقى وإسناده جيد موقوف. التلخيص الحبير، (١:٤٤).

باب وضو واجب ہونا اس شخص پر جو اس طرح سو جائے کہ اس کے جوڑ بند ڈھیلے ہو جائیں

۱۰۶- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص پر وضو (واجب) نہیں ہوتا جو سجدے میں سو جائے یہاں تک کہ لیٹ (کر سو) جائے، پس جب وہ لیٹ کر سو جائے گا تو اس کے جوڑ بند ڈھیلے ہو جائیں گے (پس وضو نہ رہے گا)۔ اسکو امام احمد اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اسکے راویوں کی توثیق کی گئی ہے (مجمع الزوائد)۔

۱۰۷- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آنکھیں مقعد کا بند ہیں پس جو شخص سو جائے تو وہ وضو کرے۔ (ابو داود باب فی الوضوء من النوم)۔

۱۰۸- یزید بن قسیط سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ گوٹ مار کر بیٹھ کر سو جانے والے پر وضو (واجب) نہیں ہوتا اور نہ اس پر جو کھڑے ہو کر سو جائے اور نہ اس پر جو سجدہ کی حالت میں سو جائے یہاں تک کہ لیٹ جائے۔ پس جب لیٹ جائے (اور سو جائے) تو وضو کر لے۔ اسکو بیہقی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند جید ہے۔ (تلخیص الحبیر)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مدار نقض وضو، استرخاء مفاصل (جوڑوں کا ڈھیلا ہونا) ہے، پس نیند کی جس صورت میں بھی جوڑ ڈھیلے ہو جائیں وہ ناقض وضو ہے اور نیند کی جن صورتوں میں جوڑ ڈھیلے نہ ہوں وہ ناقض وضو نہیں اور وہ صورتیں نماز کی حالت میں سونا ہے۔

وغيرهما اه قلت فهذا الحديث بسند الإمام مسند ومرسل ، ورجال كتاب الآثار ثقات مشهورون ، ومعبد هذا صحابي .

١١١- عن : معمر عن قتادة عَنْ اَبِى الْعَالِيَةِ الرِّيَاحِي اَنَّ اَعْمٰى تَرَدّٰى فِىْ بِئْرٍ ، وَالنَّبِىُّ ﷺ يُصَلِّىْ بِاَصْحَابِهٖ ، فَضَحِكَ بَعْضُ مَنْ كَانَ يُصَلِّىْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَاَمَرَ النَّبِىُّ ﷺ مَنْ كَانَ ضَحِكَ مِنْهُمْ اَنْ يُعِيْدَ الْوُضُوْءَ وَ يُعِيْدَ الصَّلَاةَ . رواه عبد الرزاق في مصنفه ورجاله رجال الصحيحين، وهو الصحيح، نصب الراية (١:٢٨) وفي آثار السنن (١٥٧) "وإسناده مرسل قوى" اه ولم يذكر سنده تاما .

١١٢- حدثنا : ابن جوصاء حدثنا عطية بن بقية حدثنى أبى حدثنا عمرو بن قيس السكونى عن عطاء عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : " مَنْ ضَحِكَ فِىْ صَلَاتِهٖ قَهْقَهَةً فَلْيُعِدِ الْوُضُوْءَ وَالصَّلَاةَ " . أخرجه البيهقى (الجوهر النقى-١:٤٣) أعله ابن جوزى بأن بقية من عادته التدليس ، فلعله سمعه من بعض الضعفاء ، فحذف اسمه ، وأجاب عنه ابن التركمانى و الزيلعى (١:٢٦) بأن بقية صدوق ، وقد صرح بالتحديث . والمدلس الصدوق إذا صرح بذلك زالت تهمة تدليسه . اه قلت :و بقية رجاله ثقات

میں حضرت معبد بن ابی معبد صحابیؓ سے مسندا روایت کیا ہے۔

۱۱۱-معمر سے روایت ہے وہ قتادہ سے وہ ابی العالیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا کنوئیں میں گر گیا (یعنی اسی غار میں جس کا ذکر پہلی دو حدیثوں میں گذرا ہے پہلے وہ کنواں ہوگا پھر پٹ جانے سے گڑھا رہ گیا ہوگا) اور نبی ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے سو بعض نمازی جو حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے ہنس پڑے پس نبی ﷺ نے وضو اور نماز کے اعادہ کا حکم فرمایا اس شخص کو جو ان میں سے ہنسا ہو۔ اسکو عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیحین کے راوی ہیں اور یہ (حدیث) صحیح ہے اسی طرح نصب الرایہ میں ہے۔ اور آثار السنن میں ہے کہ اسکی سند مرسل قوی ہے۔

۱۱۲-حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنسا ہو وہ وضو اور نماز (دونوں) کو لوٹائے۔ اسکو بیہقی نے روایت کیا ہے (جوہر نقی) اور ابن جوزی نے اس میں یہ علت نکالی ہے کہ بقیہ (راوی) کی عادت تدلیس کی ہے تو ممکن ہے انہوں نے کسی ضعیف راوی سے اسکو سنا ہو اور اسکا نام حذف کر دیا ہو۔ اور علامہ ابن ترکمانی اور حافظ زیلعی نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ بقیہ صدوق ہے اور اس نے روایت میں سماع کی تصریح کی ہے اور مدلس صدوق جب سماع کی تصریح

كما يشعر بذلك سكوت ابن الجوزي وغيره عنهم ، وابن جوصاء مختلف فيه ، وقد وثق . كما يظهر من اللسان (۱:۴۳۹) وسماع عطاء عن ابن عمر مختلف فيه والراجح السماع على أن الإنقطاع ليس بعلة عندنا ، فالحديث حسن لا سيما وله شواهد.

۱۱۳– عن : بقية عن محمد الخزاعي (هو ابن راشد) عن الحسن عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِرَجُلٍ ضَحِكَ فِي الصَّلَاةِ : أَعِدْ وُضُوْئَكَ . أخرجه ابن عدي وقال : محمد الخزاعي من مجهولي مشايخ بقية ، وقال : "ويروى عن محمد بن راشد عن الحسن ، و ابن راشد مجهول" اه من الزيلعي (۱:۲۷ مختصرا) وسيأتي الجواب عن كل ذلك في الحاشية ، وبالجملة فالحديث حسن .

باب ترك الوضوء مما مست النار

۱۱۴– أخبرنا : عمرو بن منصور حدثنا علي بن عباس قال : حدثنا شعيب عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللهِ ﷺ قَالَ : كَانَ آخِرُ الْأَمْرَيْنِ

کردے تو تدلیس کی تہمت زائل ہو جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسکے باقی رواۃ سب ثقہ ہیں جیسا کہ ابن جوزی وغیرہ کا سکوت اس پر دلالت کر رہا ہے اور ابن جوصاء مختلف فیہ ہے بعض نے اسکی توثیق کی ہے اور عبداللہ بن عمر سے عطاء کے سماع میں بھی اختلاف ہے مگر راجح سماع ہی ہے دوسرے انقطاع ہمارے یہاں علت نہیں پس حدیث حسن ہے۔

__فائدہ:__ اس حدیث سے یہ صاف ظاہر ہے کہ قہقہہ مبطل صلوٰۃ ہونے کے ساتھ ساتھ ناقض وضو بھی ہے۔

۱۱۳–عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے جو نماز میں (زور سے) ہنسا تھا فرمایا کہ اپنا وضو (بھی) لوٹاؤ۔ اسکو ابن عدی نے (کامل میں) روایت کیا ہے اور کہا کہ محمد خزاعی راوی حدیث بقیہ کے مجہول مشائخ میں سے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جوہر نقی میں اسکو محمد بن راشد خزاعی بتلایا ہے اور وہ مجہول نہیں بلکہ ثقہ مختلف فیہ ہے دوسرے یہ محمد بن راشد حسن بصری سے روایت کر رہے ہیں اور حسن سے روایت کرنے والے کو حافظ نے مجہول نہیں کہا بلکہ اس کی توثیق نقل کی ہے پس حدیث حسن ہے۔

__فائدہ:__ احناف کے ہاں بالغ کا قہقہہ رکوع وسجود والی نماز میں ناقض وضو ہے، تو اس بلوغت اور رکوع وسجود والی نماز کی قید لگانے کی وجہ یہ ہے کہ قہقہہ پر نقض وضو والی حدیث خلاف قیاس ہے، لہٰذا یہ اپنے مورد پر محصور ہوگی لہٰذا وہ تمام قیودات معتبر ہونگے جو اس واقعے میں متحقق تھے، یقیناً وہ نماز بھی رکوع وسجود والی تھی اور ہنسنے والے بھی بالغ تھے، پس صرف بالغ کا قہقہہ رکوع وسجود والی نماز میں ناقض وضو ہے اور بچے کا قہقہہ ناقض نہیں ہے۔

مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ تَرْکَ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ . رواہ النسائی وسکت عنه فھو صحیح عندہ ، وقال الإمام النووی فی شرح صحیح مسلم (۱:۱۵٦) " وھو حدیث صحیح رواہ أبو داود والنسائی وغیرھما من أھل السنن بأسانیدھم الصحیحة " اھ وصححه ابن خزیمة وابن حبان وغیرھما لکن قال أبو داود وغیرہ : إن المراد بالأمر ھنا الشأن والقصة ، لا مقابل النھی فتح الباری (۱:۲٦۹).

۱۱۵– عَنْ : مَیْمُوْنَةَ قَالَتْ اَکَلَ النَّبِیُّ ﷺ مِنْ کَتِفِ شَاۃٍ ، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّأْ .

۱۱٦– وَعَنْ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّةَ الضَّمْرِیِّ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَحْتَزُّ مِنْ کَتِفِ شَاۃٍ ، فَاَکَلَ مِنْهَا فَدُعِیَ اِلَی الصَّلَاۃِ فَقَامَ وَطَرَحَ السِّکِّیْنَ وَصَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّأْ . متفق علیه ، نیل الأوطار (۱:۲۰۳).

باب آگ کی اثر کی ہوئی چیز سے وضو کا نہ کرنا

۱۱۴–حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ اخیر فعل رسول اللہ ﷺ کا آگ کی اثر کی ہوئی چیز سے وضو کا ترک فرمانا تھا۔اسکو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے سو وہ (ان کے قاعدے کے مطابق) ان کے نزدیک صحیح ہے اور نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے "یہ حدیث صحیح ہے" اسکو ابوداود اور نسائی وغیرہما نے اہل سنن میں سے روایت کیا ہے صحیح سندوں سے اور فتح الباری میں ہے کہ اسکی تصحیح کی ہے ابن خزیمہ اور ابن حبان وغیرہما نے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو والی احادیث ابتدائی دور پر محمول ہیں اور منسوخ ہیں۔

۱۱۵–حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی ﷺ نے بکری کے شانہ (کے گوشت) میں سے (کچھ حصہ) کھایا پھر کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا (یعنی آپ کا وضو پہلے سے تھا اس کھانے سے وضو نہیں ٹوٹا اور پہلے ہی وضو سے نماز پڑھ لی)۔

۱۱٦–اور عمرو بن امیہ ضمری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو بکری کے شانہ میں سے کاٹتے ہوئے دیکھا پھر آپ نے اس میں سے کھایا پھر نماز کیلئے بلائے گئے پس آپ کھڑے ہو گئے اور چھری کو ڈال دیا اور نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ اسکو امام احمد اور بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے (نیل)۔

١١٧— عَنِ :الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَكَلَ طَعَاماً ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَقَامَ، وَقَدْ كَانَ تَوَضَّأَ قَبْلَ ذٰلِكَ فَاَتَيْتُهُ بِمَاءٍ لِيَتَوَضَّأَ مِنْهُ فَانْتَهَرَنِیْ وَقَالَ : وَرَائَكَ . فَسَائَنِیْ وَاللهِ ذٰلِكَ ثُمَّ صَلّٰى ، فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ اِلٰى عُمَرَ فَقَالَ يَا نَبِیَّ اللهِ! اِنَّ الْمُغِيْرَةَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِ اِنْتِهَارُكَ اِيَّاهُ وَخَشِیَ اَنْ يَّكُوْنَ فِیْ نَفْسِكَ عَلَيْهِ شَیْءٌ ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : لَيْسَ عَلَيْهِ فِیْ نَفْسِیْ اِلَّا خَيْرٌ ، وَلٰكِنْ اَتَانِیْ بِمَاءٍ لِاَتَوَضَّأَ ، وَاِنَّمَا اَكَلْتُ طَعَاماً وَلَوْ فَعَلْتُ فَعَلَ النَّاسُ ذٰلِكَ بَعْدِیْ . رواه أحمد والطبرانی فی الكبير ورجاله ثقات ، مجمع الزوائد (١٠٢:١) .

١١٨— عَنْ : عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَمُرُّ بِالْقِدْرِ فَاَخَذَ الْعِرْقَ ، فَيُصِيْبُ مِنْهُ ثُمَّ يُصَلِّیْ ، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً . رواه أحمد وأبو يعلى والبزار ، ورجاله رجال الصحيح ، مجمع الزوائد (١٠٣:١).

١١٩— عَنْ : اَبِیْ اُمَامَةَ ﷺ مَرْفُوْعاً : " اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ عَلٰى وُضُوْءٍ فَاَكَلَ طَعَاماً

١١٧-حضرت مغیرۃ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی کھانا تناول فرمایا پھر نماز کی اقامت ہوگئی سو آپؐ کھڑے ہوگئے اور آپ اس سے پہلے وضو کر چکے تھے میں آپ کے پاس پانی لایا تا کہ آپ اس سے وضو کریں آپ نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا کہ پیچھے ہٹو۔ مجھ کو اس سے واللہ رنج ہوا (اس احتمال سے کہ شاید مجھ سے ناخوش ہوں) پھر آپ نے نماز پڑھی ، میں نے حضرت عمرؓ سے اس کا شکوہ کیا اور انہوں نے (حضور ﷺ سے) عرض کیا کہ یا نبی اللہ! مغیرہ پر آپ کا ڈانٹنا شاق ہوا اور ان کو یہ اندیشہ ہو گیا کہ شاید آپ کے جی میں ان کے متعلق کوئی بات ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے جی میں ان سے متعلق بجز خیر کے اور کچھ نہیں ہے لیکن (زجر کی وجہ یہ تھی کہ) وہ میرے پاس وضو کے لئے پانی لائے حالانکہ میں نے صرف کھانا ہی کھایا تھا اور اگر میں ایسا کرتا (کہ کھانے کے بعد وضو کر لیا کرتا) تو اور لوگ (بھی) میرے بعد ایسا ہی کرنے لگتے (کہ کھانے کے بعد وضو کیا کرتے اور اسکو ضروری سمجھتے حالانکہ یہ ضروری نہیں ہے) اسکو امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

١١٨-حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہانڈی کے پاس ہو کر گزرتے تھے اور ہڈی لے لیتے تھے اور اس میں سے (جو گوشت وغیرہ اس میں ہوتا اسکو) کھا لیتے پھر نماز پڑھتے اور وضو نہ فرماتے اور پانی کو مس (بھی) نہ فرماتے (یعنی ہاتھ بھی نہ دھوتے اور نہ کلی کرتے اور یہ ترک آپ کا بیان جواز کیلئے تھا کیونکہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مسنون ہے)۔ اسکو امام احمد اور ابویعلی اور بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد)۔

١١٩-حضرت ابوامامہؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی وضو کئے ہوئے ہو پھر کھانا کھائے تو وضو نہ کرے مگر

فَلاَ يَتَوَضَّأُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ لَبَنَ الاِبِلِ اِذَا شَرِبْتُمُوْهُ ، فَتَمَضْمَضُوْا بِالْمَاءِ " . رواه الطبرانی فی الکبیر والضیاء .(کنز العمال ٧٩:٥) . قلت : اما اسناد الطبرانی فقال فی مجمع الزوائد (١٠٢:١) : لم أر من ترجم أحدا منهم ، وإما إسناد الضياء فصحيح على قاعدة الإمام السيوطى المذكورة فى خطبة كنز العمال .

بَابُ تَرْكِ الْوُضُوْءِ مِنْ مَسِّ الْمَرْاَةِ

١٢٠- عن : عطاء عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُ بَعْضَ نِسَائِهٖ ثُمَّ يُصَلِّىْ وَلاَ يَتَوَضَّأُ . رواه البزار وإسناده صحيح آثار السنن (١٨١).

١٢١- عَنْ : عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ : اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَيُصَلِّى وَاَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ اِعْتِرَاضَ الْجَنَازَةِ ، حَتّٰى اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ مَسَّنِىْ بِرِجْلِهٖ . رواه النسائى وإسناده صحيح . واستدل به على أن اللمس فى الآية الجماع لأنه مسها فى الصلاة واستمر ، التلخيص الحبير (٤٨:١) . وفى تخريج الزيلعى (٣٨:١) : وهذا الإسناد

(جبکہ) وہ کھانا اونٹنی کا دودھ ہو جب تم اسکو پیو تو پانی سے کلی کرلو اس کو طبرانی نے کبیر میں اور ضیاء مقدسی نے روایت کیا ہے (کنز العمال) میں کہتا ہوں کہ طبرانی کی سند کے بارے میں مجمع الزوائد میں تو یہ کہا ہے کہ مجھے ان کے راویوں کا حال نہیں ملا اور ضیاء مقدسی کی سند امام سیوطی کے قاعدے پر صحیح ہے جو کنز العمال کے خطبہ میں مذکور ہے۔

__فائدہ:__ ہر کھانے کے بعد کلی کرنا مسنون ہے، پس ناقہ کے دودھ کے ساتھ اس حکم کا خاص کرنا اہتمام کیلئے ہے کیونکہ اس میں چکنائی زیادہ ہوتی ہے، نیز ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ضروری نہیں، پس وضو والی احادیث درج بالا احادیث کی روشنی میں منسوخ ہیں یا استحباب پر محمول ہیں، یا وضو لغوی (ہاتھ دھونا اور کلی کرنا) پر محمول ہیں۔

باب عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو کا نہ کرنا

١٢٠-عطاءؒ سے روایت ہے وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنی بعض ازواج مطہرات کا بوسہ لیتے پھر نماز پڑھ لیتے اور وضو نہ کرتے تھے۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔(آثار السنن)۔

١٢١-حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے اس حال میں کہ میں آپ کے سامنے جنازے کی طرح چوڑان میں (لیٹی) ہوتی تھی، یہاں تک کہ جب آپ وتر پڑھنے کا قصد کرتے تو مجھے اپنے پاؤں (مبارک) سے مس فرماتے۔ اسکو نسائی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (تلخیص الحبیر)۔

على شرط الصحيح اه.

١٢٢– حدثنا: أبو بكر بن أبي شيبة قال: ثنا وكيع ثنا الأعمش عن حبيب بن أبي ثابت عن عروة بن الزبير عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَبَّلَ بَعْضَ نِسَائِهِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قُلْتُ: مَنْ هِيَ إِلَّا أَنْتِ؟ فَضَحِكَتْ. رواه ابن ماجة (٣٨:١) وفي تخريج الزيلعي (٣٧:١) "كلهم ثقات وسنده صحيح وقد مال أبو عمر ابن عبد البر إلى تصحيح هذا الحديث، فقال: صححه الكوفيون وثبتوه، لرواية الثقات من أئمة الحديث له وحبيب لا ينكر لقاؤه عروة لرواية عمن هو أكبر من عروة وأقدم موتا، وقال في موضع آخر: لا شك أدرك عروة. انتهى ملخصا.

١٢٣– عَنْ: عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَيْلَةً مِّنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِيْ عَلَى بَطْنِ قَدَمِهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ، وَهُوَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ. الحديث رواه مسلم.

فائدہ: چونکہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ کومس فرما کر وضونہیں فرمایا پس معلوم ہوا کہ عورت کو ہاتھ لگانے سے وضونہیں ٹوٹتا۔

۱۲۲- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کا بوسہ لیا پھر نماز کو تشریف لے گئے اور وضونہیں فرمایا۔ حضرت عائشہؓ سے جو راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا وہ تو آپ ہی ہیں (جن کا یہ قصہ ہے) تو (حضرت عائشہؓ) ہنس پڑیں۔ اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور تخریج زیلعی میں ہے کہ اسکے سب راوی ثقہ ہیں اور اسکی سند صحیح ہے۔

۱۲۳- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو اپنے بستر پر نہ پایا تو میں نے آپ کو تلاش کیا پس میرا ہاتھ آپ کے تلوے پر پڑا اس وقت آپ سجدہ میں تھے اور آپ نے دونوں پیر سجدہ میں کھڑے کئے ہوئے تھے اور آپ یہ فرمارہے تھے " اللهم انی اعوذ برضاك من سخطك " (اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ مانگتا ہوں) الخ۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا ہاتھ لگنے سے مرد کا وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ حضور ﷺ نے اپنی نماز کو قطع نہیں فرمایا۔ پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورت کا ہاتھ لگنے سے مرد کا وضو ٹوٹ جاتا ہے ان پر یہ حدیث حجت ہے اور یہ تاویل کرنا کہ شاید آپ کے پیروں پر کپڑا ہوگا محض تکلف اور خلاف ظاہر ہے جس کو "علی بطن قدمہ" کا لفظ جس کا ترجمہ تلوا ہے رد کر رہا ہے۔ دوسرے معجم صغیر میں طبرانی نے حضرت عائشہؓ سے اس حدیث کو بایں الفاظ روایت کیا ہے " کہ میں نے ایک رات حضور ﷺ کو نہ پایا تو مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید

١٢٤– عَنِ : ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ : " لَيْسَ فِي الْقُبْلَةِ وُضُوْءٌ " أخرجه الدار قطني وقال صحيح (١:٥٢).

١٢٥– أخبرنا : محمد بن المثنى عن يحيى بن سعيد عن سفيان قال أخبرني أبو روق عن إبراهيم التيمي عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُ بَعْضَ اَزْوَاجِهِ ثُمَّ يُصَلِّيْ وَلَا يَتَوَضَّأُ .أخرجه النسائي (١:٣٩) وقال : " ليس في هذا الباب حديث أحسن من هذا الحديث وإن كان مرسلا " اه أي لأن إبراهيم التيمي لم يسمع من عائشة كما قاله أبو داود ، ومراسيل الثقات حجة عندنا وقد جاء موصولا ، قال الدار قطني : " وقد روى هذا الحديث معاوية بن هشام عن الثوري عن أبي روق عن إبراهيم التيمي عن أبيه عن عائشة فوصل إسناده ومعاوية هذا أخرج له مسلم في صحيحه. فزال بذلك انقطاعه وأبو روق عطية بن الحارث أخرج له الحاكم في المستدرك ، وقال أحمد : ليس به بأس وقال ابن معين : صالح ، وقال أبو حاتم : صدوق ، وقال أبو عمر (ابن عبد البر) : قال الكوفيون هو ثقة ، لم يذكره أحد بجرحه، كذا في الجوهر النقي (١:٣٣).

آپ اپنی باندی ماریہ (قبطیہ) کے پاس چلے گئے ہیں پس میں دیواروں کوٹٹولتی ہوئی اٹھی تو میں نے آپ کونماز میں کھڑا ہوا پایا پس میں نے آپکے بالوں میں اپنا ہاتھ دیا تا کہ یہ دیکھوں کہ آپ نے غسل کیا ہے یا نہیں؟ الحدیث ۔ حافظ ابن حجر نے اس روایت کوفرج بن فضالہ کی وجہ سے ضعیف کہا ہے مگر اسکو ابن معین نے ایک روایت میں ثقہ کہا ہے اور ایک روایت میں صالح کہا ہے اور ابن مدینی نے وسط کہا ہے پس تائید کے درجہ میں یہ روایت معتبر ہے اور اس میں وہ تاویل نہیں چل سکتی جو بیان کی جاتی ہے یہ حدیث اصل کتاب کے حاشیہ میں لکھی ہے اور اس پر مفصل گفتگو کی گئی ہے۔

۱۲۴–حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ بوسہ لینے میں وضونہیں ہے۔ اسکو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس سے معلوم ہوا کہ مرد کا عورت کو چھونا بھی ناقض وضو نہیں۔

۱۲۵–حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بعض ازواج کا بوسہ لیتے تھے پھر نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے تھے اسکو نسائی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس باب میں اس حدیث سے اچھی کوئی حدیث نہیں۔

<u>فائدہ</u>: اس سے بھی معلوم ہوا کہ عورت کو چھونے سے وضونہیں ٹوٹتا۔

فالحديث حجة بالاتفاق ، قاله السندى فى حاشية النسائى (١:٣٩).

١٢٦– عن : سعيد بن بشير قال ثنى منصور بن زاذان عن الزهرى عن أبى سلمة عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ : لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُقَبِّلُنِىْ اِذَاخَرَجَ اِلَى الصَّلَاةِ ، وَلَا يَتَوَضَّأُ . أخرجه الدار قطنى (١:٤٩) وقال : تفرد به سعيد بن بشير عن منصور عن الزهرى وليس بقوى فى الحديث ، قلت : وثقه شعبة ودحيم ، كذا قال ابن الجوزى ، وأخرج له الحاكم فى المستدرك ، وقال ابن عدى : لا أرى بما يروى بأسا ، والغالب عليه الصدق اه . وأقل أحوال مثل هذا أن يستشهد به . كذا فى الجوهر النقى .

١٢٧– عن : أبى بكر النيسا بورى عن حاجب بن سليمان عن وكيع عن هشام ابن عروة عن أبيه عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ : " قَبَّلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَعْضَ نِسَائِهِ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ". أخرجه الدار قطنى وقال : تفرد به حاجب عن وكيع ووهم فيه ، والصواب عن وكيع بهذا الإسناد " اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ " . وحاجب لم يكن له كتاب ، وإنما كان يحدث من حفظه اه . قال الزيلعى : " والنيسا بورى إمام مشهور ، وحاجب لا يعرف فيه مطعن ، وقد حدث عنه النسائى ووثقه ، وقال فى موضع آخر : لا بأس به ، وباقى الإسناد لا يسأل عنه " . وأما قوله " تفرد به حاجب ألخ" فلقائل أن يقول : " هو تفرد ثقة وتحديثه من حفظه إن كان أوجب كثرة خطائه بحيث يجب ترك حديثه فلا يكون ثقة ولكن النسائى وثقه وإن لم يوجب خروجه عن الثقة ، فلعله لم يهم ، وكان نسبته إلى الوهم بسبب مخالفة الأكثرين له اه . كذا فى التعليق المغنى . قلت فالحديث حسن ، لا سيما وله شواهد كثيرة عن عائشة بهذا المعنى .

١٢٦–حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعض دفعہ نماز کو جاتے ہوے میرا بوسہ لیتے تھے اور وضو نہ کرتے تھے۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے۔

١٢٧–ہشام بن عروہ اپنے باپ سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعض ازواج کا بوسہ لیا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ اسکو بھی دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث حسن ہے۔

١٢٨–عن :علی بن عبد العزیز الوراق عن عاصم بن علی عن أبی أویس حدثنی هشام بن عروة عن أبیه عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّهُ بَلَغَهَا قَوْلُ ابْنِ عُمَرَ : فِی الْقُبْلَةِ الْوُضُوْءُ ، فَقَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ ، ثُمَّ لَا يَتَوَضَّأُ . أخرجه الدارقطنی وقال : "لا أعلم حدث به عن عاصم بن علی هکذا غیر علی بن عبد العزیز" . قال الزیلعی : وعلی هذا مصنف مشهور ، ومخرج عنه فی المستدرك وعاصم أخرج له البخاری وأبو أویس استشهد به مسلم . (التعلیق المغنی) قلت : فالحدیث صحیح .

١٢٩– حدثنا : أبو بکر بن أبی شیبة ثنامحمد بن الفضیل عن حجاج عن عمرو ابن شعیب عن زینب السهمیة عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يُقَبِّلُ وَيُصَلِّیْ وَلَا يَتَوَضَّأُ ، وَرُبَّمَا فَعَلَهُ بِیْ . أخرجه ابن ما جة فی سننه قال الزیلعی (١:٣٨) "وهذا سند جید" اه .

١٣٠– حدثنا : سعید بن یحیی الأموی قال ثنی أبی قال ثنی یزید بن سنان عن عبدالرحمن الأوزاعی عن یحیی بن أبی کثیر عن أبی سلمة عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی الله عنها : " أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ ، ثُمَّ لَا يُفْطِرُ وَلَا يُحْدِثُ وُضُوْءً " . أخرجه الإمام أبو جعفر الطبری فی تفسیره وقال:ففی صحة الخبر فیما ذکرنا عن رسول الله ﷺ الدلالة الواضحة علی أن اللمس فی هذا الموضع (أی فی قوله تعلی :

١٢٨–حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انکو عبداللہ بن عمرؓ کا یہ قول پہنچا کہ بوسہ میں وضو ہے تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ لیتے تھے اور وضو نہ کرتے تھے۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

١٢٩–زینب سہمیہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ وضو کرتے پھر بوسہ لیتے اور نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے تھے اور بعض دفعہ خود مجھ سے ایسا کیا۔ اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔حافظ زیلعی نے کہا ہے کہ یہ سند جید ہے۔

١٣٠–حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں انکا بوسہ لیتے تھے پھر نہ روزہ توڑتے اور نہ وضو دہراتے۔ اسکو امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

﴿أو لامستم النساء﴾ لمس الجماع لا جميع معانى اللمس . قلت : وفيه إشعار بصحة الحديث عنده . ورجاله كلهم ثقات إلا أن يزيد بن سنان – هوالرهاوى – متكلم فيه ، روى عنه شعبة (وهو لا يروى إلا عن ثقة) ومروان بن معاوية وغيرهم وقال ابن أبى خيثمة عن يحيى بن أيوب المقبرى كان مروان بن معاوية يثبته ، وقال البخارى : مقارب الحديث إلا أن ابنه محمدا يروى عنه مناكير اه . كذا فى التهذيب (١:٣٣٦) قلت : وليس ذلك من رواية ابنه عنه ، وضعفه آخرون ، فهو حسن الحديث .

باب أن مس الذكر غير ناقض

١٣١– عَنْ : طَلقِ بْنِ عَلِيٍّ ﷺ قَالَ : قَالَ رَجُلٌ : مَسَسْتُ ذَكَرِىْ ، أوْ قَالَ : الرَّجُلُ يَمَسُّ ذَكَرَهٗ فِى الصَّلاَةِ ، أ عَلَيْهِ وُضُوْءٌ ؟ فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ " لاَ إنَّمَا هُوَ بَضْعَةٌ مِّنْكَ ".

فائدہ:(١) میں کہتا ہوں کہ اس روایت کوامام ابن جریر طبری نے بھی اپنی تفسیر میں لیا ہے اور کہا ہے کہ حق تعالیٰ کے قول "او لامستم النساء " کی تفسیر میں قریب صواب یہ ہے کہ اس سے جماع مراد ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی بعض ازواج کا بوسہ لیا، پھر نماز پڑھی اور وضونہیں کیا اھ اس سے امام طبری کے نزدیک بھی اس حدیث کی جودت ثابت ہوتی ہے، نیز ابن عباسؓ سے بھی یہی تفسیر مروی ہے اس سے مراد جماع ہے، اور ہم نے حضرت عائشہؓ کی حدیث کے متعدد طرق اس لئے بیان کئے ہیں کہ خصم نے ابراہیم تیمی کی روایت میں جو حضرت عائشہؓ سے ہے یہ طعن کیا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے تو ہم نے متعدد طرق سے اسکا موصول ہونا دکھا دیا اور مرسل صحیح جب موصول سے مؤید ہوجائے گو موصول ضعیف ہی ہو تو بالاتفاق حجت ہوتا ہے اور یہ طرق موصولہ تو ضعیف بھی نہیں بلکہ بعض حسن اور بعض صحیح ہیں، پس انکی حجیت میں کیا کلام ہے؟

فائدہ:(٢) اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ عورت کو چھونا اور اسکا بوسہ لینا وضو کیلئے ناقض نہیں ہے، باقی وہ روایات جن میں عورت کو چھونے کے بعد وضو کرنے کا ذکر ہے وہ یا تو موقوف ہیں جو کہ مرفوع صحیح احادیث کے مقابلے میں مرجوح ہیں، اور بعض مرفوع روایات میں احتمالات کثیرہ ہیں جس کی وجہ سے وہ قابل استدلال نہیں، یا وہ وضو تبرک پر محمول ہیں۔

باب مس ذکر سے وضونہیں ٹوٹتا

١٣١–حضرت طلق بن علی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے (حضور ﷺ کی خدمت میں) عرض کیا کہ میں نے اپنے ذکر کو ہاتھ لگالیا یا (یہ) کہا کہ کوئی شخص اپنے ذکر کو نماز میں ہاتھ لگالے کیا اس پر وضو (واجب) ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا نہیں، وہ تو تیرے ہی

أخرجه الخمسة وصححه ابن حبان وقال ابن المديني : هو أحسن من حديث بسرة . بلوغ المرام (١٣:١) وفى التلخيص الحبير (٤٦:١) : وصححه عمرو بن على الفلاس وقال هو عندنا اثبت من حديث بسرة " وصححه ابن حزم".

١٣٢– عَنْ : اَرْقَمَ بْنِ شرحبيل قَالَ : حَكَكْتُ جَسَدِیْ وَاَنَا فِی الصَّلَاةِ فَاَفْضَیْتُ اِلٰی ذَكَرِیْ ، فَقُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ لِیْ : اِقْطَعْهُ ، وَهُوَ یَضْحَكُ اَیْنَ تَعْزِلُهٗ مِنْكَ ؟ اِنَّمَا هُوَ بَضْعَةٌ مِّنْكَ . رواه الطبرانى فى الكبير ، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد).

١٣٣– عن : سلام الطويل عن إسماعيل بن رافع عن حكيم بن سلمة عَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِیْ حنيفَةَ يُقَالُ لَهٗ جَرِیْ اَنَّ رَجُلاً اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اِنِّیْ رُبَّمَا اَكُوْنُ فِی الصَّلَاةِ فَتَقَعُ يَدِیْ عَلٰی فَرْجِیْ ، فَقَالَ : " اِمْضِ فِیْ صَلَاتِكَ ". أخرجه ابن مندة (فى معرفة الصحابة) وأبو نعيم ، كذا فى التجريد للذهبى وقال ابن مندة : غريب ، وقال الحافظ فى الإصابة " قلت : وسلام ضعيف وإسماعيل كذلك " قلت : قال ابن الجارود حدثنا إسحاق بن إبراهيم ثنا إسحاق بن عيسى ثنا سلام الطويل – وكان ثقة – اه كذا فى التهذيب (٢٨٢:٤) وإسماعيل بن رافع ، قال فيه ابن المبارك : لم يكن به بأس ، ولكنه يحمل عن هذا وعن هذا ، ويقول : " بلغنى " ونحو هذا . وقال الترمذى : ضعفه بعض

گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اسکو پانچوں نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسکی تصحیح کی ہے (بلوغ المرام)۔

۱۳۲– ارقم بن شرحبیل سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا بدن کھجلایا نماز پڑھنے کی حالت میں اور میرا ہاتھ ذکر تک پہنچ گیا سو میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے (یہ قصہ) عرض کیا آپ نے (مزاح کے طور) فرمایا اس کو قطع کر دو (جبکہ تم اسپر ہاتھ لگ جانے سے نقض وضو کا شبہ کرتے ہو) اور وہ (یہ فرماتے ہوئے) ہنستے تھے تم اپنے سے اسکو کہاں علیحدہ کر سکتے ہو وہ تو تمہارے ہی گوشت کا ایک ٹکڑا ہے (خلاصہ یہ ہے کہ مس ذکر سے وضو واجب نہیں ہوتا) اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی توثیق کئے گئے ہیں۔ (مجمع الزوائد)۔

۱۳۳– سلام طویل اسماعیل بن رافع سے وہ حکیم بن سلمہ سے وہ ایک شخص سے جن کا نام جری ہے (اور یہ صحابی ہیں) روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میں بعض دفعہ نماز میں ہوتا ہوں تو میرا ہاتھ شرم گاہ پر پڑ جاتا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھتے رہو۔ اسکو ابن مندہ نے معرفت صحابہ میں روایت کیا ہے۔

أهل العلم ، وسمعت محمدا يقول : هو ثقة مقارب الحديث اه من التهذيب (۱:۲۹۵) فالحديث حسن غريب يصلح شاهداً لحديث طلق بن علي في هذا الباب.

١٣٤- عَنِ : الْحَسَنِ ﷺ اَنَّ خَمْسَةً مِّنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَابْنَ مَسْعُوْدٍ وَحُذَيْفَةَ وَ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ وَرَجُلاً آخَرَ ، قَالَ بَعْضُهُمْ مَا اُبَالِيْ مَسَسْتُ ذَكَرِيْ اَوْ اَرْنَبَتِيْ ، وَقَالَ الآخَرُ : فَخِذِيْ ، وَقَالَ الآخَرُ : رُكْبَتِيْ . رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح إلا أن الحسن مدلس ، ولم يصرح بالسماع . مجمع الزوائد (۱:۹۹) قلت : لا ضير ! فإن مراسيل الحسن صحاح قاله أبو زرعة وابن المديني كما في تدريب الراوي .

١٣٥- حدثنا : وكيع عن إسماعيل عَنْ قَيْسٍ قَالَ : سَأَلَ رَجُلٌ سَعْداً - يَعْنِيْ

۱۳۴-حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے پانچ حضرات علی بن ابی طالب، ابن مسعود، حذیفہ، عمران بن حصین اور ایک اور صحابی ہیں انمیں سے بعض نے تو کہا کہ میں اسکی پروانہیں کرتا کہ اپنے ذکر کو چھولوں یا ناک کی پنگل کو اور ایک نے کہا یا ران کو اور ایک نے کہا یا گھٹنے کو۔ اسکو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات صحابہؓ ذکر کے چھونیکی پروانہ کرتے تھے بلکہ اسکو ناک کے چھونے کی مثل سمجھتے تھے اور خصم نے بسرہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ ذکر کے چھونے سے وضو ہے۔ مگر اس حدیث میں طبرانی کے معجم کبیر واوسط میں یہ زیادتی بھی ہے کہ جو کوئی اپنے فوطوں یا چڈوں کو چھولے وہ بھی وضو کرے اور اسکے راوی ثقہ ہیں رجال صحیح سے (مجمع الزوائد) اور اس زیادتی پر خصم بھی عمل نہیں کرتا پس حدیث بسرہ سے احتجاج ساقط ہے اور اس میں تاویل ضروری ہے کہ یا تو وہ منسوخ ہے یا استحباب پر محمول ہے۔ نیز اگر بسرہؓ کی روایت کو اختیار کیا جائے تو اس سے طلق کی صحیح روایت کا بالکل ترک لازم آتا ہے جبکہ حضرت طلقؓ کی حدیث پر عمل کرنے کی صورت میں بسرہؓ کی روایت کا ترک لازم نہیں آتا کیونکہ اس صورت میں اسے استحباب پر محمول کیا جائے گا۔ الحمدللہ! احناف نے دونوں حدیثوں کے الگ الگ محمل بیان کر دیئے ہیں جو یقیناً احناف ہی کا وصف ہے۔ جس سے کسی حدیث کا ابطال لازم نہیں آیا، جبکہ مخالفین کے قول پر عمل کرنے سے طلق کی حدیث کا اہمال لازم آتا ہے نیز طلق کی حدیث واضح ہے جبکہ بسرہؓ کی حدیث غیر واضح ہے اس میں اسکی صراحت نہیں کہ وضو کا حکم شہوت کی صورت میں ہے یا بلا شہوت بھی، پھر مس بلا حائل مراد ہے یا اگر حائل ہو تو پھر بھی یہی حکم ہے۔

۱۳۵-قیس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سعد بن ابی وقاصؓ سے ذکر کے چھونے کے متعلق مسئلہ پوچھا تو انہوں نے

اِبْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ – عَنْ مَسِّ الذَّکَرِ، فَقَالَ : اِنْ عَلِمْتَ بَضْعَةً مِّنْكَ نَجِسَةً فَاقْطَعْهَا. وهذا مسند صحيح أخرجه ابن أبي شيبة، كذا في الجوهر النقي (۱:۳۵).

۱۳۶–أخبرنا : ابو العوام البصري قَالَ : سَأَلَ رَجُلٌ عَطَاءَ بْنَ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ! رَجُلٌ مَسَّ فَرْجَهُ بَعْدَ مَا تَوَضَّأَ، قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يَقُوْلُ : اِنْ كُنْتَ تَسْتَنْجِسُهُ فَاقْطَعْهُ، قَالَ عَطَاءُ بْنُ اَبِیْ رَبَاحٍ : هٰذَا وَاللّٰهِ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ . أخرجه محمد في موطأه، قلت : سند صحيح، وأبو العوام هو عبد العزيز بن الربيع (بالتشديد) الباهلي البصري، ثقة من السابعة، روى عن عطاء وأبي الزبير قال ابن معين ثقة، وذكره ابن حبان في الثقات، كذا في التعليق الممجد نقلا عن التقريب والتهذيب.

۱۳۷– أخبرنا : أبو حنيفة رحمه الله عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ﷺ فِیْ مَسِّ الذَّكَرِ، قَالَ : مَا اُبَالِیْ مَسَسْتُهُ اَوْ طَرَفَ اَنْفِیْ . أخرجه محمد في الموطأ، وهو مرسل صحيح، ثم وصله عن مسعر بن كدام " ثنا قابوس عن أبي ظبيان عن علي إلخ" ورجاله ثقات.

۱۳۸– أخبرنا : سلام بن سليم عن منصور بن المعتمر عَنِ السَّدُوْسِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ قَيْسٍ: قَالَ سَاَلْتُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ عَنِ الرَّجُلِ مَسَّ ذَكَرَهُ، فَقَالَ : اِنَّمَا هُوَ كَمَسِّهٖ رَأْسَهُ.

فرمایا کہ اگر تم اپنے جسم کے کسی ٹکڑے کو ناپاک سمجھتے ہو تو اسے کاٹ پھینکو۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور یہ سند صحیح ہے (جوہر نقی) اس سے بھی معلوم ہوا کہ ذکر کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۱۳۶– ہم کو ابو العوام بصری نے خبر دی کہ ایک شخص نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کہ کسی نے وضو کے بعد اپنی شرم گاہ کو چھولیا ہو (تو کیا کرے) مجلس میں سے ایک شخص نے کہا کہ ابن عباسؓ تو یوں فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم اسکو ناپاک سمجھتے ہو تو کاٹ ڈالو اس پر عطاء بن رباح نے کہا واللہ ابن عباس کا یہی قول ہے۔ اسکو امام محمد نے اپنی مؤطا میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

۱۳۷– امام ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم نخعی سے وہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ذکر کے چھونے کے متعلق فرمایا کہ میں کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ اسکو چھوؤں یا ناک کے کنارے کو۔ اسکو بھی امام محمد نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور یہ مرسل صحیح ہے اور اسکے سب راوی ثقہ ہیں۔

۱۳۸– براء بن قیس سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حذیفہ بن الیمان سے اس شخص کی بابت سوال کیا جس نے

أخرجه محمد فى الموطأ . وسنده صحيح ، والسدوسى هو إياد بن لقيط كما صرح به الطحاوى فى روايته عن حذيفة هذا الحديث ، وهو ثقة وثقه ابن معين والنسائى وغيرهما ، كذا فى التعليق الممجد .

١٣٩– أخبرنا : مسعر بن كدام عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعْدٍ النَّخعِى ، قَالَ كُنْتُ فِى مَجْلِسٍ فِيْهِ عَمَّارُبْنُ يَاسِرٍ ، فَذَكَرَ مَسَّ الذَّكَرِ ، فَقَالَ : " إِنَّمَا هُوَ بَضْعَةٌ مِّنْكَ ، وَإِنَّ لِكَفِّكَ مَوْضِعاً غَيْرَهُ". أخرجه محمد فى الموطا وسنده صحيح ، وزاد الطحاوى : "مثل أنفى وأنفك ".

١٤٠– أخبرنا : إسماعيل بن عياش قال حدثنى حريز بن عثمان عن حبيب بن عبيد عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ ﷺ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ فَقَالَ : " إِنَّمَا هُوَ بَضْعَةٌ مِّنْكَ " . أخرجه محمد فى الموطا ، وحريز شامى ثقة ، كذا فى التعليق الممجد وحديث ابن عياش عن الشاميين صحيح ، وحبيب بن عبيد الرحبى ، وثقه النسائى و ابن حبان وأدرك سبعين من الصحابة . كذا فى التعليق الممجد .

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنْ خُرُوْجِ الرِّيْحِ وَعَدَمِهٖ عِنْدَ الشَّكِّ

١٤١– عَنْ عَلِيٍّ ﷺ قَالَ : " جَاءَ اَعْرَابِىٌّ اِلَى النَّبِىِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اِنَّا

اپنے عضو خاص کو چھولیا ہو تو فرمایا وہ تو ایسا ہے جیسے اپنے سر کو چھولیا۔ اسکو بھی امام محمد نے مؤطا میں بیان کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

١٣٩–ہم کو مسعر بن کدام نے خبر دی وہ عمیر بن سعد نخعی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں ایک مجلس میں تھا جس میں عمار بن یاسرؓ موجود تھے پس مس ذکر کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ تو تمہارا ہی ایک ٹکڑا ہے اور تمہارے ہاتھ کے لئے (چھونے کو) اور بھی جگہ ہے۔ اسکو بھی امام محمد نے مؤطا میں روایت کیا اور اسکی سند صحیح ہے اور طحاوی نے اپنی روایت میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ وہ تو ایسا ہے جیسے میری ناک اور تیری ناک۔

١٤٠–حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ انسے مس ذکر کی بابت سوال کیا گیا تو فرمایا وہ تو تمہارے ہی بدن کا ایک ٹکڑا ہے۔ اسکو امام محمد نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور اسکے سب راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان تمام صحابہ کے اقوال سے معلوم ہوا کہ مس ذکر ناقض وضو نہیں اور یہی قول ابوحنیفہؒ اور انکے اصحاب کا ہے۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ کے علاوہ کسی سے ثابت نہیں کہ وہ مس ذکر کی بنا پر وجوبِ وضو کا قائل ہو۔

نَكُوْنُ بِالْبَادِيَةِ ، فَيَخْرُجُ مِنْ اَحَدِنَا الرُّوَيْحَةُ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِىْ مِنَ الْحَقِّ ، اِذَا فَسَا اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ ، وَلَا تَاْتُوا النِّسَاءَ فِىْ اَعْجَازِهِنَّ ، وَقَالَ مَرَّةً : فِىْ اَدْبَارِهِنَّ. رواه (الإمام الزاهد) أحمد والعدني ورجاله ثقات . كنز العمال (١٦٧:٥) .

١٤٢- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَاْتِىْ اَحَدَكُمُ الشَّيْطَانُ فِى الصَّلَاةِ فَيَنْفُخُ فِىْ مَقْعَدَتِهٖ ، فَيُخَيَّلُ اَنَّهٗ اَحْدَثَ وَلَمْ يُحْدِثْ ، فَاِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ فَلَا يَنْصَرِفْ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتاً اَوْ يَجِدَ رِيْحاً . أخرجه البزار وأصله في الصحيحين من حديث عبد الله بن زيد ولمسلم عن أبي هريرة ﷺ نحوه .

١٤٣- وللحاكم (في مستدركه) عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ ﷺ مَرْفُوْعاً : اِذَا جَاءَ اَحَدَكُمُ الشَّيْطَانُ فَقَالَ اِنَّكَ قَدْ اَحْدَثْتَ ، فَلْيَقُلْ اِنَّكَ كَذَبْتَ . وأخرجه ابن حبان (في صحيحه)

باب وضو کا واجب ہونا، ریح خارج ہونے سے اور وضو کا واجب نہ ہونا حدث میں شک ہونے کی صورت میں

۱۴۱- حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم لوگ جنگل میں رہتے ہیں (بوجہ اہل علم کی صحبت نہ ہونے کے مسائل سے واقف نہیں) پس (ہم دریافت کرتے ہیں کہ) ہم میں سے کسی کی خفیف ریح خارج ہو جاتی ہے (اس کا کیا حکم ہے)'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حق بات (کہنے) سے نہیں شرماتا، جب تم میں سے کسی کی ریح خارج ہو تو وہ وضو کرلے اور عورتوں سے ان کے پاخانہ کے مقام میں صحبت نہ کرو۔ اسکو امام احمد اور عدنی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی سب ثقہ ہیں (کنز العمال)۔

۱۴۲- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور اسکی مقعد میں پھونک مارتا ہے تو اسکو خیال ہوتا ہے کہ حدث ہو گیا ہے حالانکہ اسکو حدث نہیں ہوا سو جب ایسا ہو تو (نماز سے) نہ ہٹے یہاں تک کہ (ریح کی) آواز سن لے یا بدبو معلوم ہو (یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ خروج ریح مشکوک ہو اور جب متیقن ہو تو بدبو یا آواز کا معلوم ہونا نقض وضو کیلئے شرط نہیں ہے پس جب خروج ریح یقیناً پایا جائے گا وضو ٹوٹ جائے گا بدبو یا آواز معلوم ہو یا نہ ہو)۔ اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور اصل حدیث صحیحین میں ہے جو حضرت عبداللہ بن زید (صحابی) سے مروی ہے اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے اس حدیث کے مثل روایت کیا ہے۔

۱۴۳- اور حاکم کی روایت میں حضرت ابو سعیدؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جب تم میں سے کسی کے پاس شیطان آوے اور کہے کہ تجھے حدث ہو گیا ہے تو کہہ دینا چاہئے کہ تو جھوٹ کہتا ہے۔ اور اسکو ابن حبان نے روایت کیا ہے اس لفظ سے کہ اپنے دل میں

بلفظ "فَلْيَقُلْ فِیْ نَفْسِہٖ". (بلوغ المرام للحافظ العلام ص ١٤).

اَبْوابُ الْغُسْلِ

بَابُ صِفَةِ غُسْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

١٤٤– عَنْ : عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا زوجِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَءَ فَغَسَلَ یَدَیْہِ ، ثُمَّ یَتَوَضَّأُ کَمَا یَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاۃِ ، ثُمَّ یُدْخِلُ اَصَابِعَہٗ فِی الْمَاءِ ، فَیُخَلِّلُ بِہَا اُصُوْلَ الشَّعْرِ ، ثُمَّ یَصُبُّ عَلٰی رَاْسِہٖ ثَلَاثَ غُرَفٍ بِیَدِہٖ ، ثُمَّ یُفِیْضُ الْمَاءَ عَلٰی جِلْدِہٖ کُلِّہٖ . رواہ البخاری وفی روایة لہ عنہا أیضا (١:٤٠) "فَاَخَذَ بِکَفِّہٖ فَبَدَأَ بِشِقِّ رَاْسِہِ الْاَیْمَنِ ثُمَّ الْاَیْسَرِ فَقَالَ بِہِمَا عَلٰی وَسْطِ رَاْسِہٖ" اھ وفی فتح الباری فی شرح الروایة الأولی : "قولہ : بَدَأَ فَغَسَلَ یَدَیْہِ ، وروایة الشافعی : قَبْلَ اَنْ یُدْخِلَہُمَا فِی الْاِنَاءِ ، ورواہ الترمذی وزاد أیضا: "ثُمَّ یَغْسِلُ فَرْجَہٗ".

١٤٥– عَنْ : جَابِرٍ ؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَاْخُذُ ثَلَاثَۃَ اَکُفٍّ فَیُفِیْضُہَا عَلٰی رَاْسِہٖ

کہے (یعنی خیال کرلے کہ شیطان پریشان کرنے کیلئے حدث کا شبہ ڈال رہا ہے اور وہ جھوٹا ہے اور زبان سے نہ کہے، بلوغ المرام)۔

فائدہ: ان احادیث سے ایک اصول بھی معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔

غسل کے ابواب

باب رسول اللہ ﷺ کے غسل کی کیفیت کے بیان میں

۱۴۴– حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، زوجہ نبی ﷺ سے (روایت ہے) کہ نبی ﷺ جب جنابت سے غسل فرماتے تو شروع میں دونوں ہاتھ دھوتے پھر وضو فرماتے جس طرح نماز کیلئے وضو کیا کرتے تھے پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈالتے اور ان سے بالوں کی جڑوں کا خلال فرماتے پھر اپنے ہاتھ سے اپنے سر پر تین لپ پانی ڈالتے پھر اپنی تمام جلد پر پانی بہاتے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے اور بخاری (ہی) کی ایک روایت میں (اس طرح) ہے کہ سر کے دائیں جانب سے شروع فرمایا پھر بائیں جانب سے پھر دونوں ہاتھوں میں پانی لے کر (یعنی لپ بنا کر) سر پر (ڈالا) اور امام شافعیؒ کی روایت میں (یہ بھی) ہے (کہ شروع میں دونوں ہاتھ دھوتے) ان دونوں کے برتن میں ڈالنے سے پہلے اور ترمذی کی روایت میں ہے پھر (یعنی ہاتھ دھونے کے بعد) شرم گاہ کو دھوتے۔ (فتح الباری)۔

۱۴۵– حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ تین لپ پانی لیتے اور ان کو اپنے سر پر ڈالتے (دائیں اور بائیں جانب اور

ثُمَّ يُفِيضُ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ فَقَالَ (هذه مقولة جابر) لي الحسن (ابن محمد ابن الحنفية) اِنِّي رَجُلٌ كَثِيْرُ الشَّعْرِ ، فَقُلْتُ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اَكْثَرَ مِنْكَ شَعْراً . رواه البخاری .

۱۴٦- عَنِ : ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ : حَدَّثَتْنَا مَيْمُوْنَةُ قَالَتْ : صَبَبْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ غُسْلاً، فَاَفْرَغَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى يَسَارِهٖ فَغَسَلَهُمَا ، ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهٗ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهٖ عَلَى الْاَرْضِ فَمَسَحَهَا بِالتُّرَابِ ثُمَّ غَسَلَهَا ، ثُمَّ مَضْمَضَ وَ اسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَاَفَاضَ عَلٰى رَاْسِهٖ ، ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ ثُمَّ اُتِيَ بِمِنْدِيْلٍ فَلَمْ يَنْفُضْ بِهَا. رواه البخاری (۱ : ۴۰).

بَابُ لَيْسَ عَلَى الْمَرْاَةِ نَقْضُ ضَفَائِرِهَا فِي الْغُسْلِ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ اُصُوْلَ الشَّعْرِ

۱۴۷- عَنْ : اُمِّ سَلَمَةَ رضى الله عنها قَالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ﷺ اِنِّي اِمْرَاَةٌ اَشُدُّ ضَفْرَ رَاْسِيْ اَفَاَنْقُضُهٗ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ ؟ قَالَ : " لَا ! اِنَّمَا يَكْفِيْكِ اَنْ تَحْثِيَ عَلٰى رَاْسِكِ

درمیان سر پر) پھر اپنے تمام بدن پر بہاتے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے حسن بن محمد بن حنفیہ نے کہا کہ میں ایسا شخص ہوں جس کے بال (سر کے) بہت ہیں (یعنی تین چلو پانی میرے سر کیلئے کافی نہیں ہوتا) میں نے جواب دیا کہ نبی ﷺ تم سے بھی زیادہ بال رکھتے تھے۔اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۴۶-حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہم سے حضرت میمونہؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے واسطے غسل کا پانی (کسی بڑے برتن سے) انڈیل کر رکھا آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں پر (پانی) ڈال کر دونوں کو دھویا پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا پھر اپنا ہاتھ زمین پر رکھ کر اس کو مٹی سے ملا پھر اسے دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر منہ دھویا (پھر باقی وضو کیا جیسا کہ پہلی حدیث میں مصرح ہے) اور سر پر پانی ڈالا پھر (وہاں سے) جدا ہو کر دونوں پاؤں دھوئے پھر آپ کے پاس ایک رومال لایا گیا (تا کہ اس سے بدن پونچھ لیں) سو آپ نے اس سے بدن صاف نہیں کیا۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اگر غسل کرنے والا کسی تختہ وغیرہ پر ہو یا غسل خانہ ایسا ہو کہ وہاں پانی جمع نہ ہوتا ہو تو پھر پاؤں کو پہلے دھو لیا جائے، اور اگر غسل خانہ ایسا ہے کہ وہاں پانی جمع ہو جاتا ہے تو پھر پاؤں بعد میں دھوئے جائیں (الہدایہ)۔

باب عورت پر گوندھے ہوئے بال کھولنا غسل میں واجب نہیں جبکہ پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے

۱۴۷-حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے میں نے عرض کیا '' یارسول اللہ ﷺ! میں ایک عورت ہوں کہ سر (کے بالوں) کو سخت گوندھتی ہوں تو کیا غسل جنابت کیلئے اسکو کھولا کروں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں تم کو صرف یہ کافی ہے کہ اپنے سر پر

ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ ، ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِينَ ". رواه مسلم وفي رواية له : " أَفَأَنْقُضُهُ لِلْحَيْضَةِ وَالْجَنَابَةِ ؟ فَقَالَ : لَا ! ".

١٤٨–عَنْ : عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّ أَسْمَاءَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ غُسْلِ الْمَحِيضِ فَقَالَ : "تَأْخُذُ إِحْدَاكُنَّ مَاءَهَا وَسِدْرَتَهَا فَتَطَهَّرُ ، فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ ، ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ دَلْكاً شَدِيداً ، حَتّٰى تَبْلُغَ شُئُونَ رَأْسِهَا ، ثُمَّ تَصُبُّ عَلَيْهَا الْمَاءَ ، ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَطَهَّرُ بِهَا " . فَقَالَتْ أَسْمَاءُ : وَكَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا ؟ فَقَالَ : " سُبْحَانَ اللهِ ! تَطَهَّرِينَ بِهَا " . فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَأَنَّهَا تُخْفِي ذٰلِكَ : تَتَبَّعِينَ أَثَرَ الدَّمِ . وَسَأَلَتْهُ عَنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ ، فَقَالَ : " تَأْخُذُ مَاءً فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ ، أَوْ تُبْلِغُ الطُّهُورَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ ، حَتّٰى تَبْلُغَ شُئُونَ رَأْسِهَا ، ثُمَّ تُفِيضُ عَلَيْهَا الْمَاءَ " . رواه مسلم (١٥٠:١) وفي تيسير الوصول : " وشئون الرأس مواصل قبائل القرون وملتقاها ، والمراد إيصال الماء إلى منابت الشعر مبالغة في الغسل ".

تین لپیں (پانی کی) ڈال لو پھر اپنے (بدن) پر پانی بہالو تو پاک ہو جاؤ گی ۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور ان (مسلم ہی) کی ایک (دوسری) روایت میں ہے "تو کیا اسکو کھولوں حیض اور جنابت (کے غسل) کیلئے؟ آپ نے فرمایا نہیں"۔

۱۴۸-حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ (حضرت) اسماءؓ (ہمشیرہ حضرت عائشہؓ) نے نبی ﷺ سے حیض کے غسل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ کوئی تم میں سے پانی اور (اس میں) بیری کے پتوں (کو مزید صفائی کیلئے ملا کر جوش دے اور اس) سے طہارت کرے اور اچھی طرح پاکی حاصل کرے پھر سر پر پانی ڈالے اور اسکو سختی سے ملے یہاں تک کہ (ملتے ہوئے) سر (کے بالوں) کی جڑوں میں پانی پہنچائے پھر اس پر (یعنی سر پر) پانی ڈالے پھر (مزید صفائی کیلئے) ایک پارچہ لے جو مشک سے بسایا گیا ہو اور اس سے پاک ہو جائے۔ حضرت اسماء نے عرض کیا کہ کس طرح اس پارچہ سے میں پاک ہوں؟ آپ نے فرمایا (تعجب سے) سبحان اللہ (شرم گاہ پر) اس (کے استعمال) سے پاک ہو جاؤ گی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اس طرح کہ گویا وہ اسکو پوشیدہ طور پر بیان کرتی تھیں کہ خون کا اثر تلاش کرو (اور اس پارچہ کے ذریعہ سے صاف کرلو)۔ اور میں نے آپ سے جنابت کے غسل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا" (عورت) پانی لے اور پاک ہو جائے اور اچھی طرح پاکی حاصل کرے یا (یہ فرمایا کہ) طہارت کو کامل کرے پھر اپنے سر پر پانی ڈالے اور اس کو ملے یہاں تک کہ (ملتے ہوئے) اپنے سر (کے بالوں) کی جڑوں میں پانی پہنچائے پھر اپنے (سارے بدن) پر پانی بہالے"۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

١٤٩– أخبرنا : عمرو بن عون عن خالد بن عبد الله عن ابن أبى ليلى عن أبى الزبير عَنْ جَابِرٍ ﷺ قَالَ : " إِذَا اغْتَسَلَتِ الْمَرْأَةُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَلَا تَنْقُضْ شَعْرَهَا وَلٰكِنْ تَصُبُّ الْمَاءَ عَلٰى أُصُوْلِهٖ وَتَبُلُّهٗ " . رواه الدارمى ورجاله رجال مسلم إلا ابن أبى ليلى (وهو محمد) مختلف فيه ، والإختلاف لا يضر .

باب افتراض المضمضة والاستنشاق فى الغسل المفروض

١٥٠– عَنْ : عَلِيٍّ ﷺ قَالَ : اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : " مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةٍ لَمْ يَغْسِلْهَا فُعِلَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ " قَالَ عَلِيٌّ : فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِيْ فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِيْ ، فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِيْ ، وَكَانَ يَجُزُّ شَعْرَهٗ . رواه أبو داود و سكت عنه ، وفى التلخيص الحبير : إسناده صحيح ، فإنه من رواية عطاء بن السائب ، وقد سمع منه حماد بن سلمة قبل الاختلاط.

١٤٩–حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ’’جب عورت جنابت کا غسل کرے تو بال نہ کھولے لیکن انکی جڑوں میں پانی پہنچائے اور ان کو تر کرلے‘‘۔ اسکو دارمی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی مسلم کے راوی ہیں بجز ابن ابی لیلیٰ کے (جن کا نام محمد ہے) اور یہ مختلف فیہ ہیں اور اختلاف مضر نہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کیلئے غسل کے وقت گوندھے ہوئے بال کھولنا ضروری نہیں بلکہ پانی کا بالوں کی جڑوں تک پہنچانا ضروری ہے، باقی حضرت عائشہؓ کی وہ حدیث جس میں آپؐ نے فرمایا کہ ’’انقضی شعرک واغتسلی‘‘ تو یہ استحباب پر محمول ہے یا عمرہ کے احرام کو ختم کرنے اور حلال ہونے پر محمول ہے۔

باب فرض غسل میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا فرض ہونا

١٥٠–حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص (غسل) جنابت میں ایک بال کی (بھی) جگہ بغیر دھوئے چھوڑ دے تو اسکے ساتھ (یعنی جس جگہ کو دھونے سے چھوڑا ہے) ایسا اور ایسا کیا جائے گا (عذاب دوزخ کی) آگ سے (یعنی اسکو سخت عذاب کیا جائے گا) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اسی سبب سے میں اپنے سر (کے بالوں) کا دشمن ہوگیا، اسی سبب سے میں اپنے سر (کے بالوں کا) دشمن ہوگیا، اسی سبب سے میں اپنے سر (کے بالوں) کلا دشمن ہوگیا۔ اور آپ اپنے بال کٹوا دیا کرتے تھے (اور دشمن ہونے کا یہی مطلب ہے)۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور تلخیص حبیر میں اسکی سند کو صحیح کہا ہے۔

فائدہ: حدیث میں جو بال کی جگہ مذکور ہے چونکہ وہ ناک کے بالوں کی جگہ کو بھی شامل ہے اس لئے جنبی آدمی کے ناک

۱۵۱- عَنْ : أَبِیْ ذَرٍّ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : " إِنَّ الصَّعِيْدَ الطَّيِّبَ طَهُوْرُ الْمُسْلِمِ ، وَإِنْ لَّمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِيْنَ ، فَإِذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْيُمِسَّهُ بَشَرَتَهُ ، فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ " . رواه الترمذي وقال : حسن . (۱۸،۱۷:۱).

۱۵۲- عَنْ : مُحَمَّدِ بنِ سِيْرِيْنَ قَالَ : سَنَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلإِسْتِنْشَاقَ فِی الْجَنَابَةِ ثَلَاثاً . رواه الدار قطنی فی سننه وصوبه ، وفی تخريج الزيلعی بعد نقله عن المعرفة للحافظ البيهقی : " هكذا رواه الثقات عن سفيان الثوری عن خالد الحذاء عن ابن سيرين مرسلا ، ثم أسنده (أی البيهقی) من جهة الدارقطنی بسند صحيح إلی ابن سيرين " فذكر لفظ الحديث المذكور . وفی سنن الدار قطنی : " وتابع وكيعا (الراوی عن سفيان) عبيد الله بن موسی وغيره ثنا جعفر بن احمد المؤذن نا السری بن يحيی نا عبيد الله بن موسی ناسفيان عن خالد الحذاء " .

۱۵۳- أبو حنيفة عن عثمان بن راشد عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ عجردٍ قَالَتْ : قَالَ

کے اندرونی حصے کے دھونے کی فرضیت پر بھی یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔

۱۵۱-حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پاک مٹی مسلمان کی طہارت ہے (یعنی وضواور غسل کے عوض اس سے تیمم کر لینا ضرورت کے وقت جائز ہے) اگر چہ دس برس تک پانی نہ پائے، پھر جب پانی مل جائے تو اسے اپنی ظاہر جلد پر پہنچالے (یعنی غسل یا وضو جس کے عوض تیمم کیا تھا بوجہ پانی نہ ملنے کے اب وہ غسل یا وضو پانی میسر آ جانے پر باطل ہو جائے گا اور دھونا واجب ہوگا) کیونکہ وہ اسکے لئے اچھا ہے۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا اور حسن کہا ہے۔

فائدہ: چونکہ لفظ بشرۃ جو حدیث میں واقع ہے اور جس کا ترجمہ ظاہر جلد کے ساتھ کیا گیا ہے عام ہے۔ جس میں منہ اور ناک کے اندر کی جلد بھی داخل ہے کیونکہ وہ بھی بعض احوال میں نظر آتی ہے اور ظاہر جلد سے مراد وہی ہے جو نظر آئے پس کلی اور ناک میں پانی ڈالنا غسل میں فرض ہوا، اور وضو میں بھی اس حدیث سے کلی اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہوتا جبکہ اور دلیلیں عدم فرضیت کی نہ ہوتیں۔

۱۵۲-محمد بن سیرین (تابعی) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنابت (کے غسل) میں ناک میں تین بار پانی ڈالنے کا حکم فرمایا۔ اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اور تین بار کی قید مزید صفائی کیلئے ہے۔ کیونکہ تین بار دھونے کا وجوب کسی کے نزدیک نہیں۔

ابْنُ عَبَّاسٍ : إِذَا اغْتَسَلَ الْجُنُبُ وَنَسِيَ الْمَضْمَضَةَ وَ الِاسْتِنْشَاقَ فَلْيُعِدِ الْوُضُوْءَ بِالْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ . أخرجه الحافظ طلحة بن محمد فی مسنده عن محمد بن مخلد عن علی ابن إبراهيم الواسطی عن يزيد بن هارون عن أبی حنيفة رحمه الله ، وأخرجه الإمام حسن بن زياد فی مسنده عن أبی حنيفة . اه كذا فی جامع المسانيد (۱:۲٦۷،۲٦۸) ورجاله ثقات ، وأخرجه الدار قطنی (۱:٤۳) بطريق أسباط وعبد الله بن يزيد (المقری) عن أبی حنيفة بسنده عن ابن عباس فِیْ جُنُبٍ نَسِيَ الْمَضْمَضَةَ وَالِاسْتِنْشَاقَ ، قَالَ : يُمَضْمِضُ وَيَسْتَنْشِقُ وَيُعِيْدُ الصَّلَاةَ . ورجال الدار قطنی ثقات أيضا ، وأعله البيهقی بأن عثمان بن راشد و عائشة بنت عجرد غير معروفين ببلدهما ، كذا فی الزيلعی (۱:٤۱). قلت : عثمان روى عنه أبو حنيفة والثوری ، وذكره ابن حبان فی الثقات ، كذا فی تعجيل المنفعة (۱:۲۸۲) وعائشة بنت عجرد ، روى عنها حجاج بن أرطاة أيضا ، فتابع عثمان علی روايته عنها عند الدارقطنی ، وليس بمجهول من روى عنه اثنان ، وعرفها يحيی بن معين فقال : لها صحبة ، كذا فی التجريد للذهبی (۱:۳۰۲) فالحديث حسن صالح للاحتجاج ، وله شاهد صحيح من مرسل ابن سيرين .

۱٥٤– عن : عبيد الله بن موسى نا سفيان عن خالد الحذاء عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ : أَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِالِاسْتِنْشَاقِ مِنَ الْجَنَابَةِ ثَلَاثاً . أخرجه الدار قطنی (۱:٤۳) وصوبه

۱۵۳-ابوحنیفہ عثمان بن راشد سے وہ عائشہ بنت عجرد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب جنبی غسل کرے اور کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا بھول جائے تو مضمضہ واستنشاق (یعنی کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے) کے ساتھ وضو کا اعادہ کرے۔ اسکو حافظ طلحہ بن محمد نے مسند ابی حنیفہ میں بسند قوی روایت کیا ہے اور دارقطنی نے بھی اپنی سنن میں بطریق اسباط و عبداللہ بن یزید (مقری) کے امام ابوحنیفہؒ سے انکی سند کے ساتھ بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ جنابت والا مضمضہ و استنشاق کو بھول جائے تو کلی کرے اور ناک میں پانی دے اور نماز کا اعادہ کرے۔ اور اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں۔

<u>فائدہ</u>: اس سے صاف معلوم ہوا کہ مضمضہ واستنشاق غسل جنابت میں واجب ہے کیونکہ ابن عباسؓ نے انکے بھول جانے پر اعادۂ وضو اور نماز کا امر کیا ہے۔

۱۵۴-محمد بن سیرین سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنابت کی حالت میں تین دفعہ ناک میں پانی دینے

البيهقي وصححه ، كذا في الزيلعي (١:٤١).

١٥٥- عن : الثوري عن يونس هو ابن عبيد عَنِ الْحَسَنِ ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : " تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ ، فَبَلُّوا الشَّعْرَ وَأَنْقُوا الْبَشَرَةَ ". أخرجه عبد الرزاق في مصنفه وقال البيهقي : " وإنما روى عن الحسن عن النبي ﷺ مرسلا ، أو عن الحسن عن أبي هريرة موقوفا ". اه (الجوهر النقي) (١:٤٧) . قلت : رجال عبد الرزاق رجال الصحيح ، وقد مر أن مراسيل الحسن صحاح ، فهو مرسل صحيح قد عضده قول أبي هريرة موقوفا، وقد ورد موصولا عند أبي داود والترمذي وابن ماجة ، وفيه حارث بن وجيه، قال الترمذي : ليس بذلك . كذا في المشكوة مع التنقيح (١:٨١) وقال يعقوب بن سفيان : بصري لين الحديث كذا في التهذيب (١:١٢٢) والمرسل إذا اعتضد بموصول فهو حجة عند الكل كما مر .

باب وجوب الغسل بالمنى الخارج بالدفق والشهوة

١٥٦- حدثنا : أبو أحمد (الزبيري) ثنا رزام بن سعيد التيمي عن جواب التيمي عن يزيد بن شريك يعني التيمي ، عَنْ عَلِيٍّ ﷺ قَالَ : كُنْتُ رَجُلاً مَذَّاءً فَسَئَلْتُ

مر فرمایا۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے اسکو صواب وصحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس سے استنشاق کا ضروری ہونا بوجہ امر نبوی کے ثابت ہوا لیکن تین بار کی قید مبالغہ کیلئے ہے ورنہ یہ ضروری نہیں ہے کیونکہ اس کے عدم وجوب پر اجماع ہے۔

١٥٥-حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے پس بالوں کو تر کرو اور کھال کو پاک صاف کرو۔ اسکو عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور اسکے سب راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس سے ناک میں پانی دینے کا وجوب ظاہر ہے کیونکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے اور ناک میں بھی بال ہوتے ہیں اور منہ کا اندرونی حصہ لغۃ " بشرۃ" میں داخل ہے، پس وانقوا البشرہ سے کلی کا وجوب مستفاد ہوا۔

باب اس بیان میں کہ جو منی مستی سے اچھل کر نکلے اس سے غسل واجب ہوتا ہے

١٥٦-حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک شخص تھا جس کی مذی بکثرت نکلتی تھی پس میں نے نبی ﷺ سے

النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : " إِذَا حَذَفْتَ فَاغْتَسِلْ مِنَ الْجَنَابَةِ ، وَإِذَا لَمْ تَكُنْ حَاذِفاً فَلَا تَغْتَسِلْ " رواه الإمام أحمد في مسنده ، (١٠٧:١) . قلت : رجاله كلهم ثقات إلا جوابا فإنه صدوق رمى بالإرجاء فالسند محتج به .

١٥٧–حدثنا : عبد الرحمن (ابن مهدى) ثنا زائدة (ابن قدامة) عن الركين ابن الربيع عن حصين بن قبيصة عَنْ عَلِيٍّ ﷺ قَالَ : كُنْتُ رَجُلاً مَذَّاءً فَسَئَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : " إِذَا رَأَيْتَ الْمَذْيَ فَتَوَضَّأْ ، وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ، وَإِذَا رَأَيْتَ فَضْخَ الْمَاءِ فَاغْتَسِلْ " . رواه الإمام أحمد في مسنده (١٢٥:١) ورجاله كلهم ثقات . ورواه أبو داود بنحوه (٨٣:١) وسكت عنه ، وفيه : " فأذا فضخت الماء فاغتسل ". اه

١٥٨– عَنِ : الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : " إِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ ثُمَّ ظَهَرَ مِنْ ذَكَرِهِ شَيْءٌ فَلْيَتَوَضَّأْ " رواه الطبراني في الكبير ، وفيه بقية ابن الوليد وهو مدلس وقد عنعنه . كذا في مجمع الزوائد . قلت : التدليس ليس بعيب عندنا ، ولما رواه شاهد حسن .

(اسکے متعلق) سوال کیا تو آپ نے فرمایا جب تم (منی کو) پھینکو تو جنابت کا غسل کرلو (کیونکہ اس طرح منی کا نکلنا شہوت اور جست کے ساتھ ہوتا ہے لہذا تم جنبی ہو جاؤ گے) اور جب تم (اس طرح) نہ پھینکو تو غسل نہ کرو (کیونکہ بطریق مذکور جو منی نکلے گی وہ موجب غسل نہیں ہے اور اس طرح مذی سے بھی غسل واجب نہیں ہوتا) ۔ اسکو امام احمد نے اپنی مسند میں ثقہ راویوں کی سند سے روایت کیا ہے۔

۱۵۷–حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں کثیر المذی شخص تھا سو میں نے نبی ﷺ سے (اسکے متعلق) سوال کیا آپ نے فرمایا کہ جب تم مذی (نکلتی) دیکھو تو وضو کرلو اور ذکر کو دھولو اور جب پانی کا جست دیکھو (یعنی منی اچھل کر نکلتی دیکھو اور دیکھنے سے مراد معلوم ہونا ہے خواہ نظر پڑے یا نہیں) تو غسل کرلو۔ اسکو امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۱۵۸–حکم بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے غسل کرے پھر اسکے ذکر سے کچھ نکلے تو اسکو وضو کرنا چاہئے ۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بغیر شہوت کے منی نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا مگر یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ غسل جنابت سے پہلے پیشاب کرلیا ہو جسکی دلیل حضرت علیؓ کا قول ہے کہ جس شخص سے غسل کے بعد کچھ نکلے تو اگر اسنے غسل سے پہلے

۱۵۹ – عَنْ : مُجَاهِدٍ قَالَ : بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ أَصْحَابُ ابْنِ عَبَّاسٍ عَطَاءٌ وَطَاوُسٌ وَعِكْرِمَةُ ، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ ، وَابْنُ عَبَّاسٍ قَائِمٌ يُصَلِّيْ ، فَقَالَ : هَلْ مِنْ مُفْتٍ ؟ فَقُلْتُ : سَلْ ! فَقَالَ : إِنِّيْ كُلَّمَا بُلْتُ تَبِعَهُ الْمَاءُ الدَّافِقُ ، فَقُلْنَا : الَّذِيْ يَكُوْنُ مِنْهُ الْوَلَدُ؟ قَالَ :نَعَمْ ! فَقُلْنَا : عَلَيْكَ الْغُسْلُ ، فَوَلَّى الرَّجُلُ وَهُوَ يُرَجِّعُ . وَعَجَّلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ صَلَاتِهِ فَلَمَّاسَلَّمَ قَالَ : يَاعِكْرِمَةُ ! عَلَيَّ بِالرَّجُلِ ، فَأَتَاهُ بِهٖ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا ، فَقَالَ : أَرَأَيْتُمْ مَا أَفْتَيْتُمْ بِهٖ هٰذَا الرَّجُلَ عَنْ كِتَابِ اللهِ؟ قُلْنَا : لَا ! قَالَ فَمِنْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ؟ قُلْنَا : لَا ! قَالَ فَعَنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ؟ قُلْنَا : لَا ! قَالَ فَعَمَّنْ ؟ قُلْنَا : عَنْ رَأْيِنَا ، فَقَالَ : لِذٰلِكَ يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ :" فَقِيْهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ ". ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الرَّجُلِ ، فَقَالَ : أَرَأَيْتَ إِذَا كَانَ مِنْكَ هَلْ تَجِدُ شَهْوَةً فِيْ قَلْبِكَ ؟ قَالَ :لَا ! قَالَ : فَهَلْ تَجِدُ خَدَراً فِيْ جَسَدِكَ ؟ قَالَ : لَا ! قَالَ : إِنَّمَا هٰذَا بَرْدَةٌ يُجْزِئُكَ مِنْهُ الْوُضُوْءُ . أخرجه الحاكم فی تاريخه وسنده حسن

پیشاب کرلیا ہو تب تو وضو کرلے اور اگر پیشاب نہ کیا ہو تو غسل کا اعادہ کرے۔ اسکو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے (کنز العمال) اس سے بھی معلوم ہوا کہ خروج منی سے بغیر شہوت کے غسل واجب نہیں ہوتا ورنہ دونوں حالتوں میں اعادۂ غسل کا حکم ہوتا۔

۱۵۹-مجاہد سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم چند اصحاب ابن عباسؓ یعنی عطاء وطاؤس وعکرمہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا، عبداللہ بن عباسؓ اسوقت نماز پڑھ رہے تھے اس شخص نے کہا کہ یہاں کوئی مفتی ہے میں نے کہا پوچھو! کہا میں جب پیشاب کرتا ہوں تو اسکے پیچھے منی بھی نکل آتی ہے ہم نے کہا وہی پانی جس سے بچہ بنتا ہے؟ کہا، ہاں ہم نے کہا تیرے ذمہ غسل واجب ہے تو وہ شخص انا للہ پڑھتا ہوا لوٹ گیا اور ابن عباسؓ نے جلدی جلدی نماز پوری کی اور سلام پھیر کر فرمایا اے عکرمہ! اس شخص کو میرے پاس بلالاؤ، وہ اسکو لے آئے پھر ہماری طرف ابن عباسؓ متوجہ ہوئے اور فرمایا، بتلاؤ تو تم نے جو اس شخص کو فتویٰ دیا ہے یہ کتاب اللہ سے ہے؟ ہم نے کہا نہیں! فرمایا پھر کیا رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث سے ہے؟ ہم نے کہا نہیں! فرمایا کہ پھر نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے قول سے ہے؟ ہم نے کہا کہ نہیں، فرمایا کہ پھر کہاں سے فتویٰ دیا؟ ہم نے کہا کہ اپنے قیاس سے! جواب دیا فرمایا اسی لئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے پھر اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بتلاؤ جب پیشاب کے بعد منی نکلتی ہے تو اس وقت تم اپنے دل میں شہوت پاتے ہو؟ کہا نہیں! فرمایا کیا اس وقت اپنے جسم میں (یعنی جسم کے خاص حصہ میں جس سے کنایۃً ذکر مراد ہے) کچھ سستی پاتے ہو؟ کہا نہیں! فرمایا تو پھر یہ برودت کا اثر ہے۔ اس صورت میں تم کو وضو کر لینا کافی ہے۔

كذا فی كنز العمال.

١٦٠– عن : عبد العزيز بن رفيع عن أبی سلمة بن عبدالرحمن عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمُجَاهِدٍ وَعَطَاءٍ قَالُوْا : دَخَلَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ، فَقَالَتْ : يَارَسُوْلَ اللهِ ! تَرٰى فِيْ مَنَامِهَا كَمَا يَرَى الرَّجُلُ ، أَفَيَجِبُ عَلَيْهَا الْغُسْلُ ؟ قَالَ : هَلْ تَجِدُ شَهْوَةً ؟ قَالَتْ لَعَلَّهٗ ! قَالَ وَهَلْ تَجِدُ بَلَلاً ؟ قَالَتْ :لَعَلَّهٗ ! قَالَ : فَلْتَغْتَسِلْ . فَلَقِيَهَا نِسْوَةٌ فَقُلْنَ لَهَا : يَا أُمَّ سُلَيْمٍ ! فَضَحْتِنَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَتْ مَا كُنْتُ أَنْتَهِيْ حَتّٰى أَعْلَمَ فِيْ حَلَالٍ أَنَا أَمْ فِيْ حَرَامٍ ؟. أخرجه سعيد بن المنصور فی سننه ، كنز العمال . قلت : وعبد العزيز بن رفيع ثقة من رجال الجماعة و كذا أبو سلمة بن عبد الرحمن كما فی التقريب (١٢٨:١) والظاهر من عادة المصنفين أنهم إذا ذكروا بعض الإسناد وتركوا بعضه ، فالمتروك يكون سالما من الكلام ، فهو مرسل قوی ، والإرسال لا يضر عندنا . وأصل الحديث مخرج فی السنن والصحاح موصولا ، ماخلا هذه الزيادة التی فيه من قوله " هل تجد شهوة إلخ " والظاهر أنه زيادة ثقة فتقبل لا سيما وهی معتضدة بما ذكرناه قبل .

اسکو حاکم نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے (کنز العمال) ۔

فائدہ: اس سے صاف معلوم ہوا کہ بغیر شہوت کے خروج منی سے غسل واجب نہیں ہوتا۔

۱۶۰-عبدالعزیز بن رفیع ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے وہ عبدالرحمٰن اور مجاہد وعطاء سے روایت کرتے ہیں کہ ام سلیمؓ صحابیہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہا یا رسول اللہ! ایک عورت خواب میں وہ بات دیکھتی ہے جو مرد دیکھا کرتے ہیں تو کیا اسپر غسل واجب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا وہ شہوت پاتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ شاید کہ پاتی ہے پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا وہ تری پاتی ہے؟ انہوں نے کہا شاید کہ پاتی ہے تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ غسل کرے۔ اس کے بعد کچھ عورتیں ام سلیمؓ سے ملیں اور کہا کہ تو نے تو ہمیں حضور ﷺ کے سامنے رسوا کر دیا۔ تو ام سلیم نے کہا کہ میں نہیں باز آؤں گی یہاں تک کہ جان لوں کہ کیا میں حلال حالت میں ہوں یا حرام حالت میں۔ (کنز العمال) ۔

فائدہ: شوافع کا مستدل یہ حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "الماء من الماء" کہ محض پانی کے نکلنے سے بھی غسل فرض ہو جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد بھی شہوت کے ساتھ نکلنا ہے کیونکہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائیگا، جیسا کہ انکا اصول ہے

باب من ینسی بعض جسده ولم یغسله

١٦١– عَنْ : عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ اَنَّ رَجُلاً جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَسَئَلَهٗ عَنْ رَجُلٍ یَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ ، فَیُخْطِئُ بَعْضَ جَسَدِهِ الْمَاءُ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : " یَغْسِلُ ذٰلِكَ الْمَكَانَ ثُمَّ یُصَلِّیْ " . رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله موثقون (مجمع الزوائد)،وقد مر فی باب عدم افتراض الترتیب فی الوضوء .

باب وجوب الغسل من التقاء الختانین و لو لم ینزل

١٦٢– عَنْ : اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : " اِذَا جَلَسَ بَیْنَ شُعَبِهَا الاَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ " . وَفِیْ حَدِیْثِ مَطَرٍ : " وَاِنْ لَمْ یُنْزِلْ " . رواه مسلم (١٥٦:١).

١٦٣– وَلَهٗ اَیْضاً عَنْ عَائِشَةَ رضی اللّٰه عنها مَرْفُوْعاً : " اِذَا جَلَسَ بَیْنَ شُعَبِهَا الاَرْبَعِ وَمَسَّ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ " اه .

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ابتدائے اسلام کی ہے کہ جب محض ادخال سے غسل فرض نہ ہوتا تھا لہذا یہ حدیث دوسری احادیث صحیحہ کی بنا پر منسوخ ہے، نیز لغت میں بھی جنابت کا مطلب یہ ہے کہ شہوت کے طریقے پر منی نکلے۔

باب اس شخص کے حکم میں جو غسل میں بدن کے کسی حصے کا دھونا بھول جائے

١٦١–حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس شخص کا حکم پوچھا جو جنابت کا غسل کرے اور اسکے بدن کا کوئی حصہ پانی (پہنچنے) سے رہ جائے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (صرف) وہی جگہ دھوڈالے پھر نماز پڑھ لے۔اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی توثیق کیے گئے ہیں۔(مجمع الزوائد)۔

باب غسل کا واجب ہونا ختنہ کے موقعوں کے مل جانے سے اگرچہ انزال نہ ہوا ہو

١٦٢–حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص عورت کے اطراف اربعہ (یعنی چاروں ہاتھ پیروں) کے درمیان بیٹھ جائے پھر اپنی طاقت اس پر (صرف) کرے (یعنی جماع کرے) تو غسل واجب ہوجاتا ہے اور مطر (راوی) کی حدیث میں (یہ بھی) ہے اگرچہ انزال نہ ہو۔اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

١٦٣–اور انہی کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ سے مرفوعا (یہ بھی) ہے کہ جب اسکے اطراف اربعہ کے درمیان بیٹھ

١٦٤– حدثنا : أبو بكر بن أبی شيبة ثنا أبو معاوية عن حجاج عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ " إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ وَتَوَارَتِ الْحَشَفَةُ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ " . رواه ابن ماجة (١: ٤٥) قلت : ورواه الإمام أحمد فی مسنده : ثنا أبومعاوية ثنا حجاج فذكره وفی كنز العمال (١:٣) " وكل ما كان فی مسند أحمد فهو مقبول ، فإن الضعيف الذی فيه يقرب من الحسن " اه.

١٦٥– عَنْ : عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ " إِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ " . رواه الترمذی ، وقال حديث عائشة حسن صحيح (١: ١٦).

١٦٦– أخبرنا : الحارث بن نبهان عن محمد بن عبيد الله عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللهِ ﷺ : أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ سُئِلَ مَا يُوْجِبُ الْغُسْلَ ؟ فَقَالَ : " إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ وَغَابَتِ الْحَشَفَةُ وَجَبَ الْغُسْلُ ، أَنْزَلَ أَوْ لَمْ يُنْزِلْ " . أخرجه الإمام أبو محمد عبد الله بن وهب فی مسنده (زيلعی ، ١:٤٤) وفيه الحارث بن نبهان ضعفه الناس من قبل حفظه وكان صالحا ، وقال ابن عدی : وهو ممن يكتب حديثه ، كذا فی التهذيب (٢:١٥٨) ومحمد بن عبد الله هو العزرمی ضعفه الأكثرون لذهاب كتبه ، وقد روى عنه شعبة ، وهو لا يروی إلا عن ثقة ، كذا فی التهذيب (٩:٣٢٢) قلت : فالحديث

جائے اور ایک ختنہ کا موقع دوسرے ختنہ کے موقع سے مس کرے (یعنی ذکر فرج میں داخل ہو جائے) تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

۱۶۴-حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دونوں ختنوں کا موقع مل جائے اور حشفہ غائب ہو جائے (یعنی سرِ ذکر فرج میں داخل ہو جائے) تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اسکو ابن ماجہ اور امام احمد نے روایت کیا ہے۔

۱۶۵-حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب (مرد کے) ختنہ کا موقع (عورت کے) ختنہ کے موقع سے تجاوز کر جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔

۱۶۶-عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ انکے دادا (اپنے باپ) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ غسل کو کیا چیز واجب کرتی ہے؟ فرمایا جب دونوں کے ختنہ کا موقع مل جائے اور حشفہ غائب ہو جائے غسل واجب ہے انزال ہو یا نہ ہو۔ اسکو عبداللہ بن وہب نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے (زیلعی)۔

حسن ، لا سيما وله متابع .

١٦٧– أخبرنا : عبد الله بن محمد الصفار التسترى ثنا يحيىٰ بن غيلان ثنا عبدالله ابن بزيغ عن أبى حنيفة عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ : اَنَّ سَائِلاً سَاَلَ النَّبِيَّ ﷺ اَلَا يُوْجِبُ الْمَاءَ اِلَّا الْمَاءُ ؟ فَقَالَ : اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ وَغِيْبَتِ الْحَشَفَةُ فقد وَجَبَ الْغُسْلُ ، اَنْزَلَ اَوْ لَمْ يُنْزِلْ " . اه أخرجه الطبرانى . كذا فى الزيلعى . قلت : رجاله رجال الحسن ، أما شيخ الطبرانى فثقة لكونه لم يضعف فى الميزان ، وأما يحيى بن غيلان فهو الراسبى التسترى ذكره ابن حبان فى الثقات ، كذا فى التهذيب (١١: ٢٦٤) وعبدالله بن بزيغ ، قال فيه الدارقطنى : ليس بمتروك وقال ابن عدى والساجى: ليس بحجة ، كذا فى اللسان (٣: ٢٦٣) قلت : وهذا لين هين ، وقول الدار قطنى " ليس بمتروك " من ألفاظ التعديل ، وتابعه الجارود بن يزيد وأبو عبد الرحمن المقرى عند الحافظ طلحة بن محمد فى مسنده ، فروياه عن أبى حنيفة بسنده كما فى جامع المسانيد (١: ٢٥٧) وباقى رجاله لا يسأل عنهم ، فالحديث حسن .

١٦٨– أبو حنيفة : عن عون بن عبد الله عن الشعبى عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ قَالَ : يُوْجِبُ الصِّدَاقَ وَيَهْدِمُ الثَّلَاثَ وَ يُوْجِبُ الْعِدَّةَ وَلَا يُوْجِبُ صَاعاً مِنَ الْمَاءِ ؟ " . أخرجه الإمام محمد فى الآثار وَقَالَ : يَعْنِىْ اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ وَجَبَ الْغُسْلُ اَنْزَلَ

فائدہ: اسکی دلالت مقصود پر ظاہر ہے۔

١٦٧–امام ابوحنیفہؒ عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ انکے دادا (اپنے باپ) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سائل نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آیا پانی (بہانے) کو بجز پانی (نکلنے) کے اور کوئی چیز واجب نہیں کرتی؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب دونوں کے ختنہ کا موقع مل جائے اور حشفہ غائب کردیا جائے تو غسل واجب ہوگیا انزال ہو یا نہ ہو۔ اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے، (زیلعی)، اور یہ حدیث حسن ہے۔

١٦٨–امام ابوحنیفہؒ عون بن عبداللہ سے وہ شعبی سے وہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا (حشفہ کا غائب ہوجانا) مہر کو واجب کرتا ہے اور تین طلاق کو گرادیتا ہے اور عدت کو واجب کردیتا ہے اور ایک صاع پانی (بدن پر بہانا) واجب

أَوْ لَمْ يُنْزِلْ . جامع المسانيد (١:٢٥٧) قلت: رجاله كلهم ثقات ، وسماع الشعبي عن علي مختلف فيه ، ولا ضير فإن مرسله صحيح أيضا كما صرح به في التهذيب (٥:٦٧).

باب وجوب الغسل من الحيض والنفاس

١٦٩– عَنْ : عَائِشَةَ رضى الله عنها أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَسَئَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : " ذٰلِكَ عِرْقٌ ، وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ ". رواه البخاري (١:٣٢٠).

١٧٠– عَنْ مُعَاذٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعاً : " إِذَا مَضٰى لِلنُّفَسَاءِ سَبْعٌ ، ثُمَّ رَأَتِ الطُّهْرَ فَلْتَغْتَسِلْ وَلْتُصَلِّ " . رواه الحاكم في مستدركه (كنز العمال) وإسناده صحيح على قاعدة

نہ کرے گا؟ اسکو امام محمد نے آثار میں روایت کیا ہے اور کہا کہ مطلب یہ ہے کہ جب دونوں کے ختنہ کا موقع مل جائے تو غسل واجب ہوگا چاہے انزال ہو یا نہ ہو، اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ جب صحابہؓ کے درمیان حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس بات پر اختلاف ہوا کہ آیا محض اکسال (ادخال) سے بھی غسل واجب ہوتا ہے، یا نہیں؟ تو بعض نے کہا کہ واجب ہو جاتے ہے اور بعض نے کہا کہ غسل کا وجوب صرف انزال سے ہی ہوتا ہے (جیسا کہ حدیث میں ہے "الماء من الماء") اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اے عمرؓ! آپ اس بارے میں امہات المؤمنین سے تحقیق فرمالیجئے، تب آپؓ نے حضرت عائشہؓ سے معلوم کرایا تو انہوں نے فرمایا کہ جب ختنہ ختنہ سے مل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے، تب حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں فرمایا کہ اب میں کسی کو الماء من الماء کہتے ہوئے نہ سنوں ورنہ میں اسے نشان عبرت بنادوں گا، اس پر کسی صحابی نے انکار نہ کیا تو گویا اس پر صحابہ کا اجماع ہے کہ محض ختنوں کے ملنے سے ہی غسل واجب ہو جاتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ " الماء من الماء "والی حدیث منسوخ ہے۔

باب غسل کا واجب ہونا حیض اور نفاس سے

١٦٩– حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ (حضرت) فاطمہ بنت ابی حبیش کو استحاضہ آتا تھا انہوں نے (اسکے متعلق) نبی ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ یہ ایک رگ کا خون ہے اور حیض نہیں ہے سو جب حیض آیا کرے تو نماز چھوڑ دیا کرو اور جب ختم ہو جائے تو غسل کرلیا کرو اور نماز پڑھ لیا کرو۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

١٧٠– حضرت معاذؓ سے مرفوعا مروی ہے کہ جب نفاس والی عورت پر (مثلاً) سات دن گزر جائیں پھر وہ پاکی دیکھے (یعنی نفاس کا خون موقوف ہو جائے) تو وہ غسل کرلے اور نماز پڑھے۔ اسکو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے (کنز العمال) اور

الكنز المذكورة في خطبته .

باب جواز ترك الغسل من غسل الميت

١٧١– عن : الحاكم عن أبي على الحافظ عن أبي العباس الهمداني الحافظ ثنا أبو شيبة ثنا خالد بن مخلد عن سليمان بن هلال عن عمرو عن عكرمة عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ " لَيْسَ عَلَيْكُم فِيْ غُسْلِ مَيِّتِكُمْ غُسْلٌ إِذَا غَسَلْتُمُوْهُ ، اِنَّ مَيِّتَكُمْ يَمُوْتُ طَاهِراً وَ لَيْسَ بِنَجِسٍ ، فَحَسْبُكُمْ اَنْ تَغْسِلُوْا اَيْدِيَكُمْ ." رواه البيهقي وقال : " هذا ضعيف والحمل فيه على أبي شيبة " . قلت : أبو شيبة هو إبراهيم بن أبي بكر بن أبي شيبة احتج به النسائي ووثقه الناس ، ومن فوقهم احتج بهم البخاري ، وأبو العباس الهمداني هو ابن عقدة حافظ كبير ، إنما تكلموا فيه بسبب المذهب ولأمور أخرى ولم يضعف بسبب المتون أصلا ، فالإسناد حسن اه (التلخيص الحبير) وفي شرح المولوي سراج أحمد على سنن الترمذي (٢٨٦:٢ نظامی) : قال الحاكم على شرط البخاري وأقره الذهبي " .

اسکی سند صحیح ہے کنز العمال کے قاعدہ پر۔

<u>فائدہ:</u> یہ سات کی قید اتفاقی ہے جیسا کہ اجماع امت اس پر دال ہے کہ اگر وہ سات دن سے قبل بھی پاکی دیکھ لے تو غسل کر کے نماز پڑھے (ترمذی)، اور مراد یہ ہے کہ جب طہر دیکھ لے اگر چہ ولادت سے ایک ہی ساعت کے بعد ہو تو اس پر نماز پڑھنے کے لئے غسل واجب ہو جائے گا۔

باب غسل میت سے غسل کا ترک جائز ہونا

۱۷۱– حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے میت کے غسل دینے سے تم پر غسل (واجب) نہیں جب تم اس کو (یعنی میت کو) غسل دو کیونکہ تمہارا مردہ طاہر مرتا ہے اور (موت کی وجہ سے) نجس نہیں ہوتا ہے پس تم کو یہ کافی ہے کہ اپنے ہاتھ (بعد غسل میت کے) دھولیا کرو۔ اسکو بیہقی نے روایت کیا ہے اور تلخیص حبیر میں اسکی سند کو حسن کہا ہے اور ترمذی کی فارسی شرح میں مولوی سراج احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حاکم نے (اس کو) بخاری کی شرط پر کہا ہے اور ذہبی نے حاکم (کے اس قول) کو برقرار رکھا ہے۔

١٧٢– عن : عبد الله بن أحمد بن حنبل قال : قال لي أبي : كتبت حديث عبيد الله عن نافع عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ : كُنَّا نَغسِلُ الْمَيِّتَ فَمِنَّا مَنْ يَغْتَسِلُ وَمِنَّا مَنْ لَّا يَغْتَسِلُ . قَالَ قُلْتُ : لَا ! قَالَ : فِيْ ذٰلِكَ الْجَانِبِ شَابٌّ يقال له محمد بن عبد الله يحدث به عن أبي هشام المخزومي عن وهيب ، فاكتبه عنه . قلت هذا إسناد صحيح (التلخيص الحبير ١:٥٠).

باب عدم وجوب غسل الجمعة و كونه سنة منها ومن الحجامة

١٧٣–عَنْ : اَبِىْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: " مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَدَنٰى وَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصٰى فَقَدْ لَغَا ". رواه الترمذى (١:٦٦) وقال : هذا حديث حسن صحيح .

١٧٤–عَنْ : سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَ نِعْمَتْ ، وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ اَفْضَلُ " . أخرجه الترمذى (١:٦٥) وقال :

١٧٢–نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ (انہوں نے کہا) "ہم میت کو (حضور ﷺ کے زمانے میں) غسل دیا کرتے تھے اور ہم میں سے بعض لوگ (میت کو نہلانے والے غسل میت کی وجہ سے) غسل کرتے تھے اور بعض ہم میں سے (یعنی صحابہؓ میں سے) غسل نہ کرتے تھے۔ اسکو محمد بن عبداللہ بن امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے اور تلخیص حبیر میں اسکی سند کو صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس اثر سے معلوم ہوا کہ میت کو نہلانے کی وجہ سے غسل کرنا اولیٰ ہے اور نہ کرنا جائز ہے، لہذا حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث "من غسلہ الغسل" استحباب پر محمول ہے۔

باب جمعہ کا غسل مسنون ہونا اور سینگی لگوانے کی وجہ سے غسل کا مسنون ہونا

١٧٣–حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر جمعہ میں حاضر ہو اور (امام سے) قریب بیٹھے اور (خطبہ) سنے اور خاموش رہے تو اسکے وہ (صغیرہ) گناہ معاف کردئے جائیں گے جو اسکے (اس جمعہ کے) اور (دوسرے) جمعہ کے درمیان میں (ہوئے) ہیں اور تین دن اور زیادہ کے (یعنی دس دن کے گناہ) لقولہ تعالیٰ ﴿من جاء بالحسنة فله عشر امثالها﴾) اور جس نے کنکریوں کو (بطور شغل) چھوا اسنے لغو فعل کیا۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٧٤–حضرت سمرة بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے روز وضو کیا تو اسنے

حديث حسن ، ورواه ابن خزيمة في صحيحه (العزيزی ٣:٣٢٧) .

١٧٥ – عَنْ : عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَغْتَسِلُ مِنْ أَرْبَعٍ : مِنَ الْجَنَابَةِ ، وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَمِنَ الْحِجَامَةِ ، وَمِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ . رواه أبو داود ، وصححه ابن خزيمة كذا في بلوغ المرام .

١٧٦ – عَنِ : ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " إِنَّ هٰذَا يَوْمُ عِيْدٍ جَعَلَهُ اللهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ ، فَمَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ ، وَإِنْ كَانَ طِيْبٌ فَلْيَمَسَّ مِنْهُ ، وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ ". رواه ابن ماجة بإسناد حسن (الترغيب للمنذری ص ١٢٤) .

١٧٧ – حدثنا : ابن مرزوق قال : ثنا يعقوب بن إسحاق قال : ثنا شعبة قال: أخبرني

رخصت پر عمل کیا (کیونکہ سنت اور عزیمت غسل ہے) اور اچھی خصلت ہے (یعنی وضو، پس وضو پر کفایت کرنے والے پر ترک واجب کی ملامت نہیں کیونکہ جمعہ کا غسل واجب نہیں) اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن کہا ہے اور عزیزی میں ہے کہ اسکو ابن خزیمہ نے (بھی) اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

۱۷۵- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ چار (چیزوں کی وجہ) سے غسل فرمایا کرتے تھے جنابت سے اور جمعہ کے دن (کی نماز کی وجہ سے) اور سینگی لگوا کر اور میت کو نہلا کر۔ اس حدیث کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور خزیمہ نے اسکی تصحیح کی ہے، (بلوغ المرام)۔

<u>فائدہ</u>: جنابت سے غسل کرنا فرض ہے اور باقی غسل جو اس حدیث میں مذکور ہیں وہ سب مسنون ہیں جیسا کہ لفظ کان سے معلوم ہو رہا ہے اور جمعہ کا غسل مسنون صرف ان ہی لوگوں کیلئے ہے جو جمعہ کی نماز پڑھیں جیسا کہ ایک حدیث میں صراحۃً وارد ہے۔

۱۷۶- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (جمعہ کا دن) عید کا دن ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے مقرر فرمایا ہے، پس جو کوئی جمعہ (کی نماز) میں آئے اسکو غسل کرنا چاہئے، اور اگر کچھ خوشبو ہو تو اسے بھی لگالے اور تم مسواک کی پابندی کرو۔ اسکو ابن ماجہ نے بسند حسن روایت کیا ہے (ترغیب)۔

<u>فائدہ</u>: اس سے جمعہ کے دن غسل کا مسنون ہونا تو صراحۃً ثابت ہے کیونکہ آپؐ نے غسل کے حکم کو خوشبو لگانے اور مسواک کرنے کے ساتھ ملایا ہے اور وہ دونوں سنت ہیں لہذا غسل جمعہ بھی سنت ہوگا اور چونکہ حضور ﷺ نے حکم کو اس علت پر مرتب فرمایا ہے کہ یہ عید کا دن ہے اس سے عیدین کیلئے بھی غسل اور خوشبو اور مسواک کا سنت ہونا ثابت ہوا کیونکہ عید ہونے میں وہ بھی جمعہ کے مثل ہیں (بلکہ کچھ زیادہ ہیں)۔

عمرو بن مرة عَنْ زَاذَان ، قَالَ : سَأَلْتُ عَلِيًّا عَنِ الْغُسْلِ ، فَقَالَ : اِغْتَسِلْ إِذَا شِئْتَ فَقُلْتُ : إِنَّمَا اَسْئَلُكَ عَنِ الْغُسْلِ الَّذِیْ هُوَ الْغُسْلُ ، قَالَ : " يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ يَوْمَ عَرَفَةَ وَيَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْاَضْحٰى ". أخرجه الطحاوی فی معانی الآثار (۱:۷۱) ورجاله رجال مسلم إلا ابن مرزوق ، فهو من رجال النسائی ثقة كما فی التقريب (۱:۱۱) فهو حديث صحيح.

۱۷۸– عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : " مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ، ثُمَّ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الْاُوْلٰى ، فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً ". الحديث رواه مالك والبخاری ومسلم وأبو داود والترمذی كذا فی الترغيب (۱:۱۲٤).

۱۷۹– عَنْ: عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ : دَخَلَ عَلَیَّ اَبِیْ وَاَنَا اَغْتَسِلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ : غُسْلُكَ هٰذَا مِنْ جَنَابَةٍ اَوْ لِلْجُمُعَةِ ؟ قُلْتُ : مِنْ جَنَابَةٍ ، قَالَ : اَعِدْ غُسْلاً آخَرَ ، اِنِّیْ

۱۷۷–زاذان سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے غسل کے متعلق سوال کیا تو فرمایا جب چاہو غسل کر لیا کرو، میں نے کہا میں اس غسل کو دریافت کرتا ہوں جو (شرعی) غسل ہے (اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس غسل کو پوچھتا ہوں جو مستحب ہے) تو فرمایا جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن اور عید الفطر وعید الاضحیٰ کے دن (غسل کیا کرو)۔ اسکو طحاوی نے معانی الآثار میں روایت کیا اور اسکے راوی مسلم کے رجال ہیں سوائے ابن مرزوق کے کہ وہ نسائی کے رجال میں سے ہیں اور ثقہ ہیں پس حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے ان غسلوں کا مستحب ہونا صراحۃً ثابت ہوا اگر چہ یہ صحابی کا قول ہے مگر حکماً مرفوع ہے کیونکہ صحابی اپنی طرف سے کسی شئے کو مستحب نہیں کہہ سکتے اور حنفیہ نے جو ان غسلوں کو سنت کہا ہے اس سے مراد سنت زائدہ ہے نہ کہ سنت مؤکدہ اور سنت زائدہ مستحب ہی کے درجے میں ہے۔

۱۷۸–حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص جمعہ کے دن جنابت کا غسل کرے پھر پہلی ساعت میں (نماز جمعہ کو) جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ خدا کی جناب میں پیش کیا...... الحدیث۔ اسکو امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے (ترغیب)۔

فائدہ: اس سے بظاہر معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن جنابت کا غسل کر لینا بھی غسل جمعہ کے قائم مقام ہوتا ہے، گو اس میں یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ جنابت کا سا غسل کرے جس میں ایک بال بھی سوکھا نہ رہے، جیسا کہ بعض روایات سے اسکی تائید ہوتی ہے۔

۱۷۹–حضرت عبداللہ بن ابی قتادہؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میرے باپ (ابو قتادہؓ) میرے پاس (ایک دفعہ) آئے

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : " مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ فِيْ طَهَارَةٍ اِلَى الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى ". رواه الطبراني في الاوسط وإسناده قريب من الحسن ، وابن خزيمة في صحيحه ، وقال : حديث غريب ،ورواه الحاكم بلفظ الطبراني وقال : صحيح على شرطهما ورواه ابن حبان في صحيحه اه كذا في الترغيب (١:١٢٤).

١٨٠– حدثنا : سهل بن يوسف عن حميد عن بكر بن عبد الله المزني عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ قَالَ : " مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يَغْتَسِلَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُحْرِمَ ". رواه ابن أبي شيبة في مصنفه ، ورجاله رجال الصحيح ، والحاكم في المستدرك ، وقال : صحيح على شرطهما ولم يخرجاه زيلعي (١:٤٧٤).

باب ما جاء في غسل العيدين

١٨١– عن : الشعبي عَنْ زِيَادِ بْنِ عِيَاضٍ الْاَشْعَرِيِّ ﷺ قَالَ : " كُلُّ شَيْءٍ رَأَيْتُ

اور میں جمعہ کے دن غسل کر رہا تھا تو فرمایا تمہارا یہ غسل جنابت کی وجہ سے ہے یا جمعہ کیلئے ہے؟ میں نے کہا جنابت کی وجہ سے ہے تو فرمایا کہ ایک دفعہ غسل دوبارہ کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے وہ اگلے جمعہ تک (گناہوں سے) پاکی میں رہتا ہے۔ اسکو طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن کے قریب ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس سے غسل جمعہ کا غسل جنابت سے الگ کرنا ثابت ہوا اور گو غسل جمعہ کی فضیلت غسل جنابت سے حاصل ہو جاتی ہے جبکہ دونوں کی نیت کرے مگر دونوں کو الگ الگ کرنا افضل ہے جیسا کہ صحابی کے ارشاد سے معلوم ہوا۔

۱۸۰- عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے فرمایا کہ سنت سے ہے یہ بات کہ جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو غسل کرے۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور کہا ''یہ بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے'' (زیلعی)۔

<u>فائدہ</u>: اس سے غسل احرام کا سنت ہونا ثابت ہوا اور صحابی کا یہ کہنا کہ یہ بات سنت ہے حکماً مرفوع ہے اور حاکم کی روایت میں یہ زیادتی بھی ہے کہ جب مکہ (مکرمہ) میں داخل ہونا چاہے (اس وقت بھی غسل کرے) حنفیہ نے اس غسل کو بھی مستحب کہا ہے لہٰذا اس حدیث سے اس مسئلہ کی دلیل بھی معلوم ہوگئی، پس وہ احادیث جن میں غسل جمعہ کو واجب کہا گیا ہے درج بالا احادیث کی روشنی میں وجوب سے مراد استحباب کو مؤکد کرنا ہے نہ کہ وجوب اصطلاحی کو بیان کرنا اور اس کا قرینہ ابن مسعودؓ کا اسے سنت اور حضرت علیؓ کا اسے مستحب کہنا ہے (بزار و طبرانی)۔

مسنده (١:٤٢) وشيخ الإمام هذا ضعيف، لكنه حجة عنده، كما في التلخيص الحبير (١:٥٦) وقد عرفت أن الاختلاف غير مضر، وبقيتهم رجال الجماعة.

١٨٥- أخبرنا: إبراهيم بن محمد أخبرني جعفر بن محمد عن أبيه أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ وَيَوْمَ الْجُمْعَةِ وَيَوْمَ عَرَفَةَ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُحْرِمَ. رواه الإمام الشافعي في مسنده (ص٤٢) وشيخ الإمام قد مر ما يتعلق به قريبا، وبقيتهم ثقات مشهورون، إلا أن محمدا عن علي مرسل، فإنه لم يدركه.

١٨٦- حدثنا: جبارة بن المغلس ثنا حجاج بن تميم عن ميمون بن مهران عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْاَضْحٰى. رواه ابن ماجة وسنده لا بأس به.

باب استحباب غسل من أراد الإسلام

١٨٧- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ﷺ اَنَّ ثُمَامَةَ بْنَ أُثَالٍ اَوْ أُثَالَةَ اَسْلَمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "اِذْهَبُوْا بِهٖ اِلٰى حَائِطِ بَنِیْ فُلَانٍ، فَمُرُوْهُ اَنْ يَّغْتَسِلَ". رواه أحمد و البزار وزاد: "بِمَاءٍ

١٨٤-حضرت سلمہؓ بن الاکوع سے روایت ہے کہ وہ عیدین کے دن غسل کیا کرتے تھے۔اسکو حضرت امام شافعی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

١٨٥-حضرت امام محمد (باقر) سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ غسل فرمایا کرتے تھے عیدین کے روز، جمعہ کے روز، اور عرفہ کے دن اور جبکہ (حج کیلئے) احرام کا ارادہ کرتے۔اسکو امام شافعی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

١٨٦-حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (عید) فطر کے دن اور (عید) اضحیٰ کے دن غسل فرمایا کرتے تھے۔اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: پس وہ حدیث جس میں ان دنوں میں غسل کو واجب کہا گیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اولاً تو اسکی سند صحیح نہیں دوسرے ان دنوں میں غسل کے عدم وجوب پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور اگر سند صحیح سے ثابت بھی ہو جائے تو تاکید پر محمول ہوگا۔

باب اسلام لانے کے لئے غسل کا مستحب ہونا

١٨٧-حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ثمامہ (رضی اللہ عنہ) نے اسلام لانے کا قصد کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

وَسِدْرٍ" وله عند أبي يعلى : " لَمَّا أَسْلَمَ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ أَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَغْتَسِلَ وَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ" . وفي إسناد أحمد والبزار عبد الله بن عمر العمرى وثقه ابن معين وأبو أحمد ابن عدى وضعفه غيرهما من غير نسبة إلى كذب . وقال أبو يعلى : " عن رجل عن سعيدالمقبرى " قال : " فإن كان هو العمرى فالحديث حسن " والله أعلم ، كذا في مجمع الزوائد .قلت : فإسناد الإمام أحمد والبزار حسن عند أبي يعلى ، والاختلاف غير مضر.

۱۸۸ — عَنْ : قَتَادَةَ أَبِي هِشَامٍ ﷺ قَالَ : أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ لِي : "يَا قَتَادَةُ ! اِغْتَسِلْ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ ، وَاحْلِقْ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ . وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُ مَنْ أَسْلَمَ أَنْ يَخْتَتِنَ وَإِنْ كَانَ اِبْنَ ثَمَانِيْنَ سَنَةً " رواه الطبراني في الكبير ، ورجاله ثقات . (مجمع الزوائد ۱:۱۱۷) وإسناده حسن (كذا في العزيزي —۲) .

۱۸۹ — عَنْ : قَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ ﷺ : قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أُرِيْدُ الإِسْلَامَ فَأَمَرَنِي أَنْ أَغْتَسِلَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ " . أخرجه أبو داود وسكت عنه ، قال المنذرى : وأخرجه الترمذى

انکوفلاں (شخص) کے بیٹوں کے باغ میں لے جاؤ اور انہیں حکم دو غسل کرنے کا۔ اسکو امام احمد اور بزار نے روایت کیا ہے اور (بزار نے) زیادہ کیا ہے پانی اور بیری (کے پتوں) سے (یعنی پانی میں جوش دے کر اس سے غسل کرلیں) اور حضرت ابو ہریرہؓ (ہی) سے ابو یعلی کے پاس (یہ روایت) ہے کہ جب ثمامہ بن اثال نے اسلام لانے کا قصد کیا تو ان کو نبی ﷺ نے غسل کرنے اور دو رکعت (نفل) پڑھنے کا حکم دیا (یعنی غسل کر کے اسلام لے آئیں پھر دو رکعت نماز نفل شکر کی ادا کرلیں)۔ یہ روایات مجمع الزوائد میں ہیں۔

۱۸۸- حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں (اسلام لانے کیلئے) حاضر ہوا تو آپ نے مجھے فرمایا اے قتادہ! پانی اور بیری کے درخت (کے پتوں) سے غسل کرلے اور کفر کے بال اپنے (سر) سے دور کردے اور رسول اللہ ﷺ حکم دیا کرتے تھے ختنہ کرنے کا اس شخص کو جو اسلام لے آتا اگرچہ وہ اسی (۸۰) برس کا ہوتا۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے سب راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

<u>فائدہ:</u> کفر کے بالوں سے وہ بال مراد ہیں جو کفر کی علامت ہوں جیسے کہ ہندوستان میں ہندوؤں کی چوٹی۔

۱۸۹- حضرت قیس بن عاصمؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں اسلام لانے کے ارادہ سے

والنسائی وقال الترمذی : هذا حسن لا نعرفه إلا من هذا الوجه " . (عون المعبود) وأخرجه أيضا ابن حبان وابن خزيمة ، وصححه ابن السكن ، قاله فی النيل ونقل الحديث قبل بلفظ : " عن قيس بن عاصم أنَّهُ أَسْلَمَ فَأَمَرَهُ أَنْ يَّغْتَسِلَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ . رواه الخمسة إلا ابن ماجة اه . قلت : هذا اللفظ للترمذی (۷۷:۱).

باب استحباب غسل المغمى عليه إذا أفاق

۱۹۰– عَنْ : عَائِشَةَ ﷺ قَالَتْ : " ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : أَصَلَّى النَّاسُ ؟ قُلْنَا : لاَ وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ! قَالَ : ضَعُوْا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ ، قَالَتْ : فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ، فَذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ : أَصَلَّى النَّاسُ ؟ قُلْنَا : لاَ، هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَارَسُوْلَ اللهِ ! قَالَ : ضَعُوْا لِيْ مَاءً فِي الْمِخْضَبِ ، قَالَتْ : فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ، ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ، ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ : أَ صَلَّى النَّاسُ ؟ قُلْنَا : لاَ ، وهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ

حاضر ہوا تو آپ نے مجھے پانی اور بیری (کے پتوں) سے غسل کرنے کا حکم دیا۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت (بھی) کیا ہے (اور) منذری نے کہا ہے کہ اسکو ترمذی اور نسائی نے (بھی) روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے، ہم اسکو صرف اسی سند سے پہچانتے ہیں۔ اور ایسا ہی عون المعبود میں ہے اور اسکو ابن حبان اور ابن خزیمہ نے (بھی) روایت کیا ہے اور ابن السکن نے اسکی تصحیح کی ہے اور یہ سب نیل الاوطار میں مذکور ہے۔

فائدہ: احناف کے ہاں یہ امر غسل استحباب پر محمول ہے کیونکہ کفر کوئی ایسی چیز نہیں جو غسل کو واجب کرے اور اگر کافر ناپاک ہوتا تو اس کا مسجد میں داخل ہونا جائز نہ ہوتا، حالانکہ خود یہی ثمامہ اسلام سے قبل مسجد میں رہے۔

باب مستحب ہونا بے ہوش کے غسل کا جس وقت کہ ہوش میں آ جائے

۱۹۰- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ (جب) نبی ﷺ بھاری ہو گئے (یعنی سخت مریض ہوئے اور نہایت ضعف ہو گیا) تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کیا "نہیں (پڑھی) وہ آپ کے منتظر ہیں یارسول اللہ!" آپ نے فرمایا کہ میرے لئے لگن میں پانی رکھدو، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے (ایسا ہی) کیا پس آپ نے غسل فرمایا پھر آپ کھڑے ہونے لگے تو آپ پر بے ہوشی واقع ہو گئی پھر آپ نے افاقہ پایا اور کہا "کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟" ہم نے عرض کیا "نہیں، وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں یارسول اللہ!" آپ نے فرمایا کہ میرے لئے لگن میں پانی رکھدو، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ہم نے (ایسا ہی) کر دیا پس آپ نہا لئے پھر آپ کھڑے ہونے لگے تو (پھر) آپ بے ہوش ہو گئے پھر آپ ہوش میں آ گئے اور فرمایا "کیا لوگوں نے نماز

يَا رَسُوْلَ اللهِ ! قَالَ : ضَعُوْا لِیْ مَاءً فِی الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ " . الحدیث رواه إمام الدنیا أبو عبد الله البخاری رضی الله عنه الخالق الباری (۱:۹۵).

باب وجوب التستر عن الأعین فی الغسل وجواز التجرد فی الخلوة واستحباب الإستتار فیها

۱۹۱ - عَنْ : ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " اِنَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ عَنِ التَّعَرِّیْ فَاسْتَحْيُوْا مِنْ مَلَائِكَةِ اللهِ الَّذِيْنَ لَا يُفَارِقُوْنَكُمْ اِلَّا عِنْدَ ثَلَاثِ حَالَاتٍ : اَلْغَائِطِ وَالْجَنَابَةِ وَالْغُسْلِ ، فَاِذَا اغْتَسَلَ اَحَدُكُمْ بِالْعَرَاءِ فَلْيَسْتَتِرْ بِثَوْبِهٖ اَوْ جِذْمَةِ حَائِطٍ اَوْ بِبَعِيْرِهٖ " . رواه البزار وقال : لا یروی عن ابن عباس إلا من هذا الوجه ، وجعفر بن سلیمان لین ، قلت : جعفر بن سلیمان من رجال الصحیح ، وكذلك بقیة رجاله . (مجمع الزوائد).

۱۹۲ - عَنْ : اَبِیْ هُرَيْرَةَ ﷺ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : بَيْنَمَا اَيُّوْبُ ﷺ يَغْتَسِلُ عُرْيَاناً

پڑھ لی؟" ہم نے عرض کیا "نہیں، وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں یا رسول اللہ!" آپ ﷺ نے فرمایا میرے لئے لگن میں پانی رکھو پھر آپ بیٹھ گئے اور غسل کیا۔ اسکو امام الدنیا ابو عبداللہ بخاری نے روایت کیا ہے۔

باب غسل کی حالت میں (لوگوں کی) نظروں سے پوشیدہ ہونے کا وجوب اور خلوۃ میں (غسل کرتے وقت) برہنہ ہونے کا جواز اور پردہ میں ہونے کا استحباب

۱۹۱۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو برہنہ ہونے سے منع فرماتے ہیں (اور یہ نہ سمجھو کہ خلوۃ میں برہنہ رہنے میں مضائقہ نہیں کیونکہ کراماً کاتبین تو وہاں بھی ہمراہ ہیں) پس اللہ تعالیٰ کے ان فرشتوں سے حیا کرو جو تم سے صرف تین حالتوں میں جدا رہتے ہیں پاخانہ (و پیشاب کی حالت میں) اور جنابت (کی حالت میں) اور غسل (کی حالت میں اور یہ خیال نہ کرو کہ میدان میں بلا پردہ کے نہا لینے میں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ کراماً کاتبین تو غسل کے وقت علیحدہ ہو ہی جاتے ہیں اس لئے کہ وہاں گو ملائکہ نہیں ہوتے لیکن اور لوگوں کی آمدورفت تو ہوتی ہے) سو جب تم میں سے کوئی صحرا میں نہائے تو چاہئے کہ اپنے کپڑے کی آڑ میں ہو جائے یا دیوار کے ٹکڑے کا پردہ کرے یا اپنے اونٹ کی آڑ میں ہو جائے۔ اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور اسکے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہے جیسا کہ مجمع الزوائد میں ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے باب کا پہلا جزو ثابت ہوا یعنی لوگوں سے چھپ کر غسل کرنا

خَرَّ عَلَيْهِ رِجْلُ جَرَادٍ مِنْ ذَهَبٍ ، فَجَعَلَ يَحْثِيْ فِيْ ثَوْبِهٖ، فَنَادَاهُ رَبُّهٗ : يَا اَيُّوْبُ ! اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰى ؟ قَالَ : بَلٰى يَارَبِّ ! وَلٰكِنْ لَا غِنٰى بِيْ عَنْ بَرَكَتِكَ ". رواه البخاري .

١٩٣– عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ : قُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللهِ ! عَوْرَاتُنَا مَا نَاْتِيْ مِنْهَا وَمَانَذَرُ ؟ قَالَ : " اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا عَنْ زَوْجَتِكَ اَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ، قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اِذَا كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِيْ بَعْضٍ ؟ قَالَ : اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ لَّا يَرَاهَا اَحَدٌ فَلَا يَرَيَنَّهَا ، قَالَ قُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللهِ اِذَا كَانَ اَحَدُنَا خَالِياً ؟ قَالَ : فَاللهُ اَحَقُّ اَنْ يُّسْتَحْيٰى مِنْهُ مِنَ النَّاسِ. رواه الترمذی وقال :" حسن" قلت :عزاه العزيزی إلى أحمد و الحاكم والبيهقی وأبی يعلی ثم قال :" قال الشيخ حديث صحيح " . (١: ٦٢) .

١٩٢–حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا درمیان اسکے کہ (حضرت) ایوب (خلوت میں) برہنہ غسل کررہے تھے کہ ان پرسونے کی ٹڈی کی ایک جماعت گری تو وہ دونوں ہاتھوں سے (اسکو) اپنے کپڑے میں رکھنے لگے پس ان کوان کے پروردگار نے پکارا کہ اے ایوب! کیا میں نے تم کواس چیز سے بے نیاز نہیں کردیا ہے جسکوتم دیکھ رہے ہو (اور جمع کرتے ہو) انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں اے میرے پروردگار! لیکن مجھے آپکی برکت سے بے نیازی حاصل نہیں ہے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مال کی حرص کی وجہ سے یہ فعل نہیں کرتا ہوں بلکہ آپ کی برکت حاصل کرنے کیلئے جسکی ہروقت حاجت ہے گو کتنا ہی مال ومتاع مل جائے۔اس حدیث سے خلوت میں برہنہ غسل کرنا جائز ثابت ہوا اور یہ باب کا دوسرا جزو ہے۔

١٩٣– بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ بہز کے دادا (اپنے باپ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے عرض کیا "اے خدا کے نبی (ﷺ) ہمارے پوشیدہ اعضا (یعنی جوستر میں داخل ہیں بعضے وہ ہیں) جنکو ہم دیکھتے ہیں اور (بعضے) وہ ہیں جن کو ہم چھوڑ دیتے ہیں (یعنی نہیں دیکھتے تو اس باب میں کیا حکم ہے؟)" آپ نے فرمایا کہ اپنے ستر کو محفوظ رکھو (یعنی پوشیدہ رکھو) سوا اپنی بیوی یا اپنی لونڈی کے (یعنی ان دونوں کے سامنے ستر کھولنا منع نہیں ہے) صحابی جو حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا "جب قوم کے بعضے لوگ بعض کے پاس (بیٹھے) ہوں تو اس حالت میں ستر کا کیا حکم ہے؟)" آپ نے فرمایا کہ اگر تم کو قدرت ہو اس پر کہ ستر کو کوئی نہ دیکھنے پاوے تو تم ستر ہرگز کسی کو نہ دکھاؤ (اور اگر اتفاقاً باوجود احتیاط کے کھل جائے تو وہ معاف ہے) راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا "اے خدا کے نبی جب ہم میں سے کوئی تنہا ہو (تو اسکے لئے ستر کا کیا حکم ہے؟)" آپ نے فرمایا تو اللہ زیادہ حقدار ہے بہ نسبت لوگوں کے اس امر کا کہ اس سے حیا کی جائے۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا اور حسن کہا ہے۔ میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ

١٩٤– عَنْ : أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : إِنَّ مُوسَى كَانَ رَجُلاً حَيِيًّا سِتِّيراً لَا يُرَى مِنْ جِلْدِهِ شَيْءٌ اسْتِحْيَى مِنْهُ ، فَآذَاهُ مَنْ آذَاهُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ ، فَقَالُوا : مَا يَسْتَتِرُ هٰذَا التَّسَتُّرَ إِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهِ ، إِمَّا بَرَصٌ وَإِمَّا أُدْرَةٌ وَ إِمَّا آفَةٌ . وَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَرَادَ أَنْ يُبَرِّأَهُ مِمَّا قَالُوا بِمُوسَى ، فَخَلَا يَوْماً وَحْدَهُ ، فَوَضَعَ ثِيَابَهُ عَلَى الْحَجَرِ ثُمَّ اغْتَسَلَ ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ إِلَى ثِيَابِهِ لِيَأْخُذَهَا ، وَإِنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهِ ، فَأَخَذَ مُوسَى عَصَاهُ وَطَلَبَ الْحَجَرَ . فَجَعَلَ يَقُولُ : ثَوْبِي حَجَرُ ! ثَوْبِي حَجَرُ ! حَتَّى انْتَهَى إِلَى مَلَإٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ ، فَرَأَوْهُ عُرْيَاناً أَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللهُ وَأَبْرَأَهُ مِمَّا يَقُولُونَ ". الحديث أخرجه الإمام البخاري .

باب أن الاحتلام بغير إنزال لا يوجب الغسل

١٩٥– عَنْ : عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ : " سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ

اسکو عزیزی نے امام احمد اور حاکم اور بیہقی اور ابو یعلی کی طرف منسوب کیا ہے پھر کہا کہ (ہمارے) شیخ نے کہا ہے کہ (یہ) حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: چونکہ اس حدیث میں ستر ڈھکنے اور حق تعالیٰ سے حیا کرنے کی خلوت میں بھی رغبت دلائی گئی ہے جس میں غسل کا زمانہ بھی داخل ہے پس اس حدیث سے خلوت میں غسل کرتے وقت ستر ڈھکنا مستحب ثابت ہوگیا جو باب کا اخیر جزو ہے نیز اس حدیثسے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی اور لونڈی کے سامنے بلا حاجت ستر نہ کھولنا افضل ہے کیونکہ جب خلوت میں ستر ڈھکنا اولیٰ ہے تو جبکہ کچھ آدمی بھی ہوں گو ان سے ستر چھپانا واجب نہ ہو بطریق اولیٰ افضل ہوگا۔

۱۹۴- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام بڑے شرمگین پردہ دار تھے انکے جسم (مستور) کا کچھ حصہ بھی کھل جاتا تو انکو حیا آتی تھی، اس پر بنی اسرائیل کے بعض لوگوں نے تکلیف پہنچائی اور کہا موسی اتنا پردہ جو کرتے ہیں تو ان کے جسم میں کوئی عیب معلوم ہوتا ہے یا تو برص ہے یا فتق ہے یا اور کوئی آفت ہے، حق تعالیٰ شانہ نے موسی کو اس طعن سے بری کرنا چاہا چنانچہ وہ ایک دن تنہا خلوت میں پہنچے اور پتھر پر کپڑے رکھ کر نہانے لگے جب فارغ ہوئے تو اپنے کپڑے لینے کا ارادہ کیا تو وہ پتھر آپ کے کپڑوں سمیت بھاگ گیا موسیٰ نے اپنا عصا (ہاتھ میں) لیا اور پتھر کی تلاش میں نکلے اور یوں کہتے ہوئے چلے "ارے پتھر! میرے کپڑے، ارے پتھر! میرے کپڑے" یہاں تک کہ بنی اسرائیل کی ایک مجلس میں جا کر پتھر ٹھہرا اور سب نے موسیٰؑ کو ننگا دیکھ لیا تو سب کو معلوم ہوگیا کہ مخلوق الٰہی میں وہ سب سے حسین تر اور خوبصورت ہیں۔ اسکو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ خلوت میں ننگا نہانا جائز ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس قصہ کو بیان فرما کر اسپر انکار نہیں فرمایا، لہٰذا وہ احادیث جن میں غسل کرتے وقت ستر کا کہا گیا ہے افضلیت پر محمول ہیں اور باب کے بقیہ اجزا پر دلالت کے لئے وہ احادیث

الْبَلَلَ ، وَلَا يَذْكُرُ اِحْتِلَاماً ، قَالَ : يَغْتَسِلُ ، وَعَنِ الرَّجُلِ يُرَى اَنْ قَدْ اِحْتَلَمَ وَلَا يَجِدُ الْبَلَلَ ، قَالَ : لَا غُسْلَ عَلَيْهِ . فَقَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ : الْمَرْاَةُتَرٰى ذٰلِكَ اَعَلَيْهَا غُسْلٌ ؟ قَالَ نَعَمْ اِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ " . رواه أبو داود وسكت عنه (۱:۹۵) وفيه العمرى وقد اختلف فيه كما عرفت فى باب غسل الإسلام ، لكن قد علمت أيضا أن أبا يعلى حسن حديثه والاختلاف غير مضر ، لا سيما إذا سكت عنه إمام من أئمة من الفن .

۱۹٦– عَنْ : خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيْمٍ رضى الله عنها اَنَّهَا سَئَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمَرْاَةِ تَرٰى فِيْ مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ ، فَقَالَ:" اِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْهَا غُسْلٌ حَتّٰى تُنْزِلَ ، كَمَا اَنَّ الرَّجُلَ لَيْسَ عَلَيْهِ غُسْلٌ حَتّٰى يُنْزِلَ ".رواه ابن أبى شيبة وهو صحيح (كنز العمال ۵:۱۳۲).

باب تأخير الغسل للجنب وما يفعل إذا أراد أن ينام أو يأ كل أو يشرب أو يعاود

۱۹۷– عَنْ : عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : " لَا تَدْخُلُ

کافی ہیں جواحیا السنن میں مذکور ہیں۔

باب اس بیان میں کہ بغیر انزال کے احتلام غسل واجب نہیں کرتا

۱۹۵–حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جوتری دیکھے اور اس کواحتلام (یعنی خواب میں جماع کرنا) یادنہ ہو(تو) آپ نے فرمایا"وہ غسل کرے"اوراس شخص کے بارے میں (بھی آپ سے سوال کیا گیا) جوگمان کرتا ہے کہ اسکواحتلام ہوا ہےاوروہ تری نہیں پاتا ہے آپؐ نے فرمایا"اس پرغسل نہیں ہے"پس ام سلیمؓ نے عرض کیاعورت (بھی) اسکو(یعنی تری کو) دیکھتی ہے(تو) کیااس پر(بھی) غسل (واجب) ہے؟آپ نے فرمایا"ہاں عورتیں تو مردوں کے مثل ہی ہیں"۔ اسکوابوداود نے روایت کیا ہےاوراس سے سکوت کیا ہے۔

فائدہ:احادیث گزشتہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ غسل واجب ہونے کے لئے منی کاشہوت کے ساتھ نکلنا شرط ہے لہذا اس باب کی حدیثوں میں بھی یہ قید لگائی جائے گی اگر چہ یہاں مذکورنہیں ہے۔

۱۹٦–حضرت خولہ بنت حکیم سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کیااس عورت کے بارے میں جوخواب میں وہ چیز(یعنی جماع) دیکھے جسے مرددیکھتا ہےتو آپؐ نے فرمایا کہ اس پرغسل (واجب) نہیں ہوتا یہاں تک کہ انزال ہوجائے جیسے کہ مرد پر

اَلْمَلَائِکَةُ بَیْتاً فِیْهِ صُوْرَةٌ وَلَا کَلْبٌ وَلَا جُنُبٌ " . رواه أبو داود والنسائی وابن حبان فی صحیحه (الترغیب ١:٣٨) .

١٩٨– عَنِ : ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ : " ثَلَاثَةٌ لَا تَقْرُبُهُمُ الْمَلَائِکَةُ : اَلْجُنُبُ وَالسَّکْرَانُ وَالْمُتَضَمِّخُ بِالْخَلُوْقِ " رواه البزار باسناد صحیح ، کما فی الترغیب .

١٩٩– عَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ ﷺ مَرْفُوْعاً : ثَلَاثَةٌ لَا تَقْرُبُهُمُ الْمَلَائِکَةُ بِخَیْرٍ : جِیْفَةُ الْکَافِرِ وَ الْمُتَضَمِّخُ بِالْخَلُوْقِ وَالْجُنُبُ ، اِلَّا اَنْ یَّبْدُوَ لَهٗ اَنْ یَّاْ کُلَ اَوْ یَنَامَ فَیَتَوَضَّاَ

غسل (واجب) نہیں (ہوتا) یہاں تک کہ انزال ہو جائے (یعنی انزال ہونے سے غسل واجب ہوتا ہے صرف خواب دیکھنا بغیر انزال غسل واجب نہیں کرتا) اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور یہ صحیح ہے (کنز العمال)۔

باب مکروہ ہونا تاخیر غسل کا جنبی کیلئے اور اس امر کا جسے جنبی عمل میں لائے جبکہ وہ سونے یا کھانے یا پینے یا دوبارہ جماع کرنے کا قصد کرے

١٩٧–حضرت علی بن ابی طالبؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ملائکہ اس مکان میں داخل نہیں ہوتے جس میں (ذی روح) کی تصویر ہو اور نہ (اس مکان میں جس میں) کتا ہو اور نہ (اس گھر میں جس میں) جنبی ہو۔ اسکو ابو داود، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (ترغیب)۔

فائدہ: اس حدیث سے باب کا پہلا جز و اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ جب جنابت ایسی چیز ہے جسکی وجہ سے برکات دخول ملائکہ سے حرمان ہوتا ہے تو غسل کو مؤخر کرنا مکروہ اور مذموم ہوگا۔ اور امام خطابی نے کہا ہے کہ یہاں وہ فرشتے مراد ہیں جو برکت اور رحمت لیکر نازل ہوتے ہیں نہ وہ فرشتے جو حفاظت کرتے ہیں (اور اعمال لکھتے ہیں) کیونکہ وہ جنبی اور غیر جنبی سے جدا نہیں ہوتے اھ۔ احقر کہتا ہے کہ جنبی سے تو وہ بھی جدا ہو جاتے ہیں جیسا کہ دو باب پہلے حدیث میں گذر چکا ہے لہذا جنبی کے متعلق خطابی کا یہ قول صحیح نہیں ہے ہاں تصویر اور کلب کے باب میں درست ہے ۔

١٩٨–حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن کے پاس ملائکہ نہیں جاتے جنبی اور مست اور جو خلوق میں آلودہ ہو۔ اسکو بزار نے صحیح سند سے روایت کیا ہے جیسا کہ ترغیب میں ہے۔

فائدہ: خلوق (بفتح خاء) ایک قسم کی خوشبو ہے جو زعفران وغیرہ سے بنائی جاتی ہے اور مردوں کو اس کا استعمال منع ہے کیونکہ اس میں عورتوں کے ساتھ تشبہ ہے جیسا کہ عزیزی میں ہے۔

١٩٩–حضرت عمار بن یاسرؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ تین شخص ہیں جن سے ملائکہ خیر (و برکت) کے ساتھ قریب نہیں ہوتے

وُضُوئَهُ لِلصَّلاَةِ". رواه الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن (العزیزی ۲:۱۸۳).

۲۰۰– عَنْ: عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: "کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ فَرْجَهُ وَتَوَضَّأَ وُضُوئَهُ لِلصَّلاَةِ". رواه الجماعة (المنتقی ۱:۲۰۸، مع النیل).

۲۰۱–عَنْ: عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا: "أَنَّهُ ﷺ كَانَ إِذَا أَجْنَبَ فَأَرَادَ أَنْ يَنَامَ تَوَضَّأَ أَوْ تَيَمَّمَ". رواه البیهقی باسناد حسن (فتح الباری، ۱:۳۳۷).

۲۰۲– عَنْ: عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: "کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا وَاقَعَ بَعْضَ أَهْلِهِ فَكَسَلَ أَنْ يَقُوْمَ ضَرَبَ يَدَهُ عَلَى الْحَائِطِ فَتَيَمَّمَ". رواه الطبرانی فی الأوسط، وفیه بقیة بن الولید وهو مدلس، کذا فی مجمع الزوائد قلت: وکان کثیر التدلیس

کافرمیت کے بدن سے اور خلوق آلودہ سے اور جنبی سے مگر (جبکہ) وہ کھانے (یا پینے) یا سونے کا قصد کرے پس وضو کرے مثل نماز کے وضو کے (تو چونکہ یہ وضو ایک نوع کی طہارت ہے اسلئے ملائکہ اس سے اس حالت میں نفرت نہ کریں گے اور کھانے اور سونے کی قید صرف اہتمام کیلئے ہے کیونکہ بغیر قصد اکل ونوم بھی تاخیر غسل کے وقت وضو کر لینا مسنون ہے اس لئے کہ مقصود جنابت کا کم کرنا ہے اور اسکی جمیع اوقات میں حاجت ہے خواہ اکل ونوم میں مشغول ہو یا خالی بیٹھا رہے)۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں بسند حسن روایت کیا ہے جیسا کہ عزیزی میں ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس حدیث سے باب کے تمام اجزاء ثابت ہیں بجز اخیر جزو کے۔

۲۰۰– حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب جنابت کی حالت میں سونے کا قصد فرماتے تھے تو اپنی شرم گاہ کو دھو لیا کرتے تھے اور مثل نماز کے وضو کے وضو فرما لیتے تھے۔ اسکو اصحاب صحاح ستہ نے روایت کیا ہے۔

۲۰۱– حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب جنابت سے ہوتے اور سونے کا قصد فرماتے (تو) وضو کر لیتے یا تیمم فرما لیتے۔ اسکو بیہقی نے بسند حسن روایت کیا ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔

<u>فائدہ</u>: غسل جنابت میں اگر تاخیر ہو جائے تو وضو کر لے کہ اس سے جنابت میں کمی ہو جاتی ہے اور جو وضو نہ کرے تو تیمم ہی کر لے کہ یہ بھی ایک نوع کی طہارت ہے لیکن وضو افضل ہے۔

۲۰۲– حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب بعض ازواج مطہرات سے ہم بستر ہوتے اور اٹھنے میں سستی معلوم ہوتی (تو وضو اور غسل نہ فرماتے بلکہ) اپنے ہاتھ کو دیوار پر مارتے اور تیمم فرما لیتے۔ اسکو طبرانی نے اوسط میں

النَّبِيَّ ﷺ قَدْرَاَيْتُكُمْ تَفْعَلُوْنَهُ ، غَيْرَ اَنَّكُمْ لَا تَغْسِلُوْنَ فِي الْعِيْدَيْنِ " . رواه ابن مندة وابن عساكر وقال : الصحيح في هذا الحديث " عن عياض " وقوله " زياد" غير محفوظ كذا في كنز العمال (٣٣٨:٤) ولم أقف على سنده مفصلا .

١٨٢- عَنْ : اَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ مَرْفُوعاً : " الْغُسْلُ فِيْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ وَاجِبٌ ، يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَيَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ النَّحْرِ وَيَوْمِ عَرَفَةَ " . رواه الديلمي في مسند الفردوس بسند ضعيف (العزيزي ٣:٧) .

١٨٣- عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ ﷺ كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ اَنْ يَغْدُوَ اِلَى الْمُصَلّٰى . رواه الإمام مالك في الموطأ ، وهذا إسناد صحيح جليل . قال البخاري : أصح الأسانيد : مالك عن نافع عن ابن عمر كذا في تهذيب التهذيب (٤١٣:١) .

١٨٤- أخبرنا : إبراهيم بن محمد بن أبي يحيى الأسلمي أخبرني يزيد بن اَبِيْ عُبَيْدٍ مَوْلٰى سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّهُ كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْعِيْدِ . رواه الإمام الشافعي في

باب عیدین کے غسل کے بیان میں

١٨١- عیاض اشعریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے (حاضرین سے) فرمایا کہ ہر وہ کام جسکو میں نے نبی ﷺ کو کرتے دیکھا ہے میں تم کو (بھی) کرتے دیکھتا ہوں سوا اسکے کہ تم عیدین میں غسل نہیں کرتے (یعنی یہ ایسا کام ہے جسکو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے اور تم نہیں کرتے ہو پس عیدین میں غسل کرنا مسنون ثابت ہوگیا)۔ اسکو ابن مندہ اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے جیسا کہ کنز العمال میں ہے۔

١٨٢- حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ ان ایام میں غسل واجب (یعنی مؤکد) ہے جمعہ کے دن اور فطر (یعنی عید الفطر) کے دن اور قربانی کے دن (یعنی عید الاضحیٰ میں) اور عرفہ کے دن۔ اسکو دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا ہے اور اسکی سند ضعیف ہے (عزیزی)۔

<u>فائدہ</u>: عرفہ کا دن نویں ذی الحجہ کو کہتے ہیں، اور اس دن غسل کرنا صرف ان لوگوں کیلئے مسنون ہے جو حج کریں اور مقام عرفات میں حاضر ہوں اور اس کا مفصل بیان کتاب الحج میں آئے گا۔

١٨٣- نافع سے (جو آزاد کردہ غلام ہیں حضرت ابن عمرؓ کے) روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (عید) فطر کے دن صبح کے وقت عیدگاہ جانے سے پہلے غسل فرمایا کرتے تھے۔ اسکو امام مالک نے مؤطا میں صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

الحديث رواه مسلم .

۲۰٦– عَنْ : عَائِشَةَ رضى الله عنها : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا كَانَ جُنُباً وَأَرَادَ اَنْ يَّأْكُلَ اَوْ يَنَام تَوَضَّأَ وُضُوْئَهُ لِلصَّلاَةِ " . رواه مسلم (۱:۱٤٤) وبهذا اللفظ عزاه الحافظ إلى مسلم فى التلخيص الحبير .

۲۰۷– عَنْ : عَائِشَةَ رضى الله عنها : "اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّنَام وَهُوَ جُنُبٌ تَوَضَّأَ وُضُوْئَهُ لِلصَّلاَةِ قَبْلَ اَنْ يَّنَامَ ، وَكَانَ إِذَا أَرَادَ اَنْ يَطْعَمَ وَهُوَ جُنُبٌ ، غَسَلَ كَفَّيْهِ وَمَضْمَضَ فَاهُ ثُمَّ طَعِمَ ". رواه الدار قطنى وقال : " صحيح ".

۲۰۸– عَنْ أَبِىْ رَافِعٍ ﷺ : " اَنَّهُ ﷺ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلى نِسَائِهِ يَغْتَسِلُ عِنْدَ هٰذِهٖ وَ عِنْدَ هٰذِهٖ ، قَالَ : فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اَلاَ تَجْعَلُهُ غُسْلاً وَاحِداً ؟ قَالَ : " هٰذَا اَزْكىٰ وَاَطْيَبُ وَاَطْهَرُ ". رواه أبو داود والنسائى (فتح البارى ۱:۲۲۲) وهو صحيح

کر کے سوجاتے تھے اور کبھی وضو کر کے (بلا غسل کئے) سورہتے تھے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۰۶–حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنبی ہوتے اور کھانے یا سونے کا ارادہ کرتے تو وضو فرما لیتے نماز کا سا وضو۔ اسکو مسلم نے روایت کیا جیسا کہ تلخیص حبیر میں ہے۔

۲۰۷–حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جنابت کی حالت میں جب سونے کا ارادہ فرماتے تو سونے سے پہلے مثل نماز کے وضو کے وضو فرما لیتے اور جب کھانے کا ارادہ کرتے جنابت کی حالت میں تو دونوں ہاتھ دھو لیتے اور کلی فرماتے پھر کھانا کھاتے۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے سونے اور کھانے کی حالت میں فرق معلوم ہوا اور اس سے پہلی حدیث جو مسلم کی روایت سے مذکور ہوئی اس میں کھانے اور سونے کا ایک حکم فرمایا گیا ہے پس دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح کی جائے گی کہ جنبی جب کچھ کھانا چاہے تو زیادہ بہتر یہ ہے کہ وضو کر لے اور اگر وضو نہ کرے تو کلی کر لے اور ہاتھ دھو لے اور یہ ادنیٰ درجہ ہے۔

۲۰۸–حضرت ابو رافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنی (تمام) ازواج سے ہمبستری فرمائی اس حال میں کہ آپ اس (بیوی) کے پاس غسل کرتے تھے اور اس (بیوی) کے پاس غسل کرتے تھے پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس (مجموعہ غسل) کو ایک غسل کیوں نہیں کر دیتے؟ (یعنی ہر بیوی سے جماع کے بعد آپ غسل کرتے ہیں اور اس میں مشقت زیادہ ہے سو اختصار کیوں نہیں فرماتے اور صرف ایک غسل پر کفایت کیوں نہیں کر لیتے؟) آپ نے فرمایا" یہ (یعنی ہر جگہ جدا جدا غسل کرنا)

أو حسن على قاعدته.

٢٠٩– عَنْ : اَنَسٍ ﷺ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَطُوفُ عَلٰى نِسَائِهٖ وَيَغْتَسِلُ غُسْلاً وَاحِداً". رواه مسلم (١٤٤:١).

٢١٠– عَنْ : اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمْ اَهْلَهٗ ، ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يَعُوْدَ فَلْيَتَوَضَّأْ " . رواه مسلم (١٤٤:١) وفى التلخيص الحبير : " ورواه أحمد فى مسنده وابن خزيمة وابن حبان (فى صحيحيهما) والحاكم (فى مستدركه) وزادوا : فإنه أنشط للعود . وفى رواية لابن خزيمة (فى صحيحه) والبيهقى (فى سننه) : فليتوضأ وضوئه للصلاة " اه.

٢١١– عَنْ : عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ : " كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُجَامِعُ ثُمَّ يَعُوْدُ وَلَا يَتَوَضَّأُ" . رواه الطحاوى (فتح البارى ٣٢٣:١).

زیادہ پاکیزہ ہے اور بہت عمدہ ہے اور زیادہ لطیف ہے"۔ اسکو ابوداود اور نسائی نے روایت کیا ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے اور اسکی سند حسن ہے یا صحیح ہے صاحب فتح الباری کے قاعدے پر۔

۲۰۹- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی ازواج سے جماع فرماتے تھے ایک غسل کے ساتھ۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

__فائدہ__: یعنی سب سے جماع کر کے ایک غسل فرما لیتے تھے کہ یہ بھی جائز ہے اور ہر ایک بیوی کے جماع سے جدا غسل کرنا اولیٰ ہے جیسا کہ پچھلی حدیث میں گذرا۔

۲۱۰- حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے (یعنی جماع کرے) پھر دوبارہ (جماع) کا قصد کرے تو وضو کر لے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور تلخیص حبیر میں ہے کہ اسکو امام احمد نے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان اور حاکم نے (بھی) روایت کیا ہے اور (یہ اور) بڑھایا ہے "اسلئے کہ یہ (وضو) عود کیلئے زیادہ نشاط پیدا کرنے والا ہے (یعنی دوبارہ جماع کیلئے طبیعت کو زیادہ نشاط پیدا ہوتا ہے) اور ابن خزیمہ کی ایک روایت میں اور بیہقی کی روایت میں (یہ) ہے (کہ) چاہیے کہ وضو کرلے مثل نماز کے وضو کے۔

۲۱۱- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جماع فرماتے تھے پھر عود کرتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے (فتح الباری)۔

٢١٢– عَنْ : عَائِشَةَ رضى الله عنها : أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَنَامُ وَهُوَ جُنُبٌ ، وَلَا يَمَسُّ مَاءً " . رواه أصحاب السنن كذا فى التلخيص : قال الحافظ بعد نقل كلام المحدثين فى هذا الحديث : " صححه البيهقى وقال : إن أبا إسحاق قد بين سماعه من الأسود فى رواية زهير عنه ، وقال الدار قطنى فى العلل : يشبه أن يكون الخبران صحيحين قاله بعض أهل العلم " قلت : ولفظه عند ابن ماجة بسند صحيح عنها : " أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ إِنْ كَانَتْ لَهُ إِلَى أَهْلِهِ حَاجَةٌ قَضَاهَا ، ثُمَّ يَنَامُ كَهَيْئَتِهِ لَايَمَسُّ مَاءً" اه كذا فى العمدة للعينى (٢ : ٦٤).

٢١٣– محمد : قال : أخبرنا أبو حنيفة قال: حدثنا أبو إسحاق السبيعى عن الأسود بن يزيد عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصِيْبُ مِنْ أَهْلِهِ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ فَيَنَامُ وَلَا يُصِيْبُ مَاءً ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ عَادَ وَاغْتَسَلَ" . أخرجه محمد فى الآثار (ص٨) وكذا فى الموطأ (ص ٧١) إلا أن فيه : " ثُمَّ يَنَامُ وَلَا يَمَسُّ

فائدہ:اس حدیث سے دوبارہ جماع کرنا بغیر وضو کئے معلوم ہوا اور اس سے پہلی حدیث سے وضو کے ساتھ پس حدیث سابق استحباب پر محمول ہوگی اور یہ حدیث جواز پر تا کہ باہم احادیث میں تعارض نہ رہے۔

۲۱۲-حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنابت کی حالت میں سو رہا کرتے تھے اور پانی کو نہ چھوتے تھے۔اسکو اصحاب سنن نے روایت کیا ہے اور اسکو بیہقی اور دارقطنی نے صحیح کہا ہے (تلخیص الحبیر) اور اسکو ابن ماجہ نے بسند صحیح ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو اپنے اہل کی طرف حاجت ہوتی تو آپ ﷺ حاجت کو پورا کر لیتے پھر اسی حالت پر سو رہتے اور پانی کو نہ چھوتے تھے (عینی)۔

فائدہ:اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بعض دفعہ جنابت کی حالت میں بغیر وضو کئے بھی سو رہتے تھے اور یہ جائز ہے اگر چہ وضو اور تیمم کر کے سونا افضل ہے اور آپ ﷺ غیر افضل کام صرف بیان جواز کیلئے کرتے تھے۔

۲۱۳-امام محمد امام ابوحنیفہ سے وہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اہل سے رات کے اول حصہ میں فارغ ہوتے پھر سو رہتے اور پانی (بدن کو) نہ لگاتے اور جب آخر رات میں جاگتے تو پھر جماع کرتے اور غسل کرتے اور ایک روایت میں ہے کہ پھر سو جاتے اور پانی کو نہ چھوتے اسکو امام محمد نے کتاب الآثار اور مؤطا میں روایت کیا ہے اور فرمایا کہ

مَاءً " وقال : وبه نأخذ ، لا بأس إذا أصاب الرجل أهله أن ينام قبل أن يغتسل أو يتوضأ ، وهو قول أبي حنيفة " .اه قلت : رجاله كلهم ثقات واستدلال المجتهد بحديث تصحيح له كما تقرر في الأصول .

٢١٤– عَنْ : شَدَّادِ بْنِ اَوْسِ الصَّحَابِي ﷺ قَالَ : " اِذَا اَجْنَبَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ ، فَاِنَّهُ نِصْفُ غُسْلِ الْجَنَابَةِ " .رواه ابن أبي شيبة بسند رجاله ثقات ، كذا في العمدة للعيني (٢:١٦٦) والفتح للحافظ (١:٣٣٧).

٢١٥– حدثنا : ابن خزيمة قال : ثنا حجاج قال : حدثنا حماد عن أيوب عن نافع عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ قَالَ : " اِذَا اَجْنَبَ الرَّجُلُ وَاَرَادَ اَنْ يَّأْكُلَ اَوْ يَشْرَبَ اَوْ يَنَامَ غَسَلَ كَفَّيْهِ وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَغَسَلَ فَرْجَهُ وَلَمْ يَغْسِلْ قَدَمَيْهِ " . أخرجه الطحاوي ورجاله رجال الصحيح إلا ابن خزيمة وهو ثقة مشهور كما مر ، ورواه مالك في الموطأ عن ابن عمر من فعله عن عائشة قالت : رُبَّمَا اغْتَسَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ جَاءَ فَاسْتَدْفَأَ بِيْ ، فَضَمَمْتُهُ اِلَيَّ وَلَمْ أَغْتَسِلْ " . أخرجه الترمذي وقال :

ہم اسی کے قائل ہیں کہ جب مرد بیوی کے پاس جائے تو غسل یا وضو سے پہلے سو رہنے میں کچھ مضائقہ نہیں میں کہتا ہوں کہ اسکے راوی سب ثقہ ہیں اور مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا اسکی تصحیح ہے۔

۲۱۴–شداد بن اوسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا جب کوئی شخص رات کو جنبی ہو جائے اور پھر سونا چاہے تو وضو کر لیا کرے کیونکہ وضو آدھا غسل ہے۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے ایسی سند سے روایت کیا ہے جسکے راوی ثقہ ہیں (عینی)۔

<u>فائدہ</u>: اس سے وضو کر کے سونے کی افضلیت ثابت ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غسل جنابت سے پہلے سونے کیلئے وضو کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس سے حدث میں تخفیف ہو جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر غسل کے سونا جائز ہے۔

۲۱۵–عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ فرمایا جب آدمی جنبی ہو جائے اور کھانا یا پینا یا سونا چاہے تو اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور کلی کرے اور ناک میں پانی دے اور منہ ہاتھ اور شرم گاہ کو دھوئے اور پیروں کو نہ دھوئے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں بجز ابن خزیمہ کے اور وہ مشہور ثقہ ہیں اور اسکو مالک نے بھی مؤطا میں ابن عمر سے فعلاً روایت کیا ہے کہ وہ جنابت کی حالت میں کھانے پینے یا سونے کیلئے ایسا کیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ بعض دفعہ رسول اللہ ﷺ جنابت کا غسل فرماتے پھر آ کر مجھ سے گرمی حاصل

هذا حديث ليس بإسناده بأس.

أحكام المياه

باب نجاسة الماء القليل بوقوع نجس فيه قليلا كان أو كثيرا

٢١٦ – عَنْ: أَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِيْ لَا يَجْرِيْ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ". رواه البخاري.

کرتے تو میں آپ کو اپنے سے لپٹا لیتی تھی حالانکہ میں نے (ابھی تک) غسل نہ کیا ہوتا۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا اس حدیث کی سند میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فائدہ: (١) ظاہر ہے کہ عبداللہ بن عمر نے جن اعضاء کا دھونا بیان فرمایا ہے یہ وضوشرعی نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ جنابت والے کو بغیر وضو اور بغیر غسل کے سونا جائز ہے۔

فائدہ: (٢) اس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ام المؤمنین کے تاخیر غسل پر تقریر ہے معلوم ہوا کہ جنبی کو بغیر غسل کے سونا اور غسل میں تاخیر کرنا جائز اور حدیث سے متبادر یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ اس وقت وضو بھی نہ کرتی تھیں کیونکہ سردی کے موسم میں وضو کرنے والے سے گرمی حاصل نہیں ہوتی جیسا کہ تجربہ ہے۔

پانی کے احکام

باب ماء قلیل کا نجس چیز کے واقع ہونے سے نجس ہونا خواہ وہ تھوڑی ہو یا بہت

٢١٦ – حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہرگز ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے جو جاری نہیں ہوتا ہے پھر اسی میں غسل کرنے لگے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: بحر الرائق میں ہے کہ یہ بات معلوم ہے (اور ظاہر ہے) کہ تھوڑا پیشاب زیادہ پانی میں اسکے رنگ اور مزے اور بو کو نہیں بدلتا اور نبی ﷺ نے (باوجود اسکے) اس سے منع فرمایا اور نیز رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے جاگے تو تین بار اپنے ہاتھوں کو دھولے انکے برتن میں ڈالنے سے پہلے کیونکہ اسکو معلوم نہیں ہے کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں رہا ہے سو آپ نے ہاتھ دھونے کا حکم دیا بوجہ احتیاط کے اس نجاست سے جو اس کو استنجاء کی جگہ سے لگ گئی ہو اور ظاہر ہے کہ وہ نجاست پانی کو متغیر نہیں کرتی اور اگر یہ امر نہ ہو کہ وہ نجاست پانی کو فاسد کرنے والی ہے جب حقیقۃً پائی جائے تو (اس) احتیاطی حکم کے کوئی معنی ہی نہ ہونگے (کیونکہ شبہ سے بچنے کا تو وہیں حکم کیا جاتا ہے جہاں یقین کے وقت بچنا ضروری ہو) پس حاصل یہ ہے کہ جہاں

٢١٧— عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْیُرِقْهُ ثُمَّ لِیَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ " رواه مسلم والنسائی والدار قطنی ، وقال : إسناده حسن رواته كلهم ثقات وأخرجه ابن خزیمة فی صحیحه ولفظه : فلیهرقه . كذا فی التلخیص .

٢١٨— عَنِ : ابْنِ سِیْرِیْنَ اَنَّ زَنْجِیًّا وَقَعَ فِیْ زَمْزَمَ ، یَعْنِیْ فَمَاتَ ، فَاَمَرَ بِهٖ ابْنُ عَبَّاسٍ ، فَاُخْرِجَ ، وَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُنْزَحَ . قَالَ : فَغَلَبَتْهُمْ عَیْنٌ جَائَتْهُمْ مِنَ الرُّكْنِ فَاَمَرَ بِهَا فَدُسَّتْ بِالْقَبَاطِیِّ وَالْمَطَارِفِ حَتّٰی نَزَحُوْهَا ، فَلَمَّا نَزَحُوْهَا انْفَجَرَتْ عَلَیْهِمْ . رواه الدار قطنی ، وإسناده صحیح . آثار السنن (ص—٨).

پانی میں نجاست کا گمان غالب ہو اس کا استعمال جائز نہ ہوگا ان دلائل مذکورہ سے اور (اس حکم میں) کچھ فرق نہیں ہے، پانی دوقلہ ہونے (کی حالت) میں یا (اس سے) زیادہ یا کم اور متغیر یا غیر متغیر ہونے کی صورت میں اور یہی مذہب امام صاحب کا ہے اور اسکی کوئی حد مقرر کرنے کے لئے نص کی حاجت ہے اور اس باب میں نص وارد نہیں ہوئی اھ اور دہ در دہ کی حد انتظام عوام کیلئے ہے اور قلتین کی چونکہ مقدار متعین نہیں ہو سکی جیسا کہ فقہاء حنفیہ نے کہا ہے اسلئے حدیث قلتین سے حد نہیں مقرر کی جا سکتی اس طرح کہ قلتین کو ماء کثیر اور اس سے کم کو ماء قلیل کہا جائے واللہ تعالی اعلم اور یہ حکم جو اس حدیث میں مذکور ہے ٹھہرے ہوئے پانی کا ہے اس سے اگلے باب میں جو حدیثیں آرہی ہیں وہ جاری پانی پر محمول ہیں تاکہ باہم حدیثوں میں تعارض نہ رہے۔

٢١٧—حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کتا کسی کے برتن میں منہ ڈالدے تو وہ اسکو گرا دے پھر سات دفعہ دھوئے۔ اسکو مسلم، نسائی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ کتے کے صرف منہ ڈالنے سے پانی وغیرہ میں تغیر نہیں آتا اور بایں ہمہ حضور ﷺ نے برتن کے دھونے اور چیز کے گرانے کا حکم فرمایا ہے معلوم ہوا کہ تھوڑا پانی ناپاکی کے ملنے سے معاً ناپاک ہو جاتا ہے گو تغیر نہ آیا ہو پس یہ حدیث مالکیہ پر حجت ہے۔

٢١٨—ابن سیرین سے روایت ہے کہ ایک حبشی چاہ زمزم میں گر گیا تھا اور مر گیا تو ابن عباسؓ نے اسکے نکالنے کا حکم کیا چنانچہ نکالا گیا اور کنویں کا سارا پانی نکالنے کا حکم دیا راوی کہتے ہیں کہ پھر ایک چشمہ لوگوں پر غالب آگیا جو حجر اسود کی طرف سے آرہا تھا ابن عباس نے چادروں اور قالینوں سے چشمہ کے بند کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ سارا پانی نکال دیا گیا، جب پانی نکل چکا تو چشمہ دفعۃً پھوٹ پڑا۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

٢١٩– عَنْ : عَطَاءٍ اَنَّ حَبْشِيًّا وَقَعَ فِي زَمْزَمَ فَمَاتَ ، فَاَمَرَ اِبْنُ الزُّبَيْرِ ، فَنُزِحَ مَائُهَا فَجَعَلَ الْمَاءُ لَا يَنْقَطِعُ ، فَنَظَرَ ، فَاِذَا عَيْنٌ تَجْرِيْ مِنْ قِبَلِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ ، فَقَالَ اِبْنُ الزُّبَيْرِ : حَسْبُكُمْ . رواه الطحاوی وإسناده صحيح وابن ابی شيبة ، ورجاله رجال الصحيحين ، وصححه ابن الهمام فی فتح القدير (آثار السنن مع تعليقه ، ص–٨).

باب طهارة الماء الكثير إلا عند تغير لونه أو ريحه أو طعمه

٢٢٠– حدثنا : محمد بن الحجاج قال : حدثنا علی بن معبد قال : حدثنا

فائدہ: ظاہر ہے کہ چاہ زمزم کا پانی قلتین سے بہت زیادہ تھا اور صرف ایک آدمی کے گر جانے اور مرجانے سے اس میں تغیر نہ آسکتا تھا مگر بایں ہمہ ابن عباسؓ نے اسکے سارے پانی کے نکالنے کا حکم دیا اور یہ محض استحبابا نہ تھا بلکہ وجوبا حکم تھا کیونکہ محض استحبابی حکم ہوتا تو اس کے لئے اس قدر تکلف نہ کیا جاتا جو حدیث میں مذکور ہے اور یہ واقعہ بہت سے صحابہ کے سامنے ہوا تو گویا اجماعی مسئلہ ہو گیا کہ کنواں ناپاکی گرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے گو اس میں کتنا ہی پانی ہو۔

٢١٩– عطاء سے روایت ہے کہ ایک حبشی زمزم میں گر گیا اور مر گیا تو عبداللہ بن زبیر نے حکم دیا تو اسکا پانی نکالا گیا مگر پانی ختم ہی نہ ہوتا تھا پھر دیکھا گیا کہ حجر اسود کی طرف سے ایک چشمہ آرہا ہے۔ اس پر ابن زبیرؓ نے فرمایا کہ بس تمہیں (اتنا ہی) کافی ہے۔ اسکو طحاوی نے سند صحیح سے روایت کیا اور ابن ابی شیبہ نے بھی۔ اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں اسکی تصحیح کی ہے۔

فائدہ: اس سے بھی وہی بات ثابت ہوئی جو کہ حدیث سابق سے ثابت ہوئی تھی اور عبداللہ بن زبیر کا چشمہ کو دیکھ کر یہ فرمانا کہ بس کافی ہے اسکی دلیل ہے کہ ناپاکی گرنے سے اسی پانی کا نکالنا واجب ہوتا ہے جو اس وقت موجود ہو پھر نیا پانی آنے لگے تو اسکا نکالنا واجب نہیں، پس ابن عباسؓ کا چادروں سے چشمہ کو بند کرنا احتیاطا تھا باقی موجودہ پانی کا نکالنا دونوں کے نزدیک واجب تھا اور شافعیہ نے جو چاہ بضاعہ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ اس میں ناپاکی ڈالی جاتی تھی اور حضور ﷺ اس سے وضو کرتے اور اسکو پاک فرماتے تھے اسکا جواب یہ ہے کہ یا تو اسکا پانی جاری تھا جیسا کہ طحاوی نے واقدی سے نقل کیا ہے اور واقدی کا قول سیر میں حجت ہے یا وہ کنواں بہت بڑا اور وسیع تھا (جو دہ در دہ کی مقدار میں تھا یا اس سے بھی زیادہ) جیسا کہ امام شافعیؒ کے قول سے معلوم ہوتا ہے اور ایک حدیث میں اسکو تالاب سے تعبیر کیا گیا ہے یا مطلب یہ ہے کہ کسی زمانہ میں حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اس میں گندگی ڈالی جاتی تھی مگر پھر اس کو پاک کر لیا گیا، مگر بعض صحابہ کو پہلی حالت کی وجہ سے اسکی پاکی میں شبہ ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ پانی پاک ہے۔

عيسى بن يونس عَنِ الاَحْوَصِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " اَلْمَاءُ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ اِلَّا مَا غَلَبَ عَلٰى لَوْنِهٖ اَوْ طَعْمِهٖ اَوْ رِيْحِهٖ ". رواه الطحاوى (١–٩) وفى التلخيص الحبير (١–٤) " وروواه الطحاوى والدار قطنى من طريق راشد بن سعد مرسلا بلفظ : "اَلْمَاءُ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ اِلَّا مَا غَلَبَ عَلٰى رِيْحِهٖ اَوْ طَعْمِهٖ " زاد الطحاوى :"أو لونه " وصحح أبو حاتم إرساله . اه قلت : المرسل بشروطه حجة عندنا ، وهو كذلك .

٢٢١– عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ : " لَا يُنَجِّسُ الْمَاءَ شَيْءٌ اِلَّا مَا غَيَّرَ رِيْحَهٗ اَوْ طَعْمَهٗ ". رواه الطبرانى فى الأوسط والكبير ، وله عند ابن ماجة " إلا ما غلب على ريحه وطعمه ولونه " . وفيه رشدين بن سعد ، وهو ضعيف (مجمع الزوائد ١:٨٧) . قلت وثقه الهيثم بن خارجة ، كما فى تهذيب التهذيب (٣:٢٧٧) والاختلاف غير مضر ، كما عرف مرارا ، لا سيما إذا تأيد الحديث با لمرسل الصحيح .

باب عدم فساد الماء بموت شيء ليس له دم سائل فيه

٢٢٢– عَنْ : اَبِیْ هُرَيْرَةَ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : " اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهٗ ، ثُمَّ لِيَطْرَحْهُ ، فَاِنَّ فِیْ اِحْدٰی جَنَاحَيْهِ شِفَاءً وَفِی

باب آب کثیر کا طاہر ہونا مگر اسکے رنگ یا بو یا مزہ کے (نجاست کے اثر سے) بدل جانے کے وقت

۲۲۰–راشد بن سعد (تابعی) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی مگر جو (نجس چیز) اسکے رنگ یا مزہ یا بو پر غالب ہوجائے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور ابو حاتم نے اسکو مرسلا صحیح کہا ہے۔

۲۲۱–حضرت ابو امامہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی مگر وہ (نجس چیز) کہ اسکی بو کو یا مزہ کو بدل دے۔ اسکو طبرانی نے اوسط اور کبیر میں روایت کیا ہے اور ابن ماجہ کی روایت میں یوں ہے "مگر جو چیز غالب آجائے اسکی بو اور مزہ اور رنگ پر (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: چونکہ اس سے پہلے باب میں آب قلیل وغیر جاری کا وقوع نجاست سے ناپاک ہوجانا گذر چکا ہے اسلئے وہ اس حدیث میں سے مستثنیٰ ہوگیا اور اس حدیث کا حکم صرف آب جاری و کثیر کے ساتھ خاص رہے گا

الآخَرِ دَاءً ". رواه البخاری.

٢٢٣– عن : بقية حدثنی سعيد بن ابی سعيد الزبيدی عن بشر بن منصور عن علی بن زيد بن جدعان عن سعيد بن المسيب عَنْ سَلْمَانَ ﷺ ، قَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ : " يَا سَلْمَانُ ! كُلُّ طَعَامٍ وَّ شَرَابٍ وَقَعَتْ فِيْهِ دَابَّةٌ لَيْسَ لَهَا دَمٌ فَمَاتَتْ فِيْهِ ، فَهُوَ حَلَالٌ أَكْلُهُ وَشُرْبُهُ وَوضُوْئُهُ ". رواه الدار قطنی فی سننه ، وقال : " لم يروه غير بقية عن سعيد بن أبی سعيد الزبيدی ، وهو ضعيف ورواه ابن عدی فی الكامل وأعله بسعيد هذا ، وقال : هو شيخ مجهول ، وحديثه غير محفوظ . اه قلت : قال المحقق فی الفتح : وأما سعيد بن أبی سيعد هذا فذكره الخطيب ، وقال : واسم أبيه عبد الجبار ، وكان ثقة ، فانتفت الجهالة ، والحديث مع هذا لاينزل عن الحسن اه قلت : وأما بقية فهو ابن الوليد ثقة من رجال مسلم . إلا أنه مدلس ، وقد صرح بالتحديث . والباقون كلهم ثقات ، وإن كان فی بعضهم كلام لا يضر، فالحديث حسن .

باب أن الماء المستعمل طاهر غير طهور

٢٢٤– عَنْ : مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُوْلُ : " جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

باب اس بیان میں کہ پانی میں ایسی چیز مرجانے سے جسمیں بہتا خون نہ ہو پانی نجس نہیں ہوتا

۲۲۲– حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے پوری کو غوطہ دیدے پھر اسکو نکال ڈالے کیونکہ اسکے ایک بازو میں شفاء ہے اور دوسرے میں مرض ہے (اور وہ مرض والے بازو کو پہلے ڈالتی ہے)۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے

فائدہ: اور اسی طرح جتنے حیوانات بہتا خون نہ ہونے میں مکھی کے مشابہ ہیں وہ سب اس حکم میں مکھی کے مثل ہیں۔ اور حدیث اپنے اطلاق سے دونوں صورتوں کو شامل ہے خواہ مکھی گر کر مرجائے یا نہ مرے۔

۲۲۳– علی بن زید بن جدعان، سعید بن المسیب سے اور وہ حضرت سلمانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انسے فرمایا کہ اے سلمان! جس کھانے یا پینے کی چیز میں ایسا جانور گر جائے جس میں خون نہیں پھر اسی میں مرجائے تو اسکا کھانا اور پینا اور (ایسے پانی سے) وضو کرنا حلال ہے۔ اسکو دارقطنی نے سنن میں روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن کے قریب ہے۔

يَعُوْدُنِیْ وَأَنَا مَرِيْضٌ لَا أَعْقِلُ ، فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوْئِهٖ فَعَقَلْتُ "...... الْحَدِيْث. أخرجه البخاری .

٢٢٥– عن : الْجَعْدِ قَالَ : سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ : " ذَهَبَتْ بِیْ خَالَتِیْ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَتْ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اِنَّ ابْنَ أُخْتِیْ وَقِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِیْ وَدَعَا لِیْ بِالْبَرَكَةِ ، ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِهٖ "...... الحديث. رواه البخاری .

٢٢٦–عَنْ : اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " لَا يَغْتَسِلُ اَحَدُكُمْ فِی الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ ، فَقَالَ : كَيْفَ يَفْعَلُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ ! قَالَ : يَتَنَاوَلُهٗ تَنَاوُلاً . رواه مسلم وأبو داود ، وسكت عنه ، وكذا الحافظ فی الفتح (١:٢٩٩) "لا يبولن أحدكم فی الماء الدائم ، ولا يغتسل فيه من الجنابة " . اه .

باب آب مستعمل طاہر ہے مطہر نہیں

٢٢٤–محمد بن المنکدر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جابرؓ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے اور میں بیمار تھا، مجھ کو ہوش نہ تھا، سو آپ نے وضو کیا اور مجھ پر اپنے وضو کا پانی ڈال دیا پس میں ہوش میں آ گیا۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

٢٢٥–جعد سے روایت ہے کہ میں نے سائب بن یزیدؓ سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ مجھ کو میری خالہ نبی ﷺ کے پاس لے گئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا (یہ) بھانجا بیمار ہے پس آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا کی پھر وضو فرمایا اور میں نے آپ ﷺ کے وضو کا پانی پیا۔ اسکو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: حضور ﷺ نے برکت کیلئے آب مستعمل جابرؓ پر ڈالا اور برکت ہی کیلئے سائبؓ کے پینے کو جائز رکھا پس اس سے معلوم ہوا کہ وہ پاک ہے کیونکہ ناپاک میں برکت نہیں ہو سکتی۔

٢٢٦–حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے جنابت کی حالت میں۔ پس راوی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا "کس طرح (غسل) کرے اے ابو ہریرہ!" انہوں نے جواب دیا کہ (ہاتھ وغیرہ سے) لے لے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور ابو داود نے بھی روایت کیا ہے اور اسکا مضمون یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے اور نہ اس میں غسل جنابت کرے۔

فائدہ: حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ آپ کا غسل سے منع فرمانا اس لئے ہے کہ پانی مستعمل نہ ہو جائے پس

٢٢٧– أخبرنا : محمد بن فضيل عن أبي سنان ضرار ، عن محارب عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ : " مَنِ اغْتَرَفَ مِنْ مَّاءٍ وَهُوَ جُنُبٌ فَمَا بَقِيَ نَجِسٌ " أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف (عمدة القاری ٢٣:٢) . قلت : سند صحيح رجاله رجال الصحيحين ، إلا أبا سنان ، فإنه من رجال مسلم .

٢٢٨– عَنْ : عَبْدِ اللهِ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اُتِیَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فَقَالَ " يَا اَيُّهَا النَّاسُ ! قَدْ آنَ لَكُمْ اَنْ تَنْتَهُوْا عَنْ حُدُوْدِ اللهِ ، فَمَنْ اَصَابَ مِنْ هٰذِهِ الْقَاذُوْرَةِ شَيْئاً فَلْيَسْتَتِرْ بِسِتْرِ اللهِ ، فَاِنَّهٗ مَنْ يُّبْدِ لَنَا صَفْحَتَهٗ نُقِمْ عَلَيْهِ كِتَابَ اللهِ " . الحديث رواه رزين ، ولم أره بهذا السياق في الأصول ، كذا في الترغيب قلت : ولكن تصدير المنذری إياه بلفظ "عن" علامة لحسنه كما صرح به في مقدمة الترغيب .

دوسرے کے لئے قابل انتفاع نہ رہے اور یہ بڑی قوی دلیل ہے آب مستعمل کے مطہر نہ ہونے پر اھ، یہ بات بطور دلیل کے واضح ہے کہ صحابہؓ نے نہ تو کبھی اپنے بدن اور کپڑوں کو آب مستعمل کے لگ جانے سے بچایا ہے اور نہ کبھی سفر وحضر میں آب مستعمل سے وضو کیا ہے حالانکہ سفر وغیرہ میں اسکی حاجت بھی تھی باوجودیکہ ذخیرہ رکھنا اس طرح ممکن تھا کہ کسی برتن میں وضو کرتے اور اسکو محفوظ رکھ لیتے اس سے معلوم ہوا کہ طاہر ہے ورنہ کپڑوں اور بدن کو صحابہؓ اس سے بچاتے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مطہر نہیں ورنہ کبھی تو اس سے وضو کرتے۔

٢٢٧–حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ جو شخص جنابت کی حالت میں پانی سے چلو بھرے تو باقی پانی ناپاک ہے۔اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے (عمدۃ القاری) میں کہتا ہوں" اسکے راوی صحیحین کے راوی ہیں بجز ابوسنان کے وہ مسلم کے راوی ہیں۔

<u>فائدہ</u>:اس سے ماء مستعمل کا ناپاک ہونا صراحۃ ثابت ہوتا ہے اور یہ تاویل نہیں ہوسکتی کہ ہاتھ میں ناپاکی لگی ہونے کی وجہ سے باقی کو ناپاک کہا ہے کیونکہ اس صورت میں جنبی کے ساتھ حکم کو خاص کرنے کی کیا ضرورت تھی یہ حکم تو باوضو آدمی کیلئے بھی عام ہے نیز اس صورت میں باقی ہی کو ناپاک کیوں کہا گیا جو پانی ہاتھ میں لیا گیا ہے وہ بھی تو ناپاک ہوگا اور گو امام صاحب نے اس قول سے رجوع کرلیا ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ ماء مستعمل طاہر ہے مطہر نہیں مگر یہ تو معلوم ہوگیا کہ امام صاحب کا قول اول بھی بے دلیل نہ تھا۔

٢٢٨–عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی آپ نے فرمایا "اے لوگو! تمہارے لئے وقت آگیا ہے کہ حدود الٰہی سے باز آجاؤ پھر جو کوئی ان گندگیوں میں سے کسی کا ارتکاب کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے پردہ سے پردہ پوشی حاصل کرے کیونکہ جو ہمارے سامنے اپنے کو (ان افعال کے ساتھ) ظاہر کرے گا ہم اس پر کتاب اللہ

۲۲۹– عن : عَبْدِ اللهِ الصُّنَابِحِيِّ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : " اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ فَمَضْمَضَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ فِيْهِ ، فَاِذَا اسْتَنْثَرَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ اَنْفِهِ ، فَاِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ وَجْهِهِ . " الحديث بطوله ، رواه مالك والنسائى وابن ماجة والحاكم وقال : صحيح الإسناد ولا علة له (الترغيب ۱ : ۴۰) قلت : وقد مر الحديث بتمامه فى باب إفراد المضمضة عن الاستنشاق .

۲۳۰– عَنِ : الشَّعبِى قَالَ : " كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يُدْخِلُوْنَ اَيْدِيَهُمُ الْمَاءَ قَبْلَ اَنْ يَغْسِلُوْا وَهُمْ جُنُبٌ " . أخرجه ابن أبى شيبة ، كذا فى الفتح (۱ : ۳۲۰) وهو حسن أوصحيح على قاعدته .

۲۳۱– وروى البخارى تعليقا " اَنَّ ابْنَ عُمَرَ وَ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِى الطَّهُوْرِ وَلَمْ يَغْسِلْهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ . وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَأْساً بِمَا يَنْتَضِحُ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ " اه.

(کے حکم یعنی حد) کو جاری کردیں گے الحدیث۔ اسکو رزین نے روایت کیا ہے۔

۲۲۹– عبداللہ صنابحیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ وضو کرے پھر کلی کرے تو گناہ اسکے منہ سے نکل جاتے ہیں پھر ناک میں پانی دیتا ہے تو گناہ ناک سے نکل جاتے ہیں پھر جب منہ دھوتا ہے تو گناہ چہرہ سے نکل جاتے ہیں، الحدیث۔ اسکو مالک، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ اسکی سند صحیح ہے اور اس میں کچھ علت نہیں (ترغیب)۔

فائدہ: بعض حنفیہ نے اس حدیث سے پہلی حدیث کو ملا کر جو عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے ماء مستعمل کی نجاست پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ وضو کے پانی کے ساتھ گناہ نکلتے ہیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا اور گناہوں کو رسول اللہ ﷺ نے گندگی فرمایا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے تو وضو کا مستعمل پانی گندہ اور ناپاک ہوا۔ مگر ابن ہمام نے اس دلیل پر کلام کیا ہے اسلئے سب سے پہلی حدیث عبداللہ بن عمر والی استدلال کیلئے کافی ہے۔

۲۳۰– حضرت شعبی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جنابت کی حالت میں اپنے ہاتھ بغیر دھوئے پانی میں ڈال دیا کرتے تھے۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے (فتح الباری) اور یہ حافظ کے قاعدے پر حسن ہے یا صحیح۔

۲۳۱– اور بخاری نے تعلیقا روایت کیا ہے کہ براء بن عازبؓ اور عبداللہ بن عمرؓ نے اپنا ہاتھ پانی میں ڈالا اور اسکو (پہلے) دھویا نہیں تھا پھر وضو کیا اور ابن عمر اور ابن عباس نے غسل جنابت کے چھینٹوں میں کچھ حرج نہیں سمجھا (یعنی خواہ کپڑوں پر چھینٹیں پڑیں یا پانی میں۔

۲۳۲– عن : حفص عن العلاء بن المسيب عن حماد عن إبراهيم (وهو النخعي) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ فِي الرَّجُلِ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ ، فَيَنْتَضِحُ فِي إِنَائِهِ مِنْ غسْلِهِ . فَقَالَ : لَا بَأْسَ بِهِ . أخرجه ابن ابي شيبة في المصنف (وعمدة القاري ٢: ٢٣) قلت : هذا سند على شرط مسلم ولكن إبراهيم لم يسمع من ابن عباس ، وقد مر غير مرة أن مراسيله صحاح .

۲۳۳– عن : أبي مريم أياس بن جعفر عَنْ فُلَانٍ رَجُلٍ مِنَ الصَّحَابَةِ : " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَهُ مِنْدِيلٌ أَوْ خِرْقَةٌ يَمْسَحُ بِهَا وَجْهَهُ إِذَا تَوَضَّأَ ". رواه النسائي في الكنى بسند صحيح . (عمدة القاري) قلت : وجهالة الصحابي لا تضر عند الجمهور .

۲۳٤– عَنْ : عَائِشَةَ رضي الله عنها كَانَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ خِرْقَةٌ يَتَنَشَّفُ بِهَا بَعْدَ الْوُضُوءِ .(رواه الترمذي) وضعفه ، وصححه الحاكم (عمدة القاري ٢:٨)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ماء مستعمل پاک ہے ورنہ صحابہ دھونے سے پہلے ہاتھوں کو پانی میں نہ ڈالتے نیز غسل کی چھینٹوں سے بھی احتراز کرتے۔

۲۳۲-حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جو شخص جنابت کا غسل کرے پھر برتن میں غسل کا پانی ٹپکے تو اس کا کچھ حرج نہیں۔اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے (عمدۃ القاری) میں کہتا ہوں کہ یہ سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے لیکن ابراہیم نخعی نے ابن عباس سے نہیں سنا مگر کچھ حرج نہیں کیونکہ ابراہیم کے مراسیل صحیح ہیں۔

فائدہ: اس سے بھی ماء مستعمل کا پاک ہونا ثابت ہوا اور اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مطہر نہیں کیونکہ "لاباس بہ" کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماء مستعمل اپنی پہلی کیفیت پر نہیں رہا جبھی تو اس کہنے کی ضرورت ہوئی کہ اسکی چھینٹ کا کچھ حرج نہیں، اگر وہ اپنی پہلی کیفیت پر رہتا تو فقط چھینٹوں سے ہی حرج کی نفی کیوں کرتے صاف یوں ہی نہ فرماتے کہ غسل کے سارے پانی میں ہی کوئی حرج نہیں سارا ہی مطہر ہے۔

۲۳۳-ایاس بن جعفر ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک رومال یا کپڑا تھا جس سے وضو کر کے اپنا منہ پونچھا کرتے تھے۔اسکو نسائی نے کتاب الکنیٰ میں سند صحیح سے روایت کیا ہے۔(عمدۃ القاری) میں کہتا ہوں کہ صحابی کی جہالت مضر نہیں۔

۲۳۴-حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک کپڑا (اس کام کیلئے مخصوص) تھا جس سے وضو کے بعد

قلت : لم يصرح الحاكم في المستدرك بتصحيحه ، وإنما أشار إلى ثقة رواته ، وأقره عليه الذهبي في تلخيصه (١٥٤:١) وله شاهد صحيح قد مر آنفا.

باب طهارة كل إهاب إذا دبغ إلا ما استثنى

٢٣٥– عَنْ : عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : اِذَا دُبِغَ الإِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ". رواه مسلم (١٩٥:١).

باب ما يطهر بالدباغ يطهر بالذكاة

٢٣٦– عَنْ : عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " ذَكَاةُ الْمَيْتَةِ دِبَاغُهَا ".رواه النسائي (١٩٠:٢).

اعضاء کو خشک کرتے تھے۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور ضعیف کہا ہے اور حاکم نے اسکی تصحیح کی ہے (عمدۃ القاری) میں کہتا ہوں کہ حاکم نے مستدرک میں صراحۃ تو اسکی تصحیح نہیں کی البتہ رواۃ کے ثقہ ہونے پر اشارہ کیا ہے اور ذہبی نے تلخیص میں انکی تقریر کی ہے۔

فائدہ: اس سے ماء مستعمل کا طاہر ہونا معلوم ہوا، ورنہ اس کپڑے کا ناپاک ہونا لازم آئے گا۔ سو اول تو پاک کپڑے کو بلا ضرورت ناپاک کرنا خود ہی خلاف شرع ہے دوسرے یہ کہیں منقول نہیں کہ حضور ﷺ نے اس کپڑے کے پاک کرنے کا امر کیا ہو۔

باب دباغت سے ہر چمڑے کا پاک ہو جانا بجز اس چمڑے کے جس کا استثنا کیا گیا ہے

٢٣٥- حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جب چمڑا دباغت دے دیا جاتا ہے تو پاک ہو جاتا ہے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا۔

فائدہ: اور جو چمڑا اس حکم سے مستثنٰی ہے وہ فقہ کی کتب میں تفصیلاً مذکور ہے، مثلاً انسان کا چمڑا اور خنزیر کا چمڑا رنگنے سے بھی پاک نہیں ہوتا، دباغت سے قبل چمڑے کو اہاب کہتے ہیں اس لئے جس حدیث میں اہاب سے نفع حاصل نہ کرنے کا حکم ہے اس سے حنفیہ پر اعتراض کرنا غلط ہے۔

باب جس کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے ذبح کرنے سے بھی پاک ہو جاتا ہے

٢٣٦- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مردار کا ذبح کرنا اس کو دباغت دینا ہے۔ اسکو نسائی نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یعنی جس طرح جانور ذبح کرنے سے پاک ہو جاتا ہے دباغت کا اثر غیر مذبوح میں یہی ہے پس دباغت دینا اس

٢٣٧ – وفى العزيزى بإسناد صحيح عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ حَرثٍ ﷺ مَرْفُوعاً : " ذَكَاةُ كُلِّ مَسْكٍ دِبَاغَهُ " . رواه الحاكم وهو حديث صحيح (العزيزى ٢ :٢٧٣).

٢٣٨ – عن : سلمة بن المحبق أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكٍ دَعَا بِمَاءٍ مِّنْ عِنْدِ اِمْرَأَةٍ قَالَتْ : مَا عِنْدِيْ اِلَّا فِيْ قِرْبَةٍ لِيْ مَيْتَةٍ ، قَالَ : اَلَيْسَ قَدْ دَبَغْتِهَا ؟ قَالَتْ بَلٰى ! قال : فَإِنَّ دِبَاغَهَا ذَكَاتُهَا . رواه النسائى (٢ :١٩٠) وسكت عنه ، وفى التلخيص : " وإسناده صحيح ، وصحح ابن سعد وابن حزم وغير واحد أن له صحبة " .اه .

باب طهارة جلد الميتة إذا دبغت وشعرها و صوفها وقرنها وعظمها وعصبها

٢٣٩ – عَنِ : ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ : " إِنَّمَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِنَ الْمَيْتَةِ لَحْمَهَا وَاَمَّا الْجِلْدُ وَالشَّعْرُ وَالصُّوْفُ فَلَا بَأْسَ بِهٖ " . رواه الدار قطنى وقال : " عبد الجبار (الراوى) ضعيف " وقال فى نصب الراية : " ذكره ابن حبان فى الثقات بهذا الحديث " قلت : وقد عرف أن الاختلاف لا يضر .

٢٤٠ – عَنِ : ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ : " مَاتَتْ شَاةٌ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ ، فَقَالَتْ :

اثر میں بمنزلہ ذبح کرنے کے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ طہارت میں اصل ذبح کرنا ہے اور دباغت اس کے قائم مقام ہے پس ذبح کا مطہر جلد ہونا ثابت ہوگیا۔

٢٣٧-عبداللہ بن حرث سے مرفوعاروایت ہے کہ ہر چمڑے کا ذبح کرنا (یعنی پاک کرنا) اس کو دباغت دینا ہے۔ اسکو حاکم نے روایت کیا ہے اور یہ صحیح حدیث ہے (عزیزی)۔

٢٣٨-سلمہ بن محبق سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے غزوہ تبوک میں ایک عورت کے پاس سے پانی طلب فرمایا اس نے عرض کیا میرے پاس تو (پانی) صرف مردار کے چمڑے کی مشک میں ہے، آپؐ نے فرمایا کیا تو نے اس (چمڑے) کو دباغت نہیں دی تھی؟ اس نے کہا" کیوں نہیں" آپ نے فرمایا اس کا (دباغت دے لینا اسکا) ذبح کرنا ہے (یعنی غیر مذبوح میں دباغت مذبوح کا کام دیتی ہے)۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور تلخیص حبیر میں اسکو صحیح کہا ہے۔

باب اس بیان میں کہ دباغت سے مردار کا چمڑا اور اسکے بال اور اون اور سینگ اور ہڈی اور پٹھے پاک ہو جاتے ہیں

٢٣٩-حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردار کا صرف گوشت (کھانا) حرام فرمایا ہے اور باقی کھال اور بال اور اون، سوان (کے استعمال) کا کچھ حرج نہیں ہے۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے۔

يَا رَسُوْلَ اللهِ ! مَاتَتْ فُلَانَةٌ ، تَعْنِیْ الشَّاةَ ، فَقَالَ : " فَلَوْلَا اَخَذْتُمْ مَسْكَهَا ؟ قَالُوْا اَ نَاخُذُ مَسْكَ شَاةٍ قَدْ مَاتَتْ ؟ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : اِنَّمَا قَالَ اللهُ تَعَالٰی : ﴿ قُلْ لَّا اَجِدُ فِیْمَا أُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّماً عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗ اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَماً مَسْفُوْحاً اَوْلَحْمَ خِنْزِیْرٍ ﴾ وَاَنْتُمْ لَا تَطْعَمُوْنَهٗ اِنْ تَدْبَغُوْهُ تَنْتَفِعُوْا بِهٖ فَاَرْسَلَتْ اِلَیْهَا فَسَلَخَتْ مَسْكَهَا ، فَدَبَغَتْهُ فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ قِرْبَةً تَخَرَّقَتْ عِنْدَهَا " . رواه أحمد بإسناد صحيح (نيل الأوطار ١:٦٣) قال حماد : " لَا بَأْسَ بِرِیْشِ الْمَیْتَةِ " وقال الزهری فِیْ عِظَامِ الْمَوْتٰی نَحْوِ الْفِیْلِ وَغَیْرِهٖ : "اَدْرَكْتُ نَاسًا مِنْ سَلَفِ الْعُلَمَاءِ یَمْتَشِطُوْنَ بِهَا وَیَدَّهِنُوْنَ فِیْهَا لَا یَرَوْنَ بِهٖ بَاْسًا " وقال ابن سيرين وإبراهيم : "لَا بَأْسَ بِتِجَارَةِ الْعَاجِ " . رواه البخاری .

٢٤١– عَنْ : ثَوْبَان ﷺ مَرْفُوْعاً : " اِشْتَرِ لِفَاطِمَةَ قِلَادَةً مِنْ عَصَبٍ وَّسِوَارَیْنِ مِنْ عَاجٍ " . رواه أبو داود وسكت عنه ، وتكلم فيه المنذری بتجهيل بعض الرواة ، كما فی

۲۴۰- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک بکری حضرت ام المؤمنین سودہ بنت زمعہ کی مرگئی تو انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ! فلانی یعنی بکری مرگئی" تو آپ نے فرمایا "تو نے اس کا چمڑا کیوں نہ لے لیا؟" حاضرین نے عرض کیا ہم مردار بکری کا چمڑا لے لیں؟ تو حضرت سودہؓ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو صرف (کھانے کے باب میں یہ فرمایا ہے ﴿ (اے محمدؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ جو حکم میری طرف وحی کیا گیا ہے میں اس میں کوئی چیز کھانے والے پر جو کہ اسکو کھائے حرام نہیں پاتا ہوں مگر یہ کہ مردار ہو یا بہتا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو ﴾ اور (اے حاضرین!) تم اسکو کھاتے تو نہیں تھے اگر اسکو دباغت دے لیتے تو اس سے (اور طرح کا) نفع حاصل کرتے۔ پس حضرت سودہؓ نے اس بکری کی طرف (جہاں وہ پڑی تھی آدمی) بھیجا اور اسکی کھال نکال لی اور اسکو دباغت دی پھر اسکی ایک مشک بنائی حتی کہ وہ ان کے پاس (پرانی ہوکر) پھٹ بھی گئی۔ اسکو امام احمد نے صحیح اسناد سے روایت کیا ہے۔ (نیل الاوطار)۔

آثار: حمادؒ (ابن ابی سلیمان تابعی استاد امام اعظمؒ) نے کہا ہے کہ مردار کے پر کا کچھ حرج نہیں اور زہریؒ (تابعی جلیل استاد امام مالک) نے کہا مردار کی ہڈیوں کے باب میں جیسے ہاتھی وغیرہ کی ہڈیاں ہیں، میں نے علماء سلف کو اس (کے شانہ) سے کنگھی کرتے ہوئے اور اس (کی پیالی) سے تیل لگاتے ہوئے پایا ہے کہ وہ اس میں کچھ مضائقہ نہ سمجھتے تھے اور (محمد) ابن سیرین (تابعی) اور ابراہیم (نخعی تابعی) نے فرمایا کہ ہاتھی دانت کی تجارت کا کچھ ڈر نہیں (لہذا وہ طاہر ہے) ان تمام آثار کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۲۴۱- حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ حضرت (سیدۃ النساء) فاطمہؓ کیلئے ایک بار

عون المعبود (٤: ١٤١) قلت: قد علمت أن الاختلاف غير مضر.

باب جواز الطهارة بماء خالطه شيء طاهر

٢٤٢– عن: أُمِّ هَانِئٍ رضی الله عنها اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اِغْتَسَلَ هُوَ وَ مَيْمُوْنَةُ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ فِيْ قَصْعَةٍ فِيْهَا اَثَرُ الْعَجِيْنِ. رواه ابن خزيمة (فی صحیحه) والنسائي (التلخيص ١: ٥).

باب جواز الطهارة بالماء المسخن

٢٤٣– عَنِ: ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ: "لَا بَأْسَ اَنْ يَغْتَسِلَ بِالْحَمِيْمِ، وَيَتَوَضَّأَ مِنْهُ". رواه عبد الرزاق بسند صحيح. (التلخيص الحبير).

٢٤٤– عَنْ: سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّهُ كَانَ يُسَخِّنُ الْمَاءَ يَتَوَضَّأُ مِنْهُ. رواه

پٹھوں (کا بنا ہوا) اور دو کنگن ہاتھی دانت کے (بنے ہوئے) خرید دو۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت بھی کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے مردار کے پٹھوں اور ہاتھی دانت کی طہارت ثابت ہوئی اس طرح کہ اگر یہ چیزیں پاک نہ ہوتیں تو ان کا زیور سیدہؓ کیلئے آپ گوارا نہ فرماتے اور یہ بہت ظاہر ہے۔

باب وضو وغسل کا جائز ہونا ایسے پانی سے جس میں کوئی پاک چیز مل جائے

٢٤٢- حضرت ام ہانیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اور حضرت میمونہ نے ایک برتن سے ایک بڑے پیالہ کے ذریعہ سے پانی لے کر وضو کیا حالانکہ پیالے میں گندھے ہوئے آٹے کا اثر تھا۔ اسکو ابن خزیمہ اور نسائی نے روایت کیا ہے جیسا کہ تلخیص حبیر میں ہے۔

فائدہ: باقی طاہر چیزیں (اشنان، صابون وغیرہ) بھی اسی حکم میں ہیں لیکن وضو اور غسل ایسے پانی سے اس وقت تک جائز ہے کہ اسکی رقت اور اس کا نام پانی باقی رہے جیسا کہ درمختار میں ہے۔

باب گرم پانی سے طہارۃ (یعنی غسل ووضو) کا جائز ہونا

٢٤٣- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ گرم پانی سے غسل کرنے میں کچھ حرج نہیں اور اس سے وضو (بھی) کرلے۔ اسکو عبدالرزاق نے بسند صحیح روایت کیا ہے (تلخیص حبیر)۔

٢٤٤- حضرت سلمہ بن الاکوع سے روایت ہے کہ وہ پانی گرم کرتے تھے تاکہ اس سے وضو کریں۔ اسکو ابن ابی شیبہ اور

ابن أبی شیبة وأبو عبید، وأسناده صحیح (التلخیص الحبیر ۱: ۷).

۲٤٥-عن: معمر عن أیوب عن نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَتَوَضَّأُ بِالْحَمِيمِ. رواه عبدالرزاق (التلخیص الحبیر ۱: ۷) قلت: وإسناده علی شرط الجماعة.

۲٤٦- عن: اَسْلَم مَوْلٰى عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يُسَخَّنُ لَهُ مَاءٌ فِیْ قُمْقُمَةٍ وَيَغْتَسِلُ بِهِ. رواه الدار قطنی وقال: إسناده صحیح.

باب نزح جمیع ماء البئر إذا مات فیها آدمی ومثله من الحیوان

۲٤٧- حدثنا: صالح بن عبد الرحمن قال: ثنا سعید بن منصور قال ثنا هشیم قال: ثنا منصور عَنْ عَطَاءٍ اَنَّ حَبَشِيًّا وَقَعَ فِیْ زَمْزَمَ فَمَاتَ، فَاَمَرَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَنُزِحَ مَائُهَا، فَجَعَلَ الْمَاءُ لَا يَنْقَطِعُ، فَنَظَرَ فَاِذَا عَيْنٌ تَجْرِیْ مِنْ قِبَلِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ، فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: حَسْبُكُمْ. رواه الطحاوی (۱: ۱۰) وإسناده صحیح باعتراف الشیخ (ابن دقیق العید) به فی الإمام (فتح القدیر ۱: ۹۱).

ابوعبید نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (تلخیص حبیر)۔

۲٤٥-معمر ایوب سے روایت کرتے ہیں وہ نافع سے راوی ہیں کہ ابن عمرؓ گرم پانی سے وضو کیا کرتے تھے۔ اسکو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے جیسا کہ تلخیص حبیر میں ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ سند صحاح ستہ کی شرط پر ہے۔

۲٤٦-اسلم آزاد شدہ غلام حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کیلئے قمقمہ (قمقمہ کے معنی کوزے کے ہیں جیسا کہ غیاث میں ہے لیکن یہ کوزہ بہت بڑا ہوگا ورنہ اس میں غسل کی مقدار پانی نہ سماتا) میں پانی گرم کیا جاتا تھا اور وہ اس سے غسل فرماتے تھے۔ اسکو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے۔

باب کنویں کے تمام پانی نکالنے کا واجب ہونا جبکہ اس میں آدمی یا اس کے مثل کوئی جانور مرجائے

۲٤٧-عطاءؒ سے روایت ہے کہ ایک حبشی زمزم میں گر کر مر گیا تو حضرت ابن زبیرؓ نے حکم دیا (اسکے تمام پانی نکال ڈالنے کا) اور اس کا تمام پانی نکال دیا گیا سو اس کا پانی ختم ہی نہ ہوتا تھا دیکھا جو گیا تو ایک سوت حجر اسود کی طرف سے جاری ہے، ابن زبیر نے فرمایا کہ بس کرو! (کیونکہ سوت کی وجہ سے پانی کا آنا بند نہیں ہوسکتا اور جو پانی موجود تھا وہ سب نکل ہی گیا)۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور شیخ ابن دقیق العید نے اسکی سند کو صحیح کہا ہے (فتح القدیر)۔

الأسآر

باب إجزاء الغسل ثلاثا من سؤر الكلب

٢٤٨ – عَنْ : اَبِیْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ : " إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِی الإِنَاءِ فَاَهْرِقْهُ ثُمَّ إِغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ " . هذا موقوف . ولم يروه هكذا غير عبد الملك عن عطاء ، قاله الدار قطنی. (١:٢٤) وفی نصب الراية (١:٦٨) : " قال الشيخ تقی الدين فی الإمام : وهذا سند صحيح".اه.

٢٤٩ – عن : الحسين بن علی الكرابيسی ثنا إسحاق الأزرق ثنا عبد الملك عن عطاء عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْيُهْرِقْهُ وَلْيَغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ " . أخرجه ابن عدی فی الكامل ، وقال : لم يرفعه غير الكرابيسی ، والكرابيسی لم أجد له حديثا منكرا غير هذا ، وإنما حمل عليه أحمد من جهة اللفظ بالقرآن ، فأما فی الحديث فلم أر به بأسا " (زيلعی ١:٦٨) قلت : " لا بأس به " ونحوه من ألفاظ التعديل ، كما قال فی الرفع والتكميل عن الذهبی وغيره (ص١١) . ونكارة حديث غير الضعيف يطلق علی مطلق التفرد ، كما قال فی الرفع أيضا (ص١٢) عن ابن عدی : " والرفع زيادة ، فتقبل من الثقة " فالحديث إذن غير مقدوح رفعه . قلت : والباقون كلهم ثقات من رجال مسلم.

پس خوردہ (یعنی جوٹھے) کے احکام

باب کتے کے جوٹھے کا تین بار دھوڈالنا کافی ہے

۲۴۸-حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب کتا برتن میں سے پانی پی لے تو اس برتن کے پانی کو گرادے پھر اسکو تین بار دھولے۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور نصب الرایہ میں کہا ہے کہ شیخ تقی الدین نے (کتاب) امام میں کہا ہے کہ یہ سند صحیح ہے۔

۲۴۹-حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسکو گرادے اور برتن کو تین دفعہ دھولے۔اسکو ابن عدی نے کامل میں روایت کیا ہے۔

۲۵۰– عن : عطاء عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِی الاِنَاءِ اَهْرَقَهٗ وَغَسَلَهٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ . رواه الدار قطنی وإسناده صحیح (آثار السنن ص۱۲) . قلت : وروى الدار قطني والطحاوی ذلك عن أبی هريرة أيضا قولا ، وإسناده صحيح كما مر عن آثار السنن أيضا .

۲۵۱– عَنِ : ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ : قَالَ لِیْ عَطَاءٌ : "یُغْسَلَ الاِنَاءُ الَّذِیْ وَلَغَ الْكَلْبُ فِیْهِ ، قَالَ : كُلَّ ذٰلِكَ سَبْعاً وَخَمْساً وَثَلَاثَ مَرَّاتٍ . رواه عبد الرزاق فی مصنفه وإسناده صحیح (آثار السنن ص ۱۳).

۲۵۲– عن : عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ ﷺ قَالَ : اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِقَتْلِ الْكِلَابِ ، ثُمَّ قَالَ : مَابَالُهُمْ وَبَالُ الْكِلَابِ ؟ ثُمَّ رَخَّصَ فِیْ كَلْبِ الصَّیْدِ وَكَلْبِ الْغَنَمِ وَقَالَ : اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِی الاِنَاءِ فَاغْسِلُوْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَ عَفِّرُوْهُ الثَّامِنَةَ بِالتُّرَابِ . رواه مسلم

۲۵۰–عطاء ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دیتا تو ابو ہریرہؓ برتن کو اوندھا کر کے اسکو تین مرتبہ دھو لیتے ۔اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے ۔(آثار السنن) میں کہتا ہوں کہ دارقطنی اور طحاوی نے اسکو ابو ہریرہؓ سے قولاً بھی روایت کیا ہے اور اسکی سند بھی صحیح ہے جیسا کہ آثار السنن میں ہے۔

فائدہ:ان احادیث سے حنفیہ کا مذہب بخوبی ثابت ہوگیا کہ کتے کے منہ ڈالنے سے برتن کا سات یا آٹھ دفعہ دھونا واجب نہیں بلکہ تین بار دھو لینا کافی ہے ہاں سات دفعہ دھونا اور ایک بار مٹی مل دینا مستحب ہے پس ہم نے اس حدیث کو بھی نہیں چھوڑا جس میں سات دفعہ دھونے کا امر ہے بلکہ وہ ہمارے نزدیک استحباب پر محمول ہے۔

۲۵۱–ابن جریج سے مروی ہے کہ عطاء (بن ابی رباح) نے مجھ سے فرمایا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اسکو دھویا جائے اور فرمایا کہ سب درست ہے سات دفعہ بھی اور پانچ دفعہ بھی اور تین دفعہ بھی ۔اسکو عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔(آثار السنن)۔

فائدہ: عطاءؒ جلیل القدر تابعی ہیں ، انہوں نے بھی سات دفعہ دھونے کو واجب نہیں سمجھا ، پس اس مسئلہ میں امام صاحب متفرد نہیں ہیں۔

۲۵۲–عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا پھر فرمایا کہ لوگوں کا اور کتوں کا کیا حال ہے (یعنی انکے پیچھے کیوں پڑے) پھر آپ نے شکاری کتے اور بکریوں (کی حفاظت) کے کتے کی اجازت دی اور فرمایا جب کتا

(آثار السنن ص:١١).

باب كراهة سؤر الهر تنزيها

٢٥٣– عن : عَائِشَةَ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : " إِنَّها لَيسَتْ بِنَجَسٍ ، هِيَ كَبَعْضِ أَهْلِ الْبَيْتِ ، يَعْنِيَ الْهِرَّةَ " . رواه ابن خزيمة في صحيحه (التلخيص الحبير ١:٩).

٢٥٤– عَنْ : أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : يُغْسَلُ الإِنَاءُ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُولَاهُنَّ أَوْ أُخْرَاهُنَّ بِالتُّرَابِ ، وَإِذَا وَلَغَتْ فِيهِ الْهِرَّةُ غُسِلَ مَرَّةً . رواه الترمذي (١:١٤) . وقال : هذا حديث حسن صحيح .

برتن میں منہ ڈالدے تو اسکو سات دفعہ دھوؤ اور آٹھویں دفعہ اسکو مٹی سے ملو۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں سات دفعہ کے بعد آٹھویں دفعہ مٹی سے ملنے کا حکم ہے اور اسکو کسی نے واجب نہیں کہا حالانکہ حدیث صحیح ہے طحاوی نے اس حدیث سے اپنے مخالف کو الزام دیا ہے کہ اگر ابو ہریرہؓ کی کسی حدیث سے سات دفعہ دھونا واجب ہوسکتا ہے تو اس حدیث سے آٹھ دفعہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور یہ اس سے اولی ہے کیونکہ اس میں زیادت ہے اور زائد ناقص سے اولی ہوتا ہے پس جو لوگ حنفیہ کو سات دفعہ والی حدیث کے چھوڑنے کا الزام دیتے ہیں ان پر ہماری طرف سے یہ الزام ہے کہ وہ آٹھ دفعہ والی حدیث کو چھوڑتے ہیں اس اختلاف روایت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو سات دفعہ کی حدیث سے اس خاص عدد کا واجب کرنا مقصود نہیں ورنہ عدد میں اختلاف نہ ہوتا بلکہ مقصود یہ ہے کہ مبالغہ کے ساتھ اچھی طرح پاک کردو جس سے ناپاکی زائل ہوجائے اس مبالغہ کو کبھی آپ نے سات دفعہ سے تعبیر کیا اور کبھی آٹھ دفعہ سے، پس یہ روایات تو ندب اور مبالغہ پر محمول ہیں اور تین دفعہ والی حدیث وجوب پر محمول ہے کیونکہ اس سے کم عدد کسی روایت میں نہیں وارد ہوا تو وہ متیقن ہوا اور باقی میں احتمال ہے لہذا اسکو وجوب پر محمول نہیں کر سکتے۔

باب بلی کے جوٹھے کا مکروہ تنزیہی ہونا

٢٥٣– حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ (یعنی بلی) نجس نہیں ہے، وہ تو مثل بعض گھر والوں کے ہے (طہارت کے باب میں)۔ اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

٢٥٤– حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "برتن سات بار دھویا جائے، پہلی بار یا پچھلی بار (راوی کو شک ہے اول بار فرمایا یا پچھلی بار) مٹی سے جبکہ کتا اس میں پانی پی جائے (یہ سات بار دھونا بطریق استحباب

۲۵۵ – عن كبشة ابنة كعب بن مالك ، و كانت عند ابن أبي قتادة ، انّ ابَا قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا ، قَالَتْ : فَسَكَبْتُ لَهُ وَضُوءً قَالَتْ فَجَائَتْ هِرَّةٌ تَشْرَبُ ، فَاصْغٰى لَهَا الاِنَاءَ حَتّٰى شَرِبَتْ ، قَالَتْ كَبْشَةُ: فَرَآنِيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ ، فَقَالَ : اَتَعْجَبِيْنَ يَا ابْنَةَ اَخِيْ ؟ فَقُلْتُ : نَعَمْ ! فَقَالَ : اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : " اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ اَوِ الطَّوَّافَاتِ " . رواه الترمذی وقال : حسن صحيح (۱:۱٤).

۲۵٦ – عن : اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ قَالَ : خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى اَرْضٍ بِالْمَدِيْنَةِ يُقَالُ لَهَا بَطْحَان ، فَقَالَ : يَا اَنَسُ ! اُسْكُبْ لِيْ وَضُوْءً ، فَسَكَبْتُ لَهُ ، فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَاجَتَهُ اَقْبَلَ اِلَى الاِنَاءِ ، وَقَدْ اَتٰى هِرٌّ فَوَلَغَ فِي الاِنَاءِ ، فَوَقَفَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقْفَةً حَتّٰى شَرِبَ الْهِرُّ ، ثُمَّ تَوَضَّاَ ، فَذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَمْرُ الْهِرِّ ، فَقَالَ " يَا اَنَسُ ! اِنَّ الْهِرَّ مِنْ سِبَاعِ الْبَيْتِ ، لَنْ يُقَذِّرَ شَيْئاً وَلَنْ يُنَجِّسَهُ " . رواه الطبرانی فی الصغير وفيه

کے ہے) اور جب کہ اس میں بلی پانی پی لے تو ایک بار دھویا جائے"۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔

۲۵۵- حضرت کبشہ بنت کعب بن مالک سے روایت ہے اور یہ ابوقتادہؓ کے بیٹے کے نکاح میں تھیں کہ ابوقتادہ (ان کے خسر) ان کے پاس آئے وہ کہتی ہیں کہ میں نے ان کیلئے وضو کا پانی انڈیل کر رکھا تو ایک بلی آ کر (اسے) پینے لگی انہوں نے برتن کو اسکی طرف (اور) جھکا دیا یہاں تک کہ اسنے (اچھی طرح) پی لیا۔ کبشہ کہتی ہیں "انہوں نے مجھ کو دیکھا کہ میں انکی طرف (تعجب سے) دیکھ رہی ہوں پس کہنے لگے اے میری بھتیجی (یہ کلمہ عرب کے محاورے میں بطریق شفقت استعمال ہوتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے کیونکہ وہ بھتیجی نہ تھیں) کیا تم تعجب کرتی ہو؟ میں نے کہا "ہاں!" (کیونکہ تم اسی پانی سے وضو کرو گے جو بلی کا پس خوردہ ہے) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ (یعنی بلی) نجس نہیں ہے (کیونکہ) وہ تمہارے پاس بکثرت آمد و رفت کرنے والوں میں سے ہے یا (یہ فرمایا کہ) بکثرت آمد و رفت کرنے والیوں میں سے ہے (اور اس وجہ سے اس سے بچنا دشوار ہے اس لئے اسکو نجس نہیں قرار دیا کہ دشواری نہ ہو)۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔

۲۵٦- حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ (منورہ) کی ایک زمین میں جسکو بطحان کہتے ہیں تشریف لے گئے اور فرمایا "اے انسؓ! میرے لئے وضو کا پانی انڈیل دو" میں نے انڈیل دیا پھر جب رسول اللہ ﷺ حاجت (پیشاب یا پاخانہ کی) پوری کر چکے تو (اس پانی کے) برتن کی طرف متوجہ ہوئے اس حال میں کہ ایک بلی آئی اور اس نے (اس) برتن میں پانی پینا شروع کیا پس اسکی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے توقف کیا یہاں تک کہ اس نے (اچھی طرح) پانی پی لیا پھر آپ نے (اسی پانی سے) وضو

عمر بن الحفص المكی ، وثقه ابن حبان ، قال الذهبی : لا ندری من هو؟ كذا فی مجمع الزوائد (۱:۸۷).

قلت : العلم مقدم على الجهل ، على أن الاختلاف غير مضر كما عرف مرارا .

۲۵۷– حدثنا : ابن أبی داود قال : ثنا الربيع بن يحيى الأشنانی قال : ثنا شعبة عن واقد بن محمد عن نافع عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ أَنَّهُ قَالَ :" لَا تَوَضَّأُوا مِنْ سُؤْرِ الْحِمَارِ وَلَا الْكَلْبِ وَلَا السِّنَّوْرِ ". رواه الطحاوی (۱:۱۲) قلت : رجاله ثقات والربيع مختلف فيه ، من رجال الصحيح و الاختلاف لا يضر .

باب أن سؤر الآدمی طاهر مطلقا

۲۵۸– عن : أبی عبيدة عَنْ عَبْدِ اللهِ ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ :" مَرَّ عَلَيَّ الشَّيْطَانُ فَأَخَذْتُهُ فَخَنَقْتُهُ ، حَتّٰى لَأَجِدُ بَرْدَ لِسَانِهِ فِيْ يَدِيْ ، فَقَالَ : أَوْجَعْتَنِيْ أَوْجَعْتَنِيْ ". رواه أحمد وأبو عبيدة لم يسمع من أبيه ، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد)

فرمایا سو، رسول اللہ ﷺ سے بلی کے متعلق عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا "اے انس! بلی گھریلو درندوں میں سے ہے کسی چیز کو نجس نہیں کرتی"۔ اسکو طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے۔ (مجمع الزوائد)۔

۲۵۷- حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا گدھے اور کتے اور بلی کے جوٹھے سے وضو نہ کرو۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکے رجال ثقہ ہیں۔

فائدہ: اخیر اثر اور ابو ہریرہؓ کی حدیث بلی کے پس خوردہ کے نجس ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور باقی حدیثیں اسکی طہارت پر، اور بقدر امکان ان احادیث میں تطبیق ضروری ہے کہ وہ تعارض سے مقدم ہے پس حنفیہ اسکے قائل ہوئے کہ اس کا جوٹھا مکروہ تنزیہی ہے کہ اس میں دونوں کی رعایت ہوگئی اس طرح کہ اصل میں تو اسکا پس خوردہ نجس ہے مگر کثرت سے آمد ورفت کی وجہ سے نجاست عفو ہوگئی مگر کراہت رہی۔

باب اس بیان میں کہ ہر آدمی کا پس خوردہ پاک ہے

۲۵۸- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان میرے پاس ہوکر گذرا تو میں نے اسکو پکڑ لیا اور اسکا گلا دبایا، حتی کہ میں اسکی زبان کی سردی اپنے ہاتھ میں پاتا ہوں، اسنے کہا "آپ نے مجھ کو تکلیف دی! آپ نے مجھ کو تکلیف دی!"۔ اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے (مجمع الزوائد)۔

قلت : فی تہذیب التہذیب (٧٦:٥) " وقال الدار قطنی : أبو عبیدة أعلم بحدیث أبیه من حنیف ابن مالك ونظرائه " قلت : وقد صحح الدار قطنی فی سننه له آثارا عن أبیه .

٢٥٩– قَالَ الْبُخَارِیُّ : " وَتَوَضَّأَ عُمَرُ ﷺ بِالْحَمِیْمِ وَ مِنْ بَیْتِ نَصْرَانِیَّةٍ " . فتح الباری (٢٥٩:١) " وهذا الأثر . وصله الشافعی وعبد الرزاق وغیرهما عن ابن عیینة عن زید بن أسلم عن أبیه به ، ولفظ الشافعی : توضأ من ماء فی جرة نصرانیة - ولم یسمعه ابن عیینة من زید بن أسلم ،فقد رواه البیهقی من طریق سعدان بن نصر عنه قال : حدثونا عن زید بن أسلم فذکره مطولا ، ورواه الإسماعیلی من وجه آخر عنه بإثبات الواسطة ، فقال : عن ابن زید بن أسلم عن أبیه به ، وأولاد زید هم عبدالله وأسامة وعبد الرحمن ، وأوثقهم وأکبرهم عبدالله ، وأظنه هوالذی سمع ابن عیینة منه ذلك ، وبهذا جزم به البخاری ".

٢٦٠– عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ ﷺ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَاَصْحَابَهٗ تَوَضَّأُوْا مِنْ مَزَادَةِ اِمْرَأَةٍ مُشْرِکَةٍ . متفق علیه فی حدیث طویل . (بلوغ المرام ص٦).

فائدہ: اس حدیث سے کافر کا لعاب دہن پاک ہونا ثابت ہوا، کیونکہ شیطان کافر ہے اور زبان میں رطوبت ہوتی ہے پس جب آپ نے اسکی زبان کو مس کیا اور پھر دھویا نہیں تو معلوم ہوا کہ وہ رطوبت پاک تھی اور جوٹھے میں بھی یہی رطوبت یعنی لعاب دہن ہی مل جاتا ہے لہذا کافر کا جوٹھا پاک ہونا ثابت ہوگیا اور جب کافر کا پس خوردہ پاک ہوا تو مسلمان کا جوٹھا تو بطریق اولی پاک ہوگا۔

٢٥٩- بخاری نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ نے گرم پانی سے اور نصرانیہ کے گھر سے (پانی لیکر) وضو کیا۔ اور فتح الباری میں ہے کہ اس اثر کو امام شافعی نے ان لفظوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے نصرانیہ کے گھڑے میں سے پانی لے کر وضو کیا۔

فائدہ: اس اثر سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب طاہر ہیں کیونکہ حضرت عمرؓ نے ان کے برتن کے پانی سے وضو کیا اگر وہ طاہر نہ ہوتے تو ان کے پانی سے وضو کس طرح جائز ہوسکتا تھا اور جب انکی طہارت ثابت ہوگئی تو ان کا جوٹھا بھی طاہر ہوگا کیونکہ جوٹھے میں صرف لعاب دہن مل جاتا ہے جو طاہر گوشت سے پیدا ہوتا ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔

٢٦٠- حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے مشرکہ عورت کی مشک سے (پانی لیکر) وضو کیا۔ اسکو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ (بلوغ المرام)۔

٢٦١– عن أبي هُرَيْرَة ﷺ قَالَ : بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْلاً فَجَائَتْ بِرَجُلٍ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ . متفق عليه (بلوغ المرام ص ٤١).

٢٦٢– عَنْ : حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَقِيَهُ وَهُوَ جُنُبٌ فَحَادَ عَنْهُ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ جَاءَ ، فَقَالَ : كُنْتُ جُنُباً ، فَقَالَ : " إِنَّ الْمُسْلِمَ لاَ يَنْجُسُ " . رواه الجماعة إلا البخاري (نيل الأوطار ١ : ٢٠).

باب سؤر الحمار و السباع

٢٦٣– عَنْ : أَبِيْ قَتَادَةَ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : " إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ إِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ أَوِ الطَّوَّافَاتِ " . رواه الترمذی وقال : "حسن صحيح" وقد مر

فائدہ: اسکاوہی مفہوم ہے جوحدیث سابق میں گذرا،صرف اتنافرق ہے کہ وہاں اہل کتاب کا پانی تھااور یہاں مشرک کا۔

۲۶۱–حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کچھ سواروں کو بھیجاوہ ایک (کافر) آدمی کو لائے اور مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔اسکو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے(بلوغ المرام)۔

فائدہ:اس سے کافر کا طاہر ہونا ثابت ہوااور نہ مسجد کے ستون سے اس کا باندھنا کس طرح جائز ہوتا اور طاہر شخص کا لعاب دہن پاک ہونااوپر گذر چکا ہے۔

۲۶۲–حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان سے ان کے جنبی ہونے کی حالت میں ملے تو یہ آپ سے علیحدہ ہوگئے اور (وہاں سے جاکر) نہالئے پھر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں جنبی تھا (اور نجس تھا اس لئے چلا گیا تھا تاکہ ایسی حالت میں آپ کے پاس نہ بیٹھوں؟) آپ نے فرمایا کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا۔اسکو بخاری کے سوا باقی اصحاب صحاح خمسہ نے روایت کیا ہے(نیل)۔

فائدہ:اس حدیث سے مسلمان جنبی کا طاہر ہونا ثابت ہوا اور طاہر کا جوٹھا پاک ہونا اوپر گذر چکا ہے اور جنبی کے نجس نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اسکی نجاست حقیقی نہیں، کیونکہ جنبی شریعت میں حکما نجس ہے، نجاست حکمیہ کی نفی تو صحیح نہیں ہوسکتی پس حدیث نجاست حقیقیہ کی نفی پر محمول کی جائیگی۔

باب گدھے اور درندوں کے جوٹھے کے بیان میں

۲۶۳–حضرت ابوقتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ (یعنی بلی) نجس نہیں ہے (کیونکہ) وہ تمہارے

فی الباب السابق .

٢٦٤– عَنْ : جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ﷺ قَالَ : نَهى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ وَرَخَّصَ فِيْ لُحُوْمِ الْخَيْلِ .أخرجه البخاری .

٢٦٥– وَلَهُ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ : نَهى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الاَهْلِيَّةِ يَوْمَ خَيْبَرَ.

٢٦٦– أخبرنا : مالك أخبرنا يحيى بن محمد عن محمد بن إبراهيم بن الحارث التيمى عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِب بْنِ اَبِيْ بَلْتَعَة اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ خَرَجَ فِيْ رَكْبٍ فِيْهِمْ عَمرُو بْنُ الْعَاصِ حَتّٰى وَرَدُوْا حَوْضاً فَقَالَ عَمرُو بْنُ الْعَاصِ :

پاس بکثرت آمدورفت کرنے والوں میں سے ہے یا (یہ فرمایا کہ) بکثرت آمدورفت کرنے والیوں میں سے ہے۔اسکوترمذی نے روایت کیاہےاورحسن صحیح کہاہےاور باب سابق میں بھی یہ حدیث گذرچکی ہے۔

فائدہ: کثرت سے آمدورفت رکھنے کی علت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اصل اس میں نجاست ہےاوروہ صرف ضرورت کی وجہ سے عفوکردی گئی ہے پس تمام درندوں کے پس خوردہ کا یہی حکم ہوگا مگر جہاں کہ ضرورت ہواور ضرورت صرف بلی کے اندر ہے نہ کہ باقی درندوں میں سوہاں (یعنی بلی میں) عفوثابت ہے۔

۲۶۴–حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر کے دن گدھوں کا گوشت (کھانے) سے منع فرمایا اورگھوڑوں کے گوشت (کھانے) کی رخصت دی۔اسکوبخاری نے روایت کیا ہے۔

۲۶۵–اور بخاری میں بروایت ابن عمرؓ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر کے دن پلے ہوئے گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا(اس دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ حماروحشی یعنی گورخر حلال ہے)۔

فائدہ: چونکہ گدھے کو بلی کے ساتھ مشابہت ہےلوگوں سے اختلاط رکھنے میں اور کتے کے ساتھ مشابہت ہے کثرت اختلاط نہ رکھنے میں پس نہ اسکے پس خوردہ کی نجاست کا حکم کیا گیااور نہ طہارت کا بلکہ بین بین مشکوکیت کا حکم کردیا گیا جس کامآل یہ ہے کہ پانی تواس کے جوٹھے سے ناپاک نہ ہوگا کیونکہ اصل پانی میں طہارت ہےاورنجاست پس خوردہ کی تقریر مذکور کی بناپر مشکوک ہےاور یقین شک سے زائل نہیں ہوتامگروضواس سے صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ بے وضوہونا اصل ہےاور پانی جوپس خوردہ خر کا ہے اسکے مطہر ہونے میں شبہ ہےاورشبہ کی حالت میں وضوصحیح نہیں ہوسکتا۔

۲۶۶–یحیٰی بن عبدالرحمٰن بن حاطب بن ابی بلتعہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ چندسواروں کے ساتھ جن میں

يَا صَاحِبَ الْحَوْضِ ! هَلْ تَرِدُ حَوْضَكَ السِّبَاعُ ؟ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ : يَا صَاحِبَ الْحَوْضِ ! لَا تُخْبِرْنَا ، فَإِنَّا نَرِدُ عَلَى السِّبَاعِ وَتَرِدُ عَلَيْنَا . أخرجه محمد فى الموطأ وسنده صحيح ، إلا أن فيه انقطاعا ، فإن يحيى لم يدرك عمر ، والانقطاع لا يضرنا .

۲٦۷ – أَخْبَرَنَا : أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ : لَا خَيْرَ فِيْ سُؤْرِ الْبَغْلِ وَالْحِمَارِ ، وَلَا يَتَوَضَّأُ أَحَدٌ بِسُؤْرِ الْبَغْلِ وَالْحِمَارِ ، وَيَتَوَضَّأُ مِنْ سُؤْرِ الْفَرَسِ وَالْبِرْذَوْنِ وَالشَّاةِ وَالْبَعِيْرِ . أخرجه محمد فى الآثار (ص ۳) وسنده صحيح ، قال : " وهو قول أبى حنيفة وبه نأخذ .

۲٦۸ – عن : نافع عن ابن عمر ﷺ كَانَ يَكْرَهُ سُؤْرَ الْحِمَارِ وَالْكَلْبِ وَالْهِرِّ أَنْ يُتَوَضَّأَ بِفَضْلِهِمْ . أخرجه عبد الرزاق فى مصنفه (كنز العمال ۵:۱٤۲) .

حضرت عمرو بن العاص بھی تھے سفر کو نکلے یہاں تک کہ ایک حوض پر اترے تو عمرو بن العاص نے فرمایا ''اے حوض والے!'' کیا تیرے حوض پر درندے بھی آتے ہیں؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ''اے حوض والے! ہم کو خبر نہ کرنا کیونکہ ہم درندوں پر اترتے ہیں، وہ ہمارے پاس اترتے ہیں۔ اسکو امام محمد نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے مگر اس میں انقطاع ہے جو ہمارے لئے مضر نہیں۔

فائدہ: حضرت عمرو بن العاص کا درندوں کے حوض پر اترنے سے سوال کرنا بتلاتا ہے کہ درندوں کے منہ ڈالنے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے ورنہ ان کا سوال بے فائدہ ہوگا اور حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ ہم کو خبر نہ کرنا اس کا مطلب یہ نہیں کہ درندوں کا پس خوردہ پاک ہے ورنہ اس کو خبر کرنے سے منع کیوں کرتے، اس لئے کہ اس صورت میں خبر کرنا مضر ہی نہ ہوتا وہ تو خبر کے بعد بھی پاک ہی رہتا بلکہ مطلب یہ تھا کہ جب ہم کو علم نہیں تو ہمارے لئے یہ پانی پاک ہے اور تفتیش کرنا ہمارے ذمہ واجب نہیں۔

۲٦۷– ابو حنیفہ حماد سے وہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ خچر اور گدھے کے پس خوردہ میں بھلائی نہیں اور کوئی خچر اور گدھے کے پس خوردہ سے وضو نہ کرے، ہاں عربی گھوڑے یا عجمی گھوڑے اور بکری اور اونٹ کے پس خوردہ سے وضو کرے۔ اسکو امام محمد نے آثار میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے باب کا جزو اول ثابت ہوگیا کہ گدھے اور خچر کے پس خوردہ سے وضو کرنا مکروہ ہے کیونکہ ابراہیم نخعی بھی جو تابعی جلیل القدر ہیں گدھے اور خچر کے پس خوردہ سے وضو کرنے کو منع کرتے ہیں۔

۲٦۸– نافع ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ گدھے اور کتے اور بلی کے پس خوردہ سے وضو کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اسکو عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے (کنز العمال)۔

قلت: لم أقف على سنده مفصلا، وإنما ذكرته إعتضادا.

٢٦٩– عن: أَبِى ثَعْلَبَةَ ﷺ قَالَ: حَرَّمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الاَهْلِيَّةِ. رواه البخاري (٢: ٨٣٠).

٢٧٠– عن: اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ جَاءَهُ جَاءٍ، فَقَالَ: اُ كِلَتِ الْحُمُرُ فَاَمَرَ مُنَادِياً فَنَادٰى فِى النَّاسِ اِنَّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ يَنْهيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الاَهْلِيَّةِ، فَاِنَّها رِجْسٌ. فَاُ كْفِئَتِ الْقُدُوْرُ وَاِنَّها لَتَفُوْرُ بِاللَّحْمِ. أخرجه البخاري أيضا.

٢٧١– عن: سَلْمَةَ بْنِ الاَكْوَعِ ﷺ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ، فَذَكَرَ حَدِيْثاً طَوِيْلاً، وَفِيْهِ: فَلَمَّا اَمْسَى النَّاسُ مَسَاءَ الْيَوْمِ الَّذِىْ فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ اَوْقَدُوْا نِيْرَاناً كَثِيْرَةً فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ: "عَلٰى اَىِّ شَىْءٍ تُوْقِدُوْنَ؟" قَالُوْا: عَلٰى لَحْمٍ قَالَ: عَلٰى اَىِّ لَحْمٍ؟ قَالُوْا: لَحْمُ الْحُمُرِ الاِنْسِيَّةِ فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ: اَهْرِيْقُوْهَا وَاكْسِرُوْهَا، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اَوْ نُهَرِيْقُهَا وَنَغْسِلُهَا؟ قَالَ: اَوْ ذَاكَ. رواه البخاري.

فائدہ: اس سے مقصود باب صراحۃً ثابت ہے کہ گدھے اور درندے کا پس خوردہ مکروہ ہے اس سے وضو نہ کیا جائے لیکن یہ کراہت بلی کے پس خوردہ میں تنزیہی ہے۔ جس کی دلیل دوسری روایات ہیں جو اوپر مذکور ہیں۔

۲۶۹- ابو ثعلبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام کیا ہے۔ اسکو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

۲۷۰- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آنے والا آیا اور کہا کہ گدھے کھا لئے گئے تو حضور ﷺ نے ایک منادی کو حکم دیا جس نے لوگوں میں اعلان کیا کہ اللہ اور رسول تم کو پالتو گدھوں کے کھانے سے منع فرماتے ہیں کیونکہ وہ ناپاک ہیں۔ پس ہانڈیاں پلٹ دی گئیں، جن میں (گدھوں کا) گوشت ابل رہا تھا۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۲۷۱- حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے رایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی لڑائی میں نکلے پھر لمبا قصہ بیان کیا جس میں یہ بھی تھا کہ جب اس دن کی شام ہوئی جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی تھی تو لوگوں نے بہت سی آگ جلائی، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ لوگ کیا پکا رہے ہیں؟ عرض کیا گیا گوشت، فرمایا کون سا گوشت؟ عرض کیا گیا کہ گدھوں کا گوشت اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو پھینک دو اور برتنوں کو توڑ دو ایک شخص نے عرض کیا "یا رسول اللہ! یا اسکو پھینک کر برتنوں کو دھولیں" فرمایا "یا ایسا کرلو"۔ اسکو بھی

٢٧٢– عن : مُعَاذٍ ﷺ قَالَ : كُنتُ رِدفَ النَّبِيِّ ﷺ عَلى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ عُفَيرٌ . الحديث رواه البخاري .

٢٧٣– عن : أُسَامَةَ بنِ زَيدٍ ﷺ اَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَكِبَ عَلى حِمَارٍ عَلى اِكَافٍ عَلَيهِ قَطِيفَةٌ ، وَارْدَفَ أُسَامَةَ وَرَائَهُ . رواه البخاري .

٢٧٤– عن : البَرَاءِ ﷺ فِي قِصَّةِ حُنَينٍ : " وَالنَّبِيُّ ﷺ عَلى بَغلَةٍ بَيضَاءَ ، وَاَبُو سُفيَانَ بنُ الحَارِثِ آخِذٌ بِلِجَامِهَا ، والنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ : " اَنَاالنَّبِيُّ لاَ كَذِب – اَنَا ابنُ عَبدِ المُطَّلِب ". رواه البخاري .

٢٧٥– عَنْ : اَنَسٍ ﷺ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَوْمَ خَيبَرَ عَلى حِمَارٍ مَختُومٍ بِحَبلٍ مِن لِيفٍ. اخرجه عبد بن حميد ، وفي سنده مقال ، كذا في فتح الباري (٦).

بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان تینوں حدیثوں سے گدھے کے گوشت کی حرمت اور نجاست صراحۃً ثابت ہے اور خچر بھی اسکے حکم میں ہے کیونکہ وہ گدھے ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور لعاب خون سے پیدا ہوتا ہے تو ان احادیث سے گدھے اور خچر کے لعاب کی نجاست پر دلالت ہوتی ہے پس چاہئے کہ ان دونوں کا پس خوردہ ناپاک ہو۔

٢٧٢-حضرت معاذؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک گدھے پر جس کا نام عفیر تھا رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

٢٧٣-حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک گدھے پر سوار ہوئے جسکے پالان پر ایک دھاری دار چادر تھی اور اسامہ کو حضور ﷺ نے اپنے پیچھے بٹھایا۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

٢٧٤-حضرت براءؓ سے حنین کے قصہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفید خچری پر سوار تھے اور ابوسفیان ابن حارث اسکی لگام تھامے ہوئے تھے اور حضور ﷺ یوں فرمارہے تھے "میں نبی ہوں! یہ جھوٹی بات نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں"۔ اسکو بھی امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

٢٧٥-حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خیبر کے دن ایک گدھے پر سوار تھے جس کی مہار کھجور کی چھال کی تھی۔ اسکو عبد بن حمید نے روایت کیا ہے اور اسکی سند میں کچھ کلام ہے (فتح الباری اور ہم نے اسکو محض تائید کے درجہ میں ذکر کیا ہے)۔

باب الدليل على جواز الوضوء بنبيذ التمر

٢٧٦– عن : أبي سعيد مولى بني هاشم عن حماد بن سلمة عن على بن زيد (ابن جدعان) عن أبي رافع عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ لَيْلَةَ الْجِنِّ : اَمَعَكَ مَاءٌ ؟ قَالَ : لَا ! قَالَ اَمَعَكَ نَبِيْذٌ ؟ قَالَ : اُحْسِبُهُ قَالَ : نَعَمْ ! فَتَوَضَّاَ بِهِ .أخرجه أحمد والدار قطني (زيلعي) قلت : أبو سعيد من رجال البخاري ثقة وثقه أحمد واين معين والطبراني والبغوي والدار قطني وابن شاهين كذا في التهذيب (٢٠٩:٦) وحماد بن سلمة من رجال الجماعة ثقة .

٢٧٧– حدثنا : العباس بن الوليد الدمشقي ثنا مروان بن محمد ثنا ابن لهيعة ثنا قيس بن الحجاج عن حنش الصنعاني عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ ﷺ : انَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ

فائدہ:ان احادیث سے رسول اللہ ﷺ کا گدھے اور خچر پر سوار ہونا ثابت ہے اور یہ بھی کہ ایک صحابیؓ خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور حضور ﷺ کا اور صحابہ کا گدھے اور خچر پر سوار ہونا مشہور ہے اور نص میں اسکو موقع امتنان میں ذکر کیا گیا ہے اور اسکے جواز پر اجماع ہے اور ظاہر ہے کہ سواری کی حالت میں گدھے اور خچر کے پسینہ اور لعاب سے سوار کے کپڑوں اور بدن کا بچنا دشوار ہے خصوصا لگام پکڑنے کی صورت میں تو لعاب سے احتراز نہایت مشکل ہے اور کسی حدیث میں جسم یا لباس کو انکے پسینہ یا لعاب سے پاک کرنے کا حکم وارد نہیں ہوا، اس سے گدھے اور خچر کے لعاب اور پسینہ کی طہارت ثابت ہوتی ہے اور پہلی احادیث سے نجاست ثابت ہوئی تھی اس لئے ان کے پس خوردہ سے وضو صحیح ہونے میں شک ہوگیا گو فتوی اس پر ہے کہ انکا لعاب اور پسینہ پاک ہے اور جس پانی میں یہ منہ ڈال دیں وہ پانی بھی پاک ہے لیکن مطہر ہونا مشکوک ہے۔ پس اس سے وضو نہ کرنا چاہئے اور جس کو بجز گدھے اور خچر کے پس خوردہ کے اور پانی نہ ملے وہ اس سے وضو بھی کرے اور وضو کے بعد تیمم بھی کرے۔

باب اس امر کی دلیل میں کہ نبیذ تمر سے (یعنی جس پانی میں چھوہارے توڑ کر ڈالے گئے ہوں کہ پانی میٹھا ہو جائے اس سے) وضو کرنا جائز ہے

٢٧٦- ابو رافع ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ الجن میں ان سے فرمایا کہ تمہارے پاس پانی ہے؟ کہا نہیں، فرمایا کیا تمہارے پاس نبیذ ہے؟ راوی کا گمان یہ ہے کہ انہوں نے کہا ’’ہاں ہے‘‘ تو آپؐ نے اس سے وضو کیا۔ اسکو احمد اور دار قطنی نے روایت کیا ہے۔ (زیلعی)۔

٢٧٧- حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن مسعود سے لیلۃ الجن میں فرمایا کہ تمہارے پاس

لِا بْنِ مَسْعُوْدٍ لَيْلَةَ الْجِنِّ : مَعَكَ مَاءٌ ؟ قَالَ : لَا ! اِلَّا نَبِيْذٌ فِيْ سَطِيْحَةٍ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : تَمَرَةٌ طَيِّبَةٌ وَّمَاءٌ طَهُوْرٌ ، صُبَّ عَلَيَّ قَالَ : فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَتَوَضَّأَ . أخرجه ابن ماجة (۱:۳۲) ورجاله كلهم ثقات إلا لهيعة ، فقد اختلف فيه وبه أعله الدار قطنى (۱:۲۸) فى سننه ، ولكن ذكرنا غير مرة أنه حسن الحديث ، قد احتج به غير واحد وحسن له الهيثمي فى المجمع (۱:۵) وقال : "قد حسن له الترمذى " اه وقال البخارى فى التاريخ الصغير له (۱:۲۰) : " عن يحيى بن سعيد أنه كان لا يرى به بأسا " فالحديث حسن .

۲۷۸– عن : معاوية بن سلام عن أخيه زيد عن جده أبى سلام عن ابن غيلان الثقفى أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ " دَعَانِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَيْلَةَ الْجِنِّ بِوَضُوْءٍ فَجِئْتُهُ بِإِدَاوَةٍ فَإِذَا فِيْهَا نَبِيْذٌ فَتَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ " . أخرجه الدارقطنى ، وقال ابن غيلان : هذا مجهول (زيلعى ۱:۷۴) وسيأتى الجواب عنه فى الحاشية ، فالحديث عندى حسن.

۲۷۹– ثنا : محمد بن عيسى بن حبان ثنا الحسن بن قتيبة نا يونس بن أبى إسحاق عن عبيد وأبى الأحوص عن ابن مسعود ﷺ قال : " مَرَّبِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ، فَقَالَ : خُذْ مَعَكَ إِدَاوَةً مِنْ مَاءٍ ، ثُمَّ انْطَلَقَ وَأَنَا مَعَهُ ، فَذَكَرَ حَدِيْثَهُ لَيْلَةَ الْجِنِّ ، فَلَمَّا أَفْرَغْتُ عَلَيْهِ

پانی ہے؟ کہا نہیں، البتہ ایک مشکیزہ میں نبیذ ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چھوارہ پاکیزہ ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے میرے اوپر ڈالو ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے نبیذ کو ڈالنا شروع کیا اور آپ نے اس سے وضو کیا۔ اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں مگر ابن لہیعہ مختلف فیہ ہیں جنکی بہت سوں نے توثیق کی ہے اور مسلم نے اپنی صحیح میں دو جگہ ان سے استشہاد کیا ہے اور ترمذی اور ہیثمی نے انکی حدیث کی تحسین کی ہے پس حدیث حسن ہے۔

۲۷۸-ابن غیلان ثقفی سے روایت ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ الجن میں وضو کا پانی مانگا تو میں ایک برتن لے کر حاضر ہوا تو ناگاہ اس میں نبیذ تھی حضور ﷺ نے اسی سے وضو کرلیا۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث حسن ہے۔

۲۷۹-عبیدہ اور ابوالاحوص ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گذرے اور فرمایا اپنے ساتھ پانی کا برتن لے لو پھر آپ چلے اور میں آپ کے ساتھ ہولیا پھر لیلۃ الجن کا قصہ بیان کیا (اور کہا) جب میں نے برتن سے آپ پر

مِنَ الإدَاوَةِ ، فَإذا هُوَ نَبِيذٌ فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اَخْطَأتُ بِالنَّبِيْذِ ، فَقَالَ : تَمَرَةٌ حُلْوَةٌ وَمَاءٌ عَذْبٌ". أخرجه الدارقطني (۱:۲۹) وقال " تفرد به الحسن بن قتيبة عن يونس عن أبي إسحق ، والحسن بن قتيبة ومحمد ابن عيسى ضعيفان " اه قلت : أما الحسن فقال فيه ابن عدى : أرجو أنه لا بأس به كما في اللسان (۲:۲٤٦) وأما محمد بن عيسى ، وهو المدائني فوثقه البرقاني ، وذكره ابن حبان في " الثقات " ، وقال اللالكائي مرة : صالح ليس يدفع عن السماع اه كذا في اللسان (٥:۲۳۳) فإن لم يكن الحديث حسنا فلا أقل من أن يستشهد به .

۲۸۰ – حدثنا : أبو بكر الشافعي نا محمد بن شاذان نا معلى (ابن منصور) نا أبو معاوية عن حجاج عن أبي إسحاق عن الحارث عن علي ﷺ قَالَ : كَانَ لَا يَرٰى بَأساً بِالْوُضُوْءِ مِنَ النَّبِيْذِ . أخرجه الدار قطني (۱:۲۹) ورجاله كلهم ثقات ، إلا أنه قال :

پانی ڈالا تو ناگاہ وہ نبیذ تھی میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں غلطی سے نبیذ لے آیا۔ آپ نے فرمایا (کچھ حرج نہیں) چھوارہ بھی میٹھا ہے اور پانی بھی شیریں ہے۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور۔

فائدہ: ان سب احادیث سے نبیذ کے ساتھ حضور ﷺ کا وضو کرنا ثابت ہے اس سے امام صاحب کے پہلے قول کی تائید ظاہر ہے گو اب فتوی اس پر نہیں کیونکہ امام صاحب نے اس سے رجوع فرمالیا ہے اور اب ان کے نزدیک بھی نبیذ سے وضو درست نہیں بلکہ اگر پانی نہ ملے تو نبیذ کے ہوتے ہوئے بھی تیمم کا حکم ہے لیکن ہم کو یہ دکھانا ہے کہ امام صاحب کا پہلا قول بھی بے دلیل نہ تھا اور امام صاحب کے اپنے پہلے قول سے رجوع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس بات میں تردد پیدا ہوگیا کہ نبیذ سے وضو کا واقعہ سورۃ مائدہ کے نزول سے قبل مکہ کا ہے یا مائدہ کے نزول کے بعد مدینہ کا ہے؟ اور لیلۃ الجن کا کئی دفعہ ہونا اور اس واقعہ کا مدینہ میں ہونا اور ابن مسعودؓ کا اس میں شریک ہونا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وضو بالنبیذ کا واقعہ مدینہ کا ہی ہو، اور کسی اثر میں بھی اسکی تصریح نہیں۔ اسی طرح نبیذ کی کیفیت میں بھی تردد واقع ہوگیا کہ پانی غالب تھا یا کہ مٹھاس یا دونوں مساوی تھے، اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ نبیذ سے وضو کرنا خلاف قیاس ہے اور خلاف قیاس چیز اپنے مورد تک محصور ہوتی ہے اور یہاں مورد ہی متردد فیہ ہے (واضح نہیں) لہذا اس سے کتاب اللہ کا نسخ جائز نہیں اور نبیذ سے وضو کرنا درست نہیں۔

۲۸۰– حارث حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبیذ سے وضو کرنے میں کچھ حرج نہ سمجھتے تھے۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اسکے سب راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث حسن ہے۔

"حجاج بن أرطاة لا يحتج بحديثه " اه قلت : روى له مسلم فى صحيحه ، مقرونا وقال أحمد : كان من الحفاظ ، وقال شعبة : اكتبوا عنه وعن ابن إسحاق ، فإنهما حافظان (الترغيب ص– ٥٢٩) وصرح فى تدريب الراوى بأنه حسن الحديث (ص٥٢) والحارث وثقه ابن معين ، وذكره ابن شاهين فى الثقات ، ونقل توثيقه عن أحمد بن صالح البصرى كما فى التهذيب (١٤٢:٢) فالحديث حسن ، لا سيما وقد تابعه مزيدة بن جابر عن علي عند الدارقطني أيضا ، ومزيدة وثقه ابن حبان وقال أحمد : معروف كذا فى " التهذيب " (١٠١:١٠) .

٢٨١– ثنا محمد بن مخلد العطار نا عبد الله بن أحمد بن حنبل نا أبى نا الوليد ابن مسلم نا الأوزاعى عن يحيى بن أبى كثير عن عكرمة ﷺ قال : اَلنَّبِيْذُ وَضُوْءٌ إِذَا لَمْ يَجِدْ غَيْرَهُ . قَالَ الْاَوْزَاعِيُّ : اِنْ كَانَ مُسْكِراً فَلاَ يَتَوَضَّأُ بِهِ اه . أخرجه الدارقطنى (٢٨:١) ورجاله كلهم ثقات من رجال مسلم ، إلا شيخ الدارقطنى وعبدالله ، وكلاهما ثقتان .

٢٨٢– ثنا أبو بكر الشافعى نا محمد بن شاذان نا معلى بن منصور نا مروان بن معاوية نا أبو خلدة قَالَ : قُلْتُ لِاَبِي الْعَالِيَةِ : رَجُلٌ لَيْسَ عِنْدَهُ مَاءٌ ، عِنْدَهُ نَبِيْذٌ ، اَ يَغْتَسِلُ بِهِ فِيْ جَنَابَةٍ ؟ قَالَ : لَا ! فَذَكَرْتُ لَهُ لَيْلَةَ الْجِنِّ ، فَقَالَ : اَ نْبِذَتُكُمْ هٰذِهِ الْخَبِيْثَةُ ؟ اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ زَبِيْبٌ وَمَاءٌ . أخرجه الدارقطنى ورجاله كلهم ثقات ، وقال الحافظ فى " الفتح " وروى أبو عبيد عن الحسن أنه قال : لا بأس به (أى بالوضوء بالنبيذ)

٢٨١–یحییٰ بن ابی کثیر عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نبیذ وضو کرنے کے قابل ہے جبکہ اسکے سوا اور کچھ نہ ملے اوزاعی نے کہا کہ اگر وہ نشہ کرنے والا ہو تو اس سے وضو نہ کیا جائے ۔ اسکو بھی دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اسکے سب راوی ثقہ ہیں۔

٢٨٢–ابوخلدہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا کہا کہ ایک شخص کے پاس پانی نہیں اور نبیذ ہے تو کیا اس سے غسل جنابت کرے؟ فرمایا نہیں میں نے انکو لیلۃ الجن کا واقعہ یاد دلایا تو کہا " تمہاری نبیذیں تو خبیث ہیں اور وہاں تو صرف کشمش اور پانی تھا۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اسکے سب راوی ثقہ ہیں۔ اور حافظ نے فتح الباری میں کہا ہے کہ ابوعبید نے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اس میں (یعنی نبیذ سے وضو کرنے میں) کچھ حرج نہیں۔ اور اسکی سند

وهو حسن أو صحيح على قاعدته .

ابواب التيمم

باب ان التيمم يجوز بسائر اجزاء الأرض ولا يشترط له التراب المنبت

٢٨٣ – عَنْ : جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ : "جُعِلَتْ لِيَ الأَرْضُ مَسْجِداً وَطَهُوْراً" الحديث . رواه البخاري .

٢٨٤ – عَنْ : أَنَسٍ ﷺ مَرْفُوْعاً : " جُعِلَتْ لِيْ كُلُّ أَرْضٍ طَيِّبَةٍ مَسْجِداً وَطَهُوْراً " . رواه ابن المنذر وابن الجارود بإسناد صحيح (فتح الباري ١:٣٧١).

باب كيفية التيمم

٢٨٥ – عَنْ : جَابِرٍ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِلذِّرَاعَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ .رواه الحاكم وقال الحاكم : صحيح الإسناد ولم يخرجاه ، وقال الدارقطني :

حافظ کے قاعدہ پرحسن ہے یا صحیح۔

فائدہ:ان سب آثار سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ اپنے پہلے قول میں تنہانہیں تھے بلکہ بعض صحابہ اور اجلہ تابعین کا قول بھی ان کے موافق تھامگراب امام صاحب نے جمہور کی موافقت کر کے پہلے قول سے رجوع فرمالیا ہے۔

تیمّم کے ابواب

باب تیمّم کا تمام اجزاءزمین سے جائز ہونااور اسکے لئے قابل زراعت کا شرط نہ ہونا

۲۸۳-حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لئے تمام زمین مسجداور مطہر بنا دی گئی ہے،الحدیث۔اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۲۸۴-حضرت انسؓ سے مرفوعاروایت ہے کہ میرے لئے ہر پاک زمین مسجداور مطہر کردی گئی ہے۔اسکوابن المنذراور ابن الجارودنے باسنادصحیح روایت کیا ہے(فتح الباری)۔

فائدہ:ان احادیث میں لفظ ارض بولا گیا ہے جواپنے تمام اجزاءکوشامل ہے۔

باب تیمّم کا طریقہ

۲۸۵-حضرت جابرؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تیمم (دوضرب ہے) ایک ضرب چہرہ کیلئے اور ایک

رجاله كلهم ثقات انتهى ، وقال ابن الجوزي في التحقيق : وعثمان بن محمد متكلم فيه وتعقبه صاحب التنقيح تابعا للشيخ تقي الدين في الإمام ، وقال ما معناه : إن هذا الكلام لا يقبل منه ، لأنه لم يبين من تكلم فيه ، وقد روى عنه أبو داود وأبو بكر بن أبي عاصم وغيرهما ذكره ابن أبي حاتم في "كتابه" ، ولم يذكر فيه جرحا ، (زيلعي ١:٧٩).

٢٨٦ – عَنْ : اِبْنِ عُمَرَ ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ :" التَّيَمُّمُ ضَرْبَانِ ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِلْيَدَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ". رواه الدارقطني وصحح الأئمة وقفه (بلوغ المرام ص ٢٠).

باب جواز التيمم بمالا غبار عليه إذا كان من جنس الأرض

٢٨٧ – عن عمار ﷺ : في حديث طويل فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ اَنْ تَضْرِبَ بِيَدَيْكَ الاَرْضَ ، ثُمَّ تَنْفُخَ ، ثُمَّ تَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَكَ . الحديث ، رواه مسلم (١:٦١).

ضرب دونوں ہاتھوں کیلئے دونوں کہنیوں تک ۔اسکو حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح الاسناد کہا ہے اور دارقطنی نے اس کے تمام راویوں کو ثقہ کہا ہے (زیلعی)۔

۲۸۶ – حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیمم دو ضرب ہے ایک ضرب چہرہ کیلئے اور ایک ضرب دونوں ہاتھوں کیلئے دونوں کہنیوں تک ۔اس کو دارقطنی نے روایت کیا اور حدیث کے آئمہ نے اسکے موقوف ہونے کی تصحیح کی ہے جیسا کہ بلوغ المرام میں ہے۔

فائدہ: یعنی ائمہ حدیث نے کہا ہے کہ یہ قول خود حضرت ابن عمرؓ کا ہے صحیح یہی ہے اور یہ حضور ﷺ کا فرمودہ نہیں ہے لیکن ہمارے نزدیک صحابہؓ کے اقوال بھی حجت ہیں خصوصاً جبکہ حدیث سابق مرفوع سے بھی اسکی تائید ہوتی ہو، باقی جن روایتوں میں ایک ضرب کا ذکر ہے تو وہاں مراد ضرب کا طریقہ سکھانا ہے نہ کہ اسکی مکمل کیفیت بتانا مقصود ہے جس سے تیمم حاصل ہوتا ہے۔

باب تیمم کا جائز ہونا اس جنس زمین پر جس پر کہ غبار نہ ہو اور ہاتھ جھاڑنا جس سے مٹی جھڑ جائے اور تیمم کرنا جب تک کہ عذر باقی رہے اگر چہ مدت دراز ہو جائے

۲۸۷ – حضرت عمارؓ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے پس فرمایا نبی ﷺ نے کہ تم کو صرف یہ کافی تھا کہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مار کر پھونک مارتے (جس سے مٹی اڑ جاتی) پھر ان کو اپنے چہرے پر مل لیتے۔اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

٢٨٨– عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ :" اَلصَّعِیْدُ وَضُوْءُ الْمُؤْمِنِ الْمُسْلِمِ ، وَاِنْ لَمْ یَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِیْنَ ، فَاِذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْیَتَّقِ اللهَ وَلْیُمِسَّهُ بَشَرَتَهُ " . رواه البزار وصححه ابن القطان ، ولكن صوب الدارقطنی إرساله (بلوغ المرام ١:٢٠) . قلت قد عرفت أن الإختلاف غیر مضر ، فالحدیث مرفوع صحیح .

٢٨٩– عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : " اِنَّ الصَّعِیْدَ الطَّیِّبَ طَهُوْرُ الْمُسْلِمِ ، وَاِنْ لَمْ یَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِیْنَ ، فَاِذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْیُمِسَّهُ بَشَرَتَهُ فَاِنَّ ذٰلِكَ خَیْرٌ " . رواه الترمذی وقال : حسن (١:١٧) ، وفی "بلوغ المرام " (ص ٢١) : "صححه الترمذی والحاکم ".

٢٩٠– عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " اَلصَّعِیْدُ الطَّیِّبُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ " (وفی روایة لأبی داود والترمذی : طَهُوْرُ الْمُسْلِمِ) وَلَوْ اِلٰی عَشْرِ سِنِیْنَ ، مَا لَمْ یَجِدِ الْمَاءَ " الحدیث . أخرجه أبو داود (وابن حبان فی " صحیحه " والحاکم

__فائدہ__: پھونک مارنے سے باب کے جزو ثانی پر اور ہاتھ جھاڑنے سے غبار کے شرط نہ ہونے پر دلالت ظاہر ہے اور جنس زمین کی قید قرآن مجید کے کلمہ "صعیدا" سے اور حدیث "جعلت لی الارض مسجدا" سے جو قریب ہی گذری ہے ثابت ہوتی ہے۔

٢٨٨–حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (پاک) مٹی مؤمن کا وضو ہے اگرچہ وہ دس برس تک پانی نہ پائے پھر جب پانی مل جائے تو خدا سے ڈرے اور اپنی جلد پر اسے پہنچائے۔ اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور ابن القطان نے اسکی تصحیح کی ہے اور دار قطنی نے اسکے مرسل ہونے کو درست کہا ہے (بلوغ المرام) لیکن اپنے موقع پر ثابت ہو چکا ہے کہ یہ اختلاف مضر نہیں پس حدیث مسند صحیح ہے نہ کہ مرسل صحیح۔

٢٨٩–حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پاک مٹی مسلمان کی مطہر ہے اگرچہ دس سال تک پانی نہ پائے پھر جب پانی پائے تو اسکو اپنی جلد پر ڈال لے کہ یہ اس کیلئے (امر) خیر ہے (اس لئے کہ پانی کا استعمال اس وقت واجب ہے اور واجب پر عمل کا خیر ہونا اور اسکے خلاف کا شر ہونا ظاہر ہے)۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن کہا ہے اور بلوغ المرام میں ہے کہ ترمذی اور حاکم نے اسکی تصحیح کی ہے۔

٢٩٠–حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پاک مٹی مسلمان کے وضو کا آلہ ہے (اور ایک روایت

في المستدرك وصححه الترمذي وقال : حديث حسن صحيح ، كذا في " نصب الراية" للزيلعي (١:٧٧) ، وصححه الدارقطني أيضا (فتح الباري ١:٣٧٨) ، ولفظ عبد الرزاق وسعيد بن منصور : " إِنَّ الصَّعِيدَ الطَّيِّبَ كَافٍ مَا لَمْ تَجِدِ الْمَاءَ "كذا في " كنز العمال " (٥:١٣٤).

٢٩١– عن : ابن عباس ﷺ أَنَّهُ (قال) يُصَلِّيْ بِتَيَمُّمٍ وَاحِدٍ مَا شَاءَ . ذكره ابن حزم (الجوهر النقي ١:٥٦) ، ورواه ابن المنذر عنه (فتح الباري ١:٣٧٨) ، وكلام الحافظ يدل على صحته ، وأخرجه البخاري تعليقا " أَمَّ اِبْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَيَمِّمٌ " ، ووصله ابن أبي شيبة والبيهقي وغير هما ، وإسناده صحيح ، كذا في الفتح .

٢٩٢– عَنْ : عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ﷺ قَالَ : اِحْتَلَمْتُ فِيْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فِيْ غَزْوَةِ

مٹی ہے کہ مسلمان کو پاک کرنے والی ہے) اگر چہ دس سال تک (تیمم کرتا رہے) جب تک پانی نہ پائے۔ اسکو ابوداود نے سنن میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور اسکو صحیح کہا ہے اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے (زیلعی) اور دارقطنی نے بھی صحیح کہا ہے (فتح الباری) اور عبدالرزاق اور سعید بن منصور کے الفاظ یہ ہیں کہ پاک مٹی کافی ہے جب تک تو پانی نہ پائے (کنز العمال)۔

فائدہ: اس حدیث سے تیمم کا طہارت کاملہ ہونا ثابت ہوا کیونکہ اس میں حضور ﷺ نے مٹی کو وضو مسلم اور طہور مسلم فرمایا ہے اور آپ کے اس قول سے کہ جب تک پانی نہ پائے یہ ثابت ہوا کہ تیمم وقت کے اندر اور وقت کے بعد ہر حالت میں نماز کیلئے کافی ہے کیونکہ یہ لفظ عام ہے۔

٢٩١–ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک تیمم سے جتنی چاہے نمازیں پڑھ لے۔ اسکو ابن حزم نے ذکر کیا ہے (جوہر نقی) اور ابن منذر نے بھی اسکو ابن عباس سے روایت کیا ہے (فتح الباری) اور حافظ کا کلام اسکی صحت پر دلالت کرتا ہے اور بخاری نے تعلیقا روایت کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے تیمم کی حالت میں امامت کی۔ اسکو ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے موصول کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اسکی دلالت باب کے جملہ اجزاء پر ظاہر ہے کہ ایک تیمم سے جتنی چاہے نمازیں پڑھ سکتا ہے اور یہ کہ تیمم والا وضو والوں کی امامت بھی کرسکتا ہے اور اسی سے تیمم کا طہارت کاملہ ہونا بھی معلوم ہوگیا۔

٢٩٢–حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے غزوۂ ذات سلاسل میں سردی کی رات میں احتلام

ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَتَيَمَّمْتُ وَ صَلَّيْتُ بِأَصْحَابِي الصُّبْحَ ، فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِيْ مَنَعَنِي مِنَ الِاغْتِسَالِ وَقُلْتُ : إِنِّي سَمِعْتُ اللهَ يَقُوْلُ : ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْماً﴾ ، فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئاً . أخرجه أبو داود والحاكم وإسناده قوى (فتح البارى ۱:۳۸۵) مختصرا ، وصححه الحاكم على شرطهما وأقره عليه الذهبى (۱:۱۷۷).

باب التيمم مع القدرة على الماء لصلاة الجنازة ونحوها مما ليس له بدل إذا خاف فوتها لو اشتغل بالوضوء

۲۹۳– حدثنا عمر بن أيوب الموصلى عن المغيرة بن زياد عن عطاء عن ابن عباس ﷺ قال : إِذَا خِفْتَ أَنْ تَفُوْتَكَ الْجَنَازَةُ وَ أَنْتَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ ، فَتَيَمَّمْ وَصَلِّ. رواه

ہوگیا تو میں نے تیمم کیا اور اپنے ساتھیوں کو صبح نماز پڑھا دی انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسکا تذکرہ کیا تو میں نے غسل نہ کرنے کی وجہ اور اپنا عذر بیان کر دیا اور میں نے کہا کہ میں نے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے " ولا تقتلوا انفسكم ان الله كان بكم رحيما " (ترجمہ: اور اپنے آپکو قتل نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہیں) (اسلئے میں نے اپنے آپ کو ہلاکت سے بچایا) تو رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے اور کچھ نہیں فرمایا۔ اسکو ابوداود اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اسکی سند قوی ہے (فتح الباری) اور حاکم نے شرط شیخین پر اسکی تصحیح کی ہے اور ذہبی نے تائید کی۔

فائدہ: اس سے باب کے جزو اخیر پر دلالت ظاہر ہے اور جزو اول پر بھی دلالت ہے کیونکہ اگر تیمم طہارت کاملہ نہ ہوتا تو وضو کرنے والوں کی امامت تیمم کرنے والے کو جائز نہ ہوتی اور اس باب کی حدیث اول وسوم وچہارم سے بیہقی کے اس قول کا جواب بھی ہوگیا کہ اس باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم نے محدثین ہی کے اقوال سے ان احادیث کی صحت ظاہر کر دی ہے، نیز بیہقی میں ابن عمرؓ کا یہ قول کہ ہر نماز کیلئے تیمم کیا جائے خواہ وضو ٹوٹے یا نہ ٹوٹے تو اسکا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا صحیح مرفوع احادیث کی روشنی میں یہ استحباب پر محمول ہے۔

باب باوجود پانی پر قدرت ہونے کے جنازہ کی نماز کیلئے اور اسکی مثل ان اعمال کیلئے جنکا کوئی بدل نہیں ایسے وقت میں تیمم کرنا کہ اگر وضو میں مشغول ہو تو ان کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے

۲۹۳– حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب تم کو اندیشہ ہو کہ تم کو جنازے کی نماز نہ ملے گی اور تم وضو سے نہ ہو تو تیمم کرلو اور نماز پڑھ لو۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے (زیلعی) اور اسکے رجال صحیح مسلم کے رجال ہیں

ابن أبی شیبة (زیلعی ١:٨١) ورجاله رجال مسلم إلا المغیرة وهو محتج به .

٢٩٤– عَنْ : نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ أَنَّهُ أُتِیَ بِجَنَازَةٍ وَهُوَ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ فَتَیَمَّمَ ثُمَّ صَلّٰی عَلَیْهَا . رواه البیهقی فی المعرفة ، كذا فی الجوهر النقی .

باب من تیمم فی أول الوقت و صلی ثم وجد الماء فی الوقت فلا یعید الصلاة

٢٩٥– عَنْ : عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ ﷺ قَالَ : خَرَجَ رَجُلَانِ فِیْ سَفَرٍ ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَیْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ فَتَیَمَّمَا صَعِیْداً طَیِّباً فَصَلَّیَا ، ثُمَّ وَجَدَا الْمَاءَ فِی الْوَقْتِ، فَأَعَادَ أَحَدُهُمَا الْوُضُوْءَ وَ الصَّلَاةَ وَلَمْ یُعِدِ الآخَرُ ، ثُمَّ أَتَیَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَذَكَرَا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ لِلَّذِیْ لَمْ یُعِدْ : أَصَبْتَ السُّنَّةَ وَأَجْزَأَتْكَ صَلَاتُكَ ، وَقَالَ لِلَّذِیْ تَوَضَّأَ وَأَعَادَ : لَكَ الأَجْرُ مَرَّتَیْنِ . رواه أبو داود وقال : وغیر ابن نافع یرویه عن اللیث عن عمیرة بن

بجز مغیرہ کے اور وہ بھی حجت ہیں۔

٢٩٤– نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے سامنے ایک جنازہ لایا گیا اور وہ وضو سے نہ تھے پس انہوں نے تیمم کرلیا پھر اس پر نماز پڑھ لی۔ اسکو بیہقی نے (کتاب) معرفۃ میں روایت کیا ہے (جوہر نقی)۔

فائدہ: ان دونوں اثروں سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ فوت ہونے کا خوف ہو وضو میں مشغول ہونے سے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور دوسرے اثر میں گو یہ ذکر نہیں ہے کہ اس وقت نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ تھا مگر چونکہ یہ قید پہلے اثر میں منقول ہے اس لئے یہاں بھی لازم ہوگی تا کہ آثار متعارض نہ ہوں اور بقیہ اعمال (مثلاً نماز عید) نماز جنازہ پر قیاس کئے جائیں گے بوجہ جہت جامعہ کے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح نماز جنازہ کا بدل نہیں اسی طرح ان کا بھی بدل نہیں ہے۔

باب اس شخص کے بیان میں کہ جس نے اول وقت میں تیمم کیا اور نماز پڑھ لی پھر (اسی نماز کے) وقت میں پانی پالیا تو وہ نماز کو نہ لوٹائے

٢٩٥– حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ دو شخص ایک سفر میں گئے اور نماز کا وقت آ گیا اور دونوں کے پاس پانی نہیں تھا تو دونوں نے پاک مٹی سے تیمم کرلیا اور نماز پڑھ لی پھر وقت کے اندر دونوں کو پانی مل گیا لیکن ایک نے تو وضو اور نماز کا اعادہ کرلیا اور دوسرے نے اعادہ نہیں کیا پھر دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے اسکا ذکر کیا آپؐ نے اس شخص سے جس نے اعادہ نہیں کیا تھا یہ فرمایا کہ تم نے سنت کی موافقت کی اور تمہاری نماز تم کو کافی ہوگئی اور جس نے وضو کر کے اعادہ کرلیا تھا اس سے یہ

أبی ناجية عن بكر بن سوادة عن عطاء بن يسار عن النبی ﷺ ، قال أبو داود : ذكر أبی سعيد فی هذا الحديث ليس بمحفوظ ، هو مرسل اه . وفی التلخيص الحبير : قلت : لكن هذه الرواية رواها ابن السكن فی صحيحه من طريق أبی الوليد الطيالسی عن الليث عن عمرو بن الحارث وعميرة بن أبی ناجية جميعا عن بكر موصولا . قال أبو داود : ورواه ابن لهيعة عن بكر فزاد بين عطاء وأبی سعيد أبا عبد الله مولی إسماعيل بن عبيد الله ، انتهی وابن لهيعة ضعيف فلايلتفت لزيادته ولا يعمل بها . رواية الثقة عمرو بن الحارث ومعه عميرة بن أبی ناجية ، وقد وثقه النسائی ويحيی وابن بكير وابن حبان وأثنی عليه أحمد بن صالح وابن يونس وأحمد بن أبی مريم اه.

باب التيمم مع القدرة علی الماء لرد جواب السلام ولكل ما لا تشترط له الطهارة

٢٩٦ – عَنْ : أَبِی الْجُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِیِّ ﷺ قَالَ : " أَقْبَلَ النَّبِیُّ ﷺ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ ، فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِیُّ ﷺ حَتّٰی أَقْبَلَ

فرمایا کہ تجھ کودوہرا ثواب ملا (ایک تیمم کر کے نماز پڑھنے کا اور دوسرا وضو کر کے نماز پڑھنے کا)۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: حدیث میں جو ارشاد فرمایا کہ تو نے سنت کی موافقت کی اس سے صاف معلوم ہوا کہ اعادہ سنت کے خلاف ہے اور خلاف سنت ایک درجہ میں مکروہ ہوتا ہے پس اعادہ درست نہ ہوگا ، باقی دوسرے کو یہ ارشاد فرمانا کہ تجھ کو دوہرا ثواب ملا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تک حکم مسکوت عنہ اور اجتہادی تھا اور خطائی الاجتہاد میں بھی اجر ملتا ہے اسلئے علاوہ اصل عمل کے اجر کے ایک اجر اس اعادہ کا ملا لیکن یہ ثواب اجتہادی غلطی کا نص وارد ہونے سے پہلے ملتا ہے نہ کہ نص کے بعد کیونکہ نص کے بعد تو اجتہاد کی حاجت ہی نہیں بلکہ ایسے وقت میں اجتہاد سے کام لینا نص کی مخالفت ہے۔ پس جبکہ حضور ﷺ نے عدم اعادہ کو سنت فرمادیا اور یہ نص ہے پس اسکی مخالفت جائز نہ ہوگی۔

باب اسلام کے جواب کیلئے اور ہر ایسی عبادت کیلئے جسکے لئے طہارت شرط نہیں ہے باوجود پانی پر قدرت ہونے کے تیمم کا (جائز) ہونا

٢٩٦ – حضرت ابوالجہیم سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بیر جمل (یہ ایک مقام کا نام ہے) کی طرف سے تشریف لا رہے تھے

عَلَى الْجِدَارِ ، فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَبِيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ ". رواه البخاری .

باب جواز التيمم فی اول الوقت لراجی الماء فی آخره

٢٩٧ – عَنْ : مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّهُ أَقْبَلَ هُوَ وَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ مِنَ الْجُرُفِ ، حَتّٰى إِذَا كَانَا بِالْمِرْبَدِ نَزَلَ عَبْدُ اللهِ فَتَيَمَّمَ صَعِيْداً طَيِّباً ، فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ، ثُمَّ صَلّٰى . أخرجه مالك فی الموطأ .

باب كفاية تيمم واحد لفرائض متعددة و عدم نقضه بخروج الوقت

٢٩٨ – عَنْ :أَبِيْ ذَرٍّ ﷺ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : " الصَّعِيْدُ الطَّيِّبُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ وَ إِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِيْنَ ". رواه النسائی و ابن حبان بسند حسن (العزيزی شرح الجامع الصغير ٢ : ٣٧٠).

آپ ﷺ سے ایک شخص ملا اور آپکو سلام کیا آپ نے جواب نہیں دیا یہاں تک کہ دیوار کی طرف متوجہ ہوئے اور منہ اور دونوں ہاتھوں کا مسح (یعنی تیمم) کیا پھر اسکے سلام کا جواب دیا۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: باقی طاعات جن کیلئے طہارت شرط نہیں ہے سلام کے جواب پر قیاس کی جائیں گی بوجہ جہت جامعہ کے اور وہ (جہت جامعہ) عدم اشتراط طہارت ہے۔

باب تیمم کا جائز ہونا اول وقت میں جس کو آخر وقت (مستحب) تک پانی ملنے کی امید ہو

٢٩٧ – امام مالکؒ سے روایت ہے وہ نافع سے روایت کرتے ہیں کہ وہ (یعنی نافع) اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ جرف سے (ایک مقام ہے) آرہے تھے یہاں تک کہ جب مربد میں (ایک مقام ہے) پہنچے تو حضرت عبداللہؓ اترے اور پاک مٹی سے تیمم کیا اور منہ کا اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کا مسح کیا پھر نماز پڑھ لی (مؤطا مالک)۔

فائدہ: اور بخاری میں یہ بھی ہے کہ جب مدینہ (منورہ) پہنچے تو آفتاب بلند تھا اور اعادہ نہیں کیا۔ اس سے دعویٰ جواز کا ثابت ہوگیا۔

باب ایک تیمم کا کئی فرضوں کیلئے کافی ہونا اور وقت نکل جانے سے اسکا نہ ٹوٹنا

٢٩٨ – حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے اگرچہ دس برس تک اسکو پانی نہ ملے۔ اسکو نسائی اور ابن حبان نے سند حسن سے روایت کیا ہے (عزیزی شرح جامع صغیر)۔

٢٩٩— عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: " الصَّعِيْدُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ وإنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِيْنِ ، فَإذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْيَتَّقِ اللهَ وَلْيُمِسَّهُ بَشَرَتَهُ ، فَإنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ " .رواه بسند صحيح (العزيزى شرح الجامع الصغير ٢:٣٧٠).

باب الرخصة فى الجماع لعادم الماء

٣٠٠— عَنْ :حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ : " قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ! إِنِّي أَغِيْبُ الشَّهْرَ عَنِ الْمَاءِ وَمَعِي أَهْلِيْ ، فَأُصِيْبُ مِنْهُمْ ؟ قَالَ نَعَمْ ! قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! إِنِّي أَغِيْبُ أَشْهُراً، قَالَ : وَإنْ غِبْتَ ثَلَاثَ سِنِيْنَ " . رواه الطبرانى فى الكبير وإسناده حسن كذا فى مجمع الزوائد.

باب التيمم لخوف البرد وللجرح

٣٠١— عَنْ : عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ﷺ قَالَ : إحْتَلَمْتُ فِيْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فِيْ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ ، فَأشْفَقْتُ أَنْ أَغْتَسِلَ فَأَهْلِكَ ، فَتَيَمَّمْتُ ، ثُمَّ صَلَّيْتُ بِأَصْحَابِيْ الصُّبْحَ

٢٩٩—حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (پاک) مٹی مسلمان کا وضو ہے اگر چہ دس سال تک وہ پانی نہ پائے پھر جب پانی مل جائے تو اللہ سے ڈرے اور اسکو اپنی جلد پر پہنچائے کہ یہ اس کے لئے (امر) خیر ہے۔اسکو (بزار نے)بسند صحیح روایت کیا ہے (عزیزی)۔

فائدہ: ان روایات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ تیمم بھی وضو کی طرح مطہر ہے، اسی طرح سورۃ مائدہ میں اللہ تعالی نے وضو، غسل اور تیمم کے ذکر کے بعد فرمایا کہ " ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج ولكن يريد ليطهركم وليتم نعمته عليكم لعلكم تشكرون "یعنی انہوں نے معرض احسان میں تینوں کو برابر کرذکر کیا کہ تطہیر میں تینوں برابر کا درجہ رکھتے ہیں۔

باب پانی نہ پانے والے کے لئے جماع کرنے کی اجازت ہونا

٣٠٠—حکیم بن معاویہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا" میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ! میں (ایک ایک) مہینہ پانی سے غائب رہتا ہوں اور میرے ساتھ میری بیویاں ہوتی ہیں پس میں ان سے مجامعت کرتا ہوں (اس میں کچھ حرج تو نہیں)" آپؐ نے فرمایاہاں (یعنی تمہارا یہ فعل جائز اور درست ہے) میں نے عرض کیا" میں کئی مہینے (پانی سے) غائب رہتا ہوں" آپ نے فرمایا" اگر چہ تم تین برس غائب رہو" (جب بھی اس فعل کی اجازت ہے کیونکہ بجائے پانی سے غسل کرنے کے مٹی سے تیمم کر کے طہارت حاصل ہوسکتی ہے)۔اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے (مجمع الزوائد)۔

فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : " يَا عَمْرُو ! صَلَّيْتَ بِأَصْحَابِكَ وَأَنْتَ جُنُبٌ ؟ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِيْ مَنَعَنِيْ مِنَ الاِغْتِسَالِ وَقُلْتُ : إِنِّيْ سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُوْلُ : ﴿وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْماً﴾ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئاً ". رواه أبو داود والحاكم ، وإسناده قوي (فتح الباري ، ١:٣٥٨) .

٣٠٢– عَنْ : ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضٰى أَوْ عَلٰى سَفَرٍ﴾ الخ قَالَ : إِذَا كَانَتْ بِالرَّجُلِ الْجِرَاحَةُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْقُرُوْحُ فَيُجْنِبُ فَيَخَافُ أَنْ يَمُوْتَ إِنِ اغْتَسَلَ ، تَيَمَّمَ . رواه الدار قطني موقوفا ، ورفعه البزار وصححه ابن خزيمة والحاكم (بلوغ المرام ص ٢١) .

باب أن فاقد الطهورين لا تصح صلاته فيجب عليه القضاء

٣٠٣– عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : " لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةً بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَلَا

باب تیمم کرنا (شدت) سردی کے خوف سے اور زخم کی وجہ سے

۳۰۱–حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے غزوہ ذات السلاسل میں سردی کی شب میں احتلام ہوگیا اور میں غسل کرکے ہلاک ہوجانے سے ڈرا (یعنی مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو سردی کی شدت کی وجہ سے مرجاؤں گا) پس میں نے تیمم کرلیا پھر اپنے ہمراہیوں کو صبح کی نماز پڑھادی۔ پس انہوں نے یہ (قصہ) نبی ﷺ سے ذکر کردیا، آپؐ نے فرمایا" اے عمرو (کیا) تم نے اپنے اصحاب کو جنابت کی حالت میں نماز پڑھائی؟" میں نے آپکو اس امر کی اطلاع کردی جو مجھے غسل کرنے سے مانع ہوا تھا۔ اور میں نے عرض کیا کہ میں اللہ کو فرماتے سنتا ہوں (قرآن میں) (آیت کا ترجمہ): اور اپنے نفسوں کو قتل نہ کرو، اللہ تمہارے ساتھ رحیم ہے، تو (اس گذارش پر) رسول اللہ ﷺ ہنسے اور کچھ نہیں فرمایا۔ اسکو ابوداود اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اسکی سند قوی ہے (فتح الباری)۔

فائدہ: اس حدیث کی دلالت باب کے جزو اول پر ظاہر ہے اور آپ کا ہنسنا تقریر ہے مسئلہ کی یعنی آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے اس قول وفعل کو برقرار رکھا۔

۳۰۲–حضرت ابن عباسؓ نے اللہ عزوجل کے (اس) قول " وان کنتم مرضى او على سفر " کی تفسیر میں فرمایا کہ جب آدمی کو اللہ کے راستہ (یعنی جہاد) میں زخم ہو (جائے) اور (یا کسی اور طرح اسکے) زخم ہوجائیں پھر اسکو جنابت ہو اور غسل کرنے سے مرجانے کا خوف ہو (تو) تیمم کرلے۔ اسکو دارقطنی نے موقوفا اور بزار نے مرفوعا روایت کیا ہے اور مرفوع کی

صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ ". رواه الجماعة إلا البخاری كذا فی نيل الأوطار (١:١٩٨).

٣٠٤– عَنْ: عِمْرَان بن حصين ﷺ قال: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: " لَا يَقْبَلُ اللهُ صَلاةً بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَلَا صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ ". رواه الطبرانی فی الكبير ورجاله رجال الصحيح، كذا فی مجمع الزوائد.

بلعب جواز التيمم فی الحضر أذا كان الماء بعيدا عنه علی ميل أو ميلين

٣٠٥– عن: نافع عن ابن عمر ﷺ قال:" رَأَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ تَيَمَّمَ بِمَوْضِعٍ يُقَالُ لَهٗ مِرْبَدُ النَّعَمِ، وَهُوَ يَرٰی بُيُوْتَ الْمَدِيْنَةِ " أخرجه الحاكم فی المستدرك (١:١٨٠) وقال :هذا حديث صحيح تفرد به عمرو بن محمد بن أبی رزين وهو صدوق ولم يخرجاه

ابن خزیمہ اور حاکم نے تصحیح کی ہے (بلوغ المرام)

فائدہ: اسکی دلالت باب کے دوسرے جزو پر ظاہر ہے کہ زخم کے خوف سے تیمم کرنا درست ہے۔

باب اس بیان میں کہ جس کو (غسل و وضو کیلئے) پانی اور پاک مٹی (تیمم کیلئے) دونوں نہ ملیں تو اسکی نماز صحیح نہیں ہوتی پس قضا واجب ہوتی ہے

٣٠٣–حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نماز بغیر طہارت (کئے) اور صدقہ خیانت کئے ہوئے غنیمت (یعنی جہاد میں لوٹ) کے مال سے قبول نہیں فرماتا۔ اسکو بجز بخاری کے باقی تمام اصحاب صحاح خمسہ نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار)۔

٣٠٤–اور یہی مضمون حضرت عمران بن حصینؓ سے مرفوعاً طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: نماز کے قبول نہ کرنے سے مراد عدم صحت ہے یعنی بغیر طہارت کئے (پانی یا مٹی سے) نماز جائز نہیں ہوتی، پس قضا لازم ہوگی۔

باب اس بیان میں کہ بحالت اقامت بھی تیمم جائز ہے جبکہ پانی ایک میل یا دو میل دور ہو

٣٠٥–نافع ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے موضع مربد النعم میں تیمم کیا حالانکہ آپ مدینہ کے گھروں کو دیکھ رہے تھے۔ اسکو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسکو

وقد أوقفه يحيى بن سعيد الأنصاري وغيره عن نافع قال : تَيَمَّمَ اِبْنُ عُمَرَ عَلٰى رَأْسِ مِيْلٍ أَوْ مِيْلَيْنِ مِنَ الْمَدِيْنَةِ ، فَصَلَّى الْعَصْرَ فَقَدِمَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ ، وَلَمْ يُعِدِ الصَّلَاةَ " . قلت : وأقره عليه الذهبي في تلخيصه .

باب جواز التيمم من صخرة لا غبار عليها

۳۰۶– عن : أبي الجهيم بن الحارث بن الصمة الأنصاري رضي الله عنه أَنَّهُ سَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ فَمَسَحَ بِوَجْهِهٖ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ . رواه البخاري (۱ : ۴۸).

۳۰۷– عن : عائشة رضي الله عنها قالت : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا وَاقَعَ بَعْضَ

یحیٰی بن سعید وغیرہ نے نافع سے موقوفا روایت کیا ہے کہ ابن عمر نے مدینہ سے ایک میل یا دو میل کے فاصلہ پر تیمم کیا پھر عصر پڑھی پھر مدینہ میں آئے اور آفتاب بلند تھا اور نماز کا اعادہ نہیں کیا (مستدرک) میں کہتا ہوں کہ ذہبی نے تلخیص مستدرک میں حاکم کی تقریر کی تصحیح کی ہے۔

فائدہ: مربد النعم کو حافظ ابن حجر نے جزم کے ساتھ مدینہ سے ایک میل پر بتایا ہے۔ اسی طرح زبیر نے بھی جیسا کہ عینی نے نقل کیا ہے اور بعض نے دو میل کہا ہے پس تطبیق یہ ہے وہ ایک میل سے کچھ زیادہ اور دو میل سے کم ہوگا یہاں حضورؐ نے اور ابن عمرؓ نے تیمم کیا حالانکہ مدینہ بہت دور نہ تھا اور وقت کے اندر پانی مل سکتا تھا اور اس وقت حضورؐ کا مقیم ہونا تو معلوم نہیں مگر ابن عمرؓ کا مقیم ہونا مؤطا کی روایت سے معلوم ہے اس سے ثابت ہوا کہ بحالت اقامت بھی اگر پانی ایک میل یا دو میل دور ہو تو تیمم جائز ہے۔

باب اس بیان میں کہ جس پتھر پر غبار نہ ہو اس سے تیمم درست ہے

۳۰۶- ابو الجہیم بن الحارث بن صمہ انصاری سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو آپ نے جواب نہ دیا یہاں تک کہ ایک دیوار پر متوجہ ہوئے اور اپنے ہاتھوں اور چہرہ مبارک پر مسح کیا پھر سلام کا جواب دیا۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: عینی نے کہا ہے کہ اس سے پتھر پر بغیر غبار کے تیمم کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ مدینہ کی دیواریں کالے پتھروں سے بنی ہوئیں تھیں جن پر غبار نہیں جما کرتا۔ اور وہ جو ایک روایت میں آیا ہے کہ حضورؐ نے عصا سے دیوار کو کھرچا پھر تیمم کیا تو اول تو یہ زیادت ضعیف ہے اور اس میں انقطاع بھی ہے۔ اور اگر حسن بھی مان لی جائے تو عصا سے پتھر میں سوراخ تو نہیں ہو سکتا جو اندر سے مٹی نکل آئے بلکہ اس صورت میں تو جو کچھ لگی ہوگی وہ بھی جھڑ جائیگی۔ پس ظاہر ا حضورؐ نے پتھر کو صاف کرنے کیلئے عصا سے رگڑا تھا اور اس صورت میں ہمارا مدعی اور بھی ثابت ہے۔

أَهْلِهِ فَكَسَلَ أَنْ يَقُوْمَ ، ضَرَبَ يَدَهُ عَلَى الْحَائِطِ فَتَيَمَّمَ . رواه الطبرانى فى الأوسط وفيه بقية ابن الوليد وهو مدلس كذا فى مجمع الزوائد قلت : ولكنه لا يضرنا ، فإن التدليس كالإرسال ، وأيضا فقد اعتضد بما رواه البيهقى عنها : " أَنَّهُ ﷺ كَانَ إِذَا أَجْنَبَ فَأَرَادَ أَنْ يَّنَامَ تَوَضَّأَ أَوْ تَيَمَّمَ " إسناده حسن كما فى فتح البارى .

باب استحباب تأخير التيمم لراجى الماء فى الوقت

۳۰۸– نا : شريك عن أبى إسحاق عن الحارث عن على رضي الله عنه قال : " إِذَا أَجْنَبَ الرَّجُلُ فِى السَّفَرِ تَلَوَّمَ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ آخِرِ الْوَقْتِ فَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ تَيَمَّمَ وَصَلَّى " .أخرجه الدارقطنى وسنده حسن .

۳۰۹– عن : يحيى بن عبد الرحمن بن حاطب عن أبيه أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اعْتَمَرَ فِى رَكْبٍ فِيهِمْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ وَأَنَّ عُمَرَ عَرَّسَ بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ فَاحْتَلَمَ وَقَدْ كَادَ أَنْ يُّصْبِحَ فَلَمْ يَجِدْ مَعَ الرَّكْبِ مَاءً ، فَرَكِبَ حَتّٰى جَاءَ الْمَاءَ . الحديث أخرجه مالك

۳۰۷–حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے اہل میں سے کسی سے مشغول (حاجت) ہوتے پھر اٹھنے (اور غسل ووضو کرنے) میں سستی معلوم ہوتی تو دیوار پر اپنے ہاتھ مار کر تیمم کرلیا کرتے۔ اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اوراس میں بقیہ بن الولید مدلس ہے (مجمع الزوائد) میں کہتا ہوں کہ اول تو تدلیس ہم کو مضر نہیں دوسرے اس روایت کی تائید بیہقی کی روایت سے بھی ہوتی ہے جسکی سند حسن ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔

فائدہ: اگرچہ حضور ﷺ کے گھر کچی اینٹ سے بنے ہوئے تھے یا لکڑیوں پر لپائی کی ہوئی تھی لیکن دیوار عموماً غبار سے خالی ہوتی ہے اس لئے اس حدیث سے بھی بغیر غبار کے جواز تیمم ثابت ہوا۔

باب اس بیان میں کہ جس کو نماز کے وقت کے اندر پانی ملنے کی امید ہو وہ تیمم کو استحبابًا مؤخر کرے

۳۰۸–حارث حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا" جب کوئی شخص سفر میں جنبی ہوجائے تو آخر وقت تک انتظار کرے۔ اگر پانی نہ ملے تو تیمم کرکے نماز پڑھ لے۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے اوراسکی سند حسن ہے۔

۳۰۹–یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے چند سواروں کے ساتھ عمرہ کیا جن میں حضرت عمرو بن العاص بھی تھے۔ راستہ میں ایک جگہ حضرت عمرؓ نے اخیر شب میں نزول کیا تو ان کو احتلام ہوگیا اس وقت صبح ہونے ہی کو تھی اور قافلہ میں حضرت عمرؓ کو (غسل کیلئے) پانی نہ ملا تو وہ سوار ہوگئے یہاں تک کہ پانی پر پہنچے۔ اسکو مالک اور ابن وہب اور

وابن وهب وعبد الرزاق وسعيد بن منصور والطحاوى ، ورواه ابن وهب فى مسنده أيضا من طريق سليمان بن يسار قال : " حَدَّثَنَا مَنْ كَانَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ سَفَرٍ فَأَصَابَتْهُ جَنَابَةٌ وَلَيْسَ مَعَهُ مَاءٌ ، فَقَالَ : أَ تَرَوْنَا لَوْ رَفَعْنَا نُدْرِكُ الْمَاءَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ؟ قَالُوْا نَعَمْ! قَالَ فَرَفَعُوْا دَوَابَّهُمْ فَجَائُوْا الْمَاءَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ فَاغْتَسَلَ عُمَرُ ". الحديث فى كنز العمال ، وسنده الأول صحيح ، وفى السند الثانى رجل مبهم ، ولعله عبد الرحمن بن حاطب كما يدل عليه السند الأول ، وله رؤية وعدوه من كبار ثقات التابعين كذا فى التقريب (ص١١٦) على أن الانقطاع لا يضر عندنا .

أبواب المسح على الخفين

باب جواز المسح على الخفين واشتراط الطهارة له وخلعهما من الجنابة

٣١٠– عن : صفوان بن عسال ﷺ قال : " كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفْراً أَنْ لَا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ وَلٰكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ ". أخرجه

سعید بن منصور اور طحاوی نے روایت کیا ہے اور ابن وہب نے اپنی مسند میں سلیمان بن یسار کے واسطے سے بھی ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ "ہم میں سے ایک شخص نے بیان کیا ہے جو حضرت عمرؓ کے ساتھ سفر میں تھا کہ حضرت عمر جنبی ہو گئے اور آپ کے پاس پانی نہ تھا تو آپؓ نے (اپنے ساتھیوں سے) فرمایا کہ اگر ہم چلیں تو کیا سورج طلوع ہونے سے قبل پانی پالیں گے؟ ساتھیوں نے کہا، ہاں، راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ چلے اور سورج نکلنے سے قبل پانی پر پہنچ گئے اور حضرت عمرؓ نے غسل فرمایا"۔

فائدہ: یہ تاخیر کرنا مستحب ہے کیونکہ کسی نے بھی اس کو واجب نہیں کہا۔

خفین پر مسح کرنے کے ابواب

باب خفین پر مسح جائز ہونا اور اس کیلئے طہارت شرط ہونا اور جنابت میں ان کے اتارنے کا ضروری ہونا

٣١٠–حضرت صفوان بن عسالؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم اپنے چمڑے کے موزوں کو تین دن رات تک بول و براز و نوم کی وجہ سے نہ اتاریں (بلکہ ان پر مسح کر لیا کریں) جبکہ ہم مسافر ہوں لیکن جنابت کی وجہ سے (اتار لیں)۔ اسکو نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور یہ لفظ ترمذی کے ہیں۔ اور ابن خزیمہ نے (روایت کیا ہے) اور ان دونوں نے اسکی تصحیح (بھی) کی ہے (بلوغ المرام)۔

النسائي والترمذي ، واللفظ له، وابن خزيمة وصححاه كذا في بلوغ المرام (ص ١١).

٣١١– عن أبي بكرة ﷺ عن النبي ﷺ أَنَّهُ رَخَّصَ لِلْمُسَافِرِ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ وَلِلْمُقِيمِ يَوماً وَلَيْلَةً إِذَا تَطَهَّرَ فَلَبِسَ خُفَّيْهِ أَنْ يَمْسَحَ عَلَيْهِمَا . أخرجه الدار قطني والحاكم وصححه (بلوغ المرام ص ١١).

٣١٢– عن انس ﷺ مرفوعا : " إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ وَلَبِسَ خُفَّيْهِ فَلْيَمْسَحْ عَلَيْهِمَا ، وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا ، وَلاَ يَخْلَعْهُمَا إِنْ شَاءَ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ . أخرجه الدارقطني والحاكم وصححه (بلوغ المرام ص ١١).

٣١٣– عن : أبي أيوب ﷺ أَنَّهُ كَانَ نَزَعَ خُفَّيْهِ ، فَنَظَرُوا إِلَيْهِ ، فَقَالَ : " أَمَا إِنَّنِي قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلَيْهِمَا ، وَ لَكِنْ حُبِّبَ إِلَيَّ الْوُضُوءُ " . رواه أحمد

فائدہ: اس سے باب کا اول جز و یعنی موزوں پر مسح کا جائز ہونا،اور آخر جز و یعنی جنابت کی وجہ سے موزوں کا اتارنا ضروری ہے،ثابت ہوا۔

٣١١-حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے خفین پر مسح کرنے کی مسافر کو تین دن رات اور مقیم کو ایک دن رات کی رخصت دی جبکہ اس نے ان کو وضو کر کے پہنا ہو۔اسکو دار قطنی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے (بلوغ المرام)۔

فائدہ: اس سے جز و اول وثانی یعنی طہارت کا شرط ہونا ثابت ہوا نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسح رخصت ہے اور پیر دھونا عزیمت ہے پس اگر موزے اتار کر پاؤں دھولے تو زیادہ ثواب ملے گا۔

٣١٢-حضرت انسؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی وضو کر کے موزے پہنے تو وہ ان پر مسح کر لیا کرے (مدت معینہ تک) اور ان (ہی) میں نماز پڑھ لیا کرے اور اگر چاہے تو (مدت مقررہ تک) ان کو نہ اتارے مگر جنابت سے (اتارنا ضروری ہے)۔اسکو دارقطنی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح (بھی) کہا ہے۔(بلوغ المرام)۔

فائدہ: اس سے باب کے تمام اجزا ثابت ہیں۔

٣١٣-حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے (وضو کے وقت) خفین کو اتار دیا۔حاضرین ان کو دیکھنے لگے۔ انہوں نے فرمایا کہ بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو خفین پر مسح کرتے دیکھا ہے (اس لئے) اسکو جائز سمجھتا ہوں لیکن (پھر بھی) وضو (پورا) کرنا (جس میں پاؤں دھوئے جائیں) مجھ کو زیادہ محبوب ہے (معلوم ہوا کہ عزیمت یہی پاؤں دھونا ہے اور مسح خفین عزیمت

والطبرانی فی الکبیر ، وزاد عن أبی أیوب أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ بِالْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَيَغْسِلُ رِجْلَيْهِ ، فَقِيلَ لَهُ فِي ذٰلِكَ ، فَقَالَ : " بِئْسَ مَالِيَ اِنْ كَانَ لَكُمْ مَهْنَاهُ وَعَلَيَّ مَأْثَمُهُ " . ورجاله موثقون . کذا فی مجمع الزوائد .

باب أن المسح موقت

۳۱۴– عن : عبد الرحمن بن أبی بکر عن أبیه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَقَّتَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ ، وَلِلْمُقِيمِ (يَوْماً) وَلَيْلَةً . رواه ابن حبان فی صحیحه (زیلعی ۱:۸۷) .

باب طريقة المسح على الخفين

۳۱۵– عن : علی ﷺ قال : " لَوْ كَانَ الدِّيْنُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَسْفَلُ الْخُفِّ أَوْلٰى

نہیں بلکہ رخصت ہے)۔ اسکو احمد اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور طبرانی نے ابوایوب سے اتنا زیادہ کیا ہے کہ وہ اوروں کو تو مسح خفین بتاتے تھے اور خود پاؤں دھویا کرتے تھے تو ان سے اس باب میں کہا گیا (کہ کیا آپ مسح خفین کو اچھا نہیں سمجھتے جو خود نہیں کرتے) انہوں نے (جواب میں) فرمایا کہ یہ تو میرے لئے بری حالت ہوگی کہ (میرا فتویٰ) تمہارے لئے تو آسانی ہو اور مجھ پر اسکا گناہ ہو (یعنی اگر اسکو برا سمجھتا تو تم کو بتا کر تمہارے لئے تو آسانی کر دیتا اور خود گناہ میں مبتلا ہوتا۔ تو واقع میں میں اسکو جائز و مستحسن سمجھتا ہوں مگر خود عزیمت اور اولیٰ پر عمل کرنے کیلئے پاؤں دھوتا ہوں) اور راوی اس سند کے توثیق کئے ہوئے ہیں ۔ (مجمع الزوائد) ۔

فائدہ: اس حدیث سے موزوں پر مسح کرنا رخصت ثابت ہوا، اور موزوں پر مسح کی احادیث ستر (۷۰) صحابہ سے مروی ہیں یعنی موزوں پر مسح کی حدیث متواتر ہے۔

باب اس بیان میں کہ مسح ایک معین میعاد تک ہے

۳۱۴– حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرا اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح کرنے میں وقت مقرر فرمایا ہے، تین دن رات تو مسافر کیلئے اور مقیم کیلئے ایک دن رات۔ اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (زیلعی) ۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح کرنے کی مدت مقرر ہے اور وہ مسافر کیلئے تین دن رات اور مقیم کیلئے ایک دن رات ہے، اور یہ حدیث کئی کبار صحابہؓ سے مروی ہے، باقی عمار بن یاسرؓ کی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا " اذا کنت فی سفر فامسح ما بدا لك " یعنی سفر کی حالت میں جتنے دن تو چاہے مسح کرتا رہ (اس سے امام مالکؒ نے استدلال کیا ہے کہ مسافر

بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلاَهُ ، وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَمْسَحُ عَلى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ " . أخرجه أبو داود بإسناد حسن كذا في بلوغ المرام (ص١١) ، وفي التلخيص (١:٥٩) وإسناده صحيح . قلت : ورجاله رجال الجماعة إلا عبد خير ، وهو من رجال الأربع ثقة مخضرم .

٣١٦– حدثنا : زيد بن الحباب عن خالد بن أبي بكر عن سالم بن عبد الله عن أبيه عن عمر ﷺ " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِالْمَسْحِ عَلى ظَهْرِ الْخُفَّيْنِ إِذَا لَبِسَهُمَا وَ هُمَا طَاهِرَتَانِ " . رواه ابن أبي شيبة في مسنده (نصب الراية ١:٩٥). قلت : رجاله رجال مسلم الا خالدا ، وقد ذكره ابن حبان في " الثقات " وقال : يخطئ ، وقال ابن سعد : كان كثير الحديث والرواية ، كما في " تهذيب التهذيب " (٣:٨١) ، وهذا جرح خفيف ، كما يتحصل بما ذكرناه في باب صفة غسل رسول الله ﷺ فالإسناد محتج به ، على أن أبا حاتم قال : يكتب حديثه ، كما في " الميزان " وهو عبارة عن القبول ، كما فيه أيضا(١:٢٩٥) .

٣١٧– حدثنا : الحنفي عن أبي عامر الخزاز ثنا الحسن عن المغيرة بن شعبة ﷺ

کیلئے کوئی مدت مقرر نہیں) تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حضور ﷺ کا یہ بتانا مقصود ہے کہ مسح علی الخفین کا حکم مؤبد ہے منسوخ نہیں ہوگا۔

باب چمڑے کے موزوں پر مسح کا طریقہ

٣١٥- حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا اگر دین (ظاہری) رائے پر ہوتا تو موزے کے نیچے کا حصہ اس کے اوپر کے حصے سے مسح کا زیادہ مستحق ہوتا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو ظاہر (یعنی اوپر کے حصے) خفین پر مسح کرتے دیکھا ہے۔ اسکو ابو داود نے باسناد حسن روایت کیا ہے اور ایسا ہی بلوغ المرام میں ہے۔ اور تلخیص میں ہے کہ اسکی اسناد صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسکے راوی صحاح ستہ کے راوی ہیں بجز عبد خیر کے اور وہ علاوہ صحیحین کے باقی صحاح کے راویوں میں سے ہیں اور ثقہ ہیں۔

٣١٦- حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے موزوں کی پشت پر مسح کرنے کا حکم فرمایا جبکہ ان موزوں کو اس حال میں پہنا ہو کہ دونوں پاؤں پاک ہوں (یعنی وضو کر چکا ہو)۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے (نصب الرایہ) اور اسکے رجال صحیح مسلم کے رجال ہیں بجز خالد کے اور وہ قابل احتجاج ہیں پس سند حجت ہے۔

قال: " رَاَیۡتُ رَسُوۡلَ اللہِ ﷺ بَالَ ثُمَّ جَاءَ حَتّٰی تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰی خُفَّیۡهِ ، وَوَضَعَ یَدَهُ الۡیُمۡنٰی عَلٰی خُفِّهِ الۡاَیۡمَنِ وَیَدَهُ الۡیُسۡرٰی عَلٰی خُفِّهِ الۡاَیۡسَرِ ، ثُمَّ مَسَحَ اَعۡلَاهُمَا مَسۡحَةً وَاحِدَةً ، حَتّٰی اَنۡظُرَ اِلٰی اَصَابِعِ رَسُوۡلِ اللہِ ﷺ عَلَی الۡخُفَّیۡنِ " . رواه ابن أبي شيبة فی " مصنفه " (نصب الراية ١:٤٩) ، قلت : رجاله رجال الجماعة ، والحنفی إما أن يكون عبد الكبير ابن عبد المجيد ، أو أخاه عبيد الله ، وكل منهما ثقة من رجال الجماعة ، وقال فی " التلخيص الحبير " (١:٥٩) بعد نقل هذا الحديث : ورواه البيهقی من طريق الحسن عن المغيرة بنحوه ، وهو منقطع . قلت : يعنی بين الحسن البصری وبين المغيرة وهو غير مضر عندنا والبصری إمام قدوة .

باب المسح على الجرموقين

٣١٨ – عن : بلال رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ مَسَحَ عَلَی الۡمُوۡقَیۡنِ وَالۡخِمَارِ (اَیِ الۡعِمَامَةِ) رواه ابن خزيمة فی " صحيحه " (زيلعی ١:٩٦) وعنه أيضا : قال: رَاَیۡتُ رَسُوۡلَ اللہِ ﷺ یَمۡسَحُ عَلَی الۡمُوۡقَیۡنِ وَالۡخِمَارِ . رواه أحمد والضياء فی " المختارة " (نيل ١:١٧٥) قلت : إسناد المختارة صحيح على قاعدة " كنز العمال " (١:٣) .

٣١٩ – عن : أبی عبد الله عن أبی عبد الرحمن اَنَّهٗ شَهِدَ عَبۡدَ الرَّحۡمٰنِ بۡنَ عَوۡفٍ

---

٣١٧ – حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے پیشاب کیا پھر تشریف لائے یہاں تک کہ وضو کیا اور اپنے خفین پر مسح کیا اور اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں موزے پر رکھا اور اپنا بایاں ہاتھ اپنے بائیں موزے پر رکھا، پھر دونوں موزوں کی اوپر کی سطح پر ایک بار مسح فرمایا یہاں تک کہ میں دونوں موزوں پر رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں کو دیکھتا تھا۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے (نصب الرایہ) میں کہتا ہوں کہ اس کے رجال صحاح ستہ کے رجال ہیں مگر سند میں انقطاع ہے اور وہ حنفیہ کے نزدیک مضر نہیں۔

باب مسح کرنے کا جرموقین پر (یعنی ان چرمی پائتابوں پر جو چمڑے کے موزہ کے اوپر پہنے جاتے ہیں)

٣١٨ – حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جرموقین اور عمامہ پر مسح کیا ہے۔ اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (زیلعی)۔

يَسَالُ بِلالاً عَنْ وُضُوءِ النَّبِيِّ ﷺ فقَالَ : كَانَ يَخْرُجُ يَقْضِيْ حَاجَتَهُ فَآتِيْهِ بِالْمَاءِ فَيَتَوَضَّأُ وَيَمْسَحُ عَلى عِمَامَتِهِ وَمُوْقَيْهِ . رواه أبو داود فى " سننه " وسكت عنه (١:٥٩) ورواه الحاكم فى " المستدرك " وصححه ، ورواه ابن خزيمة فى " صحيحه " (زيلعي ١:٩٦).

باب المسح على الجوربين

٣٢٠– عن عبد الله بن مسعود ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَمْسَحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ . رواه الطبرانى فى " الكبير " : ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ١:١٥).

٣٢١– عن المغيرة بن شعبة ﷺ قال : " تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ " . رواه الترمذى وقال : " حسن صحيح " (١:١٥).

٣٢٢– أخبرنا الثورى عن منصور عن خالد بن سعد قال : كَانَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ

۳۱۹–ابوعبداللہ ابوعبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی خدمت میں حاضر تھے اس حال میں کہ وہ حضرت بلالؓ سے نبی ﷺ کے وضو کے متعلق (کچھ) دریافت کررہے تھے۔ پس حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ آپ قضائے حاجت کیلئے باہر تشریف لے جاتے تھے سو میں آپ کی خدمت میں پانی حاضر کرتا تھا، آپ وضو فرماتے اور عمامہ اور جرموقین پر مسح فرماتے۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور زیلعی میں ہے کہ اسکو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور تصحیح کی ہے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ (عمامہ پر مسح کی بحث اصل کتاب کے حاشیہ میں سر کے مسح کے بیان میں مذکور ہے۔ اگر کسی کو شوق ہو تو کسی سے ترجمہ کرالیا جائے)۔

فائدہ: جرموقین پر مسح احادیث مسح علی الخفین کے ساتھ مؤید ہیں جو کہ حد شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں، لہٰذا جرموقین پر مسح ثابت ہوگیا جبکہ عمامہ اور اوڑھنی پر مسح کی حدیث دلیل قطعی کے معارض ہے اور عمامہ اور دوپٹہ کی حدیث حد شہرت کو نہیں پہنچی، اس لئے عمامہ اور دوپٹہ کا مسح ثابت نہیں ہوگا۔

باب جرابوں پر مسح کرنے کے بیان میں

۳۲۰–حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا کرتے تھے۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے رجال توثیق کئے گئے ہیں (مجمع الزوائد)۔

۳۲۱–حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن کہا ہے۔

الأنصَارِي يَمْسَحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ لَهُ مِنْ شَعْرٍ وَنَعْلَيْهِ . أخرجه عبد الرزاق في "مصنفه" وسنده صحيح (عون المعبود ١:٦٢).

باب المسح على العصابة والجبائر

٣٢٣– عن : أبي أمامة ﷺ عن النبي ﷺ أَنَّهُ لَمَّا رَمَاهُ ابْنُ قمئة يَوْمَ أُحُدٍ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا تَوَضَّأَ حَلَّ عَنْ عِصَابَتِهِ وَمَسَحَ عَلَيْهَا بِالْوُضُوءِ . رواه الطبراني في "الكبير"، وفيه حفص بن عمر العدني وهو ضعيف (مجمع الزوائد، ١:١٠٨). قلت : هو مختلف فيه ، وقال ابن أبي حاتم : أخبرنا أبو عبد الله الطهراني ثنا حفص بن عمر العدني

٣٢٢– خالد بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت ابومسعود انصاریؓ اونی جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا کرتے تھے۔ اسکو عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (عون المعبود)۔

فائدہ: امام صاحب کے جرابوں پر مسح کرنے میں دو قول ہیں۔ قول مشہور یہ ہے کہ ان پر مسح جائز نہیں بغیر منعل یا مجلد ہونے کے۔ تو اس قول پر حدیث میں "جورب" کو چرمی جراب پر محمول کریں گے۔ اور ایک قول جس کی طرف "ہدایہ" میں امام صاحب کا رجوع فرمانا نقل کیا ہے یہ ہے کہ جب وہ خوب دبیز ہوں کہ خف کی طرح اس سے قطع مسافت ممکن ہو تو ان پر مسح جائز ہے۔ پس حدیث کو ایسی جراب پر محمول کریں گے۔ جیسا کہ حضرت سعید بن المسیب اور حسن بصری جو جلیل القدر تابعین میں سے ہیں بروایت ابن ابی شیبہ جسکی سند کے راوی صحاح ستہ کے راوی ہیں، اس طرف گئے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز نہیں مگر جبکہ وہ دبیز ہوں اور ظاہر ہے کہ حدیث میں مطلق "جورب" آیا ہے اور فعل کی حکایت میں عموم ہوتا نہیں پس احتمال کے ہوتے ہوئے استدلال کیسے صحیح ہوگا اسلئے ہر جورب پر مسح کا جواز حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا پس امام صاحب کو یہ حدیثیں مضر نہیں۔ اور جوتوں پر مسح کرنے کے یہ معنی ہیں کہ قصدا تو جراب پر ہاتھ پھیرا گیا اور تبعا جوتہ پر تا کہ مسح پورے طور پر ہو جائے اور خود جوتوں پر مسح کرنا مقصود نہ تھا۔

باب زخم پر باندھی گئی پٹی اور پھٹی پر مسح کرنا

٣٢٣– حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ کا واقعہ روایت کرتے ہیں کہ جب ابن قمئہ نے احد کے دن آپ کے پتھر مارا تو میں نے آپ کو دیکھا کہ جب آپ نے وضو کیا تو آپ نے پٹی کھولی اور اس پر وضو کا مسح کیا۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکی سند میں حفص بن عمر العدنی (راوی) ہے اور وہ ضعیف ہے (مجمع الزوائد) میں کہتا ہوں کہ وہ مختلف فیہ ہے اس لئے کہ ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ ہم کو خبر دی ابوعبداللہ طہرانی نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حفص بن عمر العدنی نے اور وہ ثقہ تھے جیسا

وكان ثقة ، كما في " تهذيب التهذيب " (١:٤١) ، وقد عرفت غيرمرة أن الاختلاف غير مضر .

٣٢٤– عن علي ﷺ قال : اِنْكَسَرَ اِحْدٰى زَنْدَيَّ ، فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ ، فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَمْسَحَ عَلَى الْجَبَائِرِ . رواه عبد الرزاق وابن السني وأبو نعيم معاً في الطب ، وسنده حسن ، كذا في " كنز العمال " (٥:١٥١).

٣٢٥– قال المنذري : وَصَحَّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ الْمَسْحُ عَلَى الْعِصَابَةِ مَوْقُوْفاً عَلَيْهِ ، وَسَاقَ بِسَنَدِهٖ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ تَوَضَّأَ وَكَفُّهٗ مَعْصُوْبَةٌ فَمَسَحَ عَلَيْهَا وَعَلَى الْعِصَابَةِ وَغَسَلَ سِوٰى ذٰلِكَ .(فتح القدير ، ١:١٣٩).

الحيض والنفاس والاستحاضة

باب أقل الحيض وأكثره

٣٢٦– عن عثمان بن أبي العاص ﷺ : انه قال : " اَلْحَائِضُ اِذَا جَاوَزَتْ عَشَرَةَ اَيَّامٍ فَهِيَ بِمَنْزِلَةِ الْمُسْتَحَاضَةِ ، تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّيْ " . رواه الدارقطني ، قال البيهقي بعد نقله هذا الأثر : لا بأس بإسناده (الجوهر النقي ١:٨٦).

کہ تہذیب التہذیب میں ہے اور بارہا معلوم کر چکے ہو کہ اختلاف مضر نہیں پس سند قابل احتجاج اور مقبول ہے۔

٣٢٤- حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک گٹا ٹوٹ گیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے (اسکے متعلق) پوچھا آپ نے حکم دیا کہ میں پٹی پر مسح کروں۔ اسکو عبد الرزاق نے (مصنف میں) اور ابن السنی اور ابو نعیم نے کتاب الطب میں روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے (کنز العمال)۔

٣٢٥- حافظ حدیث زکی الدین عبد العظیم منذری نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے موقوفا پٹی پر مسح کرنا بسند صحیح ثابت ہے اور (پھر) اسکو اپنی سند سے بیان کیا کہ ابن عمرؓ نے وضو کیا اس حال میں کہ آپ کے ہاتھ پر پٹی بندھی تھی تو آپ نے ہاتھ پر اور پٹی پر مسح کیا اور اسکے سوا (اور جگہ) کو دھولیا (فتح القدیر)۔

فائدہ: یہ موقوف مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ ابدال اپنی رائے سے کام نہیں کرتے، نیز ہاتھ پر پٹی کے علاوہ مسح کرنا صرف اس مقام پر تھا جہاں پانی پہنچانے سے زخم تک پانی پہنچنے کا اندیشہ تھا۔

٣٢٧– أخبرنا محمد بن يوسف قال قال سفيان : " بَلَغَنِيْ عَنْ اَنَسٍ قَالَ : اَدْنَى الْحَيْضِ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ . رواه الدارمی فی سننه . قلت :رجاله رجال مسلم ، وسفيان هو الثوری، وهو من كبار أتباع التابعين وقد أخرجوا له فی الصحيح ، كما فی التقريب (ص ٧٤) وقال فی طبقات المدلسين (ص ٢) : الثانية من احتمل الأئمة تدليسه وأخرجوا له فی الصحيح لإمامته وقلة تدليسه فی جنب ما روى كالثوری الخ " قلت : فهذا الأثر منقطع والانقطاع غير مضر عندنا لا سيما إذا صدر عن الإمام كالثوری ، والموقوفات فی مثل هذا مما لا يدرك بالرأی كالمرفوعات كما عرف فی موضعه .

٣٢٨– عن : سفيان عن الجلد بن أيوب عن معاوية بن قرة عن انس ﷺ قال : اَدْنَى الْحَيْضِ ثَلَاثَةٌ وَ اَقْصَاهُ عَشَرَةٌ ، قَالَ وَكِيْعٌ (فی روايته) : اَلْحَيْضُ ثَلَاثٌ اِلٰى عَشَرٍ ، فَمَا زَادَ فَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ . أخرجه الدارقطنی ورجاله ثقات غير جلد بن أيوب فضعفه الناس وروى عنه الأئمة : سفيان الثوری والحمادان وجرير بن حازم وعبد الوهاب الثقفی ، وقال

حیض اور نفاس اور استحاضہ کے احکام

باب ادنیٰ مدت حیض کی (تین دن) اور اکثر مدت (دس دن)

٣٢٦–حضرت عثمان بن ابی العاصؓ فرماتے ہیں کہ حائضہ جب دس دن (رات) سے تجاوز کرے تو وہ بمنزلہ مستحاضہ کے ہے۔غسل کرے اور نماز پڑھا کرے۔اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے اسکو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس اثر کی اسناد میں کچھ خطرہ نہیں ہے۔(جوہر نقی)۔

فائدہ: اس اثر سے حیض کی اکثر مدت دس دن معلوم ہوئی اور یہ قول گو صحابی کا ہے لیکن بوجہ اسکے کہ یہ امور مدرک بالرائے نہیں ہیں حکماً مرفوع ہوگا اور ہمارے نزدیک تو صحابی کا قول مدرک بالرائے بھی حجت ہے جبکہ کوئی مرفوع حدیث اس کے معارض نہ ہو۔

٣٢٧–حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ مجھ کو حضرت انسؓ سے پہنچا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ادنی مدت حیض کی تین دن (رات) ہے۔اسکو دارمی نے روایت کیا ہے اور اسکے رجال صحیح مسلم کے رجال ہیں۔

فائدہ:اس حدیث سے حیض کی ادنیٰ مدت معلوم ہوئی۔

٣٢٨–معاویہ بن قرۃ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ادنی مدت حیض کی تین دن ہے اور انتہائی مدت دس دن ہے اور وکیع نے (اپنی روایت میں) کہا کہ حیض تین دن سے دس دن تک ہے، جو زیادہ ہو وہ استحاضہ ہے۔اسکو دارقطنی

أبو عاصم : " لم يكن بذاك " ولكن أصحابنا أسهلوا فيه ، وقال إبراهيم الحربى : غيره أثبت منه ، وقال أبو حاتم : شيخ أعرابى ضعيف الحديث ، يكتب حديثه ولا يحتج به (ملخصا من اللسان ،٢:١٣٣) قلت : وللحديث شواهد بطرق متعددة ذكرها المحقق فى الفتح (١٤٣:١) ثم قال : " فهذه عدة أحاديث متعددة الطرق ، وذلك يرفع الضعيف إلى الحسن اه " قلت : وقد رواه سفيان عن أنس أيضا بلاغا ، كما مر عن الدارمى ، وهذا يدل على صحة الأثر عنده عن أنس ، وإلا لم يجزم بنسبته إليه .

٣٢٩– عن : أبى أمامة ﷺ عن النبى ﷺ قال : " اَقَلُّ الْحَيْضِ ثَلَاثٌ وَاَكْثَرُهُ عَشَرٌ" . رواه الطبرانى فى الكبير والأوسط وفيه عبد الملك الكوفى عن العلاء بن كثير لا يدرى من هو؟ (مجمع الزوائد ١:١١٦).

٣٣٠– حدثنا أبو حامد محمد بن هارون نا محمد بن أحمد بن أنس الشامى ثنا حماد بن المنهال البصرى عن محمد بن راشد عن مكحول عن واثلة بن الأسقع قال : قال رسول الله ﷺ : " اَقَلُّ الْحَيْضِ ثَلَاثَةُ اَيَامٍ وَاَكْثَرُهُ عَشَرَةُ اَيَامٍ " . رواه الدارقطنى (١:١٨١) وقال : " ابن منهال مجهول ومحمد بن أحمد بن أنس ضعيف ".

نے روایت کیا ہے اور اسکے سب راوی ثقہ ہیں بجز جلد بن ایوب کے جسکو لوگوں نے ضعیف کہا ہے اور ائمہ نے اس سے روایت کی ہے اور دوسرے شواہد متعددہ کی بنا پر یہ حدیث درجہ حسن کو پہنچی ہوئی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ ادنی حیض تین دن ہے اور اکثر دس دن۔

٣٢٩-حضرت ابوامامہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ادنی مدت حیض کی تین دن اور اکثر مدت اسکی دس دن ہے۔ اسکو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں عبد الملک کوفی (راوی) ہے جسکا حال معلوم نہیں ہوسکا (مجمع الزوائد)۔

٣٣٠-حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ادنی مدت حیض کی تین دن اور اکثر مدت اسکی دس دن۔ اسکو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی حماد بن منہال کو مجہول اور محمد بن احمد بن انس کو ضعیف کہا ہے (میں کہتا ہوں کہ یہ دونوں مرفوع حدیثیں آثار مذکورہ کی تائید کیلئے لکھی گئی ہیں ان سے احتجاج مطلوب نہیں ہے پس راوی کا ضعف اور جہالہ مضر نہیں)۔

باب أقل النفاس وأكثره

۳۳۱– عن : سلام بن سلام عن حميد عن أنس ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : "وَقتُ النِّفَاسِ اَرْبَعُوْنَ اِلَّا اَنْ تَرَى الطُّهْرَ قَبْلَ ذٰلِكَ " . أخرجه الدارقطني (۱:۸۱) وقال : لم يروه عن حميد غير سلام ، وهو سلام الطويل وهو ضعيف الحديث " . قلت : قال ابن الجارود حدثنا إسحاق بن إبراهيم ثنا ابن عيسى ثنا سلام الطويل ، وكان ثقة اه من التهذيب (۴:۲۸۲) فالرجل مختلف فيه ، ولما رواه طرق متعددة من أقوال الصحابة ، فلا ينزل حديثه هذا عن الحسن .

۳۳۲– حدثنا : ابن مخلد حدثنا الحساني ثنا وكيع ثنا أبو بكر الهذلي عن الحسن عن عثمان بن أبي العاص أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ لِنِسَائِهٖ : " اِذَا نَفِسَتْ اِمْرَاَةٌ مِنْكُنَّ فَلَا تَقْرُبْنِيْ اَرْبَعِيْنَ يَوماً ، اِلَّا اَنْ تَرَى الطُّهْرَ قَبْلَ ذٰلِكَ " . أخرجه الدارقطني (۱:۱۸۱) وقال : " وكذلك رواه أشعث بن سوار ويونس بن عبيد وهشام ، واختلف عن هشام

فائدہ: جولوگ حیض کی اکثر مدت پندرہ دن کہتے ہیں ہمارے علم میں انکے پاس نہ حدیث حسن ہے اور نہ ہی ضعیف۔

باب اس بیان میں کہ نفاس کی ادنی مدت اور اکثر مدت کیا ہے

۳۳۱–حمید حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نفاس کی میعاد چالیس دن ہے مگر یہ کہ وہ اس سے پہلے پاکی دیکھ لے۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اسکے ایک راوی سلام طویل کو ضعیف کہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تہذیب میں ابن جارود کے واسطہ سے اسحاق بن عیسیٰ کا قول نقل کیا ہے کہ سلام طویل ثقہ ہے پس حدیث حسن ہے۔

فائدہ: حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ مگر وہ اس سے پہلے پاکی دیکھ لے اس پر دلالت کرتا ہے کہ اقل نفاس کی کوئی حد نہیں کیونکہ یہ لفظ عام ہے جو ایک دن اور ایک ساعت کو بھی شامل ہے اور یہ ارشاد کہ نفاس کی میعاد چالیس دن ہے اس پر دلالت کرتا ہے کہ اسکے بعد نفاس نہیں۔

۳۳۲–حسن بصری عثمان بن ابی العاص سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنی بیویوں سے فرمایا کرتے تھے کہ جب تم میں سے کسی کو نفاس ہو تو چالیس دن تک میرے پاس نہ آئے مگر یہ کہ وہ اس سے پہلے پاکی دیکھ لے۔ اسکو بھی دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اسکے سب راوی ثقہ ہیں بجز ابوبکر ہذلی کے کہ اس میں کلام ہے مگر ابوحاتم نے کہا ہے کہ وہ لین الحدیث ہیں انکی حدیث لکھی جائے۔ اور

ومبارك ابن فضالة ، رووه عن الحسن عن عثمان بن أبى العاص موقوفا وكذلك روى عن ابن عمر وابن عباس وأنس بن مالك وغيرهم من قولهم ". قلت : رجاله كلهم ثقات إلا أبا بكر الهذلي فتكلموا فيه ، وقال أبو حاتم : لين الحديث يكتب حديثه ، وقال البخاری وز کریا الساجی : لیس بالحافظ عندهم . انتهى ملخصا من التهذيب . ومع ذلك فقد تابعه غيره من الثقات كما عرفت ، فالحديث حسن ورواه الدارقطنى أيضا عن الأشعث عن الحسن عن عثمان وفيه : "ولا تجاوزن الأربعين " وسنده صحيح .

۳۳۳– ثنا : بقية بن الوليد أخبرنى الأسود بن ثعلبة عن عبادة بن نسى عن عبد الرحمن بن غنم عن معاذ بن جبل ﷺ عن النبی ﷺ قال : " إِذَا مَضٰى لِلنُّفَسَاءِ سَبْعٌ ثُمَّ رَأَتِ الطُّهْرَ فَلْتَغْتَسِلْ وَلْتُصَلِّ ". أخرجه الحاكم فى المستدرك وقال : " قد استشهد مسلم ببقية بن الوليد ، وأما الأسود بن ثعلبة فإنه شامى معروف والحديث غريب فى الباب". قلت : سكت الحاكم عن رجاله ، وكذا الذهبى فكلهم ثقات والحديث صحيح مع غرابته .

اسکے سب راوی ثقہ ہیں بجز ابو بکر ہذلی کے کہ اس میں کلام ہے مگر ابو حاتم نے کہا ہے کہ وہ لین الحدیث ہیں انکی حدیث لکھی جائے۔ اور اسکی متابعت اشعث بن سوار اور یونس بن عبید اور ہشام اور مبارک بن فضالہ نے کی ہے یہ سب بھی حسن بصری سے عثمان بن ابی العاص سے اسکو روایت کرتے ہیں۔ (دارقطنی) پس حدیث حسن ہے اور اشعث کی روایت میں یہ زیادتی بھی ہے کہ چالیس دن سے تجاوز نہ کرے اور اسکی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اسکی دلالت بھی مقصود باب پر ظاہر ہے۔

۳۳۳- حضرت معاذ بن جبلؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب نفاس والی عورت کو سات دن گذر جائیں پھر وہ پاکی دیکھ لے تو چاہئے کہ غسل کرے اور نماز پڑھے۔ اسکو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور اسکے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔ اور ذہبی نے اس پر سکوت کیا ہے پس حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں سات دن کی قید اتفاقی ہے اصل مدار پاکی دیکھنے پر ہے جیسا کہ دوسری روایات کے اطلاق سے معلوم ہو چکا ہے۔ اور جب نفاس والی کو سات دن میں یا اس سے پہلے پاکی دیکھ لینے سے نماز پڑھنے کا حکم ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کا شوہر بھی اس وقت اس کے پاس آسکتا ہے کیونکہ نماز کیلئے طہارت کی شرط وطی سے زیادہ ضروری ہے۔ پس یہ احادیث

٣٣٤– عن : عرفجة السلمى عن على ﷺ قال : لَا يَحِلُّ لِلنُّفَسَاءِ اِذَا رَاَتِ الطُّهْرَ اِلَّا اَنْ تُصَلِّيَ " . أخرجه الدارقطنى ورجاله ثقات وسنده مما لا بأس به .

٣٣٥– أخبرنا : محمد بن يوسف قال : قال سفيان : " الطُّهْرُ خَمْسَ عَشْرَةَ " أخرجه الدارمى (٨٢:١) ورجاله ثقات ، وَبِهٖ قَالَ عَطَاءٌ ، وَلَمْ يَقُلْ اَحَدٌ مِنْ فُقَهَاءِ السَّلَفِ بِاَكْثَرَ مِنْهُ وَاِنِ اخْتَلَفُوْا فِيْمَا دُوْنَهٗ ، فَكَانَ خَمْسَةَ عَشَرَ طُهْراً صَحِيْحاً بِالاِجْمَاعِ ، قاله الحافظ أبو بكر الجصاص فى الأحكام .

باب أن ما تراه المرأة من الألوان سوى البياض الخالص فهو حيض

٣٣٦– عن علقمة عن أمه مولاة عائشة أم المؤمنين رضى الله عنها أنها قالت : كَانَ النِّسَاءُ يَبْعَثْنَ اِلٰى عَائِشَةَ بِالدِّرَجَةِ فِيْهَا الْكُرْسُفُ فِيْهِ الصُّفْرَةُ مِنْ دَمِ الْحَيْضِ يَسْاَلْنَهَا

امام احمد پر حجت ہیں کہ وہ چالیس دن سے پہلے وطی کو جائز نہیں کہتے گو عورت پاکی دیکھ لے۔

۳۳۴–عرفجہ سلمی حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نفاس والی جب پاکی دیکھ لے تو اسکے لئے سوا اس کے کچھ چارہ نہیں کہ نماز پڑھے۔اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند "لاباس بہ" ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ نفاس کی ادنی مدت محدود نہیں بلکہ پاکی دیکھنے پر مدار ہے۔

۳۳۵–محمد بن یوسف کہتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ طہر پندرہ دن ہے۔اسکو دارمی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں اور عطاء کا بھی یہی قول ہے اور فقہاء سلف کا اس پر اتفاق ہے کہ اقل طہر پندرہ دن سے زیادہ نہیں گو اس سے کم میں اختلاف ہے۔پس پندرہ دن کا اقل طہر ہونا تو اجماعی ہوگیا۔(احکام القرآن للجصاص)۔

فائدہ (۱): ابن منذر نے ابوثور سے نقل کیا ہے کہ ہمارے علم میں اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں۔اور مہذب میں ہے کہ مجھے اس میں اختلاف معلوم نہیں اور محاملی نے کہا ہے کہ لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ اقل طہر پندرہ دن ہے (عمدۃ القاری)۔

فائدہ (۲): ان ائمہ کا اس پر اجماع نقل کرنا کافی دلیل ہے اور نووی نے جو احمد و اسحاق بن راہویہ کے قول سے اس اجماع میں کلام کیا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہاں تابعین کا اجماع مراد ہے پس احمد و اسحاق اجماع سابق سے محجوج ہیں اور یہیں سے ان لوگوں کی سخافت ظاہر ہوگئی جنہوں نے اس مسئلہ میں لکھا ہے کہ احناف کے پاس کوئی دلیل نہیں۔حالانکہ اجماع فقہاء تابعین بڑی دلیل ہے۔

باب بجز سفیدی خالص کے عورت کو جو رنگ بھی دکھلائی دے وہ سب حیض ہے

۳۳۶–حضرت علقمہ اپنی والدہ سے جو کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی آزاد کردہ ہیں روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا

عَنِ الصَّلاَةِ، فَتَقُوْلُ لَهُنَّ : " لاَ تَعْجَلْنَ حَتّٰى تَرَيْنَ الْقَصَّةَ الْبَيْضَاءَ " تُرِيْدُ بِذٰلِكَ الطُّهْرَ مِنَ الْحَيْضَةِ. رواه مالك وعبد الرزاق بإسناد صحيح ، والبخارى تعليقا (آثار السنن ١ :٢٩).

باب أن الحامل لا تحيض وما تراه من الدم فهو استحاضة

٣٣٧– عن : أبى سعيدن الخدرى ﷺ ان النبى ﷺ قَالَ فِي سَبَايَا أَوْطَاسٍ : " لاَ تُوْطَأُ حَامِلٌ حَتّٰى تَضَعَ وَلاَ غَيْرُ ذَاتِ حَمْلٍ حَتّٰى تَحِيْضَ حَيْضَةً " . رواه أحمد وأبو داود والحاكم وإسناده حسن ، كذا فى " التلخبص الحبير " (١ :٦٣).

٣٣٨– حدثنا : يحيى بن إسحاق قال : أنا ابن لهيعة وقتيبة بن سعيد قال : ثنا ابن لهيعة عن الحارث بن يزيد عن حنش الصنعانى عن رويفع بن ثابت ﷺ قال : قال

کہ عورتیں حضرت عائشہؓ کے پاس ڈبہ جس میں حیض کی گدی رکھی ہوتی اور اسمیں حیض کا زرد خون ہوتا تھا نماز کی تحقیق کیلئے بھیجا کرتیں (کہ یہ دیکھئے کہ یہ حیض ہے یا طہر) تو حضرت عائشہؓ عورتوں سے فرماتیں کہ تم خود کو طاہر سمجھنے میں جلدی نہ کرو یہاں تک کہ سفید چونہ (کا سا رنگ) نہ دیکھ لو۔ مراد اس (سفید رنگ) سے حیض سے پاک ہونا لیتی تھیں۔ اسکو امام مالک اور عبد الرزاق نے بسند صحیح اور بخاری نے تعلیقا روایت کیا ہے۔ (آثار السنن)۔

<u>فائدہ</u>: باقی ام عطیہ کی حدیث جو بخاری میں ہے کہ " كنا لا نعد الكدرة والصفرة شيئاً يعنى فى الحيض " تو اس کا جواب یہ ہے کہ "یعنی فی الحیض" کسی راوی کا مدرج کلام ہے، لہٰذا اس میں مخالفین کیلئے کوئی حجت نہیں بلکہ ابوداود میں "بعد الطہر" کے الفاظ ہیں یعنی پاک ہونے کے بعد ہم مٹیالے اور زرد رنگ کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے (یعنی ہم اسے حیض شمار نہ کرتے تھے) پس ام عطیہ کی حدیث حضرت عائشہؓ کی حدیث کے معارض نہیں ہے۔

باب اس بیان میں کہ حاملہ کو حیض نہیں آتا اور جو خون اس کو نظر آئے وہ استحاضہ ہے

٣٣٧- حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سبایا اوطاس کے بارے میں (یعنی ان کنیزوں کے بارے میں جو غزوہ اوطاس میں قید ہو کر آئی تھیں) فرمایا کہ کوئی حاملہ وطی نہ کی جائے یہاں تک کہ وضع حمل نہ ہو جائے (تاکہ دوسرے کی کھیتی کو پانی نہ دیا جائے) اور نہ کوئی بے حمل والی (جماع کی جائے) یہاں تک کہ اس کو ایک حیض نہ آجائے۔ اسکو امام احمد، ابوداود اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے ایسا ہی تلخیص حبیر میں ہے۔

<u>فائدہ</u>: چونکہ رسول اللہ ﷺ نے حیض آنے کو حمل نہ ہونے کی علامت ٹھہرایا ہے پس حمل و حیض جمع نہیں ہو سکتے۔ البتہ اگر حیض آنے پر بھی کسی وجہ سے حمل کا شبہ ہو تو وطی جائز نہیں (کہ شاید یہ حیض نہ ہو استحاضہ ہو)۔

رسول الله ﷺ : " لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ — وقال قتيبة : لِرَجُلٍ — أَنْ يَسْقِيَ مَائَهُ وَلَدَ غَيْرِهِ وَلَا يَقَعُ عَلَى أَمَةٍ حَتَّى تَحِيضَ أَوْيَبِينَ حَمْلُهَا " . رواه الإمام أحمد فى مسنده ، ورجاله رجال مسلم غير الصحابى .

۳۳۹ — عن : على ﷺ قال : " إِنَّ اللهَ رَفَعَ الْحَيْضَ عَنِ الْحُبْلَى وَجَعَلَ الدَّمَ مِمَّا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ " .

۳٤٠ — وعن ابن عباس ﷺ قال : " إِنَّ اللهَ رَفَعَ الدَّمَ عَنِ الْحُبْلَى وَجَعَلَهُ رِزْقاً لِلْوَلَدِ " . رواهما ابن شاهين ، وقد أجمعوا على أن طلاق الحامل ليس ببدعة فى زمن الدم وغيره فلو كانت تحيض لكان طلاقها فيه بدعة (الجوهر النقى ۲ : ۱۳۲) ، ولم أطلع على سند ابن شاهين ، وإنما نقلتهما تأييدا ، فإن الظاهر من جلالة صاحب " الجوهر النقى " أن الأثرين لا ينزلان من درجة الضعف .

۳٤۱ — نا : خالد بن الحارث وعبدة سليمان عن سعيد عن مطر عن عطاء عن عائشة رضى الله عنها " فِي الْحَامِلِ تَرَى الدَّمَ لَا يَمْنَعُهَا ذٰلِكَ مِنَ الصَّلَاةِ " . رواه الإمام أبو بكر ابن أبى شيبة فى " مصنفه " (۱ : ۳٥۸) ، قلت : رجاله رجال الجماعة .

---

۳۳۸ - حضرت رویفع بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کو حلال نہیں ہے دوسرے کے بچے کو اپنے پانی سے سیراب کرنا (یعنی جس عورت کو دوسرے کا حمل ہو اس سے صحبت کرنا منع ہے) اور نہ کسی (نئی آئی ہوئی) لونڈی پر واقع ہونا (حلال ہے) یہاں تک کے اسکو (ایک) حیض آجائے (تاکہ اس سے حمل نہ ہونا معلوم ہو جائے اور صحبت کرنا جائز ہو جائے) یا اس کا حاملہ ہونا ظاہر ہو جائے (اور جماع حرام ہونا ثابت ہو جائے)۔ اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اور بجز صحابی کے باقی سند صحیح مسلم کی سند ہے۔

۳۳۹ - حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حیض کو حاملہ سے اٹھالیا ہے اور (حیض کے) خون کو وہ چیز کر دیا ہے جس کو (حاملہ عورتوں کے) رحم کم کر دیتے ہیں۔ (پس حیض آنا بند ہو جاتا ہے اور بچہ کی غذا بن جاتا ہے)۔

۳۴۰ - اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ نے حاملہ سے (حیض کے) خون کو اٹھالیا ہے اور اس کو بچہ کی غذا بنا دیا ہے۔ ان دونوں اثروں کو ابن شاہین نے روایت کیا ہے (جوہر نقی) اور مجھے ان کی مفصل سند پر وقوف نہیں ہوا لیکن صاحب جوہر نقی کی جلالت اسکی مقتضی ہے کہ یہ درجہ ضعف سے کم نہیں ہیں پس تائید کیلئے نقل کیے دیتا ہوں۔

۳۴۱ - حضرت عائشہؓ سے اس حاملہ کے باب میں جس کو خون نظر آئے روایت ہے کہ وہ خون (بوجہ استحاضہ ہونے کے)

باب حكم الوطئ والصلاة إذا انقطع دم الحائض والنفساء لأكثر المدة أو في خلالها

٣٤٢– عن إبراهيم عن عمر بن الخطاب وابن مسعود ﷺ انهما قالا في الحائض : " إِذَا انْقَطَعَ دَمُهَا فَهِيَ حَائِضٌ مَا لَمْ تَغْتَسِلُ " . أخرجه ابن الضياء في مسند أبي حنيفة والداقطني (كنز العمال ٥: ١٥١).قلت : رواه أبو حنيفة عن حماد عنه ، أخرجه الحافظ ابن خسرو بسنده إلى أبي حنيفة ، وأخرجه الحسن بن زياد في " مسنده " ، فرواه عن أبي حنيفة ، كذا في " جامع المسانيد " (١: ٢٦٢) ، فالسند صحيح ، ومراسيل إبراهيم مقبولة عندهم .

٣٤٣– حدثنا هشيم أنبأنا ليث عن عطاء وطاوس أنهما قالا : " إِذَا طَهُرَتِ الْمَرْأَةُ مِنَ الدَّمِ وَأَدْرَكَ الرَّجُلُ الشَّبَقَ ، فَلْيَأْمُرْهَا أَنْ تَتَوَضَّأَ ، ثُمَّ يُصِيبُ مِنْهَا إِنْ شَاءَ ". أخرجه سعيد بن منصور (كنز العمال ٥: ١٥٢) . قلت : سند حسن ، وليث استشهد به مسلم في "صحيحه " ، كما مر في الكتاب .

٣٤٤– أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم قال : " إِذَا طَهُرَتِ الْمَرْأَةُ فِيْ وَقْتِ

اسکونماز سے مانع نہیں ہے۔اسکوامام ابوبکرابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہےاور اسکے راوی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

باب نماز اور وطی کے حکم کے بیان میں جب کہ حائضہ یا نفساء کا خون اکثر مدت پر یا اسکے درمیان میں بند ہو

٣٤٢-ابراہیم نخعی حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ دونوں نے حائضہ کے متعلق فرمایا کہ جب اسکا خون بند ہوجائے تو غسل نہ کرنے تک وہ حائضہ ہی ہے۔اسکوابن ضیاء نے مسند ابی حنیفہ میں روایت کیا ہےاور دار قطنی نے۔(کنز العمال) میں کہتا ہوں اسکوامام ابوحنیفہؒ نے حماد سے اور ابراہیم سے روایت کیا ہے جیسا کہ جامع مسانید میں ہے پس سند صحیح ہے اور ابراہیم کے مراسیل مقبول ہیں۔

٣٤٣-عطا اور طاؤس سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب عورت خون سے پاک ہوجائے اور مرد کو شہوت زیادہ ہو تو اسکو وضو کرنے کا امر کرے پھر اگر چاہے تو اس سے حاجت پوری کرے۔اسکوسعید بن منصور نے روایت کیا ہے(کنز العمال) میں کہتا ہوں کہ سند حسن ہے۔

٣٤٤- ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ جب عورت نماز کے وقت میں پاک ہوجائے پھر اس نے غسل

صَلاةٍ فَلَمْ تَغْتَسِلْ حَتّٰى يَذْهَبَ الْوَقْتُ بَعْدَ اَنْ تَكُوْنَ مَشْغُوْلَةً فِي الْغُسْلِ فَلَيْسَ عَلَيْهَا قَضَاءٌ " (كتاب الآثار لمحمد ١:١٧)، قلت سند صحيح .

باب ان المستحاضة تتوضأ لوقت كل صلاة

٣٤٥– عن عائشة رضي الله عنها قالت : سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمُسْتَحَاضَةِ ، قَالَ : "تَدَعُ الصَّلَاةَ اَيَّامَهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ غُسْلاً وَاحِداً ، ثُمَّ تَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ " . رواه ابن حبان في "صحيحه " (كنز العمال ٥:٩٨) ، وأسناده صحيح على قاعدة" كنز العمال " المذكورة في خطبته .

(پورا) نہیں کیا یہاں تک کہ وقت نکل گیا بعد اسکے کہ وہ غسل میں مشغول تھی تو اس پر قضا واجب نہیں (کتاب الآ ثار) ۔ میں کہتا ہوں یہ سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس باب میں صحابہ وتابعین سے آ ثار مختلف وارد ہیں اسلئے حنفیہ نے ان کو مختلف صورتوں پر محمول کر کے سب کو جمع کرلیا ہے۔ پس ابراہیم نخعی کی روایت اول وسوم تو اس صورت پر محمول ہے جب کہ خون دس دن سے کم اور عادت کے موافق بند ہوا ہو اس صورت میں وقت غسل بھی حیض میں داخل ہوگا۔ اگر خون بند ہونے کے بعد اتنا وقت نہ ملے جس میں غسل کر سکے تو اس پر اس وقت کی نماز واجب نہ ہوگی اور شوہر کو اس سے وطی کرنا قبل غسل کے جائز نہیں خواہ حقیقۃً غسل کرے یا حکماً طاہر ہو جائے کہ ایک نماز کا وقت کامل اس پر گذر جائے اور نماز اس کے ذمہ دین ہو جائے کہ اب وہ شرعاً طاہر ہے گو غسل نہ کرے۔ اور عطاوطاؤس کا اثر اس صورت پر محمول ہے جبکہ خون انتہائے مدت حیض یعنی پورے دس دن میں بند ہوا ہو کہ اس وقت خون بند ہونے کے ساتھ ہی عورت پاک ہوگئی اور فوراً اس سے وطی جائز ہے اور بہتر ہے کہ تخفیف حدث کیلئے اسے وضو (اور غسل فرج) کا حکم دے پھر وطی کرے۔ اور اگر خون عادت سے پہلے بند ہوا ہو (خواہ تین دن میں یا اس سے کم میں) اس وقت وطی جائز نہیں خواہ غسل کرلیا ہو یا نہ کیا ہو۔ یہاں تک کہ ایام عادت گذر جائیں۔ اور یہ اجماعی مسئلہ ہے اس لئے دلیل کی حاجت نہیں ہاں جسکی کوئی عادت نہ ہو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ اور مسئلہ کی اصل دلیل حق تعالیٰ کا قول " فلا تقربوهن حتى يطهرن " ہے، جسکی تقریر کتب فقہ میں مفصل مذکور ہے۔

باب اس بیان میں کہ مستحاضہ ہر نماز کے وقت وضو کرے

٣٤٥- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے مستحاضہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے ایام (حیض) میں نماز کو چھوڑ دے پھر ایک غسل کرلے پھر ہر نماز کے وقت وضو (کر کے نماز پڑھ لیا) کرے۔ اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ (کنز العمال) اور اسکی سند صحیح ہے کنز العمال کے قاعدہ پر جو اس کے خطبہ میں مذکور ہے۔

٣٤٦– عن عائشة رضی الله عنها مرفوعا: " قُوْلِیْ لَہَا: فَلْتَدَعِ الصَّلاَۃَ فِیْ کُلِّ شَھْرٍ اَیَّامَ اَقْرَائِہَا ثُمَّ لِتَغْتَسِلْ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ غُسْلاً وَاحِداً ثُمَّ الطُّھُوْرُ عِنْدَ کُلِّ صَلاَۃٍ وَلْتَنْظِفْ وَلْتَحْتَشِ فَاِنَّمَا ھُوَ دَاءٌ عَرَضَ، اَوْ رَکْضَۃٌ مِنَ الشَّیْطَانِ اَوْ عِرْقٌ انْقَطَعَ ". رواہ أبو عبد الله الحاکم فی "مستدرکه" (کنز العمال ٥:٩٩)، وإسنادہ صحیح علی قاعدۃ "کنز العمال" المذکورۃ فی الخطبة.

٣٤٧– حدثنا علی بن محمد وأبو بکر ابن أبی شیبة قالا: ثنا وکیع عن الأعمش عن حبیب بن أبی ثابت عن عروۃ بن الزبیر عن عَائِشَۃَ رضی الله عنها قَالَتْ: جَائَتْ فَاطِمَۃُ بِنْتُ اَبِیْ حُبَیْشٍ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللهِ! اِنِّیْ امْرَاَۃٌ اُسْتَحَاضُ فَلاَ اَطْھُرُ، اَفَاَدَعُ الصَّلاَۃَ؟ قَالَ:" لاَ! اِنَّمَا ذٰلِکَ عِرْقٌ وَلَیْسَ بِالْحَیْضَۃِ، اِجْتَنِبِی الصَّلاَۃَ اَیَّامَ

فائدہ: "عند" ظرف زمان ہے اور مراد یہ ہے کہ ہر نماز کے شرعی وقت کیلئے وضو کرلیا کرے اور یہ نہیں فرمایا کہ ہر نماز کیلئے وضو کیا کرے پس اس سے ثابت ہو گیا کہ مستحاضہ کو ہر نماز کیلئے طہارت ضروری نہیں۔ وقت کے اندر جتنی چاہے نمازیں پڑھ لے اور ابن ماجہ میں جس حدیث میں "لکل صلوٰۃ" کا لفظ ہے تو اس میں بھی "لام" وقت کیلئے ہے۔ اور دیگر معذورین کو فقہاء نے مستحاضہ پر قیاس کیا ہے لہذا ان کا بھی یہی حکم ہے۔

٣٤٦- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس (مستحاضہ) سے کہہ دو کہ اسے چاہئے کہ ہر ماہ اپنے حیض کے ایام میں نماز چھوڑ دے پھر روز ایک غسل کرے پھر ہر نماز کے وقت وضو کرلیا کرے اور پاک ہو جائے اور توشیک استعمال کرے کیونکہ یہ ایک بیماری ہے جو پیش آ گئی یا شیطان کی ٹھوکر ہے (وہ چاہتا ہے کہ تو ایک لگن میں بیٹھی رہے)، یا کوئی رگ ہے جو کٹ گئی۔ اسکو ابوعبداللہ حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے (کنز العمال) اور اس کی سند صحیح ہے کنز العمال کے قاعدہ پر جو اسکے خطبے میں مذکور ہے۔

فائدہ: اسکا فائدہ بھی وہی ہے جو اس سے پچھلی حدیث میں گذرا۔ اور یہاں روزانہ غسل کرنا مذکور ہے اور پچھلی حدیث میں صرف ایک غسل۔ پس تطبیق کیلئے روزانہ غسل کو استحباب پر اور صرف ایک غسل کو وجوب پر محمول کیا جائیگا تا کہ احادیث میں تعارض نہ رہے۔

٣٤٧- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میں ایک عورت ہوں کہ مجھے استحاضہ آتا ہے اور پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا نماز چھوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں

مَحِيضِكِ ثُمَّ اغْتَسِلِي وَتَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ وَإِنْ قَطَرَ الدَّمُ عَلَى الْحَصِيرِ". رواه ابن ماجة (۱:۴۶)، وفى "تهذيب التهذيب" (۲:۱۷۹) "أهل الحديث اتفقوا على ذلك، يعنى على عدم سماعه (حبيب) منه (عروة)". قلت رجال السند رجال الجماعة غير على، وفى "نصب الراية" (۱:۱۰۵): "وقال صاحب "التنقيح" رواه الإسماعيلى، ورجاله رجال الصحيح" اه.

باب بناء المعتادة إذا استحيضت على عادتها

۳۴۸- عن عائشة رضى الله عنها أن أم حبيبة بنت جحش شَكَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ الدَّمَ فَقَالَ: اُمْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغْتَسِلِي وَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ. رواه مسلم وفى رواية البخارى: "تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ". وهى لأبى داود وغيره من وجه آخر (بلوغ المرام ص۲۲).

۳۴۹- عن سليمان بن يسار عن أم سلمة زوج النبى ﷺ قالت: إِنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تُهَرَاقُ الدِّمَاءَ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَاسْتَفْتَتْ لَهَا أُمُّ سَلَمَةَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ

یہ تو صرف (ایک) رگ (کا خون) ہے حیض نہیں ہے (پس) تم اپنے حیض کے دنوں میں نماز سے علیحدہ رہو پھر غسل کرلو اور ہر نماز کے وقت وضو کر (کے نماز پڑھ) لیا کرو اگر چہ خون چٹائی پر ٹپکے۔ اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور انکے پہلے شیخ کے سوا سند کے باقی رجال صحاح ستہ کے رجال ہیں لیکن اس میں انقطاع ہے اور نصب الرایہ میں کہا ہے کہ صاحب تنقیح کہتے ہیں کہ اسکو اسماعیلی نے (بھی) روایت کیا ہے۔ اور اسکے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں اھ۔ میں کہتا ہوں کہ انقطاع حنفیہ کے نزدیک قابل جرح نہیں ہے۔

باب مستحاضہ کا بناء کرنا (اور حیض کے ایام قرار دینا) اپنی عادت پر

۳۴۸- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ام حبیبہ بنت جحش نے (استحاضہ کے) خون کی رسول اللہ سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا اسقدر (زمانہ) ٹھہرو کہ تم کو اس میں حیض محبوس رکھتا تھا پھر غسل کرلو۔ اور وہ ہر نماز کے وقت (استحبابا) غسل کیا کرتی تھیں۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور بخاری کی روایت میں ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کرو اور یہ روایت دوسری سند سے ابوداود وغیرہ کی (بھی) ہے۔ (بلوغ المرام)۔

۳۴۹- سلیمان بن یسار سے روایت ہے وہ حضرت ام سلمہؓ نبی ﷺ کی بیوی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت کو استحاضہ آتا تھا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تو حضرت ام سلمہؓ نے ان کیلئے رسول اللہ ﷺ سے فتوی پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ اسکو چاہئے کہ

فَقَالَ : " لِتَنْظُرْ عِدَّةَ اللَّيَالِيْ وَالْأَيَّامِ الَّتِيْ كَانَتْ تَحِيْضُهُنَّ مِنَ الشَّهْرِ قَبْلَ أَنْ يُصِيْبَهَا الَّذِيْ أَصَابَهَا فَلْتَتْرُكِ الصَّلَاةَ قَدْرَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّهْرِ ، فَإِذَا خَلَّفَتْ ذٰلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ ثُمَّ لِتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ ثُمَّ لِتُصَلِّ ". رواه أبو داود وسكت عنه (١١١:١) وفي "التلخيص الحبير" (٦٣:١) قال النووي : إسناده على شرطهما ، وقال البيهقي : هو حديث مشهور إلا أن سليمان لم يسمعه منها ، وفي رواية لأبي داود عن سليمان أن رجلا أخبره عن أم سلمة ، وللدارقطني عن سليمان أن فاطمة بنت أبي حبيش استحيضت فأمرت أم سلمة ، وقال المنذري : لم يسمعه سليمان ، وقد رواه موسى بن عقبة عن نافع عن سليمان عن مرجانة عنها " . قلت : هذه الروايات ممكنة التطبيق فلا يعل الحديث ، ففي " الجوهر النقي " (٩٠:١) : ذكر صاحب " الكمال " : أن سليمان سمع من أم سلمة فيحتمل أنه سمع هذا الحديث منها ومن رجل عنها اه وقس على هذا رواية مرجانة ، (ودلالة الحديثين على الباب ظاهرة).

باب جواز وطئ المستحاضة

٣٥٠– عن عكرمة قال : كَانَتْ أُمُّ حَبِيْبَةَ تُسْتَحَاضُ فَكَانَ زَوْجُهَا يَغْشَاهَا . رواه أبو داود (١٢٢:١) وقال : " قال يحيى بن معين : معلى ثقة وكان أحمد بن حنبل لا يروى

اتنے دن رات کا انتظار کرے جتنے دن رات کہ اسکو مہینہ (میں سے) حیض آتا تھا پہلے اس چیز کے اسکو پہنچنے سے جو اسکو پہنچی (یعنی استحاضہ) پھر اس مقدار مہینہ کی نماز چھوڑ دے پھر جب ان (ایام) کو گذار دے تو غسل کرے پھر لنگوٹ باندھ لے پھر نماز پڑھا کرے اسکو ابوداود نے راویت کر کے اسپر سکوت کیا ہے اور تلخیص حبیر میں ہے کہ (امام) نووی نے اسکو صحیحین کی شرط پر کہا ہے۔

<u>فائدہ</u>: ان دونوں حدیثوں کی دلالت باب پر ظاہر ہے کہ مستحاضہ کو جتنے دن کہ استحاضہ سے پہلے حیض آتا تھا استحاضہ کے زمانہ میں اس قدر ایام میں نماز ترک کر دینا ضروری ہے۔ اور اسقدر زمانہ کو حیض شمار کیا جائے گا اور باقی کو استحاضہ۔ اور یہ حکم اس عورت کا ہے جس کو اول بار ہی حیض آنے کے ساتھ استحاضہ نہ آیا ہو بلکہ چند بار حیض آیا ہو پھر استحاضہ آنے لگا ہو۔

باب مستحاضہ سے جماع کرنے کا جواز

۳۵۰- عکرمہ سے روایت ہے کہ ام حبیبہ کو استحاضہ آتا تھا اور ان کے خاوند ان سے (صرف ایام استحاضہ میں) جماع کیا

عنه لأنه كان ينظر فى الرأى " وفى " فتح البارى " (۱:۳٦۲) :وهو حديث صحيح إن كان عكرمة سمعه منها " . قلت : صنيع أبي داود يدل على السماع ، والنظر فى الرأى ليس بجرح عند التحقيق .

۳٥۱ – عن عكرمة عن حمنة بنت جحش أَنَّهَا كَانَتْ مُسْتَحَاضَةً وَكَانَ زَوْجُهَا يُجَامِعُهَا . رواه أبو داود وسكت عنه (۱:۱۲۲) ، وفى " النيل" (۱:۲۷۱) : " أخرجه أيضا البيهقى ، قال النووى : وإسناده حسن " وفى " عون المعبود " (۱:۱۲۲) : " قال صاحب " المنتقى " : وكانت أم حبيبة تحت عبد الرحمن بن عوف ، كذا فى " صحيح مسلم " وكانت حمنة تحت طلحة بن عبيد الله ، انتهى ، ومقصود صاحب المنتقى أن عبد الرحمن بن عوف وطلحة بن عبيد الله من الصحابة قد فعلا ذلك فى زمن الوحى ولم ينزل فى امتناعه ، فيستدل به على الجواز " .

۳٥۲ –عن عكرمة عن ابن عباس ﷺ قال : " الْمُسْتَحَاضَةُ لَا بَأْسَ أَن يَّأْتِيَهَا زَوْجُهَا" . رواه عبد الرزاق وغيره كذا فى فتح البارى (۱:۳٦۳).

باب أن الحائض لا تصوم ولا تصلى وتقضى الصوم دون الصلاة

۳٥۳ – عن : معاذة قالت : " سَأَلْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ : مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ

کرتے تھے۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اوراس پر سکوت کیا ہے۔ اور فتح الباری میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اگر عکرمہ نے اسکو ام حبیبہؓ سے سنا ہو اھ، میں کہتا ہوں کہ ابوداود کا سکوت سماع پر دلالت کرتا ہے پس حدیث صحیح ہے۔

۳٥۱-عکرمہ حمنہ بنت جحش سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مستحاضہ تھیں اور ان کے خاوند ان سے جماع کرتے تھے۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اوراس پر سکوت کیا ہے۔ اور نیل الاوطار میں ہے کہ اس کو بیہقی نے بھی روایت کیا (اور) نووی نے اسکی اسناد کو حسن کہا ہے اھ۔ اور عون المعبود میں ہے کہ صاحب منتقی نے فرمایا ہے کہ ام حبیبہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے نکاح میں تھیں ایسا ہی صحیح مسلم میں ہے اور حمنہ طلحہ بن عبیداللہ کے نکاح میں تھیں۔ اور مقصود صاحب منتقی کا یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف اور طلحہ بن عبیداللہ نے جو صحابہ میں سے ہیں اسکو وحی کے زمانہ میں کیا اور اسکی ممانعت میں وحی نازل نہیں ہوئی پس اس سے (اس فعل کے) جواز پر استدلال کیا جائے گا۔

۳٥۲-عکرمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ مستحاضہ کے پاس اسکے شوہر کے آنے (یعنی اس سے

وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ ؟ قَالَتْ : كَانَ يُصِيبُنَا ذٰلِكَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ . رواه الجماعة (نيل الأوطار ١:٢٦٩) .

٣٥٤– عن أبی سعيد الخدری ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ " أَ لَيْسَ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ ؟. متفق عليه فی حديث طويل: (بلوغ المرام ١:٢٣).

باب ما يباح من الحائض لزوجها

٣٥٥– عن حزام بن حكيم عن عمه أَنَّهُ سَأَلَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ : مَا يَحِلُّ لِيْ مِنِ امْرَأَتِيْ وَهِيَ حَائِضٌ ؟ قال :" لَكَ مَا فَوْقَ الْإِزَارِ ". رواه أبو داود . قلت : عمه هو عبد الله ابن سعد كذا فی " المنتقی " وفی " النيل " (١:٢٦٦) " فيه صدوقان وبقيته ثقات "

صحبت کرنے) کا کچھ ڈرنہیں۔اسکوعبدالرزاق وغیرہ نے روایت کیا ہے(فتح الباری)۔

باب حائضہ نہ روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے،اور روزے کی قضا کرے نہ کہ نماز کی

۳۵۳-معاذہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا اور کہا کہ حائضہ کا کیا حال ہے کہ وہ روزہ کی قضا کرتی ہے اور نماز کی قضانہیں کرتی ؟انہوں نے فرمایا کہ یہ (حیض) ہم کورسول اللہ ﷺ کے ساتھ (رہتے ہوئے) پہنچتا تھا تو ہمیں روزہ کی قضار کھنے کا تو حکم کیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کرنے کا حکم نہیں کیا جاتا تھا۔اسکواصحاب صحاح ستہ نے روایت کیا ہے۔(نیل)۔

۳۵۴-ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہو تو نماز نہیں پڑھتی اور روزہ نہیں رکھتی (یعنی ایسا ضرور ہے) متفق علیہ (بلوغ المرام)۔

<u>فائدہ</u>:ان دونوں حدیثوں کی دلالت باب پر ظاہر ہے،اگر چہ روزہ کی قضا صرف پہلی حدیث میں مذکور ہے دوسری میں نہیں ہے۔

باب اس فعل کے بیان میں جو حائضہ کے ساتھ اسکے شوہر کو مباح ہے۔

۳۵۵-حضرت حزام بن حکیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ مجھے میری بیوی سے اسکے حائضہ ہونے کی حالت میں کیا حلال ہے؟ آپ نے فرمایا تجھے مافوق الازار جائز ہے (یعنی ازار بند سے اوپر کے بدن سے مس وغیرہ جائز ہے)۔میں کہتا ہوں کہ حزام کے چچا عبداللہ بن سعد ہیں جیسا کہ منتقی میں ہے اور نیل میں ہے کہ اس (سند) میں دو صدوق ہیں اور باقی رجال ثقہ ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ ابوداود کے شارح ابوزرعہ عراقی نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث

وفی "فتح القدیر" (۱:۱۴۷) : شارحه أبو زرعة العراقی صرح بأنه ینبغی أن یکون صحیحا".

۳۵۶– عن عاصم بن عمر أنَّ عُمَرَ ﷺ قَالَ : سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ مِن امْرَأَتِهِ ، وَهِیَ حَائِضٌ ؟ قَالَ : " مَا فَوْقَ الإِزَارِ" رواه أبو یعلی ورجاله رجال الصحیح (مجمع الزوائد ۱:۱۱۶).

۳۵۷– عن عائشة رضی الله عنها قالت : " کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یَأْمُرُنِی فَأَتَّزِرُ فَیُبَاشِرُنِی وَأَنَا حَائِضٌ ". متفق علیه (بلوغ المرام ۱:۲۳).

باب اکثر النفاس

۳۵۸– عن جابر ﷺ قال : وَقَّتَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لِلنُّفَسَاءِ أَرْبَعِیْنَ یَوْماً . رواه

صحیح ہونے کے قابل ہے (یعنی اسکی سند کے رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں اس لئے اسکو صحیح کہنا چاہئے)۔

۳۵۶–عاصم بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ مرد کو اپنی بیوی سے کیا حلال ہے اسکے حائضہ ہونے کی حالت میں؟ آپ نے فرمایا تہ بند سے اوپر کا بدن۔ اسکو ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اسکے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں (مجمع الزوائد)۔

۳۵۷–حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھے حکم دیتے تھے سو میں تہ بند مضبوط کر کے باندھ لیتی تھی (یعنی حتی کہ گھٹنوں تک تہ بند کو خوب اچھی طرح کس لیتی تھی) اور آپ میرے بدن سے اپنا بدن ملاتے تھے اس حال میں کہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ متفق علیہ (بلوغ المرام)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ تہ بند (اور پاجامہ) سے اوپر حائضہ سے مرد کو استمتاع جائز ہے یعنی ناف اور زانو کے درمیان تمتع جائز نہیں اور باقی بدن سے جائز ہے، باقی مسلم کی حدیث "اصنعوا کل شئ الا النکاح" (یعنی ہم بستری کے علاوہ ہر کام کر سکتے ہو) اور ابوداود کی حدیث کہ حضور ﷺ جب حائضہ بیوی سے کچھ کرنے کا ارادہ کرتے تو اسکی شرم گاہ پر کپڑا ڈال لیتے، یعنی ان حدیثوں سے جماع کے علاوہ ہر فعل کا جواز معلوم ہوتا ہے، تو اسکا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں نکاح سے مراد جماع اور وہ چیزیں ہیں جو جماع میں واقع کر دیں، اور دوسری حدیث میں شرم گاہ پر کپڑا ڈالنے سے مراد موضع ازار پر کپڑا ڈالنا ہے۔

باب نفاس کی اکثر مدت کے بیان میں

۳۵۸–حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نفاس والی عورت کے (نفاس) کی (انتہائی) مدت چالیس دن

الطبرانی فی "الأوسط"، وفیه أشعث بن سوار وثقه ابن معین واختلف فی الاحتجاج به (مجمع الزوائد ١:١٦٦).

٣٥٩– عن أم سلمة رضی الله عنها قالت: كَانَتِ النُّفَسَاءُ تَقْعُدُ فِیْ عَهْدِ النَّبِیِّ ﷺ بَعْدَ نِفَاسِهَا اَرْبَعِیْنَ یَوْماً. رواه الخمسة إلا النسائی واللفظ لأبی داود، وفی لفظ له: لَمْ یَأْمُرْهَا النَّبِیُّ ﷺ بِقَضَاءِ صَلَاةِ النِّفَاسِ، وصححه الحاكم (بلوغ المرام ص٢٣)، وسكت أبو داود عن الطریقین، وقال فی "فتح القدیر" (١:١٢١) بعد نقل اللفظ الأول: قال النووی: حدیث حسن.

باب أن الحائض والنفساء والجنب لا یقرأون شیئا من القرآن

٣٦٠– عن ابن عمر رضی الله عنه عن النبی ﷺ: "لَا تَقْرَأِ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَیْئاً مِنَ

(رات) مقرر فرمائی۔ اسکو طرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں اشعث بن سوار (راوی) ہیں جن کو (امام الجرح والتعدیل) ابن معین نے ثقہ کہا ہے اور ان (اشعث) کے حجت ہونے میں اختلاف ہے (مجمع الزوائد) اور معلوم ہو چکا ہے کہ اختلاف مضر نہیں۔

٣٥٩– حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نفاس والی عورت اپنے نفاس (شروع ہونے) کے بعد نبی ﷺ کے زمانہ میں چالیس دن بیٹھتی تھی۔ اسکو پانچوں نے روایت کیا ہے بجز نسائی کے اور یہ الفاظ ابو داود کے ہیں اور انکی ایک (حدیث کے) الفاظ میں یہ ہے کہ اس کو نبی ﷺ نفاس (کے زمانہ) کی نمازیں قضا کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔ اور اسکی حاکم نے تصحیح کی ہے (بلوغ المرام) اور ابو داود نے ان دونوں طریق سے سکوت کیا ہے اور فتح القدیر میں اول (طریق کے) لفظ نقل کر کے کہا ہے کہ نووی نے فرمایا (یہ) حدیث حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>: حیض ونفاس سے غسل کرنے کے باب میں ایک حدیث حاکم کی سند سے گذری ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جب نفاس والی عورت کے (مثلاً) سات دن گذر جائیں پھر پاکی دیکھ لے تو وہ غسل کرلے اور نماز پڑھا کرے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ کبھی نفاس چالیس دن سے کم بھی ہوتا ہے لہذا ہم کہتے ہیں کہ یہ چالیس دن انتہائی مدت ہے نفاس کی تا کہ دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہے اور وہاں یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ سات روز کی قید اتفاقی ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ اگر سات دن سے پہلے طہر دیکھ لے تو غسل کرے اور نماز پڑھے۔

باب اس بیان میں کہ حیض والی اور نفاس والی اور جسکو جنابت ہو قرآن مجید بالکل نہ پڑھیں

٣٦٠– ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حائض اور جسکو جنابت ہو قرآن مجید بالکل نہ پڑھیں۔

الْقُرْآنِ". أخرجه الترمذى (١٩:١).

٣٦١– عن على ﷺ قال: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُقرِئُنَا الْقُرْآنَ عَلى كُلِّ حَالٍ مَا لَم يَكُنْ جُنُباً. رواه الترمذى (٢١:١)، قال: حسن صحيح وفى "بلوغ المرام" (١٨:١) وصححه ابن حبان.

٣٦٢– عن على ﷺ قال: رَأَيتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ تَوَضَّأَ ثُمَّ قَرَأَ شَيْئاً مِنَ الْقُرْآنِ، قَالَ: "هٰكَذَا لِمَنْ لَيْسَ بِجُنُبٍ، فَأَمَّا الْجُنُبُ فَلاَ، وَلاَ آيَةً". رواه أبو يعلى ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ١١٤:١).

٣٦٣– عن عبد الله بن رواحة ﷺ "أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ نَهٰى اَنْ يَقْرَأَ اَحَدُنَا الْقُرْآنَ وَهُوَ جُنُبٌ". رواه الدارقطنى وقال: إسناده صالح (٤٤:١).

باب أنه لا يمس القرآن إلا طاهر

٣٦٤–عن حكيم بن حزام ﷺ قال: لَمَّا بَعَثَنِىْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ: "لاَ

اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اور نفاس والی کو حیض والی پر قیاس کیا گیا ہے۔

۳۶۱–حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو ہر حالت میں قرآن پڑھاتے تھے جب تک کہ جنبی نہ ہوتے۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔ بلوغ المرام میں ہے کہ ابن حبان نے (بھی) اسکی تصحیح کی ہے۔

۳۶۲–حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا پھر کچھ قرآن پڑھا (اور) آپ نے فرمایا کہ اسی طرح (جائز) ہے (قرآن پڑھنا) اس شخص کیلئے جو جنبی نہ ہو اور جسکو جنابت ہو تو اسکو (جائز) نہیں اور نہ ایک آیت۔ اسکو ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اسکے رجال توثیق کردہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جنابت والے کو ایک آیت بھی پڑھنا ممنوع ہے پس ایک آیت سے کم پڑھنا جائز ہوا عرف میں بھی ایک آیت سے کم پڑھنے والے کو قرآن خواں نہیں کہا جاتا، اور امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں سے اکثر اہل علم یہی فرماتے ہیں کہ جنبی اور حائضہ آیت کے ایک ٹکڑے سے زیادہ نہ پڑھیں (یعنی ایک ٹکڑا پڑھ سکتے ہیں)۔

۳۶۳–عبداللہ بن رواحہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اس سے کہ ہم میں سے کوئی جنابت کی حالت میں قرآن مجید پڑھے۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اسکی سند صالح ہے (یعنی حجت کے قابل ہے)۔

تَمَسَّ الْقُرْآنَ اِلَّا وَاَنْتَ طَاهِرٌ " . رواه الحاكم فی " المستدرك " ، وقال : صحيح الإسناد هو لم يخرجاه ، ورواه الطبرانی والدارقطنی ، ثم البیهقی فی " سننهما " (زيلعى ۱ : ۱۰۴).

۳۶۵– عن عبد الله بن عمر ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : " لَا يَمَسَّ الْقُرْآنَ اِلَّا طَاهِرٌ" . رواه الطبرانی فی " الكبير " و " الصغير " : ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ۱ : ۱۱٤) ، وفی " العزيزی " : إسناده صحيح (۳ : ٤٤٧).

۳٦٦– عن الزهری قال : قَرَأْتُ صَحِيْفَةً عِنْدَ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ ذَكَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَتَبَهَا لِعَمْرِو بْنِ حزم حِيْنَ اَمَّرَهُ عَلٰى نَجْرَانَ – وساق الحديث ، وفيه – وَالْحَجُّ الْاَصْغَرُ الْعُمْرَةُ وَلَا يَمَسَّ الْقُرْآنَ اِلَّا طَاهِرٌ". روى مسندا ولا يصح ، قاله أبو داود فی " مراسيله " (ص۱۳ مصری) ، وفی " التعليق المغنى " (۱ : ٥٤) : " قال الحافظ ابن كثير : وهذه وجادة جيدة قد قرأها الزهری وغيره ، ومثل هذا ينبغی الأخذبه"

باب اس بیان میں کہ قرآن مجید کو غیر طاہر ہاتھ نہ لگائے

۳۶۴- حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ جب مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ قرآن کو ہاتھ نہ لگانا مگر اس حال میں کہ تم طاہر ہو (اور یہ عام ہے حدث اکبر اور اصغر دونوں کو پس قرآن چھونے کیلئے جنابت اور بے وضو ہونے سے پاک ہونا ضروری ہوا) اسکو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے اور اسکو طبرانی اور دارقطنی پھر بیہقی نے (بھی) اپنی سنن میں روایت کیا ہے (زیلعی)۔

۳۶۵- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید کو صرف طاہر ہی ہاتھ لگائے۔ اسکو طبرانی نے کبیر اور صغیر میں روایت کیا ہے اور اسکے رجال کی توثیق کی گئی ہے (مجمع الزوائد) اور عزیزی میں ہے کہ اسکی سند صحیح ہے۔

۳۶۶- زہری سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کے پاس ایک صحیفہ پڑھا انہوں نے (مجھ سے) ذکر کیا کہ اسکو جناب رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کیلئے لکھا تھا (یعنی کسی سے لکھوایا تھا) جبکہ ان کو نجران پر حاکم بنایا تھا اور (پھر یہ) حدیث بیان کی اس میں تھا کہ عمرہ حج اصغر ہے اور قرآن کو صرف طاہر ہی ہاتھ لگائے (غیر طاہر نہ چھوئے)۔ اسکو ابوداود نے اپنی مراسیل میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ مسند طریق پر (بھی) مروی ہے لیکن ثابت نہیں (مرسل سند ثابت ہے مگر مسند ثابت

اھ قلت: أبو بکر تابعی أرسل عن جده، کما فی "تهذیب التهذیب" (۱۲:۳۸).

الأنجاس

باب طهارة الخف والنعل بدلکهما الأرض حین تجف النجاسة إذا کانت علیهما النجاسة التی لها جرم

۳٦۷– عن: أبی هریرة ﷺ عن النبی ﷺ قال: "إِذَا وَطِیَٔ اَحَدُکُمُ الاَذٰی بِخُفَّیْهِ فَطَهُوْرُهُمَا التُّرَابُ". رواه أبو داود ورواه ابن حبان فی صحیحه فی النوع السادس والستین من القسم الثالث والحاکم فی المستدرک وقال: حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه انتهی قال النووی فی الخلاصة: رواه أبو داود بإسناد صحیح کذا فی الزیلعی.

۳٦۸– عن: (أبی سعید) الخدری ﷺ قال: بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُصَلِّیْ بِاَصْحَابِهٖ اِذْ خَلَعَ نَعْلَیْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ یَسَارِهٖ، فَلَمَّا رَاٰی الْقَوْمُ ذٰلِكَ اَلْقَوْا نِعَالَهُمْ، فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَاتَهٗ قَالَ: مَا حَمَلَکُمْ عَلٰی اِلْقَائِکُمْ نِعَالَکُمْ؟ قَالُوْا: رَاَیْنَاكَ اَلْقَیْتَ نَعْلَیْكَ

نہیں) تعلیق مغنی میں ہے کہ حافظ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ اس روایت کو لینا چاہیے (یعنی یہ مرسل حجت ہے)۔

نجاسات کے ابواب

باب اس بیان میں کہ جسم دار نجاست اگر چمڑے کے موزے اور جوتے کو لگ جائے اور خشک ہونے کے بعد زمین سے مل دی جائے تو وہ موزہ اور جوتا پاک ہو جاتے ہیں

۳٦۷– حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نجاست پر اپنے چمڑے کے دونوں موزوں سے چلے تو انکو پاک کرنے والی مٹی ہے۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے مسلم کی شرط پر۔ اور شیخین (یعنی بخاری و مسلم) نے اسکو روایت نہیں کیا اھ۔ نووی نے خلاصہ میں فرمایا ہے کہ اسکو ابوداود نے باسناد صحیح روایت کیا ہے (زیلعی)۔

۳٦۸– حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اس حالت میں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو نماز پڑھا رہے تھے دفعۃً آپ نے دونوں جوتے اتار دیئے اور بائیں طرف رکھ دیئے۔ سو جب جماعت نے یہ دیکھا تو انہوں نے (بھی) اپنی جوتیاں

فَأَلْقَيْنَا نِعَالَنَا ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهِمَا قَذَراً –أَوْ قَالَ أَذًى– وَقَالَ : إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلْيَنْظُرْ فَإِنْ رَآى فِي نَعْلَيْهِ قَذَراً أَوْ أَذًى فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا . رواه أبو داود وسكت عنه ، وفي بلوغ المرام : (۱:۳۵) : وصححه ابن خزيمة ، اه ورواه ابن حبان في صحيحه في النوع الثامن والسبعين من القسم الأول إلا أنه لم يقل فيه "وليصل فيهما" (زيلعي).

باب أن المني نجس

۳٦۹– عن : عائشة رضي الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ فِي الْمَنِيِّ إِذَا أَصَابَ الثَّوْبَ : "إِذَا رَأَيْتَهُ فَاغْسِلْهُ وَإِنْ لَمْ تَرَهُ فَانْضِحْهُ" . رواه الطحاوي وإسناده صحيح (آثار السنن ۱:۱٤).

اتار دیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز پوری کر چکے تو فرمایا کہ تم کو کون سا امر باعث ہوا اپنے جوتے اتارنے پر؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم نے آپکو دیکھا کہ آپ نے اپنے جوتے اتار دیے سو ہم نے (بھی) اپنے جوتے اتار دیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور مجھے خبر دی کہ ان دونوں میں کوئی نجاست ہے (اسلئے میں نے ان کو اتار دیا تھا) اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو دیکھ لیا کرے اگر اپنے جوتوں میں نجاست دیکھے تو اسکو پونچھ ڈالے اور ان میں نماز پڑھ لیا کرے۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ اور بلوغ المرام میں ہے کہ اسکو ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے اھ۔ اور اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا مگر انکی روایت میں یہ مضمون نہیں ہے کہ "اور ان میں نماز پڑھ لیا کرے" (زیلعی)۔

فائدہ: جوتوں میں نماز پڑھنا اس وقت عرفاً خلاف ادب نہ تھا مگر اب چونکہ مجالس و مساجد میں جوتا لے جانا خلاف ادب سمجھا جاتا ہے اس لئے نہ مسجد میں جوتا لیجائے اور نہ اسکو پہن کر نماز پڑھے۔ اگر کہا جائے کہ حدیث میں نجاست کے جسم دار ہونے کی قید نہیں ہے اور نہ خشک ہونے کی تو جواب یہ ہے کہ یہ دونوں قیدیں رسول کریم ﷺ کے اس فرمان سے نکلیں کہ مٹی ان کو پاک کرنے والی ہے یعنی نجاست کو زائل کرنے والی ہے۔ اور تجربہ سے معلوم ہے کہ جوتے اور موزے کی تر نجاست اور اسی طرح غیر جسم دار ملنے سے زائل نہیں ہوتی پس حدیث محمول ہوگی خشک اور جسم دار نجاست پر۔

باب منی کے نجس ہونے کے بیان میں

۳٦۹– حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے منی کے بارے میں جبکہ وہ کپڑے کو لگ جائے (یہ) فرمایا کہ جب وہ تجھ کو نظر آجائے تو اس کو دھولے اور اگر نظر نہ آئے تو اس کپڑے کو (احتیاطاً) خفیف طور پر دھولے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

٣٧٠– عن عبد الله بن عمر ﷺ أنه قال : ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ . رواه الشيخان (آثار السنن) .

٣٧١– عن : معاوية بن أبى سفيان ﷺ أَنَّهُ سَأَلَ أُخْتَهُ أُمَّ حَبِيْبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّىْ فِى الثَّوْبِ الَّذِىْ يُجَامِعُهَا فِيْهِ ؟ فَقَالَتْ : نَعَمْ ، إِذَا لَمْ يَرَ فِيْهِ أَذًى . رواه أبو داود وآخرون وإسناده صحيح .(آثار السنن) .

٣٧٢– عن عائشة رضى الله عنها قالت : تَتَّخِذُ الْمَرْأَةُ الْخِرْقَةَ فَإِذَا فَرَغَ زَوْجُهَا نَاوَلَتْهُ فَمَسَحَ عَنْهُ الأَذَى وَمَسَحَتْ عَنْهَا وَصَلَّيَا فِىْ ثَوْبَيْهِمَا .أخرجه ابن خزيمة فى صحيحه (التلخيص الحبير) .

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کا اسکے ازالہ میں ہمیشہ اہتمام فرمانا اور ایک بار بھی اسکو بغیر دھوئے نہ چھوڑنا صاف دلیل ہے اسکے نجس ہونے کی۔

٣٧٠-عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ان کو (بعض دفعہ) رات میں جنابت لاحق ہوتی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ وضو کرلو اور اپنے عضو کو دھولو پھر سو رہو۔ اسکو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے (آثار السنن)۔

فائدہ: حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ عضو کو دھولو بظاہر منی کے ناپاک ہونے پر دال ہے۔ کیونکہ امر وجوب کے لئے ہوتا ہے معلوم ہوا کہ یہ دھونا واجب ہے، رہا یہ کہ حضور ﷺ نے وضو کا بھی تو امر کیا اور اس کو تم مستحب کہتے ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس امر کے استحباب پر دوسرے دلائل قائم ہیں بخلاف امر غسل ذکر کے۔ کہ اسکے استحباب پر دلائل قائم نہیں۔ پس یہ ضروری ہے۔ ہاں اگر کسی ردی کپڑے سے پونچھ کر سو رہے تو یہ بھی جائز ہے جیسا کہ آئندہ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے باقی ان دونوں کے بغیر سو رہنا جائز نہیں کہ خواہ مخواہ پاک کپڑوں کو ناپاک کرنا ہے اور نہ ان کپڑوں میں نماز جائز ہے۔

٣٧١-حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بہن ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ ان کپڑوں میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے جن کو وہ پہن کر مشغول جماع ہوتے تھے؟ فرمایا ہاں جبکہ ان میں گندگی نہ دیکھتے۔ اسکو ابوداود وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

٣٧٢-حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ عورت ایک چیتھڑا اپنے پاس رکھے پھر جب شوہر جماع سے فارغ ہو جائے تو وہ کپڑا اس کو دیدے جس سے وہ اپنی گندگی پونچھ دے اور عورت اپنی (گندگی) پونچھ لے پھر دونوں اپنے اسی لباس

۳۷۳– عن : يحيى بن عبد الرحمن بن حاطب أَنَّهُ اِعْتَمَرَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّاب فِيْ رَكْبٍ فِيهِمْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ ، وَأَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّاب عَرَّسَ بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ قَرِيْباً مِنْ بَعْضِ الْمِيَاهِ، فَاحْتَلَمَ عُمَرُ وَقَدْ كَادَ أَنْ يُصْبِحَ ، فَلَمْ يَجِدْ مَعَ الرَّكْبِ مَاءً ، حَتّٰى إِذَا جَاءَ مَاءً فَجَعَلَ يَغْسِلُ مَا رَأَى مِنْ ذٰلِكَ الاِحْتِلَامِ حَتّٰى أَسْفَرَ فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ : أَصْبَحْتَ وَمَعَنَا ثِيَابٌ فَدَعْ ثَوْبَكَ يُغْسَلُ ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ : وَا عَجَباً لَكَ يَا عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ ! لَئِنْ كُنْتَ تَجِدُ ثِيَاباً أَوَ كُلُّ النَّاسِ يَجِدُ ثِيَاباً ؟ وَاللّٰهِ لَوْ فَعَلْتُهَا لَكَانَتْ سُنَّةً ، بَلْ أَغْسِلُ مَا رَأَيْتُ وَأَنْضِحُ مَالَمْ أَرَ . رواه مالك وإسناده صحيح (آثار السنن ص ١٤).

میں نماز پڑھ لیں۔ اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (تلخیص حبیر)۔

فائدہ: حضرت عائشہؓ اور حضرت ام حبیبہؓ نے منی کو ''اذی'' سے تعبیر کیا ہے اور زبان شرع میں لفظ ''اذی'' سے ناپاکی اور گندگی کو مراد لیا جاتا ہے۔ اس سے منی کا ناپاک ہونا ثابت ہوا۔

۳۷۳- یحیٰی بن عبدالرحمٰن بن حاطب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ ایک قافلہ کی ہمراہی میں عمرہ کیا جن میں حضرت عمرو بن العاصؓ بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے ایک جگہ اخیر شب کو پڑاؤ کیا جس کے قریب ہی پانی تھا پھر صبح کے وقت حضرت عمرؓ کو احتلام ہو گیا اور قافلہ میں پانی نہ ملا تو وہ سوار ہوئے یہاں تک کہ پانی پر پہنچ گئے پھر حضرت عمر نے اس احتلام کا نشان جہاں جہاں دیکھا اسکو دھونے لگے حتی کہ روشنی ہو گئی تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا صبح ہو چکی ہے اور ہمارے پاس کپڑے موجود ہیں آپ اپنے کپڑوں کو رہنے دیجئے، پھر دھلتے رہیں گے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے عمرو بن العاص! مجھے تم پر تعجب آتا ہے اگر تم بہت کپڑے پاتے ہو تو کیا اور آدمی بھی تمہاری طرح بہت کپڑے پاسکتے ہیں؟ بخدا اگر میں ایسا کروں گا تو یہی طریقہ پڑجائے گا۔ بلکہ جو نشان مجھے نظر آئے گا اس کو میں دھولوں گا اور جو (پوری طرح) نظر نہ آئے گا اس پر پانی چھڑک دوں گا (تا کہ بعد میں وہم نہ ہو)۔ اسکو مالک نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

فائدہ: اس سے منی کا ناپاک ہونا صراحۃً ثابت ہوا اور یہ کہ تر منی بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتی اور وجہ دلالت کی یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے کپڑوں کو دھونے کی وجہ سے نماز میں اتنی دیر کی کہ صحابہ نے اس تاخیر پر انکار کیا اگر منی تھوک وغیرہ کی طرح پاک ہوتی تو یہ تاخیر ''غلو فی الدین'' میں داخل ہوتی۔ جیسے کوئی تھوک وغیرہ کے دھونے میں مشغول ہو کر نماز میں دیر کردے پھر صحابہ میں سے کسی نے بھی حضرت عمر سے یہ نہ کہا کہ منی کو کسی چیتھڑے یا لکڑی سے پونچھ کر نماز پڑھ لو بلکہ کہا تو یہ کہا کہ اپنے کپڑوں کو رہنے دو بعد میں دھلتے رہیں گے اس سے صاف ثابت ہوا کہ تر منی بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتی اور اسی سے معلوم ہوا کہ یہ منی تر تھی خشک نہ تھی کیونکہ خشک منی کا رگڑنے سے پاک ہو جانا صحابہ پر مخفی نہ تھا۔ خصوصاً حضرت عمرؓ پر جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

٣٧٤ – عن : أبي هريرة ﷺ قَالَ فِي الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ : " إِنْ رَأَيْتَهُ فَاغْسِلْهُ وَإِلَّا فَاغْسِلِ الثَّوْبَ كُلَّهُ " . رواه الطحاوي وإسناده صحيح (آثار السنن).

٣٧٥ – عن : عبد الملك بن عمير قال : سُئِلَ جَابِرُ بْنُ سَمُرَةَ وَاَنَا عِنْدَهُ ، عَنِ الرَّجُلِ يُصَلِّيْ فِي الثَّوْبِ الَّذِيْ يُجَامِعُ فِيْهِ اَهْلَهُ ، قَالَ : صَلِّ فِيْهِ اِلَّا اَنْ تَرَى فِيْهِ شَيْئاً فَتَغْسِلُهُ وَلَا تَنْضِحُهُ فَاِنَّ النَّضْحَ لَا يَزِيْدُهُ اِلَّا شَرًّا. رواه الطحاوي وإسناده حسن (آثار السنن).

٣٧٦ – عن : عبد الكريم بن رشيد قال : سُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ قَطِيْفَةٍ اَصَابَتْهَا جَنَابَةٌ لَا يَدْرِيْ اَيْنَ مَوْضِعُهَا ، قَالَ : اِغْسِلْهَا . رواه الطحاوي وإسناده صحيح (آثار السنن).

٣٧٧ – قال : وكيع عن أفلح بن حميد عن أبيه قال : " عَرَّسْنَا مَعَ ابْنِ عُمَرَ بِالْاَبْوَاءِ

۳۷۴–حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس منی کے متعلق جو کپڑے میں لگ جائے فرمایا کہ اگر تم اسکو دیکھ لوتو دھولو ورنہ سارے کپڑے کو دھوؤ۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

فائدہ: اسکی دلالت بھی مقصود پر ظاہر ہے کیونکہ صحابی نے منی کے نظر نہ آنے پر سارے کپڑے کو دھونے کا امر کیا اور پاک چیز کے لگ جانے سے ایسا امر نہیں کیا جاسکتا معلوم ہوا کہ منی ناپاک ہے۔

۳۷۵–عبدالملک بن عمیر سے روایت ہے کہ جابر بن سمرہ سے میرے سامنے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کیا آدمی ان کپڑوں میں نماز پڑھ لے جن میں اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے؟ فرمایا ہاں پڑھ لو مگر یہ کہ اس میں کچھ لگا ہوا دیکھو تو اس کو دھوڈالو اور پانی نہ چھڑکنا کیونکہ چھڑکنے سے تو اور خرابی ہی بڑھے گی۔ اسکو بھی امام طحاوی نے روایت کیا اور اسکی سند حسن ہے (آثار السنن)۔

فائدہ: اس سے بھی منی کا ناپاک ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ صحابی نے اسکے دھونے کا امر کیا ہے اور چھڑکنے کو کافی نہیں سمجھا بلکہ فرمایا کہ چھڑکنے سے تو اور خرابی زیادہ ہوگی۔

۳۷۶–عبدالکریم بن رشید سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ سے اس روئیں والے کمبل کی بابت سوال کیا گیا جس میں منی لگ جائے اور موقع معلوم نہ ہو (کہ کہاں لگی ہے) فرمایا پورے کو دھوڈالو۔ اسکو بھی طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن)۔

۳۷۷–افلح بن حمید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ موضع ابواء میں اخیر شب کو پڑاؤ

ثُمَّ سِرْنَا حِينَ صَلَّيْنَا الْفَجْرَ حَتّٰى ارْتَفَعَ النَّهَارُ ، فَقُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ : إِنِّي صَلَّيْتُ فِي إِزَارِي وَفِيهِ احْتِلَامٌ وَلَمْ اَغْسِلْهُ ، فَوَقَفَ عَلَيَّ ابْنُ عُمَرَ فَقَالَ : اِنْزِلْ فَاطْرَحْ إِزَارَكَ وَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ثُمَّ صَلِّ الْفَجْرَ ، فَفَعَلْتُ " . كذا فی المدونة لمالك (۱:۲۵) قلت : رجاله رجال الصحیح .

۳۷۸– عن : عمرو بن العاص ﷺ فِي قِصَّةِ احْتِلَامِهِ فِي غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ وَتَيَمُّمِهِ عَنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ لِأَجْلِ خَوْفِهِ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْبَرْدِ : " فَغَسَلَ مَغَابِنَهُ ، فَتَوَضَّأَ وُضُوْئَهُ لِلصَّلَاةِ ، ثُمَّ صَلّٰى بِهِمْ " . الحديث أخرجه الحاكم فی المستدرك(۱:۱۷۷) وصححه على شرط الشیخین ، وأقره الذهبی علیه ، وقال : "علی شرطهما " .

۳۷۹– عن عائشة رضی الله عنها قالَتْ : " كُنْتُ اَفْرُكُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ

کیا پھر صبح کی نماز پڑھ کر چل پڑے یہاں تک کہ دن چڑھ گیا تو میں نے ابن عمر سے عرض کیا کہ میں نے اپنے پائجامہ میں نماز پڑھ لی حالانکہ اس میں احتلام کا اثر لگا ہوا تھا (یعنی منی) اور میں نے اسکو دھویا نہیں۔ تو ابن عمرؓ میرے پاس کھڑے ہوگئے اور کہا اترو اور اپنا پائجامہ نکال ڈالو اور دو رکعتیں (سنت فجر کی) پڑھ لو اور اقامت کہکر فجر کی (فرض نماز) پڑھ لو۔ (مدونہ مالک) میں کہتا ہوں اس سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: اس سے بھی منی کا ناپاک ہونا معلوم ہوا، اگر پاک ہوتی تو عبداللہ بن عمر اس پائجامہ کے نکالنے کا امر نہ کرتے، رہا یہ کہ اس وقت تک تو منی خشک ہوگئی ہوگی پھر ابن عمر نے پائجامے کے رگڑنے کا امر کیوں نہ کیا اس کا جواب یہ ہے کہ رگڑنے میں اور منی کے نشانات دیکھنے میں دیر لگتی اور قافلہ سے دور رہ جاتے اس لئے پائجامہ کا نکال دینا ہی سہل سمجھا۔

۳۷۸- حضرت عمرو بن العاصؓ سے غزوہ ذات السلاسل کے قصہ میں جبکہ ان کو احتلام ہوگیا اور غسل جنابت کی جگہ انہوں نے تیمم کیا کیونکہ نہانے میں سخت سردی کی وجہ سے ان کو جان کا خطرہ تھا یہ مروی ہے کہ انہوں نے اپنے چڈوں کو دھویا اور وضو کرکے نماز پڑھا دی۔ اسکو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ اور ذہبی نے تائید کی ہے۔

فائدہ: اس سے بھی منی کا ناپاک ہونا ثابت ہوا، اگر پاک ہوتی تو ایسی سخت سردی میں جس میں نہانے سے جان کا خطرہ تھا اور اسی لئے انہوں نے غسل کی جگہ تیمم کیا تھا چڈوں کے دھونے کا اہتمام نہ کرتے۔

۳۷۹- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی کو رگڑ دیا کرتی تھی جبکہ خشک

رَسُوْلِ اللهِ ﷺ إِذَا كَانَ يَابِساً وَأَغْسِلُهُ إِذَا كَانَ رَطْباً . رواه الدارقطنی والطحاوی وأبو عوانة فی صحیحه وإسناده صحیح (آثار السنن).

٣٨٠— عن : خالد بن أبی عزة قال : سَأَلَ رَجُلٌ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ﷺ فَقَالَ : إِنِّیْ إِحْتَلَمْتُ عَلٰی طِنْفَسَةٍ ، فَقَالَ : إِنْ كَانَ رَطْباً فَاغْسِلْهُ وَإِنْ كَانَ يَابِساً فَاحْكُكْهُ ، وَإِنْ خَفِیَ عَلَيْكَ فَارْشُشْهُ ، انتهی . رواه ابن أبی شیبة فی مصنفه ثنا حسین بن علی عن جعفر بن برقان عنه . (زیلعی ١:١١٠) وسکت عنه الحافظ فی الدرایة ، ورجاله ثقات إلا خالد هذا،فلم أقف له علی ترجمته ، ولکنه ثقة علی قاعدة ابن حبان ، وأبوه أبو عزة صحابی اسمه یسار بن عبد ، أو ابن عمر ، وله حدیث واحد أخرجه الترمذی ، کذا فی التقریب (ص ٢٤١).

باب طهارة الأرض بالجفاف

٣٨١— عن : ابن عمر ﷺ قال : كُنْتُ أَبِيْتُ فِی الْمَسْجِدِ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

ہوتی اور دھویا کرتی تھی جب تر ہوتی۔ اسکو دارقطنی اور طحاوی اور ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)

فائدہ: اس حدیث میں تقسیم پر دلالت ہے، یعنی ترمنی کیلئے دھونا ضروری ہے اور خشک کیلئے رگڑ دینا کافی ہے۔

٣٨٠- خالد بن ابی عزہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ مجھے قالین پر احتلام ہو گیا ہے تو (حضرت عمرؓ نے) فرمایا اگر منی تر ہو تو دھوڈالو اور خشک ہو تو کھرچ دو اور اگر (کہیں) شبہ ہو تو (وہاں) پانی چھڑک دو (تاکہ بعد میں وہم نہ ہو)۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا (زیلعی) اور حافظ ابن حجر نے درایہ میں اس پر سکوت کیا ہے اور اسکے راوی سب ثقہ ہیں مگر خالد بن ابی عزہ کا ترجمہ مجھ کو نہیں ملا اور ان کے باپ ابوعزہ صحابی ہیں پس یہ خالد صحابی زادہ اور تابعی ہیں اور ابن حبان کے قاعدہ پر جو پہلے گذر چکا ہے وہ ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ ترمنی بغیر دھوئے پاک نہیں ہوسکتی کیونکہ حضرت عمرؓ نے تقسیم کے ساتھ حکم فرمایا ہے کہ اگر تر ہو تو دھوڈالو اور خشک ہو تو کھرچ دو اس سے صاف معلوم ہوا کہ ترمنی کا کھرچنا کافی نہیں اور مخالفین نے اس مسئلہ میں جو کچھ کلام کیا ہے اسکا جواب ہم نے اسی جگہ حاشیہ میں دیدیا ہے کہ کسی عالم سے سمجھ لیا جائے۔

باقی حدیث میں منی کو تھوک اور رینٹ سے جو تشبیہ دی گئی ہے تو یہ تشبیہ طہارت میں نہیں (کہ جس طرح تھوک پاک ہے اسی طرح منی بھی پاک ہے) بلکہ طریقہ تطہیر میں تشبیہ ہے۔

وَكُنتُ فَتىً شَاباً عَزَباً ، وَكَانَتِ الْكِلَابُ تَبُوْلُ وَتُقبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ ، فَلَمْ يَكُوْنُوا يَرُشُّوْنَ شَيْئاً مِنْ ذٰلِكَ . روه أبو داود فى سننه وسكت عنه (١: ٦٠).

٣٨٢– عن : نافع قال : سُئِلَ ابنُ عمر ﷺ عَنِ الْحِيْطَانِ تَكُوْنُ فِيْهَا الْعَذِرَةُ وَأَبْوَالُ النَّاسِ وَرَوْثُ الدَّوَابِّ، فَقَالَ : إِذَا سَالَتْ عَلَيْهِ الأمْطَارُ وَجَفَّفَتْهُ الرِّيَاحُ فَلاَ بَأسَ فِي الصَّلاَةِ فِيْهِ يَذْكُرُ ذٰلِكَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. رواه الطبرانى فى الأوسط ، وفيه عمرو بن عثمان الكلابى الرقى ، ضعفه أبو حاتم والأزدى ، ووثقه أبو حاتم وابن حبان وقال ابن عدى : له أحاديث صالحة وبقية رجاله رجال الصحيح خلا شيخ الطبرانى كذا فى مجمع الزوائد (١١٨:١) وشيخ الطبرانى ثقة على قاعدة صاحب مجمع الزوائد ، ونذكره فى الحاشية .

٣٨٣– ثنا : عبد الله بن نمير عن إسماعيل الأزرق عن ابن الحنفية قال : إِذَا جَفَّتِ الأَرْضُ فَقَدْ زَكَتْ . رواه أبو بكر ابن أبى شيبة فى مصنفه (٤١:١) ورجاله رجال الجماعة

باب زمین کا پاک ہوجانا خشک ہوجانے سے

٣٨١-حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں رات کو مسجد میں رہتا تھا اور میں نوعمر جوان مجرد تھا اور (کبھی کبھی) کتے مسجد میں پیشاب کر جاتے تھے اور آتے جاتے تھے سو اسکی وجہ سے لوگ (مسجد کو) دھوتے نہ تھے۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے۔

__فائدہ:__ مطلب یہ ہے کہ خشک ہوجانے سے خود پاک ہوجاتی تھی۔

٣٨٢-نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے ان باغوں (کی زمین) کے بارہ میں سوال کیا گیا جن میں آدمیوں کا پاخانہ اور لوگوں کا پیشاب اور جانوروں کی لید (پڑی) ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب اس (زمین) پر بارش (کا پانی) بہہ جائے اور اسکو ہوائیں خشک کردیں تو وہاں نماز پڑھنے میں کچھ ڈر نہیں۔ وہ اسکو نبی ﷺ سے ذکر فرماتے تھے۔ اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے (مجمع الزوائد)۔

__فائدہ:__ بارش کا پانی بہہ جانے کی قید استحباب کیلئے ہے تا کہ نجاست خفیف ہوجائے ورنہ صرف اس جگہ کا خشک ہونا کافی ہے جیسا کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوا اور اس تقریر پر دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہا۔

٣٨٣-حضرت ابن الحنفیہ (تابعیؒ) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب زمین خشک ہوجائے تو وہ پاک ہوجاتی ہے۔ اسکو ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور اسکے رجال صحاح ستہ کے رجال ہیں۔

وهو مما لا يدرك بالقياس فله حكم الرفع ، فهو مرسل تابعی وهو حجة عندنا ، وفی اللؤلؤ المرصوع : وقد روی عن عائشة موقوفا وقال القاری فی موضوعاته الکبیر ذكره ابن ابی شیبة مرفوعا عن أبی جعفر الباقر ، قلت : ونعم السند الظاهر من الإمام الباهر المسمی بسلسلة الذهب ، وهی کافية لصحة المذهب ، مع أن المجتهد إذا استدل بحديث فلا يتصور أن لا يكون صحيحا أو حسنا عنده ، ثم لا يضره دخول ضعف أو وضع فی سنده وقد تقدم رفعه ، وقد روی عن عائشة موقوفا ، ومن المعلوم أن موقوف الصحابة حجة عندنا ، وكذا الحديث المنقطع إذا صح سنده (من بذل المجهود شرح أبی داود ۱:۲۲۱).

۳۸۴– حدثنا : إبراهيم بن مهدی عن الحارث بن عمير عن أيوب عن أبی قلابة قال: إِذَا جَفَّتِ الْاَرْضُ فَقَدْ زَكَتْ . رواه أبو بكر ابن أبی شيبة فی مصنفه (۱:۴۱) ورجاله رجال الصحیح .

باب الدليل على نجاسة الخمر

۳۸۵– حدثنا : نصر بن عاصم نا محمد بن شُعَيْبٍ قال : أنا عبد الله بن العَلاءِ بنزَبْرٍ عن أبی عبيد الله مسلم بن مِشْكَمٍ عن أبی ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ أَنَّهُ سَاَلَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ

۳۸۴– حضرت ابوقلابہ (تابعیؒ) فرماتے ہیں کہ جب زمین خشک ہوجائے تو وہ پاک ہوجاتی ہے۔ اسکو ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے۔ اور اسکے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں۔

فائدہ: جن احادیث میں پانی ڈالنے یا نجاست والی جگہ کھودنے کا ذکر ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ زمین کی تطہیر کے مختلف طریقے ہیں، اگر جلدی ہو تو پانی یا کھودنے والا طریقہ استعمال کیا جاسکتا ہے اور اگر جلدی نہ ہو تو خشک ہونے کا انتظار کیا جائے، ایک طریقہ ذکر کرنے یا استعمال کرنے سے دوسرے طریقے کی نفی نہیں ہوتی، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ پانی ڈالنے یا زمین کھودنے میں طہارت کاملہ ہے اور زمین کے خشک ہونے میں طہارت ناقصہ حاصل ہوتی ہے۔

باب اس مسئلہ کی دلیل کے بیان میں کہ خمر نجس ہے

۳۸۵– ابو ثعلبہ خشنیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم لوگ اہل کتاب کے

قَالَ : اِنَّا نُجَاوِرُ اَهْلَ الْكِتَابِ وَهُمْ يَطْبُخُوْنَ فِیْ قُدُوْرِهِمُ الْخِنْزِيْرَ وَيَشْرَبُوْنَ فِیْ آنِيَتِهِمُ الْخَمْرَ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : اِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَهَا فَكُلُوْا فِيْهَا وَاشْرَبُوْا ، وَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا غَيْرَهَا فَارْحَضُوْهَا بِالْمَاءِ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا. رواه أبو داود وسكت عنه(٢:١٨٠)وهو حسن الإسناد.

٣٨٦– عن : أبی هريرة رضی الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : اِنَّ اللهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَثَمَنَهَا وَحَرَّمَ الْمَيْتَةَ وَثَمَنَهَا وَحَرَّمَ الْخِنْزِيْرَ وَثَمَنَهُ. رواه أبو داود وغيره (الترغيب للمنذری ص٤٢٣) وهو حسن علی قاعدته المذكورة فی مقدمة الترغيب.

ہمسایہ ہیں اور وہ اپنی ہانڈیوں میں سور پکاتے ہیں اور برتنوں میں شراب پیتے ہیں (تو ہم ان کے برتنوں کو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ان کے سوا اور برتن مل سکے تو اسی میں کھاؤ پیو اور اگر ان کے سوا نہ ملے تو ان کو پانی سے دھولو پھر کھاؤ پیو۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس سے شراب کا ناپاک ہونا صراحۃً ثابت ہوا کیونکہ صحابی نے اہل کتاب کے برتنوں میں کھانے پینے سے سور اور شراب دونوں کی وجہ سے تردد کیا۔ اور حضور ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا بلکہ عام طور پر دونوں برتنوں کو دھونے کا امر فرمایا اور ناپاک ہونے کے یہی معنی ہیں کہ اس کا دھونا ضروری ہو۔ اور شراب کے ناپاک ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے مگر داود ظاہری سے اسکے خلاف ایک قول نقل کیا جاتا ہے کہ شراب حرام تو ہے ناپاک نہیں۔ مگر داود ظاہری کا قول اجماع سابق کے خلاف ہونے کی وجہ سے رد ہے اور اجماع لاحق میں انکا خلاف قادح نہیں۔ اور اس زمانہ میں بھی بعض لوگ طہارۃِ خمر کے مدعی ہیں اور کہتے ہیں کہ اسکی نجاست پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں۔ میں کہتا ہوں اول تو اجماع خود دلیل کافی ہے اور اجماع کو اگر وہ نہ مانیں اور ایک قطعی شرعی دلیل کے انکار پر مصر ہیں تو ابوداود کی یہ حدیث نجاست خمر پر صراحۃً دال ہے۔

٣٨٦- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے شراب کو حرام کیا ہے اور اسکی قیمت کو بھی، اور مردار کو حرام کیا ہے اور اسکی قیمت کو بھی، اور سور کو حرام کیا ہے اور اسکی قیمت کو بھی۔ اسکو ابوداود وغیرہ نے روایت کیا ہے (ترغیب) اور یہ حدیث ترغیب کے قاعدہ پر حسن ہے۔

فائدہ: اگر شراب پاک ہوتی تو اسکی بیع جائز ہوتی کیونکہ عین طاہر کی بیع اجماعاً جائز ہے پس حرمت بیع سے اسکا ناپاک ہونا ثابت ہوا، دوسرے اعیان کی حرمت بیع کا سبب یا کرامت ہے یا مال نہ ہونا (جیسے بیع حر وغیرہ) یا مباح عام ہونا (جیسے کنویں کے پانی اور کھڑی ہوئی گھاس کی بیع) یا ناپاک ہونا۔ اور خمر سے کرامت اور اباحت عامہ تو یقیناً منتفی ہے اور عدم مالیت بھی منتفی ہے کیونکہ قرآن

۳۸۷– عن : المغيرة بن شعبة ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : مَنْ بَاعَ الْخَمْرَ فَلْيُشَقِّصِ الْخَنَازِيْرَ . رواه أبو داود أيضا وسكت عنه هو والمنذرى فى ترغيبه ، فهو حسن أو صحيح قال فى النهاية : " هذا لفظ أمر معناه النهى تقديره : من باع الخمر فليكن للخنازير قصابا اه " كذا فى حاشية أبى داود .

۳۸۸– عن : عثمان بن عفان ﷺ قال : اِجْتَنِبُوا الْخَمْرَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ سَمَّاهَا أُمَّ الْخَبَائِثِ . أخرجه ابن أبى عاصم من حديث السائب بن يزيد ، كذا فى المقاصد الحسنة للسخاوى ، وأخرجه ابن حبان فى صحيحه عن عثمان بلفظ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : اِجْتَنِبُوا الْخَمْرَ أُمَّ الْخَبَائِثِ ، كما فى الترغيب للمنذرى (ص ٤٥).

۳۸۹– عن : نافع قيل لابْنِ عُمَرَ : إِنَّ النِّسَاءَ يَتَمَشَّطْنَ بِالْخَمْرِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : أَلْقَى اللهُ فِىْ رُؤُوْسِهِنَّ اَلْحَاصَّةَ. أخرجه عبد الرزاق فى المصنف، كذا فى كنز العمال (۳:۱۰۸)

میں خود موجود ہے " قل فيهما اثم كبير و منافع للناس " جس سے شراب کا مال ہونا مستفاد ہوتا ہے پس اب اسکی حرمت بیع کا سبب بجز نجاست کے اور کیا ہے۔

۳۸۷–مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شراب فروخت کرے اس کو چاہیے کہ سور کا گوشت بھی کاٹ کر فروخت کیا کرے۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس سے بھی حدیث مذکور بالا کی طرح نجاست خمر ثابت ہوئی اور تقریر اوپر گذر چکی مگر اس میں اتنی بات اور زیادہ ہے کہ حضور ﷺ نے شراب کی بیع کو سور کی بیع سے تشبیہ دی ہے جس سے نجاست خمر پر زیادہ دلالت ہو رہی ہے۔

۳۸۸–حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ شراب سے بچو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسکو ام الخبائث فرمایا ہے۔ اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

فائدہ: لسانِ شرع میں خبائث کا اطلاق عموماً ناپاک چیزوں پر ہوتا ہے خصوصاً جبکہ اجتناب کا امر بھی ہو پس یہ حدیث بھی نجاست خمر کو بتلا رہی ہے۔

۳۸۹–نافع سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ سے کہا گیا کہ عورتیں شراب سے کنگھی کرتی ہیں (یعنی کنگھی کرتے وقت بالوں کو شراب لگاتی ہیں کیونکہ اس سے بالوں میں حسن پیدا ہو جاتا ہے) تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ خدا ان کے سروں میں بال گرانے والی بیماری پیدا کردے۔ اسکو عبد الرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے (کنز العمال) اور مجھے اسکی صحت اور حسن کا حال معلوم

ولم أقف على حاله صحة وحسنا ، وأنما ذكرته اعتضادا .

٣٩٠– عن طارق بن سُوَيْدِ الجُعْفِيِّ ﷺ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْخَمرِ فَنَهاهُ وَكَرِهَ اَنْ يَصْنَعَهَا لِلدَّوَاءِ فَقَالَ اِنَّهُ لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلٰكِنَّهُ دَاءٌ .أخرجه مسلم (٢:١٦٣).

٣٩١– عن : سليمان بن موسى قال : لَمَّا اِفْتَتَحَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ الشَّامَ نَزَلَ آمِد فَأَعَدَّ لَهُ مَنْ بِهَا مِنَ الأعَاجِمِ الْحَمَّامَ وَ دَلُوكاً عُجِنَ بِالْخَمْرِ ، وَكَانَ لِعُمَرَ عُيُوْنٌ مِنْ جُيُوْشِهِ يَكْتُبُوْنَ اِلَيْهِ بِالأخبَارِ ، فَكَتَبُوْا اِلَيْهِ بِذٰلِكَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ عُمَرُ : " اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ عَلىٰ بُطُوْنِكُمْ وَاَشْعَارِكُمْ وَاَبْشَارِكُمْ ".أخرجه سعيد بن منصور فى سننه كذا فى كنز العمال (٥:١٢٧) وأخرجه الحاكم فى تاريخه عن أبى عثمان والربيع أو أبى حارثة بلفظ : "فَكَتَبَ اِلَيْهِ : بَلَغَنِيْ أَنَّكَ تَدَلَّكْتَ بِخَمْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ ظَاهِرَ الْخَمْرِ وَبَاطِنَهَا ، وَقَدْ حَرَّمَ مَسَّ الْخَمْرِ كَمَا حَرَّمَ شُرْبَهَا ، فَلاَ تَمَسُّوْهَا اَجْسَامَكُمْ فَاِنَّهَا نَجِسٌ " . اه كذا فى الكنز أيضا ، ولم أقف على سنده تفصيلا ولكن له طرقا متعددة تفيد قوة .

نہیں ہوااور اسکو محض تائیداً نقل کیا گیا ہے۔

۳۹۰–طارق بن سوید جعفی سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شراب (بنانے) کے متعلق دریافت کیا آپ نے انکو منع فرمایا راوی نے یوں کہا کہ آپ نے اس کے بنانے سے کراہت ظاہر فرمائی طارق نے کہا میں تو اسکو صرف دوا کیلئے بنانا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کہ وہ دوا نہیں بلکہ خود بیماری ہے۔اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے شراب کے ساتھ دوا کرنے کی مطلقاً ممانعت ثابت ہوئی، خارجاً بھی اور داخلاً بھی۔اگر وہ پاک ہوتی تو خارجاً تداوی کی اجازت دیدی جاتی کیونکہ عین طاہر سے خارجاً دوا کرنا اجماعاً جائز ہے پھر اس ممانعت کی وجہ بجز نجاستِ خمر کے اور کیا ہے؟۔

۳۹۱–سلیمان بن موسیٰ سے روایت ہے کہ جب خالد بن ولید ﷺ نے شام کو فتح کرلیا تو موضع آمد میں قیام کیا وہاں اہل عجم نے آپ کیلئے حمام تیار کیا اور ایک صابن بنایا جو شراب سے خمیر کیا تھا۔اور حضرت عمرؓ کے جاسوس لشکر میں تھے جو انکو خبریں لکھتے تھے انہوں نے یہ واقعہ بھی لکھ کر بھیجا تو حضرت عمرؓ نے خالدؓ کو لکھا کہ "اللہ تعالی نے شراب کو تمہارے پیٹ اور بال اور کھال سب پر حرام کیا ہے"۔اسکو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور حاکم نے اپنی تاریخ میں ابو عثمان اور ربیع یا ابو حارثہ سے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم نے شراب کو بطور صابن کے بدن پر ملا ہے تو (سن لو کہ) حق تعالی نے ظاہر خمر اور باطن خمر دونوں کو حرام کیا

باب أن قدر الدرهم من النجاسة عفو

٣٩٢– عن : عائشة رضى الله عنها أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : اِذَا ذَهَبَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْغَائِطِ فَلْيَسْتَطِبْ بِثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ ، فَاِنَّهَا تُجْزِئُ عَنْهُ . رواه أبو داود والنسائى وأحمد والدارقطنى ، وقال : إسناد صحيح حسن (نيل الأوطار ١:٨٨).

باب تطهير النجاسة بمائع غير الماء وأن إزالة العين كافية فى طهارة المرئى منها

٣٩٣– عن : عائشة رضى الله عنها قالت : مَا كَانَ لِاِحْدَانَا اِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ تَحِيْضُ

ہے اور اسکے ملنے کو بھی حرام کیا جیسا کہ پینا حرام کیا ہے پس تم شراب اپنے جسم کو نہ ملو کیونکہ وہ ناپاک ہے (کنز العمال)۔

فائدہ: اسکی دلالت شراب کے ناپاک ہونے پر ظاہر ہے اور گو ہمیں اس کی سند تفصیلاً نہیں ملی مگر اس کے طرق متعدد ہیں جن سے قوۃ حاصل ہوتی ہے اور اس واقعہ کو حافظ ابن اثیر نے کامل میں حضرت خالد کے اسباب عزل میں ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مشہور تھا کیونکہ امراءِ جیوش کے اسبابِ عزل پوشیدہ نہیں رہا کرتے۔ نیز ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں صحیح واقعات بیان کرنے کا التزام کیا ہے جیسا کہ دیباچہ کامل میں مذکور ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ قصہ ابن اثیر کے نزدیک صحیح ہے۔

باب اس بیان میں کہ نجاست غلیظہ بقدر درہم معاف ہے

٣٩٢–حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی پاخانے میں جائے تو تین ڈھیلوں سے پاکی حاصل کرے کیونکہ تین ڈھیلے اسے کافی ہیں۔ اسکو ابوداود ونسائی واحمد اور دارقطنی نے روایت کیا ہے اور دارقطنی نے کہا ہے کہ اسکی سند حسن صحیح ہے (نیل الاوطار)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ڈھیلوں سے استنجا کرنا کافی ہے پانی کا استعمال واجب نہیں اور جمہور سلف وخلف اور اہل فتوی کا اس پر اجماع ہے کہ پانی اور ڈھیلوں کا جمع کرنا افضل ہے (عینی) واجب نہیں۔ تو جب ڈھیلوں سے پونچھنے پر اکتفا جائز ہے اور ظاہر ہے کہ ان سے ناپاکی زائل نہیں ہوتی صرف خشک ہوجاتی ہے تو ثابت ہوا کہ موضع استنجا کے برابر ناپاکی معاف ہے جسکے ساتھ نماز درست ہے اور موضع استنجا درہم ہی کے برابر ہے (لیکن قصداً اتنی ناپاکی کو باقی رکھنا اور اس کے دھونے سے تساہل کرنا مکروہ ہے۔ جس پر دوسرے دلائل قائم ہیں جو بعد میں مذکور ہوں گے)، نیز حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ تین ڈھیلے کافی ہونگے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین ڈھیلے استعمال کرنا ضروری نہیں، بلکہ اگر ایک یا دو بھی کافی ہوجائیں تو ایک یا دو پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے، ہاں عام طور پر چونکہ تین سے کم کفایت نہیں کرتے اس لئے تین کا ذکر فرمایا ہے۔

فِيهِ فَإِذَا أَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ قَالَتْ بِرِيقِهَا ، فَقَصَعَتْهُ بِظُفرِهَا .أخرجه البخاری ولفظ عبد الرزاق عنها : كَانَتْ إِحْدَانَا تَغْسِلُ دَمَ الْحَيْضَةِ بِرِيقِهَا تَقْرِضُهُ بِظُفْرِهَا (كنز العمال ٥:١٢٨).

باب النجاسة إذا لم يذهب أثرها

٣٩٤- عن عائشة رضی الله عنها أَنَّهَا سُئِلَتْ عَنِ الْحَائِضِ يُصِيبُ ثَوْبَهَا الدَّمُ ، قَالَتْ : تَغْسِلُهُ فَإِنْ لَمْ يَذْهَبْ أَثَرُهُ فَلْتُغَيِّرْهُ بِشَيْءٍ مِنْ صُفْرَةٍ . الحديث أخرجه أبو داود وسكت عنه .

٣٩٥- عن : أبی هریرة ﷺ أَنَّ خَوْلَةَ بِنْتَ يَسَارٍ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ ! لَيْسَ لِيْ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ ، وَأَنَا أَحِيضُ فِيهِ ، قَالَ : فَإِذَا طَهُرْتِ فَاغْسِلِي

باب اس بیان میں کہ پانی کے سوا بہنے والی چیز سے ناپاکی کا زائل کرنا درست ہے اور یہ کہ نجاست مرئیہ میں ازالہ عینِ نجاست کافی ہے

۳۹۳- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہمارے میں ہر ایک کے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا تھا اسی کو زمانہ حیض میں پہنتی تھی تو جب اسکو کچھ (خون) لگ جاتا تو اپنے ناخن سے اسکو کرتی اور تھوک سے مل دیتی۔ (بخاری) اور عبدالرزاق کے الفاظ یہ ہیں کہ ہمارے میں سے ہر ایک اپنے حیض کے خون کو تھوک سے دھوتی اور ناخن سے کھرچ دیتی۔ (کنز العمال)۔

فائدہ: حضرت عائشہؓ نے تھوک سے خون کو ملنے کو غسل قرار دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تھوک بھی ناپاکی زائل کرنے کو کافی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ناپاکی زائل کرنے کیلئے ازالہ عین کافی ہے چند بار دھونا واجب نہیں۔

باب اس بیان میں کہ ناپاکی کا دھبہ کپڑے سے دور نہ ہو سکے تو مضائقہ نہیں

۳۹۴- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ان سے اس حائضہ کی بابت سوال کیا گیا جس کے کپڑوں کو خون لگ جائے فرمایا کہ اس کو دھو ڈالے اور اگر نشان زائل نہ ہو تو اس کو کچھ زردی لگا کر متغیر کر دے۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ زردی لگا دینا مطہر نہیں اس سے معلوم ہوا کہ نشان کا باقی رہنا مضر نہیں۔

۳۹۵- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ خولہ بنت یسار رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس ایک کپڑے سے زیادہ نہیں ہے اور اسی میں مجھے حیض (بھی) آتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم پاک ہو جایا کرو تو خون لگنے کی

موضع الدم ، ثُمَّ صَلِّيْ فِيهِ ، قالت : يَارَسُوْلَ اللهِ ! اِنْ لَمْ يَخْرُجْ اَثَرُهُ ؟ قَالَ يَكْفِيْكِ الْمَاءُ ، وَلَا يَضُرُّكِ اَثَرُهُ . رواه أحمد ، وفيه ابن لهيعة وهو ضعيف (مجمع الزوائد ١١٧:١) قلت : بل هو حسن الحديث وثقه أحمد وغيره ، كما مر غير مرة ، والحديث أخرجه أبو داود أيضا في رواية ابن الأعرابي وسكت عنه ، وسكوته دليل رضاه به وصلاحيته للاحتجاج.

باب أن انتشار النجاسة عفو

٣٩٦– عن الحسن البصري (أنه) قال : وَمَنْ يَمْلِكُ اِنْتِشَارَ الْمَاءِ ؟ اِنَّا لَنَرْجُو مِنْ رَحْمَةِ اللهِ مَا هُوَ اَوْسَعُ مِنْ هٰذَا . رواه ابن أبي شيبة (كذا في فتح الباري ٢٣٠:١) قلت : وهو أثر صحيح أو حسن على قاعدة الحافظ في الفتح .

٣٩٧– وعلق البخاري عن ابن عمر وابن عباس رضي الله عنهما اَنَّهُمَا لَمْ يَرَيَا بَأْساً بِمَا يَنْتَضِحُ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ. (٣٢٠:١).

باب وجوب غسل الثوب من بول الغلام الرضيع

٣٩٨– عن : أم سلمة رضي الله عنها قالت : بَالَ الْحَسَنُ اَوِ الْحُسَيْنُ عَلٰى بَطْنِ

جگہ کو دھو دیا کرو۔ عرض کیا یا رسول اللہ! اگر اس کا نشان دور نہ ہو؟ فرمایا کہ تجھے پانی (سے دھولینا) کافی ہے اور اس کا نشان مضر نہیں۔ اسکو احمد نے روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی ابن لہیعہ ہیں جو ضعیف ہیں (مجمع الزوائد)۔ میں کہتا ہوں بلکہ وہ حسن الحدیث ہیں احمد وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے اور اس حدیث کو ابو داود نے بھی ابن الاعرابی کے نسخہ میں روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے، بہر حال حدیث حسن ہے۔

باب اس بیان میں کہ ناپاکی کی چھینٹیں معاف ہیں

٣٩٦- حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ پانی کی چھینٹوں پر کس کا قبضہ ہے؟ ہم کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس سے بھی زیادہ وسعت کی امید ہے۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا (فتح الباری) اور یہ حافظ کے قاعدہ پر حسن ہے یا صحیح۔

٣٩٧- اور بخاری نے عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس سے تعلیقا روایت کیا ہے کہ انہوں نے غسل جنابت کی چھینٹوں میں کچھ حرج نہیں سمجھا۔

فائدہ: غسل کی جگہ عادۃً پاک نہیں ہوتی تو اس جگہ پانی گرنے سے جو چھینٹیں اڑیں گی بظاہر ناپاک ہوں گی مگر حسن بصری اور عبد اللہ بن عمرؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ نے اسکو معاف سمجھا ہے۔ جس سے مقصود بخوبی ثابت ہے۔

رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَتَرَكَهُ حَتّٰى قَضٰى بَوْلَهُ ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ ، فَصَبَّهُ عَلَيْهِ . رواه الطبرانی فی الأوسط بإسناد حسن (فتح الباری ١:٢٨١).

٣٩٩– عن عائشة رضی الله عنها قالت : أُتِيَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِصَبِيٍّ يَرْضَعُ فَبَالَ فِيْ حِجْرِهٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ . رواه مسلم (١:١٣٩).

٤٠٠– عن : عبید الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود(أنه) قال: أَخْبَرَتْنِيْ (أم قیس بنت محصن) أَنَّ ابْنَهَا ذَاكَ بَالَ فِيْ حَجْرِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ عَلٰى ثَوْبِهٖ وَلَمْ يَغْسِلْهُ غَسْلاً . أخرجه مسلم (١:١٣٩).

٤٠١– عن :عائشة رضی الله عنها قالت : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَأُتِيَ بِصَبِيٍّ مَرَّةً فَبَالَ عَلَيْهِ فَقَالَ:صُبُّوْا عَلَيْهِ الْمَاءَ صَبًّا . رواه الطحاوی وإسناده صحیح (آثار السنن ١:١٧).

باب اس بیان میں کہ جو کپڑا دودھ پیتے بچے کے پیشاب میں نجس ہو گیا ہے اس کا دھونا واجب ہے

٣٩٨-حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ امام حسنؓ یا امام حسینؓ نے رسول اللہ ﷺ کے پیٹ پر پیشاب کر دیا تو آپؐ نے انکو چھوڑے رکھا (اسی حالت پر) یہاں تک کہ وہ پوری طرح پیشاب کر چکے، پھر پانی منگوایا اور اسکو اس پر (یعنی پیٹ پر) بہادیا۔ اسکو طبرانی نے اوسط میں باسناد حسن روایت کیا ہے (فتح الباری)۔

٣٩٩-حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دودھ پیتا بچہ لایا گیا اور اس نے آپؐ کی گود میں پیشاب کر دیا تو آپ نے پانی منگوایا اور اسکو (اس گود کی جگہ پر) بہادیا (یعنی دھولیا)۔اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

٤٠٠-عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے ام قیسؓ (صحابیہ) نے خبر دی کہ ان کے ایک بچہ نے رسول اللہ ﷺ کی گود میں پیشاب کر دیا تو حضور ﷺ نے پانی منگوایا اور اسکو کپڑے پر ڈالا اور مبالغہ کیساتھ نہیں دھویا۔اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: حنفیہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ لڑکے کے پیشاب کا دھونا واجب ہے مگر مبالغہ کرنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ لڑکی کے پیشاب میں مبالغہ کی ضرورت ہے کیونکہ لڑکے کے پیشاب میں بدبو بھی کم ہوتی ہے اور زیادہ پھیلتا بھی نہیں بخلاف لڑکی کے پیشاب کے کہ اس میں بدبو بھی ہوتی ہے اور زیادہ پھیلتا بھی ہے۔

٤٠١-حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بچوں کو لایا جاتا تھا ایک دفعہ ایک بچہ کو لایا گیا اس نے آپؐ

٤٠٢– عن : أم الفضل رضی الله عنها مرفوعا : إِنَّمَا يُصَبُّ عَلَى بَوْلِ الْغُلَامِ وَيُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ .أخرجه الطحاوی وإسناده حسن (آثار السنن ١:١٨).

باب أن بول ما يؤكل لحمه ليس بطاهر

٤٠٣– عن : أبی هريرة ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " أَكْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ " رواه الحاكم وقال : حديث صحيح على شرط الشيخين ، ولا أعرف له علة ولم يخرجاه (زيلعی ١:١٦٧) ورواه الدارقطنی (١:٤٧) وقال : صحيح .

پر پیشاب کر دیا تو فرمایا کہ اس پر پانی بہاؤ، خوب بہانا۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

فائدہ: اس سے صاف معلوم ہوا کہ لڑکے کے پیشاب پر پانی بہانا اور اسکا دھونا واجب ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اسکا امر فرمایا ہے۔ پس جو لوگ اسکو پاک کہتے ہیں یا دھونے کو واجب نہیں کہتے یہ حدیث ان پر حجت ہے۔

۴۰۲- ام الفضل سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ لڑکے کے پیشاب پر پانی بہا دیا جائے اور لڑکی کے پیشاب کو (اچھی طرح) دھولیا جائے۔ اسکو بھی طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

فائدہ: اس سے بھی صاف معلوم ہوا کہ لڑکے کے پیشاب پر صرف پانی کے چھینٹے دینا کافی نہیں بلکہ پانی بہانا ضروری ہے اور لڑکی کے پیشاب میں اس کے ساتھ کچھ اور مبالغہ بھی کیا جائے بوجہ اسکی بدبو اور انتشار کے کیونکہ ناپاکی کی بدبو کا بھی زائل کرنا واجب ہے۔ اور جن لوگوں نے ان روایات سے استدلال کیا ہے جن میں بول غلام کے متعلق لفظ ''نضح'' یا ''رش'' وارد ہوا ہے ان کا جواب یہ ہے کہ بعض روایات میں مذی اور دم حیض کے متعلق بھی یہی الفاظ وارد ہوئے ہیں تو کیا وہ بھی چھینٹے دینے سے بغیر پانی بہائے پاک ہو جائینگے؟ یہ تو کسی کے نزدیک درست نہیں پھر جیسا کہ وہاں کہا جاتا ہے کہ دوسری روایات میں چونکہ غسل اور صب کا امر وارد ہے اس لئے نضح اور رش سے غسل مراد ہے اسی طرح اس بیان میں بھی کیوں نہیں کہا جاتا کہ بول غلام کیلئے بھی چونکہ بعض روایات صحیحہ میں صب کا امر وارد ہے اس لئے نضح اور رش سے یہی مراد ہے، اور صب بھی غسل کی ایک قسم ہے۔

باب اس بیان میں کہ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کا پیشاب پاک نہیں

۴۰۳- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اکثر قبر کا عذاب پیشاب سے ہوتا ہے۔ اسکو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے شیخین کی شرط پر اور میں اس میں کوئی علت نہیں پہچانتا ہوں اور انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (زیلعی)۔

فائدہ: اس حدیث میں مطلق پیشاب وارد ہوا ہے لہذا ان جانوروں کے پیشاب کو عام ہوگا جو حلال ہیں۔

٤٠٤ – عن : أبی أمامة ﷺ عن النبی ﷺ قال : " اِتَّقُوْا الْبَوْلَ فَاِنَّهٗ أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ فِی الْقَبْرِ " . رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ١:٢٠٥).

٤٠٥ – عن : أبی هريرة ﷺ مرفوعا : " اِسْتَنْزِهُوْا مِنَ الْبَوْلِ ، فَاِنَّ عَامَةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ" . صححه ابن خزيمة وغيره ، کذا فی فتح الباری (٢:٢٨٩).

٤٠٦ – وروی : أَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ صَحَابِیٍّ صَالِحٍ اُبْتُلِیَ بِعَذَابِ الْقَبْرِ جَاءَ اِلٰی امْرَاَتِهٖ فَسَاَلَهَا عَنْ اَعْمَالِهٖ ، فَقَالَتْ : كَانَ يَرْعَی الْغَنَمَ وَلَا يَتَنَزَّهُ مِنْ بَوْلِهٖ فَحِيْنَئِذٍ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : اِسْتَنْزِهُوْا مِنَ الْبَوْلِ ، فَاِنَّ عَامَةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ . کذا فی نور الأنوار ، وعزاه فی حاشيته إلی الحاکم وقال فی العرف الشذی : سنده ضعيف ولکنه يکفی تأييدا للعموم ، وإبقائه علی حاله . وأخرجه البيهقی والحکيم الترمذی من طريق ابن إسحاق حدثنی أُمَيَّةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أنه سَئَلَ بَعْضَ أهلِ سَعْدٍ مَا بَلَغَكُمْ مِنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِیْ هذَا ؟ فَقَالُوْا:ذُكِرَ لَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ،فَقَالَ : كَانَ يُقَصِّرُ فِیْ بَعْضِ الطُّهُوْرِ مِنَ الْبَوْلِ،وأخرج ابن سعد قال:أخبرنا شبابة بن سوار أخبرنی أبو معشر عن سعيد المقبری قال : لَمَّا دَفَنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ سَعْدَ بْنَ مَعَاذٍ قَالَ : لَوْ نَجَا أَحَدٌ مِنْ

۴۰۴-ابوامامہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ قبر میں بندہ سے اول اسی کا حساب ہوگا۔اسکوطبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہےاور اسکے راویوں کی توثیق کی گئی ہے(مجمع الزوائد)

۴۰۵-حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاروایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پیشاب سے دور رہو کیونکہ زیادہ تر عذاب قبر اسی کی وجہ سے ہوگا۔اسکوابن خزیمہ وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔(فتح الباری)۔

۴۰۶-اور مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ایک بزرگ صحابی کے دفن سے فارغ ہوئے تو وہ ضغطہ قبر میں مبتلا ہوئے۔ حضور ﷺ انکی بیوی کے پاس تشریف لائے اور ان کے اعمال کی بابت دریافت کیا(انکی اہلیہ نے) کہاوہ بکریاں چراتے تھےاور ان کے پیشاب سے احتیاط نہ کرتے تھے۔اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا کہ پیشاب سے بچو کیونکہ اکثر عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے۔اسکوحاکم نے روایت کیا ہے(نورالانوار مع حاشیہ) بیہقی نے روایت کیا ہے کہ امیہ بن عبداللہ نے سعد کے خاندان والوں سے پوچھا کہ اس مسئلہ میں حضور ﷺ کا کیا فرمان تمہیں پہنچا ہے؟ توانہوں نے کہا کہ ہمیں بتایا گیا کہ حضور ﷺ سے اس بابت پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا

ضَغْطَةِ الْقَبْرِ لَنَجَا سَعْدٌ ، وَلَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً اِخْتَلَفَتْ فِيهَا أَضْلَاعُهُ مِنْ أَثَرِ الْبَوْلِ ، كذا في شرح الصدور للسيوطي ، قلت : وسند ابن سعد مرسل حسن ، ولكن ليس فيه ذكر الغنم ونحوه ،ولكن لا يظن بسعد أنه كان لا يستنزه من بول نفسه لكونه نجسا بالإتفاق.

ابواب الاستنجاء باب أن الروثة نجسة

۴۰۷– عن : عبد الله ﷺ يقول : أَتَى النَّبِيُّ ﷺ الْغَائِطَ ، فَأَمَرَنِيْ أَنْ آتِيَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ وَالْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ أَجِدْ ، فَأَخَذْتُ رَوْثَةً فَأَتَيْتُ بِهَا فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ ، وَقَالَ : هٰذَا رِكْسٌ . رواه البخاري (۱:۶۷).

کہ وہ پیشاب سے پاکی حاصل کرنے میں کوتاہی کرتے تھے اور ابن سعد نے سعید مقبری سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سعد بن معاذ کے دفن سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اگر کوئی ضغطۂ قبر سے بچتا تو سعد بچ جاتے اور وہ (قبر میں) ایسا دبائے گئے ہیں جس سے پسلیاں ادھر ادھر ہوگئیں ہیں بوجہ پیشاب کے اثر کے (شرح الصدور للسیوطی) اور یہ مرسل حسن ہے گو اس میں بکری وغیرہ کے پیشاب کا ذکر نہیں مگر حضرت سعد بن معاذ پر یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنے پیشاب سے احتیاط نہ کرتے تھے کیونکہ وہ تو یقیناً اور اتفاقاً ناپاک ہے۔

فائدہ: حدیث اول ودوم میں مطلقاً پیشاب سے بچنے کا امر ہے جو حلال وحرام سب جانوروں کے پیشاب کو عام ہے اس سے ہر چیز کے پیشاب کا ناپاک ہونا معلوم ہوتا ہے خصوصاً جبکہ اس کے ساتھ وہ روایت بھی ملائی جائے جو نور الانوار میں ذکر کی گئی ہے تو اس سے حلال جانوروں کے پیشاب کا ناپاک ہونا بھی صراحۃً ثابت ہوتا ہے اور گو اسکی سند ضعیف ہے لیکن ابن سعد کا مرسل حسن اس کا مؤید ہے اور ان احادیث سے معلوم ہوا کہ تھوڑی سی ناپاکی سے بھی احتیاط کرنا چاہئے ، نیز حضور ﷺ کا عرنیین کو اونٹوں کے پیشاب کے پینے کی اجازت دینا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ پیشاب حلال اور پاک ہے، بلکہ زیادہ سے زیادہ اس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں مرض کی وجہ سے اسکی اجازت دی تھی ، اور ضرورت کے وقت کسی چیز کے تناول کی اجازت اسکو حلال وطاہر نہیں کردیتی ، نیز طہارت کی احادیث، اباحت کی احادیث ہیں اور نجاست کی احادیث محرم ہیں اور تعارض کے وقت محرم کو اباحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

استنجا کے احکام–باب لید کے نجس ہونے کے بیان میں

۴۰۷–حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے اور مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے پاس تین ڈھیلے لے آؤں۔ سو مجھکو دو ڈھیلے ملے اور تیسرے کو میں نے تلاش کیا مگر نہ ملا تو میں نے ایک (عدد) لید لے لی اور آپ کے پاس ان (سب) کو لے آیا، آپؐ نے دونوں پتھر تو لے لئے اور لید پھینک دی اور فرمایا کہ یہ نجس ہے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

باب كون الاستنجاء سنة بالماء إذا طهر موضع الاستنجاء بالأحجار ولم يتجاوز النجاسة عن محلها

٤٠٨– عن : أنس بن مالك ﷺ يقول : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَدْخُلُ الْخَلاَءَ فَاَحْمِلُ اَنَا وَغُلَامٌ اِدَاوَةً مِنْ مَاءٍ وَعَنَزَةً يَسْتَنْجِیْ بِالْمَاءِ . رواه البخاری (۱:۶۷).

٤٠٩– عن :أبی هريرة ﷺ قال : كَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا اَتَى الْخَلاَءَ اَتَيْتُهٗ بِمَاءٍ فِیْ تَوْرٍ اَوْ رَكْوَةٍ فَاسْتَنْجٰى ، ثُمَّ مَسَحَ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ ، ثُمَّ اَتَيْتُهٗ بِاِنَاءٍ آخَرَ ، فَتَوَضَّأَ.رواه أبو داود وسكت عنه .

٤١٠– عن : علی ﷺ قال : اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَبْعَرُوْنَ بَعْرًا وَاَنْتُمْ تَثْلِطُوْنَ ثَلْطاً ، فَاَتْبِعُوْا الْحِجَارَةَ الْمَاءَ . أخرجه ابن أبی شيبة والبيهقی بإسناد حسن كذا فی الدراية (ص ۱۵۰).

باب پانی سے استنجا سنت ہونا جبکہ استنجا کی جگہ (ڈھیلوں سے) پاک ہو جائے اور نجاست اپنی جگہ سے متجاوز نہ ہو

۴۰۸-حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیت الخلا میں تشریف لے جاتے تو میں اور ایک لڑکا پانی کا چھاگل اور ایک آہنی شام کی لکڑی لیکر جاتے (تا کہ اُس سے زمین سے ڈھیلے نکالیں) آپ پانی سے استنجا فرماتے۔اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۴۰۹-حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب بیت الخلا تشریف لے جاتے تو میں ایک پتھر کے برتن میں یا ایک مشکیزہ میں آپ کے پاس پانی لے آتا پس آپ استنجا فرماتے پھر اپنے (اس) ہاتھ کو (جس سے استنجا کیا تھا) زمین پر ملتے پھر میں آپ کے پاس دوسرا برتن (پانی) کا لے آتا تو آپ وضو فرماتے۔اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے۔

۴۱۰-حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ (اے تابعین کے گروہ) تم سے پہلے جو حضرات تھے (یعنی صحابہؓ اور رسول اللہ ﷺ) وہ مینگنیاں (یعنی خشک پاخانہ) کرتے تھے اور تم پتلا پاخانہ کرتے ہو پس تم ڈھیلوں کے بعد پانی (ضرور) لے لیا کرو۔اسکو ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے باسناد حسن رایت کیا ہے (تلخیص تخریج ہدایہ)۔

فائدہ: ان حدیثوں سے آپ کا پانی سے استنجا کرنا اور یہ کہ اس زمانہ مبارکہ میں پاخانہ غایت درجہ کا خشک ہوتا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجاست اپنی جگہ سے نہ بڑھتی تھی اور پھر بھی ڈھیلوں کے بعد پانی لیا جاتا تھا یہ سب اطوار معلوم ہوئے جس سے

٤١١– عن : عيسى بن يزداد عن أبيه قال قال رسول الله ﷺ : " إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلْيَنْتَثِرْ ذَكَرَهُ ثَلَاثاً قال زمعة : مَرَّةً ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يُجْزِئُ .(قلت : رواه ابن ماجة خلا قوله "فَإِنَّ ذٰلِكَ يُجْزِئُ عَنْهُ ")روا ه أحمد وفيه عيسى بن يزداد تكلم فيه أنه مجهول ، وذكره ابن حبان في الثقات(مجمع الزوائد ١:٨٤) قلت : أخرجه العزيزي (١:١٠٦) بلفظ ابن ماجة عن يزداد وعزاه إلى الإمام أحمد ومراسيل أبي داود (وهو رواية عيسى هذا عن أبيه عندهما) وقال : " قال الشيخ : حديث صحيح " . فمن وثقه وصحح حديثه يقدم على من جهله .

٤١٢– عن : عمر بن الخطاب ﷺ أَنَّهُ بَالَ فَمَسَحَ ذَكَرَهُ بِالتُّرَابِ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيْنَا فَقَالَ : هٰكَذَا عُلِّمْنَا . رواه الطبراني في الأوسط وفيه روح بن الجناح وهو ضعيف اه (مجمع الزوائد ١:١٠٦) قلت : هو مختلف فيه ووثقه دحيم ، كما في التهذيب (٣:٢١٢) والميزان (١:٣٤٠) فالحديث حسن .

٤١٣– عن يسار بن نمير مولى عمر قال : كَانَ عُمَرُ ﷺ إِذَا بَالَ قَالَ : نَاوِلْنِي شَيْئاً

ثابت ہوا کہ ادھر ادھر نجاست نہ لگنے کی صورت میں بھی پانی سے استنجا مسنون ہے باقی جبکہ نجاست اپنی جگہ سے گذر جائے تو پانی سے استنجا کرنا واجب ہوگا جیسا کہ حضرت علیؓ کا قول کہ "تم پتلا پاخانہ کرتے ہو......" الخ سے وجوبی حکم معلوم ہوتا ہے۔

۴۱۱–عیسی بن یزداد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی پیشاب کرے تو اپنے عضو کو تین بار جھٹک دیا کرے۔ زمعہ راوی نے ایک دفعہ یہ کہا کہ یہ کافی ہے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس میں عیسی بن یزداد متکلم فیہ ہے بعض نے اس کو مجہول کہا ہے اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے (مجمع الزوائد)۔ میں کہتا ہوں عزیزی نے عیسی کی روایت کو صحیح کہا ہے پس وہ ثقہ ہے اور ثقہ مجہول نہیں ہوا کرتا۔ پس سند حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس سے معلوم ہوا کہ تین بار جھٹکنا ہی کافی ہے پس معلوم ہوا کہ ڈھیلوں کا لینا واجب نہیں بشرطیکہ اس کے بعد قطرہ آنے کا شبہ نہ ہو۔

۴۱۲–حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے پیشاب کیا پھر اپنے عضو کو مٹی سے رگڑ دیا پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہم کو اسی طرح تعلیم دی گئی ہے۔ اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔ اور اس میں روح بن الجناح ضعیف ہے (مجمع الزائد)۔ میں کہتا ہوں وہ مختلف فیہ ہے، دحیم نے اسکو ثقہ کہا ہے (تہذیب ومیزان) پس حدیث حسن ہے۔

اَسْتَنْجِیْ بِهٖ ، فَأُنَاوِلُهُ الْعُوْدَ اَوِ الْحَجَرَ ، اَوْ يَأْتِیْ حَائِطاً يَتَمَسَّحُ اَوْ يَمَسُّهُ الْاَرْضَ وَلَمْ يَكُنْ يَغْسِلُه ، رواه الترفقی كذا فی كنز العمال (١٢٧:٥) ونقله فی رسائل الأركان ، وقال : قال البيهقی : هذا أصح ما فی الباب كذا نقل الشيخ عبد الحق اه (احياء السنن ١٥٨:١).

٤١٤– عن : ابن عباس ﷺ قال : لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِیْ أَهْلِ قُبَا ﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ فَسَاَلَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالُوْا : اِنَّا نُتْبِعُ الْحِجَارَةَ الْمَاءَ . رواه البزار وفيه محمد بن عبد العزيز بن عمر الزهری ، ضعفه البخاری والنسائی وغيرهما (مجمع الزوائد ٥٦:١) وقال الحافظ فی التلخيص : " قال النووی: المعروف فی طرق الحديث أنهم كانوا يستنجون بالماء ، وليس فيها أنهم كانوا

۴۱۳– یسار بن نمیر مولیٰ عمر بن الخطاب نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر جب پیشاب کرتے تو فرماتے مجھے کوئی چیز دو جس سے استنجا کروں تو میں آپکو لکڑی یا کوئی پتھر دیدیتا یا وہ کسی دیوار کے قریب ہو کر عضو کو اس سے خشک کر لیتے یا زمین سے مل دیتے اور دھوتے نہ تھے (کنز العمال)۔ بیہقی نے کہا ہے کہ اس باب میں یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے (احیاء السنن)۔

فائدہ: ان دونوں آثار سے معلوم ہوا کہ صرف پیشاب کے بعد بھی ڈھیلوں کا لینا سنت ہے۔ اور یہ جو اس روایت میں ہے کہ دھوتے نہ تھے اسکا مطلب یہ ہے کہ فوراً نہ دھوتے تھے یا یہ مطلب ہے کہ دھونے کو ضروری نہ سمجھتے تھے کیونکہ قدر قلیل نجاست عفو ہے۔ اور ان احادیث سے غیر مقلدین کا رد ہو گیا کہ وہ پیشاب کے بعد ڈھیلا لینے کو بدعت کہتے ہیں حالانکہ اول تو حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ پیشاب سے احتیاط کرو کیونکہ عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے جو خود ڈھیلے کے استعمال کو مقتضی ہے کیونکہ آجکل بغیر اس کے قطرہ بند نہیں ہوتا جیسا کہ مشاہدہ ہے، دوسرے حضرت عمرؓ کا ڈھیلہ وغیرہ استعمال کر کے یہ فرمانا کہ ہم کو اسی کی تعلیم دی گئی ہے صراحۃً اسکی مسنونیت کو بتلا رہا ہے کیونکہ محدثین کے اصول پر یہ لفظ حدیث کو مرفوع کر دیتا ہے۔

۴۱۴– حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اہل قبا کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ﴿فيه رجال يحبون ان يتطهروا والله يحب المطهرين﴾ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا (کہ تم دوسروں سے زیادہ کیا پاکی کرتے ہو؟) انہوں نے کہا کہ ہم ڈھیلے کے بعد پانی بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس میں محمد بن عبد العزیز ایک راوی ضعیف ہے (مجمع الزوائد)۔ اور حافظ نے تلخیص حبیر میں اس روایت سے نووی اور ابن رفعہ اور محب طبری کو الزام دیا ہے کہ وہ جو یہ کہتے ہیں کہ تمام روایات میں صرف پانی سے استنجا کا بیان ہے ڈھیلے اور پانی کے جمع کرنے کا ذکر نہیں تو یہ حدیث ان پر وارد ہے گو ضعیف ہے اھ۔

يجمعون بين الماء والأحجار ، وتبعه ابن الرفعة و كذا قال المحب الطبرى ، ورواية البزار واردة عليهم وإن كانت ضعيفة . قلت : فيه دليل على أن ضعفها يسير وإلا لم يصح الإيراد بها وله شاهد قد مر ، وشاهد سيأتي .

باب ترك استصحاب مافيه اسم معظم إذا دخل الخلاء

٤١٥ – عن : أنس ﷺ قال : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلاَءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ . رواه الأربعة وصححه الترمذى ، كذا فى النيل (١:٧٢) و فى العزيزى (٣:١٢٥) عزاه إلى صحيح ابن حبان ومستدرك الحاكم أيضا ، ثم قال : قال الشيخ : حديث صحيح اه وفى رواية للبخارى : " كَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلاَثَةَ أَسْطُرٍ " مُحَمَّدٌ " سَطْرٌ و " رَسُوْلٌ " سَطْرٌ و " اَللّٰهُ " سَطْرٌ كما فى المشكاة .

باب النهى عن استقبال القبلة واستدبارها فى البول والتغوط

٤١٦ – عن : أبى أيوب ﷺ أن النبى ﷺ قال : إِذَا اَتَيْتُم الْغَائِطَ فَلاَ تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ

میں کہتا ہوں کہ اس سے معلوم ہوا کہ اس میں زیادہ ضعف نہیں ورنہ الزام دینا صحیح نہ ہوتا دوسرے اس کیلئے کئی شواہد بھی ہیں۔

فائدہ: اس سے مطلقاً ڈھیلے اور پانی کے جمع کرنے کی فضیلت ثابت ہوئی جو پاخانہ اور پیشاب دونوں کو عام ہے پس پیشاب کے بعد بھی ڈھیلا لینا اور پانی سے دھونا افضل ہوا تو جو لوگ پیشاب کے بعد ڈھیلا لینے کو بدعت کہتے ہیں ان کا قول رد ہو گیا۔

باب اس بیان میں کہ جب بیت الخلاء میں جائے تو اپنے ساتھ وہ چیز نہ لے جائے جس میں کوئی تعظیم کے قابل نام ہو

۴۱۵- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب بیت الخلا میں تشریف لے جاتے تو اپنی انگشتری کو اتار دیتے۔ اسکو اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے تصحیح کی ہے (نیل) اور عزیزی میں اسکو صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم کی طرف (بھی) منسوب کیا ہے پھر کہا ہے کہ ہمارے شیخ نے کہا کہ حدیث صحیح ہے اھ۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ (آپ کی) انگوٹھی کا نقش تین سطریں تھیں "محمد" ایک سطر اور "رسول" ایک سطر اور "اللہ" ایک سطر، جیسا کہ مشکوۃ میں ہے۔

فائدہ: اور باقی تمام اسماء اور کلمات معظمہ کا یہی حکم ہے۔

باب پیشاب اور پاخانہ کی حالت میں قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنے کی ممانعت کا بیان

۴۱۶- حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب تم پاخانہ کیلئے جاؤ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو اور نہ اسکی

وَلَاتَسْتَدْبِرُوْهَا بِبَوْلٍ وَلَا غَائِطٍ ، وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا أَوْ غَرِّبُوْا ، قَالَ أَبُو أَيُّوْبَ : فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيْضَ قَدْ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ ، فَنَنْحَرِفُ عَنْهَا وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ . رواه مسلم (١٣٠:١).

٤١٧– عن : معقل بن أبى معقل الأسدى قال : نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَتَيْنِ بِبَوْلٍ أَوْ غَائِطٍ . رواه أبو داود (٧:١) وسكت عنه .

باب النهى عن الاستنجاء باليمين والروث والعظام

٤١٨– عن : سلمان ؓ قال : قَالَ لَنَا الْمُشْرِكُوْنَ : إِنَّا نَرٰى صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ

طرف پشت کرو پیشاب (کی حالت) میں اور نہ پاخانہ (کی حالت) میں اھ لیکن مشرق کی طرف رخ کرلو یا مغرب کی طرف۔ (یہ حکم اہل مدینہ اور ان مقامات کے رہنے والوں کا ہے جن کا قبلہ اہل مدینہ کے قبلہ کی سمت پر ہے کہ وہ اگر مشرق یا مغرب کی طرف رخ کریں تو قبلہ کی طرف نہ انکا منہ ہوتا ہے اور نہ ہی پشت)، حضرت ابوایوبؓ فرماتے ہیں پھر ہم شام میں (جو) آئے تو بیت الخلاء قبلہ رو بنے ہوئے پائے سو ہم قبلہ (کی جانب) سے منحرف ہو کر بیٹھ جاتے اور اللہ سے استغفار کرتے (کہ اگر پھر کر بیٹھنے میں کچھ کوتاہی ہو جائے تو اللہ تعالی عفو فرمادیں) اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۴۱۷- حضرت معقل بن ابی معقل اسدیؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ہم کو منع کیا دونوں قبلوں (یعنی کعبہ و بیت المقدس) کی طرف منہ کرنے سے پیشاب (کی حالت) میں یا پاخانہ (کی حالت) میں۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>(۱): بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کی ممانعت خاص اہل مدینہ کیلئے ہے اس وجہ سے کہ وہ جب بیت المقدس کی طرف منہ کریں گے تو کعبہ کی طرف پشت ہوگی تو حقیقت میں کعبہ کی طرف پشت کرنے سے منع فرمانا مقصود ہے نہ کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنے سے۔ خوب سمجھ لو۔

<u>فائدہ</u> (۲): ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ کعبہ کی طرف پشت کر کے قضاء حاجت کی، تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ صورت کسی عذر پر محمول ہوگی یا حضور ﷺ قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھے ہونگے اور راوی (ابن عمرؓ) صحیح طریقے پر دیکھ نہ سکیں ہوں گے اور ابن عمرؓ کا قبلہ رخ ہو کر پیشاب کرنا انکے اجتہاد پر محمول ہے کہ انہوں نے بیت الخلاء کی دیواروں کو سترہ پر قیاس کیا ہے یعنی جس طرح سترہ کی موجودگی میں نمازی کے سامنے سے گذرنا جائز ہے، اسی طرح دیواروں کے ہوتے ہوئے استقبال قبلہ بھی قضاء حاجت میں جائز ہے۔

الْخِرَائَةَ قَالَ : اَجَلُ ! اِنَّهُ نَهَانَا اَنْ يَسْتَنْجِیَ اَحَدُنَا بِيَمِيْنِهٖ اَوْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَنَهَانَا عَنِ الرَّوْثِ وَالْعِظَامِ وَقَالَ : لَا يَسْتَنْجِیْ اَحَدُكُمْ بِدُوْنِ ثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ . رواه الدارقطنی (۱:۵۵) وقال : صحیح ، وروی مسلم نحوه (۱:۱۳۰) .

۴۱۹– عن : عبد الله بن أبی قتادة عن أبیه عن النبی ﷺ قال : اِذَا بَالَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَاْخُذَنَّ ذَكَرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَلَا يَسْتَنْجِ بِيَمِيْنِهٖ ، وَلَا يَتَنَفَّسْ فِی الْاِنَاءِ . رواه البخاری .

باب استحباب الإیتار فی الاستنجاء وعدم کراهة الزوج فیه

۴۲۰– عن أبی هریرة ﷺ عن النبی ﷺ مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ ، مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ ، وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ ، مختصر ، رواه أبو داود (۱:۱۳) وسکت عنه ، و رواه أیضا

باب دائیں ہاتھ سے اور لید اور ہڈیوں سے استنجا کرنے کی ممانعت کے بیان میں

۴۱۸–حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ (ان سے) مشرکوں نے (بطریق استہزا کے) کہا کہ ہم تمہارے صاحب (یعنی رسول اللہ ﷺ) کو دیکھتے ہیں کہ وہ تم کو تعلیم دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ تم کو پاخانہ کرنے کا طریقہ (بھی) سکھاتے ہیں انہوں نے کہا ہاں بیشک آپ ہم کو منع فرماتے ہیں اس سے کہ ہم میں سے کوئی اپنے دائیں ہاتھ سے استنجا کرے یا ہم قبلہ رو ہوں (بول وبراز کرتے وقت) اور آپ ہم کو منع فرماتے ہیں لید اور ہڈیوں سے (استنجا کرنے سے) اور فرمایا کہ کوئی تم میں سے تین سے کم ڈھیلوں سے استنجا نہ کرے۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے اور مسلم نے (بھی) اس کے مثل حدیث روایت کی ہے۔

فائدہ: یہ جو فرمایا کہ تین سے کم ڈھیلوں سے استنجا نہ کرے سو تین کا عدد مستحب ہے نہ کہ واجب کیونکہ باب آئندہ میں بعدد طاق ڈھیلے لینا بہتر فرمایا گیا ہے پس یہاں بھی استحباب ہی مراد ہوگا تا کہ احادیث متعارض نہ ہوں۔

۴۱۹–عبداللہ بن ابی قتادہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنا خاص بدن دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرے اور نہ پانی میں سانس لے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

باب استنجا میں طاق عدد کی رعایت کا مستحب ہونا اور جفت عدد کا مکروہ نہ ہونا

۴۲۰–حضرت ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا کہ) جو شخص استنجا کرے وہ طاق عدد سے کرے اور جو ایسا کرے گا اس نے اچھا کیا اور جو ایسا نہ کرے (یعنی جفت عدد کا استعمال کرے) تو کوئی حرج نہیں۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا

ابن ماجة ، وأخرجه أحمد فى مسنده والبيهقى فى سننه و ابن حبان فى صحيحه (زيلعى ١:١٤).

باب ما يقول المتخلى عند دخوله وخروجه

٤٢١–عن أنس ﷺ مرفوعا : " اِذَا دَخَلْتُمُ الْغَائِطَ فَقُوْلُوْا : بِسْمِ اللهِ ، اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ " . رواه العمرى فى عمل يوم وليلة وصحح ، كذا فى كنز العمال (٥:٨٦) وذكره فى فتح البارى (١:٢١٤) بلفظ " الخلاء " ثم قال : " إسناده على شرط مسلم " اه.

٤٢٢– عن : عائشة رضى الله عنها قالت : كَانَ النَّبِىُّ ﷺ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ " غُفْرَانَكَ ". رواه الخمسة إلا النسائى ، وصححه الحاكم وأبو حاتم ، قال فى البدر المنير : ورواه الدارمى وصححه ابن خزيمة وابن حبان ، كذا فى نيل الأوطار (١:٧١).

٤٢٣– عن : على ﷺ مرفوعا : سِتْرُ مَا بَيْنَ اَعْيُنِ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِىْ آدَمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُهُم الْخَلَاءَ اَنْ يَقُوْلَ : بِسْمِ اللهِ ! . رواه الإمام أحمد والترمذى وابن ماجة

ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور اسکو ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور امام احمد نے اپنی مسند میں، اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔(زیلعی)۔

باب اس بیان میں کہ بیت الخلا میں جانے والا جاتے وقت اور نکلتے وقت کیا پڑھے

۴۲۱-انسؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ جب تم بیت الخلا میں داخل ہو تو (اندر جانے سے پہلے یہ) پڑھ لیا کرو ''بسم اللہ اعوذ باللہ من الخبث والخبائث''۔اسکو عمری نے عمل یوم ولیلۃ میں روایت کیا ہے اور تصحیح کی ہے ایسا ہی ہے کنز العمال میں اور اسکو فتح الباری میں ذکر کر کے کہا ہے کہ اسکی سند مسلم کی شرط پر ہے۔

۴۲۲-حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب بیت الخلا سے نکلتے تو ''غفرانک'' پڑھتے۔اسکو بجز نسائی کے پانچوں نے روایت کیا ہے اور حاکم اور ابو حاتم نے تصحیح کی ہے اور بدر منیر میں ہے کہ اس کو دارمی نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے تصحیح کی ہے ایسا ہی ہے نیل الاوطار میں

فائدہ: کبھی اسکو پڑھ لے اور کبھی اس ذکر کو جو آخر حدیث میں ہے تا کہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

۴۲۳-حضرت علیؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ جنوں کی آنکھوں اور بنی آدم کے ستر کے درمیان کا پردہ ''بسم اللہ'' کہنا ہے

بإسناد صحيح (العزيزى ۲ : ۳۱۲) .

٤٢٤ – عن أنس ﷺ قال : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنِّى الْاَذٰى وَعَافَانِيْ . رواه ابن ماجة ، ورواه النسائى عن أبى ذر مرفوعا كما ذكره فى الجامع الصغير ورمز لصحته .

باب لا يجب تثليث الأحجار ولا إيتار ها فى الاستنجاء وأنهما مستحبان

٤٢٥ – عن : أبى هريرة ﷺ عن النبى ﷺ قال : إِذَا اسْتَجْمَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُوْتِرْ اِنَّ اللّٰهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ ، اَمَا تَرَى السَّمٰوٰاتِ سَبْعاً وَالْاَرْضِيْنَ سَبْعاً وَالطَّوَافَ سَبْعاً وَذَكَرَ اَشْيَاءَ . رواه البزار و الطبرانى فى الأوسط ، وزاد " الجمار " ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ۱ : ۸۵).

جبکہ ان (بنی آدم) میں سے کوئی بیت الخلا میں داخل ہو۔ اسکو امام احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے باسناد صحیح روایت کیا ہے (عزیزی)۔

فائدہ: یعنی جو شخص ''بسم اللہ'' کہہ کر بیت الخلاء میں داخل ہوگا تو جن اسکے ستر کو نہ دیکھ سکیں گے، ورنہ دیکھیں گے لہذا ''بسم اللہ'' ضرور پڑھنا چاہئے تا کہ اس بے حیائی کا ارتکاب نہ ہو کہ جنوں کو اپنا ستر دکھائے۔ واضح ہو کہ ''بسم اللہ'' کے ساتھ وہ دعا بھی ملا لینی چاہئے جو پہلی حدیث میں گذری ہے۔

۴۲۴- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب بیت الخلا سے نکلتے تو فرماتے ''الحمد للہ الذی اذہب عنی الاذی وعافانی''۔ اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا اور اسکو نسائی نے حضرت ابو ذرؓ سے مرفوعا روایت کیا ہے جیسا کہ اسکو جامع صغیر میں ذکر کیا ہے۔

باب اس بیان میں کہ تین ڈھیلے لینا یا ان میں طاق کی رعایت کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے

۴۲۵- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب کوئی ڈھیلے لے تو طاق کی رعایت کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی طاق ہیں (جفت نہیں) اور وہ طاق کو پسند کرتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ آسمان سات ہیں اور زمین سات ہیں اور طواف (کے چکر) سات ہیں۔ اور بہت سی چیزوں کو بیان فرمایا۔ اسکو بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے ''رمی جمار'' بھی زیادہ کیا ہے (کہ وہ بھی سات ہیں) اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طاق کی رعایت کرنا مستحب ہے واجب نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے اس حکم کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہیں اور وہ طاق کو پسند کرتے ہیں اگر اس علت سے استنجا کے ڈھیلوں میں طاق کی رعایت واجب ہوتی

٤٢٦ – عن : عقبة بن عامر ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا اكْتَحَلَ اِكْتَحَلَ وِتْراً وَإِذَا اسْتَجْمَرَ اِسْتَجْمَرَ وِتْراً . رواه الطبرانى فى الكبير ، وفيه ابن لهيعة وهو ضعيف (مجمع الزوائد ١ :٨٥) . قلت : هو حسن الحديث كما مر غير مرة ، فالحديث حسن .

٤٢٧ – عن : طارق بن عبد الله قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " إِذَا اسْتَجْمَرْتُم فَأَوْتِرُوْا ، وَإِذَا تَوَضَّأْتُم فَاسْتَنْثِرُوْا " . رواه الطبرانى فى الكبير ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ١ :٨٦).

٤٢٨ – عن : أبى أيوب الأنصارى ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : إِذَا تَغَوَّطَ أَحَدُكُمْ فَلْيَمْسَحْ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ ، فَإِنَّ ذٰلِكَ كَافِيَةٌ . رواه الطبرانى فى الكبير والأوسط ورجاله موثقون، إلا أن أبا شعيب صاحب أبى أيوب لم أر فيه تعديلا ولا جرحا

تو ہر کام میں واجب ہونا چاہئے حالانکہ اس کا قائل کوئی نہیں اور اسی سے معلوم ہوا کہ تین کی رعایت بھی واجب نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے مثال میں سات کا عدد بیان فرمایا ہے اور سات کی رعایت کو کسی نے واجب نہیں کیا۔

۴۲۶ – عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سرمہ لگاتے تو طاق کی رعایت کرتے اور جب ڈھیلے لیتے تو اس میں بھی طاق کی رعایت کرتے۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس میں ابن لہیعہ ضعیف ہیں (مجمع الزوائد)۔ میں کہتا ہوں کہ بارہا گذر چکا ہے کہ وہ حسن الحدیث ہیں۔

<u>فائدہ</u>: ظاہر ہے سرمہ میں طاق کی رعایت کرنا واجب نہیں تو ایسے ہی استنجا کے ڈھیلوں میں بھی کیونکہ صحابی نے دونوں کو یکساں بیان کیا ہے۔

۴۲۷ – طارق بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم ڈھیلے لو تو طاق کی رعایت کرو اور جب وضو کرو تو ناک جھاڑو اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی موثق ہیں (مجمع الزوائد)۔

<u>فائدہ</u>: وضو میں ناک جھاڑنا بالاتفاق واجب نہیں تو ایسے ہی ڈھیلوں میں طاق کی رعایت کرنا بھی۔ کیونکہ صحابی نے دونوں کو صیغہ امر سے تعبیر کیا ہے۔ ان احادیث سے بعض علماء نے طاق کی رعایت کے وجوب پر استدلال کیا تھا اسلئے ہم نے بتادیا کہ ان سے یہ مدعیٰ حاصل نہیں ہوسکتا بلکہ ان سے تو حنفیہ کی تائید نکلتی ہے۔

۴۲۸ – حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی پاخانہ کر چکے تو تین ڈھیلوں سے پونچھے کیوں کہ یہ اسے کافی ہیں۔ اس کو طبرانی نے کبیر واوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی موثق ہیں مگر ابوشعیب میں میں نے

(مجمع الزوائد ۱:۸٦). قلت : ومثله يحتج به عندنا وعند الكل ، كما ذكرناه في المقدمة .

٤٢٩ – عن : سهل بن سعد ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الإِسْتِطَابَةِ ، فَقَالَ : أَوَ لَا يَجِدُ اَحَدُكُمْ ثَلَاثَةَ أَحْجَارٍ ؟ حَجَرَانِ لِلصَّفْحَتَيْنِ وَ حَجَرٌ لِلْمَسْرُبَةِ ، رواه الطبراني في الكبير وفيه عتيق بن يعقوب الزبيرى قال أبو زرعة : إنه حفظ الموطأ في حياة مالك (مجمع الزوائد ۱:۸٦) قلت : و وثقه الدارقطني وذكره ابن حبان في الثقات ، كذا في لسان الميزان (٤:۱۳۰) فالحديث حسن ، وحسنه الدارقطني في سننه (۱:۲۱).

٤٣٠ – عن : الأسود أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ يَقُوْلُ اَتَى النَّبِيُّ ﷺ الْغَائِطَ فَأَمَرَنِي اَنْ آتِيَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ ، فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ وَالْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ أَجِدْهُ ، فَاَخَذْتُ رَوْثَةً فَاَتَيْتُهُ بِهَا ، فَاَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَاَلْقَى الرَّوْثَةَ ، وَقَالَ : هٰذَا رِكْسٌ . رواه البخاري (۱:۲۷).

کوئی جرح یا توثیق نہیں دیکھی (مجمع الزوائد)۔ میں کہتا ہوں کہ ایسا راوی سب کے نزدیک حجت ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ تین ڈھیلوں کا حکم اس لئے ہے کہ وہ اکثر کافی ہو جاتے ہیں اگر کبھی اس سے کم بھی کافی ہو جائیں تو ان پر کفایت کرنا ممنوع نہیں کیونکہ مدار کفایت پر رکھا گیا ہے۔

۴۲۹- حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے استنجا کی بابت سوال کیا گیا فرمایا کیا تم تین پتھر (بھی) نہیں پاتے دو پتھر (مقعد کے) دونوں جانبوں کے لئے اور ایک پتھر بیچ کیلئے۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی عتیق بن یعقوب زبیری ہے ابوزرعہ نے کہا کہ اس نے امام مالکؒ کی زندگی میں مؤطا کو حفظ کر لیا تھا (مجمع) میں کہتا ہوں کہ اسکو دارقطنی نے اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے پس حدیث حسن ہے اور دارقطنی نے بھی اپنی سنن میں اسکو حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ تین پتھر تو حضور ﷺ نے صرف دبر کیلئے بتائے ہیں اب پیشاب گاہ کیلئے چوتھا پتھر چاہئے ورنہ مستعمل کا استعمال لازم آئیگا اور اس میں تلویث کا بھی اندیشہ ہے اور نظافت کے بھی خلاف ہے۔ یا پیشاب کو بغیر پتھر سے خشک کئے چھوڑ دیا جائے گا اس میں اور بھی تلویث ہے بہرحال تین پتھر لینے کا حکم وجوب پر محمول نہیں بلکہ کفایت پر محمول ہے۔ جس کو تین سے کم کافی ہو جائیں وہ کم لے سکتا ہے۔ جس کو زیادہ کی ضرورت ہو وہ زیادہ لے سکتا ہے البتہ طاق کی رعایت کرنا مستحب ضرور ہے۔

۴۳۰- اسود سے روایت ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے اور مجھے حکم فرمایا کہ تین پتھر لاؤ میں نے دو پتھر تو پالئے اور تیسرے کو تلاش کیا مگر نہ ملا تو میں نے اسکی جگہ لید اٹھالی۔ حضور ﷺ نے دو پتھر

باب وجوب الغسل بالماء إذا جاوز الغائط مخرجه وعدم إجزاء الحجارة فيه

۴۳۱ – حدثنا : الثوری عن عبد الملك بن عمير عن علی بن أبی طالب ﷺ قال : إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَبْعَرُوْنَ بَعْراً وَ اَنْتُمْ تَثْلِطُوْنَ ثَلْطاً ، فَاَتْبِعُوْا الْحِجَارَةَ الْمَاءَ . أخرجه عبدالرزاق فی مصنفه (الزيلعی ۱:۱۱۴) وقال : أثر جيد . قلت : رجاله رجال الجماعة إلا أن عبد الملك مدلس ولم يصرح بالسماع ، وقد رآی عليا كما فی التهذيب (۶:۴۱۱) والتدليس والإرسال فی القرون الثلاثة لا يضرنا .

تو لے لئے اور لید کو پھینک دیا اور فرمایا یہ ناپاک ہے۔ اسکو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ استنجا میں تین پتھر لینا یا طاق کی رعایت کرنا واجب نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے عبداللہ بن مسعود سے دو پتھر لے کر لید کو پھینک دیا اور تیسرا پتھر نہیں مانگا اگر تین کا لینا واجب ہوتا تو تیسرا پتھر ضرور منگاتے اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ تیسرا پتھر حضور ﷺ نے اپنے پاس سے اٹھالیا ہوگا کیونکہ حدیث کے سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ آپ تشریف رکھتے تھے وہاں پتھر نہ تھے ورنہ عبداللہ بن مسعود سے کیوں فرماتے کہ تین پتھر لاؤ۔ پس معلوم ہوا کہ دو پتھر پر کفایت کرنا بھی جائز ہے۔ اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ مسند احمد اور دارقطنی میں اس حدیث کے اندر یہ زیادت بھی وارد ہے کہ حضور ﷺ نے لید کو پھینک کر فرمایا کہ ایک پتھر اور لاؤ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روایت صحیح نہیں، گو فتح الباری میں حافظ نے اس کی تقویت پر زور دیا مگر مقدمہ فتح الباری میں بجز طریق اسرائیل وزہیر کے بقیہ تمام طرق حدیث کی تضعیف ومرجوحیت کی تصریح کی ہے اور ابوالحسن ابن القصار مالکی نے بھی اس زیادت کو غیر صحیح کہا ہے، دوسرے اگر یہ زیادت تسلیم بھی کی جائے تو پھر بھی ہماری دلیل تام ہے کیونکہ حضور ﷺ نے تین پتھروں سے دونوں جگہ کام لیا، پاخانے کیلئے بھی اور پیشاب کیلئے بھی تو ہر جگہ تین سے کم کا استعمال ہوا۔

باب اس بیان میں کہ جب پاخانہ موقع سے تجاوز کر جائے تو اب ڈھیلے سے استنجا کافی نہیں بلکہ دھونا واجب ہے

۴۳۱- حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ تو مینگنی کی طرح پاخانہ کرتے تھے اور تم لوگ گوبر کی طرح (پتلا پاخانہ) کرتے ہو تو تم ڈھیلے کے بعد پانی بھی لیا کرو۔ اسکو عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے اور زیلعی نے اسکو اثر جید کہا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ پتھر یا ڈھیلے سے استنجا کرنا اس وقت کافی ہے جبکہ پاخانہ بستہ ہو کہ مخرج سے تجاوز نہ کرتا ہو اور جب پتلا ہو اس وقت پانی لینا ضروری ہے کیونکہ اس وقت نجاست مخرج کو لگی بھی رہے گی اور اس سے تجاوز بھی کر جائیگی یہی حنفیہ کا مذہب ہے کہ جب پاخانہ موقع سے تجاوز کر جائے تو اس وقت پانی سے دھونا واجب ہے۔

باب آداب الاستنجاء

٤٣٢–عن : أبي هريرة ﷺ قال: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " مَنْ لَمْ يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَمْ يَسْتَدْبِرْهَا فِي الْغَائِطِ كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ وَمُحِيَ عَنْهُ سَيِّئَةٌ ".رواه الطبراني في الأوسط ورجاله رجال الصحيح إلا شيخ الطبراني وشيخ شيخه وهما ثقتان (مجمع الزوائد ١:٨٦).

٤٣٣– عن : عمر ﷺ قال : مَابُلْتُ قَائِماً مُنْذُ أَسْلَمْتُ . رواه البزار ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ١:٨٣).

٤٣٤– عن : عائشة رضى الله عنها قالت : مَنْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بَالَ

باب استنجا کے آداب میں

۴۳۲–حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جوشخص پاخانہ میں قبلہ کی طرف منہ اور پشت نہ کرے اس کیلئے ایک نیکی لکھی جائیگی اوراس کے نامہ اعمال سے ایک گناہ مٹادیا جائے گا۔اسکوطبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اوراسکے راوی صحیح کے راوی ہیں بجز طبرانی کے استاذ اوراستاذ الاستاذ کے اوروہ دونوں بھی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس سے پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پشت نہ کرنے کی فضیلت ثابت ہوئی اور منہ یا پشت کرنا ہمارے نزدیک جائز بھی نہیں اور عدم جواز کی دلیل باب النہی عن استقبال القبلہ میں گذرچکی ہے اوراسی حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ پیشاب کرتے ہوئے بھی قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنا ممنوع ہے۔اور مسند احمد اورابن ماجہ میں جوحضرت عائشہؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺکو یہ خبر پہنچی کہ بعض لوگ کعبہ کی طرف شرم گاہ کرکے قضاء حاجت کرنے کومکروہ سمجھتے ہیں تورسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیالوگ ایسا کرنے لگے(اچھا) میرے قدمچہ کوقبلہ کی طرف کردو۔سواس حدیث کوذہبی نے میزان میں منکر کہا ہےاور ترمذی نے علل میں بخاری سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے اورصحیح یہ ہے کہ یہ حضرت عائشہؓ کاقول ہے یعنی رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً ثابت نہیں (عینی) اورظاہر ہے کہ محض حضرت عائشہؓ کاقول اس باب میں حجت نہیں ہوسکتا کیونکہ ممکن ہے انکوممانعت کی روایت نہ پہنچی ہواور اگراس کامرفوع ہونامان بھی لیاجائے توممکن ہے یہ ارشاد حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا ہوجبکہ مسلمانوں کواستقبال بیت المقدس کاحکم تھا استقبال کعبہ کاحکم نہ تھا کہ اس وقت کعبہ کی وہ حرمت نہ تھی جو اب ہے۔

۴۳۳–حضرت عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہواہوں اس وقت سے کھڑے ہوکر میں نے پیشاب نہیں کیا۔اسکوبزار نے روایت کیا ہے اوراسکے راوی ثقہ ہیں۔(مجمع الزوائد)۔

۴۳۴–حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جوشخص تم سے یہ بیان کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوکر

قَائِماً فَلاَ تُصَدِّقُوْهُ مَا كَانَ يَبُوْلُ اِلاَّ جَالِساً . رواه الخمسة إلا أبا داود ، وقال الترمذی : هو أحسن شیء فی الباب وأصح (نیل الأوطار ۱ :۸۵).

٤٣٥– عن رجل من بنی مدلج عن أبیه قال : جاء سراقة بن مالك بن جعشم عند النبی ﷺ فقال : عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كَذَا وَ كَذَا ، فَقَالَ رَجُلٌ كَالْمُسْتَهْزِئِ : اَيُعَلِّمُكُمْ كَيْفَ تَخرؤُوْنَ ؟ قَالَ : بَلٰى ! وَ الَّذِیْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ لَقَدْ اَمَرَنَا اَنْ نَتَوَكَّأَ عَلَى الْيُسْرٰى وَاَنْ نَنْصُبَ الْيُمْنٰى . رواه الطبرانی فی الكبير وفيه رجل لم يسم (مجمع الزوائد ۱ :۸٤) . قلت : ويكتفی بمثله فی فضائل الأعمال ، مع أن المستور فی القرون الثلاثة مقبول عندنا.

٤٣٦– عن : أبی هريرة ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : لاَ يَخْرُجُ اِثْنَانِ اِلَى الْغَائِطِ

(کبھی) پیشاب کیا تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ حضور ﷺ ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔ اسکو بجز ابو داود کے جملہ اصحاب صحاح نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث اس باب میں احسن اور اصح ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی کراہت معلوم ہوتی ہے اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے اور کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے اور حضرت حذیفہ کی حدیث میں جو آتا ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تو وہ عذر پر محمول ہے کہ حضور ﷺ کو کچھ تکلیف تھی جسکی وجہ سے بیٹھ نہ سکے یا بیان جواز پر محمول ہے ۔

۴۳۵- بنی مدلج میں سے ایک شخص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ سراقہ بن مالک بن جعشم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے آئے اور کہا ہم کو رسول اللہ ﷺ نے اس اس بات کی تعلیم دی ہے تو ایک شخص نے دل لگی کے طور پر کہا کیا حضور نے تم کو ہگنے کا طریقہ بھی بتایا ہے؟ سراقہ بن مالک نے کہا بے شک قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، حضور ﷺ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ بائیں پاؤں پر زور دیا کریں اور دائیں کو اونچا رکھا کریں۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی مجہول ہے (مجمع) میں کہتا ہوں فضائل اعمال میں ایسی روایت بھی کافی ہے دوسرے قرون ثلاثہ میں مستور کی روایت ہمارے یہاں مقبول ہے۔

فائدہ: ہمارے فقہاء نے قضاء حاجت کا طریقہ یہی لکھا ہے جو اس حدیث میں ہے تو ان کا قول بے اصل نہیں۔

۴۳۶- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دو شخص (ساتھ مل کر) پاخانہ کیلئے نہ جائیں

فَيَجْلِسَانِ يَتَحَدَّثَانِ كَاشِفَيْنِ عَوْرَاتِهِمَا ، فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَمْقُتُ عَلَى ذٰلِكَ .رواه الطبرانى فى الأوسط ورجاله موثقون . (مجمع الزوائد ١:٨٤).

٤٣٧– عن : جابر ﷺ قال : نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ الضِّحْكِ مِنَ الضَّرْطَةِ . رواه الطبرانى فى الأوسط ، وفيه عبد الله بن عصمة النصيبى ، قال ابن عدى ، له مناكير (مجمع الزوائد ١:٨٤) . قلت : وبقية كلام ابن عدى فيه : ولم أر للمتقدمين فيه كلاما وذكر له العقيلى حديثا أنكره فى ذكر يأجوج ، وثقه غيره كذا فى الميزان (٢:٥٦) فهو مختلف فيه ، وحديث مثله حسن ، وفى العزيزى (٣:٣٩٣) : قال العلقمى : بجانبه علامة الحسن اه وفيه أيضا : " وتمامه عند الطبرانى ، وقال : لِمَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ ؟ " . قلت وأخرجه البخارى فى كتاب التفسير من الجامع بلفظ : ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِيْ ضِحْكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ ، وَقَالَ " لِمَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ ؟ " اه وهو صحيح سندا ومتنا .

٤٣٨– عن : عبد الله بن الحارث بن جزء ﷺ قال : نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنْ يَسْتَنْجِيَ أَحَدٌ بِعَظْمٍ أَوْ رَوْثَةٍ أَوْ حُمَمَةٍ . رواه الطبرانى فى الكبير والبزار وهذا لفظه

پھر دونوں ستر کھولے ہوئے بیٹھ کر باتیں کریں کیونکہ اللہ تعالی اس پر غصہ فرماتے ہیں۔ اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی توثیق کئے گئے ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس سے قضاء حاجت کے وقت بات چیت کرنے کی ممانعت ثابت ہوئی ہمارے فقہاء نے بھی اسکو مکروہ فرمایا ہے۔

۴۳۷– حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گوز پر ہنسنے سے منع فرمایا ہے۔ اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں عبداللہ بن عصمہ نصیبی ایک راوی ہے جسکی بعض روایات مناکیر ہیں (مجمع) میں کہتا ہوں وہ مختلف فیہ ہے بعض نے اس کو ثقہ کہا ہے اور ابن عدی نے کہا کہ میں نے متقدمین سے اس کے متعلق کوئی جرح نہیں دیکھی (میزان) پس حدیث حسن ہے۔

فائدہ: ہمارے فقہانے بھی اس پر ہنسنے سے منع فرمایا ہے یہ حدیث ان کی حجت ہے۔

۴۳۸– عبداللہ بن حارث بن جزء (صحابیؓ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی ہڈی یا لید یا کوئلہ سے استنجا کرے۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں اور بزار نے (اپنی مسند میں) روایت کیا ہے اور یہ لفظ بزار کے ہیں

وفيه ابن لهيعة وهو ضعيف (مجمع الزوائد ١: ٨٤) .قلت : قد مر غير مرة أنه حسن الحديث ، وثقه أحمد وغيره .

٤٣٩– حدثنا : سويد بن سعيد ثنا عيسى بن يونس عن هاشم بن البريد عن عبد الله بن محمد بن عقيل عن جابر بن عبد الله ﷺ : اَنَّ رَجُلاً مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَبُوْلُ ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : اِذَا رَاَيْتَنِىْ عَلٰى مِثْلِ هٰذِهِ الْحَالَةِ فَلاَ تُسَلِّمْ عَلَىَّ ، فَاِنَّكَ اِنْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ لَمْ اَرُدَّ عَلَيْكَ . رواه ابن ماجة (١: ٣٠) ورجاله ثقات وإن كان في بعضهم كلام ، فالحديث حسن .

٤٤٠– عن : أبي موسى ﷺ قال : مَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِلٰى دَمِثٍ اِلٰى جَانِبِ حَائِطٍ فَبَالَ وَقَالَ : اِذَا بَالَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرْتَدْ لِبَوْلِهٖ مَوْضِعًا . رواه أحمد وأبو داود (نيل ١: ٨٢) وقال: فيه مجهول ، قلت : سكت عنه أبو داود ، فهو صالح ،وأخرجه العزيزى (١: ١٠٦)

اوراس میں ابن لہیعہ ایک راوی ہیں جوضعیف ہیں (مجمع) میں کہتا ہوں کہ بارہا گذر چکا ہے کہ وہ حسن الحدیث ہیں۔

فائدہ:اس سے کوئلہ کے ساتھ استنجا کرنے کی کراہت بھی ثابت ہوئی ہمارے فقہاء نے بھی اس سے استنجا کو مکروہ کہا ہے جن کی دلیل یہ حدیث ہے۔

۴۳۹-جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گذرا اور آپ پیشاب کر رہے تھے اس نے حضور ﷺ کو سلام کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تو مجھ کو ایسی حالت میں دیکھے تو مجھے سلام نہ کیا کر کیونکہ اگر تو ایسا کرے گا تو میں تجھ کو جواب نہ دے سکوں گا۔اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں گو بعض میں قدرے کلام ہے، پس حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قضاء حاجت میں مشغول ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی اسے سلام کرے تو مشغول حاجت کو جواب دینا مکروہ ہے کیونکہ سلام ذکر ہے اور ذکر ننگے ہونے کی حالت میں مکروہ ہے، ہمارے فقہاء کا بھی یہی قول ہے اورانہوں نے اس کے ساتھ پاخانہ کی حالت اور جماع وغیرہ کی حالت کو بھی ملحق کیا ہے۔

۴۴۰-ابوموسیٰ (اشعریؓ) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک نرم زمین کی طرف متوجہ ہوئے ایک دیوار کی جانب میں پھر پیشاب کیا اور (بعد میں) فرمایا کہ جب کوئی پیشاب کرے تو پیشاب کیلئے (پہلے) جگہ تلاش کرے۔اسکو امام احمد وابوداود نے روایت کیا ہے (نیل) اور شوکانی نے فرمایا ہے کہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابوداود نے

" إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْتَدْ لِبَوْلِهِ مَكَاناً لَيِّناً " وقال قال الشيخ : حديث حسن . اه .

٤٤١– عن : قتادة عن عبد الله بن سرجس قال : نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ يُبَالَ فِي
ر ، قَالُوْا لِقَتَادَةَ : مَا يُكْرَهُ مِنَ الْبَوْلِ فِي الْجُحْرِ ؟ قَالَ : يُقَالُ : اِنَّهَا مَسَاكِنُ الْجِنِّ .
حمد وأبو داود والنسائي ، وصححه ابن خزيمة وابن السكن (١:٨٢).

٤٤٢– عن : أبي هريرة ﷺ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : " اِتَّقُوْا اللاَّعِنَيْنِ ، قَالُوْا : مَا
نَانِ يَا رَسُوْلَ اللهِ ؟ قَالَ : اَلَّذِيْ يَتَخَلّٰى فِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ فِيْ ظِلِّهِمْ . رواه أحمد وأبو
ومسلم .

٤٤٣– وعن معاذ بن جبل مرفوعا : اِتَّقُوْا الْمَلاَعِنَ الثَّلاَثَ . وزاد البزار : فِي
رِدِ رواه أبو داود وابن ماجة وصححه الحاكم وابن السكن ، وفي رواية لابن حبان :
تِهِمْ ، وفي رواية لابن الجارود : اَوْ مَجَالِسِهِمْ .

لوت کیا ہے تو یہ حدیث صالح ہے اور عزیزی نے اسکو ان الفاظ سے بیان کیا ہے کہ جب کوئی پیشاب کرے تو اپنے پیشاب کیلئے
تلاش کرے اور کہا کہ شیخ نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے اھ۔

فائدہ: اس سے پیشاب کرنے کا ادب معلوم ہوا کہ نرم جگہ میں کیا جائے تا کہ چھینٹیں نہ اڑیں۔

۴۴۱–قتادہ عبداللہ بن سرجس (صحابیؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سوراخ (یعنی بل) میں پیشاب
ے منع فرمایا ہے لوگوں نے قتادہ سے کہا کہ سوراخ میں پیشاب کرنا کیوں مکروہ ہے؟ قتادہ نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ وہ جنات
نے کی جگہ ہے۔ اسکو احمد وابوداود اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ وابن السکن نے اس کو صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ہمارے فقہاء نے بھی اس کو مکروہ کہا ہے یہ حدیث ان کے اس قول کی دلیل ہے، نیز اس میں سے کیڑے مکوڑوں
کا اندیشہ بھی ہے جو پیشاب کرنے والے کو تکلیف دے سکتے ہیں۔

۴۴۲–حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو کاموں سے بچو جو لعنت کا سبب ہیں، صحابہ نے عرض
سول اللہ! وہ دو باتیں جو لعنت کا سبب ہیں کیا ہیں؟ فرمایا کوئی شخص لوگوں کے راستے میں یا ان کے سایہ (کی جگہ) میں قضاء
رے (تو لوگ اسے کوسیں گے)۔ اسکو احمد وابوداود اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

۴۴۳–حضرت معاذ بن جبلؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ تین لعنت کی باتوں سے بچو (دو تو وہی جو اوپر مذکور ہوئیں) اور یہ
یا کہ پانی کے گھاٹ پر پاخانہ کرنا۔ اسکو ابوداود و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور حاکم وابن السکن نے اسی کو صحیح کہا ہے اور

٤٤٤ – وعن ابن عمر ﷺ نَهٰى اَنْ يُصَلّٰى عَلٰى قَارِعَةِ الطَّرِيْقِ ، أَوْ يُضْرَبَ عَلَيْهَا الْخَلَاءُ ، اَوْ يُبَالَ فِيْهَا . وفى إسناده ابن لهيعة (نيل ١:٨٣) . قلت :وهو حسن الحديث كما قدمناه .

٤٤٥ – عن عبد الله بن مغفل ﷺ عن النبى ﷺ قال : " لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِيْ مُسْتَحَمِّهٖ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ فِيْهِ ، فَإِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ " . رواه الخمسة ، لكن قوله " ثُمَّ يَتَوَضَّأُ فِيْهِ " لأحمد وأبى داود فقط ، وأخرجه الضياء فى المختارة بنحوه (نيل ١:٨٤) قلت : وأحاديث الضياء فى المختارة كلها صحاح ، كما صرح به السيوطى فى خطبة كنز العمال .

٤٤٦ – عن : جابر ﷺ عن النبى : اَنَّهٗ نَهٰى اَنْ يُبَالَ فِى الْمَاءِ الرَّاكِدِ . رواه أحمد ومسلم والنسائى وابن ماجة (نيل الأوطار ١:٨٤).

ابن حبان کی ایک روایت میں یہ زیادتی بھی ہے کہ لوگوں کے فنا میں (یعنی گھروں کے سامنے قضاء حاجت کرنا) اور ابن جارود کی روایت میں ہے یا ان کی مجالس میں (قضاء حاجت کرنا)۔

۴۴۴- اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے راستہ کے بیچ میں نماز پڑھنے یا اس پر پاخانہ کرنے یا پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس کی سند میں ابن لہیعہ ہیں (نیل) میں کہتا ہوں وہ حسن الحدیث ہیں جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔

فائدہ: ان سب مواقع میں پیشاب، پاخانہ کرنے سے ہمارے فقہاء نے بھی منع فرمایا ہے اور سایہ سے مراد وہ سایہ ہے جس کے نیچے لوگ اٹھتے بیٹھتے یا ٹھہرتے ہوں، مطلقاً سایہ مراد نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے کھجوروں کے نیچے قضاء حاجت فرمائی مگر وہ لوگوں کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔

۴۴۵- عبداللہ بن مغفلؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی اپنے غسل کی جگہ پیشاب نہ کرے کہ پھر وہیں وضو کرنے لگے کیونکہ اکثر وسوسے اسی سے (پیدا) ہوتے ہیں۔ اس کو احمد اور اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ہے اور اس کو ضیاء نے بھی مختارہ میں روایت کیا ہے (نیل) میں کہتا ہوں کہ سیوطیؒ نے مقدمہ کنز میں مختارہ کی تمام احادیث کے صحیح ہونے کی تصریح کی ہے۔

فائدہ: ہمارے فقہاء نے بھی غسل خانہ میں اور وضو کی جگہ میں پیشاب کرنے کو مکروہ فرمایا ہے۔

۴۴۶- حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے

٤٤٧ ـ وعنه مرفوعا: نَهٰى اَنْ يُبَالَ فِى الْمَاءِ الْجَارِى. رواه الطبرانى فى الأوسط ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ١: ٨٢).

٤٤٨ ـ عن: ابن شهاب اَنَّ اَبَا بَكْرِنِ الصِّدِّيْقَ قَالَ يَوْماً وَهُوَ يَخْطُبُ: "اِسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ مَا خَرَجْتُ لِحَاجَةٍ مُنْذُ بَايَعْتُ رَسُوْلَ للّٰهِ ﷺ اِلَّا مُقْنِعاً رَاْسِى حَيَاءً مِنْ رَبِّىْ". أخرجه ابن حبان فى روضة العقلاء وهو منقطع (كنز العمال ٥: ١٢٤).

قلت: والانقطاع فى القرون الثلاثة لا يضر عندنا وله شاهد من حديث عَائِشَةَ. قَالَتْ: قَالَ اَبُوْبَكْرٍ: اِنِّىْ لَاَقْنَعُ رَاْسِىْ اِذَا دَخَلْتُ الْكَنِيْفَ. أخرجه عبد الرزاق كما فى الكنز، وله شاهد آخر سياتى مرفوعا.

اس کو احمد و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، نیل)

فائدہ: ہمارے فقہاء نے بھی اس کو مکروہ کہا ہے اور اسی طرح جاری پانی میں بھی مکروہ ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے، لیکن ٹھہرے ہوئے پانی میں کراہت تحریمی ہے اور جاری میں تنزیہی یہ حدیث ان کی دلیل ہے لیکن سمندر میں پیشاب، پاخانہ کرنا کشتی یا جہاز کے سواروں کو جائز ہے بوجہ ضرورت کے۔

۴۴۷ـ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چلتے ہوئے پانی میں (بھی) پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں (مجمع)۔

فائدہ: ہمارے فقہاء نے اسکو بھی مکروہ فرمایا ہے مگر اس سے گندہ نالہ مستثنیٰ ہے جس میں ناپاک پانی ہی جمع کیا جاتا ہے اس میں پیشاب کرنا مکروہ نہیں۔

۴۴۸ـ ابن شہابؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک دن خطبہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرو، بخدا! جس وقت سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی ہے اس وقت سے کبھی (قضاء) حاجت کیلئے بغیر سر ڈھانپے نہیں گیا اپنے پروردگار سے حیا کی وجہ سے۔ اسکو ابن حبان نے روضۃ العقلاء میں بیان کیا ہے اور یہ منقطع ہے (کنز العمال)۔

میں کہتا ہوں کہ انقطاع قرون ثلاثہ میں ہم کو مضر نہیں دوسرے اس کے لئے مصنف عبد الرزاق میں حضرت عائشہؓ کا اثر شاہد ہے کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ میں جب بیت الخلاء میں جاتا ہوں تو اپنا سر ڈھانپ لیتا ہوں (کنز العمال) اور اس کیلئے ایک شاہد مرفوع بھی ہے جو عنقریب آئے گا۔

فائدہ: اس کو بھی ہمارے فقہا نے آداب خلاء میں بیان کیا ہے۔

٤٤٩– عن : أنس وابن عمر ﷺ مرفوعا : كَانَ ﷺ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَةَ لَمْ يَرْفَعْ ثَوْبَهُ حَتّٰى يَدْنُوَ مِنَ الْأَرْضِ . رواه أبو داود والترمذي وأخرجه الطبراني في الأوسط عن جابر ، قال الشيخ : حديث صحيح (العزيزي ٣:١١٤).

٤٥٠– عن : بلال بن حارث المزني مرفوعا : كَانَ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَةَ أَبْعَدَ . أخرجه أحمد والنسائي وابن ماجة ، وإسناده حسن ، كذا في العزيزي (٣:١١٤).

٤٥١– عن : حبيب بن صالح الطائي مرسلا : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْمِرْفَقَ لَبِسَ حِذَائَهُ ، وَغَطّٰى رَأْسَهُ . أخرجه ابن سعد ، قال الشيخ : حديث حسن لغيره كذا في العزيزي (٣:١٢٥).

٤٥٢– عن : حفصة أم المؤمنين رضي الله عنها مرفوعا : كَانَ ﷺ يَجْعَلُ يَمِيْنَهُ

۴۴۹–حضرت انس وابن عمرؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب (قضاء) حاجت کا ارادہ کرتے تو اپنے کپڑے نہ اٹھاتے جب تک زمین کے نزدیک نہ ہو جاتے۔ اسکو ابو داود وترمذی نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے (عزیزی)۔

__فائدہ:__ اس ادب کی رعایت کرنا چاہئے بالخصوص جنگل وغیرہ میں تو کھڑے کھڑے کپڑوں کو کبھی نہ اٹھانا چاہئے کہ بے پردگی کا احتمال ہے۔

۴۵۰–حضرت بلال بن الحارث مزنی سے مرفوعا روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب (قضاء) حاجت کا قصد کرتے تو دور جایا کرتے۔ اسکو امام احمد ونسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے (عزیزی)۔

__فائدہ:__ یعنی لوگوں کے قریب قضاء حاجت نہ کرتے تھے بلکہ آدمیوں سے دور جایا کرتے تھے تاکہ کسی کی نظر نہ پڑے اور قضاءِ حاجت کی آواز کوئی نہ سنے، جنگل میں تو اس ادب کی رعایت ضروری ہے ہی، گھروں میں بھی چاہئے کہ بیت الخلاء کسی گوشہ میں دور بنایا جائے جو بیٹھنے اٹھنے کی جگہ سے بلکل الگ اور منفصل ہو تاکہ گھر والوں کو قضاء حاجت کی آواز اور بد بو وغیرہ نہ پہنچے۔

۴۵۱–حبیب بن صالح طائی سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو جوتا پہن کر جاتے اور سر کو ڈھانپ لیتے۔ اسکو ابن سعد نے روایت کیا ہے اور یہ حسن لغیرہ ہے (عزیزی)۔

__فائدہ:__ بیت الخلاء میں ننگے سر جانا جیسا کہ آج کل کے نوجوانوں کا طریقہ ہے خلاف ادب ہے اس سے احتراز کرنا چاہئے اور ننگے پیر جانا تو بہت ہی واہیات ہے کہ ناپاک ہونے کا اندیشہ ہے۔

لِاَكْلِهٖ وَشُرْبِهٖ وَوُضُوْئِهٖ وَثِيَابِهٖ وَاَخْذِهٖ وَعَطَائِهٖ ، وشِمَالَهٗ لِمَا سِوٰى ذٰلِكَ . أخرجه أحمد بإسناد صحيح (العزيزى ۳:۱۵٤) . قلت وابن حبان والحاكم أيضا.

٤٥٣– وعن عائشة رضى الله عنها قالت : كَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَلْيُمْنٰى لِطُهُوْرِهٖ وَطَعَامِهٖ ، وَكَانَتِ الْيُسْرٰى لِخَلَائِهٖ وَمَا كَانَ مِنْ اَذًى . رواه أحمد و أبو داود والطبرانى من حديث إبراهيم عن عائشة وهو منقطع ، ورواه أبو داود فى رواية أخرى موصولا اه (التلخيص الحبير ۱:٤۱).

٤٥٤– عن : ابن عمر ﷺ مرفوعا : " كَانَ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ : اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِيْثِ الْمُخْبِثِ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَاِذَا خَرَجَ قَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَذَاقَنِىْ لَذَّتَهٗ وَاَبْقٰى فِىَّ قُوَّتَهٗ وَاَذْهَبَ عَنِّىْ اَذَاهُ . أخرجه ابن السنى ، قال الشيخ : حديث حسن لغيره (العزيزى ۳:۱۲۵).

۴۵۲–حضرت حفصہ ام المؤمنینؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ کو کھانے پینے اور وضو کرنے اور کپڑوں (کے پہننے) اور لینے دینے کیلئے (مقدم) کرتے تھے اور بائیں ہاتھ کو اس کے ماسوا کیلئے۔ اسکو امام احمد نے سند صحیح سے روایت کیا ہے (عزیزی) اور حاکم وابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔

۴۵۳–حضرت عائشہؓ سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دایاں ہاتھ تو وضو اور کھانے کیلئے تھا اور بایاں پاخانہ اور گندگی کی چیزوں کیلئے تھا۔ اسکو احمد، ابوداود اور طبرانی نے ابراہیم کی حدیث سے جو حضرت عائشہؓ سے مروی، روایت کیا ہے اور وہ منقطع ہے۔ اور اسکو ابوداود نے دوسری روایت میں موصولاً بھی روایت کیا ہے (تلخیص حبیر)۔

<u>فائدہ</u>: اس سے معلوم ہوا کہ بیت الخلاء میں جاتے ہوئے بائیں پیر کو مقدم کیا جائے اور نکلتے ہوئے دائیں پیر کو ہمارے فقہاء نے بھی اس کو آداب خلاء میں بیان کیا ہے۔

۴۵۴–حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں جانے کا قصد کرتے تو یوں فرماتے "اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الرِّجْسِ النَّجِسِ الْخَبِيْثِ الْمُخْبِثِ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ " (ترجمہ: اے اللہ! میں آپ کی پناہ (میں آتا) چاہتا ہوں ناپاک پلید گندے خبیث شیطان مردود سے۔) اور جب نکلتے تو یوں فرماتے " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَذَاقَنِىْ لَذَّتَهٗ وَاَبْقٰى فِىَّ قُوَّتَهٗ وَاَذْهَبَ عَنِّىْ اَذَاهُ " (ترجمہ: شکر ہے

اللہ تعالیٰ کا جس نے مجھے اس (کھانے کی) لذت چکھائی اور اسکی قوت میرے اندر باقی رکھی اور اس کا خراب گندہ حصہ مجھ سے الگ کردیا)۔ اسکو ابن سنی نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث حسن لغیرہ ہے (عزیزی)۔

فائدہ: بیت الخلاء میں جانے سے پہلے خدا کا نام ضرور لے لیا جائے تا کہ شیاطین جو عموماً وہاں رہتے ہیں انسان کا ستر نہ دیکھیں اور اسکو ایذا نہ دیں اور وہاں سے نکل کر اس نعمت کا شکر کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے فضلہ فاسدہ کو جسم سے الگ فرمادیا جس کا اندر منحبس (بند) ہوجانا سخت مصیبت اور بلا کا سبب ہے۔ نیز انسان کو قضاء حاجت کرتے ہوئے اپنی ذلت اور خواری کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ جو شخص دن میں دو مرتبہ کھاتا اور ہگتا ہے اس کو تکبر اور بڑائی کب زیبا ہے پس ساری بڑائی حق تعالیٰ کیلئے ہے جو تمام عیبوں سے پاک ہے۔

كتاب الصلوة

باب المواقيت

٤٥٥– عن أبی هريرة وعبد الله بن عمر ﷺ حدثا عن رسول الله ﷺ أَنَّهُ قَالَ: " إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلاَةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ ". أخرجه الجماعة من حديث أبی هريرة، كذا قال الزيلعی واللفظ للبخاری.

٤٥٦– عن أبی ذر ﷺ قال: " أَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ ﷺ بِالظُّهْرِ فَقَالَ: أَبْرِدْ! أَبْرِدْ! أَوْ قَالَ: اِنْتَظِرْ! اِنْتَظِرْ!، وَقَالَ: شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْتَدَّ بِالْحَرِّ فَأَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلاَة. قَالَ أَبُوْ ذَرٍّ: حَتّٰى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ ". أخرجه البخاری ومسلم: كذا قال الزيلعی واللفظ للبخاری.

٤٥٧– عن أبی سعيد (الخدری) ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: " أَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ ". أخرجه البخاری (۱:۷۷).

کتاب الصلاۃ

باب نمازوں کے اوقات

۴۵۵–حضرت ابو ہریرہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب گرمی شدید ہوجائے تو (ظہر کی) نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو، اس لئے کہ گرمی کی شدت جہنم کی آگ کے بھڑکنے سے ہوتی ہے۔ (بخاری باب الابراد بالظہر فی شدۃ الحر)۔

۴۵۶–حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ " ٹھنڈا ہونے دو! ٹھنڈا ہونے دو! "، یا فرمایا " ٹھہر جاؤ! ٹھہر جاؤ! "۔ کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی آگ کے اثر سے ہے، اس لئے جب گرمی شدید ہوجائے تو تم نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔ ابوذرؓ فرماتے ہیں (پھر ظہر کی اذان اس وقت کہی گئی) جب ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھ لئے۔ (بخاری باب سابق)۔

۴۵۷–حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا " ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو، اس لئے

۴۵۸– عن أبی ذر ﷺ قال : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ ، فَارَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ يُؤَذِّنَ ، فَقَالَ لَهُ : اَبْرِدْ ، ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُؤَذِّنَ ، فَقَالَ لَهُ : اَبْرِدْ ، ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُؤَذِّنَ ، فَقَالَ لَهُ : اَبْرِدْ ، حَتّٰى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُوْلَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ " . رواه البخاری .

۴۵۹– عن سالم بن عبد الله عن أبیه اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِيْمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ اِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ ، اُوْتِيَ اَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ فَعَمِلُوْا بِهَا حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوْا ، فَاُعْطُوْا قِيْرَاطاً قِيْرَاطاً ، ثُمَّ اُوْتِيَ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ الْاِنْجِيْلَ فَعَمِلُوْا اِلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ ، ثُمَّ عَجَزُوْا فَاُعْطُوْا

کہ گرمی کی شدت جہنم کی آگ کے اثر سے ہے۔ (بخاری باب سابق)۔

۴۵۸- حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں "ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، مؤذن نے اذان دینا چاہی تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا "ٹھنڈا ہونے دو"، پھر اس نے اذان دینا چاہی تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا "ٹھنڈا ہونے دو"، پھر اس نے اذان دینا چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا "ٹھنڈا ہونے دو"، یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا پھر حضور ﷺ نے فرمایا بے شک گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ کے اثر سے ہے۔ (بخاری باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعۃ)۔

فائدہ: یہ تمام "ابراد" (یعنی ٹھنڈے وقت میں پڑھنے) کی احادیث اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد بھی باقی رہتا ہے، کیونکہ عرب میں گرمی کی شدت ایک مثل تک باقی رہتی ہے۔ نیز حضرت ابوذرؓ کا یہ فرمانا کہ "سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا" اس بات پر نص ہے کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔ کیونکہ یہ مشاہدہ کی چیز ہے کہ بچھے ہوئے اور پھیلے ہوئے جسموں کا سایہ جب ان کے برابر ہوگا تو کھڑے ہوئے جسموں کا سایہ لامحالہ ایک مثل سے زائد ہوگا۔ نیز آخری حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مسافروں کی جب ایک جماعت ہو تو وہ بھی اذان واقامت کہہ کر نماز پڑھیں۔ اور حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ گرمی کی شدت جہنم کی آگ کے اثر سے ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ جب جہنم دھونکائی جاتی ہے اور اسکی آگ میں شدت پیدا ہوتی ہے تو اس کے اثرات دنیا تک پہنچتے ہیں۔

۴۵۹- حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم سے پہلے کی امتوں کے مقابلے میں تمہاری زندگی مثال کے طور پر صرف اتنی ہے جتنا عصر سے سورج غروب ہونے تک کا وقت ہوتا ہے۔ "تورات" والوں کو "تورات" دی گئی تو انہوں نے اس پر عمل کیا آدھے دن تک، وہ بے بس ہو چکے تھے، ان لوگوں کو ان کے عمل کا بدلہ ایک ایک قیراط (بقول بعض دینار کا ۴/۶ حصہ اور بعض کے قول کے مطابق دینار کا بیسواں حصہ) دیا گیا۔ پھر "انجیل" والوں کو "انجیل" دی گئی انہوں

قِيرَاطاً قِيرَاطاً ، ثُمَّ أُوتِينَا الْقُرْآنَ فَعَمِلْنَا إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ فَأُعْطِينَا قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ ، فَقَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ : أَيْ رَبَّنَا أَعْطَيْتَ هٰؤُلَاءِ قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ ، وَأُعْطِينَا قِيرَاطاً قِيرَاطاً وَنَحْنُ كُنَّا أَكْثَرَ عَمَلاً ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ : هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ أَجْرِكُمْ مِنْ شَيْءٍ ؟ قَالُوا : لَا ! قَالَ : وَهُوَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ . رواه البخاری ورواه محمد فی " الموطأ " بسند صحیح عن مالك عن عبد الله بن دینار عن ابن عمر مثله ، إلا أنه زاد : " أَلَا فَأَنْتُمُ الَّذِينَ تَعْمَلُونَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ ، قَالَ : فَغَضِبَ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ وَقَالُوا : نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلاً وَأَقَلُّ عَطَاءً إلخ " . وهو کذلك فی روایة أخرىٰ للبخاری ، کما نقله فی " آثار السنن " (۱:۴۳) .

۴۶۰ – عن عبد الله بن رافع مولى أم سلمة زوج النبی ﷺ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَا أُخْبِرُكَ : " صَلِّ الظُّهْرَ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ ، وَالْعَصْرَ

نے (آدھے دن سے) عصر تک اس پر عمل کیا اور عاجز آ گئے، انہیں بھی ایک ایک قیراط کے عمل کا بدلہ دیا گیا۔ پھر (عصر کے وقت) ہمیں "قرآن" دیا گیا ہم نے اس پر سورج کے غروب تک عمل کیا اور اس میں دو دو قیراط ملے، اس پر ان دو کتاب والوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! انہیں تو آپ نے دو دو قیراط دیئے اور ہمیں صرف ایک ایک قیراط، حالانکہ عمل ہم نے ان سے زیادہ کیا تھا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا تو کیا میں نے اجر دینے میں تم پر کچھ زیادتی کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ "نہیں"، خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر یہ (زیادہ اجر دینا) میرا فضل ہے جسے میں چاہوں دے سکتا ہوں۔ (بخاری باب من ادرک رکعۃ من العصر قبل الغروب) اور امام محمدؒ نے اپنی موطا (کتاب التفسیر) میں صحیح سند کے ساتھ اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے مگر اس میں اس بات کا اضافہ ہے کہ خبردار تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے عصر سے مغرب تک دو دو قیراط پر کام کیا ہے، راوی کہتے ہیں کہ اس پر یہود و نصاریٰ غصہ ہو گئے کہ ہم نے کام تو زیادہ کیا اور مزدوری ہمیں کم ملی۔ بخاری کی ایک اور روایت میں بھی ایسے ہے۔ (بخاری باب الاجارہ الی صلوٰۃ العصر)۔

فائدہ: یہ حدیث صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ظہر کا وقت عصر کے وقت سے زیادہ ہے جو یقیناً اس بات کا مقتضی ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک باقی رہتا ہے، اگر ظہر کا وقت ایک مثل تک مانیں تو ظہر اور عصر کا وقت برابر ہو جاتا ہے، نیز اس حدیث سے امام محمدؒ نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ عصر کی نماز دیر سے پڑھنا افضل ہے۔ اور یہ حدیث نماز عصر کی تاخیر پر دلالت کرتی ہے۔ (موطا امام محمدؒ باب التفسیر)۔

۴۶۰۔ حضرت ام سلمہؓ کے غلام عبد اللہ بن رافع نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نماز کے اوقات کے بارے میں پوچھا تو

إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَيْكَ ، وَالْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ، وَالْعِشَاءَ مَا بَيْنَكَ وَمَا بَيْنَ ثُلُثِ اللَّيْلِ ، وَصَلِّ الصُّبْحَ بِغَبَشٍ ، يَعْنِي بِغَلَسٍ ". رواه مالك في " الموطا " وإسناده صحيح " آثار السنن " (١:٤٢).

٤٦١— حدثنا هناد نا محمد بن فضيل عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " إِنَّ لِلصَّلَاةِ أَوَّلاً وَآخِراً ، وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَآخِرَ وَقْتِهَا حِيْنَ يَدْخُلُ وَقْتُ الْعَصْرِ ، وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الْعَصْرِ حِيْنَ يَدْخُلُ وَقْتُهَا وَإِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِيْنَ تَصْفَرُّ الشَّمْسُ ، وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الْمَغْرِبِ حِيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ وَإِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِيْنَ يَغِيْبُ الشَّفَقُ ، وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الْعِشَاءِ الآخِرَةِ حِيْنَ يَغِيْبُ الأُفُقُ وَإِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِيْنَ يَنْتَصِفُ اللَّيْلُ ، وَإِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الْفَجْرِ حِيْنَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ ، وَإِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا میں تجھے بتاتا ہوں، ظہر کی نماز اس وقت پڑھ جب تیرا سایہ تیرے برابر ہو جائے ، اور عصر اس وقت پڑھ جب تیرا سایہ تجھ سے دوگنا ہو جائے ، اور مغرب اس وقت پڑھ جب سورج ڈوب جائے اور عشاء اس وقت پڑھ جب ایک تہائی رات ہو جائے ، اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھ۔ (مؤطا امام مالک، کتاب وقوت الصلاۃ) اور اسکی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوہوا کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد تک باقی رہتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ ایک مثل سایہ ہونے پر نماز کا حکم دے رہے ہیں تو یقیناً نماز ایک مثل کے بعد ہی پڑھی جائے گی، نیز ایک صحابی وقت گزرنے کے بعد نماز پڑھنے کا حکم نہیں دے سکتے۔

نوٹ: صبح کی نماز کے افضل وقت کی تحقیق اگلے باب میں ملاحظہ کریں۔

۴۶۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر نماز کیلئے اول اور آخر وقت ہے، ظہر کی نماز کا اول وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے، اور اس کا آخری وقت وہ ہے جب عصر کا وقت شروع ہو، اور عصر کا اول وقت وہ ہے کہ جب اس کا وقت ہو جائے، اور آخری وقت وہ ہے جب سورج زرد ہو جائے، اور مغرب کا اول وقت سورج کے غروب ہونے سے شروع ہوتا ہے اور اس کا آخری وقت وہ ہے کہ جب شفق غائب ہو جائے، اور عشاء کی نماز کا اول وقت وہ ہے کہ جب افق غائب ہو جائے اور اس کا آخری وقت نصف رات تک ہے، اور فجر کی نماز کا ابتدائی وقت صبح صادق کے طلوع سے ہے اور اس کا آخری وقت سورج کے طلوع ہونے تک ہے۔ ترمذی (باب منہ بعد باب ماجاء فی مواقیت الصلاۃ عن النبی ﷺ) اسکے تمام راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے ہناد کے، بخاری نے اپنی صحیح میں اسکی حدیث ذکر نہیں کی (یعنی ہناد مسلم وغیرہ کا راوی ہے)۔

حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ ". وفي الباب عن عبدالله بن عمرو . رواه الترمذي (۱:۲۲) ورجاله رجال الجماعة إلا هنادا ، فإن البخاري لم يخرج له في " صحيحه ".

۴٦۲— حدثنا محمد بن سلمة المرادي نا ابن وهب عن أسامة بن زيد الليثي أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَانَ قَاعِداً عَلَى الْمِنْبَرِ ، فَأَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئاً فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَمَا إِنَّ جِبْرِيلَ قَدْ أَخْبَرَ مُحَمَّداً ﷺ بِوَقْتِ الصَّلَاةِ ؟ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ : اِعْلَمْ مَا تَقُوْلُ ! فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ : سَمِعْتُ بَشِيْرَ بْنَ أَبِي مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ : سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيَّ يَقُوْلُ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : " نَزَلَ جِبْرِيلُ فَأَخْبَرَنِيْ بِوَقْتِ الصَّلَاةِ ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ يَحْسُبُ بِأَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ ، فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ ، وَرُبَّمَا أَخَّرَهَا حِيْنَ يَشْتَدُّ الْحَرُّ ، وَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَهَا الصُّفْرَةُ ، فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ مِنَ الصَّلَاةِ

فائدہ: اس حدیث میں آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ عشاء کا ابتدائی وقت افق کے غائب ہونے پر ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شفق سے مراد سفیدی ہے۔ نیز جب شفق کی تفسیر میں روایات مختلف ہیں تو شک کی بنا پر مغرب کا وقت ختم نہ ہوگا، اس طرح سفیدی تک ہی مغرب کے وقت کو باقی ماننے میں احتیاط ہے کیونکہ مغرب اور عشاء کے درمیان بالاتفاق وقت مہمل نہیں، اور بالاتفاق مغرب کے وقت کے ختم ہونے پر ہی عشاء کی نماز کا وقت داخل ہوتا ہے تو عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھنے میں ہی احتیاط ہے۔ علامہ شامیؒ نے بحر کے حاشیہ میں فرمایا ہے کہ اختیار میں مذکور شفق سے مراد سفیدی ہے اور یہی حضرت ابوبکرؓ، معاذؓ، عائشہؓ، ابوہریرہؓ، اور عمر بن عبدالعزیزؒ کا مسلک ہے۔

۴٦۲- ابن شہابؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ممبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے عصر کی نماز میں قدرے تاخیر کردی تو حضرت عروہ بن زبیرؒ نے فرمایا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت جبرئیل نے حضور ﷺ کو نماز کے اوقات سے باخبر کردیا تھا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ سوچ سمجھ کر بولو (یا فرمایا کہ جو کچھ آپ فرمارہے ہیں میں اسے جانتا ہوں) حضرت عروہؒ نے جواب میں کہا کہ میں نے بشیر بن ابی مسعودؓ سے سنا ہے اور انکا بیان ہے کہ میں نے ابومسعودؓ انصاری سے سنا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور انہوں نے مجھے نماز کے اوقات سے باخبر کیا، میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی، پھر پڑھی، پھر پڑھی (ابوداود میں پانچ مرتبہ یہ الفاظ آئے ہیں) اس طرح آپ نے اپنی انگلیوں پر نمازوں کو شمار کیا (ابومسعودؓ فرماتے ہیں) کہ پھر میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے سورج کے ڈھلتے ہی نماز پڑھی، اور گرمی کی شدت کے وقت

فَيَأْتِيْ ذَا الْحُلَيْفَةِ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ ، وَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ حِيْنَ تَسْقُطُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ حِيْنَ يَسْوَدُّ الأُفُقُ ، وَرُبَّمَا اَخَّرَهَا حَتّٰى يَجْتَمِعَ النَّاسُ ، وَصَلَّى الصُّبْحَ مَرَّةً بِغَلَسٍ ، ثُمَّ صَلّٰى مَرَّةً أُخْرٰى فَاَسْفَرَ بِهَا ، ثُمَّ كَانَتْ صَلَاتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّغْلِيْسَ حَتّٰى مَاتَ ، وَلَمْ يَعُدْ اِلٰى اَنْ يُسْفِرَ " . رواه أبو داود وصححه ابن خزيمة وغيرها ، كذا في "فتح الباری" (۲:۵).

٤٦٣– عن جابر بن عبد الله ﷺ قال : " سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ ، فَلَمَّا دَلَكَتِ الشَّمْسُ اَذَّنَ بِلَالٌ لِلظُّهْرِ ، فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَاَقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلّٰى ثُمَّ اَذَّنَ لِلْعَصْرِ حِيْنَ ظَنَنَّا اَنَّ ظِلَّ الرَّجُلِ اَطْوَلُ مِنْهُ فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَاَقَامَ الصَّلَاةَ

تاخیر سے نماز پڑھی ، اور عصر کی نماز اس حال میں پڑھی کہ سورج بلند اور سفید تھا زردی بالکل نہ تھی ، اور آدمی نماز سے فارغ ہوکر سورج غروب ہونے سے پہلے ذوالحلیفہ پہنچ جاتا تھا (جو تقریبا چھ میل کے فاصلے پر ہے) (پھر میں نے دیکھا کہ) آپ ﷺ سورج غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز پڑھتے اور جب آسمان کے کناروں پر سیاہی چھا جاتی تب آپ ﷺ عشاء کی نماز پڑھتے ، اور کبھی آپ ﷺ لوگوں کے جمع ہونے کی خاطر عشاء میں تاخیر کرتے تھے ، اور فجر کی نماز ایک مرتبہ اندھیرے میں اور ایک مرتبہ روشنی میں پڑھی ، اسکے بعد آپ ﷺ ہمیشہ فجر اندھیرے میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ وفات پاگئے اور پھر کبھی آپ ﷺ نے روشنی میں (صبح کی نماز) نہیں پڑھی ۔ (ابوداود ، باب فی المواقیت) اس حدیث کو ابن خزیمہ وغیرہ نے صحیح کہا ہے (فتح الباری ج-۲ص-۵)۔

<u>فائدہ</u>: اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شفق سے مراد سفیدی ہے کیونکہ آسمان کا کنارہ دن کی سفیدی غروب ہونے کے بعد ہی سیاہ ہوتا ہے ۔ اور حدیث میں ابو مسعودؓ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عشاء کا اول وقت بیان کر رہے ہیں تو لامحالہ مغرب کا وقت بھی سفیدی کے غروب ہونے تک باقی رہے گا کیونکہ بالاتفاق مغرب اور عشاء کے درمیان مہمل وقت نہیں ہے ۔ باقی حضرت ابو مسعودؓ کا یہ فرمانا کہ آپ ﷺ نے پھر کبھی صبح کی نماز روشنی میں نہیں پڑھی ، اس کا تفصیلی جواب اگلے باب میں ملاحظہ فرمائیں ۔

۴۶۳- جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے نمازوں کے اوقات کے بارے میں پوچھا (حضرت جابرؓ فرماتے ہیں) جب سورج ڈھلا تو حضرت بلالؓ نے ظہر کی اذان دی ، پھر حضور ﷺ کے حکم پر انہوں نے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی ، پھر جب ہمارے خیال کے مطابق آدمی کا سایہ اس سے لمبا ہوگیا تو حضرت بلالؓ نے عصر کی اذان دی ، پھر حضور ﷺ

وَصَلّٰی ، ثُمَّ اَذَّنَ لِلْمَغْرِبِ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ ، فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَلّٰی ، ثُمَّ اَذَّنَ لِلْعِشَاءِ حِيْنَ ذَهَبَ بَيَاضُ النَّهَارِ وَهُوَ الشَّفَقُ ، ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلّٰی ثُمَّ اَذَّنَ لِلْفَجْرِ فَاَمَرَ فَاَقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلّٰی ، ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ الْغَدَ لِلظُّهْرِ حِيْنَ دَلَكَتِ الشَّمْسُ ، فَاَخَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰی صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهٗ ، فَاَمَرَهٗ فَاَقَامَ وَصَلّٰی ، ثُمَّ اَذَّنَ لِلْعَصْرِ فَاَخَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰی صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ ، فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَقَامَ وَصَلّٰی ، ثُمَّ اَذَّنَ لِلْمَغْرِبِ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ ، فَاَخَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰی كَادَ يَغِيْبُ بَيَاضُ النَّهَارِ وَهُوَ الشَّفَقُ فِيْمَا يُرٰی ، ثُمَّ اَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَلّٰی ، ثُمَّ اَذَّنَ لِلْعِشَاءِ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ فَنِمْنَا ، ثُمَّ قُمْنَا مِرَاراً ، ثُمَّ خَرَجَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : " مَا اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يَنْتَظِرُ هٰذِهِ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ ، فَاِنَّكُمْ فِيْ صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوْهَا ، وَلَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُ بِتَاْخِيْرِ هٰذِهِ الصَّلَاةِ اِلٰی نِصْفِ اللَّيْلِ اَوْ اَقْرَبَ مِنْ نِصْفِ اللَّيْلِ

کے حکم پر اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، پھر سورج کے غروب ہونے پر مغرب کی اذان کہی پھر حضور ﷺ کے حکم پر اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر دن کی سفیدی کے غائب ہونے پر عشاء کی اذان کہی (حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ) دن کی سفیدی ہی شفق ہے، پھر آپ ﷺ کے حکم پر اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، پھر فجر کی اذان کہی (صبح صادق کے طلوع ہونے پر) پھر حضور ﷺ کے حکم پر اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، پھر اگلے دن سورج کے ڈھلنے پر حضرت بلالؓ نے ظہر کی اذان کہی اور حضور ﷺ نے ظہر کی نماز کو مؤخر کیا یہاں تک کہ ہر چیز کا سایہ اسکی ایک مثل کے برابر ہوگیا، پھر آپ ﷺ کے حکم پر حضرت بلالؓ نے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، پھر حضرت بلالؓ نے عصر کی اذان کہی اور حضور ﷺ نے عصر کی نماز کو مؤخر کیا یہاں تک کہ ہر چیز کا سایہ دو مثل ہوگیا، پھر آپ ﷺ کے حکم پر حضرت بلالؓ نے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، پھر سورج کے غروب ہونے پر حضرت بلالؓ نے مغرب کی اذان کہی اور حضور ﷺ نے مغرب کی نماز کو مؤخر کیا یہانتک کہ قریب تھا کہ دن کی سفیدی غائب ہوجائے (حضرت جابرؓ فرماتے ہیں) ہماری رائے میں دن کی سفیدی ہی شفق ہے پھر آپ ﷺ کے حکم پر حضرت بلالؓ نے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر شفق کے غائب ہونے پر حضرت بلالؓ نے عشاء کی اذان کہی پھر ہم سو گئے، اور کئی مرتبہ اٹھے (اور پھر کئی مرتبہ سو گئے) اسکے بعد حضور ﷺ ہمارے پاس آئے اور فرمایا "لوگوں میں سے کوئی بھی تمہارے سوا اس نماز کا انتظار نہیں کر رہا جب تک تم اس نماز کا انتظار کرتے رہو گے تم نماز کے حکم میں ہو گے، اور اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس نماز

ثُمَّ اَذَّنَ لِلْفَجْرِ فَاَخَّرَهَا حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ اَنْ تَطْلُعَ فَاَمَرَهٗ فَاَقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلّٰى ، ثُمَّ قَالَ : اَلْوَقْتُ فِيْمَا بَيْنَ هٰذَيْنِ". رواه الطبرانی فی " الأوسط " وإسناده حسن ، (مجمع الزوائد).

٤٦٤– عن عبد الله بن عمرو ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : " وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَا لَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ ، وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَالَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ مَالَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الْاَوْسَطِ ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ ، فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاَمْسِكْ عَنِ الصَّلَاةِ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ ". رواه مسلم.

٤٦٥– عن : نافع بن جبير ﷺ قال : كَتَبَ عُمَرُ اِلٰى اَبِيْ مُوْسٰى : " وَ صَلِّ الْعِشَاءَ

(یعنی عشاء کی نماز) کو آدھی رات تک یا آدھی رات کے قریب تک مؤخر کرنے کا حکم دیتا"، پھر حضرت بلالؓ نے فجر کی اذان دی اور آپ ﷺ نے فجر کی نماز کو مؤخر کیا یہاں تک کہ سورج طلوع ہونے کے قریب ہوگیا، پھر آپ ﷺ کے حکم پر حضرت بلالؓ نے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔ (مجمع الزوائد وطبرانی فی الاوسط) اور اسکی سند حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>:اس حدیث میں بھی اس بات کی صراحت ہے کہ شفق سے مراد دن کی سفیدی ہے اور یہ حضرت جابرؓ ہی کا قول ہے۔

۴۶۴–عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ظہر کا وقت سورج کے ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور آدمی کا سایہ اسکی لمبائی کے برابر ہو جائے، اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ عصر کا وقت نہ آئے، اور عصر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ سورج زرد نہ ہو، اور مغرب کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک شفق غائب نہ ہو، اور عشاء کا وقت درمیانی رات کے نصف تک رہتا ہے، اور صبح کی نماز کا وقت صبح صادق کے طلوع سے لیکر آفتاب کے نکلنے تک ہے پھر جب آفتاب نکل آئے تو نماز سے رک جاؤ اس لئے کہ وہ شیطان کے دونوں سینگوں میں نکلتا ہے۔ (مسلم، باب اوقات صلاۃ الخمس)۔

<u>فائدہ</u>:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر اور ظہر کے درمیان مہمل وقت ہے ان کے علاوہ اور نمازوں کے درمیان مہمل وقت نہیں، اور آدھی رات تک عشاء کا مستحب وقت ہے ورنہ رات کے کسی حصے میں بھی عشاء کی نماز پڑھنا جائز ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے واضح ہے۔

۴۶۵– نافع بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ رات کے جس حصے میں چاہو عشاء کی نماز پڑھو

أَیَّ اللَّیْلِ شِئْتَ وَلاَ تَغْفُلْهَا ". رواه " الطحاوی " ورجاله ثقات ، (آثار السنن ۱: ٤٤).

٤٦٦– عن : عبید بن جریج أنه قال لأبی هریرة ﷺ : " مَا اِفْرَاطُ الْعِشَاءِ ؟ قَالَ طُلُوْعُ الْفَجْرِ ". رواه الطحاوی وإسناده صحیح (آثار السنن ۱: ٤٤).

٤٦٧– عن : عائشة ﷺ قالت : " أَعْتَمَ النَّبِیُّ ﷺ ذَاتَ لَیْلَةٍ حَتّٰی ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّیْلِ وَحَتّٰی نَامَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰی ، فَقَالَ : اِنَّهُ لَوَقْتُهَا " رواه مسلم .

٤٦٨– عن : أبی أیوب عن عبد الله – أظنه ابن عمرو – قال شعبة : کَانَ اَحْیَاناً یَرْفَعُهُ وَاَحْیَاناً لاَ یَرْفَعُهُ – قَالَ : " وَقْتُ الْعَصْرِ مَالَمْ یَحْضُرِ الْمَغْرِبُ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ . رواه الطبرانی فی " الکبیر " ورجاله رجاله الصحیح (مجمع الزوائد).

٤٦٩– عن : سمرة بن جندب ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : لاَ یَغُرَّنَّکُمْ مِنْ سَحُوْرِکُمْ اَذَانُ بِلاَلٍ وَلاَ بَیَاضُ الأُفُقِ الْمُسْتَطِیْلُ هٰکَذَا،حَتّٰی یَسْتَطِیْرَ هٰکَذَا".وَحَکَاهُ حَمَّادٌ بِیَدَیْهِ قَالَ : یَعْنِیْ مُعْتَرِضًا . رواه مسلم .

اوراس سے غفلت نہ کرو۔(طحاوی باب مواقیت الصلوٰۃ، مصنف ابن ابی شیبہ) اسکے تمام راوی ثقہ ہیں (آثار السنن)۔

۴۶۶–عبید بن جریج نے ابو ہریرہؓ سے پوچھا "عشاء میں افراط (یعنی حد سے زیادتی) کیا ہے؟" آپؓ نے فرمایا صبح صادق کا طلوع ہونا۔(طحاوی) اس کی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

۴۶۷–حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور ﷺ دیر سے آئے یہانتک کہ رات کا اکثر حصہ گزر چکا تھا اور حتیٰ کہ مسجد والے سو چکے تھے، پھر آپ ﷺ مسجد کی طرف نکلے اور نماز پڑھائی اور آپ ﷺ نے فرمایا یہ بھی عشاء کی نماز کا وقت ہے۔(مسلم باب وقت العشاء وتاخیرہا)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عشاء کا وقت آدھی رات کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔

۴۶۸–عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ شعبہ نے فرمایا کہ عصر کا وقت اس وقت تک باقی رہتا ہے جبتک مغرب کا وقت نہ آئے، شعبہ اس حدیث کو کبھی مرفوع کہتے ہیں اور کبھی موقوف۔(طبرانی فی الکبیر) اوراس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غروب شمس تک عصر کا وقت باقی رہتا ہے لیکن زردی آجانے کے بعد وقت مکروہ ہوجاتا ہے۔

۴۶۹–سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا بلال کی اذان تمہیں سحری کھانے سے نہ روکے رکھے اور نہ اس

باب الأوقات المستحبة وفضيلة الإسفار بالفجر

٤٧٠— عن: عبد الله بن مسعود ﷺ قال: " مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلَاةً لِغَيْرِ مِيْقَاتِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ، جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَ الْعِشَاءِ (بِجَمْعٍ) وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا ". رواه البخاري ولمسلم: قَبْلَ وَقْتِهَا بِغَلَسٍ.

٤٧١— عن: رافع بن خديج ﷺ قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: " أَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ ". رواه الترمذي (۱:۲۳) وقال حديث رافع بن خديج حديث حسن صحيح، ولفظ ابن حبان في " صحيحه ": " أَسْفِرُوْا بِصَلَاةِ الصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ " كذا قال الزيلعي قال: وفي لفظ له: " فَكُلَّمَا أَصْبَحْتُمْ بِالصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِأُجُوْرِكُمْ ".

طرح افق میں اونچی ہونے والی سفیدی تمہیں روکے، یہانتک کہ وہ اس طرح پھیل جائے (حماد نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا کہ اس طرح پھیل جائے)۔ (مسلم باب بیان ان الدخول بالصوم یحصل بطلوع الفجر)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے۔

باب مستحب اوقات کا بیان اور فجر کو اسفار میں پڑھنے کی فضیلت

۴۷۰—عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ دو نمازوں کے علاوہ میں نے حضور ﷺ کو کوئی نماز وقت کے خلاف پڑھتے نہیں دیکھا، آپ نے (مزدلفہ میں) مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھیں، اور فجر کی نماز اپنے (عام معمول کے) وقت سے پہلے پڑھی۔ (بخاری باب متی یصلی الفجر بجمع من الحج)۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اپنے (معمول کے) وقت سے پہلے یعنی اندھیرے میں پڑھی۔ (مسلم باب صلوٰۃ الصبح یوم النحر بالمزدلفۃ)۔

فائدہ: صبح صادق کے طلوع سے قبل صبح کی نماز پڑھنا بالاتفاق جائز نہیں لہٰذا وقت سے پہلے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ معمول کے وقت سے قبل اندھیرے میں پڑھی، لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کی عادت مبارکہ اندھیرے میں پڑھنے کی نہ تھی بلکہ آپ اسفار میں پڑھتے تھے۔

۴۷۱—رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھو، اس لئے کہ اس میں زیادہ ثواب ہے۔ (ترمذی باب ماجاء فی الاسفار بالفجر) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ صبح کی نماز روشنی میں پڑھو کیونکہ اس میں زیادہ ثواب ہے اور زیلعی نے یہ مضمون کئی صحابہ سے کئی سندوں سے

٤٧٢ – وفى " مجمع الزوائد " عن عاصم بن عمر بن قتادة عن أبيه عن جده قال: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: " اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهُ اَعْظَمُ لِاَجْرِكُمْ اَوْ لِلْاَجْرِ " رواه البزار ورجاله ثقات .

٤٧٣ – عن : محمود بن لبيد عن رجال من قومه من الأنصار اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : " مَا اَسْفَرْتُمْ بِالصُّبْحِ فَاِنَّهُ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ " . رواه النسائى وسكت عنه ، وصحح سنده الحافظ الزيلعى (١:٢٤ ١).

٤٧٤ – عن : بيان قالَ : قُلْتُ لأنس ﷺ : حَدِّثْنِىْ بِوَقْتِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِى الصَّلَاةِ قال : " كَانَ يُصَلِّى الظُّهْرَ عِنْدَ دُلُوْكِ الشَّمْسِ ، وَيُصَلِّى الْعَصْرَ بَيْنَ صَلَاتِكُمُ الْاُوْلٰى وَالْعَصْرِ ، وَكَانَ يُصَلِّى الْمَغْرِبَ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ ، وَيُصَلِّى الْعِشَاءَ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ ، وَيُصَلِّى الْغَدَاةَ عِنْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ حِيْنَ يَفْتَحُ الْبَصَرُ ، كُلُّ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَقْتٌ – او قال – : صَلَاةٌ " رواه أبو يعلى وإسناده حسن ، كذا قال الهيثمى فى " مجمع الزوائد " .

روایت کیا ہے، جو کہ سنن اربعہ (ترمذی، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ) میں مذکور ہے۔

۴۷۲-قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''فجر کی نماز روشنی میں پڑھو، اس لئے کہ اس میں تمہارے لئے زیادہ اجر ثواب ہے۔ (بزار و مجمع الزوائد، باب وقت صلاۃ الصبح) اور اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۴۷۳-انصار قوم کے کئی صحابہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی نماز تم جتنی روشنی میں پڑھو گے اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔ (نسائی، باب الاسفار) حافظ زیلعی نے اسکی سند کو صحیح کہا ہے۔

<u>فائدہ</u>: اسفار سے مراد روشنی میں پڑھنا ہے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ روشنی میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے احادیث اسفار کو متواترات میں شمار کیا ہے۔

۴۷۴-حضرت بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے عرض کیا کہ مجھے حضور ﷺ کے نمازوں کے اوقات سے مطلع کیجئے، تو آپؓ نے فرمایا کہ ظہر کی نماز سورج ڈھلنے کے وقت پڑھتے تھے، اور عصر کی نماز تمہاری ظہر اور تمہاری عصر کی نمازوں کے اوقات کے درمیان پڑھتے تھے، اور مغرب کی نماز سورج کے غروب ہونے پر پڑھتے تھے اور عشاء کی نماز شفق کے غروب ہونے پر پڑھتے تھے، صبح کی نماز صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد اس وقت پڑھتے تھے جبکہ آنکھیں کشادہ ہو جاتی تھیں، پھر فرمایا کہ انکے درمیان میں نمازوں کے اوقات ہیں، اسے ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔ (مجمع الزوائد باب بیان الوقت)۔

٤٧٥– حدثنا موسى بن هارون ثنا محمد بن عبد الأعلى ثنا المعتمر سمعت بيانا أبا سعيد قال سمعت أنسا يقول : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّى الصُّبحَ حِيْنَ يَفْتَحُ الْبَصَرُ" رواه الإمام أبو محمد القاسم بن ثابت السرقسطى فى كتاب " غريب الحديث " ، وقال : يقال : فَسَحَ الْبَصَر وَانْفَسَحَ : اِذَا رَاَى الشَّيْءَ مِنْ بُعْدٍ ، يَعْنِىْ بِهٖ : اِسْفَارَ الصُّبْحِ اِنْتَهٰى . (زيلعى ١: ١٢٥) قلت : هذا إسناد صحيح .

٤٧٦– عن : رافع بن خديج ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لِبِلَالٍ : " نَوِّرْ بِصَلَاةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يَبْصُرَ الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِمْ مِنَ الاِسْفَارِ " . رواه ابن أبى حاتم وابن عدى والطيالسى وإسحاق وابن أبى شيبة ، والطبرانى ، وإسناده حسن (" آثار السنن "١: ٤٧) وفى "مجمع الزوائد (١: ٣١٦) " : " قلت : لرافع حديث فى الإسفار غير هذا ، رواه الطبرانى فى "الكبير" ولرافع عند الطبرانى فى الكبير أيضاً : سمعت رسول الله ﷺ يقول : نَوِّرُوْا بِالصُّبْحِ بِقَدْرِ مَا يَبْصُرُ الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِمْ " وهما من رواية هرير بن عبد الرحمن بن رافع ابن خديج عن أبيه ، وقد ذكرهما ابن أبى حاتم ولم يذكر فى أحد منهما جرحاً و تعديلاً . قلت : وهرير ذكره ابن حبان فى الثقات وقال : " يروى عن أبيه " اه.

٤٧٧– عن إبراهيم النخعى قال : " مَا اجْتَمَعَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلٰى شَيْءٍ مَا

۴۷۵-ابوسعید بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ صبح کی نماز اس وقت پڑھتے تھے کہ جب آنکھیں کشادہ ہو جاتی تھیں ۔ (غریب الحدیث لابی محمد قاسم السرقسطی)۔سرقسطی فرماتے ہیں کہ " فسح البصر وانفسح " کا مطلب یہ ہے کہ صبح کی روشنی کی وجہ سے آنکھ دور کی چیز کو دیکھ لے۔ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اسفار میں نماز پڑھا کرتے تھے، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیح ہے۔

۴۷۶-رافع بن خدیجؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ صبح کی نماز اتنی روشنی میں پڑھو کہ لوگ اپنے تیروں کے گرنے کی جگہوں کو روشنی کی وجہ سے دیکھ سکیں ۔(ابن ابی حاتم ، ابن عدی، طیالسی، اسحاق، ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے اسے روایت کیا ہے)اور اسکی سند حسن ہے۔اور کبیر الطبرانی میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ رافع فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صبح کی نماز اتنی روشنی میں پڑھو کہ لوگ اپنے تیروں کے گرنے کی جگہوں کو دیکھ سکیں۔

اِجْتَمَعُوْا عَلَى التَّنْوِيْرِ". رواه الطحاوی (۱:۱۰۹) وقال الزيلعي (۱:۱۲۵) "بسند صحيح".

۴۷۸– عن : عبد الرحمن بن يزيد قال : " كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُسْفِرُ بِصَلَاةِ الْفَجْرِ " رواه الطبرانی فی " الكبير " ورجاله موثقون (مجمع الزوائد).

۴۷۹– عن : علی بن ربيعة قال : سَمِعْتُ عَلِياً يَقُوْلُ لِمُؤَذِّنِهِ : " اَسْفِرْ اَسْفِرْ " يَعْنِيْ بِصَلَاةِ الصُّبْحِ . رواه عبد الرزاق ، وابن أبی شيبة ، والطحاوی ، وإسناده صحيح (آثار السنن ۱:۴۸).

۴۸۰– عن : جبير بن نفير قال : صَلَّى بِنَا مُعَاوِيَةُ الصُّبْحَ بِغَلَسٍ ، فَقَالَ أبو الدرداء : أَسْفِرُوْا بِهٰذِهِ الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ أَفْقَهُ لَكُمْ ، إِنَّمَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَخْلُوْا بِحَوَائِجِكُمْ . رواه الطحاوی وإسناده حسن (آثار السنن).

۴۸۱– عن : مجاهد قال : كُنْتُ أَقُوْدُ مَوْلَایَ قَيْسَ بْنَ السَّائِبِ ، فَيَقُوْلُ : اَدَلَكَتِ الشَّمْسُ ؟ فَإِذَا قُلْتُ : نَعَمْ ، صَلَّى الظُّهْرَ ، وَيَقُوْلُ : " هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ

۴۷۷–ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ نے جتنا اسفار پر (یعنی روشنی میں فجر کی نماز پڑھنے پر) اتفاق کیا ہے اتنا کسی اور چیز پر اتفاق نہیں کیا۔ (طحاوی باب وقت الفجر) اور اسکی سند صحیح ہے (زیلعی)۔

۴۷۸–عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ صبح کی نماز اسفار (روشنی) میں پڑھاتے تھے۔ (کبیر الطبرانی ومجمع الزوائد، باب وقت صلوٰۃ الصبح) اسکے تمام راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

۴۷۹–علی بن ربیعہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو اپنے مؤذن سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صبح کی نماز روشنی میں پڑھ، روشنی میں پڑھ۔ (مصنف عبدالرزاق باب وقت الصبح ومصنف ابن ابی شیبہ وطحاوی، باب وقت الفجر) اور اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

۴۸۰–جبیر بن نفیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے ہمیں صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھائی تو حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ یہ نماز اسفار میں پڑھا کرو کیونکہ اسفار میں پڑھنا تمہارے لئے زیادہ تفقہ کا سبب ہے، آپ لوگ چاہتے ہیں کہ جلدی سے فارغ ہوکر اپنے کاموں میں لگ جائیں۔ (طحاوی باب وقت الفجر) اور اسکی سند حسن ہے (آثار السنن)۔

۴۸۱–مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے آقا قیس بن سائبؓ کو لیکر جارہا تھا (قیسؓ نابینا تھے) تو قیس فرمانے لگے کہ کیا سورج ڈھل گیا؟ پس جب میں نے کہا "ہاں" تو انہوں نے ظہر کی نماز پڑھی اور فرمایا کہ حضور ﷺ ایسے ہی کرتے تھے، اور حضور ﷺ

يَفْعَلُ ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ وَالصَّائِمُ يَتَمَارٰى اَنْ يُفْطِرَ ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْفَجْرَ حَتّٰى يَتَغَشَّى النُّوْرُ السَّمَاءَ " . رواه الطبرانی فی " الكبير " هكذا . وفی " الأوسط " وزاد : " وَيُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ " وفيه مسلم الملائی ، روی عنه شعبة وسفيان ، وضعفه بقية الناس أحمد وابن معين وجماعة اه . " مجمع الزوائد " .

٤٨٢ – عن : ابن عباس ﷺ قال : بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ – فذكر الحديث بطوله وفيه – : " ثُمَّ قَامَ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَصَلّٰى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ اَوْ خَطِيْطَهٗ ، ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلَاةِ " . أخرجه " البخاری " .

٤٨٣ – عن : عائشة زوج النبی ﷺ قالت : " كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي فَذَكَرَتْ

عصر کی نماز پڑھتے تھے جبکہ سورج سفید ہوتا تھا (یعنی اس میں زردی نہیں ہوتی تھی) اور آپ ﷺ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جبکہ روزہ دار روزہ کھولنے میں شک کر رہا ہوتا تھا (کہ وقت ہوا یا نہیں) اور آپ ﷺ فجر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے کہ جب روشنی آسمان کو ڈھانپ لیتی تھی (یعنی اسفار میں پڑھتے تھے)۔ (طبرانی فی الکبیر)۔ اور طبرانی کی اوسط میں ہے کہ آپ ﷺ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے، اسکی سند میں ایک روای مسلم ملائی ہے جس سے شعبہ اور سفیان روایت کرتے ہیں، پس یہ حدیث حجت پکڑنے کے قابل ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ عام طور پر فجر کی نماز اسفار میں پڑھتے تھے۔

۴۸۲ – حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ ام المؤمنین میمونہؓ بنت حارث کے گھر میں رات گزاری طویل حدیث کے بعد فرماتے ہیں پھر جب آپ ﷺ نماز کیلئے کھڑے ہوئے، میں بھی آپ ﷺ کے بائیں جانب نماز کیلئے کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے مجھے اپنی دائیں جانب کر دیا، پھر آپ ﷺ نے پانچ رکعت نماز پڑھائی، پھر آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر آپ ﷺ سو گئے، یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کے خراٹے سنے، پھر آپ ﷺ نماز کیلئے تشریف لے گئے۔ (بخاری، باب السمر ۃ بالعلم)۔

فائدہ: پانچ رکعتوں کے بعد یقیناً آپ ﷺ نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں کیونکہ مسلم میں باب صلوۃ اللیل میں یہ حدیث ہے کہ رات کو آخری نماز وتر کی پڑھو پھر آپ ﷺ کا فجر کی سنتیں پڑھ کر گہری نیند سو جانا نماز فجر کی تاخیر پر دلالت کرتا ہے۔

صَلاَتَهُ بِاللَّيلِ قَالَتْ : فَإذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلاَةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ وَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلإقَامَةِ "، أخرجه " مسلم ".

٤٨٤– عن : على بن أبى طالب ﷺ قال : " كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَكُونُ فِى الْمَسْجِدِ حِينَ تُقَامُ الصَّلاَةُ فَإذَا رَآهُمْ قَلِيلاً جَلَسَ ثُمَّ صَلَّى ، وَإذَا رَآهُمْ جَمَاعَةً صَلَّى " أخرجه الحاكم فى المستدرك (٢٠٣:١) ، وقال : هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه ، وأقره عليه الذهبى فى " تلخيصه " فقال : على شرطهما .

٤٨٥– عن جابر بن عبد الله ﷺ أنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لِبِلاَلٍ : " إذَا أذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ فِىْ أذَانِكَ ، وَإذَا أقَمْتَ فَاحْدُرْ ، وَاجْعَلْ بَيْنَ أذَانِكَ وَإقَامَتِكَ قَدْرَ مَا يَفْرُغُ الْآكِلُ مِنْ أكْلِهِ وَالشَّارِبُ مِنْ شُرْبِهِ وَالْمُعْتَصِرُ إذَا دَخَلَ لِقَضَاءِ حَاجَتِهِ " . أخرجه الحاكم

۴۸۳–ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نماز پڑھتے تھے پھر حضرت عائشہؓ نے آپ کی رات کی نماز کا تذکرہ فرمایا، پھر فرمایا کہ جب مؤذن فجر کی اذان دے چکتا اور آپ ﷺ کیلئے صبح ظاہر ہو جاتی اور مؤذن آپ ﷺ کے پاس آتا تو آپ ﷺ کھڑے ہو کر دو ہلکی رکعتیں پڑھتے پھر دائیں کروٹ لیٹ جاتے یہانتک کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت کیلئے حاضر ہوتا۔(مسلم، باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی)۔

__فائدہ:__ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ فجر کی نماز اسفار میں پڑھتے کیونکہ مؤذن صبح کے ظاہر ہو جانے کے بعد آپ ﷺ کو اطلاع کرتا تب آپ ﷺ سنتیں پڑھ کر پھر سوجاتے پھر صبح کی نماز کیلئے مؤذن دوبارہ آپ ﷺ کے پاس آتا، اتنے وقت میں اسفار ہو جانا واضح ہے۔

۴۸۴–حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہوتے اور نماز کیلئے تکبیر کہی جاتی اور آپ ﷺ لوگوں کو کم دیکھتے تو بیٹھ جاتے اور جب انہیں ایک جماعت کی شکل میں دیکھتے تو نماز پڑھاتے۔(مستدرک حاکم) امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور ذہبی نے بھی یہی کہا ہے۔

۴۸۵–جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ جب تو اذان دے تو اپنی اذان میں ہر ہر جملہ الگ کہہ، اور جب تو اقامت کہے تو دو دو جملوں کو ملا کر کہہ، اور اپنی اذان اور تکبیر کے درمیان اتنا وقفہ رکھ کہ کھانا کھانے والا

فى المستدرك (١:٢٠٤) وقال : هذا حديث ليس فى إسناده مطعون فيه غير عمرو بن فائد والباقون شيوخ البصرة . وقال الذهبى فى تلخيصه : قال الدارقطنى : " عمرو بن فائد متروك ".

قلت : فالحديث ضعيف ولكن له شواهد من أحاديث الباب ، وحسنه العزيزى فى شرح " الجامع الصغير " برواية سلمان وأبى هريرة وغيرهما .

٤٨٦– عن : أبى بن كعب ﷺ قال : صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبحِ فذكر الحديث بطوله – وفيه – وَقَالَ : " صَلَاتُكَ مَعَ الرَّجُلِ أَزْكٰى مِنْ صَلَاتِكَ وَحْدَكَ ، وَصَلَاتُكَ مَعَ الرَّجُلَيْنِ أَزْكٰى مِنْ صَلَاتِكَ مَعَ الرَّجُلِ ، وَمَا كَثُرَتْ فَهُوَ أَحَبُّ إِلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ " . أخرجه الحاكم فى " المستدرك " (١:٢٤٨ و ٢٤٩) ، وقال بعد ما سرد له أسانيد كثيرة : وقد حكم أئمة الحديث يحيى بن معين وعلى بن المدينى ومحمد بن يحيى الذهلى لهذا الحديث بالصحة ، وأقره عليه الذهبى فى " تلخيصه " .

کھانے سے، اور پینے والا پینے سے، اور قضاء حاجت کیلئے جانے والا حاجت سے فارغ ہو جائے۔ (مستدرک حاکم وترمذی، باب الترسل فی الاذان) یہ حدیث عمرو بن فائد کی بنا پر اگر چہ ضعیف ہے لیکن اس کیلئے دوسرے صحیح شواہد ہیں جو باب میں مذکور ہیں، پس یہ حدیث حسن ہے۔

۴۸۶–حضرت ابی ابن کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صبح کی نماز پڑھانے کے بعد فرمایا تیری ایک آدمی کے ساتھ نماز تیری اکیلے کی نماز سے بہتر ہے، اور تیری دو آدمیوں کے ساتھ نماز تیری ایک آدمی کے ساتھ نماز سے بہتر ہے اور جماعت جتنی زیادہ ہوگی اتنی ہی اللہ کو محبوب ہوگی۔ (مستدرک حاکم) یحیٰی بن معین، علی بن مدینی اور محمد بن یحیٰی ذھلی نے اسے صحیح کہا ہے۔

<u>فائدہ</u>: آخری احادیث میں کثرت جماعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور کثرت جماعت تاخیر سے پڑھنے میں ہی ممکن ہے نہ کہ جلدی پڑھنے میں، لہٰذا ان احادیث سے بھی اسفار میں پڑھنے کا اشارہ ملتا ہے۔ ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھنا افضل ہے۔ باقی وہ احادیث جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور ﷺ اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھتے تھے اسکی چند توجیہیں ہیں:-

(ا): اسکی ایک توجیہ تو یہ ہے کہ بیشک آپ ﷺ کا عمل عام طور پر اندھیرے میں نماز پڑھنے کا تھا لیکن عوام کی سہولت کیلئے آپ ﷺ نے ہی امت کو اسفار میں پڑھنے کی ترغیب دی ہے، تو آپ ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے امت کیلئے اسفار میں ہی نماز

تأخير الظهر في الصيف وتعجيلها في الشتاء

٤٨٧- عن : أنس بن مالك ﷺ قال : " كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا كَانَ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ وَإِذَا كَانَ الْبَرْدُ عَجَّلَ " . رواه النسائي ، ورجاله ثقات من رجال الصحيح .

٤٨٨- عن : أبي سعيد ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : " أَبْرِدُوا بِالظُّهْرِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ " أخرجه البخاري .

٤٨٩- حدثنا محمد بن أبي بكر المقدمي قال : حدثنا حرمي بن عمارة قال : حدثنا أبو خلدة - هو خالد بن دينار - قال : سمعت أنس بن مالك يقول : " كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلَاةِ وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ " وقال يونس بن بكير : أخبرنا أبو خلدة وقال : " بِالصَّلَاةِ " ولم يذكر " اَلْجُمُعَةَ " . وقال

پڑھنا افضل ہے۔(اوجز المسالک،١:٨)۔

(٢): دوسرے آپ ﷺ کے زمانے میں اندھیرے میں نماز پڑھنے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں عورتیں جماعت میں شرکت کرتی تھیں تو ان کے پردہ کی رعایت کی وجہ سے آپ ﷺ اندھیرے میں نماز پڑھتے تھے۔

(٣): تیسری توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ اندھیرا مسجد کے کمرے میں ہوتا تھا نہ کہ مسجد کے صحن میں۔

(٤): چوتھی توجیہ یہ ہے کہ فعلی احادیث اندھیرے میں یا روشنی میں پڑھنے کے بارے میں متعارض ہیں، البتہ قولی احادیث میں جو اسفار کے بارے میں ہیں کوئی تعارض نہیں۔لہٰذا اسفار پر عمل کرنا افضل ہے۔

باب گرمیوں میں ظہر کی نماز تاخیر سے اور سردیوں میں جلدی پڑھنا

٤٨٧-حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ گرمیوں میں حضور ﷺ ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے اور جب سردیاں ہوتیں تو ظہر کی نماز جلدی پڑھتے ۔(نسائی،باب تعجیل الظہر فی البرد) اسکے راوی ثقہ ہیں اور صحیح کے راوی ہیں۔

٤٨٨-حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی آگ کے اثر سے ہے۔(بخاری،باب الابراد بالظہر فی شدۃ الحر)۔

٤٨٩-حضرت ابوخلدہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب ٹھنڈ زیادہ ہوتی تو حضور ﷺ نماز جلدی پڑھتے تھے اور جب گرمی زیادہ ہوتی تو ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے (راوی کہتے ہیں) آپ ﷺ کی مراد جمعہ کی

بشر بن ثابت : حدثنا أبو خلدة : صَلّٰی بِنَا اَمِیْرُ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَالَ لِاَنَسٍ : کَیْفَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّی الظُّهْرَ ؟ . رواه " البخاری ".

تأخیر العصر

٤٩٠ – عن : أم سلمة رضی الله عنها قالت : کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَشَدَّ تَعْجِیْلاً لِلظُّهْرِ مِنْکُمْ ، وَاَنْتُمْ اَشَدُّ تَعْجِیْلاً لِلْعَصْرِ مِنْهُ . رواه أحمد والترمذی ، وإسناده صحیح (آثار السنن ١:٤٤) وفی الجوهر النقی (١:١١٢) :" رجاله علی شرط الصحیح ".

٤٩١ – عن : علی بن شیبان رضی الله عنه قال : " قَدِمْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَلْمَدِیْنَةَ فَکَانَ

نماز تھی، اور یونس بن بکیر کہتے ہیں کہ ہمیں ابوخلدہ نے خبر دی انہوں نے صرف نماز کا لفظ بولا جمعہ کا ذکر نہیں کیا، اور بشیر بن ثابت کہتے ہیں کہ ابوخلدہ نے ہم سے حدیث بیان کی کہ امیر نے ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی پھر انسؓ سے پوچھا کہ حضور ﷺ ظہر کی نماز کس وقت پڑھتے تھے؟۔(بخاری باب اذا اشتد الحر یوم الجمعۃ)۔

<u>فائدہ</u>:اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انسؓ نے ظہر کی نماز کا وقت بتایا ہے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے اور سردیوں میں جلدی پڑھنی چاہئے، باقی وہ احادیث جن میں ظہر کی تعجیل اور اول وقت میں پڑھنے کا حکم ملتا ہے اسکی مختلف توجیہیں ہیں:-

(۱):ایک توجیہ تو یہ ہے کہ تعجیل کی احادیث موسم سرما پر اور تاخیر کی احادیث موسم گرما پر محمول ہیں، اس توجیہ کا واضح قرینہ حضرت انسؓ کی پہلی حدیث ہے۔

(۲):دوسری توجیہ جو امام احمد بن حنبل سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ تعجیل کی احادیث ابتداء زمانہ پر محمول ہیں اور تاخیر کی احادیث آخری زمانہ پر محمول ہیں۔لہٰذا حضور ﷺ کا آخری عمل ظہر کی نماز دیر سے پڑھنے کا تھا(فتح الباری،۲:۱۴)۔

باب عصر کی نماز دیر سے پڑھنا (مستحب ہے)

۴۹۰-ام المؤمنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ ظہر کی نماز تم سے پہلے پڑھتے تھے اور تم عصر کی نماز آپ ﷺ سے پہلے پڑھتے ہو۔(ترمذی، باب ما جاء فی تاخیر العصر) اسکی سند صحیح ہے اور جوہر نقی میں ہے کہ اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

<u>فائدہ</u>:یقیناً صحابہؓ وتابعین وقت ہو جانے کے بعد ہی نماز عصر پڑھتے ہونگے تو پھر حضرت ام سلمہؓ کا یہ فرمانا کہ تم جلدی کرتے ہو اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ وقت ہو جانے کے بعد عصر کی نماز میں تاخیر فرماتے تھے۔

۴۹۱-حضرت علی بن شیبانؓ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نماز عصر تاخیر سے

يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَا دَامَتِ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً ". رواه أبو داود وسكت عنه .

٤٩٢– عن : ابن عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : " رَحِمَ اللهُ امْرَءً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعاً ". رواه الترمذي (١:٥٨) ، وقال حسن غريب .

٤٩٣– عن : زياد بن عبد الرحمن النخعي قال : " كُنَّا جُلُوساً مَعَ عَلِيٍّ فِي الْمَسْجِدِ الأَعْظَمِ ، وَالْكُوفَةُ يَوْمَئِذٍ أَخْصَاصٌ فَجَائَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ : الصَّلَاةَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِلْعَصْرِ – فَقَالَ : اِجْلِسْ ، فَجَلَسَ ثُمَّ عَادَ ، فَقَالَ ذٰلِكَ ، فَقَالَ عَلِيٌّ : هٰذَا الْكَلْبُ يُعَلِّمُنَا بِالسُّنَّةِ ، فَقَامَ عَلِيٌّ فَصَلّٰى بِنَا الْعَصْرَ ثُمَّ انْصَرَفْنَا فَرَجَعْنَا اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ كُنَّا فِيْهِ جُلُوساً فَجَثَوْنَا لِلرُّكَبِ فَتَزَوَّرَ الشَّمْسُ لِلْمَغِيْبِ نَتَرَائَاهَا ". أخرجه الحاكم في " المستدرك " (١:١٩٢) ، وقال : هذا حديث صحيح ولم يخرجاه بعد احتجاجهما برواته ،وقال الذهبي في " تلخيصه ": صحيح .

پڑھتے تھے جب تک سورج صاف سفید رہتا۔ (ابوداود، باب وقت العصر وابن ماجہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سورج کے رنگ کے تبدیل ہونے سے قبل تک عصر کی نماز کو مؤخر فرماتے اور آپ ﷺ کا یہی معمول تھا، اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔

۴۹۲–حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ اس شخص پر رحم کرے جو عصر کی نماز سے قبل چار رکعت نماز نفل پڑھے۔ (ترمذی باب ماجاء فی الاربع قبل العصر) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

فائدہ: صاحب ہدایہؒ فرماتے ہیں کہ عصر کی تاخیر مستحب ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ عصر کے بعد نوافل مکروہ ہیں لہٰذا عصر سے قبل کثرت سے نوافل پڑھنے کیلئے وقت زیادہ ہونا چاہئے۔ (۱:۶۶)۔

۴۹۳–حضرت زیاد بن عبدالرحمٰن نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علیؓ کے ساتھ (کوفہ کی) سب سے بڑی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور کوفہ ان دنوں میں دارالخلافہ تھا، اس دوران مؤذن آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین عصر کی نماز کا وقت ہوگیا ہے، آپؓ نے فرمایا "بیٹھ جا" پس وہ بیٹھ گیا، پھر اس نے دوبارہ آ کر یہی بات کہی تو حضرت علیؓ نے فرمایا یہ کتا ہمیں سنت کی تعلیم دینے آیا ہے (حالانکہ ہم تو اس سے سنت کو زیادہ جانتے ہیں) اسکے بعد حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی، پھر ہم اس جگہ کی طرف لوٹ گئے جہاں ہم پہلے بیٹھے ہوئے تھے اور ہم گھٹنوں کے بل بیٹھے اور سورج اس وقت غائب ہونے کیلئے تبدیل ہو رہا تھا جبکہ ہم اسے (تبدیل ہوتے ہوئے) دیکھ رہے تھے۔ (مستدرک حاکم) یہ حدیث صحیح ہے۔

٤٩٤– عن الثوری عن منصور عن إبراهیم قال : " کَانَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ اَشَدَّ تَعْجِیْلاً لِلظُّهرِ وَاَشَدَّ تَاْخِیْراً لِلعَصْرِ مِنْکُمْ " . رواه عبد الرزاق فی " مصنفه " (الجوهر النقی ١:١١٤) ، قلت : ورجاله ثقات أثبات .

٤٩٥– عن : أبی حنیفة عن حماد عن إبراهیم قال : " اَدْرَکْتُ اَصْحَابَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ یُؤَخِّرُوْنَ الْعَصْرَ اِلیٰ آخِرِ الْوَقْتِ " . قال محمد : وَبِهٖ نَاْخُذُ مَالَمْ تَتَغَیَّرِ الشَّمْسُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ . أخرجه محمد فی " الآثار " (جامع مسانید الإمام ١:٢٩٩) .

٤٩٦– عن : الثوری عن أبی إسحاق عن عبد الرحمن بن یزید : " اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ کَانَ یُؤَخِّرُ الْعَصْرَ " رواه عبد الرزاق فی " مصنفه " (الجوهر النقی ١:١١٤) . قلت : ورجاله ثقات .

فائدہ: حضرت علیؓ نے عصر کی نماز اتنی دیر سے پڑھی کہ نہایت تھوڑے ہی وقت کے بعد سورج زرد پڑ گیا اور اگر دیر سے پڑھنا سنت نہ ہوتا تو حضرت علیؓ یقیناً دیر سے نہ پڑھتے اور اگر عصر کی نماز جلدی پڑھنا سنت ہوتا تو حضرت علی مؤذن سے ایسے سخت کلمات نہ فرماتے۔

۴۹۴-حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ تم سے پہلے لوگ (یعنی صحابہؓ) ظہر کی نماز تم سے پہلے پڑھتے اور عصر کی نماز تم سے دیر سے پڑھتے تھے۔(مصنف عبدالرزاق) میں کہتا ہوں کہ اسکے راوی ثقہ اور ثبت ہیں۔

فائدہ: صحابہ کرامؓ کا عصر کی نماز کو دیر سے پڑھنے کا معمول بنانا بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تاخیر ہی مختار اور پسندیدہ ہے۔

۴۹۵-حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن مسعودؓ کے ساتھیوں کو آخری وقت تک عصر کی نماز کو مؤخر کرتے ہوئے پایا۔امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہی ہمارا مسلک ہے بشرطیکہ سورج کا رنگ نہ بدلے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔(کتاب الآثار جامع المسانید للامام)۔

۴۹۶-حضرت عبدالرحمٰن بن یزیدؒ سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ عصر کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے۔(مصنف عبدالرزاق، باب وقت العصر و مصنف ابن ابی شیبہ، باب من کان یؤخر العصر ویری تاخیرہا) اسکے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: حضرت ابن مسعودؓ جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ سنت میں زیادہ مشابہ ہیں تو انکا عصر کی نماز دیر سے پڑھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عصر کی نماز دیر سے پڑھنا ہی سنت ہے،البتہ بعض صحیح احادیث میں نماز عصر تعجیل سے

تعجيل المغرب

٤٩٧– عن : سلمة رضى الله عنها قال : " كُنَّا نُصَلِّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ " رواه البخارى .

كراهة التأخير فى المغرب وبيان حده

٤٩٨– عن : أبى حنيفة عن حماد عن إبراهيم أَنَّهُ قال : " لَمْ يَجْتَمِعْ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عَلَى شَيْءٍ كَاجْتِمَاعِهِمْ عَلَى التَّنْوِيْرِ فِي الْفَجْرِ وَالتَّعْجِيْلِ فِي الْمَغْرِبِ " . كذا فى " جامع مسانيد الإمام الأعظم " (٢٩٥:١) أخرجه الحسن بن زياد فى " مسنده " (وسيأتى توثيقه فى الكتاب) .

٤٩٩– عن : أبى أيوب ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : " صَلُّوْا الْمَغْرِبَ لِفِطْرِ الصَّائِمِ وَبَادِرُوْا طُلُوْعَ النَّجْمِ " رواه أحمد ، ولفظه عند الطبرانى : " صَلُّوْا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ

اور اول وقت میں پڑھنے کا ذکر آیا ہے، مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں تعجیل والی احادیث بیان جواز اور بعض اوقات پر محمول ہیں۔

باب مغرب کی نماز جلد پڑھنا (مستحب ہے)

۴۹۷–حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نماز مغرب حضور ﷺ کے ساتھ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈوب جاتا تھا۔ (بخاری، باب وقت المغرب)۔

فائدہ: اس حدیث میں ''کانَ'' کا لفظ استمرار پر دلالت کرتا ہے کہ حضور ﷺ کی عادت مبارکہ مغرب کی نماز جلدی پڑھنے کی تھی اور آپ ﷺ کی عادت مبارکہ ہی کو سنت کہتے ہیں، اور آپ ﷺ کی عادت کے خلاف کرنا مکروہ ہے۔ پس مغرب کی نماز دیر سے پڑھنا مکروہ ہے۔

باب مغرب کی نماز تاخیر سے پڑھنا مکروہ ہے اور اسکی حد کا بیان

۴۹۸–حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ نے جتنا فجر کی نماز روشنی میں پڑھنے اور مغرب کی نماز جلدی پڑھنے پر اتفاق کیا اتنا اتفاق کسی اور چیز پر نہیں کیا۔ (جامع مسانید الامام)۔

۴۹۹–حضرت ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار کے روزہ افطار کرنے کے وقت مغرب کی نماز پڑھو اور ستاروں کے ظاہر ہونے سے پہلے پڑھو۔ (مسند احمد)، اور طبرانی نے یہ الفاظ بیان کئے ہیں کہ سورج کے غروب ہوتے ہی مغرب

مَعَ سُقُوطِ الشَّمْسِ "" مجمع الزوائد " ورجال الطبرانی موثقون .

٥٠٠— عن : مرثد بن عبد الله قال : قَدِمَ عَلَيْنَا اَبُو اَيُّوبَ ﷺ غَازِياً وَعُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ يَوْمَئِذٍ عَلٰى مِصْرَ ، فَاَخَّرَ الْمَغْرِبَ فَقَامَ اِلَيْهِ اَبُو اَيُّوبَ فَقَالَ : مَا هٰذِهِ الصَّلَاةُ يَا عُقْبَةُ ؟ فَقَالَ : شُغِلْنَا،قَالَ : اَمَا سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:" لَا تَزَالُ اُمَّتِىْ بِخَيْرٍ – اَوْ قَالَ : عَلَى الْفِطْرَةِ – مَالَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ اِلٰى اَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُوْمُ " . رواه أبو داود (١:٦٦) وسكت عنه ، وأخرجه الحاكم فى المستدرك (١:١٩١) وقال : هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه ، وأقره عليه الذهبی وقال : على شرط مسلم . قال الحاكم : وله شاهد صحيح الإسناد . قلت : ليس محمد بن إسحاق فی هذا الشاهد .

٥٠١— عن الصنابحی قال : قال رسول الله ﷺ : لَا تَزَالُ اُمَّتِىْ فِىْ مِسْكَةٍ مِنْ دِيْنِهَا مَالَمْ يَنْتَظِرُوْا الْمَغْرِبَ اِشْتِبَاكَ النُّجُوْمِ مُضَاهَاةَ الْيَهُوْدِ ، وَ مَا لَمْ يُؤَخِّرُوْا الْفَجْرَ مُضَاهَاةَ النَّصْرَانِيَّةِ " . رواه الطبرانی فی " الكبير " ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ١:١٣) .

کی نماز پڑھو۔طبرانی کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے (مجمع الزوائد، باب وقت المغرب)۔

۵۰۰-حضرت مرثد بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوایوبؓ انصاری ہمارے پاس جہاد کی تیاری کی غرض سے آئے تو ان دنوں عقبہ بن عامر مصر کے حاکم تھے، انہوں نے (عقبہ نے) مغرب کی نماز دیر سے شروع کی تو ابوایوبؓ نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے عقبہ! یہ کیسی نماز ہے (جو اتنی تاخیر سے ادا کی جارہی ہے) حضرت عقبہؓ نے جواب دیا کہ ہم کام میں مشغول تھے، انہوں نے فرمایا کیا تم نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ میری امت اس وقت تک خیر پر باقی رہے گی یا یہ فرمایا کہ فطرت پر قائم رہے گی، جب تک کہ لوگ ستاروں کے چمک جانے تک مغرب کی نماز میں تاخیر نہیں کریں گے۔(ابوداود، باب وقت المغرب ومشکوۃ ص-۶۱)۔اور مستدرک حاکم میں ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور ذہبی نے بھی یہی کہا ہے۔

۵۰۱-حضرت صنابحیؒ فرماتے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت اس وقت تک دین میں مضبوط رہے گی جب تک یہود کی طرح ستاروں کے چمکنے تک مغرب کی نماز میں تاخیر نہیں کرے گی اور عیسائیوں کی طرح فجر کی نماز میں تاخیر نہیں کرے گی۔ (طبرانی فی الکبیر ومجمع الزوائد) اسکے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی عادت مبارکہ نماز مغرب جلدی پڑھنے کی تھی البتہ جس حدیث میں نماز مغرب کو شفق کے قریب پڑھنے کا ذکر ہے وہ بیان جواز پر محمول ہے کیونکہ سائل کو آخری وقت سے مطلع کرنا ضروری تھا۔

استحباب تأخير صلاة العشاء إلى ثلث الليل

٥٠٢– عن : أبي سعيد ﷺ قال : " صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ صَلَاةَ الْعَتَمَةِ ، فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى مَضٰى نَحْوٌ مِنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَقَالَ : خُذُوْا مَقَاعِدَكُمْ ، فَاَخَذْنَا مَقَاعِدَنَا فَقَالَ : اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَاَخَذُوْا مَضَاجِعَهُمْ وَاِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوْا فِيْ صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ ، وَلَوْ لَا ضُعْفُ الضَّعِيْفِ وَسُقْمُ السَّقِيْمِ لَاَخَّرْتُ هٰذِهِ الصَّلَاةَ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ " . رواه أبو داود (١–١٦٢) وسكت عنه وفي التلخيص (١–١٦٥) رواه ابو داود والنسائي وابن ماجة وإسناده صحيح.

٥٠٣– عن : أبي هريرة ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : " لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُؤَخِّرُوْا الْعِشَاءَ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ اَوْ نِصْفِهٖ " رواه الترمذي (١:٣٣) ، وقال : حسن صحيح .

٥٠٤– عن : زيد بن خالد الجهني ﷺ مرفوعا بسند صحيح : " لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَ لَاَخَّرْتُ الْعِشَاءَ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ "

باب عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے

۵۰۲- حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھنے کا ارادہ کیا لیکن آپ ﷺ (حجرہ سے) باہر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ تقریباً آدھی رات گذر گئی (اس کے بعد آپ ﷺ تشریف لائے) اور فرمایا ''اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو''، پس ہم اپنی جگہ بیٹھے رہے، پھر آنجناب ﷺ نے فرمایا ''لوگ نماز سے فارغ ہوگئے اور سو گئے، مگر تم (اجر وثواب کے اعتبار سے) نماز ہی میں رہے جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے، اور مجھے کمزور کی کمزوری اور بیمار کی بیماری کا خیال نہ ہوتا تو میں اس نماز کو آدھی رات تک مؤخر کیا کرتا''۔ (ابوداود، باب وقت العشاء الآخرۃ، نسائی، ابن ماجہ) اسکی سند صحیح ہے۔

۵۰۳- حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت پر مشقت محسوس نہ کرتا تو انکو حکم دیتا کہ وہ تہائی رات تک یا نصف رات تک عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھیں۔ (ترمذی، باب ماجاء فی وقت العشاء الآخرۃ وابن ماجہ ومسند احمد) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۵۰۴- حضرت زید بن خالد جہنیؓ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت پر گراں

رواه الترمذي والضياء المقدسي . كذا في العزيزي (۳:۲۰۹).

۵۰۵– عن : أبي هريرة ﷺ مرفوعا : " لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِىْ لَفَرَضْتُ عَلَيْهِمُ السِّوَاكَ مَعَ الْوُضُوْءِ وَلَاَخَّرْتُ الْعِشَاءَ الآخِرَةَ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ " رواه الحاكم والبيهقي بإسناد صحيح . (العزيزي ۳:۲۰۹).

۵۰٦– حدثنا ابن أبي داود قال : ثنا أبو اليمان قال : أخبرنا شعيب بن أبي حمزة عن الزهري عن عروة ﷺ أن عائشة ﷺ قالت : " اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعَتَمَةِ ، حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ ﷺ فَقَالَ : نَامَ النَّاسُ وَالصِّبْيَانُ ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : مَا يَنْتَظِرُهَا اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ غَيْرُكُمْ ، وَلَا تُصَلّٰى يَوْمَئِذٍ اِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ . قالت : وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ الْعَتَمَةَ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَغِيْبَ غَسَقُ اللَّيْلِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ " اه . رواه الطحاوي (۱:۹۳) ، ورجاله ثقات.

گذرنے کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کیلئے مسواک کرنے کا حکم دیتا اور تہائی رات تک عشاء کی نماز کو مؤخر کیا کرتا۔ (ترمذی وضیاء المقدسی، کذافی العزیزی)۔

۵۰۵- حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت پر مشقت محسوس نہ کرتا تو ان پر ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا اور عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کرتا۔ (حاکم وبیہقی) اسکی سند صحیح ہے۔

فائدہ: جس طرح اس حدیث سے مسواک کرنا سنت ہے اسی طرح عشاء کی نماز میں تاخیر بھی سنت ہونی چاہئے۔

۵۰٦- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور ﷺ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کی، یہاں تک کہ عمرؓ نے آپ ﷺ کو آواز دی اور کہا لوگ اور بچے سو گئے پھر حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا تمہارے سوا اہل زمین میں سے کوئی شخص اس نماز کا انتظار نہیں کر رہا، اور آج صرف مدینہ منورہ میں ہی یہ نماز پڑھی جارہی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ لوگ عشاء کی نماز شفق (سفیدی) کے غروب ہونے سے لیکر تہائی رات تک پڑھا کرتے تھے۔ (طحاوی، باب مواقیت الصلوٰۃ) اسکے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ تہائی رات تک اور بعض روایات کے مطابق آدھی رات تک عشاء کی نماز کو مؤخر کرنا مستحب ہے البتہ تہائی رات تک مؤخر کرنا افضل ہے کیونکہ آدھی رات تک تاخیر کی صورت میں قلت جماعت کا امکان ہے، نیز نسائی (۱:۹۲) میں جابر بن سمرۃؓ کی حدیث ("کان رسول اللہ ﷺ یؤخر العشاء الآخرۃ" یعنی حضور ﷺ عشاء کی نماز کو تاخیر سے پڑھتے تھے) اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضور ﷺ کی عادت مبارکہ تاخیر کی ہی تھی، لیکن یاد رکھئے کہ اس باب کی پہلی حدیث جو ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے، سے معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھوں اور بیماروں اور معذور مقتدیوں کی رعایت کرنا ضروری ہے، نیز تہجد کے فوت

استحباب الوتر فی آخر اللیل لمن یثق بالانتباہ

۵۰۷– عن : جابر ﷺ قال : قال رسول اللہ ﷺ : " مَنْ خَافَ اَنْ لَا یَقُوْمَ مِنْ آخِرِ اللَّیْلِ فَلْیُوْتِرْ اَوَّلَهُ ، وَمَنْ طَمِعَ اَنْ یَقُوْمَ آخِرَهُ فَلْیُوْتِرْ آخِرَ اللَّیْلِ ، فَاِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّیْلِ مَشْهُوْدَةٌ ، وَذٰلِكَ اَفْضَلُ " رواہ " مسلم ".

۵۰۸– عن : أبی ھریرۃ ﷺ قال : " اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ بِثَلَاثٍ : بِصِیَامِ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ، وَرَكْعَتَیِ الضُّحٰی ، وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ " . متفق علیہ ، کذا فی المشکاۃ (۱:۹۰) .

ہونے کے خوف سے بھی کسی قدر جلدی پڑھی جا سکتی ہے، باقی وہ حدیث جس میں حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا "اول وقت میں نماز پڑھنا" تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی اور امام دارقطنی نے اس حدیث کو ضعیف اور مضطرب کہا ہے، اور دوسری حدیث جس میں آپ ﷺ نے اول وقت میں نماز پڑھنے کو خدا کی رضاء کا سبب کہا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس کی سند کے ایک راوی یعقوب بن الولید محدث ابن حبان کے نزدیک حدیثیں گھڑنے والا، امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک کذاب، ابو داودؒ کے نزدیک ناقابل اعتماد اور نسائی کے نزدیک متروک الحدیث ہے۔(نصب الرایہ ۱:۲۴۳، وتلخیص الحبیر ۳:۴۶)۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا مستحب اوقات والی صحیح احادیث کی روشنی میں وقت مختار اور وقت مستحب کا اول حصہ مراد ہے۔

باب جس شخص کو آخر رات میں اٹھنے کا یقین ہو اس کیلئے آخر رات میں وتر پڑھنا مستحب ہے

۵۰۷- حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کو آخر شب میں نہ اٹھنے کا خوف ہو تو اسے اول شب میں ہی وتر پڑھ لینے چاہئیں اور جس شخص کو آخر شب میں اٹھنے کی آرزو ہو تو وہ آخر شب میں وتر پڑھے، اس لئے کہ آخر شب کی نماز ایسی ہے کہ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ (آخر شب میں وتر پڑھنا) افضل ہے۔(مسلم، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ)۔

۵۰۸- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دوست (حضور ﷺ) نے تین باتوں کی وصیت فرمائی، ایک ہر مہینے تین روزے رکھنے کی، دوسرے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنے کی اور تیسرے اس بات کی کہ میں سونے سے قبل وتر پڑھ لیا کروں۔(بخاری باب صلوۃ الضحیٰ فی الحضر و مسلم، باب استحباب صلوۃ الضحیٰ)۔

<u>فائدہ</u>: ان دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر پچھلی رات اٹھنے کا یقین ہو تو وتر آخر رات میں پڑھے، ورنہ عشاء کی نماز کے بعد ہی وتر پڑھ لے تاکہ کہیں آخر رات کی انتظار میں ضائع ہی نہ ہو جائیں۔

استحباب تعجيل صلاة العصر وتأخير صلاة المغرب في يوم الغيم

٥٠٩– عن : بريدة الأسلمي ﷺ قال : كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْ غَزْوَةٍ فَقَالَ : "بَكِّرُوْا بِالصَّلَاةِ فِي الْيَوْمِ الْغَيْمِ ، فَإِنَّهُ مَنْ فَاتَهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهُ " . رواه أحمد وابن ماجة (نيل الأوطار ١:٢٩٢) ، ورواه ابن حبان في " صحيحه " (العزيزي ٢:١٣٢) .

٥١٠– عن : عبد العزيز بن رفيع قال : بَلَغَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : " عَجِّلُوْا صَلَاةَ الْعَصْرِ فِيْ يَوْمِ الْغَيْمِ " رواه سعيد بن منصور في " سننه " وأسناده قوى مع إرساله كذا قال الحافظ " في الفتح " . قلت : وفي لفظ : " عَجِّلُوْا صَلَاةَ النَّهَارِ فِيْ يَوْمِ غَيْمٍ وَاَخِّرُوْا الْمَغْرِبَ " رواه أبو داود عنه في " مراسيله " . قال العزيزى : إسناده قوى مع إرساله (٢:٣٩٤) . وحسنه في " الجامع الصغير " بالرمز (٢:٥٠) .

٥١١– عن : عمر ﷺ قال : " اِذَا كَانَ يَوْمُ غَيْمٍ فَاَخِّرُوْا الظُّهْرَ وَعَجِّلُوْا الْعَصْرَ " كذا في " فتح الباري " (٢:٥٤).

باب بادل کے دن عصر کی نماز جلدی اور مغرب کی نماز تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے

۵۰۹-حضرت بریدہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بادل کے دن (عصر کی) نماز جلدی پڑھو اس لئے کہ جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی تو اسکے (اس وقت کے) اعمال ضائع ہوگئے۔(احمد وابن ماجہ وصحیح ابن حبان)۔

فائدہ: علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اعمال کے حبط ہونے کا یہ مفہوم قطعاً نہیں ہے کہ اسکے سابقہ تمام اعمال ضائع ہوگئے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسکے اس دن کے اعمال ضائع ہوگئے خصوصاً اس وقت میں جبکہ اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں ۔(عزیزی ۲:۱۳۴)، جبکہ ابن بزیزہ فرماتے ہیں کہ یہ صرف تغلیظاً کہا گیا ہے، اسکا ظاہری مفہوم مراد نہیں، کیونکہ اعمال تو صرف شرک سے ہی ضائع ہوتے ہیں۔(عمدۃ القاری، باب اثم من ترک العصر)۔

۵۱۰-حضرت عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بادل کے دن عصر کی نماز جلدی پڑھو۔(سعید بن منصور نے اسے مرسلاً قوی سند کے ساتھ روایت کیا ہے) اور مراسیل ابوداود میں بھی قوی سند کے ساتھ یہ الفاظ ہیں کہ بادل کے دن (یعنی عصر) کی نماز جلدی پڑھا کرو اور مغرب کی نماز دیر سے پڑھا کرو۔

۵۱۱-حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ بادل کے دن ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھا کرو اور عصر کی نماز جلدی پڑھا کرو۔(فتح الباری)۔

باب الأوقات المكروهة

٥١٢– عن : عقبة بن عامر الجهني ﷺ يقول : " ثَلاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَنْهَانَا اَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ اَوْ اَنْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا حِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتّٰى تَرْتَفِعَ ، وَحِيْنَ يَقُوْمُ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ حَتّٰى تَمِيْلَ الشَّمْسُ ، وَحِيْنَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوْبِ حَتّٰى تَغْرُبَ اه " . رواه مسلم (١:٢٧٦).

٥١٣– عن : أبي سعيد الخدري ﷺ يقول : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : " لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ " . رواه البخاري وفي العزيزي (٣:٤٣٨) : أخرجه الشيخان والنسائي وابن ماجة عن

فائدہ: احادیث سے معلوم ہوا کہ بادل کے دن عصر کی نماز جلدی اور مغرب کی نماز تاخیر سے پڑھنی چاہئے۔

باب مکروہ اوقات کا بیان

٥١٢–حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں تین وقتوں میں نماز پڑھنے اور مُردوں پر جنازہ پڑھنے سے منع فرماتے تھے، ایک تو جب سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے، دوسرے ٹھیک دوپہر کے وقت یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے اور تیسرے جب سورج ڈوبنے لگے حتیٰ کہ وہ ڈوب جائے۔(مسلم، باب الاوقات التی نہی عن الصلوۃ فیہا)۔

فائدہ: اس حدیث میں " نقبر فیهن موتانا " سے مراد مُردوں پر نماز جنازہ پڑھنا ہے جیسا کہ امام ترمذی "کراہۃ صلوۃ الجنازۃ عند طلوع الشمس" کا باب باندھنے کے بعد یہ حدیث لائے ہیں، نیز ابن مبارک بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نماز جنازہ ہے۔(نصب الرایہ، ١٣١:١)۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان تین اوقات میں عام نماز کے علاوہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں، لیکن یہ اسی صورت میں ہے کہ جب جنازہ پہلے سے آیا ہوا ہو اور اس میں اتنی تاخیر کردی جائے کہ یہ وقت آجائے، اور اگر جنازہ آیا ہی ان اوقات میں سے کسی وقت میں ہے تو اس صورت میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ جنازہ کے اعمال جلدی سرانجام دو کیونکہ اگر یہ نیک ہوگا تو اسکا آگے جلدی جانا اس کیلئے بہتر ہے اور اگر برا ہے تو اس سے جلدی چھٹکارا حاصل کرنا تمہارے لئے بہتر ہے (بخاری ومسلم) نیز وہ حدیث جس میں ہے کہ زوال شمس کے وقت نماز مکروہ ہے مگر جمعہ کے دن، یہ حدیث ضعیف ہے، نیز فقہ کے اصول کے مطابق محرم مبیح پر مقدم ہوتی ہے۔

٥١٣–حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صبح کی نماز کے بعد سورج کے بلند ہونے تک کوئی نماز نہ پڑھنی چاہئے اور عصر کی نماز کے بعد غروب شمس تک کوئی نماز نہ پڑھنی چاہئے۔(بخاری باب لاتحری الصلوۃ قبل

ابی سعید مرفوعا ، وأحمد وأبو داود وابن ماجة عن عمر مرفوعا ، قال المناوی وهذامتواتراه.

٥١٤– عن : حفصة رضی الله عنها قالت : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُصَلِّیْ إِلَّا رَكْعَتَيْنِ " رواه مسلم .

٥١٥– عن : ابن عمرو ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : " لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْفَجْرِ إِلَّا سَجْدَتَيْنِ" أخرجه الخمسة إلا النسائی . وفی رواية عبد الرزاق : " لَا صَلَاةَ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ إِلَّا رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ " ومثله للدارقطنی عن عمرو بن العاص . (بلوغ المرام ۱:۲۷) قلت : لفظ أبی داود " لَا تُصَلُّوْا بَعْدَ الْفَجْرِ إِلَّا سَجْدَتَيْنِ " وسكت عنه ، وتكلم فيه آخرون ، ذكره فی نصب الراية فی آخر الأوقات المكروهة ، و فی التلخيص قبيل باب الأذان . وفی نيل الأوطار (۲:۳۳۸) : " طرق حديث الباب يقوی بعضها بعضا ، فتنتهض للاحتجاج بها على الكراهة " اه . ذكره بعد عزوه إلى الإمام أحمد وأبی داود . وفی سند الدارقطنی الإفريقی ، قاله فی التلخيص . قلت : قد تكلم فيه كثيرا . وفی تهذيب التهذيب فی ترجمته : " قال الترمذی : ضعيف عند أهل الحديث ، ضعفه يحيى القطان وغيره ، ورأيت محمد بن إسماعيل – البخاری – يقوی أمره ويقول : هو مقارب الحديث اه " وفيه أيضا : " قال سحنون : ثقة اه " . (واسمه عبد الرحمن بن زياد بن أنعم الإفريقی) وسند عبد الرزاق لم أقف عليه . ولفظ الدارقطنی فی " سننه "

غروب الشمس)اورعزیزی میں ہے کہ یہ حدیث مسلم ،نسائی ، ابن ماجہ اور ابوداود میں بھی ہے۔

۵۱۴–حضرت حفصہ فرماتی ہیں کہ صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد حضور ﷺ (فرض نماز کے علاوہ) صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔(مسلم، باب استحباب رکعتی الفجر)۔

۵۱۵–حضرت ابن عمروؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد (فرض نماز کے علاوہ) دو رکعتوں سے زیادہ نماز جائز نہیں ۔(بخاری، مسلم، ترمذی وابوداود)اور مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد (فرض نماز کے علاوہ) صرف فجر کی دو سنتیں ہی پڑھنی چاہئیں اور ابوداود میں یہ لفظ ہیں کہ طلوع فجر کے بعد

: لَا صَلَاةَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَّا رَكْعَتَيْنِ " اه.

۵۱۶– عن: علی ﷺ عن النبی ﷺ قال: لَا تُصَلُّوا بَعْدَ الصُّبْحِ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الشَّمْسُ نَقِيَّةً "رواه أبو داود والنسائی بإسناد حسن " فتح الباری ".

۵۱۷– عن: عمرو بن عبسة ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَهُ: " صَلِّ الصُّبْحَ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَإِذَا طَلَعَتْ فَلَا تُصَلِّ حَتّٰى تَرْتَفِعَ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ، وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ، ثُمَّ صَلِّ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ" اه. مختصرا رواه مسلم كذا قال الزيلعي (۱:۱۳۲)..

(فرض نماز کے علاوہ) صرف دو رکعت نماز ہی پڑھو۔ ابوداود نے اس پر سکوت فرمایا ہے (لہٰذا یہ صحیح یا حسن ہے۔

۵۱۶- حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ صبح کی نماز اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہ پڑھو، ہاں اگر سورج صاف ہو (تو پڑھ سکتے ہو)۔ (ابوداود، نسائی و فتح الباری، باب لاتحری الصلوٰۃ قبل غروب الشمس) اسکی سند حسن ہے۔

فائدہ: حضرت علیؓ کی یہ حدیث دوسری صحیح احادیث کی بنا پر فوائت پر محمول ہے۔

۵۱۷- حضرت عمرو بن عبسہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ صبح کی نماز پڑھ پھر آفتاب کے نکلنے تک نماز نہ پڑھ (بلکہ) پھر جب وہ طلوع ہو جائے تو بھی اسکے بلند ہونے تک نماز نہ پڑھ، اس لئے کہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس وقت کفار اسے سجدہ کرتے ہیں پھر عصر کی نماز پڑھنے تک نماز پڑھتا رہ، پھر عصر کی نماز کے بعد تو غروب شمس تک نماز نہ پڑھ اسلئے کہ یہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت اسے کفار سجدہ کرتے ہیں۔ (مسلم مختصرا باب الاوقات التی نہی عن الصلوٰۃ فیہا)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عصر اور فجر کی نماز کے بعد کسی قسم کی (فرض، نفل، فائتہ اور منذورہ) نماز پڑھنا ممنوع ہے، لیکن حضرت علیؓ کی ایک حدیث (حدیث نمبر:۵۱۶) میں ہے کہ عصر کی نماز کے بعد سورج کے صاف رہنے تک نماز پڑھنا جائز ہے، تو علماء نے ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دی ہے کہ منع کی احادیث نوافل و منذورہ نمازوں پر محمول ہے جبکہ حضرت علیؓ کی جواز والی حدیث فوائت پر محمول ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا آپ ﷺ کی خصوصیت پر محمول ہے تاکہ احادیث کا آپس میں تعارض نہ ہو اور اس پر دلیل ابوداود میں حضرت عائشہؓ سے حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھتے تھے اور دوسروں کو اس سے روکتے تھے اور حضور ﷺ خود صوم وصال رکھتے تھے اور دوسروں کو روکتے تھے۔ سیوطیؒ نے جامع صغیر

(۲:۱۰۰) میں اور عزیزی نے (۱:۲۵۰) میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ عصر اور فجر کی نماز کے بعد طواف کی دو رکعت نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے، ممانعت کی دلیل وہ متواتر احادیث ہیں جو تیس (۳۰) صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں، جن کا مشترک مفہوم ہے: ''لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الفَجرِ حَتّٰى تَطلُعَ الشَّمسُ وَلَابَعْدَ العَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمسُ'' الخ. (صحاح ستہ وغیرہ)، ان میں سے بعض کا تفصیلی اور بعض کا اجمالی بیان پہلے گزر چکا ہے نیز ان اوقات میں ممانعت نماز کی مطلق متواتر احادیث کے علاوہ درج ذیل خصوصی احادیث بھی حجت ہیں۔

(۱): عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَفْرَاءَ ﷺ اِنَّهٗ طَافَ بَعْدَ الْعَصْرِ اَوْ بَعْدَ الصُّبْحِ وَلَمْ يُصَلِّ فَسُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ. (مسند اسحٰق بن راہویہ، مسند امام احمد ۴:۲۱۹، بیہقی، اسنادہ حسن آثار السنن ص-۲۳۹).

ترجمہ: حضرت معاذ بن عفراءؓ نے عصر یا نماز صبح کے بعد طواف کیا اور طواف دوگانہ نہیں پڑھا، آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد طلوع شمس تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب شمس تک نماز پڑھنے سے ممانعت فرمائی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ''الاصابہ'' (۳:۴۲۸) پر اسکی بعض سندوں کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔ (حاشیہ نصب الرایہ ۱:۲۵۳)۔ پھر آپؓ کا یہ عمل صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے سامنے تھا، لیکن کسی صحابیؓ نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔

(۲): وَعَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ ﷺ اَنَّهٗ طَافَ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ فَرَكِبَ حَتّٰى صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ بِذِيْ طُوًى. (بخاری، ۱:۲۲۰، باب الطواف بعد الصبح والعصر معلقا، مؤطا امام مالک وسنن بیہقی، ۲:۴۶۳).

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ نے نماز صبح کے بعد طواف کیا، پس سوار ہوئے، حتیٰ کہ ذی طوی (ایک مقام کا نام ہے) میں پہنچ کر دوگانہ طواف ادا کیا۔ حضرت عمرؓ کی یہ روایت ترمذی صفحہ نمبر ۱۰۶ جلد اول پر بلا سند زیادہ واضح مروی ہے اس میں ہے ''فصلی بعد ما طلعت الشمس''، حضرت عمرؓ نے طلوع شمس کے بعد طواف کا دوگانہ ادا کیا۔ افضل یہ ہے کہ طواف کے بعد متصل دوگانہ طواف ادا کیا جائے اور مسجد حرام میں مقام ابراہیم کے قریب ادا کیا جائے بلا عذر اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنا یا مسجد حرام سے باہر ادا کرنا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔ حضرت عمرؓ کا افضلیت کی ان تمام وجوہ کو نظر انداز کرتے ہوئے مسجد حرام سے دور مقام ذی طویٰ میں تاخیر سے ادا کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت عمرؓ کی تحقیق میں نماز صبح کے بعد دوگانہ طواف ادا کرنا درست نہیں تھا، پھر آپ کا یہ عمل صحابہ کرامؓ کے سامنے تھا، لیکن کسی صحابیؓ نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری، ۹:۲۷۲)۔

(۳): وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّہَا قَالَتْ اِذَا اَرَدْتَ الطَّوَافَ بِالْبَیْتِ بَعْدَ صَلوٰۃِ الْفَجْرِ اَوِ الْعَصْرِ فَطُفْ وَاَخِّرِ الصَّلوٰۃَ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ اَوْ حَتّٰی تَطْلُعَ فَصَلِّ لِکُلِّ اُسْبُوْعٍ رَکْعَتَیْنِ. (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کا ارشاد ہے کہ جب تو نماز فجر یا نماز عصر کے بعد بیت اللہ کے طواف کا ارادہ کرے تو طواف کر اور نماز کو مؤخر کر، یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے یا طلوع ہو جائے پھر ہر سات چکروں کے لئے ایک دوگانہ ادا کر۔

حافظ ابن حجر شافعیؒ فتح الباری شرح بخاری صفحہ-۳۹۲-جلد-۳ پر فرماتے ہیں: '' وَھٰذَا اِسْنَادٌ حَسَنٌ '' اور یہ سند حسن ہے۔

تنبیہ: حضرت جبیر بن مطعمؓ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا تَمْنَعُوْا اَحَداً طَافَ ھٰذَا الْبَیْتَ وَصَلّٰی اٰیَۃَ سَاعَۃٍ شَاءَ مِنْ لَیْلٍ اَوْ نَہَارٍ. (ابوداود، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص-۹۵ وصححہ الترمذی)۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنی عبد مناف جو شخص رات یا دن کے کسی حصہ میں بیت اللہ کا طواف کرنا چاہے اور نماز پڑھنا چاہے، تم اس کو مت روکو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مکروہ اوقات میں نماز کی ممانعت کی حدیثیں متواتر ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور یہ خبر واحد ہے، محدثین کرام کے ہاں متواتر کے مقابلہ میں خبر واحد مرجوح ہوتی ہے، دوسرے اس میں ارباب انتظام کو خطاب ہے کہ تم کسی مسلمان کو طواف و نماز سے نہ روکا کرو، آپ کا مقصد یہ تھا کہ منتظمین عام مسلمانوں پر اللہ کے گھر میں پابندیاں نہ لگائیں، ان کو پریشان نہ کریں، یہ ایک انتظامی ہدایت ہے اور اس حدیث کا رخ انتظامیہ کی طرف ہے، نمازیوں کی طرف نہیں ہے۔ نماز پڑھنے والوں کو آپ ﷺ نے بار بار کھول کر بتلا دیا کہ اوقات خمسہ میں نماز منع ہے۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ، ۳:۵۰ مع الوضاحۃ)۔

حضرت ابوذرؓ کی مرفوع حدیث ہے:

یَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا صَلوٰۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی یَغِیْبَ الشَّمْسُ اِلَّا بِمَکَّۃَ، اِلَّا بِمَکَّۃَ، اِلَّا بِمَکَّۃَ. (مسند احمد، دارقطنی، بیہقی، مشکوٰۃ ص-۹۵ وغیرہ)۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک نماز درست نہیں، مگر مکہ میں، مگر مکہ میں، مگر مکہ میں یعنی مکہ مکرمہ ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔

۵۱۸– عن : أبی شعیب عن طاوس قال : سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقَالَ : " مَا رَأَيْتُ أَحَداً عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيهِمَا ، وَرَخَّصَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ " . رواه أبو داود وقال : سمعت یحیی بن معین یقول : هو شعیب ، یعنی وهم شعبة فی اسمه اه . وسکت عنه أبو داود ثم المنذری فی مختصره ، فهو صحیح عندهما . وقال النووی فی " الخلاصة " : إسناده حسن اه . (زیلعی ۱ : ۲۸۷) .

۵۱۹– حدثنا یحیی بن صاعد ثنا محمد بن منصور المکی ثنا یحیی بن

جواب: علامہ ابن دقیق العید الشافعیؒ نے اپنی کتاب ''الامام'' میں اور محقق ابن الہمامؒ نے فتح القدیر صفحہ نمبر: ۳۲۲ جلد اول پر اس حدیث کو چار وجہ سے معلول اور ضعیف لکھا ہے۔ جس کی تفصیل نصب الرایہ صفحہ نمبر: ۲۵۴، جلد اول پر درج ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے۔

هُوَ مَعْلُوْلٌ بِأَرْبَعَةِ أُمُوْرٍ اِنْقِطَاعُ مَا بَيْنَ مُجَاهِدٍ وَ أَبِيْ ذَرٍّ وَضُعْفُ ابْنِ الْمُؤَمَّلِ وَضُعْفُ حُمَيْدٍ وَاضْطِرَابُ سَنَدِهٖ .

ترجمہ: یہ حدیث چار وجہ سے معلول ہے اور ضعیف ہے (۱): سند متصل نہیں، مجاہدؒ اور ابوذرؓ کے درمیان کوئی راوی محذوف ہے (۲): اس کا راوی ابن المؤمل ضعیف ہے، (۳): اس کا دوسرا راوی حُمید بھی ضعیف ہے، (۴): اس کی سند میں اضطراب واختلاف ہے۔ انتہی

اور اس کے راوی ابن المؤمل کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: ''أَحَادِيْثُ ابْنِ الْمُؤَمَّلِ مَنَا كِيْرُ'' ابن المؤمل کی حدیثیں منکر اور ضعیف ہیں۔

نقاد محدث یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: '' هُوَ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ '' وہ ضعیف الحدیث ہے، اور اس کے دوسرے راوی حمید کے متعلق امام بیہقیؒ فرماتے ہیں: ''حُمَيْدٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ''، حمید قوی نہیں۔ نیز امام بیہقیؒ اس سند کے متعلق لکھتے ہیں: '' وَمُجَاهِدٌ لَمْ يُدْرِكْ أَبَا ذَرٍّ''، مجاہد نے ابوذرؓ کو نہیں پایا، لہٰذا یہ روایت منقطع ہے۔ (نصب الرایہ، ۱: ۲۵۴)۔ نماز کی ممانعت کی متواتر احادیث کے مقابلہ میں ایسی ضعیف اور مجروح روایت سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

۵۱۸– حضرت طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے مغرب کی نماز سے قبل دو رکعت نفل نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کے زمانے میں کسی کو یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل کی رخصت دی۔ (ابوداود، باب الصلوٰۃ قبل المغرب) اسکی سند حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>: یعنی صحابہ کرامؓ مغرب کی نماز سے قبل نفل نماز نہیں پڑھتے تھے اور عصر کے بعد کے نوافل ''لاصلوٰۃ بعد العصر'' کی متواتر احادیث کی بنا پر منسوخ ہیں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

أبي الحجاج ثنا عيسى بن سنان عن رجاء بن حيوة عن جابر ﷺ قال : " سَأَلْنَا نِسَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ هَلْ رَأَيْتُنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ ؟ فَقُلْنَ : لَا غَيْرَ اَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ : صَلَّاهُمَا عِنْدِيْ مَرَّةً فَسَأَلْتُهُ مَا هٰذِهِ الصَّلَاةُ ؟ فَقَالَ (ﷺ) : نَسِيْتُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْعَصْرِ فَصَلَّيْتُهُمَا الآنَ " . رواه الطبراني في مسند الشاميين "زيلعى " ، قلت : وإسناده حسن.

٥٢٠ — محمد قال أخبرنا أبو حنيفة حدثنا حماد بن أبي سليمان اَنَّهٗ سَأَلَ إِبْرَاهِيْمَ النَّخعِي عَنِ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ ، قَالَ فَنَهَاهُ عَنْهَا وَقَالَ : " اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ و اَبَا بَكْرٍ وعُمَرَ لَمْ يَكُوْنُوْا يُصَلُّوْنَهَا " . رواه محمد في "كتاب الآثار " "زيلعى " (١ :٢٨٧) قلت : ورجاله ثقات مع إرساله .

٥٢١ — حدثنا عبد الواحد بن غياث حدثنا حيان بن عبيد الله عن عبد الله بن بريدة عن أبيه ان النبي ﷺ قال : " بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلَاةٌ اِلَّا الْمَغْرِبَ " اھ . رواه البزار وقال بعد تخريجه : لا نعلم رواه إلا حيان وهو بصري مشهور ليس به بأس اھ .(اللآلى المصنوعة ٢ :٨) ، قلت : وإسناده حسن .

۵۱۹- حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کی ازواج مطہرات سے دریافت کیا کہ کیا تم نے حضور ﷺ کو مغرب کی نماز سے قبل دو رکعت نفل پڑھتے دیکھا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں، لیکن ام سلمہؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے میرے پاس یہ دو رکعتیں پڑھیں، میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یہ کیسی نماز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں عصر سے قبل دو رکعتیں پڑھنا بھول گیا تھا جو میں اب پڑھ رہا ہوں۔ (طبرانی وزیلعی) اسکی سند حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>: واضح ہوا کہ حضور ﷺ مغرب کی نماز سے قبل دو رکعت نہیں پڑھا کرتے تھے۔

۵۲۰- حضرت حمادؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعیؒ سے مغرب کی نماز سے قبل دو رکعت نفل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے اس سے روکا۔ اور فرمایا کہ تحقیق حضور ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ یہ نفل نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (کتاب الآثار، امام محمد) اسکے راوی ثقہ ہیں۔

۵۲۱- حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر اذان واقامت کے درمیان نفل نماز پڑھی جائے سوائے مغرب کے۔ (یعنی مغرب کی اذان واقامت کے درمیان نفل نماز نہ پڑھی جائے)۔ (مسند بزار) اسکی سند حسن ہے۔

باب كراهة الصلاة والكلام إذا خرج الإمام للخطبة يوم الجمعة لا سيما إذا شرع فيها

٥٢٢- عن: ابن عمر ﷺ قال: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: " اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ وَالاِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلاَ صَلاَةَ وَلاَ كَلاَمَ حَتّٰى يَفْرُغَ الاِمَامُ ". رواه الطبراني في الكبير، وفيه أيوب بن نهيك، وهو متروك ضعفه جماعة، وذكره ابن حبان في الثقات وقال: يخطئ (مجمع الزوائد ١:٢١٥) قلت: والإختلاف لا يضر، فالحديث حسن إن شاء الله تعالى، وله شواهد.

٥٢٣- عن: عطاء الخراسانی قال: كان نبيشة الهذلي يحدث عن

فائدہ: ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ مغرب کی نماز سے قبل نفل نماز نہ پڑی جائے باقی بخاری کی وہ حدیث جس میں حضور ﷺ نے فرمایا" صلوا قبل المغرب ثم قال في الثالثة لمن شاء كراهية ان يتخذها الناس سنة "یعنی مغرب کی نماز سے قبل دو رکعت نفل پڑھو پھر تیسری مرتبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو چاہے پڑھے اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اسے سنت بنالیں۔ (بخاری ۱:۱۵۷) تو اسکا جواب یہ ہے کہ خود اسی حدیث کے لفظ" جو چاہے پڑھے" سے معلوم ہوا کہ یہ نفل واجب نہیں اور اسی حدیث کے ان الفاظ" کہ آپ ﷺ نے یہ مکروہ سمجھا کہ لوگ اسے سنت بنالیں" سے معلوم ہوا کہ یہ نفل سنت بھی نہیں لہٰذا اس حدیث سے صرف اباحت اور زیادہ سے زیادہ استحباب معلوم ہوتا ہے، لیکن حدیث نمبر: ۵۲۱ سے ممانعت معلوم ہوتی ہے اور جواز اور ممانعت کی تاریخ معلوم نہ ہو تو ممانعت کی حدیث راجح ہوتی ہے، پس اب یہ نفل ممنوع اور منسوخ ہیں، نیز اگر ان نوافل کو مباح ہی مان لیں تب بھی ان کا پڑھنا دوسرے عوارض کی وجہ سے مکروہ ہے، وہ اس طرح کہ مغرب کی نماز طلوع شمس کے فوراً بعد پڑھنا بالاجماع مسنون ہے لہٰذا اگر یہ نوافل پڑھیں گے تو مغرب کی نماز مسنون وقت میں پڑھ نہ سکیں گے پس ہر وہ جائز کام جو کسی سنت میں رکاوٹ بنے مکروہ ہوتا ہے، نیز ایک مباح چیز کو سنت سمجھ کر کرنا اور مباح کام پر اصرار کرنا خود ایک بدعت ہے۔

باب جب امام جمعہ کے دن خطبہ کیلئے منبر پر چڑھ آئے تو پھر نماز پڑھنا یا کلام کرنا مکروہ ہے خصوصاً جبکہ امام خطبہ شروع کردے

۵۲۲- حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کوئی شخص مسجد میں اس وقت داخل ہو جب کہ امام منبر پر ہو تو اس صورت میں نہ نماز جائز ہے اور نہ کلام جب تک کہ امام (خطبہ سے) فارغ نہ ہو جائے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے (مجمع الزوائد)، اسکی سند حسن ہے اور اسکے صحیح شواہد بھی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ: " اَنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ اَقْبَلَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُؤْذِيْ اَحَداً فَاِنْ لَمْ يَجِدِ الاِمَامَ خَرَجَ صَلّٰى مَا بَدَا لَهٗ ، وَاِنْ وَجَدَ الاِمَامَ قَدْ خَرَجَ جَلَسَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ حَتّٰى يَقْضِيَ الاِمَامُ جُمُعَتَهٗ وَكَلَامَهٗ اِنْ لَمْ يُغْفَرْ لَهٗ فِيْ جُمُعَتِهٖ تِلْكَ ذُنُوْبُهٗ كُلُّهَا اَنْ يَكُوْنَ كَفَّارَةً لِلْجُمُعَةِ الَّتِيْ تَلِيْهَا " . رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح خلا شيخ أحمد وهو ثقة (مجمع الزوائد ۱ : ۲۱۰) .

۵۲۴— عن : سلمان ﷺ قال قال رسول اللہ ﷺ: " مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ، ثُمَّ ادَّهَنَ اَوْ مَسَّ مِنْ طِيْبٍ ، ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ ، فَصَلّٰى مَا كُتِبَ لَهٗ ثُمَّ اِذَا خَرَجَ الاِمَامُ اَنْصَتَ ، غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الاُخْرٰى " . رواه البخاري.

۵۲۵— عن : عبد اللہ ﷺ قال : " كَفٰى لَغْواً اِذَا صَعِدَ الاِمَامُ الْمِنْبَرَ اَنْ تَقُوْلَ

۵۲۳-حضرت عطاء خراسانی فرماتے ہیں کہ حضرت نبیشہ ہذلیؓ حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے تھے کہ جب مسلمان جمعہ کے دن غسل کر کے مسجد آئے ، اس طرح سے کہ کسی کو ایذا نہ دے، پھر اگر دیکھے کہ امام ابھی خطبہ کیلئے نہیں نکلا تو جتنی چاہے نماز پڑھتا رہے ، اور اگر دیکھے کہ امام نکل آیا ہے تو بیٹھ کر خاموشی سے خطبہ سننے لگے یہاں تک کہ امام خطبہ اور نماز سے فارغ ہو جائے تو اگر اس جمعہ کے اس کے سارے گناہ معاف نہ ہوئے تو (یہ عمل) دوسرے جمعہ کیلئے کفارہ ہو جائیگا۔ (مسند احمد، ۵:۷۵ و مجمع الزوائد باب حقوق الجمعۃ) اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں اور شیخ احمد بھی ثقہ ہیں۔

فائدہ: امام کے نکلنے سے مراد یہ ہے کہ امام منبر پر چڑھ جائے (طحاوی ص-۳۰۰)۔

۵۲۴-حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس حد تک ہو سکے صفائی کرے پھر تیل لگائے یا خوشبو استعمال کرے (اگر کوئی خوشبو ہو تو) پھر جمعہ کیلئے جائے اور دو آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھے پھر جتنی نماز اس کیلئے مقدر ہو پڑھے پھر جب امام خطبہ کیلئے نکلے تو خاموش ہو جائے تو ایسے شخص کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ بخاری باب لایفرق بین اثنین یوم الجمعۃ)۔

فائدہ: یعنی دو شخص بیٹھے ہیں اور درمیان میں کسی تیسرے شخص کیلئے بیٹھنے کی گنجائش نہیں لیکن کوئی شخص درمیان میں اپنے لئے جگہ بنانے کی کوشش کرنے لگے تو یہ بڑی بد تہذیبی ہوگی، یہ بات اسلام میں قطعاً پسندیدہ نہیں کیونکہ اس سے دو آدمیوں کو تکلیف پہنچتی ہے اور عبادت اس طرح کرنی چاہئے کہ کسی دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔

۵۲۵-حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب امام (خطبہ کیلئے) منبر پر تشریف لے آئے تو اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے

لِصَاحِبِكَ أَنْصِتُ " . رواه ابن أبي شيبة في المصنف ، ورجاله ثقات ، كما في عمدة القاري ورواه الطبراني في الكبير منه ، ولفظه قال : " كَفٰى لَغْواً أَنْ تَقُوْلَ لِصَاحِبِكَ : أَنْصِتْ ، إِذَا خَرَجَ الإِمَامُ فِي الْجُمُعَةِ " . ورجاله رجال الصحيح ، كذا في مجمع الزوائد (٢١٦:١).

٥٢٦ – حدثنا ابن نمير (هو عبد الله) عن حجاج – بن أرطاة – عن عطاء عن ابن عباس وابن عمر ﷺ " أَنَّهُمَا كَانَا يَكْرَهَانِ الصَّلَاةَ وَالْكَلَامَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ خُرُوْجِ الإِمَامِ " أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (٣٤٦:١) ورجاله ثقات .

٥٢٧ – عن : أبي هريرة ﷺ مرفوعا : " خُرُوْجُ الإِمَامِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ ، وَكَلَامُهُ يَقْطَعُ الْكَلَامَ " . رواه البيهقي في سننه ، قال الشيخ : حديث حسن (العزيزي ٢٢٧:٢ و ٢٢٨) وحسنه في الجامع الصغير (٣:٢) أيضا بالرمز .

شخص سے یہ کہنا کہ خاموش ہو جاؤ، تو یہ بھی لغو حرکت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔ طبرانی نے کبیر میں یہ الفاظ ذکر کئے ہیں کہ یہ حرکت بھی لغو ہے کہ امام کے جمعہ کے لئے تشریف لے آنے پر تو اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص سے یہ کہے کہ خاموش ہو جا، اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: امر بالمعروف کرنا (بشرط قدرت) واجب ہے اور اس میں (یعنی خاموش ہو جا کہنے میں) وقت بھی تھوڑا لگتا ہے یعنی مخلِ استماع بھی کم ہے، جب کہ تحیۃ المسجد وغیرہ نوافل ہیں اور وقت بھی زیادہ صرف ہوتا ہے یعنی ''خاموش ہو جا'' کہنے سے بڑھکر مخل استماع ہے، تو جب امر بالمعروف کی باوجود سنت ونوافل سے برتر ہونے کے اجازت نہیں تو نوافل پڑھنے کی اجازت کیونکر ہوسکتی ہے؟، تو اس حدیث کی عبارت النص سے امر بالمعروف کی ممانعت معلوم ہوتی ہے اور صلاۃ نافلہ کی ممانعت اشارۃ النص سے معلوم ہو رہی ہے۔

۵۲۶- حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے دن امام کے تشریف لے آنے کے بعد نماز اور بات چیت کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۵۲۷- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن امام کا منبر پر تشریف لے آنا نماز کو ختم کر دیتا ہے اور اس کا بات شروع کر دینا گفتگو کو ختم کر دیتا ہے۔ (سنن بیہقی) یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: یعنی منبر پر امام کے بیٹھنے سے ہی لوگوں کیلئے نماز پڑھنا ممنوع ہو جاتا ہے اسی طرح دوسری قسم کی عوامی گفتگو بھی

٥٢٨– عن : ابن شهاب عن ثعلبة بن أبی مالك القرظی أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُمْ كَانُوا فِی زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ﷺ يُصَلُّونَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَخْرُجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، فَإِذَا خَرَجَ عُمَرُ وَجَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُونَ قال ثعلبة : جَلَسْنَا نَتَحَدَّثُ فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُونَ وَقَامَ عُمَرُ يَخْطُبُ أَنْصَتْنَا فَلَمْ يَتَكَلَّمْ مِنَّا أَحَدٌ . قال ابن شهاب : فَخُرُوجُ الْإِمَامِ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ وَ كَلَامُهُ يَقْطَعُ الْكَلَامَ . رواه الإمام مالك فی " الموطأ " (ص٣٦) قلت : ورجاله رجال الصحيح ، وثعلبة مختلف فی صحبته . قال صاحب التهذيب : له رؤية . وقال العجلی : تابعی ثقة ، وذكره ابن حبان فی الثقات ، وقال ابن أبی حاتم فی المراسيل : هو من التابعين . كذا فی تهذيب التهذيب .

٥٢٩– عن : أبی هريرة ﷺ أن رسول الله ﷺ قال : " إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ : أَنْصِتْ ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ " رواه إمام الدنيا أبو عبد الله البخاری (١٢٧:١ و ١٢٨) وقال الطحاوی ولقد تواترت الروايات عن رسول الله ﷺ بِأَنَّ مَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ : أَنْصِتْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَدْ لَغَا اه . (معانی الآثار ١:٢١٥) .

ممنوع ہو جاتی ہے، البتہ تسبیح وتحمید جائز رہتی ہے لیکن جب امام خطبہ شروع کر دے تو پھر تسبیح وتحمید بھی ناجائز ہو جاتی ہے۔

۵۲۸- حضرت ابن شہابؒ حضرت ثعلبہ بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے (ثعلبہ نے) انہیں خبر دی کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ جمعہ کے دن نماز پڑھتے رہتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ تشریف لے آتے، پس جب حضرت عمرؓ منبر پر تشریف لے آتے اور مؤذن اذان کہتا تو (ثعلبہ کہتے ہیں کہ) ہم بیٹھے بیٹھے بات کر لیا کرتے تھے پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتا اور حضرت عمرؓ خطبہ کیلئے کھڑے ہو جاتے تو ہم خاموش ہو جاتے اور ہم میں سے کوئی آدمی کلام نہ کرتا، ابن شہاب فرماتے ہیں کہ امام کا نماز کیلئے نکلنا نماز کو اور امام کا کلام کرنا گفتگو کو ختم کر دیتا ہے۔ (مؤطا امام مالک، باب ماجاء فی الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب)، اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: یعنی اذان کے دوران آخرت کی باتیں کرنا یا ذکر و اذکار میں مشغول رہنا جائز ہے لیکن دنیاوی گفتگو کرنا جائز نہیں۔

۵۲۹- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب امام خطبہ دے رہا ہو اور تم اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی سے یہ کہو کہ خاموش ہو جا تو یہ بھی لغو اور بیکار بات ہے۔ (بخاری باب الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب)۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے اس بات کی روایات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں کہ جو شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص

٥٣٠— عن : ابن عباس ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : " مَنْ تَكَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالإِمَامُ يَخْطُبُ فَهُوَ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَاراً ، وَالَّذِىْ يَقُوْلُ لَهُ : اَنْصِتْ ، لَيْسَتْ لَهُ جُمُعَةٌ " . رواه أحمد بإسناد لا بأس به (بلوغ المرام ١:٨٢) .

٥٣١— حدثنا : بحر بن نصر قال : ثنا عبد الله بن وهب قال : سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ صَالِحٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِىْ الزَّاهِرِيَةِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ : كُنْتُ جَالِساً اِلَى جَنْبِهٖ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ : جَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ " اِجْلِسْ فَقَدْ آذَيْتَ وَآنَيْتَ " . قال أبو الزاهرية : وَكُنَّا نَتَحَدَّثُ حَتّٰى يَخْرُجَ الاِمَامُ . أخرجه الطحاوى (١:٢١٥) والنسائى (١:٢٠٧) واللفظ للطحاوى اه . قلت : ورجاله كلهم ثقات . وأخرجه الحاكم فى المستدرك (١:٢٨٨) وقال : صحيح على شرط مسلم ، وأقره عليه الذهبى وزاد : " وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ " .

٥٣٢— حدثنا : روح بن الفرج قال : ثنا عبد الله بن محمد الفهمى قال : أنا ابن لهيعة عن ابن هبيرة عن أبى المصعب عن عقبة بن عامر قال : " اَلصَّلَاةُ وَالإِمَامُ

سے یہ بات کہے کہ خاموش رہو حالانکہ امام جمعہ کے دن خطبہ دے رہا ہو تو اس نے بیکار اور لغو بات کی۔ (طحاوی)۔

٥٣٠-حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ امام کے خطبہ دینے کی حالت میں جو آدمی گفتگو کرے وہ ایسے ہے جیسے گدھے نے کتابیں اٹھا رکھی ہوں، اور جو شخص اس بات کرنے والے آدمی سے کہے کہ خاموش ہو جا تو اسکا بھی جمعہ نہیں ہے۔ (مسند احمد، ١:٢٣٠)۔

<u>فائدہ</u>: یعنی فرض جمعہ تو ادا ہو جائیگا لیکن جمعہ کا خاص ثواب اسے نہ ملے گا۔

٥٣١-حضرت عبداللہ بن بسرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے قریب ایک طرف بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا "بیٹھ جا! تو نے لوگوں کو بہت اذیت دے لی اور تو نے اتنی دیر کیوں کی؟"۔ (طحاوی باب الصلوٰۃ عند خطبۃ الجمعۃ ونسائی باب النہی عن تخطی الرقاب والامام علی المنبر یوم الجمعۃ) اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور مستدرک حاکم میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے کہ حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ حاکم فرماتے ہیں کہ یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

<u>فائدہ</u>: یعنی حضور ﷺ نے اس شخص کو بیٹھنے کا حکم فرمایا لیکن تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم نہیں فرمایا۔

عَلَى الْمِنْبَرِ مَعْصِيَةٌ ". أخرجه الطحاوى (١:٢١٧) وفيه ابن لهيعة ، وثقه أحمد وابن وهب قاله العينى وحسن له الترمذى واحتج به غير واحد ، قاله الهيثمى فى مجمع الزوائد (١:١٢٦).

٥٣٣– عن ابن عمر ﷺ : " اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَيْنَمَا هُوَ قَائِمٌ فِى الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الأَوَّلِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَنَادَاهُ عُمَرُ : اَيَّةُ سَاعَةٍ هٰذِهِ ؟ قَالَ : اِنِّى شُغِلْتُ فَلَمْ اَنْقَلِبْ اِلَى اَهْلِى حَتّٰى سَمِعْتُ التَّاذِيْنَ ، فَلَمْ اَزِدْ عَلَى اَنْ تَوَضَّاْتُ . قال وَالْوُضُوْءُ اَيْضاً ! وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَاْمُرُ بِالْغُسْلِ" رواه البخارى .

٥٣٤– حدثنا ابن أبى داود قال : ثنا إسماعيل بن الخليل قال : ثنا على بن مسهر عن هشام بن عروة قال : رَاَيْتُ عبدَاللهِ بنَ صفوانَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

۵۳۲-حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ امام کے منبر پر ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا گناہ ہے۔(طحاوی، باب الصلوۃ عند خطبۃ الجمعۃ)۔اس میں ایک راوی ابن لہیعہ کی احمد اور ابن وہب نے توثیق کی ہے اور ترمذی نے انکی تحسین کی ہے۔

فائدہ:اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے دوران نماز پڑھنا گناہ ہے، ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ صحابی ایک جائز کام کو گناہ قرار دیدیں۔

۵۳۳-حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ جمعہ کے دن کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ مہاجرین اولین میں سے ایک بزرگ تشریف لائے، حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ یہ کونسا وقت ہے؟(یعنی وقت بہت گذر چکا ہے)انہوں نے فرمایا کہ میں مشغول ہو گیا تھا اور گھر آتے ہی میں نے اذان کی آواز سنی اس لئے میں وضو سے زیادہ اور کچھ(غسل)نہ کر سکا، حضرت عمرؓ نے فرمایا''اچھا وضو بھی حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ حضور ﷺ غسل کے لئے حکم فرمایا کرتے تھے۔(بخاری باب فضل الغسل یوم الجمعۃ)۔

فائدہ:حضرت عمرؓ نے غسل نہ کرنے پر نکیر فرمائی لیکن دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی حضرت عثمانؓ کے پڑھنے کا ذکر آتا ہے اور معاملہ صحابہؓ کی موجوگی میں ہوا تو یہ بات معلوم ہوئی کہ تحیۃ المسجد کا مرتبہ غسل سے بھی کم ہے لہٰذا تحیۃ المسجد کی وجہ سے مامور بہ خاموشی کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔

۵۳۴-ہشام بن عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن صفوان کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن مسجد حرام میں اس وقت تشریف

وَعَبْدُ اللهِ بنُ الزبيرِ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ ، وَعَلَيْهِ اِزَارٌ وَرِدَاءٌ وَنَعْلَانِ وَهُوَ مُتَعَمِّمٌ بِعِمَامَةٍ ، فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ ثُمَّ قَالَ : " السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ ثُمَّ جَلَسَ وَلَمْ يَرْكَعْ " أخرجه الطحاوى (۱:۲۱۷) وقال العينى : " بإسناد صحيح " (۳:۳۱٦) .

۵۳۵— حدثنا : ابن مرزوق قال ثنا وهب قال : ثنا شعبة عن توبة العنبرى ، قال : قال الشعبى : اَرَاَيْتَ الْحَسَنَ حِيْنَ يَجِيْءُ وَقَدْ خَرَجَ الاِمَامُ فَيُصَلِّيْ ، عَمَّنْ اَخَذَ هٰذَا ؟ لَقَدْ رَاَيْتُ شُرَيْحاً اِذَا جَاءَ خَرَجَ الاِمَامُ لَمْ يُصَلِّ " أخرجه الطحاوى (۱:۲۱٦) ورجاله كلهم ثقات . قال العينى : إسناد صحيح (۳:۳۱٦).

۵۳٦— حدثنا : ابن أبى داود قال : حدثنا أبوصالح قال : حدثنى الليث قال ثنى عقيل عن ابن شهاب فى الرجل يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالاِمَامُ يَخْطُبُ قال :

لائے جب کہ عبداللہ بن زبیرؓ منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور ان کے جسم پر ایک تہبند چادر اور جوتے تھے اور انہوں نے پگڑی باندھی ہوئی تھی انہوں نے آ کر حجر اسود کو بوسہ دیا پھر کہا "اے امیر المؤمنین ! السلام علیکم" پھر بیٹھ گئے اور سنتیں نہیں پڑھیں ۔ (طحاوی باب الصلوٰۃ عند خطبۃ الجمعۃ) اسکی سند صحیح ہے۔

<u>فائدہ:</u> صحابہؓ کی موجودگی میں سنتیں نہ پڑھنا اور کسی کا ان پر رد نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ خطبہ کے دوران سنتیں نہ پڑھنا ہی سنت ہے کیونکہ صحابہ کی شان اس سے بلند وبالا ہے کہ وہ سنت چھوڑنے پر انکار نہ کریں حالانکہ وہ دیکھ چکے ہیں کہ حضور ﷺ نے سلیکؓ پر انکار کیا تھا۔

۵۳۵- حضرت توبہ عنبری فرماتے ہیں کہ امام شعبیؒ نے فرمایا کہ کیا تم نے حسن بصریؒ کو دیکھا ہے کہ جب وہ جمعہ کیلئے آتے ہیں تو باوجودیکہ امام خطبہ کیلئے آچکا ہوتا ہے پھر بھی وہ نماز پڑھتے ہیں؟ یہ طریقہ انہوں نے کس سے لیا ہے میں نے تو قاضی شریح کو دیکھا ہے کہ جب وہ جمعہ کیلئے تشریف لاتے اور امام خطبے کیلئے آچکا ہوتا تو پھر وہ نماز نہیں پڑھتے تھے ۔ (طحاوی ، باب سابق) ۔ اسکے تمام راوی ثقہ ہیں، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیح ہے۔

<u>فائدہ:</u> امام شعبیؒ (جو پانچ سو سے زیادہ صحابہ کی زیارت سے مشرف ہیں) نے حسن بصری پر شدید انکار فرمایا اور فرمایا کہ یہ انہوں نے کس سے لیا ہے اور قاضی شریح جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں چیف جسٹس تھے وہ تو خطبہ کے دوران نماز نہیں پڑھتے تھے لہٰذا شعبیؒ کا انکار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ وتابعین خطبہ کے دوران نماز نہیں پڑھتے تھے۔

۵۳٦- ابن شہابؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں امام کے خطبہ دینے کی حالت میں داخل ہو تو اسے چاہئے کہ وہ بیٹھ

"يَجْلِسُ وَلَا يُسَبِّحُ اَىْ لَا يُصَلِّىْ" . أخرجه الطحاوى (۱:۲۱۷) : وقال العينى : " إسناد صحيح " (۳:۳۱٦) .

۵۳۷– حدثنا إبراهيم بن مرزوق قال : ثنا أبو عاصم عن سفيان عن ليث عن مجاهد " اَنَّهٗ كَرِهَ اَنْ يُصَلِّىَ وَالإِمَامُ يَخْطُبُ " . أخرجه الطحاوى ، وقال العينى : بإسناد صحيح .

۵۳۸– حدثنا أحمد بن الحسن قال : ثنا على بن العاصم عن خالد الحذاء " اَنَّ اَبَا قلابَةَ جَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالإِمَامُ يَخْطُبُ فَجَلَسَ وَلَمْ يُصَلِّ " . اخرجه الطحاوى ، وقال العينى : إسناد صحيح .

۵۳۹– عن : أنس ﷺ قال : " كَانَ : رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَنْزِلُ عَنِ الْمِنْبَرِ ، فَيَعْرِضُ لَهُ الرَّجُلُ فَيُكَلِّمُهُ فَيَقُوْمُ مَعَهُ النَّبِىُّ ﷺ حَتّٰى يَقْضِىَ حَاجَتَهُ ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ اِلَى مُصَلَّاهُ فَيُصَلِّىْ " أخرجه النسائى وسكت عنه ، وأخرجه أيضا أبو داود والترمذى وتكلما فيه ، رجاله كلهم ثقات، ولكن وهم فيه جرير بن حازم اه .

۵۴۰– أخبرنا ابن أبى فديك – هو محمد بن إسماعيل – عن ابن أبى ذئب –هو محمد بن عبد الرحمن – عن ابن شهاب قال : حدثنى ثعلبة بن أبى مالك : " اَنَّ قُعُوْدَ

جائے اور نماز نہ پڑھے۔(طحاوی، باب سابق)۔اسکی سند صحیح ہے۔

۵۳۷-مجاہدؒ امام کے خطبہ دینے کی حالت میں نماز پڑھنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔(طحاوی باب سابق)۔اسکی سند صحیح ہے۔

۵۳۸-حضرت خالد الحذاءفرماتے ہیں کہ ابوقلابہ جمعہ کے دن مسجد میں تشریف لائے جبکہ امام خطبہ دے رہے تھے تو آپ بیٹھ گئے اور نماز نہیں پڑھی۔(طحاوی، باب سابق)۔اسکی سند صحیح ہے۔

۵۳۹-حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ منبر سے اترتے تو جو شخص سامنے آتا تو اس کے ساتھ کھڑے ہوکر باتیں کرتے یہاں تک کہ اس کی حاجت پوری کردینے کے بعد آگے بڑھتے اور نماز پڑھاتے۔(نسائی، باب الکلام والقیام بعد النزول عن المنبر)۔اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:امام سے منبر کے اترنے کے بعد نماز شروع کرنے سے قبل دین اور آخرت کی باتیں کرنا جائز ہے۔

۵۴۰-حضرت ابن شہابؒ حضرت ثعلبہ بن ابی مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ثعلبہ نے انہیں خبر دی کہ امام کا منبر پر بیٹھ جانا

الإِمَامِ يَقْطَعُ السُّبْحَةَ وَأَنَّ كَلَامَهُ يَقْطَعُ الْكَلَامَ وَإِنَّهُمْ كَانُوا يَتَحَدَّثُونَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ . وَعُمَرُ جَالِسٌ عَلَى الْمِنبَرِ فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ قَامَ عُمَرُ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ اَحَدٌ حَتّٰى يَقْضِيَ الْخُطْبَتَيْنِ كِلَيْهِمَا فَإِذَا قَامَتِ الصَّلَاةُ وَنَزَلَ عُمَرُ تَكَلَّمُوْا " اه . رواه الشافعی فی " مسنده " (ص-۳۵) ، ورجاله رجال الصحیح وأخرجه الطحاوی أیضا وصحح إسناده العینی فی "العمدة " (۳:۳۱۶) .

۵۴۱ — حدثنا عباد بن العوام عن یحیی بن سعید عن یزید بن عبد الله عن ثعلبة ابن أبی مالك القرظی قال : " اَدْرَكْتُ عُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكَانَ الإِمَامُ إِذَا خَرَجَ تَرَكْنَا الصَّلَاةَ وَإِذَا تَكَلَّمَ تَرَكْنَا الْكَلَامَ " . أخرجه ابن أبی شیبة فی " مصنفه " کذا قال العینی فی العمدة (۳:۳۱۶) . قلت : ورجاله رجال الصحیح .

نماز کو ختم کردیتا ہے اور امام کا کلام لوگوں کے کلام کو ختم کردیتا ہے۔(اور ثعلبہ نے یہ بھی فرمایا کہ) لوگ جمعہ کے دن باتیں کرتے رہتے تھے جب کہ حضرت عمرؓ منبر پر تشریف فرما ہوتے پھر جب مؤذن اذان سے فارغ ہوجاتا اور حضرت عمرؓ خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوجاتے تو پھر دونوں خطبوں کے مکمل ہوجانے تک کوئی شخص بات نہ کرتا پھر جب اقامت کہی جاتی اور حضرت عمرؓ منبر سے نیچے اترتے تو لوگ باتیں کرتے۔(مسند امام شافعیؒ) اسکے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں اور طحاوی نے بھی اسکی تخریج کی ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

__فائدہ__:اس حدیث میں بھی اخروی کلام مراد ہے جو خطبہ اور نماز کے درمیانی وقفے میں جائز ہے۔

۵۴۱-حضرت ثعلبہ بن ابی مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا زمانہ پایا(اس دور میں جمعہ کے دن ایسا ہوتا تھا کہ) جب امام جمعہ کے دن خطبہ کیلئے نکل آتا تو ہم نماز چھوڑ دیتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ) اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

__فائدہ__:ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد نماز پڑھنا جائز نہیں باقی سلیک غطفانیؓ کی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے اس دوران سلیک مسجد میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا ''دو رکعت نماز پڑھ'' مذکورہ بالا صحیح احادیث کی روشنی میں سلیک والی حدیث کی مختلف توجیہیں کی گئی ہیں:

(۱):یہ واقعہ سلیک کے ساتھ خاص ہے کسی اور کیلئے جائز نہیں۔

(۲):ابھی حضور ﷺ نے خطبہ شروع نہیں فرمایا تھا اس کی تائید مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت جابرؓ سے مروی ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ سلیک اس وقت تشریف لائے جب حضور ﷺ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔

باب عدم جواز الجمع بين الصلاتين جمعا حقيقيا

٥٤٢– عن : عبد الله ﷺ قال : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّى الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا اِلَّا بِجَمْعٍ وَعَرَفَاتٍ " . رواه النسائی (٢:٤٤) وإسناده صحيح (آثار السنن ٢:٧٢).

٥٤٣– عن : عائشة رضى الله عنها قالت : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِیْ السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ وَيُقَدِّمُ الْعَصْرَ ، وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَيُقَدِّمُ الْعِشَاءَ " . رواه الطحاوی وأحمد والحاكم وإسناده حسن . كذا فی آثار السنن (٢:٧٣).

٥٤٤– عن : نافع وعبد الله بن واقد اَنَّ مُؤَذِّنَ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : اَلصَّلَاةَ ، قال :

---

(۳): دارقطنی کی ایک حدیث میں جو حضرت انسؓ سے مروی ہے یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ خطبہ سے رک گئے اور سلیک کے فارغ ہونے تک آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد نہیں فرمایا۔

(۴): سب سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب خطبہ کے دوران دیگر افعال کرنا جائز تھا لیکن بعد میں اس سے روک دیا گیا، اس کی تائید نسائی کی اس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ سلیک کو نماز پڑھنے کا فرمانے کے بعد حضور ﷺ نے لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی تو لوگوں نے اپنے زائد کپڑے اتار کر حضور ﷺ کے سامنے ڈالنے شروع کر دیئے۔(نسائی باب حث علی الصدقة يوم الجمعة فی خطبته) تو جس طرح بالاجماع خطبہ کے دوران کپڑا اتارنا مکروہ ہے اسی طرح نماز پڑھنا بھی خطبہ کے دوران دوسری احادیث کی بنا پر مکروہ ہونا چاہئے۔

باب دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کرنا جائز نہیں

۵۴۲- حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نماز کو اس کے وقت پر پڑھتے تھے مگر مزدلفہ اور عرفات میں۔(نسائی، باب الجمع بین الظہر والعصر بعرفة) اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

۵۴۳- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ سفر میں ظہر کو دیر سے پڑھتے اور عصر کو جلدی پڑھتے اور مغرب کو دیر سے پڑھتے اور عشاء کو جلدی پڑھتے تھے۔(طحاوی، احمد، حاکم) اسکی سند حسن ہے (آثار السنن)۔

فائدہ: یعنی ظہر کی نماز ظہر کے بالکل آخری وقت میں پڑھتے اور عصر کی نماز عصر کے اول وقت میں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمع حقیقی نہیں تھی یعنی ظہر کے وقت میں ظہر و عصر نہیں پڑھتے تھے یا عصر کے وقت میں ظہر و عصر نہیں پڑھتے تھے۔ بلکہ یہ جمع صوری تھی نماز اپنے وقت میں ہی پڑھتے تھے۔

۵۴۴- حضرت نافع اور عبد اللہ بن واقد سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ کے مؤذن نے کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے انہوں نے فرمایا

سِرْ ! سِرْ! حَتّٰى إِذَا كَانَ قَبْلَ غُيُوْبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ، ثُمَّ انْتَظَرَ حَتّٰى غَابَ الشَّفَقُ فَصَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ قَالَ : " إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا عَجِلَ بِهٖ أَمْرٌ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِيْ صَنَعْتُ فَسَارَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ مَسِيْرَةَ ثَلَاثٍ " رواه أبو داود والدارقطني ، وإسناده صحيح (آثار السنن ٢:٧٣).

٥٤٥— عن : كثير بن قَارَوَنْدَا قال : سَأَلْنَا سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنْ صَلَاةِ أَبِيْهِ فِي السَّفَرِ وَسَأَلْنَاهُ هَلْ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهٖ فِيْ سَفَرِهٖ ؟ فَذَكَرَ أَنَّ صفية بنت أَبِيْ عبيد كَانَتْ تَحْتَهٗ ، فَكَتَبَتْ إِلَيْهِ وَهُوَ فِيْ زَرَّاعَةٍ لَهٗ : أَنِّيْ فِيْ آخِرِ يَوْمٍ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الْآخِرَةِ ، فَرَكِبَ فَأَسْرَعَ السَّيْرَ إِلَيْهَا ، حَتّٰى إِذَا حَانَتْ صَلَاةُ الظُّهْرِ قَالَ لَهُ الْمُؤَذِّنُ : اَلصَّلَاةَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ! فَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهِ حَتّٰى إِذَا كَانَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ نَزَلَ فَقَالَ : أَقِمْ ، فَإِذَا سَلَّمْتُ فَأَقِمْ ، فَصَلّٰى ثُمَّ رَكِبَ حَتّٰى إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ لَهُ الْمُؤَذِّنُ : اَلصَّلَاةَ ! فَقَالَ : كَفِعْلِكَ فِيْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ ، ثُمَّ سَارَ حَتّٰى إِذَا اشْتَبَكَتِ النُّجُوْمُ نَزَلَ ثُمَّ قَالَ لِلْمُؤَذِّنِ : أَقِمْ فَإِذَا سَلَّمْتُ فَأَقِمْ ، فَصَلّٰى ثُمَّ انْصَرَفَ فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا ، فَقَالَ :

(کوئی بات نہیں) چلو چلو پھر غروب شفق سے پہلے اترے اور مغرب کی نماز پڑھی پھر انتظار کیا یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی تو عشاء کی نماز پڑھی پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو جب (سفر میں) جلدی ہوتی تو آپ ﷺ اسی طرح عمل فرماتے جس طرح میں نے عمل کیا ہے پھر اس دن اور رات میں تین دن کا سفر طے کیا۔ (ابوداود باب الجمع بین الصلاتین، دارقطنی ١:٣٩٣)۔ اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی جمع صوری معلوم ہوتی ہے۔

٥٤٥- حضرت کثیر بن قاروندا فرماتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبداللہؒ سے ان کے والد ابن عمرؓ کی نماز کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ سفر کے دوران نمازوں کو جمع کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا جب صفیہ بنت ابی عبید میرے والد کی منکوحہ تھیں تو ایک مرتبہ انہوں نے میرے والد کو لکھا کہ میرا دنیا میں آخری دن اور آخرت کا پہلا دن ہے (یعنی قریب المرگ ہوں) میرے والد اس وقت اپنی کھیتی میں تھے چنانچہ سوار ہوئے اور تیزی سے روانہ ہوگئے، جب ظہر کا وقت ہوا تو مؤذن نے کہا "اے ابوعبدالرحمٰن نماز کا وقت ہوگیا ہے" انہوں نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی یہاں تک کہ ظہر اور عصر کے درمیانی وقت آنے پر اترے اور فرمایا "اقامت کہو اور جب میں سلام پھیرلوں تو دوبارہ اقامت کہنا"، چنانچہ دونوں نمازیں پڑھیں اور سوار ہوکر غروب آفتاب تک چلتے رہے مؤذن نے کہا "نماز پڑھ لیں" فرمایا "جس طرح ظہر اور عصر میں کیا تھا اسی طرح پڑھیں گے"، پھر جب ستارے نمایاں ہوگئے تو اترے اور مؤذن کو حکم دیا کہ تکبیر کہو

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ " إِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الاَمْرُ الَّذِىْ يَخَافُ فَوْتَهٗ فَلْيُصَلِّ هٰذِهِ الصَّلاَةَ ".
رواه النسائي وإسناده صحيح (آثار السنن ٢:٧٣).

٥٤٦– عن: عبد الله بن محمد بن عمر بن علي بن أبي طالب عن أبيه عن جده:
" اَنَّ عَلِيًّا كَانَ اِذَا سَافَرَ سَارَ بَعْدَ مَا تَغْرُبُ الشَّمْسُ حَتّٰى تَكَادَ اَنْ تُظْلِمَ ثُمَّ يَنْزِلُ فَيُصَلِّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْعُوْ بِعَشَائِهٖ فَيَتَعَشّٰى ، ثُمَّ يُصَلِّى الْعِشَاءَ ثُمَّ يَرْتَحِلُ وَيَقُوْلُ : هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ " رواه أبو داود وإسناده صحيح " آثار السنن " (٢:٧٤).

٥٤٧– عن: جابر قال: حدثني نافع قال: خرجتُ مَع عبدِ اللهِ بنِ عمرَ فِي سَفَرٍ يُرِيْدُ اَرْضاً لَهٗ فَاَتَاهُ آتٍ فَقَالَ : اِنَّ صَفِيَّةَ بنتَ أبي عبيدٍ لَمَا بِهَا ، فَانْظُرْ اَنْ تُدْرِكَهَا ، فَخَرَجَ مُسْرِعاً وَمَعَهٗ رَجُلٌ مِنْ قريشٍ يُسَايِرُهٗ ، وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَلَمْ يُصَلِّ الصَّلاَةَ وَكَانَ عَهْدِىْ بِهٖ وَهُوَ يُحَافِظُ عَلَى الصَّلاَةِ ، فَلَمَّا اَبْطَاَ قُلْتُ :اَلصَّلاَةَ يَرْحَمُكَ اللهُ ! فَالْتَفَتَ اِلَيَّ وَمَضٰى ، حَتّٰى اِذَا كَانَ فِي آخِرِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ، ثُمَّ اَقَامَ الْعِشَاءَ وَقَدْ تَوَارَى الشَّفَقُ ، فَصَلّٰى بِنَا ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا ، فَقَالَ : اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ اِذَا عَجِلَ بِهِ السَّيْرُ صَنَعَ هٰكَذَا "

اور جب میں سلام پھیروں تو دوبارہ تکبیر کہنا، اس کے بعد انہوں نے دونوں نمازیں پڑھیں اور ہماری طرف متوجہ ہو کر رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنایا کہ اگر کسی کو کوئی ایسا کام درپیش ہو جس کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو اس طرح نماز پڑھا کرے۔ (نسائی، باب الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین الظہر والعصر) اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

٥٤٦-حضرت عمر بن علیؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ جب سفر کرتے تو غروب شمس کے بعد روانہ ہوتے پھر اندھیرے کے قریب ہونے پر اترتے اور مغرب کی نماز پڑھتے پھر کھانا منگا کر کھاتے، اس کے بعد عشاء کی نماز پڑھتے اور روانہ ہو جاتے اور فرماتے کہ حضور ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (ابوداود)۔ اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

٥٤٧-حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ نکلا وہ اپنی زمین کی طرف جا رہے تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور کہا کہ صفیہ بنت ابی عبید سخت بیمار ہیں آپ چل کر ان سے ان کی زندگی میں ملاقات کر لیجئے، یہ سن کر وہ تیزی سے چل پڑے، ان کے ساتھ ایک قریشی بھی تھے جو ان کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے (راوی کہتے ہیں کہ) آفتاب غروب ہونے کے باوجود انہوں نے نماز نہ پڑھی حالانکہ میں سمجھتا تھا کہ وہ نماز کا بہت خیال رکھتے ہیں، پھر جب وہ کچھ آہستہ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ نماز پڑھ لیں اللہ آپ پر رحم کرے، انہوں نے میری طرف دیکھا اور چلتے رہے، یہاں تک شفق غائب ہونے کے قریب

رواه النسائي وأبو داود والطحاوي و الدارقطني ، وإسناده صحيح (آثار السنن ٢:٧٤) .

٥٤٨— عن : أبي عثمان قال : " وَفَدْتُ أَنَا وَسعدُ بنُ مالكٍ وَنَحْنُ نُبادِرُ لِلْحَجِّ فَكُنَّا نَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَ الْعَصْرِ ، نُقَدِّمُ مِنْ هٰذِهِ وَنُؤَخِّرُ مِنْ هٰذِهِ ، وَنَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ نُقَدِّمُ مِنْ هٰذِهِ وَنُؤَخِّرُ مِنْ هٰذِهِ حَتّٰى قَدِمْنَا مَكَّةَ " . رواه الطحاوي وإسناده صحيح (آثار السنن ٢:٧٤) .

٥٤٩— عن : أنس ﷺ : " أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلاَتَيْنِ فِي السَّفَرِ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلٰى آخِرِ وَقْتِهَا وَصَلاَّهَا ، وَصَلَّى الْعَصْرَ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا وَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ فِي آخِرِ وَقْتِهَا وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا ، وَيَقُوْلُ : هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلاَتَيْنِ فِي السَّفَرِ " . رواه البزار وفيه ابن إسحاق وهو ثقة ولكنه مدلس (مجمع الزوائد ١:٢٠٦) . وفي الترغيب (٢:٥٣٠) : وبالجملة فهو ممن اختلف فيه وهو حسن الحديث " اه .

ہوجانے پر کے، پہلے مغرب کی نماز پڑھائی، پھر عشاء کی نماز شفق کے غائب ہوجانے پر پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ حضور ﷺ کو اگر کہیں جلدی جانا ہوتا تو اسی طرح کیا کرتے تھے۔ (نسائی، باب الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء وابوداود، طحاوی، دارقطنی)، اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: آخری تین احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت علیؓ جمع صوری فرمایا کرتے تھے اور اس کی نسبت حضور ﷺ کی طرف فرماتے تو یقیناً حضور ﷺ بھی جمع صوری فرماتے تھے۔

۵۴۸- حضرت ابوعثمان فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت سعد بن مالکؓ مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے، ہم حج کیلئے جلدی جارہے تھے، لہٰذا ظہر اور عصر کی نماز اس طرح جمع کرکے پڑھ لیا کرتے تھے کہ ظہر کی نماز کو مؤخر کرتے اور عصر کو مقدم کرتے اور مغرب اور عشاء کو بھی اس طرح جمع کرتے کہ مغرب میں تاخیر اور عشاء میں تعجیل کرتے، یہاں تک کہ ہم مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ (طحاوی، باب الجمع بین الصلاتین کیف ھو) اسکی سند صحیح ہے۔

۵۴۹- حضرت انسؓ کے بارے میں مروی ہے کہ جب وہ دو نمازوں کو سفر میں جمع کرنے کا ارادہ فرماتے تو ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھتے اور عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھتے اور مغرب کو اس کے آخر وقت میں پڑھتے اور عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھتے اور فرماتے "حضور ﷺ سفر میں دو نمازوں کو اسی طرح جمع فرمایا کرتے تھے"۔ (بزار و مجمع الزوائد)۔ اس میں ایک راوی

۵۵۰ – عن : عثمان بن عبد الله بن موهب قال : " سُئِلَ أبو هريرةَ مَا التَّفْرِيطُ فِي الصَّلاَةِ ؟ قالَ : اَنْ تُؤَخِّرَ حَتّٰى يَجِيْءَ وَقْتُ الأُخْرٰى " . رواه الطحاوی وإسناده صحيح (آثار السنن ۲:۷۵).

۵۵۱ – عن : أبي قتادة ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قالَ : " اَمَا اِنَّهُ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ اِنَّمَا التَّفْرِيطُ عَلٰى مَنْ لَمْ يُصَلِّ حَتّٰى يَجِيْءَ وَقْتُ الصَّلاَةِ الأُخْرٰى " . رواه مسلم وآخرون (آثار السنن ۲:۷۵).

۵۵۲ – عن : طاوس عن ابن عباس ﷺ قال : " لَا يَفُوْتُ صَلاَةٌ حَتّٰى يَجِيْءَ وَقْتُ الأُخْرٰى " . رواه الطحاوی وإسناده صحيح (آثار السنن ۲:۷۵) .

ابن اسحاق مختلف فیہ ہیں لہٰذا یہ حسن الحدیث ہے (الترغیب)۔

۵۵۰- حضرت ابو ہریرہؓ سے سوال ہوا کہ نماز میں تفریط (قصور) کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ نماز اس قدر تاخیر سے پڑھے کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے۔ (طحاوی، باب الجمع بین الصلوتین کیف ھو)۔ اسکی سند صحیح ہے۔

۵۵۱- حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خبر دار نیند میں کوئی تفریط نہیں ہے، تفریط اس شخص کی طرف سے ہے جو نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے۔ (مسلم باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ)۔

۵۵۲- حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز اس وقت قضا ہوتی ہے جب دوسری نماز کا وقت آ جائے (طحاوی) اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

فائدہ: فرض نماز کو اپنے معین و مقرر وقت پر پڑھنا فرض ہے اور بلا عذر شرعی مقررہ وقت سے تقدیم و تاخیر کرنا کبیرہ گناہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ (سورۃ نساء،۴:۱۰۳)۔

ترجمہ: بے شک نماز اہل ایمان پر فرض ہے جس کا وقت مقرر ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ ﴾ (البقرہ،۲:۲۳۸)۔ ترجمہ: نمازوں کی حفاظت کرو۔

مفسر ابن کثیر شافعیؒ اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں "يَأْمُرُ اللهُ تَعَالٰى بِالْمُحَافَظَةِ عَلَى الصَّلَوَاتِ فِيْ أَوْقَاتِهَا "۔ (تفسیر ابن کثیر عربی،۱:۲۹۰)۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ شانہ وقت پر نمازوں کو ادا کرنے کی حفاظت کا حکم فرماتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ. ﴾ (المؤمنون۹:۲۳)۔

ترجمہ: اور وہ لوگ (فلاح پانے والے اہل ایمان) اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت مسروق تابعیؒ اور حضرت قتادہ تابعیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، ''اوقات نماز کی پابندی بھی محافظت صلوٰۃ میں داخل ہے۔ (تفسیر ابن کثیر-۳:۲۳۹) یہی مضمون تفسیر ابن کثیر-۴:۴۲۱ پر بھی ہے۔

ارشاد رحمانی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ.﴾، (المعارج).

ترجمہ: اور وہ لوگ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں۔

مفسر ابن کثیرؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں " (يُحَافِظُوْنَ) عَلٰى مَوَاقِيْتِهَا وَ اَرْكَانِهَا وَ وَاجِبَاتِهَا وَ مُسْتَحَبَّاتِهَا "، کہ وہ لوگ نماز کے اوقات، ارکان، واجبات اور مستحبات کی نگہبانی کرتے ہیں۔ اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ محافظت نماز کے سلسلہ میں وقت کی حفاظت سرفہرست ہے۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَائِمُوْنَ.﴾ (المعارج)۔

مفسر ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: " مَعْنَاهُ يُحَافِظُوْنَ عَلٰى اَوْقَاتِهَا وَوَاجِبَاتِهَا قَالَهُ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ وَمَسْرُوْقٌ وَاِبْرَاهِيْمُ النَّخْعِيُّ "۔ اس ارشاد ربانی کا معنی ومطلب ہے ''نماز کے اوقات وواجبات کی پابندی کرنا، حضرت ابن مسعودؓ، مسروقؒ اور ابراہیم نخعیؒ نے یہی تفسیر کی ہے۔

ارشاد قرآنی ہے: ﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ.﴾ (الماعون)۔

ترجمہ: سو ان نمازیوں کیلئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں۔

بعض سلفؒ نے کہا ہے کہ بے وقت نماز پڑھنا بھی ''نماز سے غفلت وسہو'' کا ایک فرد ہے۔ (تفسیر ابن کثیر-۴:۵۵۴)۔

ارشاد رحمانی ہے: ﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ.﴾ (مریم، ۱۹-۵۹)۔

ترجمہ: تو ان (مذکور انبیاء علیہم السلام) کے بعد ایسے نالائق جانشین ہوئے، جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا۔

بعض سلفؒ کی تفسیر کے مطابق بے وقت نماز پڑھنا بھی اضاعت صلوٰۃ کی ایک نوع ہے۔ (تفسیر ابن کثیر-۳:۱۲۷، ۱۲۸)۔

ارشاد قدسی ہے: ﴿ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ (البقرہ، ۲-۳)۔ ترجمہ: اور (متقی لوگ) نماز قائم کرتے ہیں۔

بعض سلف صالحینؒ کے مطابق ''اوقات نماز کی پابندی'' بھی اقامت صلوٰۃ کے مفہوم میں داخل ہے۔ (تفسیر ابن کثیر-۱:۴۲)۔

راقم الحروف کے ناقص تتبع اور تلاش کے مطابق قرآن مجید کی انتالیس آیات میں ''اقامت صلوٰۃ'' کا حکم یا ذکر مختلف عنوانوں اور متعدد صیغوں سے موجود ہے۔ مصدر (اِقام الصلوٰۃ)، ماضی (اَقَامَ الصلوٰۃ)، مضارع (يُقِيْمُوْنَ الصلوٰۃ)، امر (اَقِيْمُوا الصلوٰۃ) اور اسم فاعل (مُقِيْمِ الصلوٰۃ)، سب ہی الفاظ میں اقامت صلوٰۃ کی اہمیت واضح کی گئی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن کریم میں

ایمان کے بعد سب سے زیادہ تاکید نماز کی فرمائی گئی ہے، بیسیوں آیات میں اقامت صلوٰۃ، محافظت صلوٰۃ اور دوام صلوٰۃ متعدد عنوانوں سے اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

تمام مفسرین کرامؒ کے ہاں یہ سب عنوان اوران کے معانی ومفاہیم مقتضی ہیں کہ نماز کے فرائض وارکان کے ساتھ ساتھ اوقات نماز کی پابندی کرنا بھی فرض ولازم ہے اوران سے تقدیم وتاخیر کرنا نماز کو ضائع کرنا ہے، نماز سے غفلت کرنا ہے، جو نالائق اور قابل مذمت لوگوں کا شیوہ ہے۔

نماز کے مقررہ اوقات متواتر احادیث سے ثابت ہیں

پنج وقتہ فرض نمازوں کے معروف اوقات متواتر صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث میں اوقات نماز پر مستقل ابواب قائم ہیں، ان میں بیسیوں صحیح حدیثیں نماز کے معروف ومقرر اوقات پر صراحت کے ساتھ دال ہیں۔ تاکید وتبرک کے لئے درج ذیل احادیث کا بھی مطالعہ فرمائیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے:

قَالَ سَالْتُ النَّبِیَّ ﷺ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللہِ قَالَ الصَّلٰوۃُ لِوَقْتِہَا (بخاری -۱:۷۶، باب فضل الصلوۃ لوقتہا و مسلم -۱:۶۲ و مشکوٰۃ ص-۵۸) .

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "وقت پر نماز پڑھنا"۔

اوقات نماز کی عملی تعلیم اور امامت جبرئیل علیہ السلام

صحیح احادیث میں ہے کہ شب معراج میں پنج وقتہ فرض نمازوں کا حکم تو عرش معلی سے بالا حالت معراج میں ہوا، مگر ان کے اوقات کی عملی تعلیم کیلئے حضرت جبرئیلؑ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور دو روز بیت اللہ کے پاس نماز میں آنحضرت ﷺ کے (ظاہری طور پر) امام بنے، پہلے دن ہر نماز اول وقت میں پڑھائی اور دوسرے دن آخر وقت میں پڑھائی، پھر فرمایا: "اَلْوَقْتُ فِیْمَا بَیْنَ ھٰذَیْنِ الْوَقْتَیْنِ "(ابو دواد -۱:۶۲ باب فی المواقیت و ترمذی -۱:۲۱ و مشکوٰۃ ص-۵۹). نماز کا وقت ان دونوں (اول وآخر) وقتوں کے درمیان ہے۔ قال الترمذیؒ: "حدیث حسن صحیح" امام ترمذی فرماتے ہیں "یہ حدیث حسن صحیح ہے"۔

محدث جمال الدین زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیلؑ کی امامت والی حدیث درج ذیل صحابہ کرامؓ کی جماعت سے مروی ہے: ۱-حضرت عبداللہ بن عباس ۲-حضرت جابرؓ، ۳-حضرت ابو مسعودؓ، ۴-حضرت ابو ہریرۃؓ، ۵-حضرت عمرو بن حزمؓ، ۶-حضرت ابوسعید خدریؓ، ۷-حضرت انسؓ، ۸-حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔

پھر علامہ زیلعیؒ نے حسب معمول ان مرفوع احادیث کو چھ صفحات پر تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

امامت جبرائیلؑ کی حدیث مختصر طور پر بخاری،۱: ۴۵۷،باب ذکر الملائکۃ و مسلم،۱: ۲۲۱، باب اوقات الصلوات الخمس میں بھی مذکور ہے۔ نیز بخاری،۱: ۷۵ پر بھی یہ حدیث مجملاً مروی ہے۔امامت جبرئیلؑ کی ان آٹھ حدیثوں سے بھی اوقات نماز کی اہمیت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس مسئلہ کیلئے قولی تعلیم پر اکتفا نہیں فرمایا گیا بلکہ عملی تعلیم کا اہتمام کیا گیا اور وہ بھی مسلسل دو روز تک۔

حضرت بُریدہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ سے اوقات نماز کے بارے میں دریافت کیا، آپ ﷺ نے فرمایا ''دو روز یہاں ٹھہر کر ہمارے ساتھ نماز پڑھو''، پھر آپ ﷺ نے پہلے دن تمام نمازیں اول وقت میں پڑھائیں اور دوسرے دن آخری وقت میں پڑھائیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:'' وَقْتُ صَلٰوتِکُمْ بَیْنَ مَا رَأَیْتُمْ ''۔(مسلم-۱: ۲۲۳،باب اوقات الصلوٰت الخمس ،مشکوۃ ص-۵۹) ترجمہ:تمہاری نمازوں کا وقت ان اوقات کے درمیان ہے جو تم نے دیکھے۔

گو روزانہ نماز باجماعت کی صورت میں بھی نماز اور اس کے اوقات کی عملی تعلیم دی جاتی تھی، تاہم سائل کے جواب میں اوقات نماز کی ابتداء و انتہاء بتانے کیلئے خصوصی عملی تعلیم کا اہتمام فرمایا گیا۔

تاخیر نماز کا سبب بننے پر سخت دعا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ غزوۂ احزاب میں ایک روز شدت جنگ کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی نماز عصر فوت ہوگئی، آپ ﷺ نے غروب شمس کے بعد اس کی قضا پڑھی اور کفار کے خلاف ان الفاظ میں سخت دعا فرمائی:

''شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا''.
(بخاری -۱: ۴۱۰ و ۲: ۵۹۰، باب غزوة الخندق ، مسلم -۱: ۲۲۷، مشکوة ص-۶۳).

ترجمہ: ان مشرک لوگوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ یعنی عصر سے مشغول رکھا (روکا) اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

تنبیہ: اندازہ کیجئے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ طائف کے تبلیغی سفر میں اوباش کفار کی خشت باری سے لہولہان ہو جاتے ہیں، ملائکہ علیہم السلام ربانی وحی سے ان کفار کو پیس کر رکھ دینے کی پیش کش کرتے ہیں، اس کے جواب میں آپ ﷺ صرف ہدایت کی دعا فرماتے ہیں (معروف احادیث کا مضمون) اور یہاں کفار کی مزاحمت کی وجہ سے نماز قضا ہونے پر آپ ﷺ کو اس قدر سخت قلبی صدمہ پہنچتا ہے کہ ان کفار کے خلاف سخت ترین دعا فرماتے ہیں۔ دھیان کیجئے کہ وقت پر نماز پڑھنے کا آپ کے یہاں کیا مقام تھا اور اس کا کتنا اہتمام تھا۔

نمازخوف کی احادیث سے اوقات نماز کی اہمیت

قرآن عزیز کی سورہ نساء (۴-۱۰۲) میں نماز خوف کی کیفیت اور اس کے اصول وآداب بیان کئے گئے ہیں، صحاح ستہ اور دیگر اہم کتب حدیث میں "باب صلوٰۃ الخوف" کے عنوان کے تحت نماز خوف کی درجنوں مرفوع صحیح احادیث مذکور ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ میدان جہاد میں اور عین جنگ کے وقت بھی نماز کی کیفیت میں تو تخفیف کی گنجائش ہے اور نماز میں چلنے کی بھی اجازت ہے، لیکن وقت کو نظر انداز کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ امکانی حد تک وقت کی پابندی ضروری قرار دی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے حدیث مروی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ قَالَ مَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ صَلّٰی صَلوٰۃً اِلَّا لِمِیْقَاتِـھَا اِلَّا صَلوٰتَیْنِ صَلوٰۃَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ . (بخاری -۱:۲۲۸، مسلم -۱:۴۱۷، مشکوٰۃ ص-۲۳۰ کتاب الحج).

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو بے وقت نماز پڑھتے نہیں دیکھا (یعنی آپ ﷺ ہمیشہ وقت پر نماز پڑھتے تھے)، مگر (حجۃ الوداع میں) مغرب وعشاء کو مزدلفہ میں اکٹھے پڑھا (یعنی عشاء کے وقت میں مغرب وعشاء اکٹھی پڑھیں)۔

فائدہ: حجاج کرام کیلئے عرفات میں ظہر وعصر کی جمع حقیقی اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی جمع حقیقی متواتر احادیث سے ثابت ہے اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے، ان صحیح احادیث سے واضح ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے عرفات ومزدلفہ کے علاوہ کبھی بھی جمع حقیقی کی صورت میں دو نمازوں کو اکٹھا کر کے نہیں پڑھا۔

حضرت عمرؓ نے اسلامی صوبوں کے ذمہ دار حکام کو ایک گشتی مراسلہ کے ذریعہ متنبہ فرمایا تھا: "اِنَّ الْجَمْعَ بَیْنَ الصَّلوٰتَیْنِ فِیْ وَقْتٍ وَّاحِدٍ کَبِیْرَۃٌ مِّنَ الْکَبَائِرِ". (مؤطا امام محمدؒ ص-۲۳۱، سنن بیہقی ۳:۱۶۹) ترجمہ: "دو نمازوں کو (بلا عذر) ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا کبیرہ گناہ ہے"۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا ارشاد ہے: اَلْجَمْعُ بَیْنَ الصَّلوٰتَیْنِ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ مِنَ الْکَبَائِرِ. (مصنف ابن ابی شیبہ - ۲:۴۵۹) ترجمہ: "بلا عذر دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے"۔

نوٹ: محدث ابن ابی شیبہؒ امام بخاریؒ وامام مسلمؒ کے اساتذہ میں سے ہیں۔

جمع بین الصلوتین

بعض صحیح احادیث میں سفر وغیرہ کی وجہ سے "جمع بین الصلوتین" (دو نمازوں کو اکٹھے ادا کرنے) کا ذکر آیا ہے اور بعض ائمہ کرامؒ نے اسے جمع حقیقی پر محمول کیا ہے، ان کے ہاں سفر وغیرہ کی وجہ سے ظہر وعصر کی نمازوں کو عصر کے وقت میں اکٹھے پڑھنا اور مغرب

وعشاء کی نمازوں کو عشاء کے وقت میں اکٹھے ادا کرنا جمع والی احادیث کا مصداق ہے اور درست ہے۔

ائمہ احناف اور بعض دیگر محققین کے ہاں جمع والی حدیثیں جمع صوری وجمع عملی پر محمول ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ سفر کی وجہ سے ظہر کی نماز اپنے آخری وقت میں اور عصر کی نماز اپنے اول وقت میں ادا کی جائے، اس صورت میں ہر نماز اپنے اپنے وقت کے اندر ادا ہوگی، لیکن صورت وعمل کے لحاظ سے دونوں نمازیں اکٹھی ادا ہوں گی۔ اسی طرح مغرب کی نماز اپنے آخری وقت میں اور عشاء کی نماز اپنے اول وقت میں پڑھی جائے، اس کو جمع صوری یا جمع عملی کہا جاتا ہے۔

غزوہ تبوک کے طویل سفر میں یہی صورت عمل تھی کہ سفر بہت طویل تھا، موسم سخت گرم تھا، طہارت ووضو کے لئے پانی کی قلت تھی، اسلامی فوج کی تعداد تقریباً تیس ہزار تھی اتنے بڑے لشکر کا ان مذکورہ حالات میں بار بار اترنا اور سوار ہونا انتہائی مشکل تھا، اس لئے جمع صوری کی شکل میں تخفیف فرمائی گئی۔ بہر حال مؤخر الذکر مکتب فکر کی تحقیق میں جمع بین الصلوتین والی احادیث کا محمل یہی جمع صوری وعملی ہے، یہی توجیہ وتطبیق درج ذیل وجوہ اور شواہد وقرائن کی بناء پر راجح ہے۔

پہلی وجہ ترجیح: اوقات نماز کی تعیین وتحدید قطعی فرض ہے جو قرآن مجید کی متعدد آیات، بیسیوں متواتر احادیث سے ثابت ہے اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے "جمع بین الصلوتین" کی حدیثیں اخبار احاد ہیں، قرآنی آیات اور متواتر احادیث کے معارضہ ومقابلہ میں خبر واحد واجب التاویل ہوتی ہے۔ لہٰذا ان اخبار احاد کو جمع صوری وعملی پر محمول کرنا ضروری ہے، تاکہ قطعیات کی مخالفت نہ ہو، ظنی دلیل کی خاطر قطعیات کی تخصیص وتاویل کرنا قرین انصاف نہیں۔

دوسری وجہ ترجیح: مذکورہ بالا متن کی احادیث بھی اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ جمع سے مراد جمع صوری ہے۔

تیسری وجہ ترجیح: پورے ذخیرۂ احادیث میں آنحضرت ﷺ کے عمل سے صرف انہی دو نمازوں کے جمع کرنے کا ثبوت ملتا ہے جن کے اوقات کی سرحدیں آپس میں ملتی ہیں اور درمیان میں مکروہ وقت بھی نہیں ہے جن کی وجہ سے جمع صوری وعملی پر عمل ہوسکتا ہے اور وہ صرف ظہر وعصر یا مغرب وعشاء کی نمازیں ہیں، باقی جن نمازوں کے اوقات باہم متصل نہیں ہیں، جیسے فجر وظہر یا اوقات تو متصل ہیں لیکن درمیان میں مکروہ وقت ہے جیسے عصر ومغرب یا عشاء وفجر کہ نصف شب کے بعد عشاء کا مکروہ وقت ہے، ان تینوں صورتوں میں جمع صوری ممکن نہیں۔

ان تینوں صورتوں میں جمع بین الصلوتین کا عمل آنحضرت ﷺ سے ثابت بھی نہیں ہے اور باجماع امت جائز بھی نہیں ہے، حالانکہ جمع حقیقی ان سب صورتوں میں ممکن ہے۔ اگر جمع حقیقی جائز ہوتی تو ان تمام صورتوں میں جمع کا عمل احادیث سے ثابت ہوتا اور وہ بالاتفاق جائز بھی ہوتا لیکن واقعہ اس کے خلاف ہے اس تفصیل سے یہ حقیقت "الم نشرح" ہوگئی کہ احادیث "جمع بین الصلوتین" کا محل ومصداق صرف اور صرف جمع صوری وعملی ہے۔

مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: (عمدۃ القاری شرح بخاری -۷:۱۴۸ وما بعدہ وفتح الملہم -۲:۲۶۱ ومعارف السنن ۴:۲۸۱ واوجز المسالک شرح مؤطا امام مالکؒ -۲:۵۸)۔ (ماخوذ از نماز مدلل)۔

باب كراهية النوم قبل صلاة العشاء إلا لمن يثق بالانتباه السمر بعدها إلا في مصلحة

٥٥٣— عن : أبي برزة الأسلمي ﷺ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ الَّتِي يَدْعُونَهَا الْعَتَمَةَ . وَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا " . رواه الجماعة كذا في " النيل " (۱:۳۱۵) .

٥٥٤— عن: ابن مسعود ﷺ قال : " جَدَبَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ السَّمَرَ بَعْدَ الْعِشَاءِ " . رواه ابن ماجة وقال : جدب : يعني زَجَرَنَا عَنْهُ وَ نَهَانَا عَنْهُ ، ورجاله رجال الصحيح (النيل ۱:۳۱۲) .

٥٥٥— عن: عمر بن الخطاب ﷺ قال :" كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْمُرُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ فِي الْأَمْرِ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ وَأَنَا مَعَهُمَا " . رواه الترمذي (۱:۲٤) وحسنه .

باب عشاء کی نماز سے قبل سونا مکروہ ہے مگر اس شخص کیلیے سونا جائز ہے جسے جاگ جانے کا یقین ہو اور عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنا مکروہ ہے مگر کسی مصلحت میں جائز ہے

۵۵۳-حضرت ابو برزۃ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ عشاء کی نماز (جسے لوگ ''عتمہ'' کہتے ہیں) دیر سے پڑھنے کو مستحب جانتے تھے اور عشاء کی نماز سے قبل سونے کو اور عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔(بخاری باب ما یکرہ من النوم قبل العشاء و مسلم و ترمذی باب ما جاء فی کراہیۃ النوم قبل العشاء والسمر بعدھا و ابوداود و ابن ماجہ باب النہی عن النوم قبل صلوٰۃ العشاء و عن الحدیث بعدھا)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز سے قبل سونا اور عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنا مکروہ ہے۔

۵۵۴-حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے سے جھڑکا اور منع فرمایا۔(ابن ماجہ باب سابق) اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۵۵۵-حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ عشاء کی نماز کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ مسلمانوں کے امور کے متعلق باتیں کیا کرتے تھے اور میں بھی انکے ساتھ ہوتا تھا۔(ترمذی، باب ما جاء فی کراہیۃ النوم قبل العشاء والسمر بعدھا) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

۵۵٦— عن: ابن مسعود ﷺ مرفوعا: " لَا سَمَرَ اِلَّا لِمُصَلٍّ اَوْ مُسَافِرٍ " رواه الإمام أحمد فی مسنده بإسناد صحیح (العزیزی ۴۳۷:۳).

۵۵۷— عن: معمر عن أیوب عن نافع: " اَنَّ ابنَ عُمَرَ كَانَ رُبَّمَا رَقَدَ عَنِ الْعِشَاءِ الآخِرَةِ وَيَاْمُرُ اَنْ يُوْقِظُوْهُ ". رواه عبد الرزاق، كذا فی " فتح الباری "، قلت: رجاله رجال الجماعة.

باب حکم الکلام بعد رکعتی الفجر والاضطجاع بعد هما

۵۵۸— عن: عائشة رضی الله عنها: " اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ اِذَا صَلّٰی سُنَّةَ الْفَجْرِ فَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِیْ وَاِلَّا اضْطَجَعَ، حَتّٰی يُؤَذَّنَ بِالصَّلَاةِ " رواه " البخاری " — واللفظ له — ومسلم.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کے بعد دینی باتیں کرنا جائز ہے، نیز اس حدیث سے حضرت ابوبکر وعمرؓ کی منقبت بھی معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ ان سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔

۵۵٦- حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ باتیں کرنا صرف اس کیلئے جائز ہے جو نماز (تہجد یا صبح) کی انتظار میں ہو یا مسافر ہو۔ (مسند احمد) اسکی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص تہجد کی انتظار میں ہو یا مسافر ہو اس کیلئے باتیں کرنا جائز ہے۔

۵۵۷- حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بعض اوقات عشاء کی نماز سے پہلے سو جایا کرتے تھے اور لوگوں کو حکم دیتے کہ وہ انہیں جگا دیں۔ (مصنف عبدالرزاق) اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔

فائدہ: اصل میں عشاء کی نماز سے پہلے سونے میں کراہت اس وجہ سے ہے کہ ممکن ہے کہ نیند کی وجہ سے عشاء کی نماز کا وقت یا جماعت ضائع ہو جائے ہاں البتہ اگر جماعت کے وقت سے پہلے جاگنے کا یقین ہو تو پھر مکروہ نہیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے، اسی طرح عشاء کے بعد باتیں کرنے سے تہجد یا صبح کی نماز کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اسی لئے عشاء کے بعد باتیں کرنا مکروہ ہے البتہ دینی مصلحت یا کسی اور حاجت کی بنا پر جائز ہے۔

باب صبح کی دو سنتوں کے بعد باتیں کرنے اور سونے کا حکم

۵۵۸- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب فجر کی سنتیں پڑھ چکتے تو اگر میں جاگ رہی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ سو جاتے تھے، یہاں تک کہ مؤذن نماز کی اطلاع دینے آتا (تو آپ ﷺ مسجد تشریف لے جاتے)۔

۵۵۹— وعنها رضی الله عنها قالت : " كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى رَكْعَتِي الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ " . رواه البخاری (۱:۱۵۵) — واللفظ له — ومسلم .

۵۶۰— وعنها رضی الله عنها " أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ " . رواه البخاری (۱:۱۵۳) ومسلم واللفظ له .

۵۶۱— وعنها رضی الله عنها أنها كانت تقول : " إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَضْطَجِعْ لِسُنَّةٍ ، وَلٰكِنَّهُ كَانَ يَدْأَبُ لَيْلَتَهُ فَيَسْتَرِيْحُ " . رواه عبد الرزاق وفی إسناده راو لم یسم . كذا فی فتح الباری (۱:۳۶) .

(بخاری، باب من تحدث بعد الرکعتین ومسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی سنتوں کے بعد باتیں کرنا جائز ہے، لیکن یقیناً حضور ﷺ آخرت کی باتیں ہی فرماتے ہوں گے اس لئے فجر کی سنتوں کے بعد دنیاوی باتیں کرنا مکروہ اور خلاف اولیٰ ہے، جیسا کہ آگے آنے والی حدیث نمبر ۵۶۲ سے معلوم ہو رہا ہے۔

۵۵۹-حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ فجر کی سنتیں پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے تھے۔(بخاری، باب الضجعۃ علی الشق الایمن بعد رکعتی الفجر)۔

۵۶۰-حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ رات کو گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے پھر ان کو ایک رکعت کے ساتھ طاق بناتے ،پھر جب ان سے فارغ ہوتے تو اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے تھے، یہاں تک کہ مؤذن آپ ﷺ کو جگانے کیلئے آتا، پھر آپ ﷺ دو مختصر سی رکعتیں پڑھتے۔(بخاری ومسلم)۔

فائدہ: فجر کی دو سنتوں میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ فجر کی دو سنتیں گھر میں صبح صادق کے فوراً بعد مختصر سی قراءت کے ساتھ پڑھنی چاہئیں، پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ ''قل یاایھا الکافرون'' اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھی جائے۔ وتر کا مسئلہ آگے بیان ہوگا۔ انشاءاللہ۔

۵۶۱-حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ حضور ﷺ سنت کی حیثیت سے نہیں سوتے تھے، بلکہ آپ ﷺ رات بھر عبادت کی مشقت اٹھاتے اس لئے آپ ﷺ آرام کرتے۔(مصنف عبدالرزاق)۔اسکی سند میں ایک راوی ہیں جن کا نام بیان نہیں کیا گیا (لیکن یہ حدیث استشہاد کے طور پر ذکر کی گئی ہے، نیز ابن جریج نے اس مجہول شخص کی توثیق کی ہے لہٰذا یہ جہالت مضر نہیں)۔

٥٦٢— عن : إبراهيم قال : كَانُوا (أى الصحابة) يَكْرَهُوْنَ الْكَلَامَ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ " . رواه ابن أبى شيبة فى مصنفه (عمدة القارئ ٣:٦٤٥) وصححه الحافظ فى الفتح (٣:٣٧) .

٥٦٣— عن إبراهيم قال : قال عبد الله : مَا بَالُ الرَّجُلِ إِذَا صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ يَتَمَعَّكُ كَمَا يَتَمَعَّكُ الدَّابَّةُ وَ الْحِمَارُ ، إِذَا سَلَّمَ فَقَدْ فَصَلَ " . رواه ابن أبى شيبة فى مصنفه ، كذا فى " عمدة القارى " وذكره الحافظ أيضاً مختصراً فى الفتح (٣:٣٥) وسكت عنه فهو صحيح أو حسن على قاعدته ، ومراسيل إبراهيم صحيحة كما مر .

٥٦٤— عن : سعيد بن المسيب قال : " رَأَى ابنُ عمرَ رَجُلاً يَضْطَجِعُ بَيْنَ الرَّكْعَتَيْنِ فَقَالَ : اِحْصِبُوْهُ " رواه ابن أبى شيبة كذا فى عمدة القارى وقال الحافظ

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا فجر کی سنتوں کے بعد سونا سنتِ عبادت نہیں تھا، بلکہ سنتِ عادت تھا۔سنت عبادت آپ ﷺ کی وہ سنت ہے جس کا ثواب ونفع آخرت میں ملے گا،اور سنتِ عادت آپ ﷺ کی وہ سنت ہے جس کا نفع دنیا ہی میں مل جاتا ہے مثلاً آپ ﷺ کا خچر کی سواری کرنا۔لہٰذا فجر کی سنتوں کے بعد سونا سنتِ عادت اور مباح ہے اور گھر میں ہی سونا چاہئے کہ حضور ﷺ گھر میں ہی آرام کرتے تھے۔اس لئے فجر کی سنتوں کے بعد مسجد میں سونا اس کو واجب وسنتِ عبادت سمجھ کر کرنا بدعت ہے جیسا کہ اگلی احادیث سے معلوم ہوگا۔

٥٦٢-حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ فجر کی دو رکعتوں کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ)،حافظ ابن حجرؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ:یعنی دنیاوی باتیں کرنا مکروہ اور خلاف اولیٰ ہے البتہ دینی باتیں کرنا درست ہے جیسا کہ حدیث نمبر: ٥٥٨ سے معلوم ہوا۔

٥٦٣-حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ آدمی کو کیا ہوگیا ہے کہ جب فجر کی سنتیں پڑھ لیتا ہے تو ایسے زمین پر لوٹ پوٹ ہوتا ہے جیسے کوئی جانور بلکہ گدھا لوٹ پوٹ ہوتا ہے۔(یعنی فجر کی سنتوں کے بعد نہیں سونا چاہئے اور سنتوں اور فرضوں میں امتیاز پیدا کرنے کیلئے یہی کافی نہیں کہ) جب اس نے سلام پھیرا تو اس نے (سنتوں اور فرضوں کے درمیان) امتیاز پیدا کردیا(مصنف ابن ابی شیبہ) حافظ ابن حجرنے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔

٥٦٤-سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے ایک شخص کو فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا

فی الفتح (٣:٣٦) : وصح عن ابن عمر أَنَّهُ كَانَ يَحْصِبُ مَنْ يَفْعَلُهُ فِي الْمَسْجِدِ . اخرجه ابن أبی شیبة اھ .

٥٦٥– أخبرنا : مالك أخبرنا نافع عن عبد الله بن عمر ﷺ : " أَنَّهُ رَأَى رَجُلاً رَكَعَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : مَا شَأْنُهُ ؟ فَقَالَ نَافِعٌ : فَقُلْتُ يَفْصِلُ بَيْنَ صَلَاتِهِ ، قال ابنُ عُمَرَ : وَأَيُّ فَصْلٍ أَفْضَلُ مِنَ السَّلَامِ " . قال محمد : وبقول ابن عمر نأخذ وهو قول أبی حنیفة . رواه محمد فی الموطأ (ص–١٤٢) وإسناده صحیح .

باب كيفية الأذان والإقامة وسننهما و التثويب فى الفجر

٥٦٦– عن : عبد الله بن زيد ﷺ قال : " كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَدْ هَمَّ بِالْبُوقِ وَأَمَرَ بِالنَّاقُوسِ فَنُحِتَ ، فَأُرِيَ عبدُ الله بنُ زيدٍ فِي الْمَنَامِ قَالَ : رَأَيتُ رجلاً عليه ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ يَحْمِلُ نَاقُوساً فَقُلْتُ لَهُ : يَا عبدَ اللهِ تَبِيعُ النَّاقُوسَ ؟ قال : وَمَا تَصْنَعُ بِهِ ؟ قلتُ : أُنَادِي بِهِ إِلَى الصَّلَاةِ ، قال : أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلَى خَيْرٍ مِنْ ذٰلِكَ ؟ قلتُ : وَمَا هُوَ ؟ قال : تَقُولُ : اللهُ أَكْبَرُ

کہ اسے کنکریاں مارو! (مصنف ابن ابی شیبہ) اور حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ یہ بات درست ہے کہ حضرت ابن عمرؓ (فجر کی سنتوں کے بعد) مسجد میں سونے والے کو کنکریاں مارا کرتے تھے، (مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق)۔

٥٦٥- حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ فجر کی دو سنتیں پڑھ کر لیٹ گیا تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اسے کیا ہے؟ نافعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا (حضرت!) "یہ فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان امتیاز پیدا کر رہا ہے"، تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ سلام سے بہتر امتیاز پیدا کرنے والی چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟، امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عمرؓ کے قول کو لیتے ہیں اور یہی امام اعظم ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ (مؤطا امام محمد، باب فضل صلوٰۃ الفجر ورکعتی الفجر) اسکی سند صحیح ہے۔

باب اذان اور اقامت کی کیفیت، ان کی سنتوں اور فجر میں تثویب کا بیان

<u>فائدہ</u>: تثویب سے مراد فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا ہے

٥٦٦- حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نرسنگہ بجوانے کا ارادہ کیا (نرسنگہ یہود نماز کیلئے جمع ہونے کیلئے بجاتے ہیں) اور ناقوس بجانے کا حکم دیا (جسے نصاریٰ بجاتے ہیں) پس اسے تراشا گیا، پھر عبداللہ بن زیدؓ نے خواب دیکھا وہ فرمانے لگے کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا ہے جس نے دو سبز کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور ناقوس اٹھایا ہوا ہے، میں نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے!

اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ ، أَشْهَدُ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ، أَشْهَدُ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ ، حَيَّ عَلَى الصَّلاةِ ، حَيَّ عَلَى الصَّلاةِ ، حَيَّ عَلَى الْفَلاحِ ، حَيَّ عَلَى الْفَلاحِ ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ لا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ .قال : فَخَرَجَ عبدُ الله ابنُ زيدٍ حَتّٰى أَتٰى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِمَا رَاٰى ، قال : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! رَأَيْتُ رَجُلاً عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ يَحْمِلُ نَاقُوْساً ، فَقَصَّ عَلَيْهِ الْخَبَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : إِنَّ صَاحِبَكُمْ قَدْ رَاٰى رُؤْيَاً فَاخْرُجْ مَعَ بِلَالٍ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأَلْقِهَا عَلَيْهِ وَلْيُنَادِ بِلَالٌ فَإِنَّهُ أَنْدٰى صَوْتاً مِنْكَ . قال : فَخَرَجْتُ مَعَ بِلَالٍ إِلَى الْمَسْجِدِ فَجَعَلْتُ أُلْقِيْهَا عَلَيْهِ وَهُوَ يُنَادِيْ بِهَا . قال : فَسَمِعَ عمرُ بنُ الخطابِ بِالصَّوْتِ فَخَرَجَ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! واللهِ لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِيْ رَاٰى " .

رواه ابن ماجة وأبو داود وأحمد وصححه الترمذی وابن خزيمة والبخاری فيما حكاه عنه الترمذی فی العلل (آثار السنن ۱:۵۱) .

کیا تو ناقوس بیچتا ہے؟اس نے کہا "تم اس کا کیا کروگے؟"، میں نے کہا میں اس کے ذریعے نماز کی طرف بلاؤنگا،اس نے کہا "میں تجھے اس سے بہتر بات نہ بتاؤں؟" میں کہا وہ کیا ہے؟اس نے کہا تو یوں کہہ!:الله أكبر الله أكبر الله أكبر الله أكبر ، أشهد أن لآ إله إلا الله ، أشهد أن لآ إله إلا الله ، أشهد أن محمداً رسول الله ، أشهد أن محمداً رسول الله ، حی على الصلاة ، حی على الصلاة ، حی على الفلاح ، حی على الفلاح ، الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله .

راوی فرماتے ہیں کہ پھر عبداللہ بن زید حضور ﷺ کے پاس آئے اور جو کچھ خواب میں دیکھا اسکی آپ کو اطلاع کی اور کہا اے اللہ کے رسول! میں نے ایک آدمی کو دیکھا ہے جس نے دو سبز کپڑے پہنے ہوئے اور ناقوس اٹھائے ہوئے تھا پھر تمام قصہ بیان کر دیا حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے ایک ساتھی نے بھی خواب دیکھا ہے (یعنی حضرت عمرؓ نے خواب دیکھا) پس تو بلال کے ساتھ مسجد کی طرف جا اور اسے یہ الفاظ سنادے تاکہ بلال اذان دے، کیونکہ اس کی آواز تجھ سے بلند ہے، پھر عبداللہ فرماتے ہیں "میں بلالؓ کے ساتھ مسجد کی طرف گیا، میں انہیں یہ الفاظ سناتا جاتا تھا اور وہ بلند آواز سے پکارتے جاتے تھے" عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے یہ آواز سنی تو وہ بھی نکلے اور کہا "یارسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم میں نے عبداللہ کی طرح ایک خواب دیکھا ہے"۔(ابن ماجہ باب بدا الاذان وابوداود باب کیف الاذان واحمد، ترمذی، ابن خزیمہ) اور کتاب العلل للترمذی میں بخاری نے اسے صحیح کہا ہے (آثار السنن)۔

٥٦٧— عن : عبد الرحمن بن أبی لیلی قال : حدثنا أصحاب محمد ﷺ : " أَنَّ عبدَ اللهِ بنَ زیدِ الاَنْصَارِیَّ جاءَ اِلَی النَّبیِّ ﷺ فقال : یَا رَسُوْلَ الله ! رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ کَاَنَّ رَجُلاً قَامَ وَعَلَیْهِ بُرْدَانِ اَخْضَرَانِ ، فَقَامَ عَلٰی حَائِطٍ فَاَذَّنَ مَثْنٰی مَثْنٰی وَاَقَامَ مَثْنٰی مَثْنٰی " انتهی . رواه ابن أبی شیبة فی المصنف ، وأخرجه البیهقی فی سننه ، عن وکیع به . قال فی الإمام : وهذا رجاله رجال الصحیح ، وهو متصل علی مذهب الجماعة فی عدالة الصحابة ، وأن جهالة أسماء هم لا تضر (زیلعی ١:١٤٠) .

٥٦٨— عن عبد الرحمن بن أبی لیلی قال : أخبرنی أصحاب محمد ﷺ : " أَنَّ عبدَ اللهِ بنَ زیدِ الاَنْصَارِیَّ رَاٰیَ فِی الْمَنَامِ الاَذَانَ فَاَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ : عَلِّمْهُ بِلاَلاً ، فَاَذَّنَ مَثْنٰی مَثْنٰی وَاَقَامَ مَثْنٰی مَثْنٰی وَقَعَدَ قَعْدَةً " . رواه الطحاوی وإسناده صحیح (آثارالسنن ١:٥٢) .

٥٦٩— عن : أبی العمیس قال : سمعت عبد الله بن محمد بن عبد الله بن زید الانصاری یحدث عن ابیه عن جده " اَنَّهٗ اُرِیَ الاَذَانَ مَثْنٰی مَثْنٰی وَ الاِقَامَةَ مَثْنٰی مَثْنٰی قال : فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ : عَلِّمْهُنَّ بِلاَلاً ، قال : فَتَقَدَّمْتُ فَاَمَرَنِی

٥٦٧-حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ہم سے صحابہ کرامؓ نے یہ حدیث بیان کی کہ عبداللہ بن زید انصاریؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے خواب میں ایک آدمی کو کھڑے ہوئے دیکھا ہے جس نے دو سبز چادریں پہنی ہوئی ہیں اور وہ دیوار پر کھڑے ہوکر دو دو مرتبہ اذان کے کلمات کہہ رہا ہے اور دو دو مرتبہ اقامت کے کلمات کہہ رہا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، سنن بیہقی)۔ بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں اور صحابیؓ کے نام کا معلوم نہ ہونا مضر نہیں۔

٥٦٨-حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے صحابہ کرامؓ نے یہ خبر دی کہ عبداللہ بن زید انصاریؓ نے خواب میں اذان سنی پھر حضور ﷺ کے پاس آکر آپ ﷺ کو اطلاع دی تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ اذان بلال کو سکھا دو، پس بلالؓ نے دو دو دفعہ اذان کہی اور دو دو دفعہ اقامت (یعنی اذان اور اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہے) اور اذان اور اقامت کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھے۔ (طحاوی، باب الاذان کیف ہو) اسکی سند صحیح ہے۔

٥٦٩-حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اذان کے کلمات دو دو مرتبہ اور اقامت کے کلمات بھی دو دو مرتبہ سنے، حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور آپکو اسکی اطلاع دی، آپ ﷺ نے فرمایا یہ کلمات

اَنْ اُقِيمَ "رواه البيهقى فى الخلافيات . وقال الحافظ فى الدراية : إسناده صحيح (آثار السنن ١:٥٢) .

٥٧٠– عن الشعبى عن عبد الله بن زيد الأنصارى قال : سَمِعْتُ اَذَانَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَكَانَ اَذَانُهُ وَاِقَامَتُهُ مَثْنٰى مَثْنٰى " رواه أبو عوانة فى صحيحه وهو مرسل قوى ، (آثار السنن ١:٥٢) .

بلال کو سکھادے عبداللہؓ فرماتے ہیں "پس میں آگے بڑھا پھر آپ ﷺ نے مجھے اقامت کہنے کا حکم فرمایا۔ (بیہقی فی الخلافیات)۔ حافظ نے درایہ میں لکھا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے۔

٥٧٠- حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی اذان سنی تو آپکی اذان اور اقامت جفت جفت تھی۔ (صحیح ابوعوانہ)۔ یہ مرسل قوی ہے (اور خیر القرون میں ارسال ہمارے نزدیک مضر نہیں)۔

فائدہ: (١) ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ اذان میں ترجیع نہیں حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث اذان میں اصل اور بنیاد ہے اس میں بھی ترجیع نہیں لہٰذا اذان میں ترجیع مسنون نہیں، اسی طرح حضرت بلالؓ جو رئیس المؤذنین تھے اور حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ یہ دونوں مسجد نبوی کے مؤذن تھے اور انہوں نے آپ ﷺ کی وفات تک آپ ﷺ کے سامنے اذان دی، ان سے بھی ترجیع منقول نہیں، اگر ترجیع مسنون ہوتی تو حضور ﷺ انہیں ضرور حکم فرماتے اسی طرح مسجد قبا کے مؤذن سعد قرظ کی اذان بھی ترجیع سے خالی ہے۔ باقی حضرت ابومحذورہؓ کی حدیث جس میں ترجیع کا ذکر ہے تو اسکے مختلف جوابات دئے گئے ہیں:

پہلا جواب تو یہ ہے کہ ابومحذورہؓ سے روایات مختلف ہیں، طحاوی میں عبدالعزیز بن رفیع سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابومحذورہؓ کو اذان کے کلمات دو دو مرتبہ اور اقامت کے کلمات بھی دو دو مرتبہ کہتے ہوئے سنا، لہٰذا ابومحذورہؓ کی روایات میں تعارض ہے، یہ دونوں روایات قابل احتجاج نہ رہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ٨ ہجری میں غزوہ حنین سے مکہ مکرمہ واپسی پر آنحضرت ﷺ نے حضرت ابومحذورہؓ کو ترجیع کے ساتھ اذان کی تعلیم دی اور ان کو مکہ مکرمہ کا مؤذن مقرر فرمایا، یہ حدیث بخاری کے سوا باقی تمام صحاح خمسہ میں مروی ہے محققین علماء مذکورہ بالا صحیح احادیث کی روشنی میں اسکی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ حضرت ابومحذورہؓ نومسلم تھے ان کو مکہ مکرمہ کا مؤذن مقرر کیا گیا تھا، موصوف کے دل میں اور اہل مکہ کے دلوں میں توحید و رسالت کا عقیدہ راسخ کرنے کیلئے ان کو ترجیع کا حکم دیا گیا، لہٰذا یہ ان کی خصوصیت تھی، حضرت ابو محذورہؓ نے توحید و رسالت کا عقیدہ راسخ ہونے کے بعد بھی بطور تبرک ترجیع کے عمل کو جاری رکھا، اگر ترجیع کا مسئلہ عام شرعی حکم ہوتا تو حضرت بلالؓ اور مدینہ منورہ کے دیگر مؤذن صحابہ کرامؓ کو بھی ضرور اس کا امر کیا جاتا اور وہ حضرات اس پر عمل پیرا ہوتے

۵۷۱– عن : أنس ﷺ قال : " مِنَ السُّنَّةِ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ، قَالَ : اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ " . رواه ابن خزيمة في صحيحه والدارقطني ثم البيهقي في سننيهما ، وقال البيهقي : إسناده صحيح .(الزيلعي ١: ١٣٨) .

۵۷۲– عن : ابن عمر ﷺ : " كَانَ الْأَذَانُ بَعْدَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ : اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ " . رواه الطبراني والبيهقي بإسناد حسن وقال اليعمري : هذا إسناد صحيح (نيل ۱: ۳۳۸) .

۵۷۳– عن : عائشة رضي الله عنها قالت : " جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُؤْذِنُهُ

لیکن واقعہ اس کے خلاف ہے۔(فتح الملہم -۲: ۵،شرح صحیح مسلم، معارف السنن-۲: ۱۸۲شرح ترمذی)۔

فائدہ:(۲) اذان میں ترجیع کا مطلب یہ ہے کہ شہادت کے کلمات پہلے دودومرتبہ درمیانہ جہر سے کہے جائیں پھر انکو زیادہ بلند آواز سے دودومرتبہ کہا جائے۔

فائدہ:(۳) مذکورہ بالا احادیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت کے کلمات بھی دودومرتبہ کہے جائیں، نیز حضرت ابومحذورہؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں اقامت کے سترہ (۱۷) کلمات کی تعلیم دی۔(ترمذی -۱: ۲۷، باب ما جاء فی الترجیع فی الاذان)۔ نیز حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی وہ بنیادی حدیث جس میں آپ نے فرشتے کو اذان اور اقامت کہتے ہوئے سنا، اس میں بھی یہی ہے کہ اقامت کے کلمات دودومرتبہ کہے اور حضور ﷺ نے اس کی تصویب اور تائید فرمائی اور رئیس المؤذنین حضرت بلالؓ کی اقامت میں بھی دودوکلمات کا ذکر ہے، البتہ بعض صحیح احادیث میں افرادِ اقامت کا امر اور ذکر ہے یعنی اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ کہے جائیں۔(صحاح ستہ)۔

بعض محقق علماء نے مذکورہ بالا تثنیۂ اقامت والی متواتر حدیث سے یہ توجیہ کی ہے کہ اقامت کا افراد بیان جواز پر محمول ہے اور تثنیۂ اقامت والی احادیث افضلیت واولویت پر محمول ہیں خاص طور پر مسجد نبوی کے رئیس المؤذنین حضرت بلالؓ کا تاحیات تثنیۂ اقامت پر عمل کرنا اس کی افضلیت کی واضح دلیل ہے۔(فتح الملہم -۲: ۴شرح مسلم)۔

۵۷۱-حضرت انسؓ فرماتے ہیں "یہ بات سنت ہے کہ مؤذن صبح کی اذان میں "حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح" کہے تو اسکے بعد "الصلوٰۃ خیر من النوم" کہے۔(صحیح ابن خزیمہ، دار قطنی -۱: ۲۴۳ وبیہقی)۔امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اسکی سند صحیح ہے۔

۵۷۲-حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ صبح کی اذان میں "حی علی الفلاح" کے بعد "الصلوٰۃ خیر من النوم" دومرتبہ ہوتا تھا۔(طبرانی، بیہقی نے سند حسن کے اسے روایت کیا ہے)۔

بِصَلَاةِ الصُّبحِ فَوَجَدَهُ نَائِماً ، فَقَالَ : " الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ " فَأُقِرَّتْ فِي أَذَانِ الصُّبْحِ " . رواه الطبراني في الأوسط ، (مجمع الزوائد ١ :١٤) .

٥٧٤ – عن: أبي الزبير – مؤذن بيت المقدس – قال : جاء نا عمر بن الخطاب فقال : " إِذَا أَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ وَإِذَا أَقَمْتَ فَاجْذِمْ " . رواه الدارقطني ، وفي التلخيص الحبير (١ :٧٤) : وليس في إسناده إلا أبو الزبير مؤذن بيت المقدس وهو تابعي قديم مشهور اهـ . يعني إن سنده محتج به .

٥٧٥ – عن : ابن أبي ليلى عن معاذ بن جبل – في حديث طويل – فَجَاءَ عَبْدُ اللهِ ابنُ زيدٍ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ وقال فيه : " فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قال : اَللّٰهُ أَكْبَرُ " الحديث . رواه أبوداود وسكت عنه .

۵۷۳- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت بلالؓ حضورﷺ کو صبح کی نماز کی اطلاع دینے کیلئے آتے اور آپﷺ کو سویا ہوا پاتے تو کہتے "الصلوٰۃ خیر من النوم"، پھر ان الفاظ کو صبح کی اذان میں رکھ دیا گیا۔ (طبرانی فی الاوسط)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ صبح کی اذان میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کا اضافہ اور تھویب درست ہے۔

باقی یہ کہنا کہ مؤطا امام مالکؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کی اذان میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کا اضافہ حضرت عمرؓ نے کیا تو یہ بات وہم اور غلط فہمی پر مبنی ہے بلکہ مؤطا امام مالکؒ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اذان کے کلمات یعنی الصلوٰۃ خیر من النوم کو غیر اذان میں استعمال کرتے تھے، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان کلمات کو اذان تک ہی محدود رکھو۔

۵۷۴- بیت المقدس کے مؤذن حضرت ابو الزبیر فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا جب تو اذان کہے تو ٹھہر ٹھہر کر کہہ اور اقامت جلدی جلدی کہہ۔ (دار قطنی، باب ذکر الاقامۃ)۔ اور تلخیص حبیر میں ہے کہ ابو الزبیر کی سند اس قابل ہے کہ اس سے حجت پکڑی جائے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کر کہنا اور ہر جملہ دوسرے جملے سے جدا کر کے کہنا اور اقامت جلدی جلدی کہنا اور دو دو جملے ملا کر کہنا مسنون ہے۔

۵۷۵- حضرت معاذ بن جبلؓ سے طویل حدیث میں مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری تشریف لائے اور قبلہ رخ ہو کر اللہ اکبر فرمایا۔ (ابوداود، باب کیف الاذان)۔ ابوداود نے اس پر سکوت فرمایا ہے (لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان میں قبلہ کی طرف منہ کرنا بھی مسنون ہے۔

٥٧٦– عن : عون بن أبی جحيفة عن أبيه قال : " اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِمَكَّةَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ اَدَمٍ ، فَخَرَجَ بِلاَلٌ فَاَذَّنَ فَكُنْتُ اَتَتَبَّعُ فَمَهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا ، قال : ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ بُرُوْدٌ يَمَانِيَّةٌ قِطْرِيٌّ ، وقال موسى : قال : رَاَيْتُ بِلاَلاً خَرَجَ اِلَى الاَبْطَحِ فَاَذَّنَ ، فَلَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ ، حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ ، لَوٰى عُنُقَهٗ يَمِيْناً وَشِمَالاً وَلَمْ يَسْتَدِرْ ثُمَّ دَخَلَ فَاَخْرَجَ الْعَنَزَةَ " . وساق حديثه رواه أبو داود وسكت عنه .

٥٧٧– عن أبی جحيفة قال : " رَاَيْتُ بِلاَلاً يُؤَذِّنُ وَيَدُوْرُ وَيُتْبِعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَاِصْبَعَاهُ فِي اُذُنَيْهِ " . رواه الترمذی وأحمد وأبو عوانة وقال الترمذی : حديث حسن صحيح (آثار السنن ١ : ٥٤) .

٥٧٨– عن : عبد الله بن عمار بن سعد القرظ حدثنی أبی عن جدی : " اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَمَرَ بِلاَلاً يَضَعُ اِصْبَعَيْهِ فِي اُذُنَيْهِ وَقَالَ : اِنَّهٗ اَرْفَعُ لِصَوْتِكَ " . مختصر . رواه

۵۷۶–حضرت ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس مکہ میں آیا جب کہ آپ ﷺ چمڑے کے بنے ہوئے ایک سرخ خیمے میں تشریف فرما تھے، پھر حضرت بلالؓ نکلے اور اذان دی، وہ اپنا منہ دائیں بائیں کر رہے تھے اور میں انکو ایسا کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا، اسکے بعد حضور ﷺ باہر تشریف لائے، اس وقت آپ ﷺ سرخ دھاریوں والا لباس پہنے ہوئے تھے جو ملک یمن کے علاقہ قطر کا بنا ہوا تھا اور موسیٰ بن اسماعیل اپنی روایت میں فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بلال ابطح کی طرف گئے اور اذان دی، پھر جب " حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح " پر پہنچے تو انہوں نے اپنی گردن دائیں بائیں گھمائی لیکن پورے نہیں گھومے، پھر بلال خیمہ میں گئے اور (سُترہ کیلئے) ایک نیزہ لے کر آئے اس کے بعد راوی نے آخر حدیث تک بیان کیا۔ (ابوداود، باب فی المؤذن یستدیر فی اذانہ)۔ ابو داود نے اس پر سکوت فرمایا ہے (لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان میں " حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح " کہتے وقت دونوں قدم اور سینے کو اپنے مقام پر سیدھا رکھتے ہوئے سر کو دائیں بائیں گھمانا مسنون ہے، اور اس کا مقصود اعلام ہے اور اگر صرف سر گھمانے سے اعلام کا مقصد حاصل نہ ہوتا ہو تو پھر پوری طرح گھوم کر روشندان سے سر نکال کر " حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح " کہنا بھی جائز ہے۔

۵۷۷–حضرت ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بلال کو اذان دیتے ہوئے دیکھا کہ وہ اپنے منہ کو ادھر ادھر پھیرتے اور انکی دونوں انگلیاں انکے دونوں کانوں میں تھیں۔ (ترمذی، باب ما جاء فی ادخال الاصبع فی الاذن عند الاذان واحمد وابوعوانہ)۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

الحاكم وسكت عنه (زيلعی١٤٥:١) وفی فتح الباری : فی سنده ضعف وقد نقل اعتضاداً لما قبله .

٥٧٩– عن : مجاهد قال : " كُنْتُ مَعَ عبدِ اللهِ بنِ عمرَ فَثَوَّبَ رَجُلٌ فِي الظُّهرِ أوِ الْعَصْرِ قال : أُخْرُجْ بِنَا فَإِنَّ هذِهِ بِدْعَةٌ " رواه أبو داود (٢١١:١) وسكت عنه وعزاه فی كنز العمال (٢٧٠:١) إلى عبد الرزاق ، والضياء المقدسی فی المختارة بنحوه . وسند الأخير صحيح على قاعدة كنز العمال المذكورة فی خطبته .

باب إجابة الأذان والإقامة

٥٨٠– عن : أبی سعيد الخدریؓ أن رسول الله ﷺ قال : " إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ " . رواه البخاری (٨٦:١) .

٥٧٨–حضرت سعد قرظؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ (اذان میں) انگلیوں کو اپنے کانوں میں ڈالیں اور آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ اس سے تیری آواز زیادہ بلند ہوگی۔(متدرک حاکم، کتاب معرفت الصحابہ)۔امام حاکمؒ نے اس کی سند پر سکوت فرمایا ہے، اور حافظؒ کے نزدیک اس میں ضعف ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ دوسری صحیح احادیث کی بنا پر یہ حسن کے درجے میں ہوگئی ہے۔

فائدہ:ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اذان دیتے ہوئے کانوں میں انگلیاں ڈالنا بھی مستحب ہے، اقامت کہتے ہوئے کان میں انگلی ڈالنا درست نہیں کیونکہ انگلی کان میں ڈالنے کا مقصد آواز کو بلند کرنا ہے، آواز کی بلندی اذان میں تو مقصود ہے اقامت میں نہیں کیونکہ اذان میں غائبین کو دعوت دی جاتی ہے اور اقامت میں حاضرین کو اطلاع دی جاتی ہے۔

٥٧٩–حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ تھا تو مؤذن نے ظہر یا عصر کی نماز میں تھویب کی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا" یہاں سے چل نکلو! اسلئے کہ یہ بدعت ہے"۔(ابوداود، باب فی التثویب)۔امام ابوداودؒ نے اس پر سکوت فرمایا ہے اور کنز العمال میں اس حدیث کو عبدالرزاق اور ضیاء مقدسی کی طرف منسوب کیا ہے اور کنز العمال کے خطبے میں مذکور قاعدے کی بنا پر یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ:تھویب کا اطلاق فجر کی اذان میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" پر بھی ہوتا ہے اور اذان کے بعد نماز کیلئے تکبیر پر بھی، مگر یہ زمانہ رسول ﷺ سے جاری ہے اور سنت ہے، یہاں تھویب سے مراد تیسری تھویب ہے جس کو بعد کے لوگوں نے اختیار کرلیا تھا یعنی عین نماز کے وقت لوگوں کو نماز کیلئے مطلع کرنا، حضرت ابن عمرؓ نے اسکو بدعت فرمایا ہے۔

٥٨١– عن : عمر بن الخطاب ﷺ قال :قال رسول الله ﷺ: اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ : أَللّٰهُ أَكْبَرُ أَللّٰهُ أَكْبَرُ فَقَالَ : اَحَدُكُمْ : أَللّٰهُ أَكْبَرُ أَللّٰهُ أَكْبَرُ ، ثُمَّ قَالَ : أَشْهَدُ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ : أَشْهَدُ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ : أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ : أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ، ثُمَّ قَالَ : حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ : لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ، ثُمَّ قَالَ : حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ : لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ، ثُمَّ قَالَ : أَللّٰهُ أَكْبَرُ أَللّٰهُ أَكْبَرُ قَالَ : أَللّٰهُ أَكْبَرُ أَللّٰهُ أَكْبَرُ ، ثُمَّ قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ " . رواه مسلم (١٦٧:١) .

باب اذان اور اقامت کا جواب دینا

٥٨٠–حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اذان سنو تو جس طرح مؤذن کہتا ہے اسی طرح تم بھی کہو۔(بخاری، باب مایقول اذا سمع المنادی)۔

فائدہ:اذان کا زبان سے جواب دینا جمہور کے نزدیک مستحب ہے اور جس روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جس نے اذان کا جواب نہ دیا اسکی نماز نہیں اس کا معنی یہ ہے کہ اذان سننے کے بعد مسجد کی طرف جانا ضروری ہے، یعنی اس سے مراد اجابت قدمی ہے، اجابت لسانی نہیں۔

٥٨١–حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو سننے والا بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کے الفاظ کہے،اور جب مؤذن اشہدان لا الٰہ الا اللہ کہے تو سننے والا بھی اشہدان لا الٰہ الا اللہ کہے، پھر مؤذن اشہدان محمدا رسول اللہ کہے تو سننے والا بھی اشہدان محمدا رسول اللہ کہے، پھر مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے تو سننے والا لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے، پھر مؤذن حی علی الفلاح کہے تو سننے والا لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے، پھر مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو سننے والا بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کہے، پھر مؤذن لا الٰہ الا اللہ کہے تو سننے والا بھی لا الٰہ الا اللہ کہے اور جب سننے والے نے خلوص اور دل کے یقین کے ساتھ یہ الفاظ کہے تو جنت میں داخل ہوگا۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور بہت بڑی فضیلت ہے،اصل میں اذان کی دو حیثیتیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ نماز با جماعت کا اعلان اور بلاوا ہے دوسرے یہ کہ وہ ایمان کی دعوت اور دین حق کا منشور ہے، پہلی حیثیت سے اذان سننے والے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ نماز کی تیاری کرے اور نماز باجماعت میں شریک ہو، دوسری حیثیت سے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اذان سنتے وقت اس ایمانی دعوت کے ہر جزو کی اور اس آسمانی منشور کی ہر دفعہ کی اپنے دل اور اپنی زبان سے تصدیق کرے اس طرح پوری اسلامی آبادی ہر اذان کے وقت اپنے عہد و میثاق کی تجدید کیا کرے، اس لئے اس جواب پر جنت کی بشارت دی گئی ہے۔(معارف الحدیث–٣:١٦١٥مختصرا)۔

۵۸۲– عن : میمونة رضی الله عنها : أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَامَ بَيْنَ صَفِّ الرِّجَالِ والنِّسَاءِ فَقَالَ : يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ إِذَا سَمِعْتُنَّ اَذَانَ هٰذَا الْحَبْشِيِّ وَ اِقَامَتَهٗ فَقُلْنَ كَمَا يَقُوْلُ ، فَاِنَّ لَكُنَّ بِكُلِّ حَرْفٍ اَلْفَ اَلْف دَرَجَةٍ . قال عمرُ : هٰذَا لِلنِّسَاءِ فَمَاذَا لِلرِّجَالِ ؟ قال : ضِعْفَانِ يَا عُمَرُ ! " . رواه الطبرانی فی الکبیر بإسنادین ، فی أحدهما عبد الله الجزری عن میمونة ولم أعرفه ، وعباد بن کثیر وفیه ضعف ، وقد وثقه جماعة وبقیة رجاله ثقات . والإسناد الآخر فیه جماعة لم أعرفهم مجمع الزوائد وفی الترغیب (۴۷:۱) : " وفیه نكارة " .

۵۸۳– عن : ابن عباس ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ: مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِیَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ عَنْ اِتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ – قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ ؟ قال : خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ – لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلَاةُ الَّتِیْ صَلّٰی " . رواه أبو داود (۸۸:۱) بإسناد صالح (بدلیل سکوته) ورواه الحاکم فی المستدرک بسند صحیح إلا لفظ " قالوا " إلی " قال " کما فی کنز العمال (۱۴۹:۴) .

دوسری یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ''حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح'' کے جواب میں ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کہنا چاہئے اور یہ حدیث پہلی حدیث کیلئے مفسر ہے۔

۵۸۲-حضرت ام المؤمنین حضرت میمونہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ مردوں اور عورتوں کی صفوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا ''اے عورتوں کی جماعت جب تم اس حبشی کی اذان اور اقامت سنو تو اسی طرح کہو جیسے یہ کہتا ہے، اسلئے کہ تمہارے لئے ہر ہر حرف کے بدلے ہزار ہزار درجہ ہوگا'' اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ ثواب تو عورتوں کیلئے ہے، مردوں کیلئے کیا ہوگا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا ''اے عمر! دوگنا۔ (طبرانی فی الکبیر)۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی اذان واقامت کے جواب دینے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

۵۸۳-حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اذان کی آواز سنے اور نماز کیلئے نہ جائے حالانکہ اسکو کوئی عذر بھی نہ ہو تو اسکی تنہا پڑھی ہوئی نماز قبول نہ ہوگی، لوگوں نے پوچھا عذر سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''خوف یا بیماری''۔ (ابوداود، باب التشدید فی ترک الجماعۃ)۔ ابوداود کے سکوت کی بنا پر یہ حدیث صالح للاحتجاج ہے اور حاکم میں بھی یہ حدیث مختصر أسندِ صحیح کے ساتھ مذکور ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اذان سننے کے بعد اجابت قدمی واجب ہے۔

۵۸۴ـ حدثنا سليمان بن داود العتكى ثنا محمد بن ثابت حدثنى رجل من أهل الشام عن شهر بن حوشب عن أبى أمامة ﷺ أو عن بعض أصحاب النبى ﷺ: " أَنَّ بِلاَلاً أَخَذَ فِى الإِقَامَةِ فَلَمَّا أَنْ قَالَ : قَدْ قَامَتِ الصَّلاَةُ قَالَ النَّبِىُّ ﷺ: أَقَامَهَا اللهُ وَأَدَامَهَا وَقَالَ فِىْ سَائِرِ الإِقَامَةِ كَنَحْوِ حَدِيْثِ عُمَرَ فِىْ الأَذَانِ ". رواه أبو داود (۸۵:۱) بإسناد منقطع كما ترى.

۵۸۵ـ عن : معاذ بن أنس ﷺ : " حَسْبُ الْمُؤْمِنِ مِنَ الشِّقَاقِ وَالْخَيْبَةِ أَنْ يَسْمَعَ الْمُؤَذِّنَ يُثَوِّبُ بِالصَّلاَةِ فَلاَ يُجِيْبُهُ ". رواه الطبرانى بسند حسن (الجامع الصغير ۱۲۷:۱) وأقره عليه العزيزى (۲۰۶:۲).

باب الدعاء للنبى ﷺ بعد الأذان والصلاة عليه

۵۸۶ـ عن : عبد الله بن عمرو بن العاص ﷺ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِىَّ ﷺ يَقُوْلُ : " إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَىَّ ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَىَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْراً ثُمَّ سَلُوْا اللهَ لِىَ الْوَسِيْلَةَ ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِى الْجَنَّةِ لاَ تَنْبَغِىْ إِلاَّ لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللهِ

۵۸۴ـ حضرت ابوامامہؓ یا کوئی اور صحابیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نے تکبیر کہنی شروع کی جب انہوں نے "قد قامت الصلوۃ" کہا تو حضور ﷺ نے "اقامہا اللہ وادامہا" فرمایا، (یعنی اللہ نماز کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے) اور تکبیر کے باقی کلمات میں اسی طرح جواب دیا جیسا کہ ابھی حضرت عمرؓ کی حدیث میں اذان کے بارے میں گزرا، (حضرت عمرؓ کی یہ حدیث پانچ سو اکیاسی نمبر پر موجود ہے)۔ (ابوداود، باب مایقول اذا سمع الاقامۃ)۔ اسے ابوداود نے سند منقطع کے ساتھ روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے اقامت کا جواب دینے کا طریقہ معلوم ہوا اور اقامت کا جواب دینا بھی مسنون ہے۔

۵۸۵ـ حضرت معاذ بن انسؓ سے مروی ہے کہ مؤمن کی بدبختی اور نامرادی کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ مؤذن کی طرف سے نماز کی اطلاع کو سنے اور پھر اسکا جواب نہ دے۔ (طبرانی نے اسے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے)۔

فائدہ: اس اجابت سے مراد اجابت قدمی ہے جو واجب ہے۔

باب اذان کے بعد حضور ﷺ کیلئے دعا کرنا اور آپ ﷺ پر درود بھیجنا

۵۸۶ـ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا "جب تم مؤذن کی

وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ ، فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ " . رواه مسلم (١٦٦:١).

٥٨٧– عن جابر بن عبد الله ﷺ أن رسول الله ﷺ قال : مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ : اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّداً الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَاماً مَحْمُوداً الَّذِيْ وَعَدْتَهٗ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " رواه البخاری (٨٦:١).

باب الفصل بين الأذان والإقامة

٥٨٨– عن : عبد الرحمن بن أبي ليلى قال : حدثنا أصحابنا أن رسول الله ﷺ قال : " لَقَدْ اَعْجَبَنِيْ اَنْ تَكُوْنَ صَلَاةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةً فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ ، فَجَاءَ رَجُلٌ

اذان سنو تو تم وہی کہو جو مؤذن کہتا ہے، پھر مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، اس کے بعد میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگو کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے کسی بندہ کیلئے ہی ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا، پس جو شخص میرے لئے وسیلہ طلب کرے گا اس کیلئے میری شفاعت واجب ہو جائیگی ۔ (مسلم، استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم یصلی علی النبی)۔

٥٨٧–حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر یہ کہے "اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَاماً مَحْمُوْدَانِ الَّذِيْ وَعَدْتَهٗ "تو قیامت کے دن اسکے لئے میری شفاعت واجب ہو جائیگی ۔ (بخاری باب الدعا عند النداء)۔

<u>فائدہ</u>: بعض روایات میں " انك لا تخلف المیعاد " کے الفاظ بھی آتے ہیں، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد درود پڑھنا اور دعا مانگنا مستحب ہے لیکن اس دعا کیلئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ نہ اٹھائے جائیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے اس دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں اگر چہ عام دعاؤں کیلئے ہاتھ اٹھانا آپ ﷺ سے ثابت ہے، لیکن جب اذان کی دعا کیلئے آپ ﷺ نے ہاتھ نہیں اٹھائے تو اس خاص موقعہ میں بھی وہی طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو آپ ﷺ نے اختیار فرمایا۔

باب اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ کرنا

٥٨٨–حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ہم سے ہمارے اصحاب نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات بھلی لگتی ہے کہ مسلمانوں کی نماز ایک جماعت کی شکل میں ہو، عبدالرحمٰن طویل حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اتنے میں

مِنَ الأنصار فقال : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اِنِّیْ لَمَّا رَجَعْتُ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ اِهْتِمَامِكَ ، فَرَأَيْتُ رَجُلاً عَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ فَقَامَ عَلَى الْمَسْجِدِ فَاَذَّنَ ثُمَّ قَعَدَ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ مِثْلَهَا ، اِلَّا اَنَّهُ يَقُوْلُ : قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ " الحديث . رواه أبو داود . وفي رواية أبي بكر ابن أبي شيبة وابن خزيمة والطحاوي والبيهقي : ثنا " أصحاب محمد " موضع " أصحابنا " ولهذا صححها ابن حزم وابن دقيق العيد . (التلخيص الحبير ١:٧٥).

٥٨٩— عن : أبي بن كعب ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : " يَا بِلَالُ ! اِجْعَلْ بَيْنَ اَذَانِكَ وَاِقَامَتِكَ نَفَساً يَفْرَغُ الآكِلُ مِنْ طَعَامِهِ فِي مَهْلٍ ، وَيَقْضِي الْمُتَوَضِّئُ حَاجَتَهُ فِي مَهْلٍ " . رواه أحمد كذا في كنز العمال (٤:١٤٩) وعزاه العزيزي (١:٤٨) إلى عبد الله بن أحمد ، وقال : رواه أبو الشيخ ابن حبان في كتاب الأذان عن سلمان الفارسي وعن أبي هريرة ثم قال : قال الشيخ : حديث حسن اه .

٥٩٠— عن : جابر بن سمرة ﷺ قال : " كَانَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ ﷺ يُؤَذِّنُ ثُمَّ يَمْهَلُ فَاِذَا رَاَى النَّبِيَّ ﷺ قَدْ اَقْبَلَ اَخَذَ فِي الاِقَامَةِ " . أخرجه الحاكم في المستدرك (١:٢١٣)

ایک انصاری آدمی حاضر ہوئے اور کہا "اے اللہ کے رسول! میں جب سے آپ ﷺ کے پاس سے گیا ہوں مجھے اسی کا خیال رہا جسکا آپ ﷺ اہتمام فرما رہے تھے، میں نے ایک شخص کو دیکھا جو دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھا اس نے مسجد پر کھڑے ہو کر اذان کہی پھر وہ تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھا اور وہی کلمات کہے (جو اذان میں کہے تھے) البتہ اس نے قد قامت الصلوٰۃ کا اضافہ کیا"۔ (ابوداود، باب کیف الاذان)۔ لیکن ابن ابی شیبہ، ابن خزیمہ اور بیہقی نے اصحابنا کے بجائے اصحاب محمد ﷺ روایت کیا ہے، اسی لئے ابن حزم اور ابن دقیق العید نے اسے صحیح کہا ہے۔

۵۸۹- حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے بلال! اپنی اذان اور اقامت کے درمیان اتنا وقفہ رکھ کہ کھانے والا اطمینان کیساتھ اپنے کھانے سے فارغ ہو جائے اور وضو کرنے والا اطمینان کیساتھ اپنی حاجت کو پورا کرلے۔ (مسند احمد، کنز العمال)۔ عزیزی میں ہے کہ ابوالشیخ ابن حبان نے اسے سلمان فارسیؓ اور ابو ہریرہؓ سے بھی روایت کیا ہے اور شیخ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

۵۹۰- حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا مؤذن اذان دیتا تھا، پھر وقفہ کرتا تھا، پھر جب حضور ﷺ کو آتے

وقال: صحيح على شرط مسلم وأقره عليه الذهبي .

باب من أذن فهو يقيم و أن ذلك يستحب

۵۹۱– عن: زياد بن الحارث الصدائي ﷺ قال: " لَمَّا كَانَ أَوَّلُ أَذَانِ الصُّبْحِ أَمَرَنِي يَعْنِيْ النَّبِيَّ ﷺ فَأَذَّنْتُ ، فَجَعَلْتُ أَقُوْلُ : أُقِيْمُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ؟ فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى نَاحِيَةِ الْمَشْرِقِ إِلَى الْفَجْرِ فَيَقُوْلُ : لَا ، حَتّٰى إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ نَزَلَ فَبرزَ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَيَّ وَقَدْ تَلَاحَقَ أَصْحَابُهُ ، يَعْنِيْ فَتَوَضَّأَ فَأَرَادَ بِلَالٌ أَنْ يُقِيْمَ فَقَالَ لَهُ نَبِيُّ اللهِ ﷺ: إِنَّ أَخَا صُدَاءٍ هُوَ أَذَّنَ وَمَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيْمُ ، قال : فَأَقَمْتُ " رواه أبو داود (۱:۱۰۲) وسكت عنه . وفيه عبد الرحمن بن زياد يعني الإفريقي . قال الترمذي (۱:۲۸) : " هو ضعيف عند أهل الحديث ، ضعفه يحيى بن سعيد القطان وغيره . وقال أحمد : لا أكتب حديثه ، قال : ورأيت محمد بن إسماعيل يقوى أمره ويقول : هو مقارب الحديث . والعمل على هذا عند أكثر أهل العلم " . قلت : قد عرفت أن الاختلاف غير مضر .

ہوئے دیکھتا تو اقامت شروع کرتا۔ (مستدرک حاکم، مسند احمد)۔ امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور ذہبی نے بھی اسکی تائید کی ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اذان اور اقامت کے درمیان مناسب وقفہ ہونا چاہئے۔

باب جو اذان دے وہی اقامت بھی کہے یہ مستحب ہے

۵۹۱- حضرت زیاد بن حارثؓ الصدائی سے روایت ہے کہ جب صبح کی اذان کا اول وقت ہوا تو حضور ﷺ نے مجھے اذان دینے کا حکم دیا، پس میں نے اذان دی، پھر میں نے کہا "اے اللہ کے رسول! کیا میں اقامت کہوں؟" آپ ﷺ مشرق میں فجر کی روشنی دیکھنے لگے اور فرمایا "ابھی نہیں"، پھر خوب روشنی ہوگئی تو آپ ﷺ سواری سے اترے اور قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے پھر آپ ﷺ (قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد) واپس میری طرف لوٹے تو آپ ﷺ کے صحابہؓ بھی آپ ﷺ سے آملے تب آپ ﷺ نے وضو فرمایا پھر حضرت بلالؓ نے اقامت کہنی چاہی تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ صدائی بھائی نے اذان دی ہے اور جو اذان دے وہی اقامت کہے، زیاد صدائی کہتے ہیں "پھر میں نے اقامت کہی"۔ (ابوداود باب من اذن فھو یقیم)۔ ابوداود نے اس پر سکوت فرمایا ہے لہٰذا یہ حدیث کم از کم حسن کے درجے میں ہے، اسکی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن زیاد ہے جسے بعض نے

٥٩٢– عن: محمد بن عبد الله عن عمه عبد الله بن زيد ﷺ قال: "أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْاَذَانِ اَشْيَاءَ لَمْ يَصْنَعْ مِنْهَا شَيْئاً قال: فَاُرِيَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيدٍ الْاَذَانَ فِي الْمَنَامِ فَاَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَاَخْبَرَهُ فَقَالَ: اَلْقِهِ عَلَى بِلَالٍ فَاَلْقَاهُ عَلَيْهِ فَاَذَّنَ بِلَالٌ فَقَالَ عَبدُ اللهِ: اَنَا رَاَيْتُهُ وَاَنَا كُنْتُ اُرِيْدُهُ قَالَ: فَاَقِمْ اَنْتَ" رواه أبو داود (١٤٢:١) وسكت عنه. وقال ابن عبد البر: إسناده حسن. (التلخيص الحبير ٧٨:١) وكذا قال الحازمي، كما في الزيلعي (٢٩٤:١).

باب أن لا يؤذن قبل الفجر

٥٩٣– عن: حفصة بنت عمر رضي الله عنها: "اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ بِالْفَجْرِ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَحَرَّمَ الطَّعَامَ وَكَانَ لَا يُؤَذِّنُ

ضعیف کہا ہے لیکن امام بخاری نے کہا ہے کہ وہ مقارب الحدیث ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پس یہ اختلاف غیر مضر ہے۔

۵۹۲- حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اذان میں چند چیزوں کا ارادہ کیا (مثلاً ناقوس وغیرہ) مگر آپ ﷺ نے ان میں سے کسی چیز کو اختیار نہ کیا، راوی کہتے ہیں کہ پھر عبداللہ بن زید کو خواب میں اذان کا طریقہ دکھایا گیا تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اذان بلال کو سکھادو پس انہوں نے یہ اذان بلالؓ کو سکھادی اور بلالؓ نے اذان دی پھر حضرت عبداللہ بن زید نے کہا کہ چونکہ میں نے اذان کو (خواب میں) دیکھا ہے، اسلئے میری یہ خواہش تھی کہ اذان میں ہی دوں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تکبیر کہہ لو۔ (ابوداود، باب الرجل یؤذن ویقیم الآخر)، ابوداؤد نے اس پر سکوت فرمایا ہے اور ابن عبدالبر اور حازمی نے اس سند کو حسن کہا ہے۔

فائدہ: پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ جو اذان کہے وہی تکبیر کہے اور یہ مستحب ہے اور بغیر ضرورت کے مستحب کو چھوڑنا خلاف اولیٰ ہے البتہ کسی عذر کی بناء پر یا مؤذن کی اجازت سے کوئی دوسرا آدمی تکبیر کہے تو بھی جائز ہے جیسا کہ دوسری حدیث سے معلوم ہوا۔

باب صبح صادق سے قبل اذان نہ دی جائے

۵۹۳- حضرت حفصہ بنت عمرؓ سے مروی ہے کہ جب مؤذن فجر کی اذان کہتا تو حضور ﷺ اٹھتے اور فجر کی دو سنتیں پڑھتے پھر

حَتّٰی یُصْبِحَ ". رواه الطحاوی والبیهقی وإسناده جید (آثار السنن ١:٥٧).

٥٩٤– عن: عائشة رضی الله عنها قالت: " مَا كَانُوا يُؤَذِّنُونَ حَتّٰی يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ". أخرجه أبو بكر ابن أبی شيبة فی مصنفه وأبو الشيخ فی كتاب الأذان وإسناده صحيح. (آثار السنن ١–٥٧) وفی الجوهر النقی (١:١٠٢): " قال ابن أبی شيبة فی المصنف: ثنا جرير عن منصور عن أبی إسحاق عن الأسود عن عائشة به، وهذا سند صحيح ".

٥٩٥– عن: حميد بن هلال ﷺ: " اَنَّ بِلاَلاً اَذَّنَ لَيْلَةً بِسَوَادٍ فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ يَرْجِعَ اِلٰی مَقَامِهٖ فَيُنَادِیَ اَنَّ الْعَبْدَ نَامَ فَرَجَعَ ". رواه الدارقطنی (١:٩١). قال البیهقی: هذا مرسل، قال فی الإمام: لكنه مرسل جيد، ليس فی رجاله مطعون فيه (زيلعی ١:١٤٩).

٥٩٦– عن: نافع عن مؤذن لعمر ﷺ يُقَالُ لَهٗ مَسْرُوْحٌ اَذَّنَ قَبْلَ الصُّبْحِ فَاَمَرَهٗ عُمَرُ اَنْ يَرْجِعَ فَيُنَادِیَ. رواه أبو داود والدارقطنی وإسناده حسن، (آثار السنن ١:٥٧).

٥٩٧– عن: امرأة من بنی النجار قالت: " كَانَ بَيْتِیْ مِنْ اَطْوَلِ بَيْتٍ

مسجد کی طرف نکلتے اور کھانا پینا حرام کر دیتے اور اذان صبح ہونے کے بعد ہی دی جاتی تھی۔ (طحاوی، باب الاذان قبل الوقت وبیہقی)۔ اس کی سند عمدہ ہے۔

٥٩٤–حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ صحابہ کرامؓ فجر کے طلوع ہونے کے بعد ہی اذان دیا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اسکی سند صحیح ہے۔

٥٩٥–حضرت حمید بن ہلالؒ سے مروی ہے کہ ایک رات حضرت بلالؓ نے اندھیرے میں اذان دے دی تو حضور ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ واپس اپنی جگہ جا کر یہ آواز لگاؤ کہ بندہ سو گیا تھا، پس آپؓ نے واپس جا کر یہ آواز لگائی۔ (دارقطنی اور یہ مضمون "ابو داود باب فی الاذان قبل دخول الوقت" میں بھی ہے)۔ یہ حدیث مرسل جید ہے۔

٥٩٦–حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے مؤذن نے جس کو مسروح کہا جاتا تھا صبح صادق سے قبل اذان دیدی تو حضرت عمرؓ نے انہیں حکم دیا کہ دوبارہ واپس جا کر اذان دیں۔ (ابوداود باب الاذان قبل دخول الوقت، دارقطنی) اسکی سند حسن ہے۔

٥٩٧–بنونجار کی ایک عورت کہتی ہیں کہ مسجد کے آس پاس کے تمام گھروں سے میرا گھر اونچا تھا، اسلئے حضرت بلالؓ سحری

حَوْلَ الْمَسْجِدِ ، فَكَانَ بِلَالٌ يَأْتِي بِسَحَرٍ فَيَجْلِس عَلَيْهِ يَنْظُرُ اِلَى الْفَجْرِ ، فَإِذَا رَآهُ أَذَّنَ " .

إسناده حسن ، رواه أبو داود (تلخيص تخريج هداية ص – ٦٤) .

٥٩٨– عن : شيبان ﷺ قال : " تَسَحَّرْتُ ثُمَّ اَتَيْتُ الْمَسْجِدَ فَاسْتَنَدْتُ اِلَى حُجْرَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَرَأَيْتُهُ يَتَسَحَّرُ فَقَالَ : اَبَا يَحْيٰى ؟ قُلْتُ نَعَمْ ، قَالَ : هَلُمَّ اِلَى الْغَدَاءِ ، قُلْتُ : اِنِّيْ أُرِيْدُ الصِّيَامَ قَالَ : وَاَنَا أُرِيْدُ الصِّيَامَ وَلٰكِنْ مُؤَذِّنُنَا هٰذَا فِيْ بَصَرِهٖ سُوْءٌ اَوْ قَالَ : شَيْءٌ ، وَاِنَّهٗ اَذَّنَ قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ ، ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَحَرَّمَ الطَّعَامَ وَكَانَ لَا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يُصْبِحَ " .

رواه الطبراني ، وقال الحافظ في الدراية : إسناده صحيح (آثار السنن ١:٥٦) .

٥٩٩– عن : عبد الله بن مسعود ﷺ عن النبي ﷺ قال : " لَا يَمْنَعَنَّ اَحَدَكُمْ اَوْ اَحَداً مِنْكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سَحُوْرِهٖ ، فَاِنَّهٗ يُؤَذِّنُ اَوْ يُنَادِيْ بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَلِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ " . الحديث رواه البخاري .

٦٠٠– وله أيضا عن عبد الله بن عمر ﷺ أن رسول الله ﷺ قال : " اِنَّ بِلَالاً يُنَادِيْ

کے وقت تشریف لاتے اور صبح کے انتظار میں وہاں بیٹھ جاتے ، پھر جب صبح صادق کو دیکھتے تو اذان دیتے ۔ اسکی سند حسن ہے ۔ (ابوداود باب الاذان فوق المنارة) ۔

۵۹۸- حضرت شیبانؓ فرماتے ہیں کہ میں سحری کھا کر مسجد آیا اور حضور ﷺ کے حجرے کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھ گیا ، میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ سحری تناول فرما رہے تھے ، آپ ﷺ نے فرمایا '' اے ابو یحییٰ ! '' میں نے کہا '' جی ! '' آپ ﷺ نے فرمایا '' آؤ کھانا کھاؤ '' میں نے کہا '' میرا روزہ رکھنے کا ارادہ ہے '' آپ ﷺ نے فرمایا '' میرا بھی ارادہ ہے ، لیکن ہمارے اس مؤذن کی آنکھ میں کوئی بیماری ہے یا فرمایا اس کی بینائی میں کچھ ہے ، اس نے صبح صادق سے پہلے ہی اذان دیدی ہے '' پھر آپ ﷺ مسجد کی طرف نکلے اور کھانا حرام کیا اور صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد ہی اذان دی جاتی تھی ۔ (طبرانی) ۔ حافظؒ نے درایہ میں فرمایا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے ۔

۵۹۹- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بلالؓ کی اذان تم میں سے کسی کو سحری کھانے سے نہ روک دے ، کیونکہ وہ رات میں اذان دیتے ہیں یا (یہ فرمایا) ندا دیتے ہیں تا کہ جو لوگ جاگے ہوئے ہیں وہ واپس آ جائیں (اور اگر کچھ کھانا پینا ہے تو کھا پی لیں) اور جو ابھی سوئے ہوئے ہیں وہ انکو جگا دے (تا کہ وہ بھی سحری کی ضروریات سے فارغ ہو جائیں) ۔ (بخاری باب الاذان قبل الفجر) ۔

بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ " اه .

٦٠١– عن : شداد مولى عياض بن عامر عن بلال ﷺ : " أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَهُ : لَا تُؤَذِّنْ حَتّٰى يَسْتَبِيْنَ لَكَ الْفَجْرُ هٰكَذَا وَمَدَّ يَدَيْهِ عَرْضاً " . رواه أبو داود وقال : شداد مولى عياض لم يدرك بلالا اه . وفي فتح القدير (١ : ٢٢١) : وروى البيهقي أنه ﷺ قال : " يَا بِلَالُ ! لَا تُؤَذِّنْ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ " . قال في الإمام : رجال إسناده ثقات اه .

باب استحباب الأذان والإقامة للمسافر

٦٠٢– عن : مالك بن الحويرث ﷺ عن النبي ﷺ قال : " إِذَا حَضَرَتِ الصَّلاَةُ فَأَذِّنَا وَأَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا " . رواه البخاري .

۶۰۰- بخاری ہی میں ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بلالؓ (رمضان میں) رات کے وقت اذان دیتے ہیں اس لئے تم ابن ام مکتوم کی اذان تک کھا پی سکتے ہو۔ (بخاری باب الاذان بعد الفجر)۔

فائدہ: ان دو احادیث سے معلوم ہوا کہ پہلی اذان فجر کی نماز کیلئے نہیں، بلکہ سحری کا وقت بتانے کیلئے ہوتی تھی، اس لئے فجر کی نماز کیلئے صبح صادق سے پہلے اذان دینے کا جواز اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا، اسلئے صبح صادق سے پہلے اذان دینے کے قائل لوگ کسی دوسری حدیث کو تلاش کریں۔

۶۰۱- حضرت بلالؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اذان مت کہا کرو جب تک تمہیں فجر کی روشنی اس طرح معلوم نہ ہو جائے، پھر آپ ﷺ نے عرضاً یعنی دائیں بائیں ہاتھ پھیلا کر اشارہ کیا۔ (ابوداود باب فی الاذان قبل دخول الوقت) اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "اے بلال! صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے اذان نہ دے۔ بیہقی نے امام میں فرمایا ہے کہ اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: مذکورہ بالا تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز کیلئے صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے اذان دینا جائز نہیں اور اگر کوئی غلطی سے دیدے تو اس کا اعادہ کیا جائے، البتہ رمضان شریف میں سحری کا وقت بتانے کیلئے اذان کا طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ اذان سحری کیلئے ہوگی، فجر کی نماز کیلئے نہیں۔

باب مسافر کیلئے اذان واقامت کہنا مستحب ہے

۶۰۲- حضرت مالک بن الحویرثؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم دونوں

٦٠٣– عن : سلمان الفارسی رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : إِذَا كَانَ الرَّجُلُ بِأَرْضٍ قِيٍّ فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَلْيَتَوَضَّا ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ مَاءً فَلْيَتَيَمَّمْ فَإِنْ أَقَامَ صَلّٰى مَعَهُ مَلَكَاهُ ، وَإِنْ أَذَّنَ وَأَقَامَ صَلّٰى خَلْفَهُ مِنْ جُنُوْدِ اللهِ مَا لَا يُرىٰ طَرَفَاهُ " رواه عبد الرزاق عن ابن التيمى عن أبيه عن أبى عثمان النهدى عن سلمان اھ . قلت : هذا سند رجاله رجال الجماعة . والأرض القى – بالقاف وتشديد الياء – القفر كذا فى الترغيب (١:٦٨).

٦٠٤– عن : عقبة بن عامر رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : " يَعْجَبُ رَبُّكَ مِنْ رَاعِيْ غَنَمٍ فِيْ رَأْسِ شَظِيَّةٍ لِلْجَبَلِ يُؤَذِّنُ بِالصَّلَاةِ وَيُصَلِّيْ فَيَقُوْلُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ : أُنْظُرُوْا إِلٰى عَبْدِيْ هٰذَا يُؤَذِّنُ وَيُقِيْمُ الصَّلَاةَ يَخَافُ مِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ وَأَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ " . رواه أبو داود والنسائى . كذا فى المشكاة (١:١١٨) وفى التنقيح : ورواه أيضا أحمد ورجال إسناده ثقات اھ .

باب كفاية اذان المصر لمن صلى فى بيته

٦٠٥– عن : الأسود وعلقمة قالا : " أَتَيْنَا عبدَ اللهِ فِيْ دَارِهٖ فَقَالَ : أَ صَلّٰى هٰؤُلَاءِ

(میں سے کوئی) اذان دے اور اقامت کہے اور تم میں سے جو بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔ (بخاری)۔

۶۰۳–حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی شخص جنگل بیابان میں ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو وہ وضو کرے اور اگر پانی نہ ملے تو تیمم کرلے، (پھر جب وہ نماز پڑھنے کھڑا ہوگا) تو اس کے دونوں (محافظ) فرشتے اس کے ساتھ نماز پڑھیں گے، اور اگر اس نے اذان بھی کہی اور اقامت بھی تو اس کے پیچھے خدائی لشکر (فرشتوں) کی اتنی بڑی تعداد نماز پڑھتی ہے کہ جس کے دونوں کنارے نظر نہیں آسکتے۔ (نسائی، عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، بیہقی فی السنن)۔ عبدالرزاق کی سند کے راوی جماعت صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

۶۰۴–حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا رب اس چرواہے سے خوش ہوتا ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر رہ کر اذان دیتا اور نماز پڑھتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے اس بندہ کو دیکھو جو مجھ سے ڈرتے ہوئے اذان دیتا ہے اور نماز پڑھتا ہے، میں نے اپنے اس بندہ کے گناہ معاف کردئے اور اس کو جنت میں داخل کرونگا۔ (ابوداود باب الاذان فی السفر والنسائی والمشکوٰۃ)۔ اور تنقیح میں ہے کہ اسے احمد نے بھی روایت کیا ہے اور اسکے راوی سب ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں بھی اذان و اقامت کہی جائے، اگرچہ اکیلا ہی ہو، اذان و اقامت دونوں کو

خَلفَكُمْ ؟ قُلنَا لَا ! ، قَالَ : قُومُوْا فَصَلُّوا وَلَمْ يَأْمُرْ بِاَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ ". رواه ابن أبى شيبة وإسناده صحيح (آثار السنن ١:٥٧).

٦٠٦- عن : إبراهيم : " اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَ عَلْقَمَةَ وَالاَسْوَدَ صَلَّوْا بِغَيْرِ اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ". قال سفيان : كَفَتْهُمْ اِقَامَةُ الْمِصْرِ ، وقال ابن مسعود فى رواية أخرى : " اِقَامَةُ الْمِصْرِيِّ تَكْفِىْ ". رواهما الطبرانى فى الكبير ، وإبراهيم النخعى لم يسمع من ابن مسعود " مجمع الزوائد " وقد مر غير مرة أن مراسيل النخعى صحاح إلا الحديثين ، وهذا ليس منهما .

٦٠٧- محمد قال أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن أبراهيم عن ابن مسعود ﷺ : " اَنَّهُ اَمَّ اَصْحَابَهُ فِىْ بَيْتِهٖ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ وَقَالَ : اِقَامَةُ الاِمَامِ تُجْزِئُ " قال محمد وبِهٰذَا نَاْخُذُ اِذَا صَلَّى الرَّجُلُ وَحْدَهٗ ، فَاِذَا صَلَّوْا فِىْ جَمَاعَةٍ فَاَحَبُّ اِلَيْنَا اَنْ يُؤَذِّنَ وَيُقِيْمَ فَاِنْ اَقَامَ وَتَرَكَ الاَذَانَ فَلَا بَاْسَ اه . أخرجه محمد فى الآثار (ص ٢٧) ورجاله ثقات مع إرساله .

چھوڑنا مکروہ ہے، صرف اذان چھوڑنے میں کوئی کراہت نہیں۔

باب گھر میں نماز پڑھنے والے کیلئے محلے کی اذان کافی ہے

٦٠٥- حضرت اسودؒ اور حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ان کے گھر آئے آپ نے فرمایا کہ کیا انہوں نے تمہارے پیچھے نماز پڑھی ہے؟ ہم نے کہا نہیں! آپؓ نے فرمایا اٹھو اور نماز پڑھو آپ نے اذان واقامت کا حکم نہیں دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اسکی سند صحیح ہے۔

٦٠٦- حضرت ابراہیمؒ سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ، علقمہؒ اور اسودؒ نے بغیر اذان اور بغیر اقامت کے نماز پڑھی، سفیان کہتے ہیں کہ محلے کی اقامت ہی ان کیلئے کافی ہے ایک اور روایت میں حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ محلے کی اقامت کافی ہے۔ (طبرانی فی الکبیر)۔ یہ حدیث مرسل ہے لیکن ابراہیم نخعیؒ کے مراسیل حجت ہیں۔

٦٠٧- حضرت ابراہیمؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے اپنے گھر میں بغیر اذان اور بغیر اقامت کے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی اور ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ امام کی اقامت کافی ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اپنے گھر میں تنہا نماز پڑھنے والے شخص کے بارے میں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اگر جماعت سے نماز پڑھیں تو ہمیں یہ زیادہ پسند ہے کہ اذان واقامت کہے لیکن اگر اذان چھوڑ دے اور صرف اقامت کہہ لے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ (کتاب الآثار، باب من صلی فی بیتہ بغیر اذان)۔ اسکے تمام راوی ثقہ ہیں، اگر چہ

باب الاذان والإقامة للفائتة و كفاية الاذان الواحد للفوائت

٦٠٨– عن : عمران بن حصين ﷺ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ فِيْ مَسِيْرٍ لَهُ فَنَامُوْا عَنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ فَاسْتَيْقَظُوْا بِحَرِّ الشَّمْسِ ، فَارْتَفَعُوْا قَلِيْلاً حَتّٰى اسْتَقَلَّتِ الشَّمْسُ ، ثُمَّ اَمَرَ مُؤَذِّناً فَاَذَّنَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَقَامَ ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ " . رواه أبو داود وسكت عنه وعزاه في الفتح إلى أبي داود وابن المنذر وفيه : فَاَمَرَ بِلَالاً فَاَذَّنَ فَصَلَّيْنَا رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ اَمَرَهُ فَاَقَامَ فَصَلَّى الْغَدَاةَ " اه . وإسناده صحيح أو حسن على قاعدة الفتح للحافظ ابن حجر رحمه الله .

٦٠٩– عن : عبيدة بن عبد الله بن مسعود ﷺ عن أبيه : " اِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ شَغَلُوْا النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ الْخَنْدَقِ عَنْ اَرْبَعِ صَلَوَاتٍ حَتّٰى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللهُ ، فَاَمَرَ بِلَالاً فَاَذَّنَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ، ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ، ثُمَّ اَقَامَ

مرسل ہے لیکن اِرسال مُخِل نہیں۔

فائدہ:ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص گھر میں نماز پڑھے خواہ اکیلے یا جماعت کے ساتھ بغیر اذان واقامت کے نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اقامت کہہ لینا زیادہ بہتر ہے۔

باب قضا نماز کیلئے اذان واقامت کہنا اور کئی قضا نمازوں کیلئے ایک اذان بھی کافی ہے

٦٠٨-حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ایک سفر میں تھے سب لوگ سوئے تو نماز فجر کیلئے نہ اٹھ سکے اور دھوپ کی تپش سے بیدار ہوئے ،اور پھر لوگ کچھ دور چلے تھے یہاں تک کہ سورج بلند ہو گیا اس کے بعد آپ ﷺ نے مؤذن کو حکم دیا اس نے اذان دی اور آپ ﷺ نے فجر کی فرض نماز سے پہلے دو رکعت سنت پڑھی ، پھر مؤذن نے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی ۔(ابوداود، باب فی من قام عن صلوۃ اونسیھا)۔اور ابوداود ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا اور انہوں نے اذان کہی ، پھر ہم نے فجر کی دوسنتیں پڑھیں ، پھر حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا اور انہوں نے اقامت کہی ، پھر حضور ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی (فتح الباری باب الاذان بعد ذہاب الوقت)۔اور حافظ کے قاعدے کے مطابق یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

٦٠٩-حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ غزوۂ خندق کے دن مشرکین نے حضور ﷺ کو چار نمازیں نہ پڑھنے دیں

فَصَلَّى الْعِشَاءَ ". رواه احمد والنسائی والترمذی وقال : لیس بإسناده بأس إلا أن عبیدة لم یسمع من عبد الله (نیل ۱:۳۵۹).

باب الأذان على مكان مرتفع خارج المسجد قائما والإقامة في المسجد

٦١٠- عن : امرأة من بنی النجار قالت : " كَانَ بَيْتِي مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَكَانَ بِلَالٌ يَأْتِي بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَيْهِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ فَإِذَا رَآهُ أَذَّنَ " . رواه أبو داود وإسناده حسن (دراية ص-٦٤) وفی الزیلعی (١:١٥) : وفی " الإمام " : والذی یقال فی هذا الخبر أنه حسن.

٦١١- وفی حدیث عبد الرحمن بن أبی لیلی الذی مر فی هذا (باب الفصل

یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ نکل گیا پھر حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا اور انہوں نے اذان واقامت کہی اور آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر حضرت بلالؓ نے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی، پھر حضرت بلالؓ نے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھائی پھر حضرت بلالؓ نے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔(نسائی باب الاجتزاء لذلک کلہ باذان واحد والاقامۃ لکل واحدۃ منہا وترمذی ومسند احمد)۔امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اسکی سند صالح للاحتجاج ہے،لیکن اس میں ارسال ہے (میں کہتا ہوں کہ ارسال مضر نہیں)۔

فائدہ: احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک قضا نماز کیلئے اذان واقامت کہی جائے ،اور اگر کئی قضا نمازیں ہوں تو ہر قضا نماز کیلئے اذان واقامت کہنا اولی ہے تاکہ قضا بھی ادا کی طرح ہوجائے اور اگر پہلی قضاء نماز کے علاوہ باقی نمازوں کیلئے اذان چھوڑ دی جائے تب بھی درست اور غیر مکروہ ہے، لیکن باقی نمازوں کیلئے اقامت چھوڑ دینا مکروہ ہے۔(مزید تفصیل کیلئے طحطاوی علی مراقی الفلاح-۱۶)۔

باب اذان اونچی جگہ پر مسجد کے باہر کھڑے ہوکر اور اقامت مسجد کے اندر کہی جائے

۶۱۰-بنی نجار کی ایک عورت کہتی ہیں کہ میرا گھر مسجد نبوی کے اردگرد کے تمام گھروں میں سب سے زیادہ اونچا تھا اس لئے حضرت بلالؓ آخر شب میں آتے اور اس پر (یعنی چھت پر) بیٹھ کر صبح صادق کا انتظار کیا کرتے،پس جب صبح صادق دیکھتے تو اذان کہتے۔(ابوداود،باب الاذان فوق المنارۃ)۔اسکی سند حسن ہے(درایہ،امام)۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان مسجد کے باہر اونچی جگہ پر چڑھ کر دی جائے۔

۶۱۱-حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ کی حدیث (نمبر ۵۸۸) جو"باب الفصل بین الاذان والاقامۃ" میں گذری ہے،اس

بين الأذان والإقامة) : " فَقَامَ عَلَى الْمَسْجِدِ فَأَذَّنَ " .

٦١٢– حدثنا عبد الأعلى (ابن عبد الأعلى) عن الجريرى (سعيد بن أياس) عن عبد الله بن سفيان قال : " مِنَ السُّنَّةِ اَلاَذَانُ فِىْ الْمَنَارَةِ وَالإِقَامَةُ فِى الْمَسْجِدِ وَكَانَ عبدُ اللهِ يَفْعَلُهُ " . رواه أبو بكر ابن أبى شيبة فى مصنفه (ص–١٥١) . قلت : رجاله كلهم ثقات وهو مرسل ، وعبد الله بن سفيان إما ثقفى أو مخزومى وكل منهما تابعى ثقة .

باب استحباب الوضوء للأذان

٦١٣– عن : عبد الجبار بن وائل عن أبيه قال : " حَقٌ وَسُنَّةٌ اَنْ لاَ يُؤَذِّنَ اِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ ، وَلاَ يُؤَذِّنَ اِلَّا وَهُوَ قَائِمٌ " . رواه البيهقى والدارقطنى فى الإفراد وأبو الشيخ فى الأذان ، كذا فى التلخيص الحبير (١:٧٦) ، وقال فيه : إسناده حسن إلا أن فيه انقطاعاً اه قلت : لأن عبد الجبار لم يسمع من أبيه ، قاله البخارى وغيره ، كما فى تهذيب التهذيب (٦:١٠٥) والإنقطاع غير مضر عندنا .

میں ہے کہ اس (فرشتے) نے مسجد کی چھت پر کھڑے ہوکر اذان دی۔ (ابوداود، باب کیف الاذان) (اور یہ حدیث ابن حزم کے نزدیک بھی صحیح ہے)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان مسجد کی چھت پر دی جائے، اصل مقصود آواز کی بلندی اور دور دور تک آواز پہنچانا ہے اس لئے مسجد کی چھت پر یا مسجد کے باہر اونچی جگہ پر اذان دی جائے۔ لیکن یاد رکھیں کہ جمعہ کی دوسری اذان مسجد کے اندر امام کے سامنے دی جائے مزید تفصیل آگے آئیگی (انشاءاللہ)۔

٦١٢- حضرت عبداللہ بن سفیان فرماتے ہیں کہ اذان منار پر (اونچی جگہ پر) چڑھ کر کہنا اور اقامت مسجد کے اندر کہنا سنت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ارسال تابعی مضر نہیں ہے۔

فائدہ: اگر صحابیؓ سنت کا لفظ مطلقاً بولے تو اس سے مراد سنت نبوی ہوتی ہے لہٰذا اذان اونچی جگہ پر اور اقامت مسجد کے اندر کہنا حضور ﷺ کی سنت ہے۔

باب اذان کیلئے وضو کرنا مستحب ہے

٦١٣- حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ یہ بات حق اور سنت ہے کہ مؤذن باوضو ہوکر اذان دے اور کھڑے ہوکر ہی اذان دے۔ (بیہقی، دار قطنی) اسکی سند حسن ہے۔

٦١٤– عن : عبد الله بن هارون الفروی حدثنی أبی عن جدی أبی علقمة عن محمد بن مالك عن علی بن عبد الله بن عباس حدثنی أبی أن رسول الله ﷺ قال : " یَا ابْنَ عَبَّاسٍ إِنَّ الْاَذَانَ مُتَّصِلٌ بِالصَّلَاةِ فَلَا یُؤَذِّنُ اَحَدُکُمْ اِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ " رواه أبو الشیخ الحافظ (زیلعی ١:١٥٢) وفیه عبد الله بن هارون الفروی وهو ضعیف (التلخیص ١:٧٦) وفی التهذیب (١٢:١٧٣) : وذکره ابن حبان فی الثقات وقال : یخطیٔ ویخالف اه . فالرجل لیس ممن أجمع علی ضعفه .

باب صفات المؤذن

٦١٥– عن : أبی هریرة ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : " اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ اَللّٰهُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِیْنَ . قالوا یَا رَسُوْلَ اللهِ ! لَقَدْ تَرَکْتَنَا نَتَنَافَسُ فِیْ

۶۱۴–حضرت ابن عباسؓ نے بیان فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا "اے ابن عباس! چونکہ اذان نماز کے ساتھ متصل ہے لہٰذا تم میں سے کوئی شخص اذان نہ دے مگر طہارت (وضوء) کے ساتھ"۔ اسے ابوالشیخ الحافظ نے روایت کیا ہے (زیلعی) اور اسمیں ایک راوی عبداللہ بن ہارون فروی ہے جسے بعض نے ضعیف اور بعض نے ثقہ کہا ہے (اس لئے عبداللہ بن ہارون حسن الحدیث ہے)۔

<u>فائدہ</u>: چونکہ اذان اور نماز کا وقت متصل ہے اس لئے مناسب ہے کہ اذان بھی باوضوء ہو کر دے کیونکہ بے وضوء دینے کی صورت میں یہ خرابی لازم آئیگی کہ دوسروں کو تو نماز کی طرف بلاتا ہے اور خود مسجد سے باہر کی طرف جارہا ہے جو یقیناً مستحسن نہیں۔لیکن بغیر وضوء کے اذان کہنا مکروہ بھی نہیں (بشرطیکہ وضوء کر کے واپس آنے کا ارادہ ہو) نیز جب بالاجماع قرآن کی قراءت بغیر وضوء کے مکروہ نہیں جو کہ اذان سے زیادہ محترم ہے تو اذان بغیر وضو کے کیونکر مکروہ ہوگی۔لہٰذا وہ روایات جن سے اذان کیلئے وضوء کی تاکید معلوم ہوتی ہے استحباب پر محمول ہیں، لیکن جنابت کی حالت میں اذان دینا مکروہ ہے، نیز پہلی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اذان کھڑے ہو کر کہنا حق اور سنت ہے کیونکہ کھڑے ہو کر اذان دینے سے آواز بلند ہوتی ہے اور یہی مقصود ہے۔اسلئے بیٹھ کر اذان کہنا مکروہ ہے نیز بیٹھ کر اذان کہنے میں اذان کیلئے آنے والے فرشتے کی حالت کی مخالفت ہے۔

باب مؤذن کی صفات کا بیان

۶۱۵–حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ امام (لوگوں کی نمازوں کا) ضامن ہوتا ہے اور مؤذن (نمازوں کے اوقات کا) امین ہوتا ہے۔اے اللہ! اماموں کو سیدھا چلا اور مؤذنوں کی مغفرت فرما۔اس پر صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے (یہ فرما کر) ہمیں اس حال پر چھوڑا ہے کہ ہم آپ ﷺ کے بعد اذان میں رغبت اور مقابلہ کیا کریں گے۔

الاَذَانِ بَعْدَكَ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: " اِنَّهٗ يَكُوْنُ بَعْدِىْ اَوْ بَعْدَكُمْ قَوْمٌ سَفِلَتُهُمْ مُؤَذِّنُوْهُمْ " رواه البزار ورجاله كلهم موثقون (مجمع الزوائد ١:١٤٣).

٦١٦— عن: ابن مسعود ؓ قال: " مَا اُحِبُّ اَنْ يَكُوْنَ مُؤَذِّنُوْكُمْ عُمْيَانَكُمْ قال: وَاَحْسِبُهٗ قال: وَلَا قُرَّاءَ كُمْ ". رواه الطبرانى فى الكبير ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ١:١٤٣).

٦١٧— عن: عكرمة عن ابن عباس ؓ قال: قال رسول الله ﷺ: " لِيُؤَذِّنْ لَكُمْ

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد (یا فرمایا تمہارے بعد) ایسی قوم آئیگی کہ جن کے حقیر لوگ انکے مؤذن ہونگے۔ (بزار مکملا، ابوداود وترمذی مختصراً)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: لوگ وقت کے سلسلے میں مؤذن پر اعتماد کرتے ہیں اس لئے مؤذن کو وقت کی پابندی کا خیال رکھنا چاہئے، نیز مؤذن وہ شخص ہو جو لوگوں کی نظروں میں عزیز اور باوقار ہو اور بارعب ہو، مؤذن گھٹیا درجے کا انسان نہیں ہونا چاہئے، لیکن افسوس کہ آجکل حقیر درجے کے لوگوں کو مؤذن بنادیا جاتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کی نماز کی صحت پر باقی مقتدیوں کی نماز کی صحت کا دارومدار ہے اس لئے اسکو طہارت اور دیگر ضروری امور کا غیر معمولی خیال رکھنا ضروری ہے، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچہ کی امامت درست نہیں کیونکہ امام مقتدی کا ضامن ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ شئی اپنے سے کم کو متضمن ہوتی ہے نہ کہ اپنے سے مافوق و برتر کو، لہٰذا بچے کے پیچھے بالغ کی نماز جائز نہیں۔

۶۱۶- حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ تمہارے مؤذن اندھے ہوں (راوی کہتے ہیں کہ) میرے خیال میں یہ بھی فرمایا کہ تمہارے قاری بھی تمہارے مؤذن نہ ہوں۔ (طبرانی فی الکبیر) اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اندھے کو مؤذن نہ بنایا جائے کیونکہ وقت کا علم مشاہدہ پر موقوف ہے اور اندھا مشاہدہ نہیں کرسکتا، ہاں اگر اندھے مؤذن کے ساتھ کوئی شخص بھی ہو جو اس کو وقت سے صحیح طور پر مطلع کرتا ہے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں، جیسا کہ ابن ام مکتومؓ نابینا مؤذن تھے۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کریں بخاری باب اذان الاعمیٰ اذا کان لہ من یخبرہ - اھ و فتح الباری ۲-۸۲، وفتاویٰ عالمگیری ۱-۳۳۔ اور نہایہ میں بھی اسی طرح ہے۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قراء حضرات سے اذان کا کام نہ لیا جائے کیونکہ قراء نے امام بننا ہوتا ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہوگا۔

۶۱۷- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے وہ شخص اذان دے جو تم میں سے بہتر (نیک

خِيَارُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ قُرَّاؤُكُمْ " . رواه أبو داود وسكت عنه وفيه حسين بن عيسى قد تكلم فيه وقد ذكره ابن حبان فى الثقات كما فى تهذيب التهذيب (٢:٣٦٤) .

٦١٨— عن : ابن عمر ﷺ : " لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ أَذَانٌ وَلَا إِقَامَةٌ " . رواه البيهقى بسند صحيح ، (التلخيص الحبير ١:٧٩) .

٦١٩— عن : عبد الله بن زيد ﷺ : " فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا رَأَيْتُ فَقَالَ : إِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٍّ إِنْ شَاءَ اللهُ ، فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَأَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَأَيْتَ فَلْيُؤَذِّنْ بِهِ فَإِنَّهُ أَنْدَى صَوْتاً مِنْكَ " . الحديث رواه أبو داود . وقال ابن خزيمة : هذا حديث

صالح)ہواوروہ شخص امامت کرے جوتم میں سے اچھا قاری ہو۔(ابوداود، باب من احق بالامامۃ)۔ابوداود نے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے اوراسکے ایک راوی حسین بن عیسیٰ کوابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مؤذن نیک اور صالح ہونا چاہئے فاسق فاجر نہ ہو۔

۶۱۸-حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ عورتوں کیلئے اذان واقامت کہنا جائز نہیں۔(بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مؤذن کا مرد ہونا ضروری ہے اور عورت کیلئے اذان دینا جائز نہیں کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے،اوراذان کا بلند آواز سے ہونا مسنون ہے،لہٰذا عورت اذان نہ دے۔اور ہدایہ میں ہے کہ اگر عورت اذان دیدے تو اسکی اذان کا اعادہ ضروی ہے تاکہ اذان مسنون طریقہ سے ہوسکے۔باقی مستدرک حاکم کی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضرت عائشہؓ اذان واقامت کہتی تھیں اورعورتوں کے درمیان میں کھڑی ہوکر انکی امامت کرتی تھیں (زیلعی -١:٢٤٠)تواسکا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا اثر قاعدہ کلیہ ہے،اور حضور ﷺ سے قطعاً ثابت نہیں کہ انہوں نے کسی عورت کواذان کہنے کا حکم دیا ہو حالانکہ عورتیں آپ ﷺ کے ساتھ جماعت میں شریک ہوتی تھیں،نیز اذان میں آواز کا بلند کرنا اوراونچی جگہ پر کہنا مستحب ہے لیکن عورت کوان چیزوں سے روکا گیا ہے کیونکہ انکی آواز بھی عورت ہے،نیز اسے اپنی تشہیر کرنے سے روکا گیا ہے اوراسے پردے میں گھر کے اندر رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۶۱۹-حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ فرماتے ہیں کہ میں صبح کے وقت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کواس واقعے کی اطلاع کی جوکچھ میں نے (خواب میں) دیکھا تھا،آپ ﷺ نے فرمایا کہ انشاء اللہ یہ سچا خواب ہے،پس توبلال کے ساتھ کھڑا ہوجااور جوکچھ تونے دیکھا اسے بتاتا جااوروہ اسے اذان میں کہتا جائے۔اس لئے کہ اسکی آواز تجھ سے زیادہ بلند ہے۔(ابوداود)

صحيح ثابت (عون المعبود ۱:۱۸۸ و ۱۸۹) .

باب استقبال القبلة عند الأذان والإقامة

۶۲۰- أخبرنا أبو معاوية ثنا الأعمش عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن أبی ليلی قال : جَاءَ عبدُ اللهِ بنُ زيدِ بنِ عبدِ رَبِّهِ الاَنْصَارِيُّ ﷺ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ : " يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اِنِّیْ رَاَیْتُ رَجُلاً نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَقَامَ عَلٰی جِذْمِ حَائِطٍ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَالَ : اَللهُ اَكْبَرُ اَللهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مَرَّتَيْنِ ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللهِ مَرَّتَيْنِ ، ثُمَّ قَالَ عَنْ يَمِيْنِهِ : حَيَّ عَلَی الصَّلَاةِ مَرَّتَيْنِ ، ثُمَّ قَالَ عَنْ يَسَارِهِ : حَيَّ عَلَی الْفَلَاحِ مَرَّتَيْنِ ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَقَالَ : اَللهُ اَكْبَرُ اَللهُ اَكْبَرُ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ ، ثُمَّ قَعَدَ قَعْدَةً ثُمَّ قَامَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ ، وَقَالَ : قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ ، وَجَاءَ عمرُ بنُ الخطاب فَقَالَ : يَارَسُوْلَ اللهِ ! قَدْ رَاَیْتُ مِثْلَ مَا رَاٰی عبدُ اللهِ وَلٰكِنَّهُ سَبَقَنِیْ فَقَالَ : عَلِّمْهَا بِلَالاً فَاِنَّهُ اَنْدٰی صَوْتاً مِنْكَ " . رواه الإمام إسحاق بن راهويه فی مسنده (زيلعی ۱:۱۴۴) ورجاله

ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ثابت ہے۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مؤذن کواونچی آوازوالا ہونا چاہیے۔

باب اذان واقامت کہتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا

۶۲۰-حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے آسمان سے اترتے ہوئے ایک آدمی کو دیکھا جو دیوار کے ایک کنارے پر کھڑا ہوا اور قبلہ رخ ہو کر یہ الفاظ کہے"اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہدان لا الہ الا اللہ، اشہدان لا الہ الا اللہ، اشہدان محمد ارسول اللہ، اشہدان محمد ارسول اللہ" پھر اس نے دائیں طرف منہ پھیر کر کہا"حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ"، پھر اس نے بائیں طرف منہ پھیر کر کہا"حی علی الفلاح، حی علی الفلاح"، پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کہا"اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ"، پھر تھوڑی دیر بیٹھ کر کھڑا ہوا اور قبلہ کی طرف منہ کر کے پہلے کی طرح کہا (لیکن اس وقت "قد قامت الصلوٰۃ" دومرتبہ بھی کہا (اس دوران) حضرت عمرؓ تشریف لائے اور کہا یارسول اللہ! جو عبداللہ نے دیکھا ہے اس طرح کا واقعہ میں نے بھی (خواب میں) دیکھا ہے۔ لیکن عبداللہ مجھ پر (بتانے میں) سبقت لے گئے ہیں، تب حضور ﷺ نے (حضرت عبداللہؓ سے) فرمایا کہ یہ کلمات بلال کو سکھا دو! اسلئے کہ اسکی آواز تجھ سے زیادہ بلند ہے۔ (مسند اسحاق وابوداود و بخاری

رجال الجماعة غير الصحابى ، ولكنه منقطع ، ففى تهذيب التهذيب (٦:٢٦٠) : " روى عن عبد الله بن زيد بن عبد ربه ولم يسمع منه " . قلت : وقد أخرجه البيهقى عن ابن أبى ليلى ثنا أصحاب محمد : " أَنَّ عبدَ الله بن زَيْدٍ جَاءَ " الحديث فزال علة الانقطاع (كذا فى الجوهر النقى ١:١٠٨) وكذا رواه ابن أبى شيبة عن ابن أبى ليلى قال : حدثنا أصحاب محمد ﷺ : " أَنَّ عبدَ الله بنَ زيدٍ الأنْصَارِى جَاءَ إِلَى رَسُوْلِ الله ﷺ " الحديث (كذا فى آثار السنن ١:٥٢) .

باب ينبغي ان يكون المؤذن حسن الصوت

٦٢١— عن : أبى محذورة ﷺ : " أَنَّ رَسُوْلَ الله ﷺ أَمَرَ بِنَحْوِ عِشْرِيْنَ رَجُلاً فَأَذَّنُوْا ، فَأَعْجَبَهُ صَوْتُ أَبِىْ مَحْذُوْرَةَ فَعَلَّمَهُ الأذَانَ " . أخرجه الدارمى وأبو الشيخ بإسناد متصل ، وأخرجه أيضا ابن حبان من طريق أخرى ، ورواه ابن خزيمة فى صحيحه ، كذا فى نيل الأوطار (٢٠:٣٩٩) .

٦٢٢— أخبرنا إبراهيم بن الحسن قال حدثنا حجاج عن ابن جريج عن عثمان ابن السائب قال أخبرنى أبى وأم عبد الملك بن أبى محذورة عن أبى محذورة ﷺ قال : "لَمَّا خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِنْ حُنَيْنٍ خَرَجْتُ عَاشِرَ عَشْرَةٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ نَطْلُبُهُمْ

فی خلق العباد وغیرہ)۔ اسکے تمام راوی جماعت کے راوی ہیں لیکن یہ حدیث منقطع ہے اور انقطاع خیر القرون میں مضر نہیں، نیز بیہقی کی سند میں اصحاب محمد کا لفظ ہے جس سے انقطاع ختم ہو جاتا ہے اور ابن ابی شیبہ نے بھی بغیر انقطاع کے ذکر کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان واقامت قبلہ کی طرف منہ کر کے دی جائے۔

باب مؤذن کو اچھی آواز والا ہونا چاہئے

۶۲۱-حضرت ابومحذورہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے تقریباً بیس (۲۰) آدمیوں کو اذان دینے کا حکم دیا اور انہوں نے اذان دی تو حضور ﷺ کو ابومحذورہ کی آواز اچھی لگی تو آپ ﷺ نے انہیں اذان کی تعلیم دی۔ (صحیح ابن حبان، دارمی، صحیح ابن خزیمہ اور ابو الشیخ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے)۔

۶۲۲-حضرت ابومحذورہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ حنین سے نکلے تو میں بھی اہل مکہ کے دس آدمیوں کے ساتھ آپ کی

فَسَمِعْنَاهُمْ يُؤَذِّنُونَ بِالصَّلَاةِ فَقُمْنَا نُؤَذِّنُ نَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: قَدْ سَمِعْتُ فِي هٰؤُلَاءِ تَأْذِينَ إِنسَانٍ حَسَنِ الصَّوْتِ ، فَأَرْسَلَ إِلَيْنَا ، فَأَذَّنَّا رَجُلٌ رَجُلٌ ، وَكُنْتُ آخِرَهُمْ فَقَالَ حِينَ أَذَّنْتُ : تَعَالَ ، فَأَجْلَسَنِي بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَسَحَ عَلَى نَاصِيَتِي وَبَرَّكَ عَلَيَّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ : اِذْهَبْ فَأَذِّنْ عِنْدَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ ، الحديث رواه النسائی (۱۰٤:۱) ورجاله ثقات.

باب الكلام فی الأذان

۶۲۳— عن: عبدالله بن الحارث قال : " خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ رَزْغٍ فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ فَأَمَرَهُ أَنْ يُنَادِيَ " الصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ " فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ : فَعَلَ هٰذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ وَإِنَّهَا عَزْمَةٌ . رواه إمام المحدثین "البخاری " (۸۶:۱).

تلاش میں نکلا، پھر جب ہم نے آپ ﷺ کے ساتھیوں کو اذان کہتے ہوئے سنا تو ہم بھی انکے ساتھ مذاق کرتے ہوئے اذان کہنے لگے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ان لوگوں میں ایک انسان کی آواز سنی ہے جو کہ اچھی آواز والا ہے، پھر آپ ﷺ نے ہمیں بلا بھیجا اور ہم نے ایک ایک کر کے (باری باری) اذان دی اور میں نے ان سب میں آخر میں اذان دی، جب میں نے اذان دی تو حضور ﷺ نے فرمایا "آؤ!"، پھر آپ ﷺ نے مجھے اپنے سامنے بٹھایا اور میری پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے میرے لئے تین مرتبہ برکت کی دعا فرمائی، پھر آپ ﷺ نے (مجھے) فرمایا کہ جاؤ اور بیت اللہ کے پاس اذان دو۔ (نسائی، باب الاذان فی السفر)۔ اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

__فائدہ__: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مؤذن کو اچھی آواز والا ہونا چاہئے۔ البتہ نیک اور صالح ہونا اولین اور ضروری وصف ہے۔

باب اذان میں بات کرنا

۶۲۳۔ حضرت عبداللہ بن حارث فرماتے ہیں کہ کیچڑ کے دن حضرت ابن عباسؓ نے ہمیں وعظ فرمایا، پھر جب مؤذن "حی علی الصلوٰۃ" کے الفاظ تک پہنچا تو آپؓ نے اسے حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کردے کہ لوگ نماز اپنی قیام گاہوں پر پڑھ لیں، اس پر لوگ ایک دوسرے کو (تعجب اور اعتراض کے طور پر) دیکھنے لگے تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس طرح مجھ سے بہتر انسان (حضور ﷺ) نے کیا تھا اور یہ عزیمت ہے۔ (بخاری، باب الکلام فی الاذان)۔

٦٢٤– عن : نافع قال : أَذَّنَ ابن عمرَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضَجْنَانَ ثُمَّ قال : " صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ ، وَأَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُالُ عَلَى إِثْرِهِ : أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ ، فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمَطِيْرَةِ فِي السَّفَرِ " . رواه البخاری .

٦٢٥– عن : نعيم بن النحام قال : " أَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ ﷺ لِلصُّبْحِ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ ، فَتَمَنَّيْتُ لَوْ قَالَ : " وَمَنْ قَعَدَ فَلَا حَرَجَ " ، فَلَمَّا قَالَ : " الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ " قَالَهَا " أخرجه عبد الرزاق وغيره بإسناد صحيح . كذا في الفتح للحافظ (٢ : ٨١) .

شروط الصلاة التى تتقدمها

باب ان الفخذ عورة

٦٢٦– عن : محمد بن عبد الله بن جحش ختن النبی ﷺ : " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ

۶۲۴- نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے ضجنان مقام پر ایک شدید ٹھنڈی رات میں اذان دی اور اذان کے بعد فرمایا کہ اپنی قیام گاہوں پر نماز پڑھو اور ہمیں خبر دی کہ حضور ﷺ سفر کے دوران ٹھنڈی رات میں یا شدید بارش والی رات میں مؤذن کو حکم فرماتے تو وہ اذان دیتا اور اذان کے بعد یہ الفاظ کہے جاتے کہ لوگ اپنی قیام گاہوں پر نماز پڑھ لیں۔ (بخاری)۔

۶۲۵- حضرت نعیم بن نحام فرماتے ہیں کہ ایک ٹھنڈی رات میں حضور ﷺ کے مؤذن نے صبح کیلئے اذان دی تو میں نے یہ آرزو کی کہ کاش یہ بھی کہہ دے کہ جو شخص مسجد میں نہ آئے تو بھی کوئی حرج نہیں، پھر جب مؤذن نے "الصلوٰۃ خیر من النوم" کے الفاظ کہے تو اس کے بعد "من قعد فلا حرج" (جو مسجد نہ آئے تو کوئی حرج نہیں) کے الفاظ بھی کہے۔ (مصنف عبدالرزاق وغیرہ) اسکی سند صحیح ہے۔

فائدہ: حنفیہ کے نزدیک اذان کے دوران گفتگو کرنا مکروہ ہے کیونکہ اذان بھی تشہد کی طرح ذکر معظم ہے، لہٰذا غیر اذان کو اذان میں داخل کرنا کلام مسنون کو تبدیل کرنے کے مترادف ہے۔ اور امت کا عمل ہمیشہ اذان کے دوران کلام نہ کرنے کا رہا ہے، چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کے حکم پر لوگوں کا ایک دوسرے کو دیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ انکے لئے نئی بات تھی۔ ہمارا دین روایت اور توارث کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، اس لئے جب ہر زمانہ میں خصوصاً قرون اولیٰ میں لوگ اذان کے دوران گفتگو کو ناپسندیدہ سمجھتے تھے تو اس میں کسی نہ کسی حد تک کراہت ضرور آجاتی ہے، لیکن چونکہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت نعیمؓ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلمات (اپنی قیام گاہوں پر نماز پڑھو) اذان کے دوران کہے گئے تھے، لہٰذا اذان کے دوران یہ کلمات متعلقہ بالاذان والصلوٰۃ کہنا حرام نہیں اور نہ ہی واجب الاعادہ ہیں، البتہ اذان کے دوران زیادہ دنیاوی باتیں کرنے سے اذان کا اعادہ ضروری ہے۔

عَلى مَعْمَرٍ بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ مُحْتَبِياً كَاشِفاً عَنْ طَرْفِ فَخِذِهِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: خَمِّرْ فَخِذَكَ يَا مَعْمَرُ ! فَإِنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ". رواه الإمام أحمد، وفي رواية له عند أحمد أيضا قال: "مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ - وَأَنَا مَعَهُ - عَلى مَعْمَرٍ، وَفَخِذَاهُ مَكْشُوفَتَانِ، فَقَالَ: يَا مَعْمَرُ! غَطِّ فَخِذَيْكَ فَإِنَّ الْفَخِذَيْنِ عَوْرَةٌ". ورواه الطبراني في الكبير إلا أنه قال في الأولى: "فَإِنَّ الْفَخِذَ مِنَ الْعَوْرَةِ". ورجال أحمد ثقات، كذا في مجمع الزوائد قلت: وذكره البخاري تعليقا.

٦٢٧- عن: جرهد ﷺ: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ بِهِ وَهُوَ كَاشِفٌ عَنْ فَخِذِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "غَطِّ فَخِذَكَ فَإِنَّهَا مِنَ الْعَوْرَةِ". رواه "الترمذي" وقال: حسن اه. ورواه أبو داود وأحمد ومالك في الموطا، وأخرجه أيضا ابن حبان وصححه، "نيل" وذكره البخاري تعليقا.

نماز کی ان شرطوں کا بیان جنکا نماز سے پہلے پورا کرنا ضروری ہے

باب ران ستر میں داخل ہے

٦٢٦-حضور ﷺ کے داماد حضرت محمد بن عبداللہ بن جحشؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ مسجد کے صحن میں معمر کے پاس سے گذرے جو چادر میں لپٹے ہوئے تھے اور اپنی ران کو کھولے ہوئے بیٹھے تھے، تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے معمر! اپنی ران چھپاؤ اس لیے کہ ران بھی ستر میں داخل ہے (یعنی ران بھی شرمگاہ ہے)۔ (مسند احمد)۔ اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اور مسند احمد کی ہی ایک روایت میں ہے کہ محمد بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ معمر کے پاس سے گذرے اور میں بھی آپ ﷺ کیساتھ تھا اور معمر کی دونوں رانیں ننگی تھیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا "اے معمر! اپنی رانوں کو چھپاؤ، اسلئے کہ رانیں بھی ستر میں داخل ہیں"۔ اسے بخاری نے بھی تعلیقاً روایت کیا ہے۔

٦٢٧-حضرت جرہدؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اس کے پاس سے گذرے جب کہ اس نے اپنی ران کھولی ہوئی تھی تو حضور ﷺ نے فرمایا "اپنی ران کو چھپاؤ! اسلئے کہ یہ بھی ستر میں داخل ہے اور شرمگاہ ہے۔ (ترمذی، ابوداود، مسند احمد اور مؤطا امام مالک)۔ امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا اور بخاری نے بھی اسے تعلیقاً روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ران بھی شرمگاہ ہے لہذا ران کو کسی کے سامنے ننگا کرنا یا کسی کا اسکی طرف دیکھنا

۶۲۸— عن ابن عباس ﷺ أن النبی ﷺ قال: " اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ ". رواه " الترمذی " وقال: حسن غریب اه. قلت: وذکره البخاری تعلیقا.

باب الركبة عورة

۶۲۹— حدثنا محمد بن مخلد نا أحمد بن منصور زاج نا النضر بن شميل أنا أبو حمزة الصيرفي – وهو سوار بن داود – نا عمرو بن شيعب عن أبيه عن جده قال قال رسول الله ﷺ: " مُرُوْا صِبْيَانَكُمْ بِالصَّلَاةِ فِي سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا فِي عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ. وَإِذَا زَوَّجَ اَحَدُكُمْ عَبْدَهُ اَمَتَهُ اَوْ اَجِيْرَهُ فَلَا تَنْظُرِ الْاَمَةُ اِلَى شَيْءٍ مِنْ عَوْرَتِهٖ فَاِنَّ مَا تَحْتَ السُّرةِ اِلَى الرُّكْبَةِ مِنَ الْعَوْرَةِ. " رواه الدارقطنی وسکت عنه، ورجاله ثقات. ورواه أحمد فی مسنده ولفظه: " فَاِنَّ مَا اَسْفَلَ مِنْ سُرَّتِهٖ اِلَى رُكْبَتَيْهِ مِنْ عَوْرَتِهٖ " زیلعی.

گناہ ہے۔ باقی حضرت انسؓ کا وہ فرمان جو کہ بخاری اور مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے خیبر کے دن اپنی ران سے کپڑے کو ہٹایا، تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ جزئی واقعہ ہے جب کہ مذکورہ بالا احادیث قاعدہ کلیہ اور قانون کی حیثیت رکھتی ہیں۔

دوسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے کپڑا خود نہیں ہٹایا تھا بلکہ بازار میں دوڑتے ہوئے اور رش کی وجہ سے کپڑا خود بخود اٹھ گیا تھا۔

۶۲۸- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ران ستر میں داخل ہے''۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسکو بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

باب گھٹنا بھی ستر میں داخل ہے

۶۲۹- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم کرو جب وہ سات سال کے ہو جائیں، اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر انکو مارو اور انکے بستر بھی الگ کر دو، اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام یا اپنے اجیر (نوکر) سے کر دے تو پھر باندی اس کی شرمگاہ کو نہ دیکھے، اور بے شک ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنے تک شرمگاہ ہے۔ (دار قطنی) اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اور مسند احمد میں یہ الفاظ ہیں کہ اسکی ناف کے نیچے سے لیکر اسکے دونوں گھٹنوں تک شرمگاہ ہے۔

باب صلاة العريان قاعدا

٦٣٠– أخبرنا إبراهيم بن محمد عن داود بن الحصين عن عكرمة عن ابن عباس ﷺ قال : " اَلَّذِیْ یُصَلِّیْ فِی السَّفِیْنَةِ وَالَّذِیْ یُصَلِّیْ عُرْیَاناً یُصَلِّیْ جَالِساً اه ". رواه عبد الرزاق فی مصنفه (زیلعی ١:١٥٧) ورجاله رجال الجماعة إلا إبراهیم بن محمد فمختلف فیه ، أثنی علیه الشافعی وقال : کان ثقة فی الحدیث وسئل حمدان ابن الأصبهانی : أ تدین بحدیث إبراهیم ابن أبی یحیی ؟ قال : نعم . قال ابن عدی : هو ممن یکتب حدیثه اه . وترکه آخرون ، کذا فی تهذیب التهذیب (١:١٥٩).

باب ستر الحرة والأمة

٦٣١– عن : عبد الله ﷺ عن النبی ﷺ قال : " اَلْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتْ

فائدہ: احناف کے نزدیک گھٹنے بھی شرمگاہ میں داخل ہیں انکی طرف نظر کرنا گناہ ہے اور نماز میں انکو ڈھانپ کے رکھنا ضروری اور فرض ہے۔ جیسا کہ وضوء کے مسئلے میں کہنیاں بازو دھونے میں داخل ہیں۔ اگر چہ صراحۃً احادیث سے معلوم نہیں ہوتا کہ گھٹنے شرمگاہ میں داخل ہیں، لیکن احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ انکو بھی شرمگاہ ہی سمجھا جائے۔

باب ننگے شخص کا بیٹھ کر نماز پڑھنا

۶۳۰– حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص کشتی میں نماز پڑھے یا ننگے ہو کر نماز پڑھے تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔ (مصنف عبد الرزاق) ۔ اسکے راوی جماعت کے راوی ہیں سوائے ابراہیم بن محمد کے کہ وہ مختلف فیہ ہیں، امام شافعیؒ وغیرہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔

فائدہ: ہدایہ میں ہے کہ ننگا شخص بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع، سجدہ اشارے سے کرے، حضور ﷺ کے صحابہ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ (نصب الرایہ–۱:۱۵۷، فتح القدیر–۱:۲۳۳و۲۳۷)۔

اسی طرح اگر ننگے لوگ جماعت سے نماز پڑھیں تو بھی سارے لوگ بیٹھ کر نماز پڑھیں اور رکوع و سجود اشارے سے کریں اور امام انکے درمیان بیٹھے۔ (زیلعی–۱:۱۵۷)۔

باب آزاد عورت اور باندی کے ستر کا بیان

۶۳۱– حضرت عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورت کیلئے پردہ کرنا ضروری ہے کیونکہ جب وہ نکلتی ہے تو

اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ " . رواه الترمذی وقال : حسن صحيح غريب اه .

۶۳۲– عن : عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " لَا تُقْبَلُ صَلاةُ الْحَائِضِ اِلَّا بِخِمَارٍ " . رواه الترمذی وقال حسن . وفی بلوغ المرام (۱:۳۳) بلفظ : " لَا يَقْبَلُ اللهُ صَلَاةَ حَائِضٍ اِلَّا بِخِمَارٍ " رواه الخمسة إلا النسائی ، وصححه ابن خزيمة اه .

۶۳۳– عن : ابن عباس ﷺ –مرفوعا – فی قوله تعالىٰ : ﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ وَجْهَهَا وَكَفَّيْهَا . رواه إسماعيل القاضی – المالكی – بسند جيد ، كذا فی البحر الرائق (۱:۲۸۵) وقال صاحب الكمالين (ص–۲۹۵) تحت قول الجلال المحلی رحمه الله : وَهُوَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّانِ ، كذا فسره ابن عباس ، ما نصه " أخرجه ابن أبی حاتم والبيهقی وأخرجه إسماعيل القاضی عن ابن عباس مرفوعا بسند جيد " اه .

۶۳۴– عن : عمر ﷺ : " اَنَّهُ ضَرَبَ اَمَةً رَآهَا مُتَقَنِّعَةً وَقَالَ : اِكْشِفِیْ رَاْسَكِ

شیطان اسے بہکانے کیلئے موقع تلاش کرتا ہے۔ (ترمذی، باب فی آخر کتاب الرضاع)۔امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

۶۳۲ –حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جوان لڑکی کی نماز بغیر چادر اوڑھے قبول نہیں ہوتی ۔ (ترمذی باب لاتقبل صلوٰۃ المرأۃ بغیر خمار)۔

اور بلوغ المرام کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جوان لڑکی کی نماز بغیر چادر اوڑھے قبول نہیں فرماتے ۔ (بخاری، مسلم، ابوداود، ابن ماجہ ومستدرک حاکم)۔

۶۳۳ –حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ (سورۃ النور–۳۱) (اور اپنی زینت کے مواقع کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس موقع زینت میں سے غالبًا کھلا رہتا ہے (جسکے ہر وقت چھپانے میں حرج ہے) کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "الا ما ظہر منہا" سے مراد اسکا چہرہ اور اسکے دونوں ہاتھ ہیں، اسے اسماعیل قاضی مالکی نے جید اور عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اور یہ روایت جید سند کے ساتھ مرفوعًا ابن ابی حاتم اور بیہقی نے ذکر کی ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آزاد عورت کا تمام جسم پردے میں رہنا چاہئے مگر اسکا چہرہ اور اسکے ہاتھ ستر میں داخل نہیں، اسی طرح مختار قول میں قدم بھی ستر میں داخل نہیں ہیں۔ (ہدایہ)۔

۶۳۴ –حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک باندی کو دوپٹہ اوڑھے ہوئے دیکھا تو اسے مارا، اور فرمایا کہ اپنے سر کو

وَلَا تَتَشَبَّهِی بِالْحَرَائِرِ ". أخرجه عبد الرزاق بإسناد صحيح دراية (ص–٦٨).

٦٣٥– عن: أنس ﷺ: " رأى عمر: اَمَةً عَلَیْهَا جِلْبَابٌ فَقَالَ: عَتَقْتِ؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: ضَعِیْهِ عَنْ رَاْسِكِ، اِنَّمَا الْجِلْبَابُ عَلَی الْحَرَائِرِ، فَتَلَكَّئَتْ، فَقَامَ اِلَیْهَا بِالدُّرَّةِ فَضَرَبَ رَاْسَهَا حَتّٰی اَلْقَتْهُ" رواه ابن أبی شیبة بسند صحیح، درایة (ص–٦٨).

٦٣٦– حدثنا علی بن شیبة نا یزید بن هارون نا حماد بن سلمة عن حکیم الأثرم عن أبی تمیمة الهجیمی سمعت أبا موسى الأشعری یقول: " لَا اَعْرِفَنَّ اَحَداً نَظَرَ مِنْ جَارِیَةٍ اِلَّا اِلٰی مَا فَوْقَ سُرَّتِهَا وَاَسْفَلَ مِنْ رُكْبَتِهَا لَا اَعْرِفَنَّ اَحَداً فَعَلَهٗ اِلَّا عَاقَبْتُهٗ اه. رواه الطحاوی فی مشکله (٢:٢٨٨) ورواته کلهم ثقات معروفون غیر علی بن شیبة، فلم أجد من ترجمه، ولکن قد أکثر الطحاوی فی الإحتجاج بحدیثه، فهو عنده ممن یحتج به، وقد مر توثیقه عن الخطیب فی الباب السابق.

کھلا رکھ اور آزاد عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کر۔ (مصنف عبدالرزاق) اسکی سند صحیح ہے۔

٦٣٥- حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک باندی کو دیکھا جس کے سر پر چادر تھی آپؓ نے اس سے پوچھا کیا تو آزاد ہوگئی ہے؟ اس نے کہا نہیں! تو آپؓ نے فرمایا کہ اپنے سر سے اسے اتار دے۔ سر پر چادر تو صرف آزاد عورتوں کیلئے ہے، اس نے کچھ بہانہ کیا تو آپؓ درہ لے کر اسکی طرف اٹھے اور اسکے سر پر مارا، یہانتک کہ اس نے چادر کو اتار دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اسکی سند صحیح ہے۔

فائدہ: مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ باندی کا سر ستر میں داخل نہیں۔

٦٣٦- حضرت ابوتمیمہ الہجیمی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ہرگز کسی کو نہیں جانتا کہ جس نے باندی کو دیکھا ہو، سوائے اسکی ناف کے اوپر اور اسکے گھٹنے کے نیچے کے حصے کے۔ اور میں ہرگز کسی کو نہیں جانتا کہ جس نے ایسا کیا ہو اور میں نے اسکو سزا نہ دی ہو۔ (طحاوی فی مشکل الآثار)۔ اسکے تمام راوی ثقہ مشہور ہیں اور علی بن شیبہ کے حالات مجھے نہیں ملے لیکن امام طحاوی نے اسکی احادیث کثرت سے ذکر کی ہیں جس سے اسکا ثقہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ: (۱): اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے کا حصہ باندی کا ستر میں داخل نہیں، لیکن باندی کا پیٹ اور اسکی کمر قیاس کی بنا پر ستر میں داخل ہیں کیونکہ اسکی حیثیت گھر کے باہر اجنبیوں کے حق میں ویسی ہی ہے جیسا کہ آزاد عورت کی حیثیت گھر کے اندر محارم کے حق میں ہے، لہٰذا باندی کی کمر اور اسکا پیٹ بھی ستر میں داخل ہوگا۔

باب ما ورد فی ستر عورة الصغیر وصلاته تمرینًا له

٦٣٧– عن : محمد بن عیاض الزهری ﷺ مرفوعا : " غَطُّوْا حُرْمَةَ عَوْرَتِهٖ فَاِنَّ حُرْمَةَ عَوْرَةِ الصَّغِيْرِ كَحُرْمَةِ عَوْرَةِ الْكَبِيْرِ وَلَا يَنْظُرُ اللهُ اِلٰى كَاشِفِ عَوْرَةٍ " . رواه الحاكم فی مستدرکه ذکره فی الجامع الصغیر (٢:٦١) وصححه بالرمز .

٦٣٨– عن : سبرة ﷺ قال : قال النبی ﷺ : " مُرُوْا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ اِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِيْنَ وَاِذَا بَلَغَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا " . رواه أبو داود وسکت عنه . وقال المنذری : أخرجه الترمذی وقال : حسن صحیح (عون المعبود ١:١٨٥) .

٦٣٩– عن : عبد الله بن حبیب ﷺ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قال : " اِذَا عَرَفَ الْغُلَامُ يَمِيْنَهٗ مِنْ شِمَالِهٖ فَمُرُوْهُ بِالصَّلَاةِ " . رواه الطبرانی فی الأوسط والصغیر ، وقال فی الأوسط :

فائدہ:(۲):اس بات پر بھی اجماع ہو چکا ہے کہ نماز میں صرف تنگیز کا چھپانا ضروری ہے،اور جو تنگیز نہیں اسکا ڈھانپنا نماز میں ضروری نہیں اور احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ اسکا سر اور اسکے دونوں ہاتھ تنگیز میں داخل نہیں ،لہٰذا انکا ڈھانپنا نماز میں ضروری نہیں اور اسکی تائید مصنف ابن ابی شیبہ–۲ص ۲۳۰ کی حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا کہ باندی اس حالت میں نماز پڑھے جس حالت میں وہ باہر نکلتی ہے۔

کتاب الآ ثار ص ۵۷ میں ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ باندی بغیر اوڑھنی کے نماز پڑھے۔

باب بچے کی شرمگاہ کے چھپانے اور اسکی نماز کے بیان میں

۶۳۷–حضرت محمد بن عیاذ زہریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بچے کی شرمگاہ کو ڈھانپو!اس لئے کہ بچے کی شرمگاہ کی حرمت بڑے کی شرمگاہ کی حرمت کی طرح ہے،اور اللہ تعالیٰ شرمگاہ کو کھولنے والے کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتے۔ (مستدرک حاکم)۔جامع صغیر میں اسکی صحت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۶۳۸–حضرت سبرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا حکم کرو،اور جب دس سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر اسے مارو۔(ابوداود،باب متی یؤ مر غلام بالصلوٰۃ وترمذی،باب ماجاء متی یؤ مر الصبی بالصلوٰۃ)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۶۳۹–حضرت عبداللہ بن حبیبؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب بچے کو دائیں بائیں کی تمیز ہو جائے تو اسے نماز کا حکم کرو۔(طبرانی فی الاوسط،والصغیر)صغیر میں ہے کہ اسکے راوی ثقہ ہیں۔عون المعبود میں ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہوتا ہے

لا یروی عن النبی ﷺ إلا بهذا الإسناد ، وقال فی الصغیر : لا یروی إلا عن عبد الله بن خبیب ورجاله ثقات ، کذا فی مجمع الزوائد وفی التلخیص الحبیر (١:٦٩) : " وقال ابن صاعد : إسناد حسن غریب " وفی عون المعبود (١:١٨٦) : ویحصل هذ التمیز للصبی غالبا إذا کان ابن سبع سنین اه .

٦٤٠— عن : عائشة رضی الله عنها مرفوعا : " رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ : عَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ ، وَعَنِ الْمُبْتَلٰی حَتّٰی یَبْرَأَ ، وَعَنِ الصَّبِیِّ حَتّٰی یَکْبُرَ " .رواه الإمام أحمد وأبو داود و النسائی والحاکم . قال الشیخ : حدیث صحیح . کذا فی العزیزی (٢:٢٩٠) .

باب اشتراط النیة للصلاة

٦٤١— عن : عمر ﷺ مرفوعا : " إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّیَّةِ وَ إِنَّمَا لِکُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰی ، فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلَی اللهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ إِلَی اللهِ وَرَسُوْلِهٖ ، وَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُهَا ، أَوِ امْرَأَةٍ یَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ إِلٰی مَا هَاجَرَ إِلَیْهِ " . أخرجه أصحاب الصحاح والإمام مالك فی روایة الإمام محمد بن الحسن والإمام أحمد ، کذا فی کنز العمال (٢:٧٨).

تو عموماً اسے یہ تمیز حاصل ہوجاتی ہے۔

۶۴۰-حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تین شخصوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے، ایک سونے والا یہاں تک کہ وہ بیدار ہوجائے، دوسرا دیوانہ یہاں تک کہ وہ صحیح ہوجائے، تیسرا بچہ یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائے۔ (احمد، ابوداود، نسائی، حاکم) عزیزی میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: پہلی تین احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچے کو شرمگاہ ڈھانپنے اور نماز پڑھنے کا حکم کیا جائیگا لیکن آخری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ مرفوع القلم اور غیر مکلف ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ بچے کو شرمگاہ ڈھانپنے اور نماز پڑھنے کا حکم عادت بنانے کیلئے کیا جائیگا وجوب کے طور پر نہیں۔

باب نماز کیلئے نیت شرط ہے

۶۴۱-حضرت عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور آدمی کو نیت کا ہی صلہ ملتا ہے، چنانچہ جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہو تو اسکی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کیلئے شمار ہوگی اور جسکی ہجرت حصول دنیا کی خاطر ہو یا کسی عورت سے شادی کرنے کی خاطر ہو تو اسکی ہجرت اسی مد میں شمار ہوگی۔ (صحاح ستہ، مؤطا امام مالک، مسند احمد و کنز العمال)۔

٦٤٢– عن : عبد الله بن مسعود ﷺ قال : " تَعَوَّدُوْا الْخَيْرَ فَإِنَّمَا الْخَيْرُ بِالْعَادَةِ ، وَ حَافِظُوْا عَلٰى نِيَّاتِكُمْ فِى الصَّلَاةِ " رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ١:١٨١) .

باب اشتراط نية الإقتداء للمأموم

٦٤٣– عن : أبى هريرة ﷺ أن رسول الله ﷺ قال : " إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَيْهِ " . الحديث متفق عليه كذا في النيل (٣:١٨) .

فائدہ: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اسکا مطلب یہ ہے کہ اعمال کے ثواب کا مدار نیتوں پر ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ نماز کی صحت سے مقصود ثواب ہی ہے اور یہ کسی دوسری عبادت کیلئے آلہ نہیں، لہٰذا مقصود حاصل کرنے کیلئے نیت شرط ہے کیونکہ چیز جب مقصود سے خالی ہو تو لغو اور بیکار ہوتی ہے، لہٰذا نماز کی صحت کیلئے نیت شرط ہے، نیز اس بات پر اجماع ہے کہ نماز میں نیت شرط ہے۔

٦٤٢– حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ خیر کے عادی ہو جاؤ، اس لئے کہ خیر عادت بنانے میں ہی ہے اور نماز کے اندر اپنی نیتوں کی پابندی کرو۔ (طبرانی فی الکبیر)۔ اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: نماز کیلئے زبان سے نیت کرنا بدعت حسنہ ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ ظاہراً دکانوں پر ہوتے تھے لیکن ان کے دل مسجدوں میں، اس لئے ان کے دل کی نیت ہی پختہ ہوتی تھی جبکہ آج کل کے لوگ مسجد میں ہوتے ہیں لیکن ان کے دل دکانوں پر اس لئے نیت کو مزید پختہ کرنے کیلئے زبان سے نیت کا اظہار درست ہے، پس نماز کیلئے زبان سے نیت کرنا احداث للدین ہے جسے بدعت حسنہ کہتے ہیں، جیسے اذان کیلئے "لاؤڈ سپیکر" کا استعمال، البتہ جو چیز احداث فی الدین کے زمرے میں آتی ہے وہ بدعت سیئہ ہے۔

نیز مسند احمد-٣:١٩٨ میں حضرت انس بن مالکؓ سے حدیث مروی ہے کہ: " قال رسول الله ﷺ لا يستقيم ايمان عبد حتى يستقيم قلبه ولا يستقيم قلبه حتى يستقيم لسانه " یعنی کسی انسان کا ایمان اس وقت تک پختہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ دل پختہ نہ ہو اور اس وقت تک دل بھی پختہ نہیں ہو سکتا جب تک زبان سیدھی نہ ہو۔ تو اس حدیث سے زبان سے نیت کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

باب مقتدی کیلئے اقتداء کی نیت کرنا شرط ہے

٦٤٣– حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ اسکی اقتداء کی جائے پس اس سے اختلاف نہ کرو۔ (بخاری ومسلم)۔

٦٤٤– عن : جابر بن عبد اللهؓ قال : قال رسول الله ﷺ : " اَلاِمَامُ ضَامِنٌ ، فَمَا صَنَعَ فَاصْنَعُوْا " . رواه الطبرانی فی الأوسط ، وفیه موسی بن شیبة من ولد کعب بن مالك ، ضعفه أحمد ووثقه أبو حاتم ، وذکره ابن حبان فی الثقات أیضاً (مجمع الزوائد ١:١٦٨) قلت : والاختلاف لا یضر فالحدیث حسن ، وقد مر عن أبی هریرة مرفوعا : " اَلاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ " فی صفات المؤذن . رواه البزار ورجاله کلهم موثقون .

باب مسائل استقبال القبلة

٦٤٥– عن : عطاء قال : سمعت ابن عباس قال : " لَمَّا دَخَلَ النَّبِیُّ ﷺ اَلْبَیْتَ دَعَا فِی نَوَاحِیْهِ کُلِّهَا وَلَمْ یُصَلِّ حَتّٰی خَرَجَ مِنْهُ فَلَمَّا خَرَجَ رَکَعَ رَکْعَتَیْنِ فِی قُبُلِ الْکَعْبَةِ ، وَقَالَ : هٰذِهِ الْقِبْلَةُ " . رواه البخاری .

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اقتداء ضروری ہے اور اقتداء مقتدی کا عمل ہے اور اس عمل سے مقصود بھی ثواب ہے اور ثواب کا دارومدار نیت پر ہے لہٰذا اس اقتداء کی صحت کیلئے مقتدی کی نیت ضروی ہے، پس مقتدی کی نماز کے صحیح ہونے کیلئے پیروی اور اتباع کی نیت شرط ہے۔اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

٦٤٤- حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ امام (لوگوں کی نمازوں کا) ضامن ہوتا ہے، پس جو وہ کرے تم بھی کرو۔ (طبرانی فی الاوسط)۔ اسکے راویوں میں ایک راوی موسٰی بن شیبہ ہیں جس کی ابوحاتم اور ابن حبان نے توثیق کی ہے ،پس موسٰی کے مختلف فیہ ہونے کی بنا پر یہ حدیث حسن ہے۔

اور حضرت ابوہریرہؓ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ امام لوگوں کی نمازوں کا ضامن ہے اور مؤذن نمازوں کے اوقات کا امین ہے۔ (بزار)۔ اور اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مقتدی کیلئے پیروی کی نیت کرنا شرط ہے۔

باب استقبال قبلہ کے مسائل

٦٤٥- عطاءؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب حضور ﷺ بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے تو اس کے تمام گوشوں میں آپ نے دعا کی اور نماز نہیں پڑھی، اور پھر جب اس سے باہر تشریف لائے تو دو رکعت نماز کعبہ کے سامنے پڑھی اور فرمایا کہ یہی (بیت اللہ) قبلہ ہے۔ (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بیت اللہ نمازی کی آنکھوں کے سامنے ہو تو عین بیت اللہ کی طرف رخ کیا جائے۔

٦٤٦– عن : أبي هريرة ﷺ : قال النبي ﷺ : " اِسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَكَبِّرْ " . رواه البخاري.

٦٤٧– عن : عبد الله بن عمر ﷺ قال : " بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلاَةِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ ، وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا ، وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكَعْبَةِ " . رواه البخاري .

٦٤٨– عن : معاذ بن جبل ﷺ قال : " صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي يَوْمِ غَيْمٍ فِي سَفَرٍ إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلاَةَ وَسَلَّمَ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ ، فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللهِ ! صَلَّيْنَا إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ ، فَقَالَ : قَدْ رُفِعَتْ صَلاَتُكُمْ بِحَقِّهَا إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ ".

۶۴۶–حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قبلہ کی طرف منہ کر اور تکبیر کہہ۔(بخاری)۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استقبال قبلہ فرض ہے۔استقبال قبلہ کی فرضیت کے بارے میں احادیث متواتر ہیں اور قرآن کی آیت " فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ " سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع بھی ہے۔

۶۴۷–حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ لوگ قباء میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ آج رات حضور ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے اور انہیں (نماز میں) کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم کیا گیا ہے چنانچہ ان لوگوں نے بھی کعبہ کی طرف اپنے رخ کر لئے ،اس وقت وہ شام کی جانب رخ کئے ہوئے تھے،اس لئے وہ کعبہ کی جانب پھر گئے۔(بخاری باب ماجاء فی القبلۃ ومن لم یر الاعادۃ علی من سہی)۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھے اور اسے معلوم نہ ہو کہ قبلہ کدھر ہے اور نماز کے دوران معلوم ہو جائے تو وہ قبلہ کی طرف منہ کر لے اور نماز کا لوٹانا ضروری نہیں۔اسی طرح جس نمازی کی آنکھوں کے سامنے کعبہ نہ ہو اس کیلئے جہت کعبہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے۔

۶۴۸–حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک سفر میں بادل کے دن حضور ﷺ کے ساتھ قبلہ کے علاوہ کسی اور جہت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ، پھر جب آپ ﷺ نے نماز پڑھ کر سلام پھیر لیا تو سورج ظاہر ہو گیا ، ہم نے عرض کیا "یارسول اللہ! ہم نے قبلہ کے علاوہ کسی اور سمت کی طرف نماز پڑھی ہے" تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری نماز اپنے حق کے ساتھ اللہ کی طرف اٹھالی گئی ہے ۔ (طبرانی فی الاوسط) ۔اور اس میں ایک راوی ابراہیم کے والد ابو عبلۃ ہیں ، ابن حبان نے

رواه الطبراني في الأوسط ، وفيه أبو عبلة والد إبراهيم ذكره ابن حبان في الثقات ، واسمه شمر بن يقظان " مجمع الزوائد " .

٦٤٩– عن : نافع : " اَنَّ عَبْدَ اللهِ بنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا سُئِلَ عَنْ صَلاَةِ الْخَوْفِ " الحديث : وفيه : فَاِنْ كَانَ خَوْفٌ هُوَ اَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ صَلُّوْا رِجَالاً قِيَاماً عَلٰى اَقْدَامِهِمْ اَوْ رُكْبَاناً مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ اَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِهَا " . قال مالك : قال نافع : لا أدرى عبد الله بن عمر ذكر ذلك إلا عن رسول الله ﷺ . رواه البخارى .

ابواب صفة الصلاة

باب افتراض التحريمة وسننها

٦٥٠– عن : على ﷺ عن النبى ﷺ قال : مِفْتَاحُ الصَّلاَةِ اَلطُّهُوْرُ وَتَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ " . رواه الترمذى وفى التلخيص الحبير : " وصححه الحاكم وابن السكن " .

انہیں ثقہ کہا ہے۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص قبلہ کے مسئلہ میں تحری کر کے نماز پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسکی غلطی ظاہر ہوتو نماز کو نہ لوٹائے ،اور اس پر آیت ''فاینما تولوافثم وجہ اللہ'' بھی دلالت کرتی ہے۔

۶۴۹–حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نمازِ خوف کے بارے میں پوچھا گیا تھا (تو آپؓ نے فرمایا) کہ اگر خوف بہت زیادہ ہوتو پاؤں پر کھڑے ہوکر پیادہ پا یا سوار ہوکر نماز پڑھو، خواہ قبلہ کی طرف منہ ہو یا نہ ہو۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ نافع نے فرمایا کہ میرے خیال میں حضرت ابن عمرؓ نے یہ بات حضور ﷺ سے ہی بیان کی ۔ (بخاری)۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنگ وغیرہ میں شدید خوف کی حالت میں جدھر چاہے منہ کر کے نماز پڑھے اور خوف کی حالت میں استقبال قبلہ کی شرط باقی نہیں رہتی کیونکہ اس پر قدرت نہیں ہوتی۔

ابواب صفة الصلوٰة

باب تکبیر تحریمہ کی فرضیت اور اسکی سنتوں کے بیان میں

۶۵۰–حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ طہارت نماز کی کنجی ہے ،اور اسکی تحریم تکبیر اور اسکی

٦٥١- عن : عبد الله ابن مسعود ﷺ قال : " مِفْتَاحُ الصَّلاَةِ اَلتَّكْبِيْرُ وَانْقِضَائُهَا التَّسْلِيْمُ ". رواه أبو نعيم فى كتاب الصلاة ، وقال الحافظ فى التلخيص : " إسناده صحيح " (آثار السنن ١:٦٣) .

٦٥٢- عن : وائل بن حجر ﷺ : " أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِى الصَّلاَةِ كَبَّرَ ، وَصَفَ همامٌ : حِيَالَ أُذُنَيْهِ " الحديث رواه مسلم .

٦٥٣- عن : مالك بن الحويرث ﷺ : " أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ ". وفى رواية : " حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوْعَ أُذُنَيْهِ " رواه مسلم كذا فى آثار السنن (١:١٦٣) .

تحلیل سلام کہنا ہے۔ (ترمذی باب ماجاء مفتاح الصلوٰۃ الطہور وابو دود باب فرض الوضوء وابن ماجہ)۔حاکم اور ابن السکن نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: پاکی نماز کیلئے شرط ہے، اسکے بغیر نماز نہیں ہوتی اور تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد وہ تمام افعال ممنوع ہو جاتے ہیں جو نماز کے منافی ہیں، مثلاً کھانا پینا وغیرہ اور سلام پھیرنے کے بعد وہ تمام افعال جائز ہو جاتے ہیں جو نماز میں ممنوع تھے۔

۶۵۱- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نماز کی کنجی تکبیر تحریمہ ہے اور سلام اسکا اختتام ہے۔ (ابونعیم فی کتاب الصلوٰۃ)۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اسکی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان حدیثوں میں تکبیر تحریمہ اور سلام کو افتتاح صلوٰۃ اور اختتام صلوٰۃ کا موقوف علیہ کہا گیا ہے اور موقوف علیہ واجب ہوا کرتا ہے، لیکن تکبیر تحریمہ کی فرضیت ایک اور دلیل قطعی یعنی اجماع سے بھی ثابت ہے۔

۶۵۲- حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے نماز کی ابتداء کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور تکبیر کہی۔ ہمام کہتے ہیں کہ اپنے دونوں کانوں کے برابر (ہاتھوں کو بلند کیا)۔ (مسلم)۔

۶۵۳- حضرت مالک بن حویرثؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کانوں کے برابر لے جاتے اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے ہاتھوں کو اپنے دونوں کانوں کے فروع کے برابر لے جاتے۔ (مسلم)۔

فائدہ: بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ تکبیر تحریمہ کہتے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں کی لو کے برابر لے جاتے تھے اور بعض روایات میں کانوں کے اوپر کے حصے تک لے جانے کا ذکر ہے، اور بعض روایات میں کندھوں کے برابر لے جانے کا ذکر ہے، تو ان

٦٥٤- عن : أبی هريرة ﷺ : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إذَا كَبَّرَ لِلصَّلاَةِ نَشَرَ أَصَابِعَهُ " رواه الحاكم فی المستدرك (١٣٤:١) والترمذی ، سكت عنه الحاكم وتكلم فيه الترمذی ، وقال : أخطأ ابن يمان فی هذا الحديث . قلت وله شاهد صحيح مفسر عند الحاكم .

٦٥٥- عن : سعيد بن سمعان قال : دخل علينا أبو هريرة فی مسجد بنی زريق فقال : " ثَلاَثٌ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِنَّ تَرَكَهُنَّ النَّاسُ ، كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلاَةِ قال هكَذَا وَأَشَارَ أَبُوْ عَامِرٍ بِيَدِهٖ وَلَمْ يُفَرِّجْ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ وَلَمْ يَضُمَّهَا " اه . قال الحاكم : صحيح الإسناد ولم يخرجاه ، وأقره عليه الذهبی .

٦٥٦- عن : وائل بن حجر ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : " يَا ابْنَ حُجْرٍ إِذَا صَلَّيْتَ

میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ہاتھوں کا گٹہ (پہونچا) والا حصہ کندھے کے برابر ہو اور ہاتھ کا انگوٹھہ کان کی لو کے اور دوسری انگلیوں کے اوپر والے کنارے کان کے اوپر کی جانب کے حصے کے برابر ہوں۔ (نووی شرح مسلم-١:١٢٨)۔

٦٥٤-حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب نماز کیلئے تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنی انگلیوں کو سیدھا رکھتے۔ (مستدرک حاکم، ترمذی باب ماجاء فی نشر الاصابع عند التکبیرات)۔اس حدیث پر ترمذی نے کلام کیا ہے لیکن حاکم نے اس پر سکوت کیا ہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ اسکے لئے شواہد صحیحہ موجود ہیں جو بالکل واضح ہیں لہٰذا یہ حدیث بھی حسن ہے۔

فائدہ: یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے انگلیوں کو مٹھی کی شکل میں بند نہیں کرنا چاہئے بلکہ انگلیوں کو کھلا رکھنا چاہیئے۔

٦٥٥-حضرت سعید بن سمعانؒ فرماتے ہیں کہ بنوزریق کی مسجد میں ہمارے پاس حضرت ابو ہریرہؓ تشریف لائے اور فرمایا کہ تین چیزیں حضور ﷺ کرتے تھے لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا ہے، جب آپ ﷺ نماز کیلئے کھڑے ہوتے (یعنی تکبیر تحریمہ کہتے) تو اس طرح کرتے ابو عامر راوی نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا، نہ تو اپنی انگلیوں کو بہت کھولا اور نہ ہی بالکل انہیں آپس میں ملا دیا۔ (مستدرک حاکم)۔حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح السند کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے وقت نہ انگلیوں کو آپس میں بالکل ملا دیا جائے اور نہ ہی انکو آپس میں کھلا کیا جائے بلکہ بغیر کسی تکلف کے انہیں انکی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔

٦٥٦-حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا "اے ابن حجر! جب تو نماز پڑھے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو

فَاجْعَلْ يَدَيْكَ حِذَاءَ أُذُنَيْكَ ، وَالْمَرْأَةُ تَجْعَلُ يَدَيْهَا حِذَاءَ ثَدْيَيْهَا " . رواه الطبرانی فی حديث طويل فی مناقب وائل من طريق ميمونة بنت حجر عن عمتها أم يحيى بنت عبد الجبار ولم أعرفها ، وبقية رجاله ثقات . " مجمع الزوائد " قلت : يؤيده الأثر المذكور فی حاشية هذا الحديث .

٦٥٧— عن : عبد الجبار بن وائل عن أبيه : " أَنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذٰى بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ " . رواه أبو داود . قلت : إسناده منقطع لأن عبد الجبار لم يسمع من أبيه كما مر فی (باب استحباب الوضوء للأذان) ولكنه غير مضر عندنا .

٦٥٨— عن : سالم بن عبد الله : أن ابن عمر قال : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ لِلصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُوْنَا بِحَذْوِ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ " . الحديث رواه مسلم .

٦٥٩— حدثنا أبو محمد بن الصاعد ثنا الحسين بن علی بن الأسود ثنا محمد بن الصلت ثنا أبو خالد الأحمر عن حميد عن : أنس ؓ قال : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ

اپنے دونوں کانوں کے برابر لے جا اور عورت اپنے ہاتھوں کو اپنی چھاتی کے برابر لے جائے"۔ (طبرانی)۔ ام یحیٰی کے علاوہ باقی تمام راوی ثقہ ہیں اور ام یحیٰی کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

__فائدہ:__ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو اپنی چھاتی کے برابر لے جائے، کیونکہ عورت کیلئے اس میں زیادہ پردہ ہے۔

٦٥٧- حضرت عبد الجبارؒ اپنے باپ حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا اور اپنے انگوٹھوں کو اپنے کانوں کے برابر کیا، پھر تکبیر کہی۔ (ابوداود، باب تفریع استفتاح الصلوٰۃ)۔ یہ حدیث منقطع ہے، لیکن انقطاع احناف کے ہاں مضر نہیں۔

٦٥٨- حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر ہو جاتے، پھر آپ ﷺ تکبیر کہتے۔ (مسلم)۔

٦٥٩- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے ، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو

الصَّلاَةَ كَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ : سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلاَ إِلٰهَ غَيْرُكَ " . رواه الداوقطني وقال : " إسناده كلهم ثقات ، كذا في (الزيلعي ١:١٦٦) .

٦٦٠– عن : أبي حميد الساعدي قال : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلاَةِ إِعْتَدَلَ قَائِماً وَرَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللهُ أَكْبَرُ " . رواه الترمذي ، وطوله في (باب وصف الصلاة) وقال : حسن صحيح . وفي فتح الباري : أخرجه ابن ماجة وصححه ابن خزيمة وابن حبان اه " زيلعي " .

٦٦١– عن : ابن رفاعة بن رافع : " أَنَّ رَجُلاً دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ جَالِسٌ فَصَلّٰى فَأَمَرَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَأَعَادَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلاَثاً ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ! مَا أَلَوْتُ

اٹھاتے، یہانتک کہ اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنے کانوں کے برابر لے جاتے، پھر یہ دعا پڑھتے" سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلاَ إِلٰهَ غَيْرُكَ " (پاک ہے تو اے اللہ! سب تعریف تیرے لئے ہے اور برکت والا ہے نام تیرا، اور بلند ہے بزرگی تیری، اور نہیں ہے کوئی معبود سوا تیرے)۔(دار قطنی)۔اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس مسئلے میں روایات مختلف ہیں کہ نماز شروع کرتے وقت پہلے ہاتھ اٹھائے جائیں یا تکبیر کہی جائے؟ افضل طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہاتھ اٹھائے جائیں پھر تکبیر کہی جائے اور اس کا عکس بھی جائز ہے۔

۶۶۰–حضرت ابو حمید ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب نماز کیلئے اٹھتے تو بالکل سیدھے کھڑے ہوتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے، پھر "اللہ اکبر" کہتے ۔(ترمذی، باب وصف الصلوٰۃ، ابن ماجہ)۔امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور فتح الباری میں ہے کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نماز شروع کرتے وقت ہمیشہ "اللہ اکبر" ہی کہتے اور یہی مسنون ہے البتہ "واذكر اسم ربه فصلى" کی تعمیم کے تحت "اللہ اکبر" کے علاوہ کوئی اور تعظیمی لفظ بھی کہنا جائز ہے، لیکن خلاف سنت ہونے کی بناپر مکروہ ہے۔

۶۶۱–حضرت ابن رفاعہؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور حضور ﷺ تشریف فرما تھے، اس نے نماز پڑھی تو حضور ﷺ نے اسے نماز لوٹانے کا حکم فرمایا، تو اس آدمی نے دو یا تین مرتبہ نماز لوٹائی پھر دو یا تین مرتبہ نماز لوٹانے کے بعد اس آدمی نے

بَعْدَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثاً ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّهُ لَا تَتِمُّ صَلَاةٌ لِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ فَيَضَعَ الْوَضُوْءَ مَوَاضِعَهُ ثُمَّ يَقُوْلُ : اللهُ أَكْبَرُ " . رواه الطبرانی فی الکبیر ، ورجاله رجال الصحیح "مجمع الزوائد".

٦٦٢— عن : سعید بن الحارث قال : " اشْتَكٰى أَبُوْ هُرَيْرَةَ أَوْ غَابَ فَصَلّٰى لَنَا أَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَحِيْنَ رَكَعَ وَ حِيْنَ قَالَ : سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ، وَحِيْنَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ وَحِيْنَ سَجَدَ وَ حِيْنَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَضٰى صَلَاتَهُ عَلٰى ذٰلِكَ ، فَلَمَّا صَلّٰى قِيْلَ لَهُ : اخْتَلَفَ النَّاسُ عَلٰى صَلَاتِكَ ، فَخَرَجَ فَقَامَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ فَقَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ ! وَاللهِ مَا أُبَالِيْ اِخْتَلَفَتْ صَلَاتُكُمْ أَوْ لَمْ تَخْتَلِفْ ، هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يُصَلِّيْ " . رواه أحمد ورجاله رجال الصحیح "مجمع الزوائد".

٦٦٣— عن : جابر رضی اللہ عنہ قال : " صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الظُّهْرَ وَأَبُوْ بَكْرٍ خَلْفَهُ فَإِذَا

عرض کیا "یارسول اللہ! میں نے کیا کوتاہی کی تھی؟" اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص کی نماز اس وقت تک پوری نہیں ہوتی جب تک کہ وہ وضو کو صحیح طریقہ سے نہ کرے، پھر "اللہ اکبر" نہ کہے۔ (طبرانی فی الکبیر)۔ اسکے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ اکبر نہ کہنے کی صورت میں نماز کامل نہیں ہوتی بلکہ ناقص ہوتی ہے، یعنی "اللہ اکبر" کے علاوہ کوئی اور لفظ کہنا مکروہ ہے۔

۶۶۲- سعید بن حارثؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ بیمار تھے یا کہیں گئے ہوئے تھے تو ابو سعید خدریؓ نے ہمیں نماز پڑھائی اور نماز کو شروع کرتے وقت اور رکوع میں جاتے وقت تکبیر بلند آواز سے کہی اور رکوع سے اٹھتے وقت "سمع اللہ لمن حمدہ" (بلند آواز سے) کہا اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت اور سجدہ کرتے وقت اور دو رکعتوں سے اٹھتے وقت تکبیر بلند آواز سے کہی یہاں تک کہ اسی طریقہ پر آپؓ نے اپنی نماز کو پورا کیا، جب آپؓ نماز پڑھ چکے تو آپؓ سے کہا گیا کہ لوگوں نے آپؓ کی نماز سے اختلاف کیا ہے، تو آپ نکلے اور منبر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا "اے لوگو! خدا کی قسم مجھے کوئی پروا نہیں کہ تمہاری نماز مجھ سے مختلف ہے یا نہیں (لیکن میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ (مسند احمد)۔ اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت میں امام کو تکبیریں بلند آواز سے کہنی چاہئیں لیکن عورت اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کیلئے آواز بلند کرنا جائز نہیں۔

۶۶۳- حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی اور حضرت ابو بکرؓ آپ ﷺ کے پیچھے تھے تو جب

كَبَّرَ كَبَّرَ اَبُوْ بَكْرٍ يُسْمِعُنَا ". رواه مسلم والنسائى (نيل) .

باب موضع النظر فى الصلاة

٦٦٤– عن : أم سلمة بنت أبى أمية رضى الله عنها زوج النبى ﷺ أَنَّها قالَتْ : " كَانَ النَّاسُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ الْمُصَلِّىْ يُصَلِّىْ لَمْ يَعْدُ بَصَرُ اَحَدِهِمْ مَوْضِعَ قَدَمَيْهِ ، فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ، فَكَانَ النَّاسُ إِذَا قَامَ اَحَدُهُمْ يُصَلِّىْ لَمْ يَعْدُ بَصَرُ اَحَدِهِمْ مَوْضِعَ جَبِيْنِهِ ، فَتُوُفِّيَ اَبُوْ بَكْرٍ فَكَانَ عُمَرُ ، فَكَانَ النَّاسُ إِذَا قَامَ اَحَدُهُمْ يُصَلِّىْ لَمْ يَعْدُ بَصَرُ اَحَدِهِمْ مَوْضِعَ الْقِبْلَةِ ، ثُمَّ تُوُفِّيَ عمرُ فكَانَ عُثْمَانُ وَكَانَتِ الْفِتْنَةُ ، فَالْتَفَتَ النَّاسُ يَمِيْناً وَشِمَالاً " رواه ابن ماجة بإسناد حسن ، إلا أن موسى بن عبد الله بن أبى أمية المخزومى لم يخرج له من أصحاب الكتب الستة غير ابن ماجة ، ولا يحضرنى فيه جرح ولا تعديل ، كذا فى الترغيب . قلت : وفى التقريب (ص–۳۱۷) : مجهول اه . فالتحسين لعله باعتبار الشواهد .

حضور ﷺ تکبیر کہتے تو حضرت ابوبکرؓ ہمیں سنانے کیلئے تکبیر کہتے۔(مسلم،نسائی)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کی تکبیر کو دور تک پہنچانے کیلئے مکبر کھڑا کرنا جائز ہے، نیز مقتدیوں کیلئے مکبر کی تکبیر کی اتباع کرنا بھی جائز ہے۔

باب نماز میں نظر رکھنے کی جگہ

۶۶۴–حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں جب نمازی نماز میں کھڑا ہوتا تو اسکی نگاہ اسکے دونوں پاؤں سے آگے نہ بڑھتی تھی، پھر جب آپ ﷺ وفات پاگئے تو، پھر لوگوں کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا تو اسکی نگاہ پیشانی رکھنے کی جگہ سے آگے نہ بڑھتی، آخر ابوبکرؓ بھی وفات پاگئے اور حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو اب لوگوں کی یہ حالت تھی کہ جب ان میں سے کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا تو اسکی نگاہ قبلہ کے علاوہ کسی اور طرف نہ جاتی (یعنی دائیں بائیں نہ دیکھتا)، پھر حضرت عمرؓ بھی وفات پاگئے اور حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے اور مسلمانوں میں آپکی شہادت کا فتنہ ہوا تو لوگوں نے دائیں بائیں دیکھنا شروع کردیا۔(ابن ماجہ باب ذکر وفاتہ ودفنہ)۔اسکی سند حسن ہے۔

فائدہ: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا تو نماز میں خشوع وخضوع کم ہوتا گیا، اس حدیث سے معلوم ہوا

٦٦٥ – عن : ابن سيرين : " كَانُوْ – أيِ الصَّحَابَةُ – يَسْتَحِبُّوْنَ لِلرَّجُلِ اَنْ لاَ يُجَاوِزَ بَصَرُهُ مُصَلاَّهُ " . رواه سعيد بن منصور فی سننه كذا فی المنتقی ورجاله ثقات ، كذا فی " فتح الباری " .

٦٦٦ – عن : أنس ﷺ أن النبی ﷺ قال : " يَا اَنَسُ اِجْعَلْ بَصَرَكَ حَيْثُ تَسْجُدُ " . رواه البيهقی فی سننه الكبير من طريق الحسن عن أنس يرفعه ، قاله الجزری (مشكاة) وفی المرقاة : " قال ابن حجر (المكی) : وله طرق تقتضی حسنه " اه . ورواه الديلمی فی مسند الفردوس عن أنس مرفوعا : " ضَعْ بَصَرَكَ مَوْضِعَ سُجُوْدِكَ " قال الشيخ : حديث حسن لغيره كذا فی العزيزی (٣٧٢:٢) .

٦٦٧ – حدثنا إبراهيم بن الحسن المصيصی نا حجاج عن ابن جريج عن زياد عن محمد بن عجلان عن عامر بن عبد الله عن عبد الله بن الزبير ﷺ أنه ذكر : " اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يُشِيْرُ بِاِصْبَعِهِ اِذَا دَعَا وَلاَ يُحَرِّكُهَا " . قال ابن جريج : وزاد عمرو بن دينار قال :

کہ افضل طریقہ یہ ہے کہ نمازی کی نظر پاؤں کے مقام سے آگے نہیں بڑھنی چاہیے۔

۶۶۵ – حضرت ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اس بات کو پسند فرماتے تھے (کہ نماز میں) نمازی کی نظر اسکی نماز کی جگہ سے آگے نہیں بڑھنی چاہیے۔ (سنن سعید بن منصور)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

<u>فائدہ</u>: نمازی کے پاؤں سے لیکر اسکی پیشانی کے رکھنے کی جگہ تک نماز کی جگہ ہے اور نمازی کا اپنی نظر کو نماز کی جگہ میں محصور رکھنا مستحب کا ادنیٰ درجہ ہے۔

۶۶۶ – حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "اے انس! اپنی نظر کو اپنے سجدے کی جگہ رکھ۔ (سنن کبیر للبیہقی) مرقاۃ میں ہے کہ اس حدیث کے کئی طرق ہیں، جس سے یہ حدیث حسن کے درجہ میں ہوگئی۔

اور مسند فردوس میں حضرت انسؓ سے مرفوعا مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا (اے انسؓ!) اپنی نگاہ کو اپنے سجدے کی جگہ رکھ یہ حدیث تعدد طرق کی بنا پر حسن ہے۔

۶۶۷ – حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ دعا کرتے وقت اپنی انگلی کے ذریعے اشارہ فرماتے اور اسے حرکت نہیں دیتے تھے۔ اور عمرو بن دینار کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا کہ انہوں

أخبرنى عامر عن أبيه : " أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَدْعُو كَذٰلِكَ ، وَيَتَحَامَلُ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى " .

٦٦٨– حدثنا محمد بن بشار نا يحيى نا ابن عجلان عن عامر بن عبد الله بن الزبير عن أبيه بهذا الحديث قال : لَا يُجَاوِزُ بَصَرُهُ إِشَارَتَهُ " . روه أبو داود وسكت عنه . وقال النووى (١:٢١٦) : " والسنة أن لا يجاوز بصره إشارته وفيه حديث صحيح فى سنن أبى داود " .

باب وضع اليدين تحت السرة و كيفية الوضع

٦٦٩– عن : أبى حازم عن سهل بن سعد ﷺ قال : " كَانَ نَاسٌ يُؤْمَرُوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِى الصَّلاَةِ " . قال أبو حازم : لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا يَنْمِى ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ رواه البخارى .

نے حضور ﷺ کو اسی طرح دعا کرتے ہوئے دیکھا ہے اور حضور ﷺ اپنا بایاں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھتے ۔ (ابوداود، باب الاشارۃ فی التشہد)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشہد میں شہادت پڑھتے وقت انگلی اٹھانا مسنون ہے لیکن اس کو حرکت دینا مسنون نہیں۔

٦٦٨– حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی نگاہ آپ ﷺ کے اشارے سے آگے نہ بڑھتی تھی ۔ (ابوداود باب ایضا)، یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تشہد کی حالت میں نظر اپنی گود پر رکھنا مسنون ہے

نوٹ: رکوع کی حالت میں پاؤں پر نظر رکھنی چاہئے اور سجدے کی حالت میں اپنی ناک کی طرف نظر رکھنی چاہئے اور سلام پھیرتے وقت کندھوں پر نظر رکھنی چاہئے ۔ (درمختار)۔

باب (نماز میں قیام کی حالت میں) دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھنے اور اس کی کیفیت کا بیان

٦٦٩– حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حکم کیا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھے۔ ابو حازمؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت سہل اسے حضور ﷺ کی طرف منسوب کرتے تھے ۔ (یعنی یہ حکم

٦٧٠ – عن : جابر ﷺ قال : " مَرَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِرَجُلٍ وَهُوَ يُصَلِّىْ قَدْ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرىٰ عَلَى الْيُمْنىٰ فَانْتَزَعَهَا وَوَضَعَ الْيُمْنىٰ عَلَى الْيُسْرىٰ " . رواه أحمد والطبرانى فى الأوسط ورجاله رجال الصحيح " مجمع الزوائد " .

٦٧١ – عن : ابن عباس ﷺ قال : سمعت النبى ﷺ يقول : " إِنَّا مَعْشَرُ الْاَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا بِتَعْجِيْلِ فِطْرِنَا وَتَاْخِيْرِ سَحُوْرِنَا ، وَاَنْ نَضَعَ اَيْمَانَنَا عَلىٰ شَمَائِلِنَا فِى الصَّلَاةِ " . رواه الطبرانى فى الكبير ورجاله رجال الصحيح " مجمع الزوائد " .

٦٧٢ – عن : وائل بن حجر ﷺ فى حديث طويل : ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنىٰ عَلىٰ ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرىٰ وَالرُّسْغِ والسَّاعِدِ " : الحديث . رواه أبو داود وسكت عنه ورواه ابن خزيمة وابن حبان (فى صحيحيهما) ورواه الطبرانى بلفظ : " وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنىٰ عَلىٰ يَدِهِ الْيُسْرىٰ فِى الصَّلَاةِ قَرِيْباً مِنَ الرُّسْغِ " . كذا فى التلخيص .

رسول اللہ ﷺ کا تھا)۔ (بخاری باب وضع الیمنی علی الیسریٰ فی الصلوٰۃ)۔

٦٧٠ – حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہا تھا، اس نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا تو حضور ﷺ نے اسکے ہاتھ کو کھینچا اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا۔ (مسند احمد، طبرانی فی الاوسط)۔ اسکے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔

٦٧١ – حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم انبیاء کی جماعت کو افطاری جلدی کرنے اور سحری دیر تک کرنے کا حکم دیا گیا ہے (اور ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ) ہم نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھیں۔ (طبرانی فی الکبیر)۔ اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: اس بات پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا جائے اور یہ مسنون ہے۔

٦٧٢ – حضرت وائل بن حجرؓ سے طویل حدیث میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی پشت اور گٹے (پہونچے) اور کلائی پر رکھا۔ (ابوداود، باب افتتاح الصلوٰۃ وصحیح ابن خزیمہ وصحیح ابن حبان)۔ ابوداود نے اس پر سکوت فرمایا ہے لہٰذا یہ حدیث انکے ہاں حسن یا صحیح ہے۔ اور طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر پہونچے کے قریب رکھا۔ (تلخیص الحبیر)۔

٦٧٣– عن : قبيصه بن هلب عن أبيه قال : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَؤُمُّنَا فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِيْنِهِ " . رواه الترمذی وقال : " حسن ، والعمل على هذا عند أهل العلم من أصحاب النبی ﷺ والتابعين ومن بعدهم ، يرون أن يضع الرجل يمينه على شماله فی الصلاة . ورأى بعضهم أن يضعهما فوق السرة ، ورأى بعضهم أن يضعهما تحت السرة وكل ذلك واسع عندهم " .

٦٧٤– نا : يزيد بن هارون قال : أنا الحجاج بن حسان قال : سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍ اَوْ سَأَلْتُهُ قُلْتُ : كَيْفَ يَضَعُ ؟ قال : يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِيْنِهِ عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ وَيَجْعَلُهُمَا اَسْفَلَ عَنِ السُّرَّةِ . رواه ابن أبی شيبة " الجوهر النقی " (١:١٢٦) ، قال العلامة ابن التركمانی : " ومذهب أبی مجلز الوضع أسفل السرة ، حكاه عنه أبو عمر فی التمهيد ، وجاء ذلك عنه بسند جيد " اه . ثم ساق هذا الإسناد وعلقه أبو داود ، فقال : " قال أبو مجلز : تحت السرة " اه .

٦٧٥– حدثنا وكيع عن ربيع عن ابی معشر عن إبراهيم قال : " يَضَعُ يَمِيْنَهُ عَلٰى

٦٧٣–حضرت ہلبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہماری امامت فرماتے اور اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے پکڑتے ،امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور صحابہؓ اور تابعینؒ اور انکے بعد کے اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے، اور سب اسی کو مسنون سمجھتے ہیں کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا جائے ،لیکن بعض کے نزدیک ناف سے اوپر رکھنا چاہئے اور بعض کے نزدیک ناف سے نیچے۔

فائدہ: نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا یا بائیں ہاتھ کو دائیں کے ذریعے پکڑنا دونوں طرح جائز ہے لیکن پکڑنے کی صورت افضل ہے کیونکہ اس میں دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائیگا۔

٦٧٤–حجاج بن حسانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابومجلزؒ سے سنا، یا ان سے پوچھتے ہوئے میں نے کہا کہ نمازی ہاتھوں کو کیسے رکھے تو ابومجلزؒ نے فرمایا کہ اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا اندر کا حصہ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھے اور پھر ان دونوں کو ناف سے نیچے رکھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ)۔علامہ ابن ترکمانی فرماتے ہیں کہ ابومجلزؒ کا یہی مذہب ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھے جائیں، یہ بات ابوعمر نے تمہید میں عمدہ سند کے ساتھ نقل کی ہے اور ابوداود نے بھی تعلیقاً یہ بات روایت کی ہے کہ ابومجلزؒ نے تحت السرۃ (یعنی ناف کے نیچے) کے الفاظ فرمائے ہیں۔

شِمَالِهِ فِي الصَّلاَةِ تَحْتَ السُّرَّةِ ". رواه ابن أبي شيبة وإسناده حسن كذا في آثار السنن (١:٧١) مع تعليقه ورواه محمد بن الحسن الإمام في آثاره نحوه (ص–٢٥).

٦٧٦– حدثنا: محمد بن محبوب ثنا حفص بن غياث عن عبد الرحمن بن إسحاق عن زياد بن زيد عن أبي جحيفة أن عليا ﷺ قال: " اَلسُّنَّةُ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلاَةِ تَحْتَ السُّرَّةِ " رواه أبو داود وقال: سمعت أحمد بن حنبل يضعف عبد الرحمن بن إسحاق الكوفي اه. قلت: ولم ينسبه أحد إلى الكذب، وإنما يضعف من قبل حفظه، فحاله كحال ابن أبي ليلى وابن لهيعة وغيرهما. في تهذيب التهذيب (٦: ١٣٧): قال البزار: ليس حديثه حديث حافظ اه. وقال العجلي: ضعيف جائز الحديث يكتب حديثه اه فالحديث حسن.

٦٧٧– حدثنا مسدد نا عبد الواحد بن زياد عن عبد الرحمن بن إسحاق الكوفي عن سيار أبي الحكم عن أبي وائل ﷺ قال: قال أبو هريرة: " أَخْذُ الاَكُفِّ عَلَى الاَكُفِّ فِي الصَّلاَةِ تَحْتَ السُّرَّةِ " رواه أبو داود (١:٢٧٥)، وفيه عبد الرحمن المذكور.

٦٧٨– حدثنا وكيع عن موسى بن عمير عن علقمة بن وائل بن حجر عن أبيه قال: " رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ يَمِيْنَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلاَةِ تَحْتَ السُّرَّةِ ". أخرجه

٦٧٥–حضرت ابرہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ نمازی نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اسکی سند حسن ہے۔

٦٧٦–حضرت ابوجحیفہؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔ (ابوداود باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع)۔اس میں ایک راوی عبدالرحمٰن حافظے کی کمزوری کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں، الغرض انکا حال ابن لہیعہ اور ابن ابی لیلیٰ کا سا ہے پس یہ حدیث حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>: یہ موقوف مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ جمہور کے نزدیک اگر صحابی سنت کا لفظ بولے تو اس سے مراد حضور ﷺ کا فرمان یا فعل ہوتا ہے۔

٦٧٧–حضرت ابووائل فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ نماز میں ناف کے نیچے ہتھیلی پر ہتھیلی رکھنا (مسنون ہے)۔(ابوداود، باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلوٰۃ) یہ حدیث بھی حسن ہے۔

ابن أبی شیبة ورجاله ثقات . وقال الشیخ قاسم ابن قطلوبغا الحنفی : إن هذا سند جید اه "شرح الترمذی" لأبی الطیب.

باب ما جاء فی سنیة الثناء بعد التکبیر

٦٧٩– عن : أنس ﷺ عن النبی ﷺ: " أَنَّهُ كَانَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ أُذُنَيْهِ ، يَقُوْلُ : سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ ". رواه الطبرانی فی الأوسط ، ورجاله موثقون "مجمع الزوائد".

٦٨٠– عن : عبد الله بن مسعود ﷺ قال : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا إِذَا اسْتَفْتَحْنَا الصَّلَاةَ أَنْ نَقُوْلَ : سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ . وَ كَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ يُعَلِّمُنَا وَيَقُوْلُ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقُوْلُهُ ". رواه الطبرانی فی الأوسط ، وأبو عبیدة لم یسمع من ابن مسعود کذا فی مجمع الزوائد.

٦٧٨– حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے دیکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اور اسکے تمام راوی ثقہ ہیں، شیخ قاسم بن قطلو بغا فرماتے ہیں کہ یہ سند عمدہ ہے ابو طیب مدنی شارح ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سنداً ومتناً صحیح ہے اور قوی ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے چاہئیں، البتہ بعض روایات میں ناف یا سینے پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے لیکن محدثین کرام کے ہاں وہ سب روایات متکلم فیہ اور ضعیف ہیں (آثار السنن ص–٨٤، ٨٨) اور اس بات پر سب علماء کا اتفاق ہے کہ عورت کیلئے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا مسنون ہے (السعایہ شرح شرح وقایہ–٢: ١٥٦) اور شیخ حلبی متوفی ٩٥٦ھ نے بھی اس مسئلہ پر اتفاق اور اجماع نقل کیا ہے۔ (کبیری ص–٣٠١)۔

باب تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنا سنت ہے

٦٧٩– حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر اٹھاتے پھر "سبحانك اللهم وبحمدك" الخ پڑھتے (اے اللہ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں اور سب تعریف تیرے لئے ہے اور تیرا نام برکت والا ہے اور تیری بزرگی بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں)۔ (طبرانی فی الاوسط)۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

٦٨٠– حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں اس بات کی تعلیم دیتے تھے کہ جب ہم نماز شروع کریں تو "سبحانك اللهم" الخ پڑھیں، اور حضرت عمرؓ (بھی) ہمیں (اسکی) تعلیم دیتے تھے اور فرماتے تھے حضور ﷺ یہی دعاء پڑھتے

۶۹۳– عن : ابن عباس ﷺ قال : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا قَرَأَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هَزَأَ مِنْهُ الْمُشْرِكُوْنَ وَقَالُوْا : مُحَمَّدٌ يَذْكُرُ إِلٰهَ الْيَمَامَةِ ، وَكَانَ مُسَيْلَمَةُ يَتَسَمّٰى الرَّحْمٰنَ الرَّحِيْمَ ، فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ أُمِرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنْ لَا يَجْهَرَ بِهَا . رواه الطبرانی فی الکبیر والأوسط ، ورجاله موثقون . مجمع الزوائد .

۶۹۴– عن : أنس ﷺ : " أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُسِرُّ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ رضی الله عنهما " . رواه الطبرانی فی الکبیر والأوسط ورجاله موثقون ، " مجمع الزوائد " .

۶۹۵– عن : أنس بن مالك ﷺ قال : " صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَعُثْمَانَ رضی الله عنهم فَكَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ ب اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، لَا يَذْكُرُوْنَ بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِيْ أَوَّلِ قِرَائَةٍ وَلَا فِيْ آخِرِهَا " رواه مسلم .

بدؤوں کا کام ہے۔(طحاوی)۔اسکی سند حسن ہے(آثار السنن)۔

۶۹۳–حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب بسم اللہ الخ (بلند آواز) پڑھتے تھے تو مشرکین آپ ﷺ سے مذاق کرتے اور کہتے کہ محمد یمامہ کے خدا کو یاد کرتا ہے، کیونکہ مسیلمہ کذاب نے اپنا نام رحمٰن رحیم رکھا ہوا تھا، پس جب یہ آیت (ولا تجہر بصلاتک) نازل ہوئی تو حضور ﷺ کو بسم اللہ الخ بلند آواز سے نہ پڑھنے کا حکم کیا گیا۔(طبرانی فی الکبیر والاوسط)۔اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۶۹۴–حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ وعمرؓ بسم اللہ الخ آہستہ آواز سے پڑھتے تھے۔(طبرانی فی الکبیر والاوسط)۔اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۶۹۵–حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ، حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی، یہ سب حضرات الحمد للہ رب العلمین سے قراءۃ شروع فرماتے تھے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ قراءۃ کے شروع میں پڑھتے اور نہ آخر میں۔(مسلم وبخاری)۔

فائدہ: معجم طبرانی، حلیہ ابو نعیم اور مختصر ابن خزیمہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ یہ حضرات بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ آواز میں پڑھتے تھے۔(عمدۃ القاری)۔

قلت : وقد وجدت الحديث فی المستدرك ، قد صححه الحاكم على شرطهما ، وأقره عليه الذهبي ، ووجدت فی تلخيص المستدرك حديث حارثة قد صححه الذهبی وقال : فی حارثة لين اه .

٦٨٣ – حدثنا محمود بن محمد الواسطی ثنا زكريا بن يحيى بن رحمويه حدثنا الفضل بن موسى السينانی عن حميد الطويل عن أنس بن مالك ﷺ قال : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ قال : سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ " . رواه الطبرانی فی " كتاب الدعاء " له . " زيلعی " وفی التعليق الحسن : " قال الحافظ فی الدراية : وهذه متابعة جيدة لرواية أبی خالد الأحمر " اه . قلت : فهذا الإسناد جيد ورواية أبی خالد الأحمر قد مرت فی (باب افتراض التحريمة وسننها) من رواية الدارقطنی عنه عن حميد عن أنس .

٦٨٤ – عن : عمر ﷺ : " أَنَّهُ كَانَ إِذَا كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ قال : سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ " . رواه الدارقطنی وقال : هذا صحيح عن عمر قوله . وفی طريق له عن الأسود قال : كان عمر إذا استفتح الصلاة فذكر الثناء ثم قال يسمعنا ذلك ويعلمنا اه . وفی " التعليق المغنی " : سنده صحيح ورواته كلهم ثقات اه .

(ابوداود) ۔صاحب مستدرک نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور کہا ہے کہ حارثہ بن محمد کی صحیح سند کی حدیث اس حدیث کیلئے شاہد اور مؤید ہے۔

۶۸۳ – حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو "سبحانک اللھم "الخ پڑھتے تھے۔ (طبرانی فی کتاب الدعاء)۔ حافظ ابن حجر درایہ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ابوخالد احمر کی حدیث (جو باب افتراض التحریمہ وسننھا میں گذر چکی ہے) کیلئے بہترین اور عمدہ متابع ہے۔

۶۸۴ – حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ جب وہ نماز کیلئے تکبیر تحریمہ کہتے تو (اسکے فوراً بعد) "سبحانک اللھم الخ" پڑھتے تھے۔ (دار قطنی) دار قطنیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور دار قطنی میں ہی اسود سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ جب نماز شروع کرتے تو ثناء (سبحانک اللھم) پڑھتے ۔ اسود فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ دعا (تعلیم کیلئے) سناتے اور اسکی تعلیم بھی دیتے ۔ تعلیق المغنی میں ہے کہ اس

۶۸۵– عن : أبی وائل قال : " كَانَ عُثْمَانُ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ يَقُولُ : سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ إلخ يُسْمِعُنَا ذٰلِكَ " . رواه الدار قطنی وفی آثار السنن (۱:۷۳) إسناده حسن .

باب سنية التعوذ والتسمية وترك الجهر بهما

۶۸۶– عن : جبیر بن مطعم ﷺ قال : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ فِی الصَّلَاةِ قال : اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيراً وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيراً ، ثَلَاثاً ، سُبْحَانَ اللهِ بُكْرَةً وَاَصِيلاً ثَلَاثاً ، اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ نَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ وَهَمْزِهٖ . رواه ابن حبان فی صحیحه ، كذا فی التلخیص الحبیر (۱:۷۶).

۶۸۷– حدثنا أبو كريب قال : حدثنا عثمان بن سعيد قال : حدثنا بشر بن عمارة قال : حدثنا أبو روق عن الضحاك عن عبد الله بن عباس قال : " اَوَّلُ مَا نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ قال : يَا مُحَمَّدُ قُلْ اَسْتَعِيْذُ بِالسَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ، ثُمَّ قَالَ

حدیث کی سند صحیح ہے اور اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۶۸۵– حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ جب نماز شروع کرتے تو ہمیں سنا کر "سبحانک اللھم الخ" پڑھتے۔ (دار قطنی و آثار السنن ص–۹۳)۔ آثار السنن میں ہے کہ اسکی سند حسن ہے۔

فائدہ: بعض صحیح احادیث میں کچھ اور دعائیں بھی مروی ہیں جیسے "انی وجھت وجھی للذی فطر الخ" اور "اللھم باعد بینی وبین خطایای" لیکن خلفائے راشدین کا عمل بالخصوص لوگوں کو تعلیم کیلئے حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کا صحابہ کرامؓ کے سامنے اسے جہر سے پڑھنا اس بات کی واضح علامت ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اکثر عمل یا آخری عمل "سبحانک اللھم" پڑھنے کا تھا لہٰذا یہ دعا راجح اور افضل ہے (المنتقی لابن تیمیہؒ، فتح القدیر لابن الہمامؒ–۱:۲۵۶)۔ لہٰذا دوسری حدیث میں مذکور دعائیں نفل نماز میں پڑھنے پر محمول ہیں، جیسا کہ نسائی میں محمد بن سلمہ کی صحیح حدیث ہے کہ حضور ﷺ جب نفل نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو "انی وجھت وجھی الخ" پڑھتے۔ (نسائی–۸۹۸)۔

باب تعوذ اور تسمیہ پڑھنا اور انہیں آہستہ پڑھنا مسنون ہے

۶۸۶– حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب نماز شروع کرتے تو "اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا سبحان اللہ بکرۃ واصیلا" تین مرتبہ پڑھتے پھر "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم من نفخہ ونفثہ وھمزہ" یعنی میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود کے تکبر، وسوسے اور جادو سے، کہتے۔ (صحیح ابن حبان)۔

۶۸۷– حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پہلی وحی جو جبرائیلؑ حضور ﷺ پر لائے (وہ یہ تھی) حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا

: قُلْ : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، ثُمَّ قَالَ : اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ . قال : عبد الله : وَهِيَ اَوَّلُ سُوْرَةٍ اَنْزَلَهَا اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِلِسَانِ جِبْرِيْلَ ، فَاَمَرَهٗ اَنْ يَعُوْذَ بِاللّٰهِ دُوْنَ خَلْقِهٖ ". رواه الإمام العلامة الزاهد ابن جرير الطبرى فى تفسيره وهذا إسناد منقطع محتج به وتفصيل رجاله فى الحاشية .

٦٨٨– عن الأسود بن يزيد ؒ قال : رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ ، ثُمَّ قَالَ : سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ إلخ . ثُمَّ يَتَعَوَّذُ ". رواه الدارقطنى وفى آثار السنن (٧٣:١) : إسناده صحيح .

٦٨٩– عن على بن أبى طالب ﷺ قال : " كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِيْ صَلَاتِهٖ ". رواه الدارقطنى (١١٣:١) وفى الزيلعى (١٦٨:١) : " قال الدارقطنى : إسناد علوى لا بأس به ، وقال شيخنا أبو الحجاج المزى : هذا إسناد لا تقوم

" اے محمد! پڑھیے" استعيذ بالسميع العليم من الشيطٰن الرجيم " پھر جبرئیل ؑ نے فرمایا: پڑھیے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم " پھر جبرئیل ؑ نے فرمایا " اقرء باسم ربک الذی خلق "، یعنی پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ یہ پہلی سورۃ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر حضرت جبرئیل ؑ کے واسطے سے اتاری۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اللہ کی پناہ مانگیں اور اسکی مخلوق کی پناہ نہ مانگیں۔ (تفسیر طبری)۔ یہ سند منقطع ہے (لیکن انقطاع خیر القرون میں مضر نہیں)۔

۶۸۸- حضرت اسود بن یزید ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر ؓ کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تکبیر کہی پھر " سبحانک اللھم الخ "، پڑھا، پھر " اعوذ باللہ " پڑھا۔ (دار قطنی)۔ اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

فائدہ (۱): ان احادیث سے معلوم ہوا کہ امام اور منفرد قراۃ شروع کرنے سے پہلے " اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ " پڑھیں نیز ارشاد ربانی بھی ہے ﴿فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾ (النحل) پس جب آپ قرآن مجید پڑھنے لگیں تو شیطٰن مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔

فائدہ (۲): البتہ تعوذ کے مختلف الفاظ احادیث میں مروی ہیں، سب درست ہیں، لیکن پہلی حدیث میں کان کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور ﷺ کا عام معمول " اعوذ " پڑھنے کا تھا۔

۶۸۹- حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی نماز میں " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم " پڑھا کرتے تھے۔ (دار قطنی)۔ امام دار قطنی ؒ فرماتے ہیں کہ اسکی اسناد علوی ہے (یعنی اولاد علی ؓ سے مروی ہے) اور اسکی سند میں کوئی علت نہیں (لہٰذا حجت پکڑنے کے

به حجة ، وسليمان هذا (هو الراوى فى السند) لا أعرفه " . قلت : من أثبت السند عرفه ومن علم يقدم على من لم يعلم ، على أن الاختلاف لا يضر .

٦٩٠— عن : أنس بن مالك ﷺ قال : " صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَخَلْفَ أَبِى بَكْرٍ وَ عُثْمَانَ ، فَكَانُوْا لَا يَجْهَرُوْنَ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " . رواه النسائى بإسناد على شرط الصحيح " منتقى " (٢:٨٩).

٦٩١— عن : أبى وائل قال : " كَانَ عَلِيٌّ وَعَبْدُ اللهِ بن مسعودٍ رضى الله عنهما لَا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِالتَّامِيْنِ " . رواه الطبرانى فى الكبير ، وفيه أبو سعد البقال وهو ثقة مدلس " مجمع الزوائد " ، وقد روى ابن أبى شيبة فى مصنفه : حدثنا هشيم عن سعيد بن المرزبان (أبو سعد البقال) ثنا أبو وائل عن ابن مسعود : " أَنَّهُ كَانَ يُخْفِيْ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالاِسْتِعَاذَةَ وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ " . كذا فى الزيلعى (١:١٦٨) ، وفيه صرح البقال بالتحديث فزالت تهمة التدليس عنه ، ورجال هذا السند رجال الجماعة غير البقال وهو ثقة كما عرفت قريبا .

٦٩٢— عن : عكرمة عن ابن عباس فى الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم قال : " ذٰلِكَ فِعْلُ الْأَعْرَابِ " . رواه الطحاوى وإسناده حسن . آثار السنن (١:٧٤).

قابل ہے) اور کسی کا اس سند سے اختلاف کرنا اور کسی راوی کے بارے میں "لا اعرفہ" کہنا مضر نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تعوذ اور فاتحہ کے درمیان بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے۔

٦٩٠- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی، یہ لوگ بسم اللہ بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔ (نسائی نے صحیح کی شرط پر سند کے ساتھ روایت کیا ہے)۔

٦٩١- حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اور "اعوذ باللہ" اور آمین بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔ (طبرانی فی الکبیر)۔ اس روایت میں ابو سعد البقال اپنے شیخ کا نام ذکر نہیں کرتے لیکن مصنف ابن ابی شیبہ میں بغیر تدلیس کے مروی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اعوذ باللہ الخ اور ربنا لک الحمد آہستہ آواز میں پڑھتے تھے۔ اسکی سند کے تمام راوی جماعت (صحاح ستہ) کے راوی ہیں سوائے بقال مذکور کے اور وہ بھی ثقہ ہیں۔

٦٩٢- حضرت عکرمہؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنے کے بارے میں فرمایا کہ یہ

٦٩٣– عن : ابن عباس ﷺ قال : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا قَرَأَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هَزَأَ مِنْهُ الْمُشْرِكُوْنَ وَقَالُوْا : مُحَمَّدٌ يَذْكُرُ إِلٰهَ الْيَمَامَةِ ، وَكَانَ مُسَيْلِمَةُ يَتَسَمّٰى الرَّحْمٰنَ الرَّحِيْمَ ، فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ أُمِرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنْ لَا يَجْهَرَ بِهَا . رواه الطبرانى فى الكبير والأوسط ، ورجاله موثقون . مجمع الزوائد .

٦٩٤– عن : أنس ﷺ : " أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُسِرُّ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ رضى الله عنهما " . رواه الطبرانى فى الكبير والأوسط ورجاله موثقون ، " مجمع الزوائد " .

٦٩٥– عن : أنس بن مالك ﷺ قال : " صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَعُثْمَانَ رضى الله عنهم فَكَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ بِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، لَا يَذْكُرُوْنَ بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِيْ أَوَّلِ قِرَاءَةٍ وَلَا فِيْ آخِرِهَا " رواه مسلم .

بدؤوں کا کام ہے۔ (طحاوی)۔ اسکی سند حسن ہے (آثار السنن)۔

۶۹۳- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب بسم اللہ الخ (بلند آواز) پڑھتے تھے تو مشرکین آپ ﷺ سے مذاق کرتے اور کہتے کہ محمد یمامہ کے خدا کو یاد کرتا ہے، کیونکہ مسیلمہ کذاب نے اپنا نام رحمٰن رحیم رکھا ہوا تھا، پس جب یہ آیت (ولا تجهر بصلاتك) نازل ہوئی تو حضور ﷺ کو بسم اللہ الخ بلند آواز سے نہ پڑھنے کا حکم کیا گیا۔ (طبرانی فی الکبیر والاوسط)۔ اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۶۹۴- حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ بسم اللہ الخ آہستہ آواز سے پڑھتے تھے۔ (طبرانی فی الکبیر والاوسط)۔ اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۶۹۵- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ، حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی، یہ سب حضرات الحمد للہ رب العلمین سے قراءۃ شروع فرماتے تھے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ قراءۃ کے شروع میں پڑھتے اور نہ آخر میں۔ (مسلم و بخاری)۔

فائدہ: معجم طبرانی، حلیہ ابو نعیم اور مختصر ابن خزیمہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ یہ حضرات بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ آواز میں پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری)۔

۶۹۶– عن: قتادة عن أنس ﷺ: " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانُوا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلاَةَ بِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ " . روه إمام المحدثين البخاری .

۶۹۷– عن: قتادة يحدث عن أنس ﷺ قال: " صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَداً مِنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ". رواه الإمام مسلم (۱:۱۷۲).

۶۹۸– حدثنا أحمد بن منيع قال: ثنا سعيد الجريری عن قيس بن عباية عن ابن عبد الله بن مغفل قال: " سَمِعَنِيْ اَبِيْ وَاَنَا فِي ا لصَّلاَةِ اَقُوْلُ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَقَالَ: اَيْ بُنَيَّ! مُحْدَثٌ اِيَّاكَ وَالْحَدَثَ. قال: وَلَمْ اَرَ اَحَداً مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ كَانَ اَبْغَضَ اِلَيْهِ الْحَدَثُ فِي الْاِسْلاَمِ يَعْنِيْ مِنْهُ، قال: وقد صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَ اَبِيْ بَكْرٍ وَمَعَ عُمَرَ وَمَعَ عُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَداً مِنْهُمْ يَقُوْلُهَا فَلاَ تَقُلْهَا، اِذَا اَنْتَ صَلَّيْتَ فَقُلْ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ " . رواه الترمذی (۱:۳۳)، وقال: حديث عبد الله بن مغفل حديث حسن والعمل عليه عند أكثر أهل العلم من أصحاب النبی ﷺ منهم

۶۹۶– حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمرؓ الحمد للہ رب العٰلمین سے نماز شروع فرماتے تھے۔ (بخاری باب مایقول بعد التکبیر)۔

فائدہ: تعوذ وتسمیہ کا نماز میں پڑھنا تو اوپر کی احادیث سے ثابت ہو چکا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ تعوذ وتسمیہ جہر سے نہیں پڑھتے تھے بلکہ یہ آہستہ پڑھتے تھے، البتہ جہری نماز میں فاتحہ جہر سے پڑھتے تھے۔

۶۹۷– حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ، حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی، میں نے ان میں سے کسی کو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ (مسلم وبخاری)۔

۶۹۸– حضرت عبد اللہ بن مغفل کے بیٹے فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے نماز میں بسم اللہ الخ زور سے پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا "بیٹے یہ تو بدعت ہے اور بدعت سے بچ!" ابن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ میں کسی کو اسلام میں بدعات پیدا کرنے کا اپنے والد سے زیادہ دشمن نہیں دیکھا، ان کے والد نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے، میں نے ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الخ اونچی آواز سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا، لہٰذا تو بھی جب نماز پڑھے تو اسے زور سے نہ پڑھا کر، اور قراءۃ الحمد للہ سے شروع کیا کر۔ امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس پر اکثر علماء جیسا کہ

أبو بكر وعمر وعثمان وعلى وغيرهم ومن بعدهم من التابعين ، وبه يقول سفيان الثورى وابن المبارك وأحمد وإسحاق لا يرون أن يجهر ببسم الله الرحمن الرحيم . قالوا : ويقولها فى نفسه اه .

۶۹۹ – أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم قال : " قال عبد الله بن مسعود ﷺ فى الرجل يجهر ببسم الله الرحمن الرحيم اَنَّهَا اَعْرَابِيَّةٌ وَكَانَ لَا يَجْهَرُ بِهَا هُوَ وَلَا اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِهِ " . أخرجه الإمام محمد بن الحسن فى " الآثار " اه " جامع المسانيد " (۱:۳۲۱) .

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ وغیرہ تابعین کا عمل ہے، یہی سفیان ثوری، ابن مبارک، احمد اور اسحاق کا قول ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بغیر آواز کے پڑھے زور سے نہ پڑھے۔ (ترمذی باب ماجاء فی ترک الجہر بسم اللہ)۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اکثر اہل علم صحابہؓ و تابعینؒ، خصوصاً خلفاء راشدینؓ کا اسی پر عمل ہے۔

فائدہ: مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں لکھتے ہیں: "زیلعیؒ (صاحب نصب الرایہ) نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ بسم اللہ کو بالجہر ترک کرنے کا سلسلہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک آنحضرت ﷺ سے توارث کے ساتھ ثابت تھا، تمام پچھلے پہلوں (متقدمین) سے اس کو نقل کرتے آئے تھے اور اکیلی یہی بات (توارثِ صحابہؓ و تابعینؒ وغیرہ) اس مسئلہ میں کافی ہے کیونکہ جہری نمازیں ہمیشہ صبح و شام ہوتی تھیں، پس اگر آنحضرت ﷺ ہمیشہ بسم اللہ کے ساتھ جہر کرتے تو اس میں اختلاف واشتباہ نہ واقع ہوتا، اور البتہ یہ بات مجبوراً سب کو معلوم ہوتی۔ اور حضرت انسؓ یہ نہ کہتے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدینؓ نے نہیں کیا۔ اور نہ عبداللہ بن مغفلؓ کو بدعتی کہتے اور اسکو بدعت نہ بتلاتے اور اہل مدینہ کا عمل آنحضرت ﷺ کی مسجد کے محراب میں اور آپ کے مقام میں ترکِ جہر، عملِ متوارث نہ ہوتا کہ سب پچھلے پہلوں سے نقل کرتے۔ اور یہ چیز ان کے نزدیک اسی طرح جاری ہے جیسا کہ صاع اور مُد کا مسئلہ (اہل مدینہ کے نزدیک صاع اور مد بہت مشہور تھے، ان میں کبھی اختلاف نہیں ہوا) بلکہ اس سے زیادہ بلیغ بسم اللہ کا معاملہ ہے کہ اس میں تمام مسلمان شریک ہوتے ہیں، سب نمازوں میں اور نمازیں بھی بار بار ہوتی ہیں شب و روز۔ اور بہت سے انسان ایسے ہوں گے کہ ان کو صاع اور مد کی ضرورت نہیں پڑتی اور جس کو کبھی ضرورت پڑتی ہے تو وہ اس کیلئے ایک مدت تو توقف بھی کرتا رہتا ہے اور کوئی عقلمند یہ گمان نہیں کرسکتا کہ اکابر صحابہ و تابعین اور اکثر اہل علم اسکے خلاف ہمیشگی کرتے تھے جسکو آنحضرت ﷺ کرتے تھے۔ (زیلعی، تحفۃ الاحوذی-۱:۲۰۵)۔

۶۹۹- حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایسے آدمی کے بارے میں جو (نماز میں) بسم اللہ بلند آواز سے پڑھتا ہے فرمایا کہ یہ دیہاتی طریقہ ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ خود اور آپ کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی بسم اللہ بلند آواز

قلت : رجاله ثقات وهو مرسل إبراهيم ومراسيله صحيحة كما مر .

باب عدم جزئية البسملة للفاتحة

۷۰۰— عن : ابن عباس ﷺ : " كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَعْرِفُ خَاتِمَةَ السُّوْرَةِ حَتّٰى تُنَزَّلَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَاِذَا نَزَلَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عَرَفَ اَنَّ السُّوْرَةَ قَدْ خُتِمَتْ وَاسْتَقْبَلَتْ اَوِ ابْتَدَاَتْ سُوْرَةٌ اُخْرٰى " . رواه البزار بإسنادين رجال أحدهما رجال الصحيح " مجمع الزوائد " (۱:۱۸۵) .

سے نہیں پڑھتا تھا۔ (کتاب الآثار باب الجہر بسم اللہ) ۔اور اسکے تمام راوی ثقہ ہیں ۔اور یہ ابراہیم نخعیؒ کی مرسل حدیث ہے اور وہ بالاتفاق حجت اور صحیح ہے۔

فائدہ: بعض احادیث میں نماز میں جہر سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کا ذکر ہے، محققین نے اس کے متعدد جواب دیے ہیں۔

۱—مذکورہ بالا صحیح احادیث سے (جہر والی احادیث) منسوخ ہیں۔

۲—سند کے لحاظ سے اخفاء والی حدیثیں راجح ہیں۔

۳—بعض اوقات لوگوں کو بتلانے کیلئے کہ اس مقام پر یا اس وقت یہ چیز پڑھی جارہی ہے۔اخفاء والے امور میں قدرے جہر کردیا جاتا تھا۔چنانچہ حضرت ابوقتادہؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں کبھی کبھی ایک آیت ہمیں سنانے کیلئے جہر سے پڑھتے تھے: وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ اَحْيَانًا ۔(بخاری باب اذا اسمع الامام الآیۃ، مسلم، باب القراءت فی الظہر)۔

حضرت عمرؓ سے اہل بصرہ کی تعلیم واطلاع کیلئے سبحانک اللّٰھم وبحمدک الخ کا جہر ثابت ہے۔(مسلم-۱:۱۷۲، باب حجۃ من قال لایجہر بالبسملۃ)۔اسی طرح مذکورہ بالا صحیح حدیث اور خلفائے راشدینؓ کے مسلسل عمل کے قرینہ سے تسمیہ کا جہر بھی کبھی کبھار لوگوں کی تعلیم واطلاع کیلئے تھا۔(الناسخ والمنسوخ -۵۶ للعلامۃ الحازمی، نصب الرایہ-۱:۳۶۱، معارف السنن شرح ترمذی -۲:۳۶۸)۔

اپنے دور کے بے بدل محدث جمال الدین زیلعیؒ نے چالیس صفحات پر بسم اللہ کے مسئلہ کی نہایت مفصل، مدلل اور محقق بحث کی ہے۔ملاحظہ ہو نصب الرایہ ج ۱-۳۲۳ الی ۳۶۳۔

باب بسم اللہ فاتحہ کا جز نہیں

۷۰۰—حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سورۃ کے ختم ہونے کو نہیں جانتے تھے یہاں تک کہ بسم اللہ نازل ہوتی پس جب بسم اللہ نازل ہوتی تو جان لیتے کہ سورۃ ختم ہوچکی ہے اور دوسری سورۃ شروع ہورہی ہے۔(بزار) بزار نے اسے دو سندوں سے روایت کیا ہے اور ایک سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے۔اور یہ مضمون ابوداود باب من جہر بہا میں بھی ہے۔

۷۰۱— عن : أبی هریرة ﷺ عن النبی ﷺ قال : " إِنَّ سُورَةً مِنَ الْقُرْآنِ ثَلاثُونَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَ لَهُ وَهِيَ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ " . رواه الترمذی (۲: ۱۱۳) . وقال : حدیث حسن . وفی التلخیص الحبیر (۱: ۸۸) : (رواه) أحمد والأربعة وابن حبان والحاکم من روایة أبی هریرة ، وأعله البخاری فی " التاریخ الکبیر " بأن عباسا الجشمی لا یعرف سماعه من أبی هریرة ولکن ذکره ابن حبان فی الثقات وله شاهد من حدیث ثابت عن أنس . رواه الطبرانی فی " الکبیر " بإسناد صحیح اه .

۷۰۲— عن : أبی سعید بن المعلی ﷺ قال : كُنْتُ أُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ أُجِبْهُ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ : إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي فَقَالَ : أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ " اِسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ " ثُمَّ قَالَ : لَأُعَلِّمَنَّكَ سُورَةً هِيَ أَعْظَمُ السُّوَرِ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ قُلْتُ لَهُ : أَلَمْ تَقُلْ

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ کسی سورۃ کا جز نہیں ہے، بلکہ دو سورتوں کے درمیان فصل کیلئے ہے۔

۷۰۱—حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قرآن میں تیس (۳۰) آیتوں والی ایک سورۃ ہے جس نے ایک آدمی کی شفاعت کی اسے بخش دیا گیا اور وہ تبارک الذی بیدہ الملک ہے۔ (ترمذی) اور یہ حدیث حسن ہے۔ اس روایت کو احمد اصحاب سنن اربعہ اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ بخاری نے اس حدیث پر انقطاع کا اعتراض کیا ہے لیکن عباس راوی کو ابن حبان نے ثقہ کہا ہے لہٰذا ثقہ راوی کا منقطع حدیث بیان کرنا حجت ہے، نیز اس حدیث کیلئے ایک شاہد حدیث بھی ہے جو طبرانی کبیر میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔

فائدہ: سورۃ ملک کی بالاتفاق بسم اللہ کے بغیر تیس آیتیں ہیں، تو معلوم ہوا کہ بسم اللہ سورۃ کا جز نہیں۔

۷۰۲—حضرت ابو سعید بن معلیٰ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا تو حضور ﷺ نے مجھے بلایا لیکن میں نے آپ ﷺ کو جواب نہ دیا پھر (بعد میں) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ "جب رسول تم کو بلائیں تو تم اللہ اور اسکے رسول کے کہنے کو بجالاؤ"؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ضرور تجھے تیرے مسجد سے نکلنے سے قبل اس سورۃ کی تعلیم دوں گا جو قرآن میں سب سے عظیم سورۃ ہے، پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور نکلنے کا ارادہ کیا تو میں نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ میں تجھے ایک ایسی سورۃ کی تعلیم دونگا جو قرآن میں سب سے عظیم سورۃ ہے؟

لَأُعَلِّمَنَّكَ سُوْرَةً هِيَ أَعْظَمُ سُوْرَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ ؟ قَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ أُوْتِيْتُهُ ". رواه البخاري (٢:٦٤٢).

٧٠٣ — عن : أبي هريرة ﷺ في حديث طويل : " فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : قال الله تعالٰى : قَسَمْتُ الصَّلاَةَ — أي الْفَاتِحَة — بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِيْ مَا سَأَلَ فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ اللهُ تَعَالٰى : حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ ، وَإِذَا قَالَ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قال الله : أَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ ، فَإِذَا قَالَ : مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ قَالَ : مَجَّدَنِيْ عَبْدِيْ وَقَالَ مَرَّةً : فَوَّضَ إِلَيَّ عَبْدِيْ فَإِذَا قال : إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ قَالَ : هٰذَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَأَلَ فَإِذَا قَالَ : اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّيْنَ قال : هٰذَا لِعَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَأَلَ". رواه "مسلم" ١٠:١٦٩).

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا (وہ) الحمد للہ رب العلمین ہے، یہی سبع مثانی اور یہی وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا۔ (بخاری کتاب التفسیر باب ماجاء فی فاتحۃ الکتاب)۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں۔

٧٠٣- حضرت ابو ہریرۃؓ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے (حضرت ابو ہریرۃؓ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے نماز کو (یعنی فاتحہ کو) اپنے اور اپنے بندہ کے درمیان نصف نصف تقسیم کیا ہے اور میرے بندہ کیلئے وہ ہوگا جو وہ مانگے گا وہ ملے گا، پس بندہ جب الحمد للہ رب العلمین کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندہ نے میری تعریف کی ہے، اور جب بندہ الرحمٰن الرحیم کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندہ نے میری ثنا بیان کی ہے، اور جب بندہ کہتا ہے ملک یوم الدین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندہ نے میری بزرگی اور عظمت بیان کی ہے اور اللہ یوں بھی فرماتے ہیں کہ میرے بندہ نے اپنے سب کام میرے سپرد کردئے، اور جب بندہ ایاک نعبد وایاک نستعین کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے (یعنی عبادت میرا حق ہے اور مدد طلب کرنا بندہ کا حق ہے) اور میرے بندہ کیلئے وہ ہوگا جو وہ مانگے گا اور جب بندہ اھدنا الصراط المستقیم تا ولا الضالین پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندہ کیلئے ہے اور میرے بندہ کیلئے وہ ہے جو وہ مانگے گا (مسلم) (صراط مستقیم کا طلب کرنا، مغضوب اور ضالین کے راستے سے بچنے کی درخواست کرنا یہ بندہ کا کام ہے اور راہ راست دکھانا اور مغضوبین اور ضالین کے راستہ سے بچانا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے)۔

٧٠٤— عن : عائشة رضي الله عنها (في حديث الوحي) "ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ : اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ" الحديث . رواه البخاري (١:٢) .

٧٠٥— عن : أبي هريرة ﷺ قال : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا انْتَهَضَ مِنَ الثَّانِيَةِ اسْتَفْتَحَ بِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَمْ يَسْكُتْ" . رواه مسلم والطحاوي "عمدة القاري" (٣:٢٥) .

باب قوله تعالى: ﴿فاقرؤوا ماتيسر من القرآن﴾ وبيان فرضية القرائة وقدرها

٧٠٦— عن : أبي هريرة ﷺ : أن رسول الله ﷺ قال : "لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَائَةٍ" .

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ فاتحہ کا جز نہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے فاتحہ کی ابتداء الحمد للہ سے کی ہے۔ بسم اللہ سے نہیں کی۔ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث قول فیصل ہے جس میں کسی قسم کی تاویل کا احتمال نہیں اور بسم اللہ کے سورۃ کے جز نہ ہونے میں یہ حدیث سب سے واضح ہے۔ (زیلعی -۱:۷۷)۔

۷۰۴- وحی کی حدیث میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں" پھر جبرئیلؑ نے مجھے چھوڑا اور کہا اقراء باسم ربک الذی خلق الخ"۔ (بخاری باب کیف کان بدء الوحی)۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بسم اللہ کسی سورۃ کا جز نہیں ہے اس لئے کہ یہ پہلی سورۃ ہے اور اسکے شروع میں بسم اللہ نہیں ہے۔

۷۰۵- حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب دوسری رکعت سے کھڑے ہوتے تو قراءۃ الحمد للہ سے شروع کرتے اور کچھ وقفہ نہ کرتے (یعنی جیسا کہ تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد کیا کرتے)۔ (مسلم، طحاوی)۔

فائدہ: امام ابوجعفر طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ورنہ دوسری رکعت میں بھی آپ ﷺ بسم اللہ ضرور پڑھتے۔ ان تمام احادیث اور آثار سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ کسی سورۃ کا جز نہیں ہے (سوائے سورۃ نمل کے درمیان میں مذکور بسم اللہ کے) باقی جن احادیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ سورۃ کے شروع میں بسم اللہ پڑھتے تھے تو یہ پڑھنا تبرک پر محمول ہے۔ لیکن یاد رہے کہ سورتوں کے درمیان میں مذکور بسم اللہ قرآن کا جز ہے کیونکہ صحابہؓ نے اسے قرآن میں لکھا ہے، اگر یہ قرآن کا حصہ نہ ہوتا تو صحابہؓ یقیناً اسے نکال دیتے۔

رواه "مسلم" (١٧٠:١) .

٧٠٧– عن : أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : " مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلَاثاً غَيْرُ تَمَامٍ " الحديث . رواه مسلم (١٦٩:١).

٧٠٨– عن : أبي سعيد رضي الله عنه قال : " أُمِرْنَا أَنْ نَقْرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَا تَيَسَّرَ " . رواه أبو داود (٣٠:١) وسكت عنه وإسناده صحيح كما في التلخيص الحبير (٨٧:١)، وعزاه الزيلعي (١٩٢:١) إلى " صحيح ابن حبان " بلفظ : " أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ نَقْرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَا تَيَسَّرَ " اه ، والمعنى واحد . وفي " النيل " (١٠٢:٢) بعد ذكر لفظ أبي داود : قال ابن سيد الناس : إسناده صحيح ورجاله ثقات اه .

باب اللہ تعالیٰ کے فرمان ''کہ تم لوگوں سے جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جاسکے پڑھ لیا کرو'' اور قراءۃ کی فرضیت اور اسکی مقدار کے بیان میں (نماز میں)

۷۰۶– حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قراءت کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی ۔ (مسلم ، باب وجوب قراءۃ الفاتحہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مطلق قراءت نماز میں فرض ہے۔

۷۰۷– حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز پڑھی اور اس میں اس نے فاتحہ نہ پڑھی تو اسکی نماز ناقص اور غیر مکمل ہوگی ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا۔ (مسلم ، باب سابق وابوداود–۱:۱۱۹ وابن حبان ۲:۲۰۶)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فاتحہ کے بغیر نماز پڑھنے سے نماز نامکمل رہتی ہے لیکن بالکل باطل نہیں ہوتی اور یہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ یہ نفی نفی کمال پر محمول ہے لہٰذا فاتحہ نماز میں رکن اور فرض نہیں بلکہ واجب ہے اور واجب کے چھوٹنے سے ہی نقصان لازم آتا ہے ، اور اگر فاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ''غیر تمام'' کے بجائے ''غیر صحیح'' یا باطل کا لفظ بولتے ۔ (مختصراً من نووی شرح مسلم والسعایہ–۲:۱۲۷)۔

۷۰۸– حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سورۃ فاتحہ اور (اسکے علاوہ) جو حصہ قرآن آسانی سے پڑھا جاسکے پڑھیں ۔ (ابوداود ، باب من ترک القراءۃ فی الصلوٰۃ) ۔ اسکی سند صحیح ہے (تلخیص حبیر) اور ابوداود نے اس پر سکوت فرمایا ہے ، اور صحیح ابن حبان میں اسکے ہم معنی روایت موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم سورۃ فاتحہ اور (اسکے علاوہ) جو حصہ قرآن کا آسانی سے پڑھا جاسکے پڑھیں (زیلعی) اور ابن سید الناس ابوداود کے الفاظ کے بعد فرماتے ہیں کہ

٧٠٩– وعنه قال : قال رسول الله ﷺ " لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ لَا يُقْرَأُ فِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ " . رواه أبو بكر بن خزيمة فى " صحيحه " بإسناد صحيح . وكذا رواه أبو حاتم ابن حبان . شرح النووى (١:١٧٠) .

٧١٠– حدثنا يحيى بن سعيد عن عبيد الله قال : حدثنا سعيد المقبرى عن أبيه عن أبى هريرة ﷺ : " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : " اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ "، فَصَلّٰى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : " اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ "ثَلَاثاً فَقَالَ : وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُحْسِنُ غَيْرَهٗ فَعَلِّمْنِىْ فَقَالَ : إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعاً " الحديث. رواه البخارى (١:١٠٩) .

اسکی سند صحیح ہے اور اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں سورۃ فاتحہ اور اسکے علاوہ زائد حصے کا ایک ہی حکم بیان ہوا ہے اور زائد حصہ بالاتفاق واجب ہے (رکن نہیں) تو سورۃ فاتحہ بھی واجب ہی ہونی چاہئے۔

٧٠٩- حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایسی نماز کفایت نہیں کرتی جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔ (ابن خزیمہ نے صحیح سند کے ساتھ اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے)۔

فائدہ: یعنی جس نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ اعلیٰ درجے میں کفایت نہیں کرتی، یعنی کامل نہیں ہوتی بلکہ ناقص رہتی ہے گویا کہ اسے کما حقہ ادا نہیں کیا گیا۔ احناف بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ واجب کے چھوٹنے سے عبادت ناقص رہ جاتی ہے۔

٧١٠- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ مسجد نبوی میں داخل ہوئے، آپکے بعد ایک اور شخص بھی داخل ہوا، اس نے نماز پڑھی پھر آ کر حضور ﷺ کو سلام کیا، حضور ﷺ نے سلام کا جواب دیکر فرمایا "واپس جاؤ اور پھر نماز پڑھو، کیونکہ تم نے (کما حقہ) نماز نہیں پڑھی" اس شخص نے دوبارہ نماز پڑھی، پھر آ کر حضور ﷺ کو سلام کیا آپ نے اس مرتبہ بھی فرمایا "لوٹ جاؤ اور دوبارہ نماز پڑھو کیونکہ تم نے (کما حقہ) نماز نہیں پڑھی"، آپ ﷺ نے اس طرح تین مرتبہ فرمایا۔ آخر اس شخص نے کہا "اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، میں اس کے علاوہ کوئی اور اچھا طریقہ نہیں جانتا، اس لئے آپ مجھے (نماز) سکھا دیجئے"، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تو نماز کیلئے کھڑا ہوا کرے تو پہلے تکبیر کہہ، پھر آسانی کیساتھ جتنی قراءت قرآن ہو سکے کر، اسکے بعد رکوع کر، یہاں تک کہ تو اچھی طرح رکوع کرے، الحدیث۔ (بخاری، باب وجوب القراءۃ للامام والماموم فی الصلوات کلہا)۔

۷۱۱— عن: رفاعة بن رافع بهذه القصة قال: (ﷺ): "إِذَا قُمْتَ فَتَوَجَّهْتَ إِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَبِمَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَقْرَأَ" الحديث. رواه أبو داود (۱:۱٤۱) وسكت عنه. وفي "النيل" (۲:۳٦): لا مطعن فيه فإن رجال إسناده ثقات. وذكره في "الفتح" (۲:۲۰۲) وسكت عنه فهو حسن أو صحيح على قاعدته. وفي "بلوغ المرام" (۱:٤٤) لأبي داود: "ثُمَّ اقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَبِمَا شَاءَ اللّٰهُ" ولابن حبان في "صحيحه "بما شئت" اهـ. وللدارقطني (۳:۳٥) في هذه القصة: فقال رسول الله ﷺ: "إِنَّمَا لَا تَتِمُّ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ حَتّٰى يُسْبِغَ الْوُضُوْءَ كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَيَغْسِلُ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَيَمْسَحُ بِرَأْسِهٖ وَرِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ يُكَبِّرُ اللّٰهَ وَيُثْنِيْ عَلَيْهِ ثُمَّ يَقْرَأُ أُمَّ الْقُرْآنِ وَمَا أُذِنَ لَهُ فِيْهِ وَتَيَسَّرَ ثُمَّ يُكَبِّرُ" الحديث. وفي "التعليق المغني": رجاله ثقات اهـ.

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ فاتحہ رکن اور فرض نہیں بلکہ فاتحہ کے علاوہ اگر کوئی اور سورۃ پڑھ لے تب بھی فرض کو ادا کرنے والا سمجھا جائیگا۔

۷۱۱—رفاعہ بن رافع سے اسی قصہ میں مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "جب تو (نماز کیلئے) کھڑا ہو تو قبلہ کی طرف منہ کر، پھر تکبیر کہہ، پھر سورۃ فاتحہ اور جو اللہ چاہے قرآن میں سے وہ پڑھ"۔ (ابوداود، باب صلوٰۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع والسجود)۔ اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔ ابوداود نے اس پر سکوت فرمایا ہے (لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے) اور نیل الاوطار میں ہے کہ اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس سند میں کوئی قابل طعن بات نہیں، فتح الباری میں اس پر سکوت کیا گیا ہے، لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔ اور صحیح ابن حبان میں یہ الفاظ ہیں کہ تو سورۃ فاتحہ پڑھ اور قرآن میں سے جو تو چاہے پڑھ۔ اور دارقطنی میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ا نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی نماز اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ وہ وضو اس طریقہ پر پورا کرے جیسے اللہ نے حکم دیا ہے، پس وہ اپنے چہرے کو دھوئے اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئے، اور اپنے سر کا مسح کرے اور اپنے دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھوئے، پھر اللہ کی بڑائی بیان کرے اور اس پر ثنا پڑھے، پھر سورۃ فاتحہ پڑھے اور قرآن میں سے جو اس کیلئے آسان ہو وہ پڑھے، پھر تکبیر کہے۔ الحدیث۔ التعلیق المغنی میں ہے کہ اسکے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ اور اس سے زائد مقدار کا ایک ہی حکم ہے، پس جب زائد مقدار بالاتفاق رکن نہیں تو فاتحہ بھی رکن نہیں، نیز اس میں " لا تتم " کے لفظ سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص رہتی ہے، باطل نہیں ہوتی۔

٧١٢– عن: ابن شهاب أن محمود بن الربيع الذى مج رسول الله ﷺ فى وجهه من بيرهم أخبره أن عبادة بن الصامت أخبره أن رسول الله ﷺ قال: " لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ ". وحدثناه إسحاق بن إبراهيم وعبد بن حميد قالا: أخبرنا عبد الرزاق أنا معمر عن الزهرى بهذا الإسناد مثله وزاد: " فَصَاعِداً " رواه " مسلم " (١٦٩:١).

٧١٣– حدثنا قتيبة بن سعيد وابن السرح قالا: حدثنا سفيان عن الزهرى عن محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت يبلغ به النبى ﷺ قال: " لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِداً ". رواه " أبو داود " (١٢٦:١) وسكت عنه ورجاله رجال الصحيح.

٧١٤– حدثنا إبراهيم بن موسى الرازى انا عيسى عن جعفر بن ميمون البصرى نا أبو عثمان النهدى حدثنى أبو هريرة ؓ قال: قال لى رسول الله ﷺ: " أُخْرُجْ فَنَادِ فِى الْمَدِيْنَةِ أَنَّهُ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقُرْآنٍ وَلَوْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَمَا زَادَ " رواه " أبو داود " (١٢٥:١) وسكت عنه ورجاله كلهم ثقات مشهورون إلا جعفر بن ميمون فقد تكلم فيه بعضهم. وقال الحاكم فى " المستدرك ": هو من ثقات البصريين، وذكره ابن حبان وابن شاهين

٧١٢-ابن شہاب زہریؒ سے مروی ہے کہ محمود بن الربیع (جنکے منہ میں حضور ﷺ نے انکے کنویں کا پانی لیکر کلی کی تھی) نے فرمایا کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز (کامل) نہیں ہوتی جو فاتحہ نہ پڑھے۔اور زہریؒ سے اسی سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے اور اس میں "فصاعداً" کے الفاظ کا اضافہ ہے (یعنی اس شخص کی نماز کامل نہیں ہوتی جو فاتحہ اور اس سے زائد قرآن نہ پڑھے)۔(مسلم باب وجوب قراءۃ الفاتحہ)۔

فائدہ: "فصاعداً" کے الفاظ کے کافی شواہد ہیں، جیسے حدیث نمبر: ٧٠٨، ٧١٣ اور ٧١٤ لہذا جو حکم فاتحہ سے زائد مقدار کا ہے وہی فاتحہ کا ہونا چاہئے، اور فاتحہ سے زائد مقدار کا حکم عدم فرضیت کا ہے۔

٧١٣-حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز (کامل) نہیں ہوتی جو سورۃ فاتحہ اور اس پر مزید کچھ نہ پڑھے۔(ابوداود، باب من ترک القراءۃ فی صلوتہ)۔اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

٧١٤-حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ باہر نکل کر مدینہ میں یہ اعلان کردو کہ نماز قرآن کے بغیر نہیں ہوتی، اگر چہ وہ سورۃ فاتحہ اور اس سے کچھ زیادہ ہی ہو۔(ابوداود، باب من ترک القراءۃ فی صلوتہ)۔اسکے تمام راوی سوائے

فی الثقات کذا فی " تہذیب التہذیب " (۱:۱۰۹) وروی عنه یحیی بن سعید عند الحاکم فی " المستدرک " (۱:۲۳۹) قال الحاکم: ویحیی بن سعید لا یحدث إلا عن الثقات اھ.

۷۱۵– عن: عبد الله بن أبی قتادة عن أبیه قال: " كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ سُورَةٍ وَيُسْمِعُنَا الآيَةَ أَحْيَاناً " رواه البخاری (۱:۱۰۵).

۷۱۶– حدثنا سفیان بن وکیع نا محمد بن فضیل عن أبی سفیان طریف السعدی عن أبی نضرة عن أبی سعید رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: " مِفْتَاحُ الصَّلاَةِ الطُّهُورُ وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ، وَلاَ صَلاَةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِالْحَمْدِ وَسُورَةٍ فِي فَرِيضَةٍ أَوْ غَيْرِهَا ". رواه الترمذی (۱:۳۲).

تحسین حدیث أبی سفیان طریف السعدی

وفیه أبو سفیان طریف السعدی ضعفه غیر واحد ولکن لم ینسبه أحد إلی

جعفر بن میمون کے ثقہ اور مشہور ہیں اور جعفر کو بھی حاکم، ابن حبانؒ اور ابن شاہین نے ثقہ کہا (تہذیب التہذیب) حاکمؒ فرماتے ہیں کہ یحیٰی بن سعیدؒ نے جعفرؒ سے روایت کیا ہے اور یحیٰی بن سعید صرف ثقہ راویوں سے روایت کرتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفس قراءۃ تو نماز میں فرض ہے البتہ فاتحہ کی تعیین فرض نہیں۔

۷۱۵– حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور ایک ایک سورۃ پڑھتے تھے، اور کبھی کبھی ہمیں ایک آیت (بلند آواز سے پڑھکر) سنا بھی دیا کرتے تھے (تاکہ معلوم ہو جائے کہ قراءۃ ضروری ہے)۔ (بخاری باب القراءۃ فی العصر)۔

۷۱۶– حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز کی کنجی طہارت ہے اور اسکی تحریم تکبیر تحریمہ ہے اور اسکی تحلیل سلام ہے، اور اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو نماز میں سورۃ فاتحہ اور کوئی اور سورۃ نہیں پڑھتا خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل۔ (ترمذی باب ماجاء فی تحریم الصلوٰۃ وتحلیلہا۔ اس حدیث کی سند میں ابوسفیان طریف السعدی ہیں، بعض لوگوں نے اس پر کلام کیا ہے لیکن ابن عدی فرماتے ہیں کہ لوگ اس سے روایت کرتے تھے، اسکی احادیث کی سندیں مضبوط ہیں (تہذیب التہذیب) اور خود ترمذیؒ نے اپنی کتاب سنن ترمذی کی کتاب التفسیر میں اسکی حدیث کو حسن کہا ہے، پس یہ حدیث حسن ہے، خاص کر جبکہ اس حدیث کیلئے

الكذب . وقال ابن عدى : روى عنه الثقات وإنما أنكر عليه فى متون الأحاديث أشياء لم يأت بها غيره . وأما أسانيده فمستقيمة اه . كذا فى " تهذيب التهذيب " (١٢:٥) وحسن حديثه الترمذى فى كتاب التفسير من " سننه " (١٥٥:٢) فالحديث حسن لاسيما إذا كان له متابع كما قال " السندى " (حاشية ابن ماجة ١٤٣:١) بما نصه : وفى الزوائد ضعيف وفى إسناده أبو سفيان السعدى قال ابن عبد البر : أجمعوا على ضعفه لكن تابع أبا سفيان قتادة . كما رواه ابن حبان فى " صحيحه " اه . قلت : وقول ابن عبد البر : " وأجمعوا على ضعفه " غير مسلم لتحسين الترمذى حديثه ولقول ابن عدى : روى عنه الثقات وأسانيده مستقيمة كما مر .

٧١٧– عن : عبادة بن الصامت ﷺ قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَآيَتَيْنِ مَعَهَا " . رواه الطبرانى فى " الأوسط " . قلت : هو فى " الصحيح " خلا قوله " وآيتين معها " ، وفيه الحسن بن يحيى الحسنى ضعفه النسائى والدارقطنى ووثقه دحيم وابن عدى وابن معين فى رواية اه . " مجمع الزوائد " (١٨٧:١) قلت : والاختلاف لا يضر فالحديث حسن .

متابع ہوں (حاشیہ السندی علی ابن ماجہ)۔

۷۱۷–حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نماز سورۃ فاتحہ اور اسکے علاوہ دو آیتوں کے بغیر نہیں ہوتی۔(طبرانی فی الاوسط)۔اس حدیث کے ایک راوی حسن بن یحییٰ الحسنی کو بعض نے ضعیف اور بعض نے ثقہ کہا ہے لہٰذا یہ حدیث حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>: یہ احادیث "فما زاد، فصاعداً اور ما تیسر" کیلئے مبین ہیں کہ سورۃ فاتحہ سے کتنی مقدار زیادہ پڑھی جائے، نیز حضرت ابوسعیدؓ کی حدیث میں سورۃ اور عبادہ بن الصامتؓ کی حدیث میں آیتین کے الفاظ ہیں لیکن ان دونوں قولی حدیثوں میں بھی کوئی تعارض نہیں وہ اس طرح کہ دو طویل آیتیں ایک چھوٹی سورۃ کے برابر ہوسکتی ہیں۔

ان تمام احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ معین طور پر فرض اور رکن نہیں بلکہ واجب ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے، احناف کے مسلک کی وجوہ ترجیح کئی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱): قرآن میں ﴿فاقرءوا ما تیسر من القرآن﴾ (المزمل) کی آیت میں عموم ہے اور سورۃ فاتحہ والی حدیث خبر واحد ہے اور

باب حكم من لم يحسن فرض القرائة

۷۱۸– حدثنا عثمان بن أبي شيبة نا وكيع بن الجراح نا سفيان الثوري عن أبي خالد الدالاني عن إبراهيم السكسكي عن عبد الله بن أبي أوفى ﷺ قال : " جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ اَنْ آخُذَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْئاً فَعَلِّمْنِي مَا يُجْزِئُنِي مِنْهُ فَقَالَ : قُلْ : سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ . قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! هٰذَا لِلّٰهِ فَمَا لِيْ قَالَ : قُلْ : اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي . فَلَمَّا قَامَ قَالَ : هٰكَذَا بِيَدِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : اَمَّا هٰذَا فَقَدْ مَلَأَ يَدَهٗ مِنَ الْخَيْرِ " .

خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی اور اسکے عموم میں تخصیص کرنا درست نہیں البتہ ان اخبار احاد سے وجوب ثابت ہوگا۔

(۲): احادیث میں فاتحہ کے ساتھ "فما زاد" کے الفاظ بھی ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فاتحہ اور زائد مقدار کا حکم ایک ہی ہے، اور جب زائد مقدار بالاتفاق فرض اور رکن نہیں تو سورۃ فاتحہ بھی رکن نہیں ہونی چاہئے۔ الغرض احناف مکمل حدیث پر عمل کرتے ہیں جبکہ غیر مقلدین آدھی حدیث پر، اس طرح غلط معنی پہنا کر عمل کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث کو ایک دوسرے کا معارض بنادیتے ہیں۔ (افتؤمنون ببعض الكتاب وتكفرون ببعض)۔

(۳): حدیث مسیئ صلوٰۃ (۷۱۰) میں بھی حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو قرآن میں سے تیرے لئے آسان ہو سکے وہ پڑھ اس میں بھی سورۃ فاتحہ کو رکن متعین نہیں کیا گیا۔

(۴) ابوداود کی وہ حدیث جو "۷۱۴" پر گذری ہے، اس میں بھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کے بغیر نماز نہیں ہوتی اگر چہ سورۃ فاتحہ ہی کیوں نہ ہو، اس سے بھی معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ معین طور پر رکن نہیں ہے۔

باب اس آدمی کا حکم جو فرض مقدار قراءت بھی نہ کر سکے

۷۱۸– حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں (اسی وقت) قرآن سے کچھ یاد نہیں کر سکتا، اس لئے آپ ﷺ مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتادیجئے جو قرآن کی قراءت سے کفایت کر جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کلمات نماز میں کہہ لے " سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله و الله اكبر ولاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم " ، پھر اس آدمی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو اللہ کیلئے (حمد) ہے، میرے فائدہ کے لئے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو یہ کلمے بھی کہہ لے " اللهم ارحمني وارزقني وعافني واهدني " (اے اللہ مجھ پر رحم فرما، مجھے روزی عطا فرما، مجھے عافیت دے اور مجھے ہدایت نصیب فرما) پھر جب وہ شخص اٹھ کر جانے لگا تو اس نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا

رواه "أبو داود " (۳۰۸:۱) ، وسكت عنه ورجاله رجال الصحيح خلا أبي خالد فهو مختلف فيه . وفي "بلوغ المرام " (٤٧:١) : رواه أحمد وأبو داود والنسائي وصححه ابن حبان والدارقطني و الحاكم اه .

۷۱۹- عن : رفاعة بن رافع ﷺ مرفوعا في حديث طويل : " فَإِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَأْ وَإِلاَّ فَاحْمَدِ اللهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ ثُمَّ ارْكَعْ " الحديث . رواه " الترمذى " (٤٠:١) وحسنه .

باب ما جاء في سنية التأمين والإخفاء بها

۷۲۰- عن : أبي هريرة ﷺ أن رسول الله ﷺ قال : " إِذَا قَالَ الإِمَامُ : غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلاَئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا

(کہ میں نے اتنی دولت پائی) (یہ دیکھ کر) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے خیر سے اپنا ہاتھ بھر لیا۔(ابوداود، باب ما یجزئ الامی والاعجمی من القراءة)۔ابوداود نے اس پر سکوت فرمایا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے، اور اسکے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے ابوخالد کے کہ وہ مختلف فیہ ہیں، نیز بلوغ المرام میں ہے کہ اس حدیث کو احمد، ابوداود اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان، دارقطنی اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۷۱۹- حضرت رفاعہ بن رافع سے ایک طویل حدیث میں مرفوعا مروی ہے کہ (حضور ﷺ نے فرمایا) اگر تجھے کچھ قرآن یاد ہو تو وہ پڑھ ورنہ اللہ کی حمد، اسکی عظمت بیان کر اور لا الٰہ الا اللہ پڑھ، پھر رکوع کر۔(ترمذی باب ماجاء فی وصف الصلوٰۃ)۔ترمذی نے اس حدیث کی تحسین کی ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید بالکل حفظ نہ پڑھ سکتا ہو یعنی اسے سورۃ فاتحہ یا ایک آیت بھی یاد نہ ہو اور وہ اسی گھڑی قرآن میں سے کچھ بھی یاد نہ کر سکتا ہو، مثلاً کافر ایسے وقت میں مسلمان ہوا، یا بچہ ایسے وقت میں بالغ ہوا کہ اگر قرآن کی ایک دو آیات یاد کرے تو نماز کا وقت نکل جائیگا تو ان کیلئے تسبیح وتحمید پر نماز میں اکتفا کرنا جائز ہے، اور جسے قرآن کی ایک دو آیات یاد ہوں اس کیلئے تسبیح وتحمید پر اکتفا کرنا جائز نہیں۔اور درمختار اور ردالمحتار میں صراحۃً مذکور ہے کہ سورۃ فاتحہ اور کچھ زائد مقدار کا حفظ کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

باب آمین کہنا اور آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے

۷۲۰- حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب امام "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" کہے تو

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ " . رواه " البخاری " (۱۰۸:۱) .

۷۲۱– عن :أبی موسی الأشعری ﷺ فی حدیث طویل قال : " اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَطَبَنَا فَبَیَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلاَتَنَا فَقَالَ : اِذَا صَلَّیْتُمْ فَاَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ ثُمَّ لِیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ : ﴿غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّالِّیْنَ﴾ فَقُوْلُوْا : آمِیْنَ یُجِبْکُمُ اللّٰهُ " . رواه " مسلم " (۱۷۴:۱) .

۷۲۲– عن : أبی هریرة ﷺ قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " اِذَا قَالَ الاِمَامُ : غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ فَاِنَّ الْمَلاَئِکَةَ تَقُوْلُ : آمِیْنَ وَاِنَّ الاِمَامَ یَقُوْلُ : آمِیْنَ فَمَنْ وَافَقَ تَاْمِیْنُهٗ تَاْمِیْنَ الْمَلاَئِکَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ " رواه أحمد والنسائی والدارمی وإسناد صحیح " آثار السنن " (۱۹۱:۱) ورواه ابن حبان فی صحیحه "زیلعی" (۱۹۴:۱) .

(مقتدیو!) تم آمین کہو، اس لئے کہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جائے اسکے پچھلے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں (بخاری، باب جہر الماٗموم بالتامین)۔

۷۲۱– حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے (ایک دن) ہمیں خطاب فرمایا جس میں آپ ﷺ نے ہمیں تمام امور بتائے اور نماز پڑھنا سکھائی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو پہلے سیدھا کر لو، پھر تم میں سے کوئی تمہارا امام بنے، پھر جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہہ چکے تو تم آمین کہو، تاکہ اللہ تمہاری حاجت کو پورا کرے۔ (مسلم باب التشہد فی الصلوٰۃ)۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے ولا الضالین کہنے کے بعد آمین کہیں، اور دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ امام آمین آہستہ آواز سے کہے، کیونکہ اگر امام کیلئے آمین بلند آواز سے کہنا مسنون ہوتا تو مقتدیوں کی آمین کو امام کے ولا الضالین کہنے کے ساتھ معلق نہ کیا جاتا بلکہ یوں کہا جاتا کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔

۷۲۲– حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہدے تو تم آمین کہو، کیونکہ ملائکہ آمین کہتے ہیں، امام بھی آمین کہتا ہے اور جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جائے تو اسکے گزشتہ گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ (مسند احمد، نسائی –۲:۱۴۳، باب جہر الامام بآمین)۔ اسکی سند صحیح ہے اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسے روایت کیا ہے۔

٧٢٣— عن : أبی هريرة ﷺ أن رسول الله ﷺ قال : " إِذَا اَمَّنَ الإِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأمِيْنُهُ تَأمِيْنَ الْمَلاَئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ " . رواه " البخاری " (١:١٠٨) قال ابن شهاب : " وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : آمِيْنَ " اه . وهذا مرسل .

٧٢٤— عن : إبراهيم قال : " خَمْسٌ تُخْفِيهِنَّ الإِمَامُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَالتَّعَوُّذَ وَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَآمِيْنَ وَاللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ " . رواه عبد الرزاق فی " مصنفه " وإسناده صحيح " آثار السنن " (١:٩٩) وأخرجه الإمام محمد بن الحسن فی " الآثار " فرواه عن أبی حنيفة عن حماد عن إبراهيم قال : " اَرْبَعٌ يُخَافِتُ بِهِنَّ الإِمَامُ وَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ " . (جامع مسانيد الإمام ١:٣٢٢) قلت : ورجاله ثقات .

فائدہ: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ امام کیلئے آمین آہستہ کہنا مسنون ہے کیونکہ اگر آپ ﷺ اونچی آواز سے آمین کہتے ہوتے تو آمین کی وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں تھی، اور حضور ﷺ کے فرمان کہ '' جب امام ولا الضالین کہے'' سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی فاتحہ کی قراءت نہ کرے، ورنہ آپ ﷺ یوں فرماتے کہ جب تم میں سے کوئی غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو آمین بھی کہے۔

٧٢٣- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، کیونکہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہوگی تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کردئے جائیں گے۔ (بخاری، باب جہر الامام بالتامین)۔ اور ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ بھی آمین کہتے تھے۔

فائدہ: '' امِّنُوْا '' کا امر ندب کیلئے ہے اور قولی حکم مواظبت کو شامل ہوتا ہے، نیز ابن شہاب کی مرسل حدیث ہے کہ حضور ﷺ آمین کہا کرتے تھے (بخاری باب جہر الامام بالتامین) سے بھی مواظبت ثابت ہوتی ہے، فرشتوں کے ساتھ موافقت ہونے کی بات ایک اخلاص میں، دوسرے اسی وقت کہنے میں اور تیسرے آہستہ کہنے میں ہوگی۔

٧٢٤- حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں امام آہستہ آواز سے کہے (١) سبحانک اللّٰھم (٢) اعوذ باللہ (٣) بسم اللہ الخ (٤) آمین (٥) اللّٰھم ربنا لک الحمد۔ (مصنف عبدالرزاق) اسکی سند صحیح ہے۔ اور کتاب الآثار امام محمدؒ میں ہے کہ ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ چار چیزیں امام آہستہ آواز سے کہے اور اللّٰھم ربنا لک الحمد کو بیان نہیں کیا۔ (جامع المسانید)۔ اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: امام اور مقتدی کا حکم اس مسئلہ میں ایک ہے، لہٰذا مقتدی بھی آمین آہستہ آواز سے کہے گا۔

۷۲۵– عن الحسن : " أَنَّ سَمُرَةَ بنَ جندبٍ وعمرانَ بنَ حصينٍ رضى الله عنهما تَذَاكَرَا فَحَدَّثَ سمرةُ بنُ جندبٍ " أَنَّهُ حَفِظَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ سَكْتَتَيْنِ سَكْتَةً اِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةً اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ غَيرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَحَفِظَ سَمُرَةُ وَاَنْكَرَ عَلَيْهِ عمرانُ بنُ حصينٍ فَكَتَبَا فِيْ ذٰلِكَ اِلٰى اُبَيِّ بنِ كَعْبٍ فَكَانَ فِيْ كِتَابِهِ اِلَيْهِمَا – اَوْ فِيْ رَدِّهِ عَلَيْهِمَا – اَنَّ سَمُرَةَ قَدْ حَفِظَ " . رواه أبو داود وآخرون وإسناده صالح (آثار السنن ۱:۹۵) وفى " التعليق الحسن " : وفى " المرقاة " قال ابن حجر : رواه أبو داود ، وسنده حسن بل صحيح اه .

۷۲۶– عن الحسن عن سمرة بن جندب : " أَنَّهُ كَانَ اِذَا صَلّٰى بِهِمْ سَكَتَ سَكْتَتَيْنِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَاِذَا قَالَ : وَلَا الضَّالِّيْنَ سَكَتَ اَيضاً هُنَيَّةً فَاَنْكَرُوْا ذٰلِكَ عَلَيْهِ فَكَتَبَ اِلٰى اُبَيِّ بنِ كَعْبٍ فَكَتَبَ اِلَيْهِمْ اُبَيٌّ اَنَّ الاَمْرَ كَمَا صَنَعَ سمرةُ " . رواه أحمد والدارقطنى وإسناده صحيح (آثار السنن ۱:۹۶) .

۷۲۵–حضرت حسنؒ سے مروی ہے کہ سمرۃ بن جندبؓ اورعمران بن حصینؓ آپس میں مذاکرہ فرمارہے تھے تو حضرت سمرۃؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے دو سکتے یاد کئے ہیں، ایک سکتہ تو اس وقت جب حضور ﷺ تکبیر تحریمہ فرماتے تھے اور دوسرا سکتہ اس وقت جب آپ ﷺ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی قراءت سے فارغ ہوتے ۔ سمرۃؓ نے تو اسے یاد کیا لیکن عمران بن حصینؓ نے سمرہ پر انکار کیا، اس پر دونوں حضرات نے اس مسئلہ کے بارے میں حضرت ابی بن کعبؓ کو لکھا، ابی بن کعبؓ نے جو خط ان دونوں کو (جواب میں) لکھا اس میں تھا کہ سمرۃؓ نے واقعی درست محفوظ کیا ہے۔ (ابوداود وغیرہ)۔ اسکی سند صالح اور حجت بنانے کے قابل ہے اور صاحب التعلیق الحسن بحوالہ مرقاۃ لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ اسکی سند حسن بلکہ صحیح ہے۔

۷۲۶–حضرت حسن سے مروی ہے کہ حضرت سمرۃ بن جندبؓ جب انہیں نماز پڑھاتے تو دو سکتے فرماتے، ایک جب نماز شروع فرماتے (یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد) اور دوسرا جب ولا الضالین کہہ چکتے تو بھی ہلکا سا سکتہ فرماتے ، لیکن لوگوں نے اس طرح کرنے پر سمرۃؓ پر انکار کیا تو سمرۃؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو (یہ صورت) لکھ بھیجی تو ابی بن کعبؓ نے لوگوں کو لکھا کہ حقیقت وہی ہے جیسے سمرۃؓ نے کیا ہے۔ (مسند احمد، دارقطنی)۔ اسکی سند صحیح ہے۔

<u>فائدہ</u>: پہلا سکتہ ثناء وغیرہ پڑھنے کیلئے ہوتا اور دوسرا سکتہ آہستہ آواز میں آمین کہنے کیلئے ہوتا تھا، نیز "سکتہ ہنیۃ" سے معلوم ہوا کہ یہ دوسرا سکتہ بالکل مختصر ہوتا جس میں فاتحہ پڑھنا ممکن نہیں لہذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ دوسرا سکتہ اس لیے ہوتا تا کہ

۷۲۷– عن : أبی وائل قال : " كَانَ عَلِيٌّ وَعَبْدُ اللهِ لاَ يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلاَ بِالتَّعْوِيْذِ وَلاَ بِالتَّأْمِيْنِ " رواه الطبرانی فی " الکبیر " وفیه أبو سعد البقال وهو ثقة مدلس (مجمع الزوائد ۱:۱۸۵) .

۷۲۸– أنا أبو کریب نا أبو بکر بن عیاش عن أبی سعید (هو أبو سعد البقال) عن أبی وائل قال : " لَمْ يَكُنْ عُمَرُ وَعَلِيٌّ يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلاَ بِآمِيْنَ " رواه ابن جریر الطبری فی " تهذیب الآثار " (الجوهر النقی ۱:۱۳۰) قلت : رجاله رجال الجماعة غیر البقال وهو ثقة مدلس کما مر .

۷۲۹– عن : علقمة بن وائل عن أبیه : " أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّيْنَ قَالَ : آمِيْنَ وَأَخْفٰى بِهَا صَوْتَهُ " . رواه أحمد وأبو داود الطیالسی وأبو یعلی الموصلی فی " مسانیدهم " والدارقطنی فی " سننه " والحاکم فی " المستدرک " وأخرجه فی کتاب القرائة ولفظه : " و خفض بها صوته " . وقال : حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاه اھ . (زیلعی ۱:۱۹۴) .

۷۳۰– عن : أبی سکن حجر بن عنبس الثقفی قال : سمعت وائل بن حجر

مقتدی فاتحہ پڑھ لیں غلط ہے۔

۷۲۷–حضرت ابووائل فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ بسم اللہ الخ، اور اعوذ باللہ الخ اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔(طبرانی فی الکبیر)۔اس میں ایک راوی ابوسعد البقال ہیں جو ثقہ ہیں اور ثقہ کی تدلیس مقبول ہے۔

۷۲۸–حضرت ابووائل فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بسم اللہ الخ اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔(تہذیب الآثار)۔اسکے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے ابوسعد البقال کے اور وہ بھی ثقہ ہیں۔

فائدہ:ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اجلہ صحابہ بھی آمین آہستہ آواز سے کہتے تھے۔

۷۲۹–حضرت وائل بن حجرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پس جب آپ ﷺ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے تو آمین کہی اور پست آواز سے کہی۔(مسند احمد، ابوداود طیالسی، سنن دارقطنی، مستدرک حاکم وترمذی)۔حاکم کتاب القراءۃ میں اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۷۳۰–حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو سلام کے

الحضرمی يقول : " رَأَيتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ حِينَ فَرَغَ مِنَ الصَّلاَةِ حَتّٰى رَأَيتُ خَدَّهُ مِنْ هذَا الجَانِبِ وَمِنْ هذَا الجَانِبِ وَقَرَأَ غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ فَقَالَ : آمِينَ يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ مَا أُرَاهُ إِلَّا يُعَلِّمُنَا " اه . أخرجه الحافظ أبو بشر الدولابی فی " كتاب الأسماء والكنی " ثنا الحسن بن علی بن عفان ثنا الحسن ابن عطية أنا يحيى بن سلمة بن كهيل عن أبيه عن أبی سكن إلخ . فيه يحيى بن سلمة قواه الحاكم وضعفه جماعة اه. (آثار السنن ۱:۹۲) قلت : وذكره ابن حبان فی الثقات وفی كتاب الضعفاء (۱۱:۲۲۵) كذا فی التهذيب وبقية رجاله ثقات .

وقت میں نے آپ ﷺ کے رخسار مبارک کو دونوں طرف پھرتے ہوئے دیکھا اور جب آپ ﷺ نے غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پڑھا تو آپ ﷺ نے آمین کہی، آپ ﷺ اسکے ساتھ اپنی آواز کو دراز فرماتے تھے اور میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں تعلیم دینے کیلئے ایسا کیا تھا۔ (کتاب الکنی والاسماء-۱:۱۹۶)۔اس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے یحیٰی بن سلمہ کے اور وہ بھی مختلف فیہ ہیں، حاکم اور ابن حبان نے انہیں ثقہ کہا ہے۔

<u>فائدہ</u>: مذکورہ بالا احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ آمین آہستہ آواز سے کہی جائے نیز درج ذیل قرآنی اصول سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آمین دعاء ہوتی ہے جیسا کہ حضرت عطاء تابعیؒ فرماتے ہیں کہ:

آمِينُ دُعَاءٌ (آمین دعا ہے)۔ (بخاری-۱:۱۰۷)۔

اور دعا کا اصول وقاعدہ اخفاء ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَ خُفْيَةً﴾ (سورۃ الاعراف ۷-۵۵) (عاجزی کے ساتھ اور آہستہ اپنے رب سے دعا کرو)۔ دوسرے مقام پر ارشاد رحمانی ہے:

﴿إِذْ نَادیٰ رَبَّهُ نِدَآءً خَفِياً﴾ (مریم ۱۹-۳) (جب کہ حضرت زکریاؑ نے اپنے رب کو آہستہ پکارا)۔

مشہور مفسر امام رازیؒ شافعی المسلک ہونے کے باوجود آمین آہستہ کہنے کے مسئلہ میں حنفیہ کے موافق وہمنوا ہیں، اور اس موافقت کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید سے حنفیہ کا استدلال بہت قوی اور صحیح ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہے کہ آہستہ آمین کہنا افضل ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا اظہار کرنا افضل ہے، امام ابوحنیفہؒ نے اپنے قول کی صحت پر یوں استدلال کیا ہے کہ آمین میں دو وجہیں ہیں، پہلی یہ کہ وہ دعا ہے اور دوسری یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے، پس اگر آمین دعا ہے تو واجب ہے کہ آہستہ پڑھی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم اپنے رب کو عاجزی سے اور

آہستہ پکارو، اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہو تب بھی اس کا اخفاء واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے'' سو اگر وجوب ثابت نہ ہو تو استحباب سے کیا کم ہوگا؟ اور ہم بھی اسی قول کے قائل ہیں (تفسیر کبیر-١٣:١٣١، طبع مصر)۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی مرفوع حدیث ہے: فَرَفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِالتَّكْبِيْرِ اللهُ اَكْبَرُ اللهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِرْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا وَهُوَ مَعَكُمْ الخ.

ترجمہ: (کہ غزوہ خیبر سے واپسی پر) لوگوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی ''اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ'' تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''لوگو! اپنے آپ پر رحم کرو! تم بہری اور غائب ہستی کو تو نہیں پکار رہے ہو، بلکہ تم تو اس ہستی کو پکار رہے ہو جو قریب ہے، سننے والی ہے اور تمہارے ساتھ ہے (لہٰذا تمہاری پکار اور دعا آہستہ ہونی چاہئے)۔ یہ حدیث بخاری شریف کے متعدد ابواب میں مروی ہے ملاحظہ ہو، کتاب الجہاد-٢:٦٠٥، کتاب الدعوات، کتاب القدر، کتاب التوحید اور مسلم-٢:٣٤٦، کتاب الذکر، ابوداود، ترمذی، مسند احمد۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی مرفوع حدیث ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ ۔ (مسند احمد -١:١٧٢، وابن حبان والبیہقی فی شعب الایمان)۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ سب سے بہتر ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو۔ امام جلال الدین سیوطی الشافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے۔ (الجامع الصغیر-٢:٨)۔ علامہ عزیزیؒ فرماتے ہیں کہ اسکی سند صحیح ہے۔ (السراج المنیر -٢:٢٦٢، طبع مصر)۔

ایک حدیث میں ہے: خَيْرُ الدُّعَاءِ الْخَفِيُّ ۔ ترجمہ: سب سے بہتر دعا آہستہ دعا ہے (صحیح ابن حبان، فتح الملہم -٢:٥٢، شرح مسلم)۔ قرآن وحدیث کی ان ہدایات کی روشنی میں دعا کا اصول وادب اخفاء ہے۔

البتہ بعض احادیث میں آمین بالجہر کا ذکر ہے، محققین نے مذکورہ بالا دلائل اور احادیث وآثار کے قرینہ سے مختلف توجیہات لکھی ہیں:

(١): بعض اوقات لوگوں کی تعلیم کیلئے جہر کیا گیا تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ اس مقام پر آمین کہی جاتی ہے، درج ذیل احادیث سے اس توجیہ کی تائید ہوتی ہے:

حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع حدیث ہے: قَالَ اٰمِيْن حَتّٰى يَسْمَعَ مَنْ يَّلِيْهِ مِنَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ. (ابوداود -١:١٤٢، ابن ماجۃ).

ترجمہ: آنحضرت ﷺ آمین فرماتے یہاں تک کہ پہلی صف میں جولوگ آپ کے قریب ہوتے وہ سنتے۔

حضرت وائل بن حجرؓ کی مرفوع حدیث ہے: فَقَالَ اٰمِیْنُ مَا اُرَاہُ اِلَّا لِیُعَلِّمَنَا . (کتاب الاسماء والکنی -١:١٩٧، للحافظ ابی بشر الدولابی)۔

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے (جہر سے) آمین فرمایا، میرے خیال میں آپ ہمیں تعلیم دینا چاہتے تھے (اس لئے جہر کیا)۔ یہ حدیث مذکورہ توجیہ کی واضح دلیل ہے۔

حافظ ابن قیم حنبلیؒ زادالمعاد میں فرماتے ہیں "عہد نبوت میں مقتدیوں کی اطلاع کیلئے قابل اخفاء امور کا بعض اوقات جہر کیا جاتا تھا"۔ وَمِنْ ھٰذَا اَیْضاً جَھْرُ الاِمَامِ بِالتَّأمِیْنِ. ترجمہ: اور انہی امور میں سے امام صاحب کا جہر سے آمین کہنا بھی ہے۔انتہی۔ جیسا کہ پہلے تسمیہ کے مسئلہ میں بیان ہو چکا ہے کہ لوگوں کی اطلاع وتعلیم کیلئے قابل اخفاء امور کا جہر واظہار بہت سی احادیث سے ثابت ہے، مثلاً ظہر یا عصر کی نماز میں قراءت کا جہر خود آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ (بخاری -١:١٠٥ و مسلم -١:١٨٥)۔ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن الخطابؓ کا سبحانک اللھم جہر سے پڑھنا۔ (مسلم -١:١٧٢)۔ حضرت ابن عباسؓ کا نماز جنازہ میں (بغرض دعا) فاتحہ جہر سے پڑھنا۔ (نسائی -١:٢٨١)۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا اعوذ باللہ الخ جہر سے پڑھنا۔ (کتاب الام ١:٩٣، امام شافعیؒ)۔ تو آمین کا جہر بھی اسی باب میں داخل ہے۔ (فتح الملہم شرح صحیح مسلم -٢:٥٢، معارف السنن شرح جامع ترمذی -٢:٤٠٦)۔

دوسری توجیہ: یہ ہے کہ جہر کی احادیث بیان جواز پر محمول ہیں یا ابتدائی دور پر محمول ہیں۔ آخری دور کا عمل اور راجح عمل آمین کا اخفاء ہے جسے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور جمہور صحابہؓ و تابعینؒ نے اختیار کیا ہے۔

كتاب الصلاة

باب كون التكبير سنة عند كل رفع وخفض ومقارنته بالهوى للركوع وعدد مجموع التكبيرات

۷۳۱– عن عبد الله بن مسعود ﷺ قال : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ وَقِيَامٍ وَقُعُوْدٍ ، وَاَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ " . رواه الترمذى (۱:۳۵) وقال : حديث حسن صحيح .

۷۳۲– عن أبى هريرة ﷺ : " اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُكَبِّرُ وَهُوَ يَهْوِىْ " . رواه الترمذى (۱:۳۵) ، وقال : حسن صحيح .

۷۳۳– وعنه عند الشيخين : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ، ثُمَّ يَقُوْلُ : سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ ، ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ : رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِىْ سَاجِداً ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِى الصَّلَاةِ كُلِّهَا ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ " اه .

کتاب الصلاۃ

باب. اس بیان میں کہ ہر اٹھنے اور جھکنے کے وقت تکبیر سنت ہے اور عددِ تکبیرات کے بیان میں

۷۳۱– حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہر جھکنے اور اٹھنے اور کھڑے ہونے اور بیٹھنے کے وقت تکبیر کہتے تھے۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (لیکن رکوع سے اٹھنے کے وقت بالاجماع تکبیر نہیں کہی جاتی اس لئے یا تو یہ کلیت بنابر اکثریت ہے یا سمع اللہ لمن حمدہ کو بھی تغلیباً تکبیر کہہ دیا گیا ہے)۔

۷۳۲– حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (نماز میں نیچے کو جاتے ہوئے تکبیر کہتے تھے۔ (ترمذی) اور کہا ہے کہ حسن صحیح ہے۔

۷۳۳– اور بلوغ المرام میں ہے کہ بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو جس وقت کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے ، پھر جس وقت رکوع کرتے اس وقت تکبیر کہتے ، پھر (رکوع سے اٹھتے ہوئے) سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ، پھر کھڑے ہونے کی حالت میں ربنا لک الحمد کہتے ، پھر سجدے کیلئے نیچے جاتے وقت تکبیر کہتے

كذا فى " بلوغ المرام " (١: ٤٩).

٧٣٤– عن عبد الرحمن بن أبزى ﷺ: " أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَكَانَ لَا يُتِمُّ التَّكْبِيْرَ ". رواه أبو داود (١: ٣١٠ مع " العون ")، وسكت عنه، قال أبو داود: " معناه إذا رفع رأسه من الركوع وأراد أن يسجد لم يكبر وإذا قام من السجود لم يكبر " اهـ.

٧٣٥– عن عكرمة قال: " صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ، فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً، فقلت لابن عباس: إِنَّهُ أَحْمَقُ، فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ، سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ ". رواه البخارى (١: ١٠٨).

باب سنية اعتماد اليدين على الركبتين فى الركوع والتفريج بين الأصابع وتجافى اليدين عن الجنبين فيه

٧٣٦– عن: أبى مسعود عقبة بن عمرو ﷺ: أَنَّهُ رَكَعَ فَجَافَى يَدَيْهِ، وَوَضَعَ يَدَيْهِ

پھر سجدے سے اٹھتے وقت تکبیر کہتے، پھر اسی طرح ساری نماز میں کرتے پھر دوسری رکعت میں تشہد سے اٹھتے وقت تکبیر کہتے۔

۷۳۴-حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، اور آپ ﷺ (ایک حال میں) تکبیر کو پورا نہیں کرتے تھے (بلکہ شروع ایک حالت میں کرتے اور ختم دوسری حالت میں)۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اسپر کلام نہیں کیا۔ ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ ا۔ کا مطلب یہ ہے کہ رکوع سے اٹھتے وقت اور سجدے میں جاتے وقت تکبیر نہیں کہتے تھے اور سجدے سے اٹھتے وقت بھی تکبیر نہیں کہتے تھے۔

فائدہ: حضور ﷺ یقیناً تکبیر کہتے تھے لیکن عبدالرحمٰنؓ نے نہیں سنا اور یہ مسئلہ عموم بلوی میں سے ہے، لہٰذا اسمیں حضرت عبدالرحمٰنؓ کا قول حجت نہیں ہوسکتا۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ نماز میں اٹھتے بیٹھتے وقت تکبیر کی روایات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور اس پر آج تک عمل بطریق تواتر چلا آرہا ہے، اور اسکا کوئی منکر نہیں (۱: ۱۳۰)، لہٰذا حضرت عبدالرحمٰنؓ کا قول حجت نہیں ہے۔

۷۳۵-حضرت عکرمہؒ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ میں ایک بزرگ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بائیس تکبیریں کہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ یہ احمق ہے (کہ بائیس تکبیریں کہتا ہے) تو انہوں نے فرمایا تیری ماں تجھے روئے (تو ایسی بات کہتا ہے) یہ سنت ہے ابوالقاسم ﷺ کی۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یہ چار رکعات نماز کی تکبیرات کی تعداد کا بیان ہے۔

عَلٰى رُكْبَتَيْهِ ، وَفَرَّجَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ مِن وَّرَاءِ رُكْبَتَيْهِ وَقَالَ : " هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يُصَلِّیْ" رواه أحمد وأبو داود والنسائی .

٧٣٧– وفی حديث رفاعة بن رافع ﷺ عن النبی ﷺ : " واِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ رَاحَتَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ " . رواه أبو داود ، وكلاهما لا مطعن فيه ، فإن جميع رجال إسنادهما ثقات (نيل الأوطار ٢:١٣٦) .

٧٣٨– عن : عباس بن سهل قال : " اِجْتَمَعَ اَبُوْ حُمَيْدٍ وَاَبُوْ اُسَيْدٍ وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُسْلَمَةَ فَذَكَرُوْا صَلاَةَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ : اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِصَلاَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ، اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ كَاَنَّهٗ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا ، وَوَتَّرَ يَدَيْهِ فَنَحَّاهُمَا عَنْ جَنْبَيْهِ " . رواه الترمذی (١:٣٥) ، وقال : حسن صحيح ، وفی " النهاية " ای جعلهما كالوتر ، من قولك : و ترت القوس واوترته شبه يد الراكع ، اذا مدها قابضا على ركبتيه بالقوس اذا اوترت ، كذا فی " عون المعبود " (١:٢٦٧) .

باب اس بیان میں کہ رکوع میں گھٹنوں پر سہارا کرنا اور انگلیوں کو کشادہ رکھنا اور پہلوؤں سے ہاتھوں کو الگ رکھنا سنت ہے

٧٣٦–حضرت ابومسعود عقبہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو (پہلوؤں سے) الگ رکھا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا اور گھٹنوں کے آگے (ان پر رکھ کر) انگلیوں کو کشادہ کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یونہی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اسکو احمد، ابوداود اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

٧٣٧–اور رفاعہ بن رافع رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں، اسمیں یہ بھی ہے کہ جب تم رکوع کرو تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھو۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور ان روایتوں میں کوئی جرح نہیں کیونکہ انکے سب راوی ثقہ ہیں (نیل الاوطار)۔

٧٣٨–حضرت عباس بن سہل سے مروی ہے کہ حضرت ابوحمید ساعدی وابواسید وسہل بن ساعد ومحمد بن مسلمہ (یہ چار صحابی) ایک جگہ جمع ہوئے تو سب نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا تذکرہ کیا، ابوحمیدؓ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ حضور ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر اس طرح رکھے جیسے ان دونوں کو مٹھی میں پکڑ لیا اور دونوں ہاتھ چلہ کمان کی طرح سیدھے رکھے اور دونوں پہلوؤں سے انکو جدا رکھا۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۷۳۹– عن : طلحة بن مصرف عن عمر ﷺ : أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لِلأَنْصَارِيِّ : "إِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ رَاحَتَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ ثُمَّ فَرِّجْ بَيْنَ أَصَابِعِكَ ثُمَّ امْكُثْ حَتّٰى يَأْخُذَ كُلُّ عُضْوٍ مَأْخَذَهُ". رواه ابن حبان في "صحيحه" (التلخيص الحبير ۱:۹۱).

۷٤۰– عن : محمد بن عمرو بن عطاء قال : سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ فِي عَشَرَةٍ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِنْهُمْ أَبُوْ قَتَادَةَ قَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ : أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ وَفِيْهِ : ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ، ثُمَّ يَرْكَعُ وَيَضَعُ رَاحَتَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ ، ثُمَّ يَعْتَدِلُ فَلَا يَصُبُّ رَأْسَهُ وَلَا يُقْنِعُ ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيَقُوْلُ : سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ، ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ مُعْتَدِلًا ، ثُمَّ يَقُوْلُ : اللهُ أَكْبَرُ ، ثُمَّ يَهْوِيْ إِلَى الْأَرْضِ فَيُجَافِيْ يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ". وفي آخره : قَالُوْا : صَدَقْتَ ، هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّيْ ﷺ". رواه أبو داود (۱:۲٦٥) ، وسكت عنه ، وقال النووی : "على شرط مسلم" ، كما في "شرح الترمذى" (۱:٤۰) لأبی الطيب ، وفي "البخاری" (۱:۱۱٤) عنه : "وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ"

۷۳۹–طلحہ بن مصرف سے روایت ہے وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انصاری سے فرمایا کہ جب تو رکوع کرے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھ، پھر اپنی انگلیوں کو کشادہ کر پھر (رکوع میں) ٹھہرا رہ یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ لے لے۔ اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (تلخیص الحبیر)۔

۷٤۰–محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوحمید ساعدی کو دس صحابہ کے مجمع میں کہتے سنا ہے جن میں سے ایک ابوقتادہ تھے وہ (ابوحمید) کہتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کو تم سے زیادہ جانتا ہوں، اسکے بعد لمبی حدیث بیان کی جس میں یہ بھی تھا کہ پھر رسول اللہ ﷺ تکبیر کہتے پس ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ انکو شانوں کے برابر کر لیتے، پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھتے، پھر (رکوع میں) سیدھے ہو جاتے، پس نہ سر کو جھکاتے اور نہ اٹھاتے، پھر (رکوع سے) سر اٹھاتے، پس کہتے سمع اللہ لمن حمدہ، پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ آپ سیدھے ہونے کی حالت میں انکو شانوں کے برابر کر لیتے، پھر کہتے اللہ اکبر، پھر زمین کی طرف سجدہ کیلئے جاتے، پس سجدہ میں اپنے ہاتھوں کو پہلوؤں سے الگ رکھتے۔ صحابہ نے کہا تم نے سچ کہا واقعی رسول اللہ ﷺ یوں ہی نماز پڑھتے تھے۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اسپر کلام نہیں کیا اور نووی نے کہا ہے کہ یہ شرط مسلم پر ہے (شرح ابی الطیب) اور بخاری میں ان ہی ابوحمید ساعدی سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ رکوع

ای اَمَالَهٗ مِنْ غیرِ تَقْوِیْسٍ . کذا فی " العینی ".

۷۴۱– عن مصعب بن سعد قال : " صَلَّیْتُ اِلٰی جَنْبِ اَبِیْ فَطَبَّقْتُ بَیْنَ کَفَّیَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَیْنَ فَخِذَیَّ ، فَنَهَانِیْ اَبِیْ ، وَقَالَ : کُنَّا نَفْعَلُهٗ فَنُهِیْنَا عَنْهُ وَاُمِرْنَا اَنْ نَضَعَ اَیْدِیَنَا عَلَی الرُّکَبِ ". رواہ الجماعة (آثار السنن ۱:۱۱۲).

باب وجوب الإعتدال والطمانینة فی الرکوع والسجود وسنیة الذکر فیهما

۷۴۲– عن : أنس ﷺ مرفوعا : " اِعْتَدِلُوْا فِی الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ ، وَلَا یَبْسُطْ اَحَدُکُمْ ذِرَاعَیْهِ اِنْبِسَاطَ الْکَلْبِ ". رواہ الدارمی فی " سننه "، وأبو عوانة وابن حبان فی "صحیحیهما "، کذا فی " کنز العمال " (۴:۹۸).

۷۴۳– عن أبی مسعود ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : " لَا صَلَاةَ لِرَجُلٍ لَا یُقِیْمُ

کرتے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر متمکن کرتے، پھر اپنی کمر کو بلا کمان کئے جھکاتے۔

فائدہ: مجموعہ احادیث سے تمام مسائل باب وضاحۃً ثابت ہیں، البتہ حدیث نمبر: ۷۴۰ سے رکوع کے وقت رفع یدین کرنا معلوم ہوتا ہے تو اسکا جواب مختصراً یہ ہے کہ اسی حدیث میں سجدہ میں جاتے وقت رفع یدین کا کرنا معلوم ہوتا ہے حالانکہ غیر مقلدین سجدہ میں جاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تو جو جواب انکی طرف سے سجدہ والے رفع یدین کے بارے میں ہے وہی جواب ہماری طرف سے رکوع والے رفع یدین کے بارے میں ہے، مزید تفصیل آگے آئے گی انشاءاللہ۔

۷۴۱– مصعب بن سعد سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کے پہلو میں (کھڑے ہوکر) نماز پڑھی تو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر اپنی رانوں کے بیچ میں کر دیا تو میرے باپ نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا کہ ہم پہلے ایسا کیا کرتے تھے، پھر ہم کو اس سے منع کر دیا گیا اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا ہم کو حکم کیا گیا۔ اسکو جملہ اصحاب صحاح نے روایت کیا ہے (آثار السنن)۔

فائدہ: اس سے تطبیق کا منسوخ ہونا صراحۃً ثابت ہے۔

باب رکوع میں اعتدال اور اطمینان کے وجوب اور تسبیحات کے سنیت کے بیان میں

۷۴۲– حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رکوع اور سجود میں اعتدال کرو اور تم میں سے کوئی اپنے ہاتھوں کو یوں نہ پھیلائے جیسے کتے کے ہاتھ پھیلے ہوتے ہیں۔ اسکو دارمی نے (اپنی سنن میں) اور ابو عوانہ و ابن حبان نے اپنی صحیحین میں روایت کیا ہے (کنز العمال)۔

۷۴۳– حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس آدمی کی نماز (کامل) نہیں ہوتی جو

صُلْبَهٗ فِی الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ " . رواه الدار قطنی (١:١٣٣) ، وعنه عند الترمذی (١:٣٦) بلفظ : " لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ لَا یُقِیْمُ الرَّجُلُ فِیْهَا یَعْنِیْ صُلْبَهٗ فِی الرُّکُوْعِ وَفِی السُّجُوْدِ " . وقال : "حسن صحیح " . وقال الزیلعی (١:٢٠٠) : " ورواه الدارقطنی ، ثم البیهقی ، وقالا : إسناده صحیح " اﻫ .

٧٤٤– عن : ابن عباس رضی اللہ عنہ قال : " کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا رَکَعَ اِسْتَوٰی ، فَلَوْ صُبَّ عَلٰی ظَهْرِهِ الْمَاءُ لَاسْتَقَرَّ " . رواه الطبرانی فی " الکبیر " ، وأبو یعلی : ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ١:١٩٠ و ١٩١) .

٧٤٥– عن : عبد الله بن مغفل رضی اللہ عنہ قال : قال رسول الله ﷺ : " أَسْرَقُ النَّاسِ الَّذِیْ یَسْرِقُ صَلَاتَهٗ ، قِیْلَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ یَسْرِقُ صَلَاتَهٗ ؟ قَالَ : اَلَّا یُتِمَّ رُکُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا ، وَأَبْخَلُ النَّاسِ مَنْ بَخِلَ بِالسَّلَامِ " . رواه الطبرانی فی " الثلاثة " ، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ١:١٨٩) ، وروی الحاکم فی " المستدرک " (١:٢٢٩) عن أبی قتادة وأبی هریرة وقال : " وکلا الإسنادین صحیحان " ، وأقره علیه الذهبی .

اپنی پیٹھ کو رکوع اور سجدہ میں سیدھا نہ رکھے۔ اسکو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ اسناد ثابت اور صحیح ہے اور ترمذی کے یہاں انہی ابومسعود سے یوں مروی ہے کہ اس آدمی کی نماز کافی نہیں ہوتی جو رکوع اور سجدہ میں سیدھا نہ کرے یعنی اپنی کمر کو اور کہا ہے کہ یہ حسن صحیح ہے، اور زیلعی میں ہے کہ اسکو دار قطنی نے اور اسکے بعد بیہقی نے روایت کیا ہے اور دونوں نے کہا ہے کہ اسکی اسناد صحیح ہے۔

۷۴۴- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو ایسے برابر ہوجاتے کہ اگر آپکی کمر پر پانی ڈالا جاتا تو ٹھہر جاتا۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں اور ابو یعلیٰ نے (مسند میں) روایت کیا ہے اور اس کے رجال توثیق کئے گئے ہیں (مجمع الزوائد)۔

۷۴۵- حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ چور وہ ہے جو اپنی نماز چرائے، عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ آدمی نماز کیسے چراتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہ رکوع پورا کرے اور نہ سجدہ (نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ) سب سے زیادہ بخیل وہ ہے جو سلام میں بخل کرے۔ اسکو طبرانی نے اپنے معاجم ثلثہ میں روایت کیا ہے اور اسکے رجال ثقات ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو سجدوں کے درمیان جلسہ اور قومہ کو اعتدال اور اطمینان سے کرنا واجب ہے۔

٧٤٦– عن : البراء ﷺ قال : " كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا رَكَعَ بَسَطَ ظَهْرَهُ ، وَإِذَا سَجَدَ وَجَّهَ أَصَابِعَهُ قِبَلَ الْقِبْلَةِ " . رواه أبو العباس السراج فى " مسنده " اه ، وفى " الدراية " (ص–٥٠) إسناده صحيح (نصب الراية ١:١٩٧) .

٧٤٧– عن : رفاعة بن رافع ﷺ : أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ يَوْماً – قال رفاعة : ونحن معه – إِذَا جَائَهُ رَجُلٌ كَالْبَدَوِيِّ فَصَلّٰى فَأَخَفَّ صَلَاتَهُ ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : وَعَلَيْكَ ، فَارْجِعْ فَصَلِّ ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ، فَرَجَعَ فَصَلّٰى ، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : وَعَلَيْكَ فَصَلِّ ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثاً ، كُلُّ ذٰلِكَ يَأْتِي النَّبِيَّ ﷺ فَيُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَيَقُوْلُ النَّبِيُّ ﷺ : وَعَلَيْكَ ، فَارْجِعْ فَصَلِّ ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ، فَعَافَ النَّاسُ وَكَبُرَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُوْنَ مَنْ أَخَفَّ صَلَاتَهُ لَمْ يُصَلِّ ، فَقَالَ الرَّجُلُ فِي آخِرِ ذٰلِكَ : فَأَرِنِيْ وَعَلِّمْنِيْ ، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أُصِيْبُ وَأُخْطِئُ ، فَقَالَ : أَجَلْ ! إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَتَوَضَّأْ كَمَا أَمَرَكَ اللهُ بِهِ ، ثُمَّ تَشَهَّدْ فَأَقِمْ أَيْضاً ، فَإِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَأْ ، وَإِلَّا فَاحْمَدِ اللهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ ، ثُمَّ ارْكَعْ فَاطْمَئِنَّ رَاكِعاً ، ثُمَّ اعْتَدِلْ قَائِماً

۷۴۶–حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنی کمر کو سیدھا بچھا دیتے اور جب سجدہ کرتے تو اپنی انگلیوں کا منہ قبلہ کی طرف کرتے۔

۷۴۷–حضرت رفاعہ بن رافعؓ سے روایت ہے کہ اس اثناء میں کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز مسجد میں تشریف فرما تھے اور رفاعہ کہتے ہیں کہ ہم بھی آپ ﷺ کے پاس تھے، ایک شخص جیسا دیہاتی ہوتا ہے آپ ﷺ کے پاس آیا، آ کر اس نے نماز پڑھی تو نماز کو خفیف کر دیا (یعنی جلدی جلدی پڑھ لی) پھر لوٹا تو رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا، رسول اللہ ﷺ نے وعلیک فرمایا اور فرمایا کہ لوٹ جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ (نماز پڑھ کر) پھر آیا اور سلام کیا، آپ ﷺ نے اب بھی وعلیک کہا اور فرمایا کہ لوٹ جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، غرض دو مرتبہ یا تین مرتبہ یہ واقعہ ہوا کہ وہ ہر مرتبہ آ کر رسول اللہ ﷺ کو سلام کرتا اور آپ ﷺ وعلیک کہہ کر فرماتے کہ لوٹ جاؤ! نماز پڑھو! کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، پس لوگوں کو یہ بات ناگوار ہوئی اور یہ بات ان پر گراں گذری کہ جو نماز کو ہلکا کرے اور جلدی پڑھے اسکی نماز نہیں ہوتی، پس اس شخص نے آخر مرتبہ میں عرض کیا کہ (حضور مجھے تو ایسی ہی نماز آتی ہے اگر یہ نماز نہیں ہے تو) آپ مجھے دکھلا دیجئے اور بتلا دیجئے، میں تو آدمی ہوں میرے افعال میں صواب بھی ہوتا ہے اور خطا بھی، آپ ﷺ نے

ثُمَّ اسْجُدْ فَاعْتَدِلْ سَاجِداً ، ثُمَّ اجْلِسْ فَاطْمَئِنَّ جَالِساً ، ثُمَّ قُمْ ، فَإِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ ، وَإِنِ انْتَقَصْتَ مِنْهُ شَيْئاً اِنْتَقَصْتَ مِنْ صَلَاتِكَ " ، قَالَ : " وَكَانَ هٰذَا أَهْوَنَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْأُوْلٰى أَنَّهُ مَنِ انْتَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا اِنْتَقَصَ مِنْ صَلَاتِهٖ وَلَمْ تَذْهَبْ كُلُّهَا " .

رواه الترمذی (١:٤٠) ، وقال : " حديث رفاعة حديث حسن " ، قال : وفی الباب عن أبی هريرة وعمار بن ياسر اه .

٧٤٨– عن : حذيفة ﷺ : " أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَ يَقُوْلُ فِي رُكُوْعِهٖ : " سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ " ، وَفِي سُجُوْدِهٖ : " سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى " الحديث . رواه الترمذی (١:٤٦) وقال : " حسن صحيح " .

٧٤٩– عن : عقبة بن عامر الجهنی ﷺ قال : لَمَّا نَزَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ :﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾، قال : " اِجْعَلُوْهَا فِيْ رُكُوْعِكُمْ " ، وَلَمَّا نَزَلَتْ :

فرمایا بے شک (اچھا سن !) جب تو نماز کیلئے اٹھے تو پہلے اس طرح وضو کر جس طرح تجھے خدا تعالیٰ نے حکم کیا ہے، پھر اذان دے پھر اقامت کہہ، اسکے بعد (نماز کو اسکے قاعدہ سے شروع کر) پھر اگر تجھے قرآن یاد ہو تو پڑھ ورنہ خدا کی حمد کر اور اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہہ، پھر رکوع کر اور رکوع کو اطمینان سے کر، پھر سیدھا کھڑا ہو جا، پھر سجدہ کر اور سجدہ میں اعتدال کر، پھر بیٹھ اور اطمینان سے بیٹھ، پھر دوسرا سجدہ کر کے کھڑا ہو جا (اور آخر تک یوں ہی کر) پس جب تو نے ان امور کو کر لیا تو تیری نماز تمام ہو جاویگی اور اگر ان میں کچھ کمی آئی تو تیری نماز میں کمی آجائیگی۔ رفاعہ کہتے ہیں کہ یہ بات لوگوں کو پہلی بات سے زیادہ سہل معلوم ہوئی کہ جس نے ان امور میں کسی بات میں کمی کی اس کی نماز میں کمی آجائیگی اور سب کی سب نہ جاتی رہے گی۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حسن ہے اور اس باب میں حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ سے بھی روایتیں مروی ہیں۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے اعتدال اور اطمینان کا وجوب ثابت ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور حدیث رفاعہ سے معلوم ہوا کہ اعتدال و اطمینان فرض نہیں، کیونکہ اس میں تصریح ہے کہ جو شخص اس میں کمی کرے گا اس کی نماز ناقص ہوگی سب کی سب باطل نہ ہوگی۔

۷۴۸- حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پس آپ ﷺ رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہتے تھے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حسن صحیح ہے۔

۷۴۹- حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ سے روایت ہے کہ جب " فسبح باسم ربك العظيم " نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسکو اپنے رکوع میں رکھ دو (یعنی رکوع میں سبحان ربی العظیم کہا کرو) اور جب

﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلٰى﴾، قال : " اِجْعَلُوْهَا فِي سُجُوْدِكُمْ " . رواه سعيد بن منصور ، وأحمد ، وأبو داود وابن ماجة ، والحاكم وصححه ، وابن حبان ، وابن مردويه ، والبيهقي في " سننه " ، كذا في " الدر المنثور " (۱:۱٦۸) .

۷٥۰– عن : أبي بكرة ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُسَبِّحُ فِي رُكُوْعِهٖ " سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ " ثَلَاثًا وَفِيْ سُجُوْدِهٖ : " سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلٰى " ثَلَاثًا . رواه البزار ، والطبراني ، وإسناده حسن (آثار السنن ۱:۱۱٤) .

باب كون الذكر مسنونا في القومة

۷٥۱– عن : أبي هريرة ﷺ قال : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَالَ : " سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ " قال : اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ " الحديث . رواه البخاري (۱:۲۰٦).

۷٥۲– وعنه : اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : " إِذَا قَالَ الإِمَامُ : سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا

" سبح اسم ربك الاعلی " نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اپنے سجدہ میں رکھو (یعنی سجدہ میں سبحان ربی الاعلی کہا کرو) ۔ اس کو سعید بن منصور اور امام احمد، ابوداود اور ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور ابن حبان اور ابن مردویہ نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے (درمنثور)۔

۷٥۰– حضرت ابوبکرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں سبحان ربی العظیم تین مرتبہ اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلی تین مرتبہ کہتے ۔ اسکو بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد حسن ہے ۔ (آثار السنن)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رکوع اور سجدہ میں ذکر کرنا مسنون ہے، البتہ امام سندھیؒ فرماتے ہیں کہ رکوع وسجود میں خدا کی عظمت بیان کرنا اولی ہے اگرچہ دعا کرنا بھی جائز ہے۔

باب قومہ میں ذکر کے سنت ہونے کا بیان

۷٥۱– حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اللھم ربنا ولک الحمد بھی کہتے ۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: احناف کے ہاں مسنون طریقہ یہ ہے کہ امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لک الحمد کہے، جیسا کہ اگلی روایات سے معلوم ہورہا ہے، ہاں اگر نمازی منفرد ہو تو وہ دونوں کہے، اور مذکورہ بالا حدیث منفرد پر محمول ہے۔

۷٥۲– حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد

: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ " . رواه البخاری (١٠٩:١).

٧٥٣– أبی موسی الأشعری ﷺ (فی حدیث طویل) أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قال : "وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ، فَقُوْلُوْا : اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ، يَسْمَعُ اللهُ لَكُمْ " الحدیث. رواه مسلم (١٧٤:١).

٧٥٤– عن ابن شهاب قال : " أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ، ثُمَّ يَقُوْلُ : سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ، ثُمَّ يَقُوْلُ : وَهُوَ قَائِمٌ : " رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ " الحدیث . وقال عبد الله بن صالح عن اللیث : " وَلَكَ الْحَمْدُ "رواه البخاری (١٠٩:١).

٧٥٥– عن عبد الله بن مسعود ﷺ قال : " إِذَا قَالَ الإِمَامُ : سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ، فَلْيَقُلْ مَنْ خَلْفَهُ : رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ " . رواه الطبرانی فی " الکبیر " ، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ١٩١:١) .

باب طریق السجود

٧٥٦– عن أبی إسحاق قال : قُلْتُ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ : أَيْنَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ

کہو، پس جس شخص کا قول ملائکہ کے قول کے موافق ہوگا اسکے اگلے گناہ معاف ہو جائینگے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۷۵۳– حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب (امام) سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو، حق سبحانہ تمہاری بات کو (یعنی نماز کو) قبول فرمالیں گے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۷۵۴– حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کیلئے اٹھتے تو کھڑے ہونے کے وقت تکبیر کہتے، پھر جب رکوع کرتے اس وقت تکبیر کہتے، پھر جب اپنی کمر کو رکوع سے اٹھاتے تو اس وقت سمع اللہ لمن حمدہ کہتے، پھر جب وہ قومہ میں ہوتے تو ربنا لک الحمد کہتے اور ایک روایت میں ربنا ولک الحمد ہے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۷۵۵– حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو جو لوگ اس کے پیچھے ہیں ان کو چاہئے کہ ربنا لک الحمد کہیں۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے رجال توثیق کئے گئے ہیں۔ (مجمع الزوائد)۔

يَضَعُ وَجْهَهُ إِذَا سَجَدَ ؟ فَقَالَ : بَيْنَ كَفَّيْهِ " . رواه الترمذى (١:٣٧) ، وقال : " حديث البراء حديث حسن غريب " .

٧٥٧– عن وائل بن حجر ﷺ قال : " رَمَقْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ . رواه إسحاق بن راهويه فى " مسنده " عن الثورى عن عاصم بن كليب عن أبيه إلخ (زيلعى ١:٢٠١) .قلت : " رجاله رجال مسلم غير كليب وهو صدوق " ، قال أبو زرعة : ثقة ، وقال ابن سعد : " كان ثقة رايتهم يستحسنون حديثه ويحتجون به ، وذكره ابن حبان فى " الثقات " ، كذا فى " تهذيب التهذيب " (٨:٤٤٥ و٤٤٦) .

٧٥٨– حدثنا الربيع بن نافع أبو توبة ، نا شريك عن أبى إسحاق قال : " وَصَفَ لَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فَوَضَعَ يَدَيْهِ وَاعْتَمَدَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَرَفَعَ عَجِيزَتَهُ ، وَقَالَ : هٰكَذَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْجُدُ " . رواه ابو داود (١:٣٣٨) ، وَسَكَتَ عَنْهُ ، وفى " نصب الراية " (١:٢٠١) ، قال النووى فى " الخلاصة " : " ورواه ابن حبان والبيهقى ،

باب سجدہ کا طریقہ

٧٥٦–حضرت ابواسحاق سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے براء بن عازبؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو چہرہ مبارک کہاں رکھتے تھے،انہوں نے فرمایا کہ اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان۔(ترمذی)۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدے میں چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا جائے۔

٧٥٧–حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا،پس جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر رکھا۔اس کو اسحاق بن راہویہ نے روایت کیا ہے،اس کے تمام راوی مسلم کے راوی ہیں بجز کلیب کے اور وہ صدوق ہیں لہٰذا یہ روایت قابل احتجاج ہے۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ میں دونوں ہاتھوں کو کانوں کے برابر رکھنا چاہئے۔

٧٥٨–حضرت ابواسحٰق سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں براء بن عازبؓ نے (سجدہ کا طریقہ) بتایا،پس انہوں نے (زمین پر) اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور گھٹنوں پر سہارا کیا اور سرین اٹھایا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ یوں سجدہ کرتے تھے۔اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اوراسپر کلام نہیں کیا اور زیلعی میں ہے کہ نووی نے خلاصہ میں کہا ہے کہ اسکو ابن حبان اور بیہقی نے روایت کیا

وهو حديث حسن " اه .

٧٥٩– حدثنا محمد بن الصباح ، ثنا شريك عن أبي إسحاق قال : " وَصَفَ لَنَا الْبَرَاءُ بنُ عَازِبِ السُّجُوْدَ فَسَجَدَ فَادَّعَمَ عَلٰى كَفَّيْهِ وَرَفَعَ عَجِيْزَتَهٗ ، وَقَالَ : هٰكَذَا كَانَ يَفْعَلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ " . رواه أبو يعلى الموصلي في " مسنده " (زيلعي ١: ٢٠١) .

قلت : محمد بن الصباح شيخ أبي يعلى ثقة حافظ من رجال الجماعة ، كما في " التقريب " (ص–١٨٥) ، وبقية السند سند الحديث السابق .

٧٦٠– عن وائل بن حجر ؓ (في حديث طويل) قال صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى اَنْ قَالَ : ثُمَّ سَجَدَ وَوَضَعَ وَجْهَهٗ بَيْنَ كَفَّيْهِ " الحديث . رواه أبو داود (١: ٢٦٣) وسكت عنه .

٧٦١– عن أنس ؓ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : " اِعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ ، وَلَا يَبْسُطْ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ اِنْبِسَاطَ الْكَلْبِ " . رواه مسلم (١: ١٩٣) .

٧٦٢– عن : ابن عمر ؓ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : " اِذَا صَلَّيْتَ فَلَا تَبْسُطْ ذِرَاعَيْكَ بَسْطَ السَّبُعِ ، وَادَّعِمْ عَلٰى رَاحَتَيْكَ ، وَجَافِ مِرْفَقَيْكَ عَنْ ضَبْعَيْكَ " .

ہے اور یہ حدیث حسن ہے۔

۷۵۹–ابواسحٰق ہی سے ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ براء بن عازب نے ہم کو سجدہ کا طریق بتایا مگر اس میں یوں ہے کہ براء نے اپنے ہاتھوں پر سہارا کیا اور اپنا سرین اٹھایا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ یوں سجدہ کرتے تھے۔

۷۶۰–حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی یہاں تک کہ انہوں نے کہا، پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور اپنے چہرہ کو دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھا۔ (ابوداود)۔

۷۶۱–حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سجدہ میں اعتدال کرو اور کوئی شخص اپنے ہاتھوں کو یوں نہ پھیلائے جیسے کتے کے پھیلے ہوتے ہیں۔ (مسلم)۔

۷۶۲–حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تو نماز پڑھے تو اپنے ہاتھوں کو یوں نہ پھیلا جیسے درندہ (کتا) پھیلاتا ہے اور اپنی ہتھیلیوں پر سہارا کر اور اپنی کہنیوں کو اپنے پہلوؤں سے الگ کر۔ اسکو طبرانی

رواه الطبراني في "الكبير" ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ١:١٩٢)، وصححه الحاكم في "المستدرك" (١:٢٢٧)، وأقره عليه الذهبي.

٧٦٣– عن البراء ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: "إِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ". رواه مسلم (١:١٩٤).

٧٦٤– عن ابن عباس ﷺ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قال: "أُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ: اَلْجَبْهَةِ، وَاَشَارَ بِيَدِهٖ عَلٰى اَنْفِهٖ، وَالْيَدَيْنِ، وَالرِّجْلَيْنِ، وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ، وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَلَا الشَّعْرَ". رواه مسلم (١:١٩٣)، وفي رواية أخرى له: "على الكفين والركبتين والقدمين والجبهة".

٧٦٥– عن ابن عباس ﷺ: عن رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قال: "مَنْ لَمْ يُلْزِقْ اَنْفَهٗ مَعَ جَبْهَتِهٖ بِالْاَرْضِ اِذَا سَجَدَ لَمْ تَجْزِ صَلَاتُهٗ". رواه الطبراني في "الكبير" و "الأوسط"، ورجاله موثقون، وإن كان في بعضهم اختلاف من أجل التشيع (مجمع الزوائد ١:١٩٢).

نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

۷۶۳– حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تو سجدہ کرے تو اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھ اور اپنی کہنیوں کو اٹھا۔ (مسلم)۔

فائدہ: یعنی کہنیوں کو اپنے دوسرے اعضاء (ران وغیرہ) سے اور زمین سے اٹھا کر رکھے۔

۷۶۴– حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں، پیشانی اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنی ناک کی طرف اشارہ کیا جس سے مقصود پیشانی کی طرف اشارہ تھا اور دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں (کے گھٹنے) دونوں پاؤں کے سرے اور حکم کیا گیا ہے کہ ہم کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹیں (مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ میں ان سات کو زمین پر رکھنا واجب ہے، شامی میں اسی طرح مذکور ہے (۱:۵۲۰) البتہ پیشانی کا زمین پر رکھنا فرض ہے کیونکہ سجدہ زمین پر پیشانی رکھنے کو ہی کہتے ہیں۔

۷۶۵– حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بوقت سجدہ اپنی ناک کو پیشانی کے ساتھ زمین سے نہ ملائے اسکی نماز نہ ہوگی۔ اسکو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے۔

قلت: وأخرجه الحاكم فى " المستدرك " (١:٢٧٠) .

٧٦٦– وعنه مرفوعا قال : " لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَمَسَّ أَنْفُهُ الْأَرْضَ " . وقال هذا حديث صحيح على شرط البخارى ، ولم يخرجاه اه ، وسكت عنه الذهبى .

٧٦٧– عن: عامر بن سعد عن أبيه قال : " أَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِوَضْعِ الْيَدَيْنِ وَنَصْبِ الْقَدَمَيْنِ فِي الصَّلَاةِ " . أخرجه الحاكم فى " المستدرك " (١:٢٧١) ، وقال : صحيح على شرط مسلم ، وأقره عليه الذهبى .

٧٦٨– عن : وائل بن حجر ﷺ قال : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا رَكَعَ فَرَّجَ أَصَابِعَهُ وَإِذَا سَجَدَ ضَمَّ أَصَابِعَهُ " . رواه الطبرانى فى " الكبير " وإسناده حسن (مجمع الزوائد ١:١٥٦) ، وعزاه العزيزى (٣:١٢٩) إلى مستدرك الحاكم وسنن البيهقى ، ثم قال : بإسناد حسن اه . قلت : قال الحاكم (١:٢٢٧) : صحيح على شرط مسلم ، وأقره عليه الذهبى وليس عنده : "إذا رَكَعَ فَرَّجَ أَصَابِعَهُ" .

٧٦٦–میں کہتا ہوں کہ اسکو حاکم نے بھی مستدرک میں ابن عباسؓ سے مرفوعا باین الفاظ روایت کیا ہے کہ جس شخص کی ناک زمین کو نہ چھوئے اسکی نماز نہیں اور کہا کہ یہ حدیث شرط بخاری پر صحیح ہے، اور ذہبی نے اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: ناک کو زمین پر رکھنا واجب ہے اس لئے محض پیشانی رکھنے سے باتفاق جمہور فرض ادا ہو جائیگا، لیکن اس طرح بغیر عذر کے کرنا مکروہ ہے البتہ عذر کی بناء پر کسی ایک عضو کو زمین پر رکھنا مکروہ نہیں۔

٧٦٧–حضرت عامر بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں (بحالت سجدہ) ہاتھوں کے رکھنے اور پیروں کے کھڑا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے بحالت سجدہ پیروں کے بچھانے کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔

٧٦٨–حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنی انگلیوں کو کشادہ کرتے اور جب سجدہ کرتے تو اپنی انگلیوں کو ملا لیتے۔ اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔ اور اسکی اسناد حسن ہے۔

فائدہ: انگلیوں کو کھلا رکھنے اور ملا کر رکھنے کا حکم صرف رکوع وسجود کیلئے ہے، اور باقی نماز میں انگلیوں کو اپنی حالت پر رکھا جائے۔

٧٦٩– وقال الحسن : " كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُوْنَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِى كُمِّهِ " . رواه البخارى (١:٥٦) تعليقا ، قال الحافظ فى " الفتح " (١:٤١٤) : وصله عبد الرزاق عن هشام بن حسان عن الحسن : " أَنَّ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ كَانُوْا يَسْجُدُوْنَ وَأَيْدِيْهِمْ فِى ثِيَابِهِمْ ، وَيَسْجُدُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ عَلَى قَلَنْسُوَتِهِ وَعِمَامَتِهِ " وهكذا رواه ابن أبى شيبة من طريق هشام اه .

٧٧٠– عن ابن عمر ﷺ : أَنَّهُ كَانَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى الَّذِىْ يَضَعُ جَبْهَتَهُ عَلَيْهِ ، قال (أى نافع) : وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ فِى بَرْدٍ شَدِيْدٍ وَإِنَّهُ لَيُخْرِجُ كَفَّيْهِ مِنْ بُرْنُسِهِ ، حَتّٰى يَضَعَهُمَا عَلَى الْحَصٰى " . رواه محمد فى " الموطا" (ص–١٠٨) ورجاله ثقات مشهورون .

٧٧١– عن أنس بن مالك ﷺ قال : كُنَّا نُصَلِّىْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَيَضَعُ أَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ فِىْ مَكَانِ السُّجُوْدِ " . رواه البخارى (١:٥٦) .

٧٧٢– عن ابن عباس ﷺ : " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى فِىْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُتَوَشِّحاً يَتَّقِىْ

۷۶۹–حضرت حسنؒ (بصری) سے روایت ہے کہ صحابہ عمامہ اور ٹوپی پر (بھی) سجدہ کرتے تھے اور (بوقت سجدہ) ان کے ہاتھ آستینوں میں (بھی) ہوتے تھے (مگر زمین پر رکھے ہوتے تھے)۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے (یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمیشہ ایسا ہوتا تھا بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایسا بھی ہوتا تھا مگر عمامہ پر سجدہ کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ پیشانی کا کچھ حصہ زمین پر ہو) اس کو بخاری نے تعلیقا اور عبدالرزاق نے موصولا روایت کیا ہے۔(فتح الباری)۔

۷۷۰–حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب وہ سجدہ کرتے تھے تو جس شے پر سجدہ کرتے اسی پر ہاتھ بھی رکھتے (تا کہ سجدہ بین الکفین ہو) اور راوی کہتا ہے کہ میں نے آپکو سخت سردی کے زمانہ میں دیکھا کہ وہ اپنے جبہ سے ہاتھ نکالتے یہاں تک کہ وہ ان کو کنکریوں پر رکھتے۔اس کو امام محمد نے موطا میں روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: حضرت ابن عمرؓ کا ہاتھ نکالنا عزیمت پر محمول ہے اور دیگر صحابہ کا ہاتھ نہ نکالنا رخصت پر محمول ہے بشرطیکہ کوئی حذر ہو۔(موطا امام محمد ص–۱۱۰)۔

۷۷۱–حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ہم میں سے بعض حضرات شدت گرمی کے سبب اپنے کپڑے کا کنارہ سجدہ کے مقام پر رکھ لیتے تھے۔اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

بِفُضُولِهِ حَرَّ الْأَرْضِ وَبَرْدَهَا". رواه أحمد وأبو يعلى والطبراني في "الكبير" و"الأوسط" ورجال أحمد رجال الصحيح اه (مجمع الزوائد ١:١٦١).

٧٧٣– عن ابن لهيعة وعمرو بن الحارث عن بكر بن سوادة عن صالح بن حيوان السبائي: "أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَأَى رَجُلاً يَسْجُدُ إِلَى جَنْبِهِ وَقَدِ اعْتَمَّ عَلَى جَبْهَتِهِ، فَحَسَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ جَبْهَتِهِ". رواه أبو داود في 'مراسيله"، كذا في "نصب الراية" (١:٢٠٣)، وفيه أيضا: قال عبد الحق: صالح بن حيوان لا يحتج به اه. قلت: رد عليه ابن القطان في هذا الجرح، كما في "تهذيب التهذيب" (٤:٣٨٨) ولفظه: ذكره ابن حبان في "الثقات"، وقال العجلي: تابعي ثقة وقال عبد الحق: لا يحتج به، وعاب ذلك عليه ابن القطان، وصحح حديثه اه ملخصا. قلت: وعمرو وبكر من رجال الجماعة وابن لهيعة قد تكلم فيه، وهو حسن الحديث، ففي "مجمع الزوائد" (١:١٤٦): وهو ضعيف، وقد حسن له الترمذي اه، وفي "اللآلئ" (١:١٢٨): حديثه حسن اه. والظاهر من عادتهم في نقل السند الناقص أن بقية السند الذي لم تذكر لا كلام فيها، فهو مرسل يحتج به.

٧٧٢–حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کپڑے میں اسکو حمائل کر کے نماز پڑھی بحالیکہ وہ اسکے زائد حصے کے ذریعہ سے زمین کی گرمی اور اسکی سردی سے بچتے تھے۔ اسکو احمد اور ابو یعلیٰ نے اور طبرانی نے کبیر واوسط میں روایت کیا ہے اور امام احمد کے رجال صحیح کے رجال ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سخت سردی و گرمی سے بچنے کیلئے اپنے جسم کا زائد کپڑا مواضعِ سجدہ کے نیچے رکھنا جائز ہے۔

٧٧٣–صالح بن حیوانؒ سبائی (تابعی) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اپنے پہلو میں اس حالت میں سجدہ کرتے دیکھا کہ اسکی پیشانی پر عمامہ تھا، پس آپ ﷺ نے اسکی پیشانی کھول دی۔ اسکو ابوداود نے مراسیل میں روایت کیا ہے (زیلعی)، اور یہ روایت مرسل حجت ہونے کے قابل ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عمامہ پر سجدہ کرنا گو جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اور پیشانی سے پگڑی ہٹا دینا افضل ہے۔

٧٧٤– عن ميمونة رضى الله عنها قالت : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا سَجَدَ لَوْ شَاءَتْ بَهْمَةٌ اَنْ تَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ لَمَرَّتْ ". رواه مسلم (١:١٩٤) .

٧٧٥– عن يزيد بن أبى حبيب : " أَنَّهُ ﷺ مَرَّ عَلٰى اِمْرَأَتَيْنِ تُصَلِّيَانِ ، فَقَالَ : إِذَا سَجَدْتُمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ اِلَى الاَرْضِ ، فَاِنَّ الْمَرْأَةَ فِي ذٰلِكَ لَيْسَتْ كَالرَّجُلِ ". رواه أبو داود فى " مراسيله " ، ورواه البيهقى من طريقين موصولين ، لكن فى كل منهما متروك كذا فى " التلخيص الحبير " (١:٩١) . قلت كلام الحافظ يدل على أن المرسل ليس فيه أحد متروك ، وفى فوز الكرام للعلامة محمد قائم السندى ، قال البيهقى : هو أحسن من موصولين فى هذا الباب اه ، كذا فى " مجموعة الفتاوى " للعلامة عبد الحیؒ (١:٦١٦) .

٧٧٦– أبو حنيفة عن نافع عن ابن عمر ؓ : أَنَّهُ سُئِلَ كَيْفَ كَانَ النِّسَاءُ يُصَلِّيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ؟ قَالَ : : " كُنَّ يَتَرَبَّعْنَ ، ثُمَّ أُمِرْنَ اَنْ يَحْتَفِزْنَ ". (جامع المسانيد ١:٤٠٠) . قلت : هذا إسناد صحيح ، أخرجه القاضى عمر بن الحسن الأشنانى

٧٧٤–حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو اگر بکری کا چھوٹا بچہ آپ ﷺ کے ہاتھوں کے درمیان میں سے نکلنا چاہتا تو نکل سکتا تھا۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ کی حالت میں کہنیاں زمین سے اٹھا کر رکھی جائیں اور بغلوں کو خوب کھولا جائے، لیکن اگر کوئی صف میں جماعت سے نماز پڑھ رہا ہو تو بغلوں کو زیادہ نہ کھولے کیونکہ ساتھ والوں کو تکلیف ہوگی۔

٧٧٥–حضرت یزید بن ابی حبیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دو عورتوں پر گذر ہوا جو کہ نماز پڑھ رہی تھیں، پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنا کچھ گوشت زمین سے ملا دیا کرو، کیونکہ عورت اس معاملہ میں مرد کے مثل نہیں۔ اسکو ابوداود نے مراسیل میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت زمین سے چمٹ کر سجدہ کرے کیونکہ یہ اس کیلئے زیادہ پردے کا باعث ہے۔

٧٧٦–حضرت ابوحنیفہؒ نافعؒ سے وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کیسے نماز پڑھتی تھیں، فرمایا وہ چوزانو بیٹھا کرتی تھیں، پھر ان کو حکم کیا گیا کہ سرین پر بیٹھا کریں یا سمٹ کر سجدہ کیا کریں۔

عن على ابن محمد البزاز عن أحمد بن محمد بن خالد عن زر بن نجيح عن إبراهيم بن المهدى عن أبى جواب الأحوص بن جواب عن سفيان الثورى عن أبى حنيفة بسنده اه.

قلت : القاضى عمر بن الحسن الأشنانى روى عن ابن أبى الدنيا وغيره ، ضعفه الدار قطنى وغيره ، وقال طلحة بن محمد : كان من جملة أصحاب الحديث المجودين ، وأحد الحفاظ ، وقد حدث حديثا كثيرا ، وحمل الناس عنه قديما وحديثا ، وسئل عنه أبو على الهروى (الحافظ شيخ الدارقطنى) ، فقال : إنه صدوق اه ملخصا من " لسان الميزان (٤٩١:٤و٤٩٢) .وعلى بن محمد البزاز أبو القاسم المعروف بابن التسترى ذكره الخطيب فى " تاريخه " ، وقال : كتبت عنه اه ، كذا فى " جامع المسانيد " (٢٥٨:٢) .وأحمد بن محمد بن خالد هو الوهبى الكندى أبو سعيد الحمصى روى عنه البخارى فى جزء القرائة وغيره ، ونقل عن يحيى بن معين : أنه ثقة ، وقال الدارقطنى : لا بأس به ، وأخرج له ابن خزيمة فى " صحيحه "، وذكره ابن حبان فى " الثقات " ، كذا فى " تهذيب التهذيب " (٢٦:١و ٢٧) ، وزر بن نجيح لم أجد ترجمته ، وإبراهيم بن المهدى أراه المصيصى يروى عن حفص بن غياث وغيره ، وثقه أبو حاتم و ابن حبان وابن قانع وغيرهم ، كذا فى " تهذيب التهذيب " (١٦٩:١) . والأحوص بن جواب وثقه ابن معين ، وقال مرة : ليس بذاك القوى ، وقال أبو حاتم : صدوق ، وقال ابن حبان فى " الثقات " : كان متقنا ربما وهم اه . كذا فيه أيضا (١٩٢:١) ، وسفيان الثورى وأبو حنيفة أشهر من أن يثنى عليهما .

٧٧٧– ثنا أبو الأحوص عن أبى إسحاق عن الحارث عن على ﷺ قال : " إِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ فَلْتَحْتَفِزْ وَلْتَضُمَّ فَخِذَيْهَا " . رواه الإمام أبو بكر بن أبى شيبة فى

اسکو جامع مسانید امام میں روایت کیا ہے اور امام صاحب کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتیں نماز میں سرین کے بل بیٹھیں۔

٧٧٧- حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب عورت سجدہ کرے تو اسکو سمٹ جانا چاہئے اور اپنی

" مصنفه" (ص–١٨١–قلمی).

قلت: رجاله رجال الجماعة إلا الحارث، فهو من رجال الأربعة، قد اختلف فيه ووثقه ابن معين، وقال ابن شاهين فی " الثقات ": قال أحمد بن صالح المصری: " الحارث الأعور ثقة ما أحفظه، وما أحسن ما روی عن علی "، وأثنی علیه، قیل له فقد قال الشعبی: کان یکذب قال: لم یکن یکذب فی الحدیث، إنما کان کذبه فی رأیه اه. وقال ابن أبی خیثمة: قیل لیحیی: یحتج بالحارث؟ فقال: ما زال المحدثون یقبلون حدیثه اه. (كذا فی تهذیب التهذیب ٢:١٤٦و١٤٧)، فالحدیث حسن، وقول الصحابی حجة عندنا، وقد تقوی بالمرفوع أیضا، و أبو إسحاق وإن کان من المدلسین، ولکنه من الطبقة الثالثة التی قبل بعض المحدثین حدیثهم، واحتملوا تدلیسهم، کما فی " طبقات المدلسین " (ص٢) لابن حجر علی أن التدلیس لا یضر عندنا، وقد تقوی بأحادیث أخر أیضا.

٧٧٨– عن ابن عمر ﷺ مرفوعا: " إِذَا جَلَسَتِ الْمَرْئَةُ فِی الصَّلَاةِ وَضَعَتْ فَخِذَهَا عَلٰی فَخِذِهَا الأُخْرٰی، فَإِذَا سَجَدَتْ أَلْصَقَتْ بَطْنَهَا عَلٰی فَخِذِهَا کَأَسْتَرِ مَا یَکُوْنُ، فَإِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنْظُرُ إِلَیْهَا یَقُوْلُ: یَا مَلَائِکَتِیْ! أُشْهِدُکُمْ أَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهَا ". رواه ابن عدی فی "الکامل "، والبیهقی فی " سننه " وضعفه، کذا فی " کنز العمال" (٤:١١٧)

قلت: وله شواهد قد مرت.

رانوں کو (آپس میں اور پیٹ سے) ملالینا چاہئے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور اسکے سب راوی ثقہ ہیں۔

٧٧٨– حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے، پس جبکہ وہ سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی ران پر یوں رکھے کہ ستر ممکن حاصل ہو جائے، پس حق سبحانہ اس کی طرف دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اسے بخش دیا۔ اسکو ابن عدی نے کامل میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور اسکو ضعیف کہا ہے (کنز العمال) مگر اسکے لئے شواہد موجود ہیں۔

فائدہ: جب کسی حدیث کیلئے شواہد موجود ہوں تو وہ حسن کے درجہ میں ہوتی ہے۔

٧٧٩– عن وائل بن حجر رضي الله عنه قال : " رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ إِذَا سَجَدَ يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ ، وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ " . رواه الترمذى (١:٣٦) ، وقال : زاد الحسن بن على (الحلوانى) فى حديثه : قال : يزيد بن هارون : ولم يرو شريك عن عاصم بن كليب إلا هذا الحديث قال : هذا حديث غريب حسن لا نعرف أحدا رواه غير شريك ، والعمل عليه عند أكثر أهل العلم يرون أن يضع الرجل ركبتيه قبل يديه ، وإذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه . وروى همام عن عاصم هذا مرسلاً ، ولم يذكر فيه وائل بن حجر ، وفى " التلخيص الحبير " : رواه ابن خزيمة وابن حبان وابن السكن فى " صحاحهم " اه .

٧٨٠– قلت : وروى الحاكم فى " المستدرك " عن عاصم الأحول عن أنس رضي الله عنه قال : " رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَبَّرَ ، فَحَاذٰى بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ ، ثُمَّ رَكَعَ حَتّٰى اسْتَقَرَّ كُلُّ مَفْصِلٍ مِنْهُ وَانْحَطَّ بِالتَّكْبِيْرِ حَتّٰى سَبَقَتْ رُكْبَتَاهُ يَدَهُ " . قال : هذا إسناد صحيح على شرط الشيخين ، ولا أعرف له علة ، ولم يخرجاه ، وأقره عليه الذهبى . وأخرج أيضا حديث وائل بن حجر رضي الله عنه قال : " كَانَ النَّبِىُّ ﷺ إِذَا سَجَدَ تَقَعُ رُكْبَتَاهُ قَبْلَ يَدَيْهِ ، وَإِذَا رَفَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ " . قال الحاكم : قد احتج مسلم بشريك وعاصم بن كليب ، وقال الذهبى : على شرط مسلم .

٧٧٩–حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب وہ سجدہ کرتے تو اپنے دونوں گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب اٹھتے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے ۔ (ترمذی)، اور تلخیص حبیر میں ہے کہ اس کو ابن خزیمہ وابن حبان وابن السکن نے اپنی اپنی صحاح میں روایت کیا ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت ہاتھوں سے قبل گھٹنے رکھے اور اٹھتے وقت گھٹنوں سے قبل ہاتھوں کو اٹھائے۔ میں کہتا ہوں کہ حاکم نے بھی مستدرک میں اسے روایت کیا ہے اور شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے تائید کی ہے

٧٨٠–حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور ہاتھوں کے انگوٹھوں کو کانوں کے برابر لے گئے، پھر رکوع کیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کا ہر جوڑ (اپنی جگہ پر) قرار پکڑ گیا، پھر تکبیر کہتے ہوئے نیچے گئے تو آپ ﷺ کے گھٹنے آپ کے ہاتھ پر سبقت لے گئے ۔ (مستدرک حاکم)۔

٧٨١ — حدثنا محمد بن معمر ، نا حجاج بن منهال ، ثنا همام ، نا محمد بن جحادة عن عبد الجبار بن وائل عن أبيه عن النبی ﷺ فی هذا الحديث قال : " فَلَمَّا سَجَدَ وَقَعَتَا رُكْبَتَاهُ إِلَى الْأَرْضِ قَبْلَ أَنْ تَقَعَ كَفَّاهُ ، فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ جَبْهَتَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ وَجَافَى عَنْ إِبْطَيْهِ ". قال حجاج : وقال همام : وحدثنا شقيق حدثنی عاصم بن كليب عن أبيه عن النبی ﷺ بمثل هذا ، رواه أبو داود (١:١١٤) ، وسكت عنه ، ورجاله ثقات إلا شقيق أبو ليث ، قال ابن القطان : شقيق هذا ضعيف لا يعرف بغير رواية همام ، كذا فی " التهذيب " (٤:٣٦٤) ، وعبد الجبار لم يسمع من أبيه .

٧٨٢ — عن علقمة والأسود قالا : " حَفِظْنَا عَنْ عُمَرَ فِي صَلَاتِهِ أَنَّهُ خَرَّ بَعْدَ رُكُوعِهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ كَمَا يَخِرُّ الْبَعِيرُ ، وَوَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ ". رواه الطحاوی ، وإسناده صحيح (آثار السنن ١:١١٧).

فائدہ: یعنی گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھے اور حاکم نے وائل بن حجرؓ کی یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ حضور ﷺ جب سجدہ کرتے تو آپ ﷺ کے گھٹنے آپ کے ہاتھوں سے قبل (زمین پر) پڑتے اور جب سجدہ سے اٹھتے تو آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں سے قبل اٹھاتے۔

۷۸۱ – عبدالجبار بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ اسی حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو آپ کے گھٹنے زمین تک ہاتھوں سے پہلے پہنچے، پھر جب آپ ﷺ سجدہ میں پہنچے تو آپ ﷺ نے پیشانی دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں رکھی اور ہاتھوں کو بغلوں سے دور کیا۔ اسکو ابوداود نے دوسند سے روایت کیا ہے اور سکوت کیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے اور پھر ہاتھ رکھے جائیں اور اٹھتے وقت پہلے ہاتھ اور پھر گھٹنے اٹھائے جائیں۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ رکھنا احمق کا کام ہے (طحاوی ۱:۱۵۲)۔

۷۸۲ – حضرت علقمہؒ واسودؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمرؓ کی نماز میں اس بات کو خوب یاد رکھا ہے کہ وہ رکوع کے بعد اپنے گھٹنوں پر (سجدہ میں) گرتے تھے جیسے اونٹ گرتا ہے اور انہوں نے اپنے گھٹنے دونوں ہاتھوں سے پہلے (زمین پر) رکھے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

فائدہ: ان احادیث سے سجدہ میں گھٹنوں کا ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھنا صراحۃً ثابت ہے اور یہی مذہب ہے حنفیہ کا۔

٧٨٣– عن أبي هريرة ﷺ قال : " أَوْصَانِیْ خَلِيْلِیْ ﷺ بِثَلاَثٍ وَنَهَانِیْ عَنْ ثَلاَثٍ : فَنَهَانِیْ عَنْ نَقْرَةٍ كَنَقْرَةِ الدِّيْكِ ، وَاِقْعَاءٍ كَاِقْعَاءِ الْكَلْبِ ، وَالْتِفَاتٍ كَالْتِفَاتِ الثَّعْلَبِ " . رواه أحمد وأبو يعلى والطبراني في " الأوسط " ، وإسناد أحمد حسن (مجمع الزوائد ١٧٣:١) . قلت : وقد تقدم حديث ابن عمر : " فَلاَ تَبْسُطْ ذِرَاعَيْكَ بَسْطَ السَّبُعِ " . وأخرجت الثلاثة عن أبي هريرة ﷺ مرفوعا : " إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلاَ يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيْرُ " الحديث ، قواه الحافظ في " بلوغ المرام " (٥٣:١) ، وقد أشبعنا فيه الكلام .

٧٨٤– عن أبي حميد الساعدي ﷺ قال (لبعض الصحابة) : " أَنَا كُنْتُ أَحْفَظَكُمْ لِصَلاَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ ، وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ، ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اِسْتَوٰى حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ ، وَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلاَ قَابِضَهُمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ " الحديث . رواه البخاري (١١٤:١) .

٧٨٥– وعنه قال : " كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَهْوٰى إِلَى الْأَرْضِ سَاجِداً جَافٰى عَضُدَيْهِ

۷۸۳-حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ مجھے میرے حبیب (رسول اللہ ﷺ) نے تین باتوں کی وصیت فرمائی اور تین باتوں سے منع فرمایا، آپ ﷺ نے مجھے (نماز میں) مرغے کی طرح ٹھونگ مارنے سے اور کتے کی طرح بیٹھنے سے اور لومڑی کی طرح ادھر ادھر دیکھنے سے منع فرمایا۔ اسکو ابو یعلی، طبرانی اور احمد نے روایت کیا ہے اور احمد کی سند حسن ہے (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس سے نماز کے اندر حیوانات کے افعال کی مشابہت کا مکروہ ہونا ثابت ہے۔

۷۸۴-حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں تم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو یاد رکھتا ہوں، میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے تکبیر کہی تو اپنے ہاتھوں کو شانوں کے برابر کیا اور جب رکوع کیا تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر جمایا، پھر اپنی کمر کو جھکایا، پس جب (رکوع سے) سر اٹھایا تو بالکل سیدھے ہو گئے تاکہ ہر جوڑ اپنے مقام پر لوٹ جائے اور جب سجدہ کیا تو اپنے ہاتھوں کو یوں رکھا کہ نہ تو ان کو بچھایا اور نہ سمیٹا، اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کیا۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے سجدہ کے اندر انگلیوں کو قبلہ کی طرف رکھنا ثابت ہے اور یہ سنت ہے۔

عَنْ إِبْطَيْهِ وَفَتَحَ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ" مختصر، رواه النسائي (١:١٦٦)، وسكت عنه، ورجاله كلهم ثقات (أي نصبهما وغمز موضع المفاصل منهما، وثناها إلى باطن الرجل، وأصل الفتح الكسر، كذا في "مجمع البحار".

٧٨٦– عن عائشة رضي الله عنها في حديث أوله: "فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَكَانَ مَعِي عَلَى فِرَاشِي، فَوَجَدْتُهُ سَاجِداً رَاصًّا عَقِبَيْهِ مُسْتَقْبِلاً بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ الْقِبْلَةَ". رواه ابن حبان في "صحيحه" بإسناد صحيح (التلخيص الحبير ١:٩٨ وللنسائي ١:١٦٦)، وقد سكت عنه: "وَهُوَ سَاجِدٌ وَقَدَمَاهُ مَنْصُوْبَتَانِ" الحديث.

٧٨٧– عن البراء ﷺ: "كَانَ ﷺ إِذَا رَكَعَ بَسَطَ ظَهْرَهُ، وَإِذَا سَجَدَ وَجَّهَ أَصَابِعَهُ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَتَفَاجَّ" (يعني وسع بين رجليه). رواه البيهقي (التلخيص الحبير ١:٩٧ و ٩٨) قلت: احتج به الحافظ ابن حجر بعد ما ضعف رواية الدارقطني عن عائشة، وسكت عنه فهو حسن أو صحيح عنده.

٧٨٨– عن أحمر بن جزء ﷺ صاحب رسول الله ﷺ: "أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ

٧٨٥–حضرت ابوحمیدؓ ہی سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ سجدہ کیلئے زمین پر پہنچے تو دونوں بازؤں کو بغلوں سے جدا کیا اور پیروں کی انگلیوں کو موڑ کر رکھا (یعنی جوڑوں پر سے انگلیوں کو موڑ دیا سیدھی کھڑی نہیں کیں) تاکہ استقبال قبلہ ہو جائے۔ اسکو نسائی نے روایت کیا ہے اور سب راوی ثقہ ہیں۔

٧٨٦–حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث میں جس کا شروع یوں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے پاس نہ پایا اور اس سے قبل آپ ﷺ میرے ساتھ میرے بستر پر تھے، روایت ہے کہ میں نے آپکو سجدہ میں پایا بحالیکہ آپ ﷺ اپنی ایڑیوں کو ملائے ہوئے اور اپنے (پاؤں کی) انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کئے ہوئے تھے۔ اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں باسناد صحیح روایت کیا ہے (تلخیص الحبیر) اور نسائی میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ سجدہ میں تھے اور آپ ﷺ کے پاؤں کھڑے تھے اور انہوں نے اس پر کچھ کلام نہیں کیا۔

٧٨٧–حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو اپنی کمر کو پھیلاتے اور جب سجدہ کرتے تو اپنی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرتے اور دونوں پاؤں کو الگ الگ رکھتے۔ اسکو بیہقی نے روایت کیا ہے (تلخیص الحبیر) اور حافظ ابن حجر کے نزدیک صحیح ہے یا حسن۔

إِذَا سَجَدَ جَافَى عَضُدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ حَتّٰى نَأْوِيَ لَهُ". أخرجه أبو داود (١: ٣٩ مع العون)، وسكت عنه، وفي "التلخيص" (١: ٩٨): وصححه ابن دقيق العيد على شرط البخاري اه، وفي "نصب الراية" (١: ٢٠٤): قال النووي في "الخلاصة": وإسناده صحيح اه.

٧٨٩– عن ابن بحينة ﷺ: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا صَلّٰى وَسَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ". متفق عليه (بلوغ المرام، ١: ٥٠).

٧٩٠– عن أبي حميد ﷺ بهذا الحديث (المذكور في "السنن") قال: "وَإِذَا سَجَدَ ﷺ فَرَّجَ بَيْنَ فَخِذَيْهِ غَيْرَ حَامِلٍ بَطْنَهُ عَلٰى شَيْءٍ مِنْ فَخِذَيْهِ". رواه أبو داود (١: ٢٥٧)، وسكت عنه.

باب وجوب الرفع من السجدة والجلسة بين السجدتين واستحباب الذكر بينهما وافتراض السجدة الثانية

٧٩١– عن رفاعة بن رافع ﷺ وكان بدريا قال: "كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذْ دَخَلَ

٧٨٨–حضرت احمر بن جزء صحابیؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تھے تو اپنے بازؤں کو اپنے پہلوؤں سے الگ کر لیتے تھے یہاں تک کہ ہم کو (آپکی مشقت کا خیال کرکے) آپ ﷺ پر ترس آتا تھا۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا اور تلخیص میں ہے کہ ابن دقیق العید نے اسکو بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے اور نصب الرایہ میں ہے کہ نووی نے خلاصہ میں کہا ہے کہ اسکی اسناد صحیح ہے۔

٧٨٩–حضرت ابن بحینہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو یہاں تک کشادہ کرتے کہ آپکی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی۔ اسکو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔ (بلوغ المرام)۔

٧٩٠–حضرت ابوحمید سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ سجدہ کرتے تو اپنی رانوں کو جدا جدا رکھتے اور اپنے شکم کو رانوں پر بالکل نہ رکھتے۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا۔

فائدہ: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اپنی دونوں رانوں کو ملاؤ (ابوداود، ١–٩٠) اس لئے دونوں حدیثوں میں یوں تطبیق دیں گے کہ دونوں رانوں کو نہ تو بالکل دور دور کیا جائے اور نہ ہی بالکل ملا دیا جائے بلکہ بین بین صورت اختیار کی جائے۔

رَجُلٌ الْمَسْجِدَ "، فَذَكَرَ حَدِيثَ الْمُسِيءِ صَلَاتَهُ، وَفِيهِ: " ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِداً ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ حَتَّى تَطْمَئِنَّ قَاعِداً ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِداً " الحديث. رواه النسائي في " صحيحه " المسمى ب " المجتبى "، وسكت عنه، وإسناده صحيح.

٧٩٢ — عن أنس ﷺ قال: " كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَامَ حَتَّى نَقُولَ قَدْ أَوْهَمَ، ثُمَّ يَسْجُدُ وَيَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى نَقُولَ قَدْ أَوْهَمَ ". رواه مسلم، كذا في " النيل " (٢:١٥٥).

٧٩٣ — عن ابن عباس ﷺ قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ: " اَللّٰهُمَّ

باب اس بیان میں کہ سجدہ سے اٹھنا اور دو سجدوں کے درمیان میں کچھ دیر بیٹھنا واجب ہے اور جلسہ مذکور میں ذکر مستحب ہے اور دوسرا سجدہ فرض ہے

۷۹۱ — حضرت رفاعہ بن رافع سے (یہ صحابی اہل بدر میں سے ہیں) روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے حضور میں حاضر تھے کہ ایک شخص مسجد میں آیا، اسکے بعد اس کی بری طرح نماز پڑھنے کا واقعہ بیان کیا ہے اور اسی میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ، پھر تو سجدہ کر یہاں تک کہ تجھے سجدہ میں سکون حاصل ہو جائے، پھر اپنا سر اٹھا یہاں تک کہ تجھے قعود میں اطمینان حاصل ہو جائے، پھر سجدہ کر یہاں تک کہ تجھے سجدہ میں اطمینان حاصل ہو جائے۔ اسکو نسائی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا لہٰذا اسکی سند ان کے نزدیک صحیح ہے۔

فائدہ: چونکہ حدیث میں امر کا صیغہ واقع ہے جو کہ بلا قرینہ خلاف وجوب کا فائدہ دیتا ہے اسلئے ان سے امور مذکورہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے، لیکن سجدۂ ثانیہ کی فرضیت اجماع سے ثابت ہے۔

۷۹۲ — حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اسقدر کھڑے رہتے کہ ہم کہتے کہ آپ کو (شاید) دھوکا ہو گیا ہے، پھر آپ ﷺ سجدہ کرتے اور دونوں سجدوں کے درمیان اس قدر بیٹھتے کہ ہم (اپنے جی میں) کہتے کہ (شاید) آپ ﷺ کو دھوکا ہو گیا ہے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو سجدوں کے درمیان بیٹھا جائے اور زیادہ دیر بیٹھا جائے، بشرطیکہ مقتدیوں کو تکلیف نہ ہو یا نمازی اکیلا ہو۔

۷۹۳ — حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان فرماتے

اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ ". رواه أبو داود (١:٣١٦)، وسكت عنه، وفي " بلوغ المرام " (١:٥١) : رواه الأربعة إلا النسائي، وصححه الحاكم اه، وفي "الأذكار" للنووي (ص–٢٨) : روينا في " سنن البيهقي ": عن ابن عباس في حديث مبيته عند خالته ميمونة، وصلاة النبي ﷺ في الليل، فذكره قال : وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ قَالَ : " رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَارْفَعْنِيْ وَارْزُقْنِي وَاهْدِنِيْ ". وفي رواية أبي داود : " وَعَافِنِيْ "، وإسناده حسن اه.

٧٩٤– عن رجل من عبس عن حذيفة ﷺ : أنه انتهى إلى النبي ﷺ إلى أن قال : " وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ : رَبِّ اغْفِرْلِيْ، رَبِّ اغْفِرْلِيْ ". رواه النسائي (١:١٧٢)، وفيه رجل لم يسم كما تراه، ولكن قال في " التقريب " (ص–٢٨٩) : كأنه صلة بن زفر اه.

"اللهم اغفر لی وارحمنی وعافنی واهدنی وارزقنی "ترجمہ: اے اللہ مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت عطا فرما، مجھے ہدایت نصیب فرما اور مجھے رزق حلال نصیب فرما۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا اور بلوغ المرام میں ہے کہ اس کو ترمذی اور ابوداود اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور نووی نے اذکار میں اسے حسن کہا ہے۔

نووی کی (کتاب) اذکار میں یہ الفاظ ہیں کہ اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے ہاں گذاری گئی رات اور حضور ﷺ کی رات کی نماز والی حدیث میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تو فرماتے "رب اغفر لی وارحمنی واجبرنی وارفعنی وارزقنی واهدنی " ترجمہ: اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے غنی بنا اور مجھے بلند فرما اور مجھے رزق حلال نصیب فرما اور مجھے ہدایت عطا فرما۔

فائدہ: دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی حالت میں ذکر کرنا مستحب ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔

٧٩٤– بنی عبس کے ایک شخص حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور روایت کو یہاں تک پہنچایا کہ رسول اللہ ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان رب اغفر لی رب اغفر لی کہتے تھے۔ اسکو نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور ابن ماجہ نے اس حدیث کو اسی دعا کے ساتھ روایت کیا ہے اور اسمیں صلہ بن زفر کا نام بصراحت موجود ہے جو حضرت حذیفہؓ سے

قلت : وهو من رجال الجماعة ، وقد أخرج ابن ماجة فى " سننه " (١:٦٤) : حدثنا على بن محمد ثنا حفص بن غياث عن الأعمش عن سعد بن عبيدة عن المستورد ابن الأحنف عن صلة بن زفر عن حذيفة ﷺ : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ : " رَبِّ اغْفِرْلِیْ رَبِّ اغْفِرْلِیْ " اه . رجالهم كلهم ثقات ، وهو يؤيد قول الحافظ أن المجهول فى رواية النسائى هو صلة بن زفر .

باب هيئة الجلوس بين السجدتين

٧٩٥– عن ميمونة رضى الله عنها قالت : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا سَجَدَ خَوّٰى بِيَدَيْهِ حَتّٰى يُرٰى وَضَحُ اِبْطَيْهِ ، وَاِذَا قَعَدَ اِطْمَاَنَّ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى " . رواه النسائى (١:١٧٢) ، وسكت عنه ، قلت : ورجاله كلهم ثقات .

٧٩٦– عن ابن عمر ﷺ قال : " مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ اَنْ تَنْصِبَ الْقَدَمَ الْيُمْنٰى وَاِسْتِقْبَالُهٗ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوْسُ عَلَى الْيُسْرٰى " . رواه النسائى (١:١٧٣) ، وسكت عنه .

قلت : ورجاله رجال " الصحيحين " إلا الربيع بن سليمان بن داود شيخ النسائى وهو ثقة ، وإلا إسحاق بن بكر فهو من رجال مسلم ثقة ، قال فى " آثار السنن " (١:١٢٢) : وإسناده صحيح .

روایت کرتے ہیں، بہر حال حدیث قابل احتجاج ہے۔

باب دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھنے کی ہیئت

٧٩٥- حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ فرماتے تو دونوں ہاتھوں (یعنی بازوں) کو دونوں پہلوؤں سے اتنا علیحدہ فرماتے تھے کہ پیچھے کی جانب سے دونوں بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی اور جب بیٹھتے تھے تو اپنی بائیں ران پر آرام فرماتے تھے۔ اسکو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

٧٩٦- حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ داہنے قدم کو کھڑا کرنا اور اسکی انگلیوں کو قبلہ کی جانب متوجہ کرنا اور بائیں قدم پر بیٹھنا نماز کی سنتوں میں سے ہے۔ اسکو نسائی نے روایت کیا ہے اور آثار السنن میں ہے کہ اسکی سند صحیح ہے۔

٧٩٧– عن أبي حميد الساعدي ﷺ مرفوعا : " ثُمَّ يَهْوِىْ اِلَى الْاَرْضِ فَيُجَافِي يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ وَيَثْنِيْ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى ، وَيَقْعُدُ عَلَيْهَا وَيَفْتَحُ اَصَابِعَ رِجْلَيْهِ اِذَا سَجَدَ ، ثُمَّ يَسْجُدُ ثُمَّ يَقُوْلُ : اللّٰهُ اَكْبَرُ " الحديث . رواه أبو داود والترمذي وابن حبان ، وإسناده صحيح (آثار السنن ١:١١٩) .

٧٩٨– عن عائشة رضي الله عنها قالت : " كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ الْيُمْنٰى ، وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ " . أخرجه مسلم ، وهو مختصر (آثار السنن ١:١١٩) .

٧٩٩– حدثنا علي بن محمد ثنا عبيد الله بن موسى عن إسرائيل عن أبي إسحاق عن الحارث عن علي ﷺ قال : قال لي رسول الله ﷺ : " لَا تُقْعِ اِقْعَاءَ الْكَلْبِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ " . رواه ابن ماجة (١:٦٤) ، ورجاله رجال الشيخين إلا علي بن محمد

فائدہ: اول اور تیسری حدیث سے بائیں پاؤں پر بیٹھنا ثابت ہوا اور حضرت ابن عمرؓ کے اثر سے داہنے پاؤں کو کھڑا رکھنا اور اسکی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرنا معلوم ہوا۔

٧٩٧- حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ پھر (رسول اللہ ﷺ) زمین کی طرف جھکتے تھے، پس، (سجدہ میں) اپنے ہاتھوں کو دونوں پہلوؤں سے جدا رکھتے، پھر اپنا سر اٹھاتے اور بائیں پیر کو مروڑ کر اس پر بیٹھ جاتے اور جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں پیرونکی انگلیوں کو موڑ کر قبلہ کی طرف کرتے تھے، پھر (دوسرا) سجدہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے...... الحدیث۔ اسکو ابوداود، ترمذی وابن حبان نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان میں بائیں پیر پر بیٹھتے تھے اور دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرتے تھے۔

٧٩٨- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بائیں پیر کو بچھاتے اور داہنے پیر کو کھڑا کرتے تھے اور شیطان کی طرح ایڑیوں پر بیٹھنے سے منع فرماتے تھے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے سجدوں کے درمیان ایڑیوں پر بیٹھنے کی ممانعت ثابت ہوئی۔

٧٩٩- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان کتے کی طرح پالتی مار کر نہ بیٹھو۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث حسن ہے۔

وهو ثقة كما مر ، وإلا الحارث وهو من رجال الأربعة مختلف فيه ، وقد مر توثيقه في "الكتاب" فهو حسن .

٨٠٠– عن المغيرة بن حكيم : " أَنَّهُ رَأَى عَبْدَ اللهِ بنَ عُمَرَ يَرْجِعُ فِي سَجْدَتَيْنِ فِي الصَّلاَةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ ، فَلَمَّا انْصَرَفَ ذُكِرَ لَهٗ ذٰلِكَ ، فَقَالَ : اِنَّهَا لَيْسَتْ بِسُنَّةِ الصَّلاَةِ وَ اِنَّمَا اَفْعَلُ هٰذَا مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ اَشْتَكِیْ " . رواه مالك في " الموطا " وإسناده صحيح (آثار السنن ١:١١٩) .

٨٠١– وعن سمرة ﷺ قال : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَاْمُرُنَا اِذَا كُنَّا فِي صَلاَةٍ وَرَفَعْنَا رُؤُوْسَنَا مِنَ السُّجُوْدِ (أي مِنَ السُّجُوْدِ الاولِ) اَنْ نَطْمَئِنَّ عَلَى الاَرْضِ جُلُوْساً ، وَلاَ نَسْتَوْفِزَ عَلٰى اَطْرَافِ الاَقْدَامِ " . رواه بتمامه هكذا الطبراني في " الكبير " ، وإسناده حسن (مجمع الزوائد ١:١٩٦) .

باب في ترك جلوس الاستراحة

٨٠٢– عن عباس أو عياش بن سهل الساعدي ﷺ : أنه كان في مجلس فيه أبوه

فائدہ: کتے کی طرح بیٹھنے کی یہ صورت ہے کہ سرین کو زمین پر رکھ کر پنڈلیوں کو کھڑا کرے اور ہاتھوں کو زمین پر رکھے یہ صورت مکروہ تحریمی ہے۔

٨٠٠-حضرت مغیرہ بن حکیم سے روایت ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ کو نماز میں دونوں سجدوں کے درمیان اپنے پنجوں پر بیٹھ کر دوسرا سجدہ کرتے دیکھا، جب فارغ ہوئے تو ان سے ذکر کیا گیا، فرمایا کہ یہ نماز کی سنت نہیں ہے اور میں ایسا اس لئے کرتا ہوں کہ میں بیمار ہوں۔ اسکو امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے پنجوں پر بیٹھنے کی کراہت ثابت ہوئی ہے یعنی کہ یہ سنت کے خلاف ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بحالتِ عذر ایسا کرنا جائز ہے۔

٨٠١-حضرت سمرہؓ (بن جندب) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم نماز میں ہوں اور سجدہ سے سر اٹھائیں تو زمین پر اطمینان سے بیٹھا کریں اور پیروں کو کھڑا کر کے پنجوں پر نہ بیٹھا کریں۔ اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (مجمع الزوائد)۔

وكان من أصحاب النبي ﷺ ، وفي المجلس ابو هريرة وأبو حميد الساعدي وأبو أسيد فذكر الحديث ، وفيه : " ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ ، ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ ، وَلَمْ يَتَوَرَّكْ " . رواه أبو داود ، وإسناده صحيح (آثار السنن ١:١٢٠) .

٨٠٣– عن النعمان بن أبي عياش قال : " أَدْرَكْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ وَالثَّالِثَةِ ، قَامَ كَمَا هُوَ ، وَلَمْ يَجْلِسْ " . رواه أبو بكر بن أبي شيبة ، وإسناده حسن (آثار السنن ١:١٢١) .

٨٠٤– عن عبد الرحمن بن يزيد قال : " رَمَقْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ فِي الصَّلَاةِ فَرَأَيْتُهُ يَنْهَضُ وَلَا يَجْلِسُ ، قَالَ : يَنْهَضُ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى وَالثَّالِثَةِ " . رواه الطبراني في " الكبير " ، ورجاله رجال الصحيح ، والبيهقي في " السنن الكبرى " وصححه (آثار السنن ١:١٢١) .

٨٠٥– عن وهب بن كيسان قال : " رَأَيْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ إِذَا سَجَدَ السَّجْدَةَ

باب دونوں سجدوں کے درمیان جلسۂ استراحت نہ کرنا مسنون ہے

۸۰۲-حضرت عباسؓ یا حضرت عیاش بن سہل ساعدیؓ سے روایت ہے کہ حضرت عیاشؓ اس مجلس میں تھے کہ وہاں ان کے باپ موجود تھے اور ان کے باپ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے تھے اور اس مجلس میں ابو ہریرہؓ اور ابوحمید ساعدیؓ اور ابو اسید بھی تشریف فرما تھے، اس کے بعد راوی نے لمبی حدیث ذکر کی اور اس حدیث میں یہ بھی تھا کہ، پھر رسول اللہ ﷺ نے تکبیر کہی اور سجدہ کیا اور پھر تکبیر کہی اور اس کے بعد کھڑے ہو گئے اور بیٹھے نہیں۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

۸۰۳-حضرت نعمان بن ابی عیاشؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے بہت سے صحابہ کو پایا ہے (سب کو یہی دیکھا) کہ پہلی اور تیسری رکعت میں جب سجدہ سے سر اٹھاتے تھے تو اسی طرح کھڑے ہو جاتے اور بیٹھتے نہ تھے۔ اسکو ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔

۸۰۴-حضرت عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو نماز کی حالت میں غور کیا تو انکو دیکھا کہ وہ اٹھ جاتے تھے اور بیٹھتے نہ تھے، یعنی فرماتے ہیں کہ پہلی اور تیسری رکعت میں اپنے دونوں قدموں کے سر کے بل اٹھ جاتے تھے۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے تمام راوی وہی ہیں جو صحیح بخاری کے راوی ہیں اور بیہقی نے سنن کبریٰ میں بھی روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

الثَّانِيَةَ قَامَ كَمَا هُوَ عَلَى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ " . رواه ابن أبى شيبة ، وإسناده صحيح (آثار السنن ١:١٢١) .

٨٠٦– وعن عبد الرحمن بن غنم : " أن أبا مالك الأشعرى ﷺ جمع قومه فقال : يَا مَعْشَرَ الأشْعَرِيِّينَ ! اِجْتَمِعُوْا وَاجْمَعُوْا نِسَائَكُمْ وَأَبْنَائَكُمْ أُعَلِّمُكُمْ صَلاَةَ النَّبِيِّ ﷺ لَنَا بِالْمَدِيْنَةِ ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ ، وَفِيْهِ : ثُمَّ قال : سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ، وَاسْتَوٰى قَائِماً ، ثُمَّ كَبَّرَ وَخَرَّ سَاجِداً ، ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ ، ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ ، ثُمَّ كَبَّرَ فَانْتَهَضَ قَائِماً " الحديث . رواه أحمد ، وإسناده حسن (آثار السنن ١:١٢٠) ، قال الهيثمى : وفى طرقها كلها شهر ابن حوشب ، وفيه كلام ، وهو ثقة إن شاء الله (مجمع الزوائد ١:١٩٤) .

٨٠٧– عن أبى هريرة ﷺ قال : " كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْهَضُ فِي الصَّلاَةِ عَلَى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ " . رواه الترمذى (١:٣٩) ، وقال : عليه العمل عند أهل العلم يختارون أن ينهض

٨٠٥–وہب بن کیسان سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن زبیرؓ کو دیکھا کہ جب وہ دوسرا سجدہ کر لیتے تو اسی طرح (بغیر بیٹھے) قدموں کے سروں کے بل کھڑے ہو جاتے تھے۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

٨٠٦–حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؒ سے روایت ہے کہ ابو مالک اشعریؓ نے اپنی قوم کو جمع کیا اور کہا کہ اے اشعریوں کی جماعت سب جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کر لو تا کہ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز سکھاؤں جو آپ نے مدینہ میں ہم کو پڑھائی تھی (پھر حدیث کو طول کے ساتھ بیان کیا) جس میں یہ بھی ہے کہ پھر انہوں نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور سیدھے کھڑے ہو گئے، پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیلئے گر پڑے، پھر تکبیر کہی اور سر کو اٹھایا، پھر تکبیر کہی اور (دوسرا) سجدہ کیا، پھر تکبیر کہی اور سیدھے کھڑے ہو گئے......الحدیث۔ اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے (آثار السنن)۔

<u>فائدہ</u>: اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ دونوں سجدوں کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور جس رکعت میں قعدہ نہ ہوتا اس میں جلسۂ استراحت نہ فرماتے، پس مالک بن حویرث کی وہ روایت جس سے جلسۂ استراحت کا ثبوت ہوتا ہے عذر پر محمول ہوگی کہ اخیر زندگی میں بوجہ ضعفِ بدن کے حضور ﷺ ذرا سہارا لے کر اٹھتے تھے، اسی کو راوی نے جلسہ سے تعبیر کر دیا۔

٨٠٧–حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں قدموں کے سروں کے بل اٹھ جاتے تھے (یعنی سجدہ کے بعد قعود نہ فرماتے تھے)۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے اور وہ یہی

الرجل فی الصلاة علی صدور قدمیه ، وخالد بن إیاس (الراوی فی هذا السند) ضعیف عند أهل الحدیث اه.

قلت : ولکن قال ابن عدی : أحادیثه کلها غرائب وافراد ، ومع ضعفه یکتب حدیثه اه ، کذا فی "تهذیب التهذیب" (٣: ٨١) ، ولا یخفی أن حدیثه هذا له شواهد صحیحة .

٨٠٨– قال الحافظ فی " الفتح " (٢: ٢٥٠) : فعند سعید بن منصور بإسناد ضعیف عن أبی هریرة ﷺ أنه کَانَ یَنْهَضُ عَلَی صُدُوْرِ قَدَمَیْهِ ، وعن ابن مسعود ﷺ مثله بإسناد صحیح.

٨٠٩– وعن إبراهیم : أَنَّهُ کَرِهَ أَنْ یَعْتَمِدَ عَلَی یَدَیْهِ إِذَا نَهَضَ اه .

باب ترک الإعتماد علی الیدین إذا نهض فی الصلاة

٨١٠– حدثنا محمد بن عبد الملک الغزال نا عبد الرزاق عن معمر عن إسماعیل بن أمیة عن نافع عن ابن عمر ﷺ، قال : " نَهَی رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنْ یَّعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلَی یَدَیْهِ إِذَا نَهَضَ فِی الصَّلَاةِ " رواه أبو داود (١: ٣٧٧) ، وسکت عنه ورجاله رجال الصحیح غیر محمد بن عبد الملک فلم یخرجاله ، وهو ثقة ، کما فی الحاشیة .

پسند کرتے ہیں کہ نماز میں آدمی اپنے پنجوں کے بل اٹھ جائے۔

٨٠٨- حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ابو ہریرہؓ کی اس حدیث کو ضعیف ظاہر کر کے فرمایا کہ ابن مسعود سے صحیح سند کے ساتھ اسی کے مثل مروی ہے۔

٨٠٩- حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ دوسرے سجدہ سے اٹھتے ہوئے ہاتھوں پر سہارا کر کے اٹھنے کو مکروہ جانتے تھے۔ اسکو حافظ نے فتح میں نقل کیا ہے جو ان کے قاعدہ کے موافق حسن ہے یا صحیح۔

باب نماز میں سجدہ سے اٹھنے کے وقت ہاتھوں پر سہارا ترک کرنے کا استحباب

٨١٠- حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ نماز میں سجدہ سے اٹھنے کے وقت آدمی دونوں ہاتھوں پر سہارا کرے۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

٨١١– عن عبد الجبار بن وائل عن أبيه : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ – فَذَكَرَ حَدِيثَ الصَّلاَةِ وَاَكْبَرُ عِلْمِيَ اَنَّهُ فِي حَدِيثِ مُحَمَّد بن جُحَادَةَ : وَاِذَا نَهَضَ نَهَضَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ ، وَاعْتَمَدَ عَلَى فَخِذِهِ ، . رواه أبو داود (١:٣٦) ، وسكت عنه ، رجاله كلهم ثقات ، وهو مختصر ، وعبد الجبار لم يسمع من أبيه ، ولكن الإنقطاع لا يضر عندنا ، كما مر غير مرة .

باب ترك رفع اليدين فى غير الإفتتاح والأمر بالسكون فى الصلاة

٨١٢– عن عبد الله بن القبطية عن جابر بن سمرة ﷺ قال : " خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ : مَالِيَ اَرَاكُمْ رَافِعِيْ اَيْدِيكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ؟ اُسْكُنُوا فِي الصَّلاَةِ " الحديث . رواه مسلم (١:١٨١) .

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے سجدے سے اٹھتے وقت اپنے ہاتھوں کا سہارا نہیں لینا چاہئے بلکہ اپنے قدموں کے سہارے اٹھا جائے جیسا کہ پچھلے باب کی احادیث اس پر دال ہیں۔ اور ایوب سختیانی کی وہ حدیث (جس میں ہاتھوں کے سہارے اٹھنے کا ذکر ہے) بڑھاپے پر محمول ہے۔

٨١١- حضرت عبدالجبار بن وائل سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی، پھر لمبا قصہ بیان کیا اور میرا غالب گمان یہ ہے کہ محمد بن جحادہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ اٹھتے تھے تو آپ ﷺ گھٹنوں کے بل اٹھتے اور اپنی ران پر زور دے کر اٹھتے۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ نماز میں اٹھتے ہوئے زمین پر اعتماد نہ کرتے تھے بلکہ زانو پر زور دے کر اٹھتے تھے اور یہی قول حنفیہ کا ہے۔

باب تکبیرِ افتتاح کے سوا رفع یدین کو ترک کرنا

٨١٢- حضرت جابر بن سمرۃؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس (نماز پڑھنے کی حالت میں) تشریف لائے (اور ہم ہاتھوں کو نماز میں اٹھا رہے تھے) تو فرمایا کہ میں تم کو (نماز میں) شریر گھوڑوں کی دم کی طرح ہاتھ اٹھائے ہوئے کیوں دیکھتا ہوں؟، نماز میں ساکن و مطمئن رہو۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سکون مطلوب ہے اور ہاتھ اٹھانا سکون کے خلاف ہے اور جب سلام کے وقت یہ فعل سکون کے خلاف ہے حالانکہ وہ من وجہ خارج از صلوٰۃ بھی ہے تو وسط صلوٰۃ میں کیونکر خلاف سکون نہ ہوگا؟ اور تکبیر تحریمہ نماز سے بالکل خارج ہے لہٰذا اس وقت ہاتھ اٹھانے کو نماز میں ہاتھ اٹھانا نہیں کہہ سکتے، پس وہ اس حدیث کا مصداق نہیں۔

٨١٣– عن علقمة قال : قال عبد الله بن مسعود ﷺ : " اَلَا أُصَلِّيْ بِكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ، فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ اَوَّلِ مَرَّةٍ ". رواه الترمذى (١:٣٥) ، وقال : وفى الباب عن البراء بن عازب ، وقال : حديث حسن ، وبه يقول غير واحد من أهل العلم من أصحاب النبى ﷺ والتابعين ، وهو قول سفيان وأهل الكوفة اه ، ورجاله رجال مسلم ، كذا فى " الجوهر النقى " (١:١٣٧) ، وصححه ابن حزم ، كذا فى " التلخيص الحبير " (١:٨٣) ، ورواه النسائى أيضا ، كما سيأتى .

٨١٤– أخبرنا سويد بن نصر حدثنا عبد الله بن المبارك عن سفيان عن عاصم ابن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة عن عبد الله ﷺ قال : اَلَا أُخْبِرُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ؟ قال : فَقَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ اَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ لَمْ يُعِدْ ، (وفى نسخة ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْ) رواه النسائى (١:١٥٨) ، وسكت عنه ، وفى " التعليق الحسن " (١:١٠٤) : هذا إسناد صحيح اه . قلت : رجاله رجال الصحيحين غير سويد ، وهو ثقة ، وإلا عاصم فهو من رجال مسلم ثقة .

٨١٥– عن الأسود قال : " رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ اَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ ". رواه الطحاوى ، وقال : وهو حديث صحيح اه ، وفى " الدراية " (ص– ٨٥)

٨١٣–حضرت علقمہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے (ایک مرتبہ) فرمایا کیا میں تم کو حضور ﷺ کی سی نماز نہ پڑھاؤں؟ اس کے بعد انہوں نے نماز پڑھائی اور سوائے اول مرتبہ کے ہاتھ نہیں اٹھائے۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس باب میں حضرت براء بن عازبؓ سے بھی روایت ہے اور یہ حدیث حسن ہے اور اصحاب نبی ﷺ اور تابعین میں بہت سے اہل علم کا مذہب یہی ہے اور یہی قول سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا ہے۔

٨١٤–حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کیا میں تمہیں حضور ﷺ کی نماز نہ بتاؤں؟ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ کھڑے ہوئے اور پہلی تکبیر (تحریمہ والی) میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور باقی نماز میں نہیں اٹھائے۔ اس حدیث کو نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور تعلیق حسن میں کہا ہے کہ نسائی کی سند صحیح ہے۔

٨١٥–اسود سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو پہلی تکبیر میں اٹھاتے

: رجاله ثقات اه .

٨١٦– ثنا يحيى بن آدم عن حسن بن عياش عن عبد الملك بن أبجر عن الزبير ابن عدى عن إبراهيم عن الأسود قال : " صَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ إِلَّا حِينَ اِفْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَرَأَيْتُ الشعبى وإبراهيم وأبا إسحاق لا يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ إِلَّا حِيْنَ يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلَاةَ " . أخرجه ابن أبى شيبة فى " المصنف " ، وسنده صحيح على شرط مسلم . وقال الطحاوى : ثبت ذلك عن عمر ، كذا فى " الجوهر النقى " (١٣٤:١) ، وقال : الحسن بن عياش ثقة حجة ، قد ذكر ذلك يحيى بن معين وغيره اه (معانى الآثار ١٣٤:١) .

٨١٧– عن : عاصم بن كليب عن أبيه : " أَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ مِّنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بعْدُ " . رواه الطحاوى (١٣٢:١) . وقال الزيلعى (٢١١:١) : وهو أثر صحيح اه. وفى الدراية (ص–٨٥) : رجاله ثقات ، وفى التعليق الحسن (١٠٧:١) : وقال العينى فى عمدة القارى : إسناد حديث عاصم بن كليب صحيح على شرط مسلم .

٨١٨– عن : مجاهد : قال : " صَلَّيْتُ خَلْفَ ابنِ عُمَرَ ، فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي

تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور درایہ میں ہے کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

٨١٦- اور حضرت عمرؓ کی حدیث کو ابن ابی شیبہ نے بھی اپنے مصنف میں ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جس کے راوی مسلم کے راوی ہیں، چنانچہ اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے بجز ابتداء نماز کے اور کسی وقت ہاتھ نہیں اٹھائے، راویٔ حدیث (زبیر بن عدی) کہتے ہیں کہ میں نے شعبی اور ابراہیم نخعی اور ابو اسحٰق کو دیکھا کہ وہ بھی بجز ابتداء نماز کے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے (جوہر النقی)۔

٨١٧- عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے ہاتھ نماز کی اول تکبیر میں اٹھاتے تھے پھر اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور زیلعی نے کہا ہے کہ یہ اثر صحیح ہے اور درایہ میں ہے کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

٨١٨- حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے (عبداللہ) بن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ بجز پہلی تکبیر کے باقی

التَّكْبِيْرَةِ الأُوْلٰى مِنَ الصَّلاَةِ " . رواه الطحاوی وأبو بكر بن أبی شيبة والبيهقی فی المعرفة وسنده صحيح ، كذا فی آثار السنن (١٠٨:١) .

٨١٩– ثنا : وكيع عن مسعر عن أبی معشر أظنه زياد بن كليب التميمی عن إبراهيم عن عبد الله ﷺ : " أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ مَا يَفْتَتِحُ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا " . رواه ابن أبی شيبة ، وهذا سند صحيح ، كذا فی الجوهر النقی (١٣٩:١) . وإبراهيم لم يسمع من ابن مسعود ، ولكن مرسله عنه فی حكم الموصول كما مر غير مرة . قال الطحاوی (١٣٣:١) : كان إبراهيم إذا أرسل عن عبد الله لم يرسله إلا بعد صحته عنده وتواتر الرواية عن عبد الله اه.

٨٢٠– ثنا : وكيع وأبو أسامة عن شعبة عن أبی إسحاق قال : " كَانَ أَصْحَابُ عبدِ اللهِ (هو ابن مسعود) وأصحابُ عليٍّ لَا يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ إِلَّا فِيْ اِفْتِتَاحِ الصَّلاَةِ ، قالَ وكيع : ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ " . رواه أبو بكر ابن أبی شيبة فی مصنفه ، وإسناده صحيح جليل (الجوهر النقی ١٣٩:١).

٨٢١– عن : محمد بن جابر عن حماد بن أبی سليمان عن إبراهيم عن علقمة عن

نماز میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔ اسکو طحاوی وابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے بھی (کتاب) المعرفت میں اسکی تخریج کی ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن)۔

۸۱۹- حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ عبداللہؓ (بن مسعود) اپنے ہاتھ شروع نماز میں اٹھایا کرتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے راویت کیا ہے اور یہ سند صحیح ہے (جوہر النقی)۔

۸۲۰- شعبہ ابواسحٰق سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ و اصحاب علیؓ اپنے ہاتھوں کو بجز افتتاح صلوٰۃ کے نہیں اٹھاتے تھے، وکیع نے کہا کہ پھر دوبارہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ اسکو بھی ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح جلیل ہے۔ (جوہر النقی)۔

فائدہ: اور ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی کے اصحاب ان دونوں حضرات کے موافق عمل کرتے تھے تو ثابت ہوا کہ ان دونوں کا یہی مذہب تھا، نیز ان دونوں حضرات کے شاگرد اور اصحاب بہت کثرت سے تھے اس سے معلوم ہوا کہ تابعین کا زیادہ طبقہ اس مسئلہ میں حنفیہ کے موافق تھا۔

ابن مسعود ﷺ: " صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَلَمْ يَرْفَعُوا أَيْدِيَهُمْ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ ". أخرجه البيهقى، وإسناده جيد كذا فى الجوهر النقى (١٣٨:١).

٨٢٢– حدثنا: ابن أبى داود قال: ثنا نعيم بن حماد قال: ثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة عن عبد الله ﷺ عن النبى ﷺ: "أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ، ثُمَّ لَا يَعُودُ". حدثنا: محمد بن النعمان قال: ثنا يحيى بن يحيى قال: ثنا وكيع عن سفيان، فذكر مثله بإسناده، رواهما الطحاوى.

قلت: ابن أبى داود ثقة، وقد صحح الطحاوى (١٣٣:١) حديثه، وهو أثر عمر الذى مر فى المتن. ونعيم بن حماد من رجال الصحيحين، وتابعه يحيى وهو ثقة ثبت إمام من رجال الشيخين، كما فى التقريب (ص–٢٣٨) ومحمد بن نعمان هذا ثقة، كما فيه أيضا (ص–١٩٧). وبقية رجال السندين ثقات من رجال الصحيح، إلا عاصما، فهو من رجال مسلم.

٨٢٣– حدثنا: وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة عن عبد الله ﷺ قال: " أَلَا أُرِيكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً". رواه ابن أبى شيبة فى المصنف (آثار السنن ١:١٠٤).

۸۲۱–علقمہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ وعمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور یہ حضرات بجز ابتداء نماز کے (اور) کسی وقت ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔ اسکو بیہقی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد جید ہے۔ (جوہر النقی)۔

فائدہ: اور حضرت علیؓ کا ذکر اوپر گذر چکا کہ وہ بھی بجز تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہ کرتے تھے اور حضرت عثمانؓ کے متعلق رفع یدین کرنا کسی روایت سے ثابت نہیں، پس معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں خلفاء راشدین کا طرز عمل حنفیہ کی تائید کرتا ہے۔

۸۲۲–نیز علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھوں کو اول تکبیر میں اٹھاتے تھے پھر دوبارہ نہ اٹھاتے تھے۔ اس کو طحاوی نے دو سند سے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

۸۲۳–نیز علقمہ حضرت عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی سی نماز نہ پڑھاؤں؟

قلت : ورجاله رجال الصحيحين إلا عاصم ، فهو من رجال مسلم ، ورواه أحمد بهذا السند بعينه عن علقمة ، قال : قال أبن مسعود ﷺ : " اَلاَ أُصَلِّیْ لَکُمْ صَلاَةَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ؟ قَالَ : فَصَلّٰی ، فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ اِلاَّ مَرَّةً " کذا فی آثار السنن (١:١٠٤) . وأخرجه أبو داود (١:١١٦) وسکت عنه ، حدثنا عثمان بن أبی شیبة نا وکیع بنحو حدیث أحمد سندا ومتنا ، ثم قال : حدثنا الحسن بن علی نا معاویة وخالد بن عمرو وأبو حذیفة قالوا : نا سفیان بإسناده بهذا ، قال : " فَرَفَعَ یَدَیْهِ فِی اَوَّلِ مَرَّةٍ " وقال بعضهم : " مَرَّةً وَاحِدَةً " اه . وسکت عنه .

٨٢٤– أخبرنا : محمد بن أبان بن صالح عن عبد العزیز بن حکیم قال : " رَاَیْتُ اِبْنَ عُمَرَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حِذَاءَ اُذُنَیْهِ فِی اَوَّلِ تَکْبِیْرَةِ افْتِتَاحِ الصَّلاَةِ ، وَلَمْ یَرْفَعْهُمَا فِیْمَا سِوٰی ذٰلِكَ " . أخرجه الإمام محمد بن الحسن فی الموطا (ص–٩٠) . ورجاله ثقات إلا محمد ابن أبان ، قال فی اللسان : قال النسائی : کوفی لیس بثقة ، وقال ابن حبان : ضعیف ، وقال أحمد : لم یکن یکذب ، وقال ابن أبی حاتم : سألت أبی عنه فقال : لیس بالقوی ، یکتب حدیثه ولا یحتج به ، وقال البخاری فی التاریخ : یتکلمون فی حفظه لا یعتمد علیه اه ، کذا فی تعلیق الموطا (ص–٧٤). قلت : فهو صالح فی المتابعات لا سیما ومحمد ابن الحسن مجتهد ، واحتجاجه بحدیث تصحیح له کما سیأتی فی الحاشیة .

پھر انہوں نے بجز ایک مرتبہ کے ہاتھ نہیں اٹھائے۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور مسند احمد میں یہ الفاظ ہیں کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے سامنے حضور ﷺ کی نماز نہ پڑھوں؟ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپؓ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ ہی آپؓ نے ہاتھ اٹھائے (یعنی تکبیر تحریمہ میں) اور اسکے راوی شیخین کے راوی ہیں بجز عاصم کے کہ وہ مسلم کے راوی ہیں اور اسکو ابوداود نے بھی مختلف سندوں سے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

٨٢٤- عبدالعزیز بن حکیم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو کانوں کے مقابل اول تکبیر افتتاح صلوٰۃ میں اٹھاتے تھے اور اس کے سوا کسی موقعہ میں نہیں اٹھاتے تھے۔ اس کو امام محمد نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور امام محمدؒ مجتہد ہیں انہوں نے اس حدیث سے احتجاج کیا ہے اور مجتہد کا کسی حدیث سے احتجاج کرنا اس کی تصحیح ہے، پس اس قاعدہ سے یہ حدیث صحیح ہے۔

٨٢٥– أخبرنا : يعقوب (هو الإمام أبو يوسف القاضى) بن إبراهيم أخبرنا حصين ابن عبد الرحمن قال : دخلت أنا وعمرو بن مرة على إبراهيم النخعى ، قال عمرو : حدثنى علقمة بن وائل الحضرمى عن أبيه : " اَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَرَآهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا كَبَّرَ وَاِذَا رَفَعَ ، قَالَ إبراهيمُ : مَا اَدْرِىْ لَعَلَّهُ لَمْ يَرَ النَّبِىَّ ﷺ يُصَلِّىْ اِلَّا ذٰلِكَ الْيَوْمَ ، فَحَفِظَ هٰذَا مِنْهُ وَلَمْ يَحْفَظْ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ وَاَصْحَابُهُ ، مَا سَمِعْتُهُ مِنْ اَحَدٍ مِنْهُمْ ، اِنَّمَا كَانُوْا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِى بَدْءِ الصَّلَاةِ حِيْنَ يُكَبِّرُوْنَ " . أخرجه الإمام محمد فى الموطا (ص–٩٠) ورجاله ثقات .

٨٢٦– أبو حنيفة : عن حماد عن إبراهيم عن الأسود : " اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِى اَوَّلِ التَّكْبِيْرِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ اِلٰى شَىْءٍ مِنْ ذٰلِكَ ، وَيَأْثِرُ ذٰلِكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ " . أخرجه أبو محمد البخارى الحارثى عن رجاء بن عبد الله النهشلى عن شقيق ابن إبراهيم (هو البلخى الزاهد) عن أبى حنيفة ، كذا فى جامع مسانيد الإمام (٣٥٥:١) . قلت : سند أبى حنيفة رجاله كلهم ثقات ، والرواة النازلة عنه بعضهم قد تكلم فيه ، وسيأتى تفصيله فى الحاشية ، وبالجملة فهو صالح فى المتابعات .

٨٢٥–حصین بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں اور عمرو بن مرہ ابراہیم نخعیؒ کے پاس گئے تو عمرو بن مرہ نے کہا کہ مجھ سے علقمہ بن وائل حضرمی نے اپنے باپ کے واسطہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ تکبیر (تحریمہ) کے وقت بھی ہاتھ اٹھاتے تھے اور رکوع کرتے ہوئے بھی اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے بھی، ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ شاید وائل بن حجرؓ نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے (صرف اسی دن دیکھا ہوگا) اس دن کے سوا کبھی نہیں دیکھا اسی لئے انہوں نے حضور ﷺ کا یہ فعل یاد رکھا اور ابن مسعودؓ اور ان کے اصحابؒ نے اس کو یاد نہ رکھا، میں نے ان میں سے کسی سے یہ بات نہیں سنی، پس یہ حضرات تو اپنے ہاتھ شروع نماز کے وقت تکبیر کہتے ہوئے اٹھاتے تھے۔ اسکو امام محمد نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

٨٢٦–حضرت امام ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم نخعیؒ سے وہ اسود سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ اپنے ہاتھ اول تکبیر میں اٹھاتے تھے، پھر کبھی نہیں اٹھاتے تھے اور اس کو رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے تھے۔ اسکو جامع المسانید میں روایت کیا ہے۔

٨٢٧– حدثنی : ابن أبی داود قال : لنا أحمد بن یونس قال : ثنا أبو بکر بن عیاش قال : " مَا رَأَیْتُ فَقِیهاً قَطُّ یَفْعَلُهُ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِی غَیْرِ التَّکْبِیْرَةِ الأُوْلٰی " . رواه الطحاوی (١٣٤:١) ورجاله رجال الصحیح إلا ابن أبی داود هو ثقة کما مر .

٨٢٨– عن : شریك عن یزید بن أبی زیاد عن عبد الرحمن بن أبی لیلی عن البراء ﷺ : " أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ إِذَا اِفْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ یَدَیْهِ اِلٰی قَرِیْبٍ مِنْ أُذُنَیْهِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ". أخرجه أبو داود (٢٢:٢ مع بذل المجهود) وقال : حدثنا عبد الله بن محمد الزهری

٨٢٧–حضرت ابوبکر بن عیاشؒ (جو کبار اتباع تابعین میں سے ہیں) فرماتے ہیں کہ میں نے کسی عالم کو کبھی نہیں دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو تکبیر اولیٰ کے سوا کبھی اٹھاتا ہو۔اس کو طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمانہ تابعین میں رکوع وغیرہ کے وقت رفع یدین متروک العمل تھا، کیونکہ ابوبکر بن عیاش اتباع تابعین میں بڑے طبقہ کے شخص ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی عالم فقیہ کو رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا سوائے تکبیر تحریمہ کے اور یہ علامت ہے رکوع وغیرہ میں رفع یدین کے منسوخ ہونے کی، علاوہ ازیں بعض احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے اور بعض صحیح احادیث سے سجدہ کے موقع میں بھی رفع یدین ثابت ہوتا ہے اوران مواقع میں اتفاقاً اسکو منسوخ کہا جاتا ہے، پس حنفیہ کہتے ہیں کہ رکوع میں بھی رفع یدین پہلے تھا، پھر منسوخ ہوگیا جیسا کہ عبد اللہ بن مسعودؓ وحضرت عمرؓ وحضرت علیؓ وغیرھم کے اقوال وافعال سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ ان حضرات نے حضور ﷺ سے صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کو روایت کیا ہے اوراس کے ماسوا سے اس کی نفی کی ہے اور خود بھی ان کا عمل اسی طرح تھا، پھر قیاس بھی اسی کی تائید کرتا ہے کہ نماز کے اندر رفع یدین نہ کیا جائے کیونکہ نماز محل سکون ہے نہ کہ محل حرکت اور ظاہر ہے کہ جب احادیث میں تعارض ہو تو اقوال صحابہ سے کسی ایک کو ترجیح دی جاتی ہے اور اگر اقوال صحابہ بھی مختلف ہوں تو پھر قیاس سے ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دی جاتی ہے اور یہاں قیاس ان احادیث کو ترجیح دیتا ہے جن میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے، کیونکہ تکبیر تحریمہ نماز سے خارج ہے اس وقت رفع یدین کا حرج نہیں بخلاف رکوع وسجود کے کہ وہ داخل نماز ہیں، اس وقت رفع یدین سکون مطلوب کے منافی ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ رفع یدین کے مسئلہ میں حنفیہ قیاس سے کام لیتے ہیں اور ان کے پاس احادیث نہیں ہیں، کیونکہ ہم متن میں بہت سی احادیث صحیحہ وحسنہ بیان کر چکے ہیں جو مذہب حنفیہ کی تائید کرتی ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب اس مسئلہ میں دونوں طرف احادیث ہیں تو ہم نے قیاس سے اپنے مؤید احادیث کو ان کے معارض پر ترجیح دی ہے اور ایسا سب ائمہ کرتے ہیں ورنہ تعارض احادیث کے وقت پھر کسی جانب عمل نہیں ہو سکے گا، خوب سمجھ لو! واللہ اعلم۔

٨٢٨–حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو کانوں کے قریب

نا سفيان عن يزيد نحو حديث شريك لم يقل : " ثُمَّ لَا يَعُوْدُ " ، قال سفيان : قال لنا بالكوفة بعد : " ثُمَّ لَا يَعُوْدُ " ، قال أبو داود : روى هذا الحديث هشيم وخالد وابن إدريس ، لم يذكروا " ثُمَّ لَا يَعُوْدُ " ، ثم أخرج عن وكيع عن ابن أبي ليلى عن أخيه عيسى عن الحكم عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن البراء بن عازب ﷺ قال : " رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ اِفْتَتَحَ الصَّلَاةَ ، ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا حَتّٰى انْصَرَفَ " قال أبو داود : هذا الحديث ليس بصحيح اه . قلت : نعم ! ولكنه حسن كما سنذكره في الحاشية .

٨٢٩– حدثنا : أبو بكرة قال : ثنا مؤمل قال : ثنا سفيان عن المغيرة قال : قلت لابراهيم حديث وائل ﷺ : " أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ ، فَقَالَ : اِنْ كَانَ وَائِلٌ رَآهُ مَرَّةً يَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَدْ رَآهُ عَبْدُ اللهِ خَمْسِيْنَ مَرَّةً لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ " . رواه الطحاوى (١٣٢:١) . قلت : سند حسن رجاله كلهم ثقات إلا مؤمل بن إسماعيل فمختلف فيه ، وثقه بعضهم وتكلم فيه آخرون ، وفي التقريب (ص–٢١٩) : صدوق سيء الحفظ اه ، ولما رواه شاهد من رواية أبي يوسف القاضي عن حصين بن عبد الرحمن وعمرو بن مرة عن النخعي وقد ذكرناه قبل .

تک اٹھاتے ، پھر دوبارہ ایسا نہ کرتے ۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی سب ثقہ ہیں ۔ پس یہ حدیث حسن صالح ہے ۔

٨٢٩- مغیرہ سے روایت ہے کہ میں نے ابراہیم نخعیؒ سے وائل کی حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو افتتاح صلوٰۃ میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا اور رکوع کرتے ہوئے بھی اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے بھی ، تو ابراہیمؒ نے کہا کہ اگر وائلؓ نے حضور ﷺ کو ایک بار ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے تو عبداللہ (بن مسعودؓ) نے آپ کو پچاس مرتبہ ایسا نہ کرتے ہوئے دیکھا ہے ۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے اور اسکے راوی سب ثقہ ہیں مگر مؤمل بن اسمٰعیل میں بعض کو کلام ہے بعض نے ان کی توثیق کی ہے اور بخاری نے صحیح میں تعلیقاً ان سے روایت کی ہے اور اس روایت کیلئے ایک شاہد صحیح بھی پہلے گذر چکا ہے ، پس اثر کے حسن ہونے میں شبہ نہیں ۔

<u>فائدہ</u>:(١): ابراہیم نخعیؒ کا مطلب یہ ہے کہ وائل بن حجرؓ قلیل الصحبت ہیں اور ابن مسعودؓ طویل الصحبت ہیں ، وائلؓ نے حضور ﷺ کے ساتھ معدودے چند نمازیں پڑھی ہونگی اور ابن مسعودؓ نے بکثرت نمازیں پڑھی ہیں ، اس لئے ابن مسعودؓ کی روایت کو وائلؓ کی روایت پر ترجیح ہے ، اور اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ رفع یدین کی روایت انہی صحابہ سے ہے جو قلیل الصحبت یا صغیر السن ہیں اور ترک رفع کی روایت زیادہ تر ان صحابہ سے مروی ہے جو قدیم الصحبت وطویل الصحبت اور کبیر السن ہیں اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک

نماز کی صف اول میں مہاجرین اولین اور اجلہ صحابہ ہی کھڑے ہوتے تھے، پس ان کی روایت دوسروں کے مقابلہ میں راجح ہوگی اور اس پر جو بعض علماء نے اعتراض کیا ہے کہ ابن مسعودؓ تو رسول اللہ ﷺ کی بہت سی باتوں کو بھول گئے تھے ممکن ہے رفع یدین کو بھی بھول گئے ہوں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ ابن مسعودؓ کی طرف نسیان کی نسبت کرنا بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل ہے اور بعض باتوں میں جو وہ دیگر صحابہؓ سے متفرد ہیں اس کو نسیان پر محمول نہیں کر سکتے بلکہ اس پر محمول کیا جاتا ہے کہ ابن مسعودؓ کو اس کے خلاف کی خبر نہیں پہنچی اور مسئلہ ترک رفع یدین میں ابن مسعود متفرد نہیں ہیں بلکہ حضرت علیؓ و حضرت عمرؓ و حضرت براء بن عازبؓ وغیرہم ان کی موافقت کر رہے ہیں اس میں نسیان و تفرد کا احتمال نہیں چل سکتا۔ خوب سمجھ لو!۔

فائدہ: (۲): بعض صحیح احادیث میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر ہے، بعض محققین نے مذکورہ بالا صحیح احادیث و آثار کی روشنی میں اسکی یہ توجیہ کی ہے کہ رفع یدین کا عمل ابتدائی دور کا واقعہ ہے جو بعد میں متروک ہو گیا، اگر عہد نبوت کے آخری دور میں رفع یدین کا عمل متروک نہ ہوتا تو خلفائے راشدینؓ (بالخصوص حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ) جو اپنے دور میں سب کے امام و پیشوا تھے وہ اسے ہرگز ترک نہ کرتے، اور نہ ان کے ترک پر صحابہ کرامؓ خاموش رہتے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ عہد نبوت میں وحی الٰہی سے دوسرے احکام کی طرح نماز کے احکام کی تکمیل تدریجاً ہوتی رہی ہے۔ نماز میں پہلے کلام و سلام جائز تھا، جو بالاجماع بعد میں منسوخ ہوا جیسا کہ درج ذیل صحیح مرفوع احادیث سے واضح ہے:

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ ﷺ قَالَ کُنَّا نَتَکَلَّمُ فِی الصَّلٰوۃِ حَتّٰی نَزَلَتْ ﴿وَ قُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ﴾ فَاُمِرْنَا بِالسُّکُوْتِ وَنُهِیْنَا عَنِ الْکَلَامِ.

ترجمہ: حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ ہم نماز میں کلام کرتے تھے حتیٰ کہ آیت کریمہ ''وقوموا للہ قانتین'' نازل ہوئی تو ہمیں نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔ (بخاری، ۱:۱۶۰، باب ما ینھی من الکلام فی الصلوٰۃ، مسلم، ۱:۲۰۴، باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ)۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کی طویل حدیث میں ہے:

اُحِیْلَتِ الصَّلٰوۃُ ثَلٰثَۃَ اَحْوَالٍ وَاُحِیْلَتِ الصِّیَامُ ثَلٰثَۃَ اَحْوَالٍ اھ.

ترجمہ: نماز و روزہ میں تین مرتبہ تبدیلی ہوئی (آگے حدیث میں ان تبدیلیوں کو تفصیل سے ذکر کیا ہے)۔ (ابوداود، ۱:۸۲، باب کیف الاذان، مسند امام احمد، ۵:۲۴۶)۔

اسلام کے ابتدائی دور میں تکبیر تحریمہ اور رکوع کے علاوہ بھی نماز کے ہر انتقال اور ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا عمل کیا جاتا تھا جس کی تفصیل یہ ہے:

سجدہ میں رفع یدین: امام نسائیؒ نے اس پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے ''باب رفع الیدین للسجود'' یعنی سجدہ میں رفع یدین کا باب۔ (۱:۱۶۵)۔ اور حضرت مالک بن الحویرثؓ کی یہ مرفوع حدیث لائے ہیں:

اِنَّهٗ رَاٰیَ النَّبِیَّ ﷺ رَفَعَ یَدَیْهِ فِیْ صَلٰوتِهٖ اِذَا سَجَدَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ. ترجمہ: حضرت مالکؓ نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے جب سجدہ کیا اور جب سجدہ سے سر اٹھایا تو رفع یدین کیا۔ (نسائی، ۱:۱۶۵)۔

امام نسائیؒ پھر جلد اول ص-۱۷۲ پر دوبارہ ''باب رفع الیدین عند الرفع من السجدۃ الاولی قائم کر کے حضرت مالکؓ کی مذکورہ بالا حدیث لائے ہیں۔

''نسائی کی یہ حدیث صحیح ہے''۔ (فتح الباری، ۲:۱۸۵)۔

سجدہ میں رفع یدین درج ذیل احادیث سے بھی ثابت ہے:

حضرت انسؓ کی مرفوع حدیث۔ (مسند ابو یعلیٰ، سند صحیح)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرفوع حدیث۔ (طبرانی، سند صحیح)۔

حضرت وائل بن حجرؓ کی مرفوع حدیث۔ (دار قطنی، سند صحیح)۔

حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث۔ (نسائی)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع حدیث۔ (ابن ماجہ)۔

دوسری رکعت کی طرف اٹھتے وقت رفع یدین: حضرت علیؓ کی مرفوع حدیث ہے:

وَاِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَیْنِ رَفَعَ یَدَیْهِ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب دو سجدوں سے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے۔ (ابو داود، ۱:۱۱۶، و ترمذی، نسائی، ابن ماجہ و مسند امام احمد)۔ امام احمد اور امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک، ۱:۲۰۴)۔

یہ رفع یدین حضرت ابن عباسؓ اور حضرت مالک بن حویرثؓ کی صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے جو نسائی اور طحاوی میں مروی ہیں۔ (اوجز المسالک، ۱:۲۰۴)۔

تیسری رکعت کی طرف اٹھتے وقت رفع یدین: امام بخاریؒ نے اس مسئلہ پر مستقل باب قائم کیا ہے ''باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین''، یعنی دو رکعت کے بعد اٹھتے وقت رفع یدین کا باب۔

پھر اس کے تحت حضرت ابن عمرؓ کی یہ حدیث لائے ہیں جو مرفوع بھی ہے اور موقوف بھی۔

اِنَّ ابْنَ عُمَرَؓ کَانَ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ رَفَعَ یَدَیْهِ وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَؓ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ. (بخاری ۱:۱۰۲ و ابو داود)

باب هيئة جلسة التشهدين والإشارة

۸۳۰– عن : وائل بن حجر ﷺ قال : " قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ ، قُلْتُ : لَأَنْظُرَنَّ إِلٰى صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا جَلَسَ يَعْنِيْ لِلتَّشَهُّدِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى يَعْنِيْ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى ، وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى " . رواه الترمذی (۱:۳۸) وقال : حسن صحيح ، والعمل عليه عند أكثر أهل العلم اه .

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ جب دو رکعت سے کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے اور حضرت ابن عمرؓ نے اسکو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے اور مرفوع بیان کیا ہے۔

نیز یہ رفع یدین حضرت ابوحمیدؓ کی مرفوع صحیح حدیث اور حضرت علیؓ کی مرفوع صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے۔ (ابوداود باب افتتاح الصلوٰۃ)۔

نماز کی ہر تکبیر میں رفع یدین: حضرت جابرؓ کی مرفوع حدیث ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ كُلِّ تَكْبِيْرَةٍ مِنَ الصَّلٰوةِ .

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نماز کی ہر تکبیر میں رفع یدین فرماتے تھے۔ (مسند امام احمد)۔

حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی نماز کے متعلق ہے، اس میں بھی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا ذکر ہے۔ (ابوداود، ۱:۱۱۵)۔

حاصل کلام: جس طرح ان مختلف مقامات کی رفع یدین صحیح احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود ائمہٴ اربعہ کے ہاں دوسری صحیح احادیث کے قرینہ سے ابتدائی دور پر محمول ہے اور متروک ومنسوخ ہے، اسی طرح رکوع والی رفع یدین بھی صحیح احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود حنفیہ اور مالکیہ محققین علماء اور محدثین فقہاء کے ہاں مذکورہ بالا صحیح احادیث وآثار کی وجہ سے متروک ہے، بالخصوص صحیح مسلم کی قولی مرفوع صحیح حدیث " اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ " میں تو صراحۃً رفع یدین نہ کرنے کا حکم اور امر ہے۔

باب دونوں جلسوں میں بیٹھنے کی ہیئت اور اشارہ کرنا

۸۳۰–حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا اور میں نے (اپنے جی میں) کہا کہ میں ضرور رسول اللہ ﷺ کی نماز کو غور سے دیکھوں گا (چنانچہ تمام نماز کو دیکھا) جب آپ ﷺ تشہد کیلئے بیٹھے تو اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور اپنا ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور دائیں پاؤں کو کھڑا کیا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے اور کہا کہ اکثر اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔

٨٣١– وعنه ؛ قال : صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ، فَلَمَّا قعدَ وَتَشهَّدَ فرشَ قَدَمَهُ الْيُسْرٰی عَلَى الْاَرْضِ وَجَلَسَ عَلَيْهَا " . رواه سعيد بن منصور والطحاوى ، وإسناده صحيح (آثار السنن ١:١٢٣) .

٨٣٢– عن عباس بن سهل الساعدى قال : إجتمع أبو حميد وأبو أسيد وسهل ابن سعد ومحمد بن مسلمة ، فَذَكَرُوْا صَلاَةَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فقَالَ أبو حميد : " اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِصَلاَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ جَلَسَ يَعْنِىْ لِلتَّشَهُّدِ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰی وَاَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنٰى وَكَفَّهُ الْيُسْرٰی عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰی ، وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهٖ يَعْنِىْ السَّبَّابَةَ " . رواه الترمذى (١:٣٨) . وقال : حسن صحيح ، وبه يقول بعض أهل العلم .

٨٣٣– عن : رفاعة بن رافع ؓ أن النبى ﷺ قال للأعرابى : " اِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ بِسُجُوْدِكَ ، فَاِذَا جَلَسْتَ فَاجْلِسْ عَلٰى رِجْلِكَ الْيُسْرٰی " . رواه أحمد وابن أبى شيبة وابن حبان فى "صحيحه" (نيل الأوطار ٢:١٦٧) .

٨٣٤– عن : عبد الله بن عمر ؓ فى حديث طويل فيه وقال : " اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلاَةِ

٨٣١–حضرت وائل بن حجرؓ ہی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، تو جب آپ ﷺ بیٹھنے اور تشہد پڑھنے لگے تو بائیں پیر کو زمین پر بچھا کر اس پر بیٹھ گئے ۔اس کو سعید بن منصور اور طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

٨٣٢–حضرت عباس بن سہل ساعدی سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ ابوحمید نے فرمایا کہ میں حضور ﷺ کی نماز کے بارے میں تم سب سے زیادہ واقف ہوں، بیشک رسول اللہ ﷺ تشہد کیلئے بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں کو بچھایا اور دائیں پاؤں کے اگلے حصہ کو قبلہ کی طرف متوجہ فرمایا اور دائیں ہاتھ کو اپنے دائیں گھٹنے پر رکھا اور بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر رکھا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے اور کہا کہ بعض اہل علم اسی کے قائل ہیں۔

٨٣٣–حضرت رفاعہ بن رافعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعرابی سے فرمایا کہ جب سجدہ کرو تو سجدہ میں (زمین پر سرکو) خوب جماؤ اور جب بیٹھو تو بائیں پیر پر بیٹھو۔اسکو احمد وابن ابی شیبہ اور ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔(نیل الاوطار)۔

٨٣٤–حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نماز کی سنت یہ ہے کہ

اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى وَتَثْنِيَ الْيُسْرٰى ، فَقُلْتُ : اِنَّكَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ (أي التَّرَبُّعَ) فقال : اِنَّ رِجْلَايَ لَا تَحْمِلَانِيْ ". رواه البخاری (۱۱٤:۱) ورواه النسائی ولفظه : قال : " وَمِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ اَنْ تَنْصِبَ الْقَدَمَ الْيُمْنٰى وَاسْتِقْبَالَهٗ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ ، وَالْجُلُوْسَ عَلَى الْيُسْرٰى ". وإسناده صحیح ، کذا فی آثار السنن (۱۳۳:۱) .

۸۳۵– عن : عائشة رضی الله عنها قالت : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَسْتَفْتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَائَةَ بِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، وَكَانَ اِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَاْسَهٗ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ ، وَكَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ جَالِساً ، كَانَ يَقُوْلُ : فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ ، وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ، وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهٰى اَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ اِفْتِرَاشَ السَّبُعِ ، وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيْمِ ". رواه مسلم (۱۹٤:۱) .

۸۳٦– عن سمرة ﷺ : " نَهٰى (رَسُوْلُ اللهِ ﷺ) عَنِ الاِقْعَاءِ وَالتَّوَرُّكِ فِيْ

اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اور بائیں پاؤں کو موڑے (راوی کہتے ہیں) کہ میں نے عرض کیا کہ آپ تو ایسا کرتے ہیں (یعنی چہار زانو بیٹھتے ہیں) تو فرمایا کہ میرے پاؤں میرے بوجھ کو سہار نہیں سکتے ۔ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے اور نسائی نے بھی اور ان کے الفاظ یہ ہیں کہ نماز کی سنت دائیں قدم کو کھڑا کرنا اور اسکی انگلیوں کو قبلہ کی جانب کرنا اور بائیں پیر پر بیٹھنا ہے اور اسکی سند صحیح ہے ۔ (آثار السنن) ۔

فائدہ: صحابی کا سنت کہنا مرفوع کے حکم میں ہے، پس یہ حدیث قولی اور مرفوع ہے اور قاعدہ کلیہ کی حیثیت رکھتی ہے ۔

۸۳۵- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کو تکبیر اور قراءۃ کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع فرماتے تھے اور جب رکوع کرتے تو سر کو نہ بالکل اوپر اٹھالیتے اور نہ بالکل نیچے کی جانب جھکاتے تھے بلکہ ان کے درمیان کی حالت ہوتی تھی اور جب پہلے سجدے سے سر اٹھاتے تو اس وقت تک دوسرا سجدہ نہ کرتے تھے جب تک اطمینان سے نہ بیٹھ جاتے اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ہر دو رکعت میں التحیات پڑھنا (لازم) ہے اور اپنے بائیں پاؤں کو بچھا لیتے اور دائیں کو کھڑا رکھتے اور شیطان کی طرح ایڑی پر بیٹھنے سے منع فرماتے اور درندے کی طرح کلائی کو (سجدہ میں) بچھانے سے بھی منع فرماتے اور نماز کو سلام سے ختم فرماتے تھے ۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے ۔

۸۳٦- حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں ایڑی پر بیٹھنے اور سرین پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے ۔

الصَّلَاةِ ". رواه الحاكم فی المستدرك والبيهقی (كنز العمال ٤:٤ ١٠) . وإسناد المستدرك صحيح علی قاعدة كنز العمال ، وأورده فی العزيزی (٣٨٩:٢) عن أنس مرفوعا به وعزاه إلی الإمام أحمد والبيهقی ثم قال : وقال العلقمی : بجانبه علامة الصحة اه .

اسکو حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں روایت کیا ہے (کنز العمال) اور علامہ سیوطی کے قاعدہ پر حاکم کی روایت صحیح ہے۔

فائدہ: یہ حدیث "تورک" کے ممنوع فی الصلوٰۃ ہونے پر صراحۃً دال ہے جس کو شافعیہ وغیرہ تشہد اخیر میں مسنون کہتے ہیں اور ان کی دلیل ابوحمید ساعدیؓ کی حدیث ہے جس کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشہد اخیر میں "تورک" کرتے تھے، یعنی دونوں پیروں کو دائیں طرف نکال کر سرین پر بیٹھتے تھے، مگر اس حدیث میں اولاً تو سند کے اندر کلام ہے کیونکہ محمد بن عمرو بن عطاء جو ابوحمید ساعدیؓ سے روایت کرتے ہیں ان کا سماع ابوحمیدؓ سے مشکوک ہے، چنانچہ ابوداود وغیرہ کی بعض روایات میں محمد بن عمرو اور ابوحمیدؓ کے درمیان عباس بن سہل کا واسطہ مذکور ہے (مگر اس میں "تورک" کا ذکر نہیں اور جس میں واسطہ کے ساتھ "تورک" کا ذکر ہے اس میں واسطہ مجہول ہے جیسا کہ طحاوی نے بیان کیا ہے) نیز بعض روایات میں محمد بن عمرو یوں کہتے ہیں کہ ابوحمید ساعدی نے دس صحابہ کے سامنے جن میں ابوقتادہ بھی تھے یہ حدیث بیان کی ہے، اور ابوقتادہ کو محمد بن عمرو بوجہ صغرسنی کے نہیں پاسکتے کیونکہ ابوقتادہ نے صحیح اور معتمد قول میں خلافت علیؓ کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی ہے اور حضرت علی نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور حضرت علیؓ کا وصال ۴۰ھ میں ہوا ہے، تو ابوقتادہ کا وصال اس سے بھی پہلے ہوا اور محمد بن عمرو نے ایک سو بیس ۱۲۰ھ میں وفات پائی ہے اور ان کی عمر اسی (۸۰) سے کچھ زیادہ تھی اس حساب سے وہ ابوقتادہ کے وصال کے وقت یا تو پیدا ہونے کے قریب تھے یا پیدا ہو چکے تھے، مگر روایت وسماع کے قابل نہ تھے، طحاوی نے اس کو بیان کیا ہے اور ابن عبدالبر وغیرہ نے اس کو صحیح کہا ہے، اور ثانیاً بعد تسلیم صحت حدیث "تورک" کے حنفیہ یوں کہتے ہیں کہ وہ حدیث فعلی ہے اور سمرہؓ کی یہ روایت جس میں نماز میں "تورک" سے ممانعت ہے قولی ہے، اور قول فعل پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ فعل میں عذر وغیرہ کے احتمالات پیدا ہو سکتے ہیں جو قول میں نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ حجت واضحہ ملزمہ ہے، دوسرے وہ مبیح ہے اور یہ محرم ہے اور محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے، پس حدیث سمرہ پر عمل لازم ہے اور حدیث ابوحمید کو حالت عذر پر محمول کیا جائے گا، دوسرے عبد اللہ بن عمرؓ نے بخاری وغیرہ کی روایت میں تصریح کی ہے کہ نماز کی سنت یہ ہے کہ دائیں پیر کو کھڑا کیا جائے اور بائیں پیر پر بیٹھا جائے اور انہوں نے "تورک" کو سنت صلوٰۃ نہیں کہا، اگر "تورک" قعدۂ اخیرہ میں مسنون ہوتا تو وہ اس سنت کو بھی ضرور بیان فرماتے کیونکہ سکوت موضع بیان میں بیان ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ نے بھی حضور ﷺ کی عادت یہ بیان کی ہے کہ آپ دائیں پیر کو کھڑا کرتے اور بائیں کو بچھاتے تھے، انہوں نے بھی "تورک" کو نہیں بیان کیا حالانکہ وہ دونوں قعدوں کا حکم بیان فرما رہی ہیں کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ حضور ﷺ ہر دو رکعت میں التحیات پڑھنے کا امر فرماتے تھے ، یہ سب حدیثیں اوپر گذر چکی ہیں

٨٣٧– أخبرنا : مالك أخبرنا مسلم بن أبى مريم عن على بن عبد الرحمن المعاوى أنه قال : " رَآنِىْ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَاَنَا اَعْبَثُ بِالْحصى فِى الصَّلاَةِ ، فَلَمَّا انْصَرَفْتُ نَهَانِىْ ، وَقَالَ : اِصْنَعْ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ ، فقلت : كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ ؟ قال : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا جَلَسَ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى ، وَقَبَضَ اَصَابِعَهُ كُلَّهَا وَاَشَارَ بِالَّتِىْ تَلِى الاِبْهَامَ ، وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى ". رواه الإمام محمد بن الحسن فى " الموطا " (ص–١٠٦) ورجاله ثقات من رجال مسلم ، وقال : وبصنيع رسول الله ﷺ نأخذ ، وهو قول أبى حنيفة اه .

٨٣٨– عن وائل بن حجر ﷺ قال : قلت : " لاَنْظُرَنَّ اِلٰى صَلاَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ، وَسَاقَ الْحَدِيْثَ ، وَفِيْهِ : ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى ، وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الاَيْمَنَ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى ، وَقَبَضَ ثِنْتَيْنِ وَحَلَّقَ حَلْقَةً وَرَاَيْتُهُ يَقُوْلُ

اس سے صاف معلوم ہوا کہ "تورک" آپ ﷺ کی عادت نہ تھی ورنہ حضرت عائشہؓ اس کو بھی بیان فرماتیں ، بس عذر کی وجہ سے آخر عمر میں آپ ﷺ نے ایسا کیا ہوگا جس کو ابوحمید ساعدی نے بیان فرمادیا ، واللہ اعلم ۔

٨٣٧– حضرت عبدالرحمٰن معاویؒ سے روایت ہے کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نماز میں کنکریوں سے کھیلتا ہوا دیکھا ، جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا کہ اس طرح (قعدہ) کرو جس طرح رسول اللہ ﷺ (قعدہ) کرتے تھے ، میں نے کہا کہ حضور ﷺ کس طرح کرتے تھے؟ فرمایا کہ آپ ﷺ جب بیٹھتے تو دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھتے اور سب انگلیوں کو بند کر لیتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے ۔ اسکو امام محمد نے موطا میں روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں ، امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم بھی رسول اللہ ﷺ کے اس فعل کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے ۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ امام محمدؒ اور امام ابوحنیفہ ؒ تشہد میں اشارہ کو سنت سمجھتے ہیں اور یہی روایت ہمارے ائمہ سے صحیح ہے اسکے خلاف بعض فتاویٰ میں جو روایات ہیں وہ صحیح نہیں ۔

٨٣٨– حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنے جی میں) کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز دیکھوں گا ، اس کے بعد راوی نے حدیث طویل بیان کی جس میں یہ بھی تھا کہ پھر حضور ﷺ بیٹھے تو اپنا بایاں پیر بچھایا اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور دائیں کہنی کو دائیں ران پر الگ کئے ہوئے رکھا اور دونوں انگلیوں کو بند کرلیا اور حلقہ بنایا ، اور بشر راوی نے

هكَذَا وَحَلَّقَ بِشْرٌ (الراوى) اَلاِبْهَامَ وَ الْوُسْطٰى ، وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ " . رواه أبو داود (۱:۳٦۱) ، وسكت عنه ، وفى حديثه عند الضياء المقدسى : " وقَبَضَ اثْنَتَيْنِ وَحَلَّقَ حَلْقَةً فِى الثَّالِثَةِ " . كذا فى " كنز العمال " (۱:۲۲۱).

۸۳۹– حدثنا عقبة (ثقة –تق) بن مكرم نا سعيد (صدوق يخطئ – تق) ابن سفيان الحجدرى نا عبد الله (مقبول) بن معدان قال : أخبرنى عاصم بن كليب الحرمى عن أبيه عن جده قال : " دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّىْ وَقَدْ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى ، وَقَبَضَ اَصَابِعَهُ وَبَسَطَ السَّبَّابَةَ وَهُوَ يَقُوْلُ : يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ! ثَبِّتْ قَلْبِىْ عَلٰى دِيْنِكَ " . رواه الترمذى فى كتاب الدعوات من جامعه (۲:۱۹۸) وقال : هذا حديث غريب من هذا الوجه اه قلت : وإسناده لا بأس به .

۸٤۰– عن أبى هريرة ﷺ : اَنَّ رَجُلاً كَانَ يَدْعُوْ بِاِصْبَعَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ "اَحِّدْ اَحِّدْ " . رواه الترمذى (۲:۱۹۵) وقال : حسن غريب ، ومعنى هذا الحديث

انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ بنا کر دکھایا، اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور ضیاء مقدسی کے نزدیک وائلؓ کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے دو انگلیوں کو بند کر لیا اور تیسری انگلی میں حلقہ بنایا۔ (کنز العمال)۔

فائدہ: اس حدیث کی دلالت اشارہ تشہد پر اور کیفیت اشارہ پر ظاہر ہے۔

۸۳۹- عاصم بن کلیب کے دادا سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھا تھا اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور تمام انگلیوں کو بند کیا ہوا تھا اور کلمہ کی انگلی کو کھول رکھا تھا اور یہ کلمات فرما رہے تھے "یا مقلب القلوب! ثبت قلبی علیٰ دینک" (اے دلوں کے الٹ پلٹ کرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر پختہ رکھ!)۔ اس حدیث کو ترمذی نے اپنی جامع کے کتاب الدعوات میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی اشارہ کی کیفیت معلوم ہوئی۔

۸٤۰- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص تشہد میں دو انگلیوں سے اشارہ کرتا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک انگلی سے اشارہ کر، ایک انگلی سے اشارہ کر۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن غریب کہا ہے اور کہا کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں

إذا أشار الرجل بإصبعيه في الدعاء عند الشهادة لا يشير إلا بإصبع واحدة اه .

٨٤١– عن وائل بن حجر ﷺ : " أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ فِي الصَّلاَةِ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرىٰ وَوَضَعَ ذِرَاعَيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ ، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ يَدْعُوْ بِهَا " . رواه النسائي (١٨٧:١) وسكت عنه . قلت : إسناده حسن .

٨٤٢– عن عامر بن عبد الله بن الزبير عن أبيه : " أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَعَدَ فِي التَّشَهُّدِ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرىٰ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرىٰ ، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ لاَ يُجَاوِزُ بَصَرُهُ إِشَارَتَهُ " . رواه النسائي (١٨٧:١) وسكت عنه .

٨٤٣– عن عبد الله بن الزبير ﷺ : " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُشِيْرُ بِإِصْبَعِهِ إِذَا دَعَا ، وَلاَ يُحَرِّكُهَا " . رواه النسائي (١٨٧:١) وسكت عنه ، وأخرجه أيضا أبو داود (٣٧٥:١) .

کہ تشہد میں شہادتِ توحید کے وقت اشارہ کرے تو صرف ایک انگلی سے اشارہ کرے، دونوں انگلیاں نہ اٹھائے اور تشہد کو دعا اس لئے کہا کہ تشہد ثناء ہے اور کریم کی ثنا کریم سے دعا کرنا ہے)۔

فائدہ: اس حدیث سے اشارہ میں دو انگلیوں کے اٹھانے کی کراہت معلوم ہوئی۔

٨٤١- حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں بیٹھے تو بائیں پاؤں کو بچھالیا اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے دعا کی (یعنی تشہد پڑھی)۔ اسکو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

٨٤٢- عامر بن عبداللہ بن الزبیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے اور کلمہ کی انگلی سے اشارہ فرماتے اور آپ کی نگاہ اشارہ کے ساتھ ساتھ رہتی، آگے نہ بڑھتی تھی۔ اسکو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں انگلیوں کے بند کرنے اور حلقہ بنانے کا ذکر نہیں بلکہ صرف ہاتھ کو ران پر رکھنے اور اشارہ کرنے کا ذکر ہے، بعض فقہاء حنفیہ اس کے بھی قائل ہیں۔

٨٤٣- حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی انگلی سے دعا کے وقت اشارہ فرماتے تھے اور اس کو حرکت نہ دیتے تھے۔ اسکو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے اشارہ کے وقت انگلی کو حرکت دینے کی کراہت معلوم ہوئی کیونکہ حضور ﷺ ایسا نہ کرتے تھے اور نسائی کی

٨٤٤– عن خفاف ﷺ بن أيماء بن رحضة الغفاري قال : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا جَلَسَ فِيْ آخِرِ صَلاَتِهِ يُشِيْرُ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ ، وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَقُوْلُوْنَ : " يَسْحَرُ بِهَا " وَكَذَبُوْا ، وَلٰكِنَّهُ التَّوْحِيْدُ " . رواه أحمد مطولا وقد تقدم في صفة الصلاة ، والطبراني في الكبير ، كما تراه ، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ١٩٧:١) .

٨٤٥– عن مالك بن نمير الخزاعي من أهل البصرة أن أباه حدثه : " أَنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَاعِداً فِي الصَّلاَةِ ، وَاضِعاً ذِرَاعَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى ، رَافِعاً إِصْبَعَهُ السَّبَّابَةَ ، قَدْ أَحْنَاهَا شَيْئاً وَهُوَ يَدْعُوْ " . أخرجه النسائي (١٨٧:١) وسكت عنه .

٨٤٦– عن عبد الله بن الزبير ﷺ قال : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا جَلَسَ فِي الثِّنْتَيْنِ أَوْ فِي الْأَرْبَعِ يَضَعُ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ ، ثُمَّ أَشَارَ بِإِصْبَعِهِ " . أخرجه النسائي وسكت عنه .

ایک روایت میں جو حضرت وائلؓ سے تحریک مروی ہے اس سے یا تو انگلی کو حرکت دے کر اٹھانا مراد ہے یا وہ تحریک اتفاقاً تھی عمداً نہ تھی۔

۸۴۴- حضرت خفاف بن ایماء بن رحضہ غفاریؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے آخر میں بیٹھتے تھے تو اپنی کلمہ کی انگلی سے اشارہ فرماتے تھے اور مشرکین کہا کرتے تھے کہ آپ ﷺ اس انگلی سے جادو کرتے ہیں اور وہ جھوٹے تھے (اس لئے) کہ (یہ اشارہ) توحید کی طرف تھا۔ اس حدیث کو امام احمد نے طویل روایت کیا ہے اور صفۃ صلوٰۃ میں یہ حدیث گذر چکی ہے اور طبرانی نے کبیر میں اسکو روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اشارہ توحید کیلئے ہے اور توحید میں نفی و اثبات ہے، پس چاہئے کہ نفی پر یعنی لاالٰہ پر انگلی کو اٹھائے اور اثبات پر رکھدے۔

۸۴۵- مالک بن نمیر خزاعی جو اہل بصرہ میں سے ہیں، روایت کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھا تھا اور کلمہ کی انگلی کو اٹھا رکھا تھا اور کسی قدر اس کو جھکا رکھا تھا، اور آپ ﷺ دعاء کر رہے تھے (یعنی تشہد پڑھتے تھے)۔ اسکو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

۸۴۶- حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو رکعت یا چار رکعت پر جب بیٹھتے تو دونوں ہاتھ اپنی دونوں رانوں پر رکھتے، پھر انگلی سے اشارہ فرماتے تھے۔ اسکو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

٨٤٧– حدثنا : علي (ثقة ، كما مر) بن محمد ثنا عبد الله (ثقة ، كما مر) بن إدريس عن عاصم (صدوق) ابن كليب (صدوق) عن أبيه عن وائل بن حجر ؓ قال : "رَأيْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ حَلَّقَ الإِبْهَامَ وَالْوُسْطٰى ، وَرَفَعَ الَّتِيْ تَلِيْهَا ، يَدْعُوْ بِهَا فِي التَّشَهُّدِ" . رواه ابن ماجة (ص-٣٦) . قلت : رجاله رجال مسلم غير علي و كليب ، والأول ثقة عابد ، والثاني صدوق ، وفي الزوائد : إسناده صحيح ، ورجاله ثقات ، كذا في تعليق السندي (١٥٣:١) .

باب التشهد ووجوبه

٨٤٨– عن عبد الله بن مسعود ؓ قال : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّلاَةِ ، قُلْنَا : اَلسَّلاَمُ عَلَى اللهِ مِنْ عِبَادِهٖ ، اَلسَّلاَمُ عَلٰى فُلاَنٍ وَفُلاَنٍ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : " لاَ تَقُوْلُوْا : اَلسَّلاَمُ عَلَى اللهِ ، فَإِنَّ اللهَ هُوَ السَّلاَمُ ، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا : " اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلاَمُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ ، اَلسَّلاَمُ عَلَيْنَا وَعَلٰى

فائدہ: اس سے دونوں قعدوں میں اشارہ کی مسنونیت ثابت ہوتی ہے۔

٨٤٧-حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو (قعدہ میں) دیکھا کہ آپ ﷺ نے نر انگشت اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنا رکھا تھا اور جو انگلی ان کے پاس ہے اسکو اٹھا رکھا تھا اور اس انگلی سے تشہد میں اشارہ فرماتے تھے۔ اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اشارہ کیلئے چھوٹی انگلی اور اس کے پاس والی کو بند کرلے اور درمیانی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور جب کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ پر پہنچے تو شہادت کی انگلی کو اٹھائے اور حرکت نہ دے، اور دو انگلیوں سے اشارہ نہ کرے اور پھر سلام پھیرنے تک اسی حالت پر رکھے۔

باب تشہد کا اور اس کے واجب ہونے کا بیان

٨٤٨-حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نماز میں ہوتے تھے تو (قعدہ میں) یوں کہا کرتے تھے "السلام علی اللہ من عبادہ، السلام علیٰ فلان وفلان" (یعنی اللہ پر سلام اسکے بندوں کی طرف سے اور سلام فلاں اور فلاں پر) تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم السلام علی اللہ مت کہو اس لئے کہ اللہ تو خود سلام ہے (یعنی سلام، اللہ کا نام ہے

عِبادِ اللهِ الصَّالِحِینَ " فَإِنَّکُمْ إِذَا قُلْتُمْ ذٰلِكَ أَصَابَ کُلَّ عَبْدٍ فِي السَّمَاءِ أَوْ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ . " أَشْهَدُ أَنْ لاَّ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ " الحدیث. رواہ الإمام البخاری (۱:۱۱۵).

۸۴۹– وعنه قال :عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلتَّشَهُّدَ وَكَفِّیْ بَیْنَ كَفَّیْهِ كَمَا یُعَلِّمُنِیْ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ ، فَقَالَ : " إِذَا قَعَدَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْیَقُلْ : " اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ أَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِیْنَ " ، فَإِذَا قَالَهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالأَرْضِ ، " أَشْهَدُ أَنْ لاَّ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ " اھ . أخرجه الأئمة الستة عنه واللفظ لمسلم ، زادوا فی روایة إلا الترمذی وابن ماجة : " ثُمَّ لِیَتَخَیَّرْ أَحَدُكُمْ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهٗ إِلَیْهِ فَیَدْعُوْبِهٖ " قال الترمذی : أصح حدیث عن النبی ﷺ فی التشهد حدیث ابن مسعود ،

پھراس پر سلام ہونے کے کیا معنی ؟) لیکن یہ کہو " اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ أَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِیْنَ " (تمام قولی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ کیلئے ہیں ، اے نبی ﷺ! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر) اس لیئے کہ جب تم یہ کلمات کہو گے تو یہ تمہارا سلام آسمان یا یہ فرمایا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ہر بندہ (مؤمن) کو پہنچ جائیگا (اس کے بعد یہ کہو) " أَشْهَدُ أَنْ لاَّ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ " (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں) اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۸۴۹– حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس حالت میں کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھوں میں تھا مجھے اس طرح تشہد سکھایا جیسا کہ آپ ﷺ قرآن کی سورت مجھے سکھایا کرتے تھے ، فرمایا کہ جب کوئی نماز میں قعدہ کرے تو یوں کہے " التحیات للہ والصلوات والطیبات الخ " ۔ اس کو ائمہ ستہ نے روایت کیا ہے اور لفظ مسلم کے ہیں اور ترمذی و ابن ماجہ کے سوا اور اصحاب صحاح نے یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ پھر ہر شخص کوئی دعا جو اس کو زیادہ پسند ہو انتخاب کرلے اور اسکے ساتھ دعا کرے ، ترمذی نے کہا ہے کہ صحیح تر حدیث جو تشہد کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے ابن مسعودؓ کی حدیث ہے اور اکثر اہل علم صحابہ

والعمل عليه عند أكثر أهل العلم من الصحابة والتابعين انتهى . ثم أخرج عن معمر عن خصيف قال : رأيت النبي ﷺ (أي في المنام) فقلت له : إن الناس قد إختلفوا في التشهد ، فقال : " عَلَيْكَ بِتَشَهُّدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ " اه (من الزيلعي ١: ٢١٨).

وتابعین کے نزدیک عمل اسی پر ہے، پھر ترمذی نے بطریق معمر کے خصیف سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو (خواب میں) دیکھا میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ تشہد کے بارہ میں لوگوں میں اختلاف ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم ابن مسعود کی تشہد کو لازم پکڑو۔ (زیلعی)۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے تشہد کے الفاظ اور تشہد کا وجوب ثابت ہوا کیونکہ دونوں میں صیغہ امر کا وارد ہے کہ قعدہ میں اس طرح کہو اور امر وجوب کیلئے ہے۔ نیز اس میں تشہدِ ابن مسعود کی ترجیح بھی مذکور ہے:

وجوہِ ترجیح تشہدِ ابن مسعودؓ

امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور انکے متبعین نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تشہد کو درج ذیل وجوہات کی بنا پر راجح قرار دیا ہے، نو وجوہات تو فتح الباری میں مذکور ہیں، باقی چھ وجوہات السعایہ، ج-۲، ص-۲۲۵و۲۲۶ سے نقل کی گئی ہیں:

(۱)- تشہد ابن مسعودؓ میں امر کا لفظ موجود ہے جو کم از کم استحباب پر دلالت کرتا ہے اور تشہد ابن عباسؓ اس سے خالی ہے۔ (۲)- تشہد ابن مسعودؓ میں لفظ سلام پر الف لام استغراق کا داخل ہے جو جمیع افراد سلام کو شامل ہے، جبکہ تشہد ابن عباسؓ اس سے خالی ہے۔ (۳)- تشہد ابن مسعودؓ میں حرف واؤ زائد ہے (جیسے التحیات للہ والصلوات والطیبات) جو کہ تجدید کلام پر دال ہے جبکہ تشہد ابن عباسؓ اس سے خالی ہے۔ (۴)- تشہد ابن مسعودؓ میں تعلیم کی تاکید ہے، (یعنی ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مجھے اس طرح تعلیم دی جیسا کہ قران کی تعلیم دیتے تھے) جبکہ تشہد ابن عباسؓ میں تعلیم کی تاکید نہیں۔ (۵)- تشہد ابن مسعودؓ پر ائمہ ستہ (صحاح ستہ والوں) نے لفظاً و معنیً اتفاق کیا ہے جو کہ انتہائی نادر ہوتا ہے اور یہ چیز تشہد ابن عباسؓ میں نہیں ہے۔ (۶)- علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مسئلہ تشہد میں تشہد ابن مسعودؓ کی حدیث سب سے زیادہ صحیح حدیث ہے، اور اسکا شوافع نے بھی اعتراف کیا ہے۔ (۷)- ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے اس حالت میں تشہد کی تعلیم دی جبکہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھا، یعنی اس میں زیادتِ اہتمام ہے اور یہ اہتمام تشہد ابن عباسؓ میں نہیں۔ (۸)- حضور ﷺ نے ابن مسعودؓ کو تشہد کی تعلیم دے کر فرمایا کہ اسے لوگوں کو بھی سکھاؤ (مسند احمد، شرح الکبیر للزیلعی)۔ (۹)- صحابہؓ کی ایک جماعت نے ابن مسعودؓ کی موافقت کی ہے، جبکہ ابن عباسؓ کی موافقت نہیں کی۔ (۱۰)- حضرت ابوبکرؓ نے منبر پر چڑھ کر تشہد ابن مسعودؓ کی لوگوں کو تعلیم دی (طحاوی)، اور یہ کسی دوسری تشہد میں نہیں۔

۸۵۰– عن إبراهيم أن الربيع بن خثيم لقى علقمة فقال : " إِنَّهُ قَدْ بَدَا لِىْ اَنْ اَزِيْدَ فِى التَّشَهُّدِ " وَمَغْفِرَتُهُ " فقال له علقمة : نَنْتَهِى إِلٰى مَا عُلِّمْنَا هُ " اه . رواه الطحاوى (۱:۱۵۷) بإسناد رجاله ثقات إلا مؤملا فقد تكلم فيه ، ووثقه ابن معين وغيره ، كذا فى التهذيب (۱۰:۳۸۰) فالسند حسن .

۸۵۱– حدثنا : فهد ثنا أبو غسان (هو ابن معاوية ثقة حافظ) ثنا زهير قال : حدثنا أبو إسحاق (هو السبيعى ثقة حافظ مشهور) قال : " اَتَيْتُ الْاَسْوَدَ بْنَ يَزِيْد (ابن سليمان) فقلت : اِنَّ اَبَا الْاَحْوَصِ (هو مالك بن إسماعيل بن درهم حافظ ثقة إمام) قد زاد فى خطبة الصلاة " وَالْمُبَارَكَاتُ " قَالَ : فَأْتِهِ ، فَقُلْ لَهُ اِنَّ الْاَسْوَدَ يَنْهَاكَ وَيَقُوْلُ لَكَ : اِنَّ عَلْقَمَةَ بْنَ قَيْسٍ تَعَلَّمَهُنَّ مِنْ عَبْدِ اللهِ كَمَا يَتَعَلَّمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ ، عَدَّهُنَّ عَبْدُاللهِ فِى يَدَيْهِ ، ثُمَّ ذَكَرَ تَشَهُّدَ عَبْدِ اللهِ " . رواه الطحاوى (۱:۱۵۷) ورجاله رجال الشيخين إلا فهد بن سليمان ، وهو ثقة صحح له الطحاوى ، ووثقه صاحب الجوهر النقى (۲:۲۲۱).

---

(۱۱)-جمہور اہل علم نے تشہد ابن مسعودؓ پر عمل رکھا ہے، جبکہ تشہد ابن عباسؓ پر صرف شوافع کا عمل ہے۔(۱۲)-ابن مسعودؓ کی حدیث میں اضطراب نہیں، جبکہ تشہد ابن عباسؓ کی حدیث میں اضطراب ہے۔(۱۳)-عبداللہ بن مسعودؓ اپنے شاگردوں کو بڑی سختی سے اس تشہد کی تعلیم دیتے تھے۔(۱۴)-معمرؒ خصیف سے روایت کرتے ہیں کہ خصیف فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا تو میں نے عرض کیا کہ لوگ تشہد کے مسئلے میں اختلاف کررہے ہیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابن مسعود کے تشہد کو لازم پکڑو (ترمذی)۔

(۱۵)-حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ حضور ﷺ کا تشہد ہے۔

۸۵۰-ابرہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ ربیع بن خثیم علقمہ سے ملے اور کہا کہ میرے جی میں آتا ہے کہ تشہد میں "مغفرتہ" زیادہ کردوں، علقمہ نے کہا کہ ہم تو اسی پر رہیں گے جو ہمیں سکھایا گیا ہے۔اسکو طحاوی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۸۵۱-ابواسحٰق سے راویت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اسود بن یزید کے پاس گیا اور کہا کہ ابوالاحوص نے خطبہ صلوٰۃ (یعنی تشہد) میں "والمبارکات" بڑھادیا ہے، کہا تم ان کے پاس جاؤ اور کہو اسود تم کو منع کرتے ہیں اور تم سے کہتے ہیں کہ علقمہ بن قیس عبداللہ بن مسعودؓ سے اس کو اس طرح سیکھتے تھے جس طرح قرآن کی سورت سیکھا کرتے ہیں، عبداللہ نے تشہد (کے الفاظ) کو علقمہ کے سامنے ہاتھ سے گن کر بتایا ہے، پھر اسود نے ابن مسعودؓ کا تشہد بیان کیا۔اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور سند کے سب راوی

٨٥٢– عن ابن مسعود ﷺ قال : " كُنَّا نَقُولُ قَبلَ اَنْ يُفرَضَ التَّشَهُّدُ : اَلسَّلاَمُ عَلَى اللهِ اَلسَّلاَمُ عَلى جِبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : لاَ تَقُولُوا هكَذَا فَاِنَّ اللهَ هُوَ السَّلاَمُ ، وَلكِنْ قُولُوا : اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ ، فَذَكَرَهُ " . رواه الدارقطني (١٣٣:١) وقال : هذا إسناد صحيح ، وصححه البيهقي أيضا كما في التلخيص الحبير (١٠٠:١) .

٨٥٣– عن عبد الله بن مسعود ﷺ : " كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ ، وَيَقُولُ : تَعَلَّمُوا ، فَاِنَّهُ لاَ صَلاَةَ اِلاَّ بِتَشَهُّدٍ " . رواه البزار برجال موثقين ، وفي بعضهم خلاف لا يضر إن شاء الله تعالى (مجمع الزوائد ٣٨:١) .

٨٥٤– عن ابن مسعود ﷺ قال : " مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يُخْفِيَ التَّشَهُّدَ " . رواه الترمذي وقال : حسن غريب ، والعمل عليه عند أهل العلم . وقال الزيلعي (٣١٩:١) :

شیخین کے رجال میں سے ہیں سوائے فہد بن سلیمان کے اور وہ بھی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان دونوں آثار سے معلوم ہوا کہ اصحاب عبداللہؓ تشہد ابن مسعود میں کسی حرف کا بڑھانا پسند نہ کرتے تھے بلکہ اس سے منع کرتے تھے، اس سے امام ابوحنیفہؒ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ تشہد میں کسی حرف کا بڑھانا گھٹانا مکروہ ہے (جس سے مراد کراہت تنزیہیہ ہے)۔

۸۵۲- حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ تشہد فرض ہونے سے پہلے ہم (قعدہ میں) یہ کہا کرتے تھے "السلام علی اللہ، السلام علیٰ جبرئیل ومیکائیل" اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح مت کہو اسلئے کہ اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہیں (پس اس پر سلام کے کوئی معنی نہیں) لیکن یوں کہا کرو التحیات للہ الخ اس کے بعد راوی نے پوری تشہد ذکر کی۔ اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے اور بیہقی نے بھی اس کو صحیح کہا ہے جیسا کہ تلخیص حبیر میں ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں "یفرض" کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ تشہد پڑھنا واجب ہے۔

۸۵۳- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہم کو تشہد اس طرح تعلیم فرماتے تھے جیسے قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے اور یہ فرماتے کہ (تشہد کو) سیکھو اس لئے کہ نماز بغیر تشہد کے نہیں ہوتی۔ اس حدیث کو بزار نے ثقہ راویوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ نماز بغیر تشہد کے ناقص رہتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی تشہد کا وجوب معلوم ہوتا ہے۔

۸۵۴- حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ تشہد کو آہستہ پڑھے۔ اس حدیث کو ترمذی

رواه الحاكم في كتاب المستدرك ، وقال : صحيح على شرط البخاري ومسلم اه .

٨٥٥– عن عبد الله (ابن مسعود ﷺ) مرفوعا : إِذَا قَعَدْتُمْ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ فَقُوْلُوْا : " اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ " الحديث أخرجه النسائي (١٧٤:١) وسكت عنه ورواه الإمام أحمد من طرق بألفاظ فيها بعض اختلاف ، وفي بعضها طول ، وجميعها رجالها ثقات ، كذا في النيل للشوكاني (١٦٥:٢) .

٨٥٦– عن الأسود قال : " كَانَ عَبْدُ اللهِ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ فِي الصَّلَاةِ ، فَيَأْخُذُ عَلَيْنَا الْاَلِفَ وَالْوَاوَ " . رواه البزار ، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ١٩٨:١) .

٨٥٧– عن أبي راشد قال : " سَأَلْتُ سَلْمَانَ الْفَارِسِيَّ عَنِ التَّشَهُّدِ فقال : أُعَلِّمُكُمْ كَمَا عَلَّمَنِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلتَّشَهُّدَ حَرْفاً حَرْفاً ، فَذَكَرَ

نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور اہل علم کے نزدیک عمل اسی پر ہے کہ تشہد جہر سے نہیں پڑھتے ، اور زیلعی میں ہے کہ حاکم نے بھی کتاب مستدرک میں اس کو روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

٨٥٥–حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت ہے (یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) کہ جب تم ہر دو رکعتوں میں بیٹھو تو یوں کہو " اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ "۔اس حدیث کو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور امام احمد نے بھی اس حدیث کو کئی طریقوں سے ایسے الفاظ سے روایت کیا ہے کہ اس میں کچھ اختلاف ہے اور بعض میں کسی قدر طول ، لیکن رواۃ سب کے ثقہ ہیں ، نیل الاوطار میں اسی طرح ہے۔

٨٥٦–اسودؒ (تابعی) سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہم کو تشہد سکھایا کرتے تھے تو الف (لفظِ التحیات میں) اور واو کی (والصلوات والطیبات میں) ہم پر گرفت فرماتے تھے۔اسکو بزار نے روایت کیا ہے اسکے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں ، (مجمع الزوائد)۔

٨٥٧–ابو راشد سے مروی ہے کہ میں نے حضرت سلمان فارسیؓ سے تشہد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں تم

مِثْلَ ابن مسعود ، وزَادَ : " وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ " بَعْدَ اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه . رواه الطبراني في الكبير ، والبزار وفيه بشر بن عبيد الله الدارسي كذبه الأزدى ، وقال ابن عدى : منكر الحديث ، وذكره ابن حبان فى الثقات اه (مجمع الزوائد ١٩٩:١) . ولكن تشهد ابن مسعود ليس فيه " وحده لا شريك له " ، وهو أصح سندا وأثبت ، فيقدم على هذا مع جوازه أيضا .

٨٥٨– عن الفضل بن دكين عن سفيان عن زيد العمى عن أبى صديق الناجى عن ابن عمر ﷺ :" اَنَّ اَبَا بَكْرٍ كَانَ يُعَلِّمُهُمُ التَّشَهُّدَ عَلَى الْمِنْبَرِ كَمَا يُعَلِّمُ الصِّبْيَانُ فِى الْمَكْتَبِ " اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ ، وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ " فَذَكَرَ مِثْلَ حَدِيْثِ ابنِ مَسْعُوْدٍ سَوَاء " . رواه ابن أبى شيبة فى مصنفه . ورواه أبو بكر بن مردويه فى كتاب التشهد له من رواية أبى بكر مرفوعا أيضا ، وإسناده حسن اه ، (التلخيص الحبير ١٠٣:١). قلت : رجال هذا السند رجال الجماعة : غير زيد ، وقد وثق .

٨٥٩– عن معاوية بن أبى سفيان ﷺ : " أَنَّهُ كَانَ يُعَلِّمُ النَّاسَ التَّشَهُّدَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اِلٰى آخِرِهٖ سَوَاء " .

کوسکھاؤں گا جیسا کہ وہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے سکھائی ہے، مجھے رسول اللہ ﷺ نے تشہد حرفا حرفا سکھائی ہے، اسکے بعد راوی نے (تشہد کے) وہ الفاظ ذکر کئے جو اس باب کی اول حدیثوں میں مذکور ہیں (لیکن) اس حدیث میں "اشہد ان لا الہ الا اللہ" کے بعد "وحدہ لاشریک لہ" بھی ہے۔اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں اور بزار نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: میں کہتا ہوں کہ تشہد ابن مسعودؓ میں یہ زیادت نہیں ہے اور وہ سند أاصح واقویٰ ہے، پس اس پر مقدم ہے، گو اس طرح پڑھنا بھی جائز ہے۔

٨٥٨– حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو منبر پر تشہد اس طرح تعلیم فرماتے تھے جیسے کہ بچوں کو مکتب میں تعلیم دی جاتی ہے (اور تشہد یہ ہے) "التحیات للہ والصلوات الخ" اسکے بعد راوی نے ابن مسعودؓ کی حدیث کے مثل (التحیات کے الفاظ) ذکر کئے۔ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو اپنی مصنف میں ذکر کیا ہے اور ابوبکر بن مردویہ نے اپنی کتاب "التشہد" میں ابوبکر کی روایت سے مرفوعا بھی ذکر کیا ہے اور سند اسکی حسن ہے، تلخیص حبیر میں اسی طرح ہے۔

٨٥٩– حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ سے روایت ہے کہ وہ لوگوں کو تشہد منبر پر رسول اللہ ﷺ سے روایت کر کے

رواه الطبراني في معجمه (أي الكبير كما سيأتي) (كذا في الزيلعي ١:٢١٨) . يعني أن لفظ تشهده كلفظ ابن مسعود سواء . وفي التلخيص الحبير (١:١٠٣) : وحديث معاوية رواه الطبراني في الكبير ، وهو مثل حديث ابن مسعود وإسناده حسن اه .

عدد رواة التشهد

وفيه أيضا : فجملة من رواه أربعة وعشرون صحابيا اه.

باب ترك الزيادة على التشهد في القعدة الأولى

٨٦٠– عن أبي عبيدة بن عبد الله عن عبد الله بن مسعود ﷺ قال : " كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كَأَنَّهُ عَلَى الرَّضْفِ ، قُلْتُ : حَتّٰى يَقُوْمَ ؟ قال : ذٰلِكَ يُرِيْدُ " . رواه النسائي في صحيحه وفي التلخيص : (أي رواه) الشافعي وأحمد والأربعة. والحاكم ، وهو منقطع ، لأن أبا عبيدة لم يسمع من أبيه اه . قلت : قد مر أن الدارقطني صحح حديثه عن أبيه ولا يضر الاختلاف في التصحيح .

٨٦١– عن تميم بن سلمة : " كَانَ اَبُوْبَكْرٍ اِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كَأَنَّهُ

(ان الفاظ سے) التحیات للہ الخ سکھاتے تھے۔ (زیلعی)۔ میں کہتا ہوں کہ لفظ تشہد (معاویہؓ کی حدیث میں) ابن مسعودؓ کی حدیث کے مثل ہے، کنز العمال میں اسکو کبیر طبرانی کی طرف منسوب کیا ہے اور تلخیص حبیر میں ہے کہ اور حضرت معاویہؓ کی حدیث کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث ابن مسعودؓ کی حدیث کی مثل ہے اور اسکی سند حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس باب کی احادیث سے تین امر ثابت ہوئے، (۱): تشہد کے الفاظ، (۲): تشہد کا آہستہ پڑھنا، (۳): تشہد کا واجب ہونا، چنانچہ تینوں امر واضح ہیں۔

باب قعدہ اولیٰ میں تشہد پر درود دعا کچھ زیادہ نہ کرنا

۸۶۰- حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو رکعتوں میں (یعنی چار رکعت والی نماز میں دو رکعت کے بعد) ایسے ہوتے تھے جیسے کہ گرم پتھر پر ہوں (یعنی جلدی سے قیام فرماتے تھے) میں نے کہا (راوی کا مقولہ ہے) کہ جلدی کھڑے ہونے کیلئے (اس قدر کم بیٹھتے تھے) شیخ نے جواب دیا کہ ہاں یہی مراد ہے۔ اسکو نسائی نے روایت کیا ہے۔

عَلَى الرَّضْفِ". رواه ابن أبي شيبة، وإسناده صحيح (التلخيص الحبير ١:١٩٨).

٨٦٢– عن عبد الله بن مسعود ﷺ قال: عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ التَّشَهُّدَ فِی وَسْطِ الصَّلَاةِ وَ فِیْ آخِرِهَا قَالَ: فَكَانَ يَقُوْلُ اِذَا جَلَسَ فِیْ وَسْطِ الصَّلَاةِ وَفِی آخِرِهَا عَلٰی وَرِكِهِ الْیُسْرٰی: "اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ". قال: ثُمَّ اِنْ كَانَ فِی وَسْطِ الصَّلَاةِ نَهَضَ حِيْنَ يَفْرُغُ مِنْ تَشَهُّدِهٖ، وَاِنْ كَانَ فِیْ آخِرِهَا دَعَا بَعْدَ تَشَهُّدِهٖ بِمَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّدْعُوَ ثُمَّ يُسَلِّمُ". رواه الامام أحمد ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ١:١٠١) و رواه الإمام ابن خزيمة (فی صحیحه) كذا فی التلخيص (١:١٩٨).

٨٦٣– وعن عائشة رضی الله عنها: "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لَا يَزِيْدُ فِی الرَّكْعَتَيْنِ عَلَى التَّشَهُّدِ". رواه أبو يعلى من رواية أبی الحويرث عن عائشة و الظاهر أنه خالد بن الحويرث، وهو ثقة، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد).

۸۶۱- حضرت تمیم بن سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ جب دو رکعت کے بعد بیٹھتے تھے تو یہ حالت ہوتی تھی جیسے گرم پتھر پر ہوں۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے (تلخیص حبیر)۔

فائدہ: گرم پتھر پر ہونا کنایہ ہے اس بات سے کہ آپ ﷺ جلدی اٹھتے تھے۔ (سندی علی النسائی)۔

۸۶۲- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے تشہد نماز کے درمیان میں اور نماز کے آخر میں (پڑھنا) سکھائی، راوی کہتے ہیں پس حضرت ابن مسعودؓ جب نماز کے درمیان میں اور آخر میں اپنی بائیں سرین پر بیٹھتے تو التحیات للہ الخ کہتے تھے پھر اگر نماز کے درمیان میں ہوتے تھے تو تشہد سے فارغ ہوتے ہی اٹھ جاتے اور اگر نماز کے آخر میں ہوتے تو بعد تشہد جو اللہ سے چاہتے وہ دعا کرتے، پھر سلام پھیرتے۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں، اور امام ابن خزیمہ نے بھی اپنی صحیح میں اسکو روایت کیا ہے۔

۸۶۳- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشہد پر دو رکعتوں کے بعد کچھ نہ بڑھاتے تھے۔ اسکو ابو یعلی نے ابو الحویرث کی روایت سے عائشہؓ سے روایت کیا ہے اور ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابو الحویرث خالد بن الحویرث ہیں اور یہ ثقہ ہیں اور باقی راوی سب صحیح بخاری کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)۔

باب ما جاء فى الاقتصار على الفاتحة فى الأخريين وجواز التسبيح موضعها وجواز السكوت

٨٦٤– عن ابن أبى قتادة عن أبيه : " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِى الظُّهْرِ فِى الأُوْلَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ ، وَفِى الرَّكْعَتَيْنِ الأُخْرَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ " الحديث . رواه الإمام البخارى (١:١٠٧) ، وله عنه فى رواية " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مَعَهَا فِى الرَّكْعَتَيْنِ الأُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلاَةِ الظُّهْرِ وَصَلاَةِ الْعَصْرِ " الحديث .

٨٦٥– أخبرنا : مالك أخبرنا نافع عن ابن عمر ﷺ : " أَنَّهُ كَانَ إِذَا صَلّٰى وَحْدَهٗ يَقْرَأُ فِى الأَرْبَعِ جَمِيْعاً مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِى كُلِّ رَكْعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ ، وَكَانَ أَحْيَاناً يَقْرَأُ بِالسُّوْرَتَيْنِ أو الثَّلاَثِ فِى صَلاَةِ الْفَرِيْضَةِ فِى الرَّكْعَةِ الْوَاحِدَةِ (جوازاً) ، ويَقْرَأُ فِى الرَّكْعَتَيْنِ الأُوْلَيَيْنِ مِنَ الْمَغْرِبِ كَذٰلِكَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَسُوْرَةٍ سُوْرَةٍ " . رواه الإمام محمد بن الحسن فى الموطا (ص–١٠١) وإسناده صحيح، ورجاله رجال الجماعة . قال محمد : السنة أن تقرأ فى الفريضة فى الركعتين بفاتحة الكتاب وسورة ، وفى الأخريين

فائدہ: ان احادیث سے چند امور ثابت ہوئے ،(۱): چار رکعت والی نماز میں دو رکعت کے بعد بیٹھنا ،(۲): اور یہ بیٹھنا بہت ہلکا ہو، (۳): اور تشہد سے زائد اس میں کچھ نہ پڑھے۔

باب اخیر کی دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھنا اور فاتحہ کی جگہ سبحان اللہ پڑھنے اور چپ کھڑے رہنے کا جواز

۸۶۴–ابن ابی قتادہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی دو پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور پچھلی دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھتے تھے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے اور امام بخاری ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نماز ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور اسکے ساتھ ایک سورۃ پڑھتے تھے۔

۸۶۵–حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ جب تنہا نماز پڑھتے تھے تو ظہر اور عصر کی چاروں رکعت میں سورۃ فاتحہ اور قرآن کی کوئی سورۃ پڑھتے تھے اور کبھی کبھی (فرض کی) ایک رکعت میں (بطریق جواز) دو سورتیں یا تین سورتیں پڑھتے تھے، اور اسی طرح مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور ایک ایک سورۃ پڑھتے تھے۔ اس حدیث کو امام محمد نے موطا میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے اور اس کے تمام راوی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

بفاتحة الكتاب ، وإن لم تقرأ فيهما أجزاك ، وإن سبحت فيهما أجزاك ، وهو قول أبي حنيفة رحمه الله .

٨٦٦– عن إبراهيم : " اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الاِمَامِ وَكَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَأْخُذُبِهِ ، وَكَانَ ابْنُ مسعودٍ اِذَا كَانَ اِمَاماً قَرَأَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الأُوْلَيَيْنِ وَلَا يَقْرَأُ فِي الأُخْرَيَيْنِ" . رواه الطبراني في الكبير ، وإبراهيم لم يدرك ابن مسعود (مجمع الزوائد ١:١٨٥) قلت : قد مر غير مرة أن مراسيله في حكم المسانيد فلا يضر هذا الانقطاع .

٨٦٧– عن معمر عن الزهري عن عبيد الله بن أبي رافع قال : " كَانَ يَعْنِيْ عَلِيًّا يَقْرَأُ فِي الأُوْلَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَسُوْرَةٍ ، وَلَا يَقْرَأُ فِي الأُخْرَيَيْنِ " . رواه عبد الرزاق ، وسنده صحيح (الجوهر النقي ١:١٣٣) .

٨٦٨– نا شريك عن أبي إسحاق عن علي وعبد الله رضي الله عنهما أنهما قالا : " اِقْرَأْفِي الأُوْلَيَيْنِ وَ سَبِّحْ فِي الأُخْرَيَيْنِ " . رواه ابن أبي شيبة ، وفيه انقطاع ، كذا قال الزيلعي (١:٢٩١) .

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت میں دو یا دو سے زائد سورتیں پڑھنا بھی جائز ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رباعی نماز کی آخری دو رکعتوں میں بھی سورۃ ملانا جائز ہے۔

٨٦٦-ابراہیم تابعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ امام کے پیچھے قراءت نہ پڑھتے تھے اور ابراہیم بھی اسی مسلک کو لیتے تھے، اور حضرت ابن مسعودؓ جب امام بنتے تھے تو پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں قراءت نہ کرتے تھے۔ اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخری دو رکعتوں میں خاموش کھڑے رہنا اور کچھ نہ پڑھنا بھی جائز ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرنی چاہئے اور فاتحہ بھی قراءت میں داخل ہے۔

٨٦٧-عبید اللہ بن رافع سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور ایک سورۃ پڑھتے تھے اور دو پچھلی رکعتوں میں نہ پڑھتے تھے۔ اس حدیث کو عبد الرزاق نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ (جوہر النقی)۔

٨٦٨-حضرت علیؓ و عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ دو پہلی رکعتوں میں قراءت پڑھ لو اور دو پچھلی رکعتوں میں سبحان اللہ کہہ لو۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے۔

قلت رجاله رجال الجماعة إلا شريكا لم يخرج له البخاری فی صحيحه إلا تعليقا وأبو إسحاق لم يسمع من علی وابن مسعود ، كما يستفاد من التقريب والتهذيب ، وذلك لا يضر عندنا .

٨٦٩– عن جابر بن سمرة ﷺ قال : " شَكىٰ اَهلُ الكُوفَةِ سَعْداً اِلىٰ عُمَرَ ، فَعزَ لَهٗ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيهِمْ عَمَّاراً ، فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوْا اَنَّهٗ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّیْ ، فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَقالَ : يَا اَبَا اِسْحَاقَ ! اِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّیْ ، قَالَ : اَمَّا اَنَا وَاللّٰهِ فَاِنِّیْ كُنْتُ اُصَلِّیْ بِهِمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ما أُخْرِمُ عَنْهَا اُصَلِّیْ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَاَرْكُدُ فِی الْاُوْلَيَيْنِ وَاُخِفُّ فِی الْاُخْرَيَيْنِ ، قال : ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ " . الحديث رواه البخاری (١٠٤:١) .

٨٧٠– عن أبی عون قال : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قال : قَالَ عُمَرُ لِسعد : لَقَدْشَكَوْكَ فِیْ كُلِّ شَیْءٍ حَتّٰی الصَّلَاةِ ، قال : اَمَّا اَنَا فَاَمُدُّ فِی الْاُوْلَيَيْنِ وَاَحْذِفُ فِی الْاُخْرَيَيْنِ وَلَا آلُوْ مَا اقْتَدَيْتُ بِهٖ مِنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، قال : صَدَقْتَ ، ذَاكَ الظَّنُّ

فائدہ: ان احادیث سے چند امور ثابت ہوئے ، (١): رباعی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورۃ پڑھنا ، (٢): اور پچھلی دو رکعتوں میں اختیار ہے کہ خواہ فاتحہ اور سورۃ پڑھے اور چاہے تو صرف فاتحہ پڑھے ، اور چاہے تو سکوت کرے اور خواہ سبحان اللہ پڑھے۔

٨٦٩– حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ نے حضرت سعدؓ کی شکایت حضرت عمرؓ کے پاس بھیجی تو حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر دیا اور حضرت عمارؓ کو ان پر حاکم بنا دیا ، کوفہ والوں نے انکی (یعنی حضرت سعدؓ کی) یہاںتک شکایت کی کہ وہ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھتے ، حضرت عمرؓ نے ان کے پاس قاصد بھیجا اور کہا اے ابو اسحٰق ! (حضرت سعدؓ کی کنیت ہے) یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ تم نماز (بھی) اچھی طرح نہیں پڑھتے ؟ حضرت سعدؓ نے کہا بخدا میں تو ان کو رسول اللہ ﷺ (کے طریقہ) کی نماز پڑھاتا تھا ، اس سے کمی نہ کرتا تھا ، عشاء کی نماز میں پڑھتا ہوں تو پہلی دو رکعتوں میں تو دیر کرتا ہوں اور دوسری دو رکعتوں میں تخفیف کرتا ہوں ، حضرت عمرؓ نے کہا اے ابو اسحٰق ! تمہاری بابت (ہمارا) یہی گمان ہے...... الحدیث۔ اسکو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

٨٧٠– ابو عون فرماتے ہیں کہ میں نے جابر بن سمرہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عمرؓ نے سعد سے فرمایا کہ لوگوں نے تجھ پر ہر چیز کے بارے میں شکایت کی ہے حتیٰ کہ نماز میں بھی انہوں نے شکایت کی ہے ، تو اس پر سعدؓ نے فرمایا کہ میں پہلی دو رکعتوں میں تطویل کرتا ہوں اور دوسری دو رکعتوں میں (قراءت کو) حذف کرتا ہوں ، اور جس طرح میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز

بِكَ أَوْ ظَنِّيْ بِكَ . رواه البخاري (١٠٦:١) .

٨٧١– أخبرنا : مالك حدثنا وهب بن كيسان أنه سمع جابر بن عبد الله ﷺ يقول : " مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا وَرَاءَ الإِمَامِ " . أخرجه محمد فى الموطأ (ص– ٩٣) وإسناده صحيح ، وأخرجه الترمذى (٤٢:١) وقال : هذا حديث حسن صحيح ، وأخرجه أحمد ولفظه : قال : لَا صَلَاةَ اِلَّا بِقِرَائَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ اِلَّا وَرَاءَ الإِمَامِ " كذا فى التعليق الممجد (ص–١٩٣) ، وأخرجه الطحاوى (١٢٨:١) مرفوعا قال : حدثنا بحر بن نصر قال : حدثنا يحيى بن سلام قال : ثنا مالك عن وهب بن كيسان عن جابر بن عبد الله ﷺ عن النبى ﷺ أنه قال : " مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً فَلَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا وَرَاءَ الإِمَامِ " اه . بحر بن نصر ثقة كذا فى التقريب (ص–٢٢) ويحيى بن سلام تكلم فيه ضعفه الدارقطنى وغيره ، وذكره ابن حبان فى الثقات ، وقال : ربما أخطأ ، وقال أبو زرعة : لا بأس به ، ربما وهم ، وقال ابو حاتم : صدوق وقال أبو العرب : كان من الحفاظ ومن خيار خلق الله اه . ملخصا من اللسان (٣٦٠:٦ و٣٦١) وبقية رجاله رجال الصحيح .

پڑھی میں اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کرتا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو، آپ سے امید بھی اسی کی تھی۔ اسکو بھی بخاری نے روایت کیا ہے۔

__فائدہ:__ اس روایت سے تمام رباعیات کا عموماً اور عشاء کا صراحۃً حکم معلوم ہوگیا کہ انکی دو پچھلی رکعتوں میں قراءت سورۃ نہیں یا بالکل قراءت نہیں کیونکہ حذف کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے حذف تطویل سے تفسیر کی ہے اور بعض نے حذف قراءت سے۔

۸۷۱- حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے تھے کہ جو شخص کوئی رکعت پڑھے جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس نے نماز نہیں پڑھی، بجز یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ اسکو امام محمد نے موطا میں سند صحیح سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسکو حسن صحیح کہا ہے۔ اور امام احمد نے بھی اسکی تخریج کی ہے، انکے لفظ یہ ہیں کہ نماز نہیں ہوتی مگر قراءۃ فاتحہ سے ہر رکعت میں، لیکن امام کے پیچھے (ہو جاتی ہے)، (التعلیق الممجد) اور احمد کی حدیث مجھ کو مسند میں نہیں ملی۔ اور طحاوی نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو شخص کوئی رکعت پڑھے جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، اور اسکی سند حسن ہے۔

٨٧٢– ابن : أبي داود (ثقة) قد حدثنا قال : ثنا خطاب (ثقة عابد ، كذا في التقريب) بن عثمان قال : حدثنا إسماعيل (ثقة في حديث أهل بلده) بن عياش عن مسلم (هو الزنجي ظ–وثقه ابن معين وابن حبان والدار قطني كذا في تهذيب التهذيب) بن خالد عن جعفر (من رجال مسلم صدوق ثقة مأمون) بن محمد عن الزهري (لا يسئل عن مثله) عن عبيد الله بن أبي رافع (ثقة كذا في التقريب) عن علي ﷺ " أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَقُرْآنٍ وَفِي الْعَصْرِ بِمِثْلِ ذٰلِكَ ، وَ فِي الْأُخْرَيَيْنِ مِنْهُمَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَفِي الْمَغْرِبِ فِي الْأُوْلَيَيْنِ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَقُرْآنٍ ، وَفِي الثَّالِثَةِ بِأُمِّ الْقُرْآنِ . قال عبيد الله : وَأَرَاهُ قَدْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ". رواه الطحاوي (١٢١:١) ورجاله ثقات إلا أن في حديث إسماعيل بن عياش عن غير أهل الشام كلام ، وللحديث شواهد صحيحة فهو محتج به .

فائدہ: اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے بعض ائمہ نے فرض کی ہر رکعت میں منفرد و امام کے حق میں قراءت فاتحہ کے وجوب پر استدلال کیا ہے اور امام ابوحنیفہ سے بھی حسن نے اس کا وجوب بیان کیا ہے اور محقق ابن الہمام نے اسی کو ترجیح دی ہے اور عینی نے بھی اسی کو صحیح کہا ہے، لیکن ظاہر روایت یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک فرض کی پچھلی دو رکعتوں میں قراءت فاتحہ واجب نہیں، اس روایت کی بنا پر حدیث جابرؓ کا یہ جواب ہے کہ اس میں رکعت سے مراد نماز ہے اور رکعت کا اطلاق نماز پر شائع ہے اور بعض طرق میں وارد بھی ہے، پس اس سے صرف یہ ثابت ہوا کہ نماز میں قراءت فاتحہ واجب ہے، ہر رکعت میں وجوب ثابت نہ ہوا اور اس تاویل کا منشاء یہ ہے کہ حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ سے آخری دو رکعتوں میں اختیار مروی ہے کہ چاہے قراءت کرے یا تسبیح کرے یا خاموش رہے، اور چونکہ یہ بات وہ قیاس سے نہیں کہہ سکتے اس لئے ان سے مروی بات ایسے ہی ہے جیسے کہ خود حضور ﷺ سے مروی ہو۔

٨٧٢–عبیداللہ بن ابی رافع حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور کچھ قرآن پڑھتے تھے اور عصر میں بھی ایسا ہی کرتے اور ان دونوں نمازوں کی پچھلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھتے اور مغرب کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور کچھ قرآن پڑھتے اور تیسری میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے، عبیداللہ (راوی) کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف مرفوع کیا ہے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے مغرب کی تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ پر اکتفا کرنا مرفوعاً ثابت ہوا جو کہ دوسری روایتوں میں مصرح نہ تھا۔

باب افتراض القعدة الأخيرة قدر التشهد وعدم افتراض الصلاة والسلام بعد التشهد

٨٧٣– عن : عبد الله بن مسعود ﷺ فى حديث التشهد وقال بعد قوله : وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ : قال : "فَإِذَا قَضَيْتَ هٰذَا أَوْ قَالَ : فَإِذَا فَعَلْتَ هٰذَا فَقَدْ قَضَيْتَ صَلاَتَكَ " ، فَإِنْ شِئْتَ اَنْ تَقُوْمَ فَقُمْ ، وَإِنْ شِئْتَ اَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ " . رواه أحمد ، ورواه الطبرانى فى الأوسط وبين أن ذلك من قول ابن مسعود من قوله : " فَإِذَا فَرَغْتَ مِنْ هٰذَا فَقَدْ قَضَيْتَ صَلاَتَكَ " كذالك لفظه عند الطبرانى ، ورجال أحمد موثقون (مجمع الزوائد ١٩٨:١). قلت : يمكن الجمع بأنه قال مرة من عند نفسه ومرة رفعه ، وهو غير منكر ، فربما يفتى الصحابى بما سمعه من النبى ﷺ ، فيظن أنه فتياه وليس بمرفوع ثم يرفعه فى وقت ، ونظائره كثيرة . وهذا إذا صح سند الطبرانى ، ولكنه لم يصح كما يدل عليه سياق كلام الهيثمى ، علا أنه إن كان موقوفا فهو فى حكم المرفوع ، لأنه ليس مما يدرك بالرأى فلا يضر وقفه فى الاحتجاج به .

٨٧٤– عن القاسم بن مخيمرة قال : " أَخَذَ عَلْقَمَةُ بِيَدِىْ ، فَحَدَّثَنِىْ أَنَّ عَبْدَ اللهِ

باب قعدۂ اخیرہ کی بقدرِ تشہد فرضیت اور درود شریف اور لفظ سلام کی عدم فرضیت میں

٨٧٣-حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے تشہد کی حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو تشہد سکھائی اور اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ کے بعد فرمایا کہ جب تو یہ ادا کر چکے یا یہ فرمایا کہ جب تو یہ کام کر لے تو تیری نماز ادا ہو چکی، اسکے بعد اگر کھڑا ہونا چاہے تو کھڑا ہو جا اور اگر بیٹھنا چاہے تو بیٹھا رہ۔اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد)۔اور بعض رواۃ نے " فاذا قضیت هذا الخ "کو ابن مسعودؓ کا قول ظاہر کر کے روایت کیا ہے، دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ ابن مسعودؓ نے کبھی اس کو مرفوعاً روایت کیا ہوگا اور کبھی بطور فتویٰ کے بیان کیا ہوگا اور اسکی نظائر احادیث میں بکثرت ہیں، پس اس جملہ کے رفع کو رد نہیں کیا جا سکتا، خصوصاً جبکہ قاعدہ یہ ہے کہ وقف و رفع میں رواۃ کا اختلاف ہو تو رافع کو ترجیح ہوگی جبکہ وہ ثقہ ہے اور یہاں ایسا ہی ہے کہ رفع کرنے والے ثقات ہیں، اور اگر اسے بالفرض موقوف (یعنی ابن مسعودؓ کا قول) ہی مان لیا جائے تب بھی یہ مرفوع کے حکم میں ہوگا، کیونکہ یہ مدرک بالقیاس نہیں ہے، لہٰذا اس حدیث کا موقوف ہونا بھی حجت پکڑنے میں مضر نہیں۔

ابْنَ مَسْعُوْدٍ اَخَذَ بِيَدِهِ ، وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَ بِيَدِ عَبْدِ اللّٰهِ فَعَلَّمَهُ التَّشَهُّدُ فِي الصَّلَاةِ ، فَذَكَرَ مِثْلَ دُعَاءِ حَدِيْثِ الْاَعْمَشِ ، اِذَا قُلْتَ هٰذَا اَوْ قَضَيْتَ هٰذَا فَقَدْ قَضَيْتَ صَلَاتَكَ ، اِنْ شِئْتَ اَنْ تَقُوْمَ فَقُمْ ، وَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ " . أخرجه أبو داود (١ :٣٦٦و ٣٦٧، عون المعبود) وسكت عنه .

٨٧٥– عن علی ﷺ قال : " اِذَا جَلَسَ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ ثُمَّ اَحْدَثَ فَقَدْ تَمَّ صَلَاتُهٗ " . رواه البيهقي في السنن وإسناده حسن ، كذا في آثار السنن (١ :١٥١) . وفي تعليق التعليق (١ :١٥١): قلت : أخرجه من طريق عاصم بن ضمرة عن علي ، وقد تابعه على ذلك الحارث عند ابن أبي شيبة ، قال في مصنفه : حدثنا أبو معاوية عن أبي إسحاق عن الحارث عن علی ﷺ قال : " اِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ فِي الرَّابِعَةِ ثُمَّ اَحْدَثَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهٗ فَلْيَقُمْ حَيْثُ شَاءَ اه ". قلت وهذا مما ليس يدرك بالرأى ، فهو أيضا في حكم المرفوع.

٨٧٦– عن عبد الله بن عمرو ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : اِذَا اَحْدَثَ

۸۷۴- قاسم بن مخیمرہ سے راویت ہے کہ علقمہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور حدیث بیان کی کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن مسعودؓ کا ہاتھ پکڑ کر ان کو ان کی تشہد سکھائی، اس کے بعد راوی نے اعمش کی حدیث کی دعا (التحیات الخ) ذکر کی (اور اس میں یہ بھی ہے کہ) جب تو یہ الفاظ کہہ لے گا یا یہ فرمایا جب تو اس کو ادا کر لے گا تو تیری نماز پوری ادا ہو جائے گی (اب) اگر تو (مصلی سے) کھڑا ہونا چاہے تو کھڑا ہو جا، اور اگر بیٹھا رہنا چاہے تو بیٹھا رہ۔ اس حدیث کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

۸۷۵- حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جب نمازی تشہد کے قدر بیٹھے اور اس کے بعد اس کو حدث ہو جائے تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔ اس حدیث کو بیہقی نے سنن میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے، آثار السنن میں ایسا ہی ہے اور تعلیق التعلیق میں ہے کہ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو عاصم بن ضمرہ کے طریق سے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ کے نزدیک حارث بھی اس کا متابع ہوا ہے، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں علیؓ سے اس طرح مروی ہے کہ جب امام چوتھی رکعت میں بیٹھے اور پھر حدث کرے تو اس کی نماز پوری ہوگئی اب جہاں چاہے کھڑا ہو کر چلا جائے۔

فائدہ: ان تینوں حدیثوں سے باب کے تینوں مسئلے ثابت ہوئے کہ قعدہ اخیرہ مقدار تشہد کے فرض ہے، خود تشہد فرض نہیں ہے، اور درود شریف بعد تشہد کے فرض نہیں ہے، اور نماز سے بلفظ سلام نکلنا بھی فرض نہیں ہے۔

– يَعْنِي الرَّجُلَ– وَقَدْ جَلَسَ فِي آخِرِ صَلاَتِهِ قَبْلَ اَنْ يُسَلِّمَ فَقَدْ جَازَتْ صَلاَتُهُ " .أخرجه الترمذی (١: ٤٠ مع شروع أربعة) . وفی النیل (٢: ٢٠٠) : أخرجه أبو داود والترمذی ، وقال : لیس إسناده بذاك القوی ، وقد اضطربوا فی إسناده ، وإنما أشار إلی عدم قوة إسناده ، لأن فیه عبد الرحمن بن زیاد بن أنعم الافریقی وقد ضعفه بعض أهل العلم ، وقال النووی فی شرح المهذب : إنه ضعیف باتفاق الحفاظ ، وفیه نظر ، فإنه قد وثقه غیر واحد منهم زکریا الساجی وأحمد بن صالح المصری ، وقال یعقوب بن سفیان : لا بأس به ، وقال یحیی بن معین : لیس به بأس اه . قلت : وقد عرف أن قول ابن معین : " لیس به بأس " توثیق منه کما مر ، وبقیة رجاله ثقات فالحدیث حسن ، وسیأتی الجواب عن دعوی الاضطراب .

٨٧٧– حدثنا : بکر بن إدریس قال : ثنا آدم قال : ثنا شعبة عن یونس عن الحسن فی الرجل یحدث بعد ما رفع رأسه من آخر سجدة ، فقال : " لاَ یُجْزِیه حَتّٰی یَتَشَهَّدَ اَوْ یَقْعُدَ قَدْرَ التَّشَهُّدِ " . رواه الإمام الطحاوی (١: ١٦٣) ورجاله ثقات إلا بکر بن إدریس فلم أجد من ترجمه ، ولکن قد أکثر الطحاوی الاحتجاج بحدیثه .

٨٧٦–حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب کسی کو حدث ہوجائے اور وہ سلام سے پہلے قعدہ کر چکا ہو تو اسکی نماز درست ہوگئی۔ اسکو ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ اسکی سند قوی نہیں ہے، اور اس میں عبد الرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی ہے۔ جس کو بعض اہل علم نے ضعیف کہا ہے لیکن اس کو بہت سوں نے ثقہ بھی کہا ہے جن میں زکریا ساجی اور احمد بن صالح مصری بھی ہیں، اور یعقوب بن سفیان نے کہا "لا بأس به" اور یحییٰ بن معین نے کہا "لیس به بأس" اھ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات مشہور ہے کہ ابن معین کا "لا بأس به" کہنا توثیق ہے، پس سند حسن ہے اور سند میں اضطراب کا دعویٰ کرنا درست نہیں۔

<u>فائدہ</u>: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں ہے اور قعدۂ اخیرہ فرض ہے، نیز اس بات پر بھی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ ارکانِ صلوٰۃ کے مکمل ہوجانے کے بعد حدث مفسد صلوٰۃ نہیں ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

٨٧٧–حسن بصریؒ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو آخری سجدۂ نماز سے سر اٹھا کر حدث کردے فرمایا کہ نماز صحیح نہیں ہوئی یہاں تک کہ تشہد پڑھے یا بقدر تشہد قعدہ کرے۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں بجز ایک راوی کے جس کا حال مجھے معلوم نہیں ہوا مگر طحاوی اس سے بکثرت احتجاج کرتے ہیں۔

٨٧٨– حدثنا : محمد بن خزيمة قال : ثنا سعيد بن سابق الرشيدی قال : ثنا حيوة بن شريح عن ابن جريج قال : كان عطاء يقول : " إِذَا قَضَى الرَّجُلُ التَّشَهُّدَ الآخِيرَ فَقَالَ : اَلسَّلاَمُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ ، اَلسَّلاَمُ عَلَيْنَا وَعَلى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ ، فَاَحْدَثَ ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ سَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ ، فَذَكَرَ كَلاَماً مَعْنَاهُ فَقَدْ مَضَتْ صَلاَتُهٗ -اَوْ قال : فَلاَ يَعُوْدُ اِلَيْهَا " . أخرجه الطحاوی (١٦٣:١) . وسعيد بن سابق شيخ يروی عنه المصريون ، قاله الدارقطنی كذا فی الأنساب (ورق – ٢٨٣) . ولفظ " شيخ " للتعديل عندهم وبقية رجاله ثقات ، فالسند حسن .

٨٧٩– أبو حنيفة : عن حماد عن إبراهيم فی الرجل يجلس خلف الإمام قدر التشهد ثم ينصرف قبل أن يسلم الإمام ، قال : لَاَ يُجْزِيه وَقَالَ عطاء بن أبی رباح : اِذَا جَلَسَ قَدْرَ التَّشَهُّدِ اَجْزَاَهٗ ، قال أبو حنيفة : قَوْلِیْ هُوَ قَوْلُ عطاء (أخرجه) محمد بن الحسن فی الآثار (ص–٦٧ مطبوعه كلزار محمدی لاهور) ثم قال محمد : وبقول عطاء نأخذ نحن أيضا اه . قلت : رجاله كلهم ثقات ، و ابو حنيفة سمع عطاء (وأكثر منه) وعطاء تابعی جليل سمع كثيرا من الصحابة ، كذا فی تهذيب التهذيب (١٩٩:٧ إلی ٢٠١) .

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ درود وسلام کے عدم وجوب میں امام ابوحنیفہ متفرد نہیں بلکہ اجلۂ تابعین بھی انکے ساتھ ہیں۔

٨٧٨- ابن جریج سے روایت ہے کہ عطاء ابن ابی رباح یہ کہتے تھے کہ جب آدمی تشہد اخیر پڑھ چکے پھر حدث کردے تو اگرچہ اس نے دائیں بائیں سلام نہ پھیرا ہو (اس کے بعد کچھ بات کہی جس کے معنی یہ ہیں کہ) اس کی نماز پوری ہوگئی یا یوں کہا کہ نماز کو نہ لوٹائے۔ اس کو بھی طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔

٨٧٩- امام ابوحنیفہؒ حمادؒ سے اور وہ ابراہیم نخعیؒ سے اس شخص کے بارہ میں جو امام کے پیچھے بقدر تشہد بیٹھ کر سلام پھیرنے سے پہلے چلا جائے، روایت کرتے ہیں کہ ابراہیمؒ نے فرمایا کہ اسکی نماز صحیح نہیں ہوئی۔ اور عطاء نے کہا کہ جب بقدر تشہد بیٹھ چکا تو نماز ہوگئی، امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میرا قول وہی ہے جو عطاء کا قول ہے۔ اس کو امام محمد نے آثار میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قعدۂ اخیرہ فرض ہے اور درود شریف پڑھنا اور سلام پھیرنا فرض نہیں ہے اور یہی

٨٨٠– حدثنا سليمان (وثقه العقيلي كذا في اللسان – ٣:١٩٦) بن شعيب قال : حدثنا يحيى بن حسان قال : ثنا أبو وكيع (من رجال مسلم صدوق) عن أبي إسحاق عن أبي الأحوص (هو الكسائي المصري) عن عبد الله ﷺ قال : " اَلتَّشَهُّدُ اِنْقِضَاءُ الصَّلاَةِ ، وَالتَّسْلِيمُ اِذْنٌ بِانْقِضَائِهَا " رواه الطحاوي (١:١٦٢) ورجاله كلهم ثقات.

٨٨١– محمد : قال : أخبرنا شعبة بن الحجاج عن أبي النضر قال : سمعت حميد ابن عبد الرحمن يقول : سمعت عمر بن الخطاب ﷺ يقول : " لَا تَجُوْزُ الصَّلاَةُ اِلَّا بِتَشَهُّدٍ " قال محمد : وَبِهٰذَا نَأْخُذُ ، فَاِذَا تَشَهَّدَ فَقَدْ قَضَى الصَّلاَةَ ، فَاِنْ اِنْصَرَفَ قَبْلَ اَنْ يُسَلِّمَ اَجْزَأَتْهُ ، وَلاَ يَنْبَغِيْ لَهُ اَنْ يَتَعَمَّدَ ذٰلِكَ . قلت : رجاله كلهم ثقات ، رواه محمد في الآثار (ص–٦٧).

باب سنية الصلاة على النبي ﷺ في الصلاة وألفاظها

٨٨٢– عن عبد الرحمن بن أبي ليلى قال : لقيني كعب بن عجرة فقال : اَلَا اُهْدِيْ لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ ؟ فَقُلْتُ : بَلٰى ! فَاهْدِهَا لِيْ . فَقَال : سَأَلْنَا

۸۸۰–حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تشہد نماز کا خاتمہ ہے اور سلام پھیرنا ختم کی اطلاع دینا ہے۔اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ قعدۂ اخیرہ بقدر تشہد سے فرائض تمام ہو جاتے ہیں، سلام پھیرنا فرض نہیں بلکہ وہ تو ختم کی اطلاع ہے، واللہ اعلم۔

۸۸۱–حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نماز درست نہیں ہوتی بغیر تشہد کے۔اس کو امام محمد نے آثار میں روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔محمدؒ نے فرمایا کہ ہم بھی اسی کے قائل ہیں کہ جب تشہد پڑھ چکا تو نماز تمام ہوگئی، اب اگر وہ سلام سے پہلے بھی لوٹ جائے تو نماز درست ہوگئی، مگر عمداً ایسا کرنا اچھا نہیں۔

فائدہ: حضرت عمرؓ کے قول سے تشہد کا ضروری ہونا معلوم ہوا اور یہی ہمارا مذہب ہے کہ قعدۂ اخیرہ تو فرض ہے اور اسمیں تشہد واجب ہے۔

باب نماز میں درود شریف کے پڑھنے کی سنیت اور درود شریف کے الفاظ

۸۸۲–عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت کعب بن عجرہؓ (صحابی) ملے اور فرمایا کہ کیا

رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فقلنا : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ؟ فَإِنَّ اللهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ ، قَالَ : قُوْلُوْا : " اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ" . رواه امام المحدثين أبو عبد الله البخاري فی كتاب الانبياء من صحيحه (١:٤٧٧).

٨٨٣– عن أبي مسعود ﷺ قال : قال بشير بن سعيد : " يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اَمَرَنَا اللهُ اَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ ، فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ ؟ فَسَكَتَ ، ثُمَّ قال : قُوْلُوْا : " اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ ،وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ" . وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ " . رواه مسلم . وزاد ابن خزيمة فيه : " فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ اِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا عَلَيْكَ

میں تجھے ایسا ہدیہ نہ دوں جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں؟ (ضرور) دیجئے! تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ (یارسول اللہ ﷺ) آپ (اور آپ کے) اہل بیت پر درود بھیجنے کا کیا طریقہ ہے؟ (اور صرف درود کا طریقہ ہم) اس لئے (دریافت کرتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ پر (التحیات میں) سلام کا طریقہ تو (آپ ﷺ کی معرفت) بتادیا ہے (درود کا طریقہ معلوم نہیں ہوا)، حضور ﷺ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو " اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ" ۔اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الانبیاء میں روایت کیا ہے۔

٨٨٣–حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ بشیر بن سعید نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم کو اللہ نے حکم فرمایا ہے کہ آپ ﷺ پر درود بھیجیں تو ہم کس طرح درود پڑھا کریں؟ آپ ﷺ سن کر خاموش رہے، اس کے بعد فرمایا کہ یوں کہا کرو "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ ،وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ" اور سلام وہ ہے جس کو تم جانتے ہو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے اس میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ (ہم نے کہا)

فِيْ صَلاَتِنَا " ؟ (بلوغ – ١:٥٥) . وذكر الحافظ هذه الزيادة فى الفتح (١١:١٣٩) وقال : أخرجه أصحاب السنن وصححه الترمذى وابن خزيمة والحاكم وقال الدار قطنى : إسناده حسن متصل ، وقال البيهقى : إسناده حسن صحيح اه.

٨٨٤– عن فضالة بن عبيد قال : سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلاً يَدْعُوْ فِي صَلاَتِهِ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : عَجِلَ هٰذَا ، ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ أَوْ لِغَيْرِهٖ : " اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيْدِ اللهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ (المراد به التشهد) ثُمَّ لِيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ لِيَدْعُ بَعْدُ مَا شَاءَ " . رواه الترمذى وصححه (نيل الأوطار –٢:٢٨٤).

٨٨٥– عن : يحيى بن سباق عن رجل من آل الحارث عن ابن مسعود ﷺ

پس ہم کس طریقہ سے آپ ﷺ پر درود پڑھیں جب ہم اپنی نماز میں درود پڑھنے کا ارادہ کریں ، (بلوغ المرام) ، اس زیادتی کو فتح الباری میں بھی ذکر کیا ہے ، اس حدیث کو اصحاب سنن نے روایت کیا ہے اور ترمذی ، ابن خزیمہ اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور دار قطنی نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن متصل ہے ، اور بیہقی نے کہا ہے کہ اسکی سند حسن صحیح ہے۔

__فائدہ__: ان دونوں حدیثوں سے درود کے الفاظ معلوم ہو گئے اور اس کا مسنون ہونا بھی معلوم ہو گیا اور وجوب پر دلالت اسلئے نہیں کہ سوال صحابہ کا کیفیت سے تھا ، جواب میں حضور ﷺ نے بھی کیفیت صلوٰۃ بیان فرمادی اس سے نفس درود کی فرضیت یا وجوب ثابت نہیں ہو سکتی اور کیفیت کے واجب نہ ہونے پر اجماع ہے ، پس صیغۂ امر حدیث میں ندب واستحباب کیلئے ہے اور حضور ﷺ کی مواظبت نے اس کو سنت مؤکدہ کر دیا ہے۔

٨٨٤– فضالہ بن عبیدؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا اور اس نے حضور ﷺ پر درود نہیں پڑھا تھا ، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے جلدی کی ، پھر اس کو بلایا اور اس سے ہی یا کسی اور شخص سے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے نماز پڑھ چکے (اور قعدۂ اخیرہ میں بیٹھے) تو اول اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے (مراد تشہد ہے) پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے ، پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے (نیل)۔

__فائدہ__: اس سے بھی درود کا مستحب ومسنون ہونا معلوم ہوا اور امر کو وجوب پر اس لئے محمول نہیں کر سکتے کہ اس میں دعا کرنے کا امر بھی وارد ہے اور اس کو کوئی واجب نہیں کہتا بلکہ سب کا اجماع ہے کہ دعا مستحب ہے ، لہٰذا یہ امر سنت کی رعایت میں امر شفقت ونصیحت ہے۔

٨٨٥– حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سیدنا رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی

عن النبی ﷺ قال : " إِذَا تَشَهَّدَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَقُلْ : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا صَلَّيْتَ وَ بَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَآلِ اِبْرَهِيْمَ ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ " . رواه الحاكم والبیهقی ورجاله ثقات الا هذا الرجل الحارثی ، فینظر فیه، كذا فی التلخیص الحبیر (۱:۱۰۱). قلت : ففیه رجل مجهول ، فلا یحتج به.

۸۸۶– عن : حنظلة بن علی عن أبی هریرة ﷺ رفعه : من قال : " اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيْمَ ، و بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آل اِبْرَاهِيْمَ ، وَتَرَحَّمْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيْمَ ، شَهِدتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَشَفَعْتُ لَهُ ". أخرجه الطبری فی تهذیبه ، ورجال سنده رجال الصحیح إلا سعید بن سلیمان مولی سعید بن العاص الراوی له عن حنظلة بن علی فانه مجهول كذا فی فتح الباری (۱۱:۱۳۵) وقد وقع فیه التصحیف فی اسم أبی سعید ، وقال الحافظ فی تهذیبه (۴:۵۹) : سعید بن عبد الرحمن القرشی الأموی مولی آل سعید بن العاص روی عن

تشہد پڑھ چکے تو یوں کہے " اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد الخ " ۔اس کو حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں ،بجز ایک شخص کے جو ابن مسعودؓ سے راوی ہے کہ وہ مجہول ہے۔(تلخیص حبیر)۔میں کہتا ہوں اس حالت میں اس سے احتجاج نہیں ہوسکتا۔

فائدہ: شافعیہ نے اس سے محل فرضیت درود کی تعیین پر استدلال کیا ہے ،مگر ان کے قواعد پر اس سے احتجاج صحیح نہیں اور ہمارے نزدیک امر سے استحباب مراد ہے ،اور فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی کافی ہے ، پس اس سے درود کا محل استحباب متعین ہوگیا۔

۸۸۶–حنظلہ بن علی ،ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جو شخص یوں درود پڑھے " اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيْمَ ، و بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آل اِبْرَاهِيْمَ ، وَتَرَحَّمْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيْمَ "تو میں اس کے لئے قیامت کے دن گواہی

حنظلة بن علی الأسلمی عن أبی هریرة فی فضل الصلاة علی النبی ﷺ ، وعنه إسحاق بن سلیمان الرازی ذکره ابن حبان فی الثقات اھ . وفی القول البدیع (ص–۳۱ بطبوعة أنوار أحمدی إله آباد) وبعد ما نقل الحدیث بلفظ : " شَهِدْتُ لَهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِالشَّهَادَةِ وَشَفَعْتُ لَهُ شَفَاعَة " ، وبعد ما عزاه إلی الأدب المفرد للبخاری ، وتهذیب الآثار للطبری رحمه الله تعالی ما نصه : وهو حدیث حسن ورجاله رجال الصحیح ، لکن فیهم سعید بن عبد الرحمن مولی آل سعید بن العاص الراوی له عن حنظلة ، وهو مجهول لا نعرف فیه جرحا ولا تعدیلا ، نعم! ذکره ابن حبان فی الثقات علی قاعدته اھ . قلت : وفی میزان الاعتدال (۱:۳۸۶) : سعید بن عبد الرحمن الأموی مولاهم عن حنظلة بن علی ، وعنه إسحاق بن سلیمان الرازی فقط وثق اھ.

۸۸۷– عن : عبد الله بن مسعود ﷺ قال : "إِذَا صَلَّیْتُمْ عَلی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَأَحْسِنُوا الصَّلَاةَ عَلَیْهِ ، فَإِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعَلَّ ذٰلِكَ یُعْرَضُ عَلَیْهِ ، قَالَ : فَقُوْلُوْا : اِجْعَلْ صَلٰوتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَکَاتِكَ عَلی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ، وَإِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ ،وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ ، مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ ، إِمَامِ الْخَیْرِ وَقَائِدِ الْخَیْرِ ، وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ . اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَاماً مَحْمُوْداً یَغْبِطُ بِهِ الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ . اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلی مُحَمَّدٍ وَعَلی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا

دوں گا اور اس کیلئے شفاعت کروں گا۔ اس حدیث کو طبری نے اپنی تہذیب میں روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے راوی ہیں بجز ایک راوی کے جو مجہول ہے، لیکن ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور میزان میں بھی توثیق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے پس سند حسن ہے۔

۸۸۷- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب تم رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجو تو درود اچھے طریقہ سے پڑھا کرو، اس لئے کہ تم کو کیا خبر ہے کہ شاید یہ درود مقبول ہو اور حضور ﷺ پر پیش کیا جائے، اور کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت عبد اللہؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ (جب یہ بات ہے) تو آپ ہمیں سکھایئے، حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ یوں کہو " اللهم اجعل صلواتك ورحمتك وبركاتك على سيد المرسلين وامام المتقين وخاتم النبيين محمد عبدك ورسولك امام الخير وقائد الخير ورسول الرحمة اللهم ابعثه مقاماً محموداً يغبط

صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ ". رواه ابن ماجة (ص–٦٥) وفي القول البديع (ص–٣٧) : وإسناده حسن ، بل قال الشيخ علاء الدين مغلطائى : إنه صحيح اه. وقال الحافظ فى الفتح (١١:١٣٤) عن ابن القيم : أخرجه ابن ماجة من وجه قوى اه.

٨٨٨– عن : ابن عباس ﷺ أنه كان إذا صلى على النبى ﷺ قال : " اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدِ الْكُبْرٰى ، وارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَا ، وَاَعْطِهٖ سُؤْلَهٗ فِى الآخِرَةِ وَالأُوْلٰى ، كَمَا آتَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى " . رواه عبد بن حميد فى مسنده ، وعبد الرزاق وإسماعيل القاضى ، وإسناده جيد قوى صحيح (القول البديع) .

٨٨٩– عن : أبى هريرة ﷺ عن النبى ﷺ قال : " مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَكْتَالَ بِالْمِكْيَالِ الاَوْفٰى اِذَا صَلّٰى عَلَيْنَا اَهْلَ الْبَيْتِ ، فَلْيَقُلْ : "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ وَاَزْوَاجِهٖ

به الاولون والآخرون اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد "۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور قول بدیع میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے بلکہ شیخ علاء الدین مغلطائی نے فرمایا ہے کہ صحیح ہے اور فتح الباری میں ابن قیم سے ہے کہ ابن ماجہ نے اس حدیث کو طریقہ قوی سے راویت کیا ہے۔

٨٨٨–حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب وہ نبی ﷺ پر درود شریف پڑھتے تو اس طرح کہتے " اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدِنِ الْكُبْرٰى ، وارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَا ، وَاَعْطِهٖ سُؤْلَهٗ فِي الآخِرَةِ وَالأُوْلٰى ، كَمَا آتَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى " ۔اس حدیث کو عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور عبد الرزاق اور اسمٰعیل قاضی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند جید قوی صحیح ہے، (قول البدیع)۔

٨٨٩–حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو یہ بات پسند ہو کہ جب ہم اہل بیت پر درود پڑھے تو اعلی پیمانہ کا درود پڑھے تو وہ یوں کہے "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ وَاَزْوَاجِهٖ

أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ ، وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ". رواه ابو داود وسكت عنه هو والمنذری (نيل الأوطار –٢: ١٨٦).

باب سنية الدعاء فی الصلاة بما يشبه الفاظ القرآن والأدعية المأثورة والترتيب بينه وبين التشهد والصلاة والدعاء

٨٩٠– عن: أبی بكر الصديق ﷺ: " أَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ: عَلِّمْنِیْ دُعَاءً أَدْعُوْ بِهٖ فِیْ صَلَاتِیْ ، قَالَ: قُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا ، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ ، وَارْحَمْنِیْ ، اِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ". رواه إمام المحدثين البخاری رحمه الله تعالىٰ (١: ١١٥).

٨٩١– عن: عائشة رضی الله عنها زوج النبی ﷺ أخبرته: " أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ

أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ ، وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ " اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے۔(نیل)۔

فائدہ: ان احادیث سے درود کے مختلف صیغے معلوم ہوئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل بیت پر بھی درود پڑھنا چاہئے، لیکن یہ بھی واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور درود کے ان الفاظ میں سے جس کو چاہے اختیار کرے جائز ہے، اسی طرح اور جو الفاظ احادیث میں آئے ہوں سب جائز ہیں، نماز میں ماثور کے علاوہ اپنے اختراع کئے ہوئے درود پڑھنا مناسب نہیں، واللہ اعلم۔

باب نماز کے آخر میں درود شریف کے بعد دعا کا ایسے الفاظ سے جو قرآن کے مشابہ ہوں یا وہ دعائیں جو ماثور ہوں سنت ہونا اور تشہد اور درود شریف و دعا میں ترتیب کا ہونا

٨٩٠- حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسی دعا سکھا دیجئے کہ میں اسکو اپنی نماز میں پڑھا کروں، ارشاد فرمایا کہ اس طرح کہہ لیا کرو" اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا ، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا أَنْتَ ، فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ ، وَارْحَمْنِیْ ، اِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ " (یعنی اے اللہ! میں نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کیا اور گناہوں کو تیرے سوا کوئی نہیں بخشتا ہے، پس تو اپنی خاص بخشش سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما!، بیشک تو ہی بخشنے والا ہے)۔ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

٨٩١- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ

كَانَ يَدْعُوْ فِي الصَّلاَةِ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ فِتْنَةِ الْمَمَاتِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ" الحديث. رواه البخاری (١:١١٥).

٨٩٢ – عن: عبد الله (ابن مسعود) ﷺ فی حديث التشهد قال ﷺ: " ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الدُّعَاءِ اَعْجَبَهُ اِلَيْهِ فَيَدْعُوْ". رواه البخاری (١:١١٥).

٨٩٣ – عن: معاوية بن الحكم السلمی فی حديث طويل: ثُمَّ قال النبی ﷺ: "اِنَّ هٰذِهِ الصَّلاَةَ لاَ يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ كَلاَمِ النَّاسِ، اِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيْحُ وَ التَّكْبِيْرُ وَ قِرَائَةُ الْقُرْآنِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ". رواه مسلم فی صحيحه (١:٢٠٣).

٨٩٤ – عن: عبد الله بن مسعود ﷺ قال: " كُنْتُ اُصَلِّیْ وَالنَّبِیُّ ﷺ وَاَبُوْبَكْرٍ

اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ فِتْنَةِ الْمَمَاتِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ" (اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے، دجال کے فتنہ سے، زندگی اور مرنے کے فتنہ سے اور گناہ اور قرض کے فتنہ سے) الحدیث۔ اس کو بھی بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان حدیثوں سے درود کے بعد نماز میں دعا کا مسنون ہونا ثابت ہوا۔

۸۹۲- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے تشہد کی حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اس مرد مصلی کو) فرمایا کہ اس کے بعد جو دعا زیادہ اچھی معلوم ہو وہ اختیار کرے اور دعا کرے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۸۹۳- معاویہ بن حکم سلمی سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ اس کے بعد (جو مضمون اس سے پہلے ہے اس کے بعد مراد ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ نماز ایسی شے ہے کہ اس میں انسان کا کلام کچھ بھی زیبا نہیں، نماز تو نام تسبیح اور تکبیر اور قرآن پڑھنے کا ہے، یہ فرمایا یا اس کے ہم معنی الفاظ حضور ﷺ نے فرمائے (یا تو راوی کو بعینہ الفاظ حدیث کے یاد نہیں رہے یا احتیاطاً ایسا کہا)۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ایسی دعا بھی نہ کرے جو کلام الناس کے مشابہ ہو، اس لئے اس حدیث سے اس سے پہلی والی حدیث کا عموم کہ جو چاہے دعا مانگے ختم ہو گیا بلکہ پہلی حدیث سے بھی یہی مراد ہے کہ ادعیہ ماثورہ مانگے۔

۸۹۴- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور میرے ساتھ نبی ﷺ اور ابو بکرؓ و عمرؓ بھی تھے، جب

وَعُمَرُ مَعَهُ ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللهِ تعالى (المراد به التشهد) ، ثُمَّ بِالصَّلاَةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : سَلْ تُعْطَهْ ". رواه الترمذی و صححه.

٨٩٥– وعنه : قال : " يَتَشَهَّدُ الرَّجُلُ ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَدْعُوْ لِنَفْسِهِ " . رواه الحاكم بسند قوی ، كذا فی فتح الباری (١١: ١٤٠) وفيه (٢: ٢٦٦) أيضا : فعند سعيد بن منصور وأبی بكر بن أبی شيبة بإسناد صحيح إلی أبی الأحوص ، قال : قال : عبد الله (هو ابن مسعود) ﷺ : " يَتَشَهَّدُ الرَّجُلُ فِی الصَّلاَةِ ، ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ يَدْعُوْ لِنَفْسِهِ بَعْدُ اه ". ويزاد فی الباب حديث فضالة بن عبيد أيضا ، وقد ذكرناه فی الباب السابق ، صححه الترمذی.

باب وجوب الخروج من الصلاة بالسلام وبيان كيفيته

٨٩٦– عن : علی ﷺ مرفوعًا " مِفْتَاحُ الصَّلاَةِ الطُّهُوْرُ ، وَتَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ

میں بیٹھا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی ثنا سے ابتداء کی (یعنی التحیات پڑھی) پھر نبی ﷺ پر درود شریف پڑھا، پھر میں نے اپنے واسطے دعا کی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مانگ لے تجھے ملے گا۔اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

٨٩٥–حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نمازی اول تشہد پڑھے، پھر نبی ﷺ پر درود شریف پڑھے، پھر اپنے واسطے دعا کرے۔حاکم نے اس کو سند قوی سے روایت کیا ہے، فتح الباری میں اسی طرح ہے اور یہ بھی ہے کہ سعید بن منصور اور ابوبکر ابن ابی شیبہ کے نزدیک ابوالاحوص تک صحیح سند سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ آدمی کو چاہئے کہ نماز میں تشہد پڑھے، پھر نبی ﷺ پر درود شریف پڑھے، پھر اپنے واسطے دعا کرے۔حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا اس نے نہ اللہ کی حمد کی اور نہ حضور ﷺ پر درود پڑھا تھا، تو آپ نے فرمایا کہ اس نے جلدی کی، پھر اس شخص کو بلا کر یہ فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے نماز پڑھا کرے تو چاہئے کہ اول اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے، پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

فائدہ:ان احادیث سے یہ امور ثابت ہوئے کہ دعا نماز میں آدمیوں کے کلام کے مشابہ نہ ہو بلکہ قرآن کی دعاؤں کے مشابہ ہو اور یا ماثور دعائیں ہوں اور ترتیب یہ ہے کہ اول تشہد پڑھے اس کے بعد درود شریف اور اسکے بعد دعا۔

وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ " . رواه الإمام أحمد وأبو داود والترمذى وابن ماجة بإسناد صحيح ، كذا فى العزيزى (٣:٢٨٣). وقال الحافظ فى الفتح (٢:٢٦٧): حديث " تَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ " أخرجه أصحاب السنن بسند صحيح اه .

٨٩٧– عن : وائل بن حجر ﷺ : قال " صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَكَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِيْنِهِ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ ، وَعَنْ شِمَالِهِ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ ".رواه أبو داود (وسكت عنه) بإسناد صحيح (بلوغ المرام –١:٥٦) . وفى التلخيص (١:٩٠٤) وقع فى صحيح ابن حبان من حديث ابن مسعود زيادة " وَبَرَكَاتُهُ " وهى عند ابن ماجة أيضا اه . قلت : لم أجدها فى باب التسليم من ابن ماجة (ص–٦٦) فلعلها فى بعض النسخ دون بعض.

باب نماز سے بلفظ سلام نکلنے کا وجوب اور سلام کے وقت دائیں بائیں التفات کرنے کی سنیت اور لفظ سلام کا بے مد ہونا اور سلام میں حاضرین نمازیوں کی نیت کرنا

٨٩٦–حضرت علیؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نماز کی کنجی پاکی (وضو) ہے اور نماز کی تحریم تکبیر ہے (کہ تکبیر کے بعد نماز کی حرمۃ میں داخل ہو جاتا ہے اور جو چیزیں نماز کے خلاف ہیں وہ حرام ہو جاتی ہیں) اور نماز کی تحلیل سلام پھیرنا ہے (یعنی سلام پھیرنے کے بعد نمازی کی حرمۃ سے نمازی نکل جاتا ہے اور جو چیزیں نماز کی وجہ سے حرام ہوئی تھیں وہ حلال ہو جاتی ہیں)۔اس حدیث کو امام احمد ،ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے،عزیزی میں ایسا ہی ہے اور فتح الباری میں ہے کہ حدیث " تحليلها التسليم " کو اصحاب سنن نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

فائدہ:اس سے سلام کا وجوب ظاہراً ثابت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس کو تحلیل صلوٰۃ فرمایا ہے۔

٨٩٧–حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ ﷺ اپنی دائیں جانب سلام پھیرتے (اور فرماتے) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،اور اپنی بائیں جانب اسی طرح السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فرماتے تھے۔اس حدیث کو ابوداود نے سند صحیح سے روایت کیا ہے (بلوغ المرام) اور تلخیص میں ہے کہ ابن مسعودؓ کی حدیث میں لفظ وبرکاتہ کی زیادتی ہے اور یہ زیادتی ابن ماجہ کے نزدیک بھی ہے،لیکن میں کہتا ہوں کہ میں نے اس زیادتی کو ابن ماجہ میں نہیں پایا،شاید کسی نسخہ میں ہو۔

فائدہ:اس سے دونوں طرف سلام پھیرنا ثابت ہوا اور جمہور اور علماء احناف کا مسلک یہی ہے،اور ایک سلام والی روایات

٨٩٨– عن : عبد الله (هو ابن مسعود) ﷺ عن النبي ﷺ : " أَنَّهُ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ " . رواه الترمذی (١:٣٩) وقال حسن صحيح.

٨٩٩– عن : عامر بن سعد عن أبيه ﷺ قال : " كُنْتُ أَرٰى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ حَتّٰى أَرٰى بَيَاضَ خَدِّهٖ " . رواه مسلم (١:٢١٦).

٩٠٠– عن : أبي هريرة ﷺ قال : " حَذْفُ السَّلَامِ سُنَّةٌ " وقال علي بن حجر (شيخ الترمذی) : وقال ابن مبارك : " يَعْنِيْ أَنْ لَا تَمُدَّهٗ مَدًّا " . رواه الترمذی (١:٣٩) وقال : حسن صحيح.

صحیح نہیں ہیں، نیز ابن مسعودؓ کا قول کہ حضور ﷺ دونوں طرف سلام پھیرتے تھے، حضرت انسؓ کے اس قول سے کہ حضور ﷺ صرف دائیں طرف سلام پھیرتے تھے سے مقدم ہے کیونکہ ابن مسعودؓ انسؓ کی نسبت بڑے عالم جلیل القدر صحابی اور کثیر الملازمہ صحابی ہیں اور حضرت انسؓ کی نسبت حضرت ابن مسعودؓ نماز میں حضور ﷺ کے زیادہ قریب ہوتے تھے (فتح الباری) لیکن سب سے بہترین توجیہ یہ ہے کہ ایک سلام والی احادیث کا یہ مطلب ہے کہ آپ ﷺ پہلا سلام زیادہ اونچی آواز سے کہتے اور دوسرا سلام پست آواز سے کہتے تھے۔اور وبرکاتہ کی زیادتی بھی سلام میں جائز ہے مگر احادیث مشہورہ اس سے خالی ہیں، اس لئے اس پر عمل نہیں ہے۔

٨٩٨-حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنے دائیں اور بائیں، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر سلام پھیرتے تھے۔اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں منہ موڑا جائے۔

٨٩٩-حضرت عامر بن سعد اپنے باپ (سعدؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کرتا تھا کہ آپ ﷺ اپنی دائیں جانب اور اپنی بائیں جانب سلام پھیرتے تھے اور چہرۂ مبارک اس قدر موڑتے تھے کہ میں آپ ﷺ کے رخسار مبارک کی سفیدی دیکھتا۔اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ:اس سے دائیں اور بائیں منہ موڑنے کی حد معلوم ہوگئی۔

٩٠٠-حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ سلام کا حذف سنت ہے۔علی بن حجرؒ جو ترمذی کے استاذ ہیں، ان کے استاذ ابن مبارکؒ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ مطلب حذف کا یہ ہے کہ السلام کے ہمزہ کو کھینچا نہ جائے۔اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔

٩٠١– عن : جابر بن سمرة ﷺ في حديث طويل مرفوع : " إِنَّمَا يَكْفِيْ أَحَدَكُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ ، ثُمَّ يُسَلِّمَ عَلَى أَخِيْهِ مَنْ عَلَى يَمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ ". رواه الإمام مسلم في صحيحه (١٨١:١).

٩٠٢– عن : سمرة بن جندب ﷺ قال : " أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنْ نُسَلِّمَ عَلَى أَئِمَّتِنَا ، وَأَنْ يُسَلِّمَ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ " . رواه ابن ماجة (ص–٦٦). وفي التلخيص (١٠٥:١) بعد نقله : زاد البزار " فِي الصَّلَاةِ " وإسناده حسن .

باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء والذكر بعد الصلاة

٩٠٣– عن : قبيصة بن هلب عن أبيه قال : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَؤُمُّنَا فَيَنْصَرِفُ عَلَى جَانِبَيْهِ جَمِيْعاً ، عَلَى يَمِيْنِهِ وَعَلَى شِمَالِهِ " . رواه الترمذي (٤٠:١) وقال : حسن . وفي النيل (٢٠٩:٢) : وصححه ابن عبد البر في الاستيعاب.

فائدہ: حنفیہ بھی اس سنت پر عامل ہیں۔

٩٠١–حضرت جابر بن سمرہؓ سے ایک طویل حدیث مرفوع میں مروی ہے کہ پس تم میں سے ہر کسی کو یہ کافی ہے کہ ہاتھ اپنی ران پر رکھے رہے (یعنی سلام کے وقت بلند کرے) پھر اپنے بھائی مسلمان پر دائیں اور بائیں سلام کرے ۔اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے سلام میں اپنے بھائی نمازیوں کی نیت کا مستحب ہونا معلوم ہوا۔

٩٠٢–حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہم (نماز میں) اپنے اماموں پر سلام کریں اور آپس میں ایک دوسرے کو سلام کریں۔ اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور تلخیص میں اس کو نقل کر کے کہا ہے کہ بزار نے ''نماز میں'' کا لفظ زیادہ کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے باب کے ہر چہار اجزاء کا ثابت ہونا بالکل ظاہر ہے۔

باب سلام پھیرنے کے بعد قبلہ سے پھر کر بیٹھنے اور اسکے طریقہ کا بیان اور یہ کہ نماز کے بعد دعا وذکر مسنون ہے

٩٠٣–قبیصہ بن ہلب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری امامت فرماتے تھے تو (نماز کے بعد) دونوں جانب دائیں اور بائیں پھرتے تھے۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن کہا ہے اور نیل الاوطار میں ہے کہ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

٩٠٤— عن : عبد الله ﷺ (هو ابن مسعود) قال : " لَا يَجْعَلَنَّ اَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ مِنْ نَفْسِهٖ جُزْئًا لَا يَرٰى اِلَّا اَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ لَا يَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ يَمِيْنِهٖ . اَكْثَرُ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَنْصَرِفُ عَنْ شِمَالِهٖ " . رواه الشيخان ، واللفظ لمسلم (١:٢٤٧) . ولفظ البخاری (١:١١٨) : لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ كَثِيْراً يَنْصَرِفُ عَنْ يَسَارِهٖ .

٩٠٥— عن : السدی قال : " سَاَلْتُ اَنَسًا كَيْفَ اَنْصَرِفُ اِذَا صَلَّيْتُ ؟ عَنْ يَمِيْنِیْ اَوْ عَنْ يَسَارِیْ ؟ قال : اَمَّا اَنَا فَاَكْثَرُ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِيْنِهٖ " .اھ رواه مسلم (١:٢٤٧).

٩٠٦— وأخرجه : أيضا عن البراء ﷺ قال : " كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَحْبَبْنَا اَنْ نَكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِهٖ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ ، فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ : رَبِّ قِنِیْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ اَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ " اھ.

٩٠٧— عن : سمرة بن جندب ﷺ قال : " كَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا صَلّٰی صَلَاةً اَقْبَلَ

۹۰۴-حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شیطان کو اپنے نفس سے حصہ نہ دے (کہ جوامر دین میں نہیں ہے شیطان کے اغواء سے نفس اس کا منقاد ہو جائے) کہ اپنے اوپر (نماز سے فراغت کے بعد) دائیں جانب ہی پھرنا ضروری اور واجب جانے، میں نے اکثر رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ بائیں جانب بھی پھرا کرتے تھے۔اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے اور بخاری میں یہ الفاظ ہیں کہ میں نے اکثر حضور ﷺ کو بائیں جانب پھرتے دیکھا ہے۔

۹۰۵-اور مسلم نے سدی سے روایت کیا ہے کہ میں نے انسؓ سے پوچھا کہ میں جب نماز پڑھ لوں تو کیسے پھروں؟ دائیں جانب یا بائیں جانب؟ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ (بھائی) میں نے تو اکثر رسول اللہ ﷺ کو دائیں جانب مڑتے دیکھا ہے۔

۹۰۶-اور نیز مسلم نے حضرت براءؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم جب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تو یوں چاہا کرتے تھے کہ آپ کے دائیں جانب رہیں (اسلئے) تاکہ حضور ﷺ کا چہرہ مبارک ہماری طرف ہو، اور حضرت براءؓ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے "رَبِّ قِنِیْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ " یا " يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ " (یعنی اے میرے رب مجھے اس دن کے عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا یا فرماتے کہ جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا)۔

۹۰۷-حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھ لیتے تو چہرۂ انور سے ہماری طرف متوجہ

عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ". رواه البخاري (١١٨:١).

٩٠٨– عن: البراء بن عازب ﷺ قال: " رَمَقْتُ الصَّلَاةَ مَعَ مُحَمَّدٍ ﷺ فَوَجَدْتُ قِيَامَهُ، فَرَكْعَتَهُ، فَاعْتِدَالَهُ بَعْدَ رُكُوعٍ، فَسَجْدَتَهُ، فَجَلْسَتَهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، فَسَجْدَتَهُ، فَجَلْسَتَهُ مَا بَيْنَ التَّسْلِيمِ، وَالِانْصِرَافِ قَرِيباً عَنِ السَّوَاءِ". رواه مسلم (١٨٩:١).

٩٠٩– عن: أم سلمة رضى الله عنها: " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا سَلَّمَ يَمْكُثُ فِي مَكَانِهِ يَسِيراً، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَنُرَىٰ – وَاللهُ أَعْلَمُ – لِكَيْ يَنْفُذَ مَنْ يَنْصَرِفُ مِنَ النِّسَاءِ". رواه البخاري (١١٧:١). وفي رواية أخرى له: قالت (أى أم سلمة: " كَانَ يُسَلِّمُ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ، فَيَدْخُلْنَ بُيُوتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَنْصَرِفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ".

ہوجاتے تھے۔اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے چند امور ثابت ہوئے (۱): نماز کے بعد امام کو اختیار ہے خواہ دائیں جانب پھرے یا بائیں جانب (۲) اور مستحب یہ ہے کہ جس جانب امام کو جانے کی حاجت ہو اس جانب کو پھرے، (۳): اور اگر دونوں جانبین برابر ہوں تو پھر دائیں جانب افضل ہے، (۴): اور ایک ہی جانب پھرنے کو واجب جاننا بدعت اور مکروہ ہے اور بلا اعتقاد وجوب کے ایک ہی جانب پھرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۹۰۸- حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے غور کیا تو میں نے آپ کے قیام کو، پھر رکوع کو، پھر رکوع کے بعد سیدھا کھڑے ہونے کو، پھر سجدہ کو، پھر سجدوں کے درمیانی جلسہ کو، پھر دوسرے سجدہ کو، پھر سلام پھیرنے اور مڑنے کے درمیانی جلسہ کو قریب قریب برابر پایا (یعنی ہر ایک فعل سابق ولاحق میں باہم مناسبت قریبہ تھی، رکوع کو قیام سے اور قومہ کو رکوع سے الخ یہ مطلب نہیں کہ سب کی مقدار مساوات کے قریب تھی)۔اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ انحراف سے پہلے کچھ دیر اپنے مصلی پر بیٹھتے تھے، نوویؒ نے اس پر تنبیہ کی ہے۔

۹۰۹- حضرام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سلام پھیر لیتے تو اپنی جگہ میں کچھ دیر ٹھہرے رہتے، ابن شہاب کہتے ہیں کہ ہمارا خیال یہ ہے (واللہ اعلم) کہ (حضور ﷺ اس لئے مصلی میں ٹھہرے رہتے تھے) تا کہ (پہلے) وہ عورتیں نکل جائیں جو نماز پڑھ کر جانا چاہتی تھیں۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ ام سلمہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ سلام پھیر لیتے تو عورتیں لوٹ جاتیں اور اپنے گھروں میں پہنچ جاتیں قبل ازیں کہ رسول اللہ ﷺ انحراف فرماتے۔اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

٩١٠– عن : عائشة رضى الله عنها : " كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا سَلَّمَ لَمْ يَقْعُدْ إِلَّا مِقْدَارَ مَا يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالإِكْرَامِ " . وفى روية ابن نمير : " يَا ذَا الْجَلَالِ وَالإِكْرَامِ " أخرجه مسلم (١: ٢١٨).

٩١١– عن : ثوبان ﷺ قال : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهٖ اِسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ : " اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالإِكْرَامِ " . قال الوليد : فقلت للأوزاعى : كَيْفَ الإِسْتِغْفَارُ ؟ قال : يقول : " اَسْتَغْفِرُ اللهَ ، اَسْتَغْفِرُ اللهَ " . رواه مسلم.

٩١٢– عن : على ﷺ قال : " مِنَ السُّنَّةِ أَنْ لَا يَتَطَوَّعَ الإِمَامُ حَتّٰى يَتَحَوَّلَ مِنْ مَكَانِهٖ " . رواه ابن أبى شيبة بإسناد حسن ، كذا قال الحافظ فى الفتح .

٩١٣– عن : ابن جريج قال : أخبرنى عمر بن عطاء بن أبى الخوار أن نافع بن جبير أرسله إلى السائب ابنِ أُخْتِ نَمِرٍ لِيَسْأَلَهٗ عَنْ شَيْءٍ رَآهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِى الصَّلَاةِ

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ درمیان سلام وانصراف کے کسی قدر جلسہ فرماتے تھے۔

٩١٠– حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ جب نماز سے سلام پھیر لیتے تو پس اس سے زیادہ نہ بیٹھتے کہ جتنی دیر میں یہ کلمات فرماتے " اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت ذا الجلال والاكرام " اور ابن نمیر کی روایت میں " یاذاالجلال والاکرام " ہے۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

٩١١– حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار پڑھتے اور فرماتے " اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت ذاالجلال والاکرام " ولید راوی کہتے ہیں کہ میں نے اوزاعی اپنے استاد سے پوچھا کہ استغفار کس طرح ہے فرمایا کہ " استغفر اللہ، استغفر اللہ " کہو۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کا سلام پھیر کر کچھ دیر مصلی میں ٹھہرتے تھے اور دعاو استغفار کرتے تھے۔

٩١٢– حضرت علیؓ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ امام جب تک اپنی جگہ سے (جہاں فرض پڑھے تھے) ہٹ نہ جائے اس وقت تک سنتیں اور نوافل نہ پڑھے۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری)۔

٩١٣– سائب بن اخت نمر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ مقصورہ میں جمعہ کی نماز پڑھی تھی، جب

فَقَالَ : " نَعَمْ! صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِى الْمَقْصُورَةِ ، فَلَمَّا سَلَّمَ الإِمَامُ قُمْتُ فِى مَقَامِى ، فَصَلَّيْتُ ، فَلَمَّا دَخَلَ اَرْسَلَ اِلَىَّ فَقَالَ : لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ ، اِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلَاةٍ حَتّٰى تَكَلَّمَ اَوْ تَخْرُجَ ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَنَا بِذٰلِكَ اَنْ لَا نُوْصِلَ صَلَاةً بِصَلَاةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ اَوْ نَخْرُجَ " رواه مسلم .

٩١٤– عن : ابن عمر ﷛ مرفوعا قال : " كَانَ ﷺ لَا يُصَلِّى الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَلَا الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ اِلَّا فِىْ اَهْلِهِ " . رواه الطيالسى ، كذا فى العزيزى (١٤٨:٣) وقال : بإسناد حسن .

٩١٥– عن : حذيفة ﷛ مرفوعاً : " عَجِّلُوْا الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ ، فَاِنَّهُمَا تُرْفَعَانِ مَعَ الْمَكْتُوْبَةِ " . رواه ابن نصر ، ورمز فى الجامع الصغير لتحسينه (٥٠:٢).

امام نے سلام پھیر دیا تو میں اپنی اسی جگہ میں کھڑا ہو کر نماز (نفل) پڑھنے لگا، حضرت معاویہؓ (اپنے گھر میں) پہنچ گئے تو میرے پاس قاصد بھیجا اور فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا، جب تم جمعہ کی نماز پڑھو تو اسکو دوسری نماز سے نہ ملاؤ جب تک کلام نہ کرلو یا وہاں سے الگ ہو جاؤ، کیونکہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اسی کا امر فرمایا ہے کہ ایک نماز کو دوسری نماز سے نہ ملائیں جب تک کلام نہ کرلیں یا (یا فرض نماز والی جگہ سے) نکل نہ جائیں۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: حدیث سابق سے امام کیلئے موضع فرض سے تحول کا سنت ہونا معلوم ہوا تھا اور اس حدیث سے مقتدیوں کیلئے بھی اس کا استحباب ثابت ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی اگر اپنی جگہ سے متحول نہ بھی ہو تو کم از کم بات چیت ہی سے فرض و نفل میں فصل کر دے۔

۹۱۴-حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعد جمعہ کے دو رکعتیں اور بعد مغرب کے دو رکعتیں اپنے گھر ہی میں پڑھا کرتے تھے۔ اسکو ابوداود طیالسی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد حسن ہے (عزیزی)۔

۹۱۵-حضرت حذیفہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ مغرب کے بعد دو رکعتیں جلدی پڑھا کرو کیونکہ وہ فرض ہی کے ساتھ اٹھائی جاتی ہیں۔ اسکو ابن نصر نے روایت کیا ہے اور جامع صغیر میں اس کو رمز حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ فرض اور سنن راتبہ کے درمیان اذکار و اوراد طویلہ نہ پڑھے جائیں بلکہ سنن راتبہ کو جلدی پڑھا جائے اور حدیث سابق سے معلوم ہوا کہ ان کا گھر پڑھنا افضل ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ گھر تک پہنچنے میں جتنی دیر لگے اس کا مضائقہ نہیں، یہی مذہب حنفیہ کا ہے لیکن آجکل اس عارض کی وجہ سے سنن راتبہ کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے کہ لوگ اس کو تارک سنن نہ سمجھیں

٩١٦– عن : عبد الله بن مسعود ﷺ قال : " سَألْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَيُّمَا أَفْضَلُ ؟ اَلصَّلَاةُ فِيْ بَيْتِيْ اَوِ الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ ؟ قال : اَلَا تَرٰى اِلٰى بَيْتِيْ مَا اَقْرَبَهٗ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَاَنْ اُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِيْ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اُصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ ، اِلَّا تَكُوْنَ صَلَاةً مَكْتُوْبَةً ". رواه أحمد وابن خزيمة في صحيحه ، كذا في الترغيب (١:٧٢) وهو صحيح أو حسن على قاعدة المنذري.

٩١٧– عن : أبي الأحوص أن ابن مسعود ﷺ قال : " إِذَا فَرَغَ الإِمَامُ وَلَمْ يَقُمْ وَلَمْ يَنْحَرِفْ وَكَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ فَاذْهَبْ وَدَعْهُ ، فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ ". اه مختصر . رواه الطبراني في الكبير أطول منه ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ١:١٧٢).

٩١٨– حدثنا : على ثنا سفيان عن ابن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة ﷺ

اور متہم نہ کریں اور اگر کہیں یہ اندیشہ نہ ہو تو گھر میں ہی پڑھنا افضل ہے۔

٩١٦- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ (نفل) نماز گھر میں افضل ہے یا مسجد میں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے گھر کو دیکھتے ہو وہ مسجد سے کتنا قریب ہے (گویا بحکم مسجد ہی ہے) پھر بھی مجھے اپنے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ پسند ہے مسجد میں نماز پڑھنے سے مگر یہ کہ فرض نماز ہو (تو وہ مسجد ہی میں افضل ہے)۔ اسکو امام احمد نے (مسند میں) اور ابن ماجہ نے (سنن میں) اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (ترغیب) اور اسکی سند قاعدہ ترغیب پر حسن ہے یا صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے بھی نوافل کا گھر میں افضل ہونا ثابت ہوا۔

٩١٧- ابوالاحوص سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ جب امام فارغ ہو جائے اور (مصلی) سے کھڑا نہ ہو اور نہ منحرف ہو اور اس کو کوئی حاجت (وردوظیفہ کی) ہو تو تم چلے جاؤ اور اس کو چھوڑ دو کیونکہ تمہاری نماز پوری ہو چکی ہے۔ اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں طوالت کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جب امام نماز سے فارغ ہو جائے اور انحراف یا قیام نہ کرے تو مقتدیوں کو چلا جانا اور امام کو بیٹھا ہوا چھوڑ دینا جائز ہے، پس آج کل جو یہ رواج ہے کہ نماز ختم ہونے پر ایک بار فاتحہ کہہ کر امام و مقتدی مختصر دعا کرتے ہیں، پھر نوافل وظائف پڑھ کر سب بیٹھے رہتے ہیں اور دوبارہ "الفاتحہ" پڑھ کر دعا کرتے ہیں اور جو ایسا نہ کرے اس پر ملامت وطعن کرتے ہیں یہ بدعت ہے اور مراقی الفلاح کی جس عبارت سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے اس کا جواب حدیث نمبر ٩٣٨ کے حاشیہ میں دے دیا گیا ہے۔

قال :" اِستَقبَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ القِبلَةَ وَتَهيَّأَ وَرَفَعَ يَدَيهِ، وقال : اَللّٰهُمَّ اهدِ دَوساً وَأتِ بِهِم ".
رواه البخارى فى جزء رفع اليدين (ص–٢٦ و ٢٨) وصححه.

٩١٩– عن : أبى أمامة قال : " قيل : يا رسول الله ! اَىُّ الدُّعَاءِ اَسمَعُ ؟ قَالَ : جَوفُ اللَّيلِ الآخِيرُ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ المَكتُوبَاتِ " . أخرجه الترمذى ، وقال : حسن (فتح البارى ١١ : ١١٣). وقال فى الدراية (ص–١٣٨) بعد ما عزاه إلى الترمذى والنسائى: رجاله ثقات.

٩٢٠– عن : على ﷺ قال : " كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ مِنَ الصَّلاَةِ قال : اَللّٰهُمَّ اغفِرلِىْ مَا قَدَّمتُ وَمَا اَخَّرتُ ، وَمَا اَسرَرتُ ، وَمَا اَعلَنتُ ، وَمَا اَنتَ اَعلَمُ بِهِ مِنِّى ، اَنتَ المُقَدِّمُ وَاَنتَ المُؤَخِّرُ " . أخرجه أبو داود والترمذى ، وقال : حديث حسن صحيح ، كذا فى النيل (٢ : ٢٠٥).

٩٢١– عن : البراء ﷺ " أنه ﷺ كان يقول بعد الصلاة : رَبِّ قِنِى عَذَابَكَ يَومَ

٩١٨-حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ کر کے دعا کی تیاری کی اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا "اے اللہ! قبیلۂ دوس کو ہدایت فرما اور ان کو لے آ" اس کو بخاری نے جزء رفع الیدین میں روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس سے دعا میں استقبال قبلہ ورفع یدین کا مستحب ہونا ثابت ہوا۔

٩١٩-حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ فرمایا کہ رات کے اخیر حصہ میں اور فرض نماز کے بعد کی دعا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن کہا ہے، (فتح الباری)، اور درایہ میں اس کو ترمذی ونسائی کی طرف منسوب کر کے کہا گیا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس میں فرض نمازوں کے بعد دعا کی ترغیب ہے، پس صلحاء کا جو معمول ہے کہ فرض نمازوں کے بعد دعا کرتے ہیں وہ بے اصل نہیں۔

٩٢٠-حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے سلام پھیرتے تو فرماتے "اے اللہ میرے گناہ بخش دے، اگلے بھی اور پچھلے بھی، پوشیدہ بھی اور ظاہر بھی، اور وہ بھی جن کو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، آپ ہی آگے بڑھانے والے ہیں اور آپ ہی پیچھے ہٹانے والے ہیں"۔ اسکو ابوداود وترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (نیل الاوطار)۔

٩٢١-حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد فرمایا کرتے تھے "اے رب مجھے اپنے عذاب

تَبۡعَثُ عِبَادَكَ". رواه مسلم، كذا فى النيل (٢:٢٠٥).

٩٢٢– عن: مسلم بن الحارث التميمى عن رسول الله ﷺ أنه أسر إليه فقال: "إِذَا انۡصَرَفۡتَ مِنۡ صَلَاةِ الۡمَغۡرِبِ فَقُلۡ (وزاد فى رواية قبل: اَنۡ تُكَلِّمَ اَحَداً): اَللّٰهُمَّ اَجِرۡنِیۡ مِنَ النَّارِ سَبۡعَ مَرَّاتٍ، وَاِذَا صَلَّيۡتَ الصُّبۡحَ فَقُلۡ كَذٰلِكَ" اه. مختصرا رواه أبو داود (٢:٣٤٥) وفيه أبو سعيد الفلسطينى قال فى التقريب (ص–١١٩): لا بأس به، وبقية رجاله ثقات. وأخرجه ابن حبان فى صحيحه أيضا، كذا فى النيل (٢:٢٠٦) وفى العزيزى (١:١٤٤): رواه أحمد وأبو داود والنسائى وابن حبان، قال الشيخ: حديث صحيح اه.

٩٢٣– عن: أسماء بن الحكم قال: سمعت علياً ﷺ، فذكر الحديث بطوله، وفيه: قال: (أى على): وحدثنى أبو بكر و صدق أبو بكر أنه قال: سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوۡلُ: "مَا مِنۡ عَبۡدٍ يُذۡنِبُ ذَنۡباً فَيُحۡسِنُ الطُّهُوۡرَ ثُمَّ يَقُوۡمُ فَيُصَلِّیۡ رَكۡعَتَيۡنِ ثُمَّ يَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ. ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الۡآيَةَ ﴿وَالَّذِيۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَةً اَوۡ ظَلَمُوۡا اَنۡفُسَهُمۡ ذَكَرُوا اللّٰهَ

سے بچا جس دن کہ آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے"۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار)۔

فائدہ: ان حدیثوں سے رسول اللہ ﷺ کا نماز کے بعد خود دعا کرنا ثابت ہوا۔

٩٢٢– مسلم بن الحارث تمیمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چپکے سے ان سے فرمایا کہ جب تم نماز مغرب سے فارغ ہو اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ کسی سے بات چیت کرنے سے پہلے یوں کہو" اللهم أجِرۡنیۡ مِنَ النَّارِ "سات مرتبہ (یعنی اے اللہ مجھے آگ کے عذاب سے بچا)، اور جب صبح کی نماز پڑھ لو جب بھی ایسا ہی کرو۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں، بجز ابو سعید فلسطینی کے، مگر تقریب میں اسکو لاباس بہ کہا ہے، پس سند حسن ہے اور عزیزی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس میں نماز کے بعد دعا کے حکم کی صراحت ہے۔

٩٢٣– اسماء بن الحکم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ مجھ سے ابوبکر (صدیقؓ) نے بیان کیا اور ابوبکر سچے تھے، وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جس بندہ سے کوئی گناہ ہو جائے، پھر وہ اچھی طرح وضو کر کے کھڑا ہو اور دو رکعت نماز پڑھے، پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مغفرت فرمائیں گے، پھر حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿ والذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله

فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ﴾ الآية. رواه أبو داود (١:٢٢) وفيه أسماء بن الحكم الفزارى قال فى التقريب (ص–١١٥): صدوق ، وبقية رجاله ثقات ، وجيد موسى بن هارون هذا الإسناد.

٩٢٤– حدثنا : عبد الله حدثنى أبى ثنا يزيد قال : أنا ابن أبى ذئب عن الزهرى عن عباد بن تميم (يقال : أن له رؤية) عن عمه (عبد الله بن زيد بن عاصم ﷺ) قال " شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ خَرَجَ يَسْتَسْقِىْ ، فَوَلّٰى ظَهْرَهُ النَّاسَ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَائَهُ وَجَعَلَ يَدْعُوْ " الحديث كذا فى مسند الإمام أحمد (٤:٣٩) ورجاله ثقات . وأخرجه البخارى (١:١٣٨) ولفظه : " خرج النبى ﷺ يستسقى ، فتوجه إلى القبلة يدعو " ، وفى رواية له :" قال : فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُوْ " الحديث .

٩٢٥– حدثنا : محمد بن يحيى الأسلمى قال : رَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزبيرِ ، وَرَأَى

فاستغفروا لذنوبهم الآيہ﴾ (ترجمہ یہ ہے کہ جولوگ کوئی گناہ کرتے ہیں یا اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں تو وہ اللہ کو یاد کریں اور اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں)۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور موسیٰ بن ہارون نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز کو مغفرت ذنوب میں بڑا دخل ہے اور یہ کہ نماز کے بعد دعا و استغفار کرنا چاہئے، اور اس کے عموم میں فرائض و نوافل سب داخل ہیں، پس اس سے فرض نمازوں کے بعد دعا کا ثبوت ہوا۔

٩٢٤– عباد بن تمیم اپنے چچا (عبداللہ بن زید بن عاصمؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا جبکہ آپ استسقاء کیلئے نکلے تو آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف پشت کی اور قبلہ کی طرف رخ کیا اور اپنی چادر کو لوٹ کیا اور دعا کرنی شروع کی الخ۔ اسکو احمد و بخاری نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نمازیوں کی طرف پشت کر کے قبلہ رخ ہو کر دعا کرنا بھی سنت سے ثابت ہے، پس بعض لوگوں نے جو صلحاء کے اس فعل کو کہ امام قبلہ رخ ہو کر نمازیوں کی طرف پشت کر کے دعا کرتا ہے، خلاف سنت کہا ہے، صحیح نہیں ہے اور اس فعل کو استسقاء کے ساتھ اس لئے خاص نہیں کر سکتے کہ اوپر حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث گذر چکی ہے کہ حضور ﷺ نے قبیلۂ دوس کیلئے قبلہ رخ ہو کر دعا کی جس سے معلوم ہوا کہ دعا میں قبلہ رخ ہونا ہی افضل و مطلوب ہے۔

٩٢٥– محمد بن یحییٰ اسلمی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہاتھ اٹھا کر دعا

رَجُلاً رَافِعاً يَدَيْهِ يَدْعُوْ قَبْلَ اَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلاَتِهٖ ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْها قال لَهٗ : " اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ صَلاَتِهٖ " أخرجه ابن أبي شيبة ، و رجاله ثقات ، قاله الحافظ السيوطى فى رسالته " فض الوعاء فى أحاديث رفع اليدين بالدعاء" كذا فى رسالة رفع اليدين فى الدعاء لمحمد بن عبد الرحمن الزبيدى اليمانى (ص–٢٨٠ مع الصغير للطبرانى).

٩٢٦– عن : معاذ بن جبل ؓ أن رسول الله ﷺ قال له : " أُوْصِيْكَ يَا مُعَاذُ ! لا تَدَعَنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلاَةٍ اَنْ تَقُوْلَ : اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ " . رواه أحمد وأبو داود والنسائى بسند قوى ، كذا فى بلوغ المرام (١:٥٧) وقال الزيلعى فى تخريجه (ص–٣٣١) : قال النووى فى الخلاصة : إسناده صحيح اه.

٩٢٧– عن : أم سلمة رضى الله عنها أن النبى ﷺ كان يقول إذا صلى الصبح حين يسلم : "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ عِلْماً نَافِعاً وَرِزْقاً طَيِّباً وَعَمَلاً مُتَقَبَّلاً " . رواه أحمد

کر رہا ہے، جب وہ نماز سے فارغ ہوگیا تو عبداللہ بن زبیرؓ نے اس سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہاتھ نہ اٹھاتے تھے جب تک کہ نماز سے فارغ نہ ہوجاتے۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں (رفع یدین فی الدعاء للزبیدی الیمانی)۔

فائدہ: اس سے بطور مفہوم کے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سلام کے بعد دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے تھے، پس بعض علماء نے جو اس پر انکار کیا ہے وہ صحیح نہیں، اور دعا کے وقت قبلہ رخ ہونا دوسری احادیث سے صراحۃً ثابت ہے۔ اور فرض نماز کے بعد دعا کیلئے قبلہ رخ ہونا اگر ثابت نہیں ہے تو قبلہ رخ نہ ہونا بھی ثابت نہیں ہے۔

٩٢٦- حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ سے فرمایا کہ اے معاذ! ہر نماز کے بعد ان کلمات کے کہنے کو نہ چھوڑنا "اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک" (یعنی اے اللہ! مجھے اپنے ذکر اور اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت کرنے کی توفیق دے)۔ اس حدیث کو امام احمد، ابوداود اور نسائی نے سند قوی سے روایت کیا ہے (بلوغ المرام) [illegible] اور زیلعی نے تخریج میں ذکر کیا ہے کہ نووی نے خلاصہ میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس میں ہر نماز کے بعد دعا کا صراحۃً امر ہے۔

٩٢٧- حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو سلام پھیر کر یہ دعا کرتے "اللھم انی اسئلك علماً نافعاً ورزقاً طیباً وعملاً متقبلاً"۔ (یعنی اے اللہ میں آپ سے نفع دینے والے علم، حلال و پاکیزہ رزق اور

وابن ماجة : قال فی النیل (٢٠٤:٢) ورجاله ثقات لولا جهالة مولی أم سلمة ، قلت : ولكنه صالح فی المتابعات ، والجهالة فی القرون الثلاثة لا يضرعندنا .

٩٢٨– عن :ابن عمر ﷺ قال : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ لَمْ يَقُمْ مِنْ مَجْلِسِهٖ حَتّٰى تَمَكَّنَهُ الصَّلَاةُ ، قال : مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ جَلَسَ فِیْ مَجْلِسِهٖ حَتّٰى تَمَكَّنَهُ الصَّلَاةُ كَانَ بِمَنْزِلَةِ عُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ مُتَقَبَّلَتَيْنِ " . رواه الطبرانی فی الأوسط ورواته ثقات إلا الفضل بن الموفق، ففيه كلام (كذا فی الترغيب ٧٥:١). قلت : وللحديث شواهد كثيرة ، وفضل وثقه ابن حبان (ص–٥٣٠) كما فيه أيضا.

٩٢٩– عن : أبی أمامة ﷺ أن رسول الله ﷺ قال : " لَاَنْ اَقْعُدَ اَذْكُرُ اللهَ تَعَالٰى وَاُكَبِّرُهٗ وَاَحْمَدُهٗ وَاُسَبِّحُهٗ وَاُهَلِّلُهٗ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُعْتِقَ رَقَبَتَيْنِ مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِيْلَ ، وَاَنْ اَقْعُدَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُعْتِقَ اَرْبَعَةً مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِيْلَ " . رواه أحمد بإسناد حسن (كذا فی الترغيب ٧٥:١)

٩٣٠– عن : جابر بن سمرة ﷺ قال : " كَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِیْ

مقبول عمل کی درخواست کرتا ہوں)۔ اسکو احمد وابن ماجہ نے راویت کیا ہے۔

__فائدہ__: اس حدیث سے بھی نماز کے بعد دعاء کا ثبوت ہوا

٩٢٨- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی جگہ سے اس وقت تک نہ اٹھتے تھے جب تک نماز جائز نہ ہو جاتی (یعنی طلوع شمس تک نہ اٹھتے) اور آپ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھے، پھر اپنی جگہ میں بیٹھا رہے یہاں تک کہ نماز جائز ہو جائے تو اس کو حج مقبول وعمرہ مقبول کا ثواب ملے گا۔ اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں، بجز فضل بن موفق کے کہ اس میں کلام ہے (ترغیب)۔ میں کہتا ہوں کہ حدیث کیلئے شواہد کثیرہ موجود ہیں، اور فضل کو ابن حبان نے ثقہ کہا ہے (ترغیب)۔

٩٢٩- حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں طلوع شمس تک بیٹھ کر اللہ کو یاد کروں اور تکبیر وتحمید وتسبیح وتہلیل کرتا رہوں یہ مجھے اولاد اسمٰعیل کے دو غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور میں بعد عصر کے غروب شمس تک بیٹھا رہوں (اور خدا کو یاد کروں) یہ مجھے اولاد اسمٰعیل کے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ اسکو امام احمد نے سند حسن سے روایت کیا ہے (ترغیب)۔

مَجْلِسِهٖ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسَنًا". رواه مسلم وغيره (كذا في الترغيب ۱:۷۶).

۹۳۱– عن: أبي ذر ﷺ أن رسول الله ﷺ قال: "مَنْ قَالَ فِيْ دُبُرِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَهُوَ ثَانٍ رِجْلَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَّتَكَلَّمَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اِلخ عَشْرَ مَرَّاتٍ، كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ، وَمَحٰى عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ" الحديث. رواه الترمذي وقال: حديث حسن غريب صحيح.

۹۳۲– ورواه النسائي أيضا من حديث معاذ وزاد فيه: وَمَنْ قَالَهُنَّ حِيْنَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ اُعْطِيَ مِثْلَ ذٰلِكَ فِيْ لَيْلَتِهٖ" اه مختصراً (من الترغيب للمنذري ۱:۷۶).

۹۳۳– عن: الحسن بن علي ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: "مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِيْ دُبُرِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ اِلَى الصَّلَاةِ الْاُخْرٰى". رواه الطبراني في الكبير وإسناده حسن (مجمع الزوائد ۱:۲۰۱).

۹۳۰– حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو اسی جگہ میں چوزانو بیٹھے رہتے یہاں تک کہ آفتاب اچھی طرح طلوع ہو جاتا۔ اسکو مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے (ترغیب)۔

۹۳۱– حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز صبح کے بعد اس حالت میں کہ وہ (بہیت نماز پر ہی) اپنے پیروں کو موڑے ہوئے ہو، بات چیت کرنے سے پہلے "لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الخ" دس مرتبہ کہے تو اللہ تعالی اس کیلئے دس نیکیاں لکھیں گے اور دس گناہ معاف فرمائیں گے الحدیث۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

۹۳۲– اور نسائی نے اسی مضمون کو حضرت معاذ بن جبلؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے اور اس میں اتنا زیادہ ہے کہ جو شخص ان کلمات کو عصر کی نماز سے فارغ ہو کر کہے گا، اسکو بھی اس رات میں یہی ثواب ملے گا (ترغیب منذری)۔

فائدہ: ان سب احادیث سے فجر وعصر کے بعد ذکر طویل اور جلسہ طویلہ کا ثبوت ہوا اور یہ اس معمول کا اصل ہے جو صلحاء میں رائج ہے کہ وہ ان دونوں نمازوں کے بعد بہ نسبت دوسری نمازوں کے قعدہ طویلہ کرتے اور ذکر و تسبیح میں مشغول رہتے ہیں، پس ابن القیم نے جوزاد المعاد میں اس معمول کو بے اصل کہا ہے وہ صحیح نہیں۔

۹۳۳– حضرت حسن بن علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص فرض نماز کے بعد

٩٣٤– عن : أبي أمامة ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ ". رواه النسائي ، وصححه ابن حبان ، وزاد فيه الطبراني : " وَقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ " (بلوغ المرام ٩:٥٧). وفي الترغيب (١٨٧:١) : وإسناده بهذه الزيادة جيد أيضا اه .

٩٣٥– عن : عقبة بن عامر ﷺ قال : " أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ أَقْرَأَ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ " . رواه الترمذي وقال : حسن غريب . ورواه أبو داود (٥٦١:١مع عون المعبود)من غير طريق الترمذي ، وسكت عنه بلفظ : " أَنْ أَقْرَأَ بِالْمُعَوِّذَاتِ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ اه . وعزاه في كنز العمال (١٨٣:١) إلى كبير الطبراني وسنن أبي داود وصحيح ابن حبان بلفظ : " اقرأوا المعوذات في دبر كل صلاة " اه. وفي عون المعبود : قال ميرك : رواه أبو داود والنسائي وابن حبان والحاكم ، وصححه بلفظ المعوذات اه. وفيه أيضا : قال المنذري : وأخرجه الترمذي والنسائي ، وقال الترمذي : حسن غريب اه.

٩٣٦– حدثني : أحمد بن الحسن حدثنا أبو إسحاق يعقوب بن خالد بن يزيد البالسي حدثنا عبد العزيز بن عبد الرحمن القرشي عن أنس ﷺ عن النبي ﷺ أنه قال :

آیۃ الکرسی پڑھے تو وہ دوسری نماز تک اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں ہوجاتا ہے۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے (مجمع الزوائد)۔

٩٣٤– حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے تو اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا کوئی شئی مانع نہ ہوگی ۔ (یعنی مرتے ہی جنت میں جائے گا بشرط درستی دیگر اعمال)۔ اس حدیث کو نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے اور طبرانی نے قل ہو اللہ احد زیادہ کیا ہے اور بلوغ المرام میں اسی طرح ہے اور ترغیب میں ہے کہ اس زیادتی کے ساتھ اسکی سند جید ہے (جو صحیح سے کم اور حسن سے زیادہ رتبہ کی ہے)۔

٩٣٥– حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہر نماز کے بعد "قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس" پڑھا کروں۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور یہی مضمون ابوداود ،کبیر طبرانی اور صحیح ابن حبان میں بھی دوسرے طرق سے مروی ہے۔

فائدہ: ان سب احادیث سے ہر فرض نماز کے بعد ذکر کا طریقہ معلوم ہوا کہ آیۃ الکرسی اور معوذ تین پڑھنا چاہئے۔

"مَا مِنْ عَبْدٍ بَسَطَ كَفَّيْهِ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِلٰهِيْ وَاِلٰهَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ ، وَاِلٰهَ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ ! اَسْاَلُكَ اَنْ تَسْتَجِيْبَ دَعْوَتِيْ فَاِنِّيْ مُضْطَرٌّ وَتَعْصِمَنِيْ فِيْ دِيْنِيْ فَاِنِّيْ مُبْتَلٰى ، وَتَنَالَنِيْ بِرَحْمَتِكَ فَاِنِّيْ مُذْنِبٌ وَتَنْفِيَ عَنِّي الْفَقْرَ فَاِنِّيْ مُتَمَسْكِنٌ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَا يَرُدَّ يَدَيْهِ خَائِبَتَيْنِ" أخرجه ابن السنى فى عمل اليوم والليلة (رفع اليدين ص–٢ لمحمد بن عبد الرحمن الزبيدى). قال العلامة الزبيدى : فيه عبد العزيز بن عبد الرحمن وهو متكلم فيه كما فى الميزان وغيره ، ولكن يعمل به فى الفضائل .

٩٣٧– ويقويه ما أخرجه الحافظ أبو بكر بن أبى شيبة فى المصنف عن الأسود العامرى عن أبيه قال : " صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْفَجْرَ ، فَلَمَّا سَلَّمَ اِنْصَرَفَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَدَعَا "الحديث . ولا يخفى أن أئمة الحديث ذكروا أن رواية الضعيف مع الضعيف توجب الا رتفاع من درجة السقوط إلى درجة الاعتبار اه.

٩٣٨– عن : الفضل بن عباس ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : " اَلصَّلَاةُ مَثْنٰى مَثْنٰى تَشَهُّدٌ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَتَخَشُّعٌ وَتَضَرُّعٌ وَتَمَسْكُنٌ وَ تُقْنِعُ يَدَيْكَ – يَقُوْلُ : تَرْفَعُهُمَا –

٩٣٦–حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جوکوئی بندہ ہر نماز کے بعد ہاتھ پھیلا کریوں کہتا ہے " اللهم الهى واله ابراهيم واسحق ويعقوب واله جبرئيل وميكائيل واسرافيل اسئلك ان تستجيب دعوتي الخ " تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے ہاتھوں کو ناکام نہ لوٹائیں گے۔اسکو ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں روایت کیا ہے (رفع الیدین فی الدعاء للزبیدی الیمانی)۔علامہ زبیدی کہتے ہیں کہ اس میں عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن قرشی متکلم فیہ ہیں لیکن فضائل میں اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

٩٣٧–اوراس کی تقویت اس اثر سے بھی ہوتی ہے جوابن ابی شیبہ نے اسود عامری سے روایت کیا ہے کہ ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو انحراف کیا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی الحدیث۔ اورائمہ حدیث نے بیان کیا ہے کہ ضعیف کی روایت ضعیف سے ملکر درجۂ سقوط سے درجۂ اعتبار کو پہنچ جاتی ہے اھ۔

٩٣٨– فضل بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز (کم از کم) دو دو رکعت ہے، ہر دو رکعت میں تشہد پڑھو اور (نماز میں) خشوع اور تضرع ومسکنت ظاہر کرو اور (بعد میں) خدا کی طرف ہاتھ اٹھاؤ او رہتھیلیوں کو اپنے

إِلَى رَبِّكَ مُسْتَقْبِلاً بِبُطُوْنِهِمَا وَجْهَكَ ، وَتَقُوْلُ : يَا رَبِّ ! يَا رَبِّ ! مَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا ". رواه الترمذی والنسائی وابن خزيمة فی صحيحه ، وتردد فی ثبوته . قال الترمذی : وقال غير ابن المبارك فی هذا الحديث :" من لم يفعل ذلك فهی خداج ". قلت : وهو كذلك عند أبی داود وابن ماجة ، والحديث رجاله كلهم ثقات ، ولعل ابن خزيمة إنما تردد فيه لأن عبد الله بن نافع ابن العمياء لم يرو عنه غير عمران بن أبی أنس ، ولكن عمران ثقة ، كما قاله المنذری ، وشيخه ربيعة بن الحارث فله صحبة ، كما فی التقريب (ص–٥٨) فالحديث صحيحٌ علی قاعدة ابن حبان ، فإنه ذكر عبد الله بن نافع هذا فی الثقات علی قاعدته ، كما فی التهذيب . ويدل تصدير المنذری إياه " بعن " فی ترغيبه علی حسنه أيضا ، كما نبه علی مقدمته ، علی أن رواية المستور من القرون الثلاثة مقبولة عندنا معشر الحنفية ، لأن غايته الإرسال وهو لا يضر عندهم . وأعله العراقی فی شرح الإحياء باضطراب الإسناد ، وسنجيب عنه فی الحاشية .

منہ کے سامنے کر کے کہو" اے اللہ! ، اے پروردگار!" جس نے ایسا نہیں کیا وہ ایسا ویسا ہے۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابوداود وابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ جو ایسا نہ کرے اس کی نماز ناقص ہے ، اس کے راوی سب ثقہ ہیں ، صرف عبداللہ بن نافع بن العمیاء کو بعض نے مجہول کہا ہے لیکن ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا ہے اور منذری نے اسکو ترغیب میں لفظ عن سے شروع کیا جو ان کے نزدیک صحت یا حسن کی علامت ہے۔

<u>فائدہ</u>: ان سب احادیث سے صراحۃ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی فضیلت ثابت ہوئی اور اخیر کی حدیث میں جو عراقی نے یہ احتمال نکالا ہے کہ اسکو رفع یدین للقنوت پر محمول کر سکتے ہیں ، یہ احتمال ضعیف ہے کیونکہ سیاق حدیث صاف بتا رہا ہے کہ حضور ﷺ اس جگہ مطلق نماز کے احکام بتلا رہے ہیں کسی خاص نماز کے احکام نہیں بتلا رہے ، پس اس کو ایسی نماز سے مقید کرنا جس میں قنوت ہو بلا دلیل ہے۔ اور گو ان میں سے بعض احادیث ضعیف ہیں مگر اخیر کی حدیث حسن سے کم نہیں ، اور مجموعہ طرق سے تو یقیناً درجۂ حسن حاصل ہو گیا ہے ، پس اب علامہ ابن القیم کا وہ اعتراض جو انہوں نے ہر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے پر کیا ہے بالکل مرتفع ہو گیا اور سنت نبویہ سے اس کی اصل معلوم ہو گئی ، اور ان احادیث سے اس رواج کی تردید ہو گئی جو بعض اطراف میں رائج ہے کہ امام نماز کے بعد اللھم انت السلام ومنک السلام الخ کہہ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور سنن ونوافل کے بعد" الفاتحہ جہرا کہہ کر دعا مکرر کرتا ہے اور اس میں سب مقتدی شریک ہوتے ہیں اور بدوں اس دعائے ثانیہ کے مقتدی متفرق نہیں ہوتے بلکہ امام کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں اور اگر

٩٣٩– عن : أبي هريرة ﷺ قال : قلنا لأبي سعيد : " هَلْ حَفِظْتَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ شَيْئًا كَانَ يَقُوْلُهُ بَعْدَ مَا سَلَّمَ ؟ قال : نَعَمْ ! كَانَ يَقُوْلُ : ﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ " . رواه أبو يعلى ، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ١:١٠١).

٩٤٠– عن : أبي هريرة ﷺ عن رسول الله ﷺ قال : " مَنْ سَبَّحَ اللهَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ (أي مكتوبة) ثَلَاثاً وَ ثَلَاثِيْنَ وَ حَمِدَ اللهَ ثَلَاثاً وَ ثَلَاثِيْنَ وَ كَبَّرَ اللهَ ثَلَاثاً وَثَلَاثِيْنَ فَتِلْكَ تِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ، غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ " . رواه مسلم (١:٢١٩).

٩٤١– وفي رواية أخرى له عن كعب بن عجرة ﷺ عن رسول الله ﷺ قال :

وہ تاخیر کرے تو اس پر اعتراض کرتے ہیں، یہ رواج بالکل بے اصل ہے اور قابل ترک ہے، کسی حدیث سے اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ حضور ﷺ یا صحابہ نے سنن ونوافل کے بعد اس طرح مجتمع ہو کر کبھی دعا کی ہو اور مراقی الفلاح میں جو صیغۂ جمع سے استغفار ودعا کا استحباب بعد نوافل وسنن کے لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی اور امام الگ الگ متفرقاً دعا کریں، اجتماع پر ان کے کلام میں کوئی دلیل نہیں، فقط۔

٩٣٩–حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابوسعیدؓ سے پوچھا کہ تم نے وہ کلمات بھی یاد کیے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد فرماتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں، آپ ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے " سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين " (پاک ہے تیرا رب یعنی عزت والا ہے اس چیز سے جو کفار بیان کرتے ہیں، اور سلام ہو تمام رسولوں پر اور تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے)۔ اس حدیث کو ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

٩٤٠–حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد ٣٣ بار سبحان اللہ، اور ٣٣ بار الحمد للہ، اور ٣٣ بار اللہ اکبر کہے اور یہ کل ٩٩ ہوئے، اور اس کے بعد پورے سو (١٠٠) کرنے کیلئے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر کہے تو اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے، اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

" مُعقِّباتٌ لَا يَخِيبُ قَائِلُهُنَّ أَوْ فَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ ثَلَاثاً وَثَلَاثِيْنَ تَسْبِيحَةً ، وَثَلَاثاً وَثَلَاثِيْنَ تَحْمِيدَةً ، وَأَرْبَعاً وَثَلَاثِيْنَ تَكْبِيرَةً اه ".

٩٤٢– عن : زاذان قال : حدثني رجل من الأنصار قال : " سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ فِي دُبُرِ الصَّلَاةِ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُورُ مِائَةَ مَرَّةٍ " . رواه ابن أبي شيبة ، وهو صحيح (كنز العمال ١ :٢٩٦).

باب في بعض آداب الدعاء

٩٤٣– عن : عمر رضی اللہ عنہ قال : " كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا مَدَّ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَرُدَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ " . أخرجه الترمذي . وله شواهد ، منها حديث ابن عباس عند أبي داود ، وغيره ، ومجموعها يقتضي أنه حديث حسن (بلوغ المرام).

٩٤٤– عن : سلمان رضی اللہ عنہ قال : رسول الله ﷺ : " إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ إِلَيْهِ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْراً " أخرجه الأربعة إلا النسائي ، و صححه

۹۴۱–اور مسلم کی دوسری روایت میں حضرت کعب بن عجرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چند کلمات معقبات (نمبروار ایک دوسرے کے بعد آنے والے) ہیں کہ انکا کہنے والا یا انکا کرنے والا نامراد نہ ہوگا (وہ یہ ہیں) کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، اور ۳۳ بار الحمد للہ، اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہے۔

۹۴۲–حضرت زاذاں سے روایت ہے کہ مجھ سے انصار میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نماز کے بعد سو بار فرماتے تھے " اللهم اغفر وتب علی انك انت التواب الغفور " ۔اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور یہ صحیح ہے (کنز العمال)۔

فائدہ: ان سب احادیث سے بھی نماز کے بعد ذکر و دعا کا طریقہ معلوم ہوا۔

باب دعا کے بعض آداب کے بیان میں

۹۴۳–حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے دونوں ہاتھ دعا میں پھیلاتے تھے تو ان کو بغیر چہرہ مبارک پر ملے الگ نہ کرتے تھے۔اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن لغیرہ ہے۔

۹۴۴–حضرت سلمانؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (اے لوگو!) تمہارا پروردگار بڑا حیادار اور کریم ہے

الحاكم (بلوغ المرام ٢: ١٧٣). وفى الترغيب (٢: ٢٩٤) ذكره بلفظ : " إِنَّ اللهَ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِىْ إِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ إِلَيْهِ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفراً خَائِبَتَيْنِ " ثم قال : رواه أبو داود والترمذى وحسنه، واللفظ له ، وابن ماجة وابن حبان فى صحيحه ، والحاكم ، وقال : صحيح على شرط الشيخين اه . وفى كتاب العلو (ص-١٠٩) للذهبى : هذا حديث مشهور ، رواه عن النبى ﷺ أيضا على بن أبى طالب وابن عمر وأنس وغيرهم اه .

٩٤٥- عن : ابن عباس ؓ أن رسول الله ﷺ قال : " هٰذَا الإِخْلَاصُ -يُشِيْرُ بِإِصْبَعِهِ الَّتِىْ تَلِى الإِبْهَامَ ، وَهٰذَا الدُّعَاءُ – فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ ، وَهٰذَا الإِبْتِهَالُ – فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا " أخرجه الحاكم وصححه ، والبيهقى فى سننه ، كذا فى الدر المنثور (٢: ٤٠).

٩٤٦- عن : أبى بكرة ؓ مرفوعاً : " سَلُوْا اللهَ بِبُطُوْنِ أَكُفِّكُمْ ، وَلَا تَسْأَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا". رواه الطبرانى فى الكبير ، وقال الشيخ : حديث صحيح .

٩٤٧- وعن ابن عباس ؓ مرفوعا بزيادة : " فَإِذَا فَرَغْتُمْ فَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَكُمْ " رواه أبو داود والبيهقى فى سننه ، قال الشيخ : حديث صحيح ، كذا فى

جب بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ شرماتا ہے کہ اس کے ہاتھ خالی پھیر دے۔ نسائی کے سوا اور چاروں ائمہ نے اسکو روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے (بلوغ المرام)۔

۹۴۵- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ اخلاص ہے اور انگوٹھے کے پاس والی انگلی سے اشارہ فرمایا (یعنی توحید کی طرف تشہد میں اور دوسرے موقعہ پر اس سے اشارہ ہوتا ہے) اور یہ دعا ہے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں شانوں کے مقابل اٹھایا (یعنی دعا کے وقت اس طور سے ہاتھ اٹھائے جائیں) اور یہ عجز وزاری ہے، اور دونوں ہاتھوں کو خوب دراز کر کے اٹھایا (یعنی عجز وزاری اور شدت اور مبالغہ کے ساتھ دعا مانگنے کے وقت ہاتھ اس طور سے اٹھائیں)۔ اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے اور بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے (درمنثور)۔

۹۴۶- حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی ہتھیلیوں کے اندرونی جانب سے اللہ سے مانگو (یعنی ہتھیلی کا پیٹ اپنی طرف رکھو) اور ہتھیلیوں کی پیٹھ سے مت مانگو۔ اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور (ہمارے) شیخ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

۹۴۷- اور ابن عباسؓ سے مرفوعا اس قدر اس حدیث میں اور زیادہ ہے کہ جب دعا سے فارغ ہو چکو تو ہاتھوں کو اپنے

العزيزي (٣١٧:٣).

٩٤٨– حدثنا : مسدد ثنا أبو عوانة عن سماك بن حرب عن عكرمة عن عائشة رضى الله عنها زعم أنه سمع منها " اَنَّها رَاَتِ النَّبِىَّ ﷺ يَدْعُوْ رَافِعاً يَدَيْهِ يَقُوْلُ : اِنَّما اَنَا بَشَرٌ فَلاَ تُعَاقِبْنِىْ ، اَيُّما رَجُلٌ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ آذَيْتُهُ وَشَتَمْتُهُ فَلاَ تُعَاقِبْنِىْ فِيْهِ " . رواه البخارى فى جزء رفع اليدين (ص–٢٦و٢٨) وصححه .

٩٤٩– حدثنا : مسلم ثنا شعبة عن عبد ربه بن سعيد عن محمد بن إبراهيم التيمى قال : "اَخْبَرَنِىْ مَنْ رَاَى النَّبِىَّ ﷺ يَدْعُوْ عِنْدَ اَحْجَارِ الزَّيْتِ بَاسِطاً كَفَّيْهِ" . رواه البخارى فى جزء رفع اليدين (ص–٢٧و٢٨) وصححه.

٩٥٠– عن : السائب بن خلاد ﷺ : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا سَاَلَ اللهَ جَعَلَ بَاطِنَ كَفَّيْهِ اِلَيْهِ ، وَاِذَا اِسْتَعَاذَ جَعَلَ ظَاهِرَهُمَا اِلَيْهِ " . رواه الإمام أحمد بإسناد حسن (الجامع الصغير ٩١:٢) . وفى التلخيص (١٥١:١) : وفيه ابن لهيعة اه . قلت :

چہروں پر پھیرلو۔اس حدیث کو ابو داود اور بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے، شیخ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے،عزیزی میں ایسا ہی ہے۔

٩٤٨–حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ دونوں دست مبارک اٹھائے ہوئے دعا فرمارہے ہیں اور دعا کا مضمون یہ تھا کہ آپ ﷺ فرمارہے تھے (کہ اے اللہ!) میں بشر ہوں مجھے عذاب مت کر (اے اللہ!) جس مؤمن کو میں نے کچھ ستایا ہو یا برا کہا ہو مجھ سے اس کے بارہ میں مواخذہ نہ فرمائیے۔اس حدیث کو امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

٩٤٩–محمد بن ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے شخص نے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تھی خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ احجار الزیت (مدینہ طیبہ میں ایک جگہ ہے اس) کے قریب دونوں ہتھیلیاں پھیلائے ہوئے دعا فرماتے تھے۔اس حدیث کو امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

٩٥٠–حضرت سائب بن خلادؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اللہ تعالیٰ سے سوال فرماتے تو دونوں ہتھیلیوں کے اندرونی جانب کو اپنی طرف کر لیتے اور جب کسی شر سے پناہ مانگتے تو ہتھیلیوں کے بیرونی جانب کو اپنے (چہرہ کی) طرف فرماتے۔امام احمد نے اسکو سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے (جامع صغیر)۔

هو حسن الحديث كما قد مر غير مرة .

٩٥١— عن : عمر ﷺ قال : ذُكِرَ لِیْ (اَیْ عن النبی ﷺ) اَنَّ الدُّعَاءَ يَكُوْنُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ، لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى يُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ " . رواه ابن راهويه بسند صحيح (كنز العمال ١:٢١٣).

٩٥٢— عن : أنس بن مالك ﷺ مرفوعا : " كُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوْبٌ ، حَتّٰى يُصَلِّيَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ " رواه الديلمى فى " مسند الفردوس " ورواه البيهقى فى شعب الايمان عن على . قال الشيخ : حديث حسن (العزيزى ٢:٨٢) .ورواه الطبرانى فى الأوسط موقوفا على سيدنا على ، ورواته ثقات ، قاله فى الترغيب (١:٣٠١).

٩٥٣— عن :ابن مسعود ﷺ : " اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَسْاَلَ اللّٰهَ شَيْئًا فَلْيَبْدَأْ بِمَدْحِهٖ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ، ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ لْيَسْاَلْ بَعْدُ ، فَاِنَّهٗ اَجْدَرُ اَنْ يَنْجَحَ اَوْ يُصِيْبَ " . رواه عبد الرزاق والطبرانى فى الكبير من طريقه ، ورجاله رجال الصحيح (القول البديع ص-١٦٦).

٩٥١-حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مجھ سے کسی (صحابی) نے ذکر کیا کہ جب تک نبی ﷺ پر درود شریف نہ بھیجا جائے تو دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے، کچھ اس میں سے اوپر نہیں جاتی (یعنی قبول نہیں ہوتی)۔اس حدیث کو ابن راہویہ نے سند صحیح سے روایت کیا ہے (کنز العمال)۔

٩٥٢-حضرت انسؓ سے مرفوعا مروی ہے کہ ہر دعا محجوب (یعنی غیر مقبول) ہے یہاں تک کہ حضور ﷺ پر درود شریف بھیجا جائے۔اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علیؓ سے موقوفا روایت کیا ہے۔

٩٥٣-حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی تمہارے میں سے اللہ سے کوئی شے مانگے تو اول اللہ تعالیٰ کی مدح وثناء ان صفات سے کرے کہ جنکا وہ سزاوار ہے، پھر نبی ﷺ پر درود شریف بھیجے، اسکے بعد اپنی حاجت مانگے تو ایسی درخواست ودعا پوری ہونے کے زیادہ سزاوار ہے۔اس حدیث کو عبد الرزاق اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں (قول بدیع)۔

<u>فائدہ</u>:ان جملہ احادیث سے نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور دعا کے الفاظ اور ہاتھ اٹھانے کا طریقہ اور دعا کے آداب تمام امور واضح طور سے ثابت ہوتے ہیں، چنانچہ عاقل پر مخفی نہیں ہے۔اور تدریب الراوی ص-١٩١ میں ہے کہ دعا کے وقت

باب ما جاء في تأكد الخشوع في الصلاة

٩٥٤- عن : عائشة رضي الله عنها قالت : " كَانَ رَسُولُ اللهِ يَبِيتُ ، فَيُنَادِيهِ بِلَالٌ بِالأذَانِ فَيَقُومُ فَيَغْتَسِلُ ، فَإِنِّي لَأرَى الْمَاءَ يَنْحَدِرُ عَلَى خَدِّهِ وَشَعْرِهِ ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي ، فَأَسْمَعُ بُكَائَهُ " . فذكر الحديث . رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ١:١٧٧).

٩٥٥- عن : أبي الدرداء ﷺ أن النبي ﷺ قال : " أَوَّلُ شَيْءٍ يُرْفَعُ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ اَلْخُشُوْعُ ، حَتّٰى لَا تَرَىٰ فِيْهَا خَاشِعًا " . رواه الطبراني في الكبير ، وإسناده حسن (مجمع الزوائد ١:١٩٦).

٩٥٦- عن : ابن مسعود ﷺ : " قَارُّوْا الصَّلَاةَ يَقُوْلُ : أُسْكُنُوْا اطْمَئِنُّوْا " . رواه

ہاتھ اٹھانے کی روایات معنوی طور پر حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔

باب نماز میں خشوع اور حضور قلب کا مؤکد ہونا

۹۵۴-حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (میرے یہاں) شب کو رہا کرتے (صبح کے وقت) بلالؓ (خصوصیت کے ساتھ بعض الفاظ) اذان کے ذریعہ سے آپکو ندا دیتے تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے اور غسل فرماتے تو میں دیکھتی کہ پانی آپ کے رخسار مبارک اور موئے مبارک پر ڈھلکتا تھا، اسکے بعد آپ ﷺ نکلتے اور نماز پڑھتے تو (نماز میں) میں آپ ﷺ کے رونے کی آواز سنتی، اسکے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے۔ حدیث کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے، اور اسکے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)۔

<u>فائدہ</u>: یعنی اذان کے بعض الفاظ کے ذریعے ندا کرتے تھے، مکمل اذان کے ذریعے نہیں کرتے تھے اور غالباً وہ ''الصلوۃ خیر من النوم'' کے الفاظ ہیں، جیسا کہ طبرانی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ اسی طرح اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور جنت و دوزخ کے ذکر سے نماز میں رونا جائز ہے۔

۹۵۵-حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ امت میں سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائیگا اتنا کہ امت بھر میں ایک بھی خاشع نہ دیکھو گے۔ اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد۔

۹۵۶-حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نماز میں سکون اور اطمینان سے رہو۔ اس حدیث کو

الطبراني في الكبير ، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ١:١٩٦).

٩٥٧– عن : عطاء قال : " كَانَ ابن الزبير إِذَا صَلّٰى كَأَنَّهُ كَعْبٌ " . رواه الطبراني في الكبير ، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ١:١٩٦). وقال الحافظ في الفتح (١:١٨٧) : عن مجاهد قال : " كَانَ ابن الزبير إِذَا قَامَ فِي الصَّلاَةِ كَأَنَّهُ عُودٌ ، وَحَدَّثَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ كَانَ كَذٰلِكَ ، قال : وَكَان يقال : ذَاكَ الْخُشُوعُ فِي الصَّلاَةِ " . رواه البيهقي بسند صحيح اه .

٩٥٨– عن : أنس ﷺ مرفوعا : " أُذْكُرِ الْمَوْتَ فِيْ صَلاَتِكَ ، فَإِنَّ الرَّجُلَ إِذَا ذَكَرَ الْمَوْتَ فِيْ صَلاَتِهِ لحرى أَنْ يُحْسِنَ صَلاَتَهُ ، وَصَلِّ صَلاَةَ رَجُلٍ لاَ يَظُنُّ أَنْ يُصَلِّيَ صَلاَةً غَيْرِهَا ، وَإِيَّاكَ وَكُلَّ أَمْرٍ يُعْتَذَرُ مِنْهُ " . رواه الديلمي في مسند الفردوس ، وحسنه الحافظ ابن حجر ، كذا في كنز العمال (٤:١٣).

٩٥٩– عن : أم سلمة رضى الله عنها مرفوعا : " إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ صَلاَةَ

طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)۔

۹۵۷- حضرت عطاءؒ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ابن زبیرؓ جب نماز پڑھتے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ ایک ئے ہیں (یعنی بہت سکون سے نماز پڑھتے تھے)۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)۔ حافظؒ نے فرمایا کہ حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ابن زبیرؓ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کوئی لکڑی ہوں اور یہ بیان کیا کہ ابوبکر صدیقؓ کی بھی یہی حالت تھی اور (اسوقت) یہ کہا جایا کرتا تھا کہ یہ کیفیت نماز میں خشوع (کی وجہ سے) ہے۔ اس حدیث کو بیہقی نے سند صحیح سے روایت کیا ہے (فتح الباری)۔

۹۵۸- حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اپنی نماز میں موت کو یاد کر، کیونکہ آدمی جب نماز میں موت کو یاد کرتا ہے تو ضرور وہ اس نماز کو سنوار کر پڑھتا ہے اور ایسے شخص کی سی نماز پڑھ جو یہ جانتا ہو کہ اس نماز کے سوا اور نماز نہ پڑھے گا، اور ہر غلط کام سے بچ۔ اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے اسکو حسن کہا ہے، کنز العمال میں ایسا ہی ہے۔

<u>فائدہ</u>: خشوع حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انسان نماز میں موت کو یاد کرے اور خشوع کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ اس طرح نماز پڑھے گویا کہ خدا کو دیکھ رہا ہے اور ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ نمازی نماز میں جو کچھ پڑھے اسے جانتا ہو اور اسکے درمیان کئی درجے ہیں۔

مُوَدِّعٍ – صَلاَةَ مَنْ لَا يَظُنُّ أَنَّهُ يَرْجِعُ إِلَيْهَا أَبَداً". رواه الديلمى فى مسند الفردوس، قال الشيخ: حديث حسن لغيره (العزيزى ۱:۱٤۲)

۹٦۰– عن: ابن عمر ﷺ مرفوعا: "صَلِّ صَلاَةَ مُوَدِّعٍ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ كُنْتَ لَا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ". الحديث رواه ابو محمد الإبراهيمى فى كتاب الصلاة، وابن النجار، قال الشيخ: حديث حسن لغيره (العزيزى ۲:۳٥۲).

۹٦۱– عن: أبى اليسر ﷺ أن النبى ﷺ قال: "مِنْكُمْ مَنْ صَلَّى الصَّلاَةَ كَامِلَةً، وَمِنْكُمْ مَنْ يُصَلِّي النِّصْفَ وَ الثُّلُثَ وَ الرُّبُعَ وَالْخُمُسَ، حَتّٰى بَلَغَ الْعُشُرَ". رواه النسائى بإسناد حسن، كذا فى الترغيب (۱:۸٥). ولعل النسائى رواه فى الكبرى.

۹٦۲– عن: أبى ذر ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: "إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلاَةِ فَلاَ يَمْسَحِ الْحَصٰى، فَإِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهُ". رواه الخمسة بإسناد صحيح، وزاد أحمد:

۹۵۹–حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے نماز پڑھے تو اس شخص کی سی نماز پڑھے جو سب کو رخصت کرنے والا (اور چھوڑنے والا) ہو یعنی ایسے شخص کی سی نماز کہ جو یہ جانتا ہو کہ اب یہ نماز کبھی نہ آئیگی (کہ ایسی نماز میں توجہ کامل ہوگی)۔ اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا ہے، شیخ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے (العزیزی)۔

۹۶۰–حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو رخصت کرنے والے شخص کی سی نماز پڑھ گویا کہ تو اللہ کو دیکھتا ہے، کیونکہ اگر تو اسکو نہیں دیکھتا تو وہ تو تجھ کو دیکھتا ہے۔ اس حدیث کو ابو محمد ابراہیمی نے کتاب الصلاۃ میں اور ابن نجار نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: سواس کا تجھ کو دیکھنا اس بات کا مقتضی ہے کہ نماز میں تیری یہ حالت ہو کہ غیر اللہ کی طرف مطلق التفات نہ ہو۔

۹۶۱–حضرت ابوالیسرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بعض تم میں سے پوری نماز پڑھتے ہیں (جن کو اول سے آخر تک حضور قلب حاصل ہو اور آداب صلوٰۃ اچھی طرح ادا کریں) اور بعضے آدھی نماز پڑھتے ہیں (جو آدمی نماز میں نماز کا حق ادا کرتے ہیں) اور بعض تہائی اور چوتھائی اور پانچواں حصہ پڑھتے ہیں، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بعض دسواں حصہ پڑھتے ہیں۔ اس حدیث کو نسائی نے کبریٰ میں سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے، ترغیب میں ایسا ہی ہے۔

۹۶۲–حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز کیلئے کھڑا

"وَاحِدَةً أَوْدَعْ" كذا فى بلوغ المرام (١: ٣٩).

٩٦٣– عن: عثمان بن أبى دهرشن عن النبى ﷺ قال: " لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْ عَبْدٍ عَمَلاً حَتّٰى يَشْهَدَ قَلْبُهٗ مَعَ بَدَنِهٖ". رواه محمد بن نصر المروزى فى كتاب الصلاة هكذا مرسلا، ووصله أبو منصور الديلمى فى مسند الفردوس بأبى بن كعب، والمرسل أصح (الترغيب ١: ٨٦).

٩٦٤– عن: أبى هريرة ﷺ قال: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: " اَلصَّلَاةُ ثَلَاثَةُ أَثْلَاثٍ، اَلطُّهُوْرُ ثُلُثٌ، وَالرُّكُوْعُ ثُلُثٌ، وَالسُّجُوْدُ ثُلُثٌ، فَمَنْ أَدَّاهَا بِحَقِّهَا قُبِلَتْ مِنْهُ وَقُبِلَ مِنْهُ سَائِرُ عَمَلِهٖ، وَمَنْ رُدَّتْ عَلَيْهِ صَلَاتُهٗ رُدَّ عَلَيْهِ سَائِرُ عَمَلِهٖ". رواه البزار، وقال: لا نعلمه مرفوعا إلا من حديث المغيرة بن مسلم. قال الحافظ: وإسناده حسن اه (الترغيب ١: ٨٥). وفى مجمع الزوائد (١: ١٠٢): قلت: والمغيرة ثقة، وإسناده حسن اه.

٩٦٥– عن: عقبة بن عامر ﷺ عن النبى ﷺ قال: " مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُسْبِغُ

ہوتو کنکری کو (اپنے چہرے یا سجدہ گاہ سے) نہ ہٹائے، اسلئے کہ رحمۃ نمازی پر متوجہ ہوتی ہے (تو اگر یہ دوسری جانب لگ گیا تو رحمۃ سے اعراض ہوگا اور اس سے محروم رہے گا)۔ اس حدیث کو پانچوں ائمہ حدیث نے سند صحیح سے روایت کیا ہے اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ہر شی (دین کے متعلق) پوچھی یہاں تک کہ (نماز میں) کنکری الگ کرنے کو بھی پوچھا تو فرمایا کہ ایک مرتبہ کی (اجازت ہے) یا (یہ ہے) کہ اسکو بھی چھوڑ دے۔ (نیل الاوطار)۔

٩٦٣- حضرت عثمان بن ابی دہرشن سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ بندہ کا کوئی عمل بغیر اسکے کہ اس کا قلب اسکے بدن کے ساتھ اس میں حاضر ہو قبول نہیں فرماتے۔ اس حدیث کو محمد بن نصر مروزی نے کتاب الصلوٰۃ میں مرسلاً روایت کیا ہے اور ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں ابی بن کعب کے ساتھ اسکو متصل کیا ہے لیکن مرسل زیادہ صحیح ہے (ترغیب)۔

٩٦٤- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کے تین حصے ہیں ایک حصہ طہارت ہے اور ایک حصہ رکوع ہے اور ایک حصہ سجدہ ہے تو جس نے پورے حقوق کے ساتھ نماز کو ادا کیا اسکی نماز قبول ہو جائیگی اور بقیہ اعمال بھی قبول ہونگے اور جسکی نماز مردود ہوگئی اسکے بقیہ اعمال بھی مردود ہو جائیں گے۔ اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ مغیرہ بن مسلم کے سوا اور کسی سے ہم اسکو مرفوعاً نہیں جانتے، حافظ منذری کہتے ہیں کہ اسکی سند حسن ہے (ترغیب) اور مجمع الزوائد میں ہے کہ مغیرہ ثقہ ہے اور اسکی سند حسن ہے اھ۔

الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْمُ فِيْ صَلاَتِهٖ فَيَعْلَمُ مَا يَقُوْلُ إِلاَّ انْفَتَلَ وَهُوَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ ". رواه الحاكم وقال : صحيح الإسناد ، وهو فى مسلم وغيره بنحوه اه (الترغيب ١ :٨٧).

٩٦٦– عن : علقمة بن أبى علقمة عن أمه أن عائشة رضى الله عنها زوج النبى ﷺ قالت : " اَهْدٰى اَبُوْ جَهْمِ بْنُ حُذَيْفَةَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خَمِيْصَةً شَامِيَّةً لَهَا عَلَمٌ فَشَهِدَ فِيْهَا مَعَهَا الصَّلاَةَ ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ : رُدِّيْ هٰذِهِ الْخَمِيْصَةَ إِلٰى اَبِيْ جَهْمٍ ، فَإِنِّيْ نَظَرْتُ إِلٰى عَلَمِهَا فِي الصَّلاَةِ ، فَكَادَ يَفْتِنُنِيْ ". رواه مالك فى الموطأ (ص–٣٤) ورجاله ثقات ، والحديث فى البخارى أيضا ، ولكن لفظ الموطأ أوضح.

٩٦٧– عن : ابن عباس ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : قال الله تبارك وتعالى : " إِنَّمَا اَتَقَبَّلُ الصَّلاَةَ مِمَّنْ تَوَاضَعَ بِهَا لِعَظَمَتِيْ ، وَلَمْ يَسْتَطِلْ عَلٰى خَلْقِيْ ، وَلَمْ يَبِتْ مُصِرًّا عَلٰى مَعْصِيَتِيْ ، وَقَطَعَ نَهَارَهٗ فِيْ ذِكْرِيْ ، وَرَحِمَ الْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالْاَرَامِلَةِ

٩٦٥–حضرت عقبہ بن عامرؓ مرفوعا روایت ہے کہ جو مسلمان کامل طور پر وضو کر کے اپنے مصلی میں کھڑا ہو، پھر جو کچھ زبان سے کہے اسکو (دل سے) جانتا ہے تو ایسا لوٹے گا جیسا کہ ماں کے پیٹ سے جنا گیا (یعنی گناہوں سے پاک ہو کر)۔ اسکو حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے اور مسلم وغیرہ میں بھی اسکے قریب ہے (ترغیب)۔

٩٦٦–علقمہ بن ابی علقمہؒ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ زوجہ مطہرہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوجہم بن حذیفہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شامی چادر نقش والی ہدیہ پیش کی، حضور ﷺ اس چادر سے نماز میں حاضر ہوئے، جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ (اے عائشہ!) اس چادر کو ابوجہم کو واپس کردو، اسلئے کہ میں نے اس کے بیل بوٹے کی طرف نماز میں نظر کی ہے اور وہ مجھ کو فتنہ میں ڈالنے کے قریب ہوگئی تھی۔ اس حدیث کو امام مالکؒ نے موطا میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث بخاری میں دوسرے طریق سے اور دوسرے الفاظ سے ہے (مگر) یہ زیادہ واضح ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے خشوع وحضور قلب کا مؤکد ہونا اور مدار قبولیت ہونا باحسن وجوہ ظاہر ہو رہا ہے اور نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جو دنیوی چیز مخل خشوع وحضور قلب ہو اسکو اپنے پاس سے علیحدہ کردے۔

٩٦٧–حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں کہ میں نماز اس شخص کی قبول کرتا ہوں جو نماز میں میری عظمت کے سامنے پست ہو جائے اور (نماز کے بعد) میری مخلوق پر دست درازی نہ کرے اور میری نافرمانی پر اصرار کرتے ہوئے رات نہ گذارے اور دن کو میری یاد میں گذارے اور مسکین ومسافر اور بیوہ عورتوں اور ہر مصیبت زدہ

وَرَحِمَ الْمَصَابَ ، ذٰلِكَ نُوْرُهُ كَنُوْرِ الشَّمْسِ ، اَكْلَاهُ بِعِزَّتِيْ وَاسْتَحْفَظَهُ مَلَائِكَتِيْ ، اَجْعَلُ لَهُ فِي الظُّلْمَةِ نُوْراً ، وَفِيْ الْجَهَالَةِ حِلْماً ، وَمَثَلُهُ فِيْ خَلْقِيْ كَمَثَلِ الْفِرْدَوْسِ فِي الْجَنَّةِ". رواه البزار من رواية عبد الله بن واقد الحرانی ، وبقية رواته ثقات اه (الترغيب ١:٨٦) . وفی مجمع الزوائد (١:٢٠٠) : رواه البزار ، وفيه عبد الله بن واقد الحرانی ضعفه النسائی والبخاری وإبراهيم الجوزجانی وابن معين فی رواية ، ووثقه فی رواية ، ووثقه أحمد وقال : كان يتحری الصدق ، وأنكر علی من تكلم به ، وأثنی عليه خيرا ، وبقية رجاله ثقات اه. قلت : فالحديث حسن ، فإن الاختلاف فی التوثيق لا يضر كما عرف مرارا.

پررحم کرے اس شخص (کی نماز) کا نور مثل آفتاب کی روشنی کے ہے۔ میں اپنی عزت (وقدرت) سے اس کی نگہبانی کرتا ہوں اور اپنے فرشتوں کو بھی اسکا محافظ بنادیتا ہوں (محض تشریف وتکریم کیلئے نہ کہ حاجت کی وجہ سے) اور اسکے لئے تاریکی میں نور پیدا کردیتا ہوں اور جاہلوں کی جہالت کے وقت حلم اور عقل پیدا کردیتا ہوں اور اسکی مثال میری مخلوق میں ایسی ہے جیسے جنت میں فردوس کی شان ہے (کہ جیسے فردوس جنت کے درجات میں عالی ہے اسی طرح یہ شخص مخلوق میں بلندرتبہ ہوتا ہے)۔ اسکو بزار نے عبداللہ بن واقد حرانی کے واسطہ سے روایت کیا ہے اور باقی رجال سب ثقہ ہیں (ترغیب) اور مجمع الزوائد میں ہے کہ عبداللہ بن واقد حرانی کو نسائی، بخاری اور ابراہیم جوزجانی اور ایک روایت میں ابن معین نے بھی ضعیف کہا ہے اور ابن معین نے دوسری روایت میں ثقہ کہا ہے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ نے اسکی توثیق کی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ سچ بولنے کا پورا اہتمام کرتا تھا، اور احمد نے ان لوگوں پر انکار کیا ہے جنہوں نے عبداللہ بن واقد میں کلام کیا ہے اور اسکی تعریف اور بھلائی بیان کی ہے اور بقیہ رجال سب ثقہ ہیں اھ۔ میں کہتا ہوں کہ پس حدیث حسن ہے۔

__فائدہ:__ اس سے قبول نماز کی علامات معلوم ہوگئیں، پس ان باتوں کا بہت اہتمام کرنا چاہئے کہ یہی آثار قبول نماز کی علامات ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسکی توفیق عطا فرمائیں، آمین!، اور اسی حدیث پر ہم صفت صلوٰۃ کی بحث کو ختم کرتے ہیں، وللہ الحمد۔

ابواب القرائة

باب وجوب الجهر فی الجهرية والسر فی السرّية

۹۶۷ – عن ابن عباس ﷺ فی قوله تعالی : ﴿ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ قال : نَزَلَتْ وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ كَانَ إِذَا صَلّٰى بِاَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ ، فَإِذَا سَمِعَ الْمُشْرِكُوْنَ سَبُّوا الْقُرْآنَ ، وَمَنْ اَنْزَلَهُ ، وَمَنْ جَاءَ بِهِ ، فَقَالَ اللهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهِ ﷺ : ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ ﴾ اَیْ بِقِرَائَتِكَ فَيَسْمَعَ الْمُشْرِكُوْنَ ، فَيَسُبُّوا الْقُرْآنَ، ﴿وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ عَنْ اَصْحَابِكَ ، فَلَا تُسْمِعَهُمْ ، ﴿ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴾. أخرجه إمام المحدثين البخاری (۶۸۶:۲). قال الحافظ فی الفتح (۳۰۷:۸): وفی رواية الطبری ﴿ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ ﴾ ای لا تعلن بقرائة القرآن اعلانا شديدا ، فيسمعك المشركون ، فيؤذونك. ﴿ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا ﴾ ای لا تخفض صوتك حتی لا تسمع اذنيك . ﴿ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴾ اَیْ طَرِيْقاً وَسَطاً. اھ وهو صحيح أو حسن علی قاعدته قلت : وقد رجح الطبری (۱۲۵:۵) حديث ابن عباس علی جميع ما روی فی تأويل هذه الآية قال : لأن ذلك

قراءۃ کے ابواب

باب اس بیان میں کہ جہری نمازوں میں جہر پہلی دو رکعتوں میں اور سری نمازوں میں اخفاءِ قراءت سب رکعتوں میں واجب ہے

۹۶۷ – حضرت ابن عباسؓ سے آیت ''ولا تجہر بصلاتک ولا تخافت بہا'' کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں چھپے ہوئے تھے (یعنی خفیہ طور پر تبلیغ اسلام فرماتے تھے) تو آپ ﷺ جب اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تو قرآن بلند آواز سے پڑھتے تھے، مشرکین اسکو سنکر قرآن کو اور اس کے نازل کرنے والے اور پہنچانے والے سب کو برا کہتے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو فرمایا ''ولا تجہر بصلاتک'' کہ اپنی قراءت میں (اتنا) جہر نہ کیجئے کہ مشرکین سن لیں اور قرآن کو برا کہیں ''ولا تخافت بہا'' اور نہ اسکو (اتنا آہستہ پڑھئے کہ) اپنے ساتھیوں سے مخفی کریں کہ انکو بھی نہ سنائیں اور اس کے درمیان راستہ اختیار کیجئے۔ اس کو امام المحدثین بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔

أصح الأسانيد مخرجا.اه.

٩٦٨– حدثني يونس قال : أخبرنا ابن وهب قال : قال ابن زيد في قوله : ﴿ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ﴾ قال : السَّبِيلُ بَيْنَ ذَلِكَ الَّذِيْ سَنَّ لَهُ جِبْرَئِيلُ مِنَ الصَّلَاةِ الَّتِيْ عَلَيْهَا الْمُسْلِمُوْنَ . أخرجه الإمام الطبرى فى تفسيره (١٢٥:١٥) ورجاله ثقات . وابن زيد هو عبد الرحمن بن زيد بن أسلم مولى عمر عده وأباه السيوطى من قدماء المفسرين . قال : وغالب أقوالهم تلقوها عن الصحابة اه (إتقان ،١٩٧:٢) قلت : وهذا القول من جنس الإخبار بما لا يدرك بالرأى فهو محمول على السماع حتما .

٩٧٠– عن : ابن عباس ﷺ في قوله : ﴿ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ ﴾ لَا تَجْعَلْهَا كُلَّهَا جَهْراً ﴿وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ قال : لَا تَجْعَلْهَا كُلَّهَا سِرًّا . أخرجه ابن أبى حاتم (كذا فى الدر المنثور ، ٢٠٨:٤) ويظهر من الإتقان (١٩٦:٢) للسيوطى أن ابنى جرير وأبى حاتم

فائدہ: اس سے جہر کا وجوب ثابت ہوا کیونکہ اللہ تعالی نے جہر میں افراط وتفریط سے منع فرما کر درمیانے درجہ کا امر فرمایا ہے جس سے مطلق جہر کا وجوب مستفاد ہوا کیونکہ امر وجوب کے لئے ہے، رہا یہ کہ جہر سب نمازوں میں واجب ہے یا بعض میں؟ تو آیت اس بارہ میں مجمل ہے احادیث آئندہ سے اس کی تفسیر ہو جائیگی کہ کہاں واجب ہے اور کہاں نہیں۔

٩٦٨–حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلمؒ نے آیت ''ولا تجہر بصلاتک ولا تخافت بہا'' کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ درمیانہ راستہ (جس کا آیت میں امر ہے) وہی ہے جو جبریلؑ نے رسول اللہ ﷺ کے لئے نماز کا طریقہ مقرر کیا ہے، جس پر سب مسلمان چل رہے ہیں (یعنی مغرب، عشاء اور فجر میں جہر کرنا اور باقی نمازوں میں اخفا کرنا)۔ اسکو امام طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں اور عبدالرحمٰن بن زید اور ان کے باپ کو حافظ سیوطیؒ نے قدماء مفسرین میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کے اکثر اقوال حضرات صحابہ سے ماخوذ ہیں (اتقان)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قول یقیناً صحابہ سے ماخوذ ہے اس لئے کہ اس میں ایسی خبر ہے جس میں رائے کا دخل نہیں ہو سکتا۔

فائدہ: اس تفسیر پر آیت کے معنی یہ ہوئے کہ نہ تو سب نمازوں میں جہر ہو نہ سب میں اخفاء ہو بلکہ اسکے درمیان راستہ اختیار کیا جائے کہ بعض میں جہر اور بعض میں اخفا، پس اس تفسیر پر نماز جہری میں جہر کا اور سری میں اخفا کا وجوب ظاہر ہے۔

٩٧٠–حضرت ابن عباسؓ سے اسی آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ نہ تو کل نمازوں میں جہر کرو اور نہ کل نمازوں میں

لا يخرجان في تفسيريهما عن ابن عباس شيئا بطريق ضعيفة جدا بل إنما هو ما بين صحيح أو حسن أو ضعيف منجبر ، وإنما نقلناه اعتضادا.

۹۷۱– عن : الزهري قال : سَنَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ يُجْهَرَ بِالْقِرائَةِ فِي الْفَجْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ ، وَ فِي الْاُوْلَيَيْنِ مِنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ ، وَيُسَرَّ فِيْمَا عَدَا ذٰلِكَ . أخرجه أبو داود في مراسيله (دراية ، ص: ۹۱).قلت : هو مرفوع مرسل ، ومراسيل الزهري وإن كانت عندهم ضعيفة ، فقد تأيد بما سيأتي بعده ، وأما عندنا فمراسيل الأئمة من التابعين مقبولة مطلقا كما ذكرناه في المقدمة.

۹۷۲– عن الحسن قال : لما جَاءَ بِهِنَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِلٰى قَوْمِهٖ يَعْنِيْ الصَّلَوَاتِ خلي عَنْهُنَّ حَتّٰى اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ عَنْ بَطْنِ السَّمَاءِ نُوْدِيَ فِيْهِمْ (اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ) فَفَزَعُوْا لِذٰلِكَ ، فَاجْتَمَعُوْا . فَصَلّٰى بِهِمْ نَبِيُّ اللهِ ﷺ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ لَا يَقْرَأُ فِيْهِنَّ عَلَانِيَةً

اخفا کرو۔ اس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے (درمنثور) اور سیوطیؒ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم اپنی تفسیروں میں ابن عباسؓ کے اقوال واہی تباہی طریق سے روایت نہیں کرتے بلکہ صحیح یا حسن یا ضعیف مقبول طریق سے روایت کرتے ہیں، پس تائید کیلئے یہ روایت قابل اعتبار ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی آیت کی وہی تفسیر معلوم ہوئی جو اوپر کے اثر سے معلوم ہوئی تھی اور وجوب جہر و اخفا پر اسی طرح دلالت ہوئی جس طرح اس سے دلالت ہوئی تھی۔

۹۷۱- زہری تابعیؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے طریقہ مقرر فرمایا ہے کہ فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب اور عشا کی دو پہلی رکعتوں میں قراءت جہر سے کی جائے اور اس کے ماسوا میں اخفا کیا جائے۔ اس کو ابوداود نے اپنے مراسیل میں روایت کیا ہے (درایہ)۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے اس کی تفصیلی سند پر وقوف نہیں ہوا اور زہری کی مراسیل محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں لیکن یہ اثر محض تقویت کیلئے نقل کیا گیا ہے نہ کہ حجت لانے کو اور تقویت ضعیف حدیثوں سے بھی ہو جاتی ہے جیسا کہ اپنے موقع پر ثابت ہے، اور ہمارے نزدیک ائمہ تابعین کے مراسیل مطلقاً حجت ہیں جیسا کہ مقدمہ میں بیان کیا گیا ہے۔

فائدہ: اس میں سنت سے مراد معنی اصطلاحی نہیں، پس وجوب کے منافی نہیں ہے۔

۹۷۲- حضرت حسنؒ (بصری) سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نمازوں کو (یعنی ان کے حکم کو) اپنی قوم کے پاس (صبح معراج میں) لائے تو آپ ﷺ نے ان کو چھوڑے رکھا یہاں تک کہ جب آفتاب درمیان آسمان سے ڈھل گیا تو مسلمانوں

جِبْرِيْلُ عليه السلام بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَيْنَ أَيْدِیْ النَّاسِ يَقْتَدِی النَّاسُ بِنَبِيِّهِم ﷺ ، وَيَقْتَدِیْ نَبِیُّ اللهِ ﷺ بِجِبْرِيْلَ عليه السلام ، ثُمَّ خلی عَنْهُمْ حَتّٰی إِذَا تَصَوَّبَتِ الشَّمْسُ وَهِیَ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ نُوْدِیَ فِيْهِمْ (بالصَّلَاةِ جَامِعَة) فَاجْتَمَعُوْا لِذٰلِكَ ، فَصَلّٰی بِهِمْ نَبِیُّ اللهِ ﷺ أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ دُوْنَ صَلَاةِ الظُّهْرِ ، ثُمَّ ذَكَرَ ابْنُ الْمُثَنّٰی كَمَا ذَكَرَ فِی الظُّهْرِ قال : ثُم أضرب عنهم حتی إذا غابت الشمس نودی فيهم الصلاة ، فاجتمعوا لذلك ، وصلی بهم نبی الله ﷺ ثلاث ركعات يقرأ فی كل ركعتين علانية ، والركعة الثالثة لا يقرأ فيها علانية ، رسول الله ﷺ بين يدی الناس ، وجبريل عليه السلام بين يدی رسول ﷺ ، ثم ذكر كما ذكر فی العصر حتی إذا غاب الشفق وايتطأ نودی فيهم (الصلاة جامعة) فاجتمعوا لذلك ، فصلی بهم رسول الله ﷺ أربع ركعات يقرأ فی ركعتين علانية وركعتين لا يقرأ فيهما علانية ، فذكر كما ذكر فی المغرب قال : فباتوا وهم لا يدرون يزادون علی ذلك أم لا ؟ حتی إذا طلع الفجر نودی فيهم (الصلاة جامعة)

میں اعلان کیا گیا کہ نماز کے لئے جمع ہو جاؤ! تو سب اس کیلئے تیار ہو کر جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے ان کو چار رکعتیں پڑھائیں جن میں علانیہ قراءت نہ کرتے تھے (بلکہ آہستہ پڑھتے تھے) جبریلؑ رسول اللہ ﷺ کے آگے تھے اور رسول اللہ ﷺ آدمیوں کے آگے تھے، لوگ حضور ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ جبریلؑ کی اقتداء کر رہے تھے، پھر آپ ﷺ نے مسلمانوں کو مہلت دی یہاں تک کہ جب آفتاب نیچا ہو گیا مگر وہ صاف طور پر روشن تھا (زردی نہ آئی تھی) پھر اعلان کیا گیا کہ نماز کیلئے جمع ہو جاؤ! لوگ جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو چار رکعتیں پڑھائیں جو (طول میں) ظہر کی نماز سے کم تھیں پھر ابن مثنی نے (جہر و اقتداء کی بابت) وہی کہا جو نماز ظہر میں کہا تھا (کہ آپ ﷺ نے جہر سے قراءت نہیں کی اور حضور ﷺ جبریلؑ کی اقتداء کر رہے تھے) کہا پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو فرصت دی یہاں تک کہ جب آفتاب غروب ہو گیا تو اعلان کیا گیا کہ نماز کے لئے جمع ہو جاؤ! لوگ جمع ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کو تین رکعات پڑھائیں دو رکعتوں میں تو جہر سے قراءت کرتے تھے اور تیسری رکعت میں جہر نہ کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ لوگوں کے آگے تھے اور جبریلؑ حضور ﷺ کے آگے تھے (لوگ حضور ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور آپ ﷺ جبریلؑ کی) پھر وہی بیان کیا جیسا کہ عصر میں بیان کیا گیا، یہاں تک کہ جب شفق غائب ہو گئی اور رات اچھی طرح تاریک ہو گئی تو پھر اعلان کیا گیا کہ نماز کیلئے جمع ہو جاؤ!، پس لوگ جمع ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو چار رکعتیں پڑھائیں، دو رکعتوں میں قراءت جہر سے کرتے تھے اور دو میں جہر سے

فاجتمعوا لذلك ، فصلى بهم نبی الله ﷺ ركعتين يقرأ فيهما علانية ، ويطيل فيهما القرائة ، جبريل بين يدی رسول الله ﷺ ورسول الله ﷺ بين يدی الناس يقتدی الناس بنبيهم ﷺ ويقتدی نبی الله ﷺ بجبريل . أخرجه ابو داود فی مراسيله (ص:۳و۴).

وقال الزيعلی (۱:۲۲۷) : فيه حديثان مرسلان أخرجهما أبو داود فی مراسيله أحدهما عن الحسن والآخر عن الزهری إلى قوله : وذكرهما عبد الحق فی أحكامه من جهة أبی داود ، وقال : إن مرسل الحسن أصح اه.

قلت : ومرسل الزهری قد تأيد به فهو أيضا حسن.

۹۷۳– عطاء أنه سمع أبا هريرة ﷺ قال : فِیْ كُلِّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ فَمَا اَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَسْمَعْنَا كُمْ وَمَا اَخْفٰی عَنَّا اَخْفَيْنَا عَنْكُمْ . الحديث رواه الإمام البخاری (۱:۱۰۶).

قراءت نہ کرتے تھے، پھر وہی بات کہی جو مغرب میں کہی تھی (یعنی اقتداءِ جبریلؑ کے متعلق) کہا، پھر لوگ رات بھر اس حالت میں رہے کہ ان کو کچھ خبر نہ تھی کہ ان کے سوا کوئی اور نماز بھی ہے یا نہیں؟ یہاں تک کہ جب فجر طلوع ہوگئی تو اعلان کیا گیا کہ نماز کے لئے جمع ہوجاؤ! تو لوگ جمع ہوگئے تو حضور ﷺ نے ان کو دو رکعتیں پڑھائیں جن میں جہر کے ساتھ آپ ﷺ نے قراءت کی اور لمبی قرائت کی جبریلؑ حضور ﷺ کے آگے تھے اور آپ ﷺ آدمیوں کے آگے تھے، لوگ نبی ﷺ کی اقتداء کررہے تھے اور آپ ﷺ جبریلؑ کی اقتداء کررہے تھے۔ اس کو ابوداود نے اپنی مراسیل میں روایت کیا ہے اور زیلعی نے کہا ہے کہ اس بارہ میں دو روایتیں مرسل ہیں ایک حسن سے اور ایک زہری سے، حافظ عبدالحق نے دونوں کو بواسطہ ابوداود کے اپنی کتاب احکام میں بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ مرسلِ حسن زیادہ صحیح ہے اھ۔ میں کہتا ہوں کہ مرسلِ زہری اس مرسلِ حسن سے مؤید ہے اس لئے وہ بھی حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس حدیث میں اس بات پر صاف دلالت ہے کہ ظہر وعصر میں اور مغرب کی تیسری اور عشاء کی دو پچھلی رکعتوں میں قراءت آہستہ کی جائے اور بقیہ نماز میں جہر کیا جائے اور چونکہ یہ طریقہ آپ ﷺ کو حضرت جبریلؑ نے بحکمِ الٰہی تعلیم کیا ہے اور حضور ﷺ نے اس پر مواظبت کی اور تمام امت نے اس پر بالاجماع عمل کیا ہے اس لئے ثابت ہوا کہ یہ جہر واخفاء واجب ہے، نیز اس اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وقتِ عشاء تاریکئ شب کے کامل ہونے سے شروع ہوتا ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔

۹۷۳- حضرت عطاءؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ ہر نماز میں قراءت کی جاتی ہے، پس جس میں حضور ﷺ نے ہم کو قراءت سنائی (یعنی جہر کیا) اس میں ہم بھی تم کو قراءت سنا دیتے ہیں اور جس میں آپ ﷺ نے ہم سے قراءت کو مخفی کیا اس میں ہم بھی تم سے اخفا کرتے ہیں۔ اسکو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

٩٧٤– عن : أبي معمر قال : قلنا لخباب ﷺ : أَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ ؟ قال : نَعَمْ ، قُلْنَا : مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ ؟ قال : بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِه. رواه البخاري (١:١٠٧).

٩٧٥– عن أبي قتادة ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْكِتَابِ ، وَسُوْرَةٍ مَعَهَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ ، وَصَلَاةِ الْعَصْرِ ، وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَاناً ، وَكَانَ يُطِيْلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلَىٰ. رواه البخاري (١:١٠٧).

٩٧٦– وكيع عن الأوزاعي عن يحيى بن أبي كثير قال : قالوا يا رسول الله ﷺ ! إِنَّ هٰهُنَا قَوْماً يَجْهَرُوْنَ بِالْقِرَائَةِ بِالنَّهَار، فقال : " ارْمُوْهُمْ بِالْبَعْرِ " . رواه الإمام أبو بكر ابن أبي شيبة في مصنفه (١:٢٤٤). قلت : هذا مرسل ، رجاله رجال الجماعة والإرسال حجة عندنا كالاسناد . وقد رواه ابن شاهين مسندا عن أبي هريرة قاله السخاوي

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ جہری نمازوں میں جہر اور سری نمازوں میں اخفاء رسول اللہ ﷺ سے عملاً متواتر ہے اور یہ دلیل مواظبت کی ہے، پس جہر اور اخفاء کا وجوب ثابت ہوگیا۔

٩٧٤- ابومعمر سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت خبابؓ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر میں قراءت فرماتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں! ہم نے پوچھا آپ کو کہاں سے معلوم ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ کی ریش مبارک کی حرکت سے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے صراحۃً ظہر وعصر میں اسرار قراءت پر حضور ﷺ کی مواظبت مذکور ہے جو دلیل وجوب ہے۔

٩٧٥- حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں الحمد اور اس کے ساتھ سورت پڑھا کرتے اور ہم کو بھی کوئی آیت کبھی سنا دیتے اور پہلی رکعت میں (قراءت) دراز کرتے تھے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس میں بھی اسرار قراءت پر مواظبت مذکور ہے اور کبھی کبھی آپ ﷺ کا کوئی آیت جہر سے پڑھنا صحابہ کو یہ بتلانے کیلئے تھا کہ آپ ﷺ قراءت کر رہے ہیں، بالکل خاموش نہیں ہیں اور بضرورت قدر قلیل جہر، اسرار کے منافی نہیں۔

٩٧٦- یحیٰی بن ابی کثیر تابعی سے روایت ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہاں ایک قوم ہے جو دن میں جہر سے قراءت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو مینگنیوں سے مارو۔ اس کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا

فی المقاصد (ص:١٦٢) وابن قدامة فی المغنی (١:٦١١).

٩٧٧– أخبرنا معمر عن عبد الكريم الجزری قال : سمعت ابا عبيدة يقول : صَلاَةُ النَّهارِ عَجْمَاءُ . أخرجه عبد الرزاق فی مصنفه ، وزيلعی (١:٢٢٧). قلت : رجاله كلهم ثقات ، وعبد الكريم هو ابن مالك الجزری ثقة من رجال الجماعة ، كذا فی التهذيب (٦:٣٧٣).

٩٧٨– أخبرنا : ابن جريج قال : قال مجاهد : صَلاَةُ النَّهارِ عَجْمَاءُ . أخرجه عبد الرزاق فی مصنفه (زيلعی ١:٢٢٧) . قلت : رجاله كلهم ثقات . وهذا مما لا يدرك بالرأی ، فقول التابعی فيه مرفوع مرسل حكما كما ذكرناه فی الحاشية.

٩٧٩– عن أبی عبد الله الصنابحی انه قال : قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فِیْ خِلاَفَةِ اَبِیْ بَكْرٍ فَصَلَّيْتُ وَرَائَهُ الْمَغْرِبَ ، فَقَرَاَ فِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ بِاُمِّ الْقُرْآنِ وَسُوْرَةٍ سُوْرَةٍ مِنْ قِصَارِ الْمُفَصَّلِ ، ثُمَّ قَامَ فِی الثَّالِثَةِ ، فَدَنَوْتُ مِنْهُ حَتّٰی اَنَّ ثِيَابِیْ لَتَكَادُ اَنْ تَمَسَّ ثِيَابَهٗ ، فَسَمِعْتُهٗ قَرَاَ

ہے اور یہ حدیث مرسل ہے، جس کے سب راوی صحاح ستہ کے راوی ہیں اور ابن شاہین نے اس کو مرفوعاً متصلاً بھی ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے، پس اب یہ بالاتفاق حجت ہے۔

فائدہ: اس فعل پر نبی کریم ﷺ کا زجر فرمانا دن کی نماز میں آہستہ قراءت کے وجوب پر صاف دلالت کرتا ہے۔

٩٧٧–عبد الکریم جزری کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبیدہ (تابعی) سے سنا وہ فرماتے تھے کہ دن کی نماز گونگی ہے (یعنی اس میں جہر سے قراءت نہیں ہوتی)۔ اس کو عبد الرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے اور اسکے سب راوی ثقہ ہیں۔

٩٧٨–ابن جریج کہتے ہیں کہ مجاہد (تابعی) نے فرمایا کہ دن کی نماز گونگی ہے۔ اس کو بھی عبد الرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی بھی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ہر چند کہ یہ تابعین کا قول ہے مگر چونکہ یہ ایسی بات ہے جو قیاس سے معلوم نہیں ہو سکتی اس لئے یہ حکماً مرفوع مرسل ہے اور مرسل ہمارے یہاں حجت ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ شرعاً صلوٰۃِ نہار کے لئے صفت عجماء ثابت ہے اور اس سے دن کی نماز میں اخفاءِ قراءت کا وجوب مستفاد ہوتا ہے۔

٩٧٩–ابوعبداللہ صنابحی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانہ میں مدینہ منورہ آیا اور میں نے حضرت صدیق اکبرؓ کے پیچھے مغرب (کی نماز) پڑھی تو آپ نے پہلی دو رکعتوں میں الحمد اور ایک ایک سورۃ قصارِ مفصل میں

بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَبِهٰذِهِ الآيَةِ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ، إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾. رواه الإمام مالك في الموطأ . (ص:۲۷). قلت : سنده صحيح .

۹۸۰– عن سماك بن حرب عن رجل من أهل المدينة أنه صَلّٰى خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَسَمِعَهُ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ ﴿قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ﴾. رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ۱:۸۹).

۹۸۱– عن جبير بن مطعم ﷺ قال : سمعت رسول الله ﷺ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ. رواه البخاري (۱:۱۰۵).

۹۸۲– أخبرنا : ابو حنيفة عن حماد عن إبراهيم قال : عَرَّسَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَيْلَةً ، فَقَالَ : " مَنْ يَحْرُسُنَا اللَّيْلَةَ؟ فقال : رجل مِنَ الْأَنْصَارِ شَابٌّ: أَنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ أَحْرُسُكُمْ

سے پڑھی، پھر تیسری میں کھڑے ہوئے تو میں ان سے قریب ہوگیا، یہاں تک کہ میرے کپڑے قریب تھے کہ ان کے کپڑوں سے چھو جائیں سو میں نے ان کو الحمد اور یہ آیت پڑھتے سنا "ربنا لا تزغ قلوبنا" آخر آیت تک۔ اسکو امام مالک نے روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس سے مغرب کی دو رکعتوں میں جہر معلوم ہوا اور اس اثر میں مغرب کی تیسری رکعت میں علاوہ فاتحہ کے اور قرآن پڑھنا بھی مذکور ہے اور یہ ہمارے مذہب میں بھی جائز ہے لیکن اولیٰ صرف الحمد پر کفایت کرنا ہے جیسا کہ اخیر کی دو رکعتوں میں قراءت کے باب میں مذکور ہو چکا ہے اور محتمل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ آیت بطور دعا کے پڑھی ہو بقصد قراءت نہ پڑھی ہو (مغنی ابن قدامہ) اور قصارِ مفصل سورۃ لم یکن سے آخر قرآن تک ہیں اور لم یکن قصار میں بعض کے نزدیک داخل ہے۔

۹۸۰–سماک بن حرب سے روایت ہے، وہ ایک شخص سے اہل مدینہ میں سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ ﷺ کو فجر کی نماز میں (سورۃ) "قٓ والقرآن المجید" پڑھتے سنا۔ اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)۔

۹۸۱–حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں (سورۃ) طور پڑھتے سنا۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: ان احادیث سے فجر اور مغرب میں جہر معلوم ہوا۔

۹۸۲–حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پڑاؤ کیا اور فرمایا کہ آج کی رات ہمارا پہرہ کون دے گا؟ (تا کہ صبح کی نماز قضا نہ ہو) تو ایک نوجوان انصاری نے کہا یا رسول اللہ! میں پہرہ دوں گا، جب صبح ہوئی تو اس پر بھی نیند کا غلبہ ہوگیا

فَحَرَسَهُمْ حَتّٰى إِذَا كَانَ مَعَ الصُّبْحِ غَلَبَتْهُ عَيْنُهُ ، فَمَا اسْتَيْقَظُوا إِلَّا بِحَرِّ الشَّمْسِ ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، فَتَوَضَّأَ ، وَتَوَضَّأَ أَصْحَابُهُ ، وَامر الْمُؤَذِّن ، فَأَذَّنَ ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ ، فَصَلَّى الْفَجْرَ بِأَصْحَابِهِ ، وَجَهَرَ فِيْهَا بِالْقِرَائَةِ كَمَا كَانَ يُصَلِّيْ بِهَا فِيْ وَقْتِهَا. رواه الإمام محمد بن الحسن فى كتاب الآثار (ص:٣٠) . قلت : مرسل رجاله ثقات ، وقد مر توثيق حماد فى الجزء الثانى من الكتاب، وفى التهذيب (١٧:٣) . قال حماد بن سلمة : قلت له : قد سمعت إبراهيم؟ فكان يقول : إن العهد قد طال بإبراهيم اه.

باب استحباب الاختصار فى السفر

٩٨٣– عن : عدى قال : سمعت البراء ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِيْ سَفَرٍ فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِيْ إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾. رواه البخارى (١٠٥:١).

٩٨٤– عن عقبة بن عامر ﷺ قال : كُنْتُ أَقُوْدُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَاقَتَهُ فِي السَّفَرِ ، فَقَالَ لِيْ : يَا عُقْبَةُ! أَلَا أُعَلِّمُكَ خَيْرَ سُوْرَتَيْنِ قِرَائَةً؟ فَعَلَّمَنِيْ ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ . وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ قال : فَلَمْ يَرَنِيْ سُرِرْتُ بِهِمَا جِدًّا ، فَلَمَّا نَزَلَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ صَلّٰى بِهِمَا

پھر دھوپ کی گرمی ہی سے سب بیدار ہوئے ، پس رسول اللہ ﷺ اٹھے اور آپ ﷺ نے اور صحابہ نے وضو کیا اور مؤذن کو حکم ہوا اس نے اذان دی تو آپ ﷺ نے دو رکعتیں (سنت فجر کی) پڑھیں پھر اقامت کہی گئی اور آپ ﷺ نے صحابہ کو فجر کی نماز (فرض) پڑھائی جس میں آپ ﷺ نے جہراً قراءت فرمائی جیسا کہ وقت (اداء) میں پڑھا کرتے تھے۔ اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں مرسلاً روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

<u>فائدہ</u>: اس سے بحالت قضاء فجر کی دونوں رکعتوں میں جہر ثابت ہوا اور یہ بھی کہ آپ ﷺ ادا میں بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

باب اس بیان میں کہ بحالت سفر قراءت مختصر کرنی چاہیے

٩٨٣– عدی سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت براءؓ سے سنا کہ نبی ﷺ سفر میں تھے تو آپ ﷺ نے عشاء کی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں (سورۃ) والتین والزیتون پڑھی۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

٩٨٤– عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ناقہ کو سفر میں لے کر چل رہا تھا، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے عقبہ! کیا میں تم کو ایسی دو سورتیں نہ بتلاؤں جو پڑھی جاتی ہیں؟ پھر آپ ﷺ نے مجھ کو قل اعوذ برب الفلق اور

صَلَاةَ الصُّبْحِ لِلنَّاسِ ، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِنَ الصَّلَاةِ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ : يَا عُقْبَةُ! كَيْفَ رَأَيْتَ ؟ رواه أبو داود (۱–۵٤٦) مع العون وسكت عنه وفي طريق اخرى له عنه ايضاً وسمعته يؤمنا بهما في الصلاة اه.

۹۸۵– عن : رجل من جهينة ﷺ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ ﴿إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ﴾ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا ، قال : فَلَا أَدْرِيْ أَنَسِيَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَمْ قَرَأَ ذٰلِكَ عَمْداً ؟ رواه أبو داود وسكت عنه هو والمنذري ، وليس في إسناده مطعن بل رجاله رجال الصحيح (نيل ، ۲:۱۲۳).

۹۸٦– مالك عن نافع أن عبد الله بن عمر ﷺ كان يَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ فِي السَّفَرِ بِالْعَشْرِ السُّوَرِ الْأُوَلِ مِنَ الْمُفَصَّلِ ، فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَسُوْرَةٍ . رواه مالك في الموطا (ص:۲۸).

قل اعوذ برب الناس سکھلائیں، عقبہ کہتے ہیں سو مجھ کو ان پر آپ ﷺ نے زیادہ خوش ہوتے ہوئے نہ دیکھا، پس جب صبح کی نماز کیلئے اترے تو آپ ﷺ نے ان ہی دو سورتوں سے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی، پھر جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو میری طرف التفات کیا اور فرمایا اے عقبہ! تم نے (ان دونوں سورتوں کو) کیسا دیکھا؟۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور اس حدیث کے ایک دوسرے طریق میں ہے اور اس پر بھی ابوداود نے سکوت کیا ہے کہ حضرت عقبہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو سنا کہ ان دو سورتوں کے ساتھ نماز میں ہماری امامت کرتے تھے (یعنی آپ ﷺ نے ہم کو جماعت سے نماز پڑھائی اور ان دو سورتوں کو پڑھا)۔

۹۸۵–قبیلہ جہینہ کے ایک شخص سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو صبح (کی نماز) میں "اذا زلزلت الارض" دونوں رکعتوں میں پڑھتے سنا، راوی کہتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ حضور ﷺ نے ایسا بھول کر کیا یا جان بوجھ کر؟۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں (نیل الاوطار)۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ہر رکعت میں ایک ہی سورۃ پڑھی اور ایسا کرنا جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ ہر رکعت میں جدا سورت پڑھے جیسا کہ اس مضمون کی حدیث عنقریب آئیگی۔

۹۸٦–حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ سفر میں صبح کی نماز میں مفصل کی دس سورتیں شروع کی پڑھا کرتے تھے، ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور ایک سورت۔ اسکو امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے۔

باب الجهر بالقرائة فی صلاة الجمعة والعيدين

٩٨٧– عن : ابن أبی رافع قال : اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ ابا هريرة عَلى الْمَدِيْنَةِ ، وَخَرَجَ اِلٰى مَكَّةَ ، فَصَلّٰى لَنَا اَبُو هُرَيْرَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، فَقَرَاَ بَعْدَ سُوْرَةِ الْجُمُعَةِ فِى الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ ﴿اِذَا جَائَكَ الْمُنَافِقُوْنَ﴾ قال : فَاَدْرَكْتُ ابا هُرَيْرَةَ حِيْنَ انْصَرَفَ ، فَقُلْتُ لَهٗ : اَنَّكَ قَرَئْتَ بِسُوْرَتَيْنِ كَانَ عَلِيُّ بنُ اَبِى طَالِبٍ يَقْرَاُ بِهِمَا بِالْكُوْفَةِ، فَقال اَبُوْ هُرَيْرَةَ : اِنِّى سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقْرَاُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ . رواه مسلم (١:٢٨٧) ولأبی داود (١:٤٣٧) فی هذا الحديث ، وقد سكت عنه : صلی بنا أبو هريرة يوم الجمعة ، و فی الركعة الآخرة ﴿إذا جائك المنافقون﴾، الحديث .

٩٨٨– عن : الحارث عن علی قال :اَلْجَهْرُ فِىْ صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ مِنَ السُّنَّةِ . رواه الطبرانی فی الأوسط ، والحارث ضعيف (مجمع الزوائد ، ١:٢٢٣). قلت : قد مر أنه

فائدہ:ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر سفر میں عجلت اور پریشانی ہوتو مختصراً قراءت کرنا جائز ہے اور اگر عجلت اور پریشانی نہ ہوتو صبح کی قراءت میں تطویل کی رعایت کرنا بہتر ہے یہی حنفیہ کا مذہب ہے۔

باب جمعہ اور عیدین کی نماز میں قراءت جہر سے کرنے کا بیان

٩٨٧–ابن ابی رافع سے روایت ہے کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہؓ کو مدینہ پر خلیفہ کیا اور خود مکہ چلے گئے تو ہم کو ابو ہریرہؓ نے جمعہ کے دن (جمعہ کی نماز) پڑھائی اور بعد سورۃ جمعہ کے (جو پہلی رکعت میں پڑھی تھی) دوسری رکعت میں اذا جاءک المنافقون پڑھی،ابن ابی رافع کہتے ہیں کہ میں ابو ہریرہؓ سے ملا جبکہ وہ فارغ ہو گئے نماز سے اور میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ نے وہ دو سورتیں پڑھیں جن کو حضرت علیؓ کوفہ میں پڑھا کرتے تھے، پس حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان دونوں سورتوں کو جمعہ کے دن پڑھتے سنا ہے۔اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ جمعہ کی نماز میں اونچی آواز سے تلاوت فرماتے تھے، نیز حضور ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک توارث سے اس پر عمل ہوتا چلا آرہا ہے نیز اس پر امت کا اجماع بھی ہے لہٰذا جمعہ اور عیدین میں جہر سے تلاوت کرنا واجب ہے۔

٩٨٨–حارث حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ عیدین کی نماز میں قراءت جہر (سے کرنا) سنت ہے۔اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے (مجمع الزوائد)۔

مختلف فيه وأنه حسن الحديث فلا يضر الكلام فيه.

باب ما جاء في القرائة في الحضر

٩٨٩– عن سماك قال: سألت جابر بن سمرة عن صلاة النبي ﷺ فقال: كَانَ يُخَفِّفُ الصَّلَاةَ وَلَا يُصَلِّيْ صَلَاةَ هؤُلَاءِ. قال: وَأَنْبَأَنِيْ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ بِ ﴿ق. وَالْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ﴾ وَنَحْوِهَا رواه مسلم (١–١٨٧) وفي رواية كَانَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ بِ ﴿ق. وَالْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ﴾ وَنَحْوِهَا، وَكَانَتْ صَلَاتُهُ بَعْدُ إلى تخفيف. وفي رواية: كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ "بِ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى"، وَفِي الْعَصْرِ نَحْوَ ذٰلِكَ. وَفِي الصُّبْحِ أَطْوَلَ مِنْ ذٰلِكَ رواهما أحمد ومسلم كذا في النيل (۲:۱۲۴).

٩٩٠– عن: أبي برزة الأسلمي قال: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ (آيَةً) رواه مسلم (١٨٧:١).

باب حضر میں قراءت کرنے کا بیان

۹۸۹–سماک سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہؓ سے نبی ﷺ کی نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ (جماعت کے ساتھ) ہلکی نماز پڑھتے تھے اور ان لوگوں کی طرح (بہت لمبی) نماز نہ پڑھتے تھے، سماک کہتے ہیں کہ مجھ کو حضرت جابرؓ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ فجر میں سورۂ ق والقرآن المجید اور اسکی مثل اور (سورت) پڑھتے تھے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ ﷺ کی نماز اس کے بعد تخفیف کی طرف مائل تھی اور ایک روایت میں ہے کہ ظہر میں واللیل اذا یغشٰی اور عصر میں اس کے مثل اور صبح میں اس سے زیادہ طویل قراءت کرتے تھے۔ ان دونوں کو احمد و مسلم نے روایت کیا ہے (نیل)۔

<u>فائدہ</u>: فجر میں "ق" پڑھنا اکثر حالات پر محمول ہوسکتا ہے یا حضرت جابرؓ کے اپنے علم کے مطابق ہوسکتا ہے ورنہ حضور ﷺ کا فجر کی نماز میں سورۃ تکویر، یا سورۃ المؤمنون، یا سورۃ الطور یا سورۃ الروم وغیرہ پڑھنا بھی ثابت ہے۔

۹۹۰–ابو برزہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر (کی نماز) میں ساٹھ سے سو (آیتوں) تک پڑھتے تھے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: ان روایات سے فجر کی نماز میں طویل قراءت کا مسنون ہونا ثابت ہوا اور یہی مذہب احناف کا ہے۔

٩٩١– عن سليمان بن يسار قال : كان فلانٌ يُطِيلُ الأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهرِ ، وَ يُخَفِّفُ الْعَصْرَ ، وَيَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ ، وَ فِي الْعِشَاءِ بِوَسْطِهِ ، وَفِي الصُّبْحِ بِطِوَالِهِ ، فَقال أبو هريرة : مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ اَحَدٍ اَشْبَهَ صَلاَةً بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِنْ هذَا. أخرجه النسائی بأسناد صحیح کما فی بلوغ المرام (٤٨:١) . وفی فتح الباری (٢٠٦:٢) : صححه ابن خزيمة وغيره.

٩٩٢– عن : جابر بن سمرة ﷺ قال : كان رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا دَحَضَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهرَ وَقَرَأَ بِنَحْوِ مِنْ ﴿وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ وَالعَصْرَ كَذٰلِكَ وَالصَّلَوَاتِ كَذٰلِكَ اِلاَّ الصُّبْحَ فَاِنَّهُ كَانَ يُطِيْلُهَا. رواه ابو داود (١٦٤:١) وسكت عنه.

٩٩٣– وعنه اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ بِ ﴿ يٰسٓ ﴾. رواه الطبرانی فی الأوسط ورجاله رجال الصحيح . (مجمع الزوائد ، ١٨٩:١).

۹۹۱–سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ فلاں (امام) ظہر کی پہلی دو رکعتوں کو طویل کرتے تھے اور عصر کو خفیف (ہلکا) پڑھتے تھے اور مغرب میں قصارِ مفصل اور عشاء میں اوساطِ مفصل اور صبح میں طوالِ مفصل پڑھتے تھے، پس فرمایا حضرت ابو ہریرہؓ نے کہ میں نے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جو رسول اللہ ﷺ کی نماز سے زیادہ مشابہت رکھتا ہو ان امام سے (یعنی ان کی نماز حضور ﷺ کی نماز سے زیادہ مشابہ ہے)۔ اس کو نسائی نے بسند صحیح روایت کیا ہے جیسا کہ بلوغ المرام میں ہے اور فتح الباری میں ہے کہ ابن خزیمہ وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے

فائدہ: یہی حنفیہ کا مذہب ہے نیز سورۂ ق سے بروج تک طوالِ مفصل ہیں اور بروج سے لم یکن تک اوساطِ مفصل اور باقی لم یکن سے آخر قرآن تک قصارِ مفصل ہیں جیسا کہ کفایہ میں ہے۔

۹۹۲–حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب آفتاب ڈھل جاتا تو ظہر (کی نماز) پڑھتے اور مثل (سورۃ) واللیل اذا یغشٰی کے قراءت فرماتے اور عصر بھی اسی طرح پڑھتے (یعنی عصر کی نماز میں قراءت ایسی ہی ہوتی) اور (باقی) نمازیں بھی اسی طرح بجز صبح کے کہ اس کو آپ ﷺ دراز کرتے تھے (یعنی اس میں طویل قراءت فرماتے تھے)۔ اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

۹۹۳–حضرت جابرؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح (کی نماز) میں سورۃ یٰسین پڑھتے تھے۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)۔

٩٩٤– وعنه: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ "بِ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ، وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ" وَشِبْهِهِمَا. رواه الترمذي (١: ٤١) وقال: حسن صحيح.

٩٩٥– عن: أبي سعيد الخدري ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ قَدْرَ ثَلَاثِيْنَ آيَةً، وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ قَدْرَ قِرَائَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ آيَةً، أَوْ قال: نِصْفَ ذٰلِكَ، وَفِي الْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ قَدْرَ قِرَائَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ آيَةً، وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ قَدْرَ نِصْفِ ذٰلِكَ. رواه أحمد ومسلم. كذا في النيل (٢: ١٢). قلت: ورواه أبو داود (١: ١٢٤) أيضا، وسكت عنه، ومسلم (١: ١٨٥) في رواية له، ولفظهما: قال: حَزَرْنَا قِيَامَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، فَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ ثَلَاثِيْنَ آيَةً قَدْرَ ﴿الٓمٓ تَنْزِيْلُ﴾ اَلسَّجْدَةِ الحديث.

٩٩٦– ورواه أحمد عن أبي العالية قال: اِجْتَمَعَ ثَلٰثُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ

۹۹۴–حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر میں والسماء ذات البروج اور والسماء والطارق اور ان دونوں کے مشابہ (سورتیں) پڑھتے تھے۔اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔

۹۹۵–حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں تیس آیتوں کی مقدار پڑھتے اور دو اخیر رکعتوں میں پندرہ آیتوں کی مقدار یا یہ کہا کہ اُس کا نصف (یعنی تیس کا نصف) اور عصر کی دو پہلی رکعتوں میں سے ہر رکعت میں پندرہ آیتوں کی مقدار اور دو اخیر کی رکعتوں میں اس کا نصف۔اسکو احمد و مسلم نے روایت کیا ہے (نیل)۔میں کہتا ہوں کہ اسکو ابوداود و مسلم نے ان لفظوں سے بھی روایت کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے قیام کا ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں بقدر تیس آیتوں کے بقدر الٓمٓ تنزیل السجدہ کے اندازہ کیا ہے، راوی نے کہا پھر وہ اندازہ کرنے پر متفق ہوئے تو ان میں سے دو شخصوں نے بھی اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی دو رکعتوں میں تیس آیتوں کے بقدر ہر رکعت میں پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظہر کی نماز میں بھی قراءت طویل کرنی چاہئے اور یہی مسنون ہے، متون حنفیہ میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے، اور ایک روایت یہ ہے کہ ظہر میں اور عصر و عشاء میں اوساط مفصل پڑھی جائے، قدوری نے اسی روایت کو اختیار کیا ہے اسکی دلیل جابر بن سمرہؓ کی حدیث ہے جو پہلے گزر چکی ہے، پس دونوں کی گنجائش ہے مگر امام کو لوگوں کی حالت کی رعایت کرنا چاہئے۔

۹۹۶–اس کو احمد نے ابوالعالیہ سے اس طرح بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تیس صحابی مجتمع ہوئے اور کہنے لگے کہ

فَقَالُوا : أَمَّا مَا يَجْهَرُ فِيهِ رسول الله ﷺ فقد علمناه ومالا يجهر فيه فلا نقيس بما يجهر فيه قال : فَاجْتَمَعُوا ، فَمَا اخْتَلَفَ مِنْهُمْ اِثْنَانِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِيْ صَلَاةِ الظُّهْرِ قَدْرَ ثَلَاثِيْنَ آيَةً فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ . الحديث . وفيه عبد الرحمن بن عبد الله المسعودي وهو ثقة ولكنه اختلط ، ويقال : إن يزيد بن هارون سمع منه في حال اختلاطه ، والله اعلم . كذا قال الهيثمي في مجمع الزوائد (١٨٧:١).

قلت : ولكن الاختلاط لا يضر إذا كان لما رواه شواهد ، وهناك كذلك ، فإن سند مسلم ،وأبي داود سالم من العلة.

٩٩٧– عن : ابن عمر ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ فِيْ صَلَاةِ الظُّهْرِ ، ثُمَّ قَامَ ، فَرَكَعَ ، فَرَأَيْنَا أَنَّهُ قَرَأَ ﴿تَنْزِيْلَ السَّجْدَةِ﴾ قال ابن عيسى لم يذكر أمية أحد إلا معتمر اه . رواه ابو داود (٢١٤:١) وسكت عنه.

٩٩٨– عن : أبي سعيد الخدري ﷺ قال : لَقَدْ كَانَتْ صَلَاةُ الظُّهْرِ تُقَامُ ، فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْبَقِيْعِ ، فَيَقْضِيْ حَاجَتَهُ ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ ، ثُمَّ يَأْتِيْ وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي الرَّكْعَةِ

جس نماز میں حضور ﷺ جہر کرتے تھے اسکی تو (قراءت) کی حالت ہم کو معلوم ہے اور جس میں جہر نہ کرتے تھے انکو جہری نماز پر قیاس نہیں کر سکتے ،راوی نے کہا پھر وہ اندازہ کرنے پر متفق ہوئے تو ان میں سے دوشخصوں نے بھی اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی دو رکعتوں میں تیس آیتوں کے بقدر ہر رکعت میں پڑھتے تھے۔

۹۹۷-حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے نماز ظہر میں سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے پھر رکوع کیا تو ہم یہ سمجھے کہ آپ ﷺ نے الٓمٓ تنزیل السجدہ پڑھی ہے۔اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور سکوت کیا ہے۔

فائدہ:اس سے بھی معلوم ہوا کہ ظہر میں قراءت طویل مثل فجر کے ہے اور سری نماز میں سجدۂ تلاوت کی سورتیں پڑھنا حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ اس سے مقتدیوں پر تلبیس واشتباہ کا اندیشہ ہے مگر رسول اللہ ﷺ کا یہ فعل بیانِ جواز پر محمول ہے اور ممکن ہے کہ حضور ﷺ کو صحابہ موجودین پر تلبیس واشتباہ میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو کیونکہ جماعت زیادہ نہ تھی،خاص خاص لوگ تھے۔

۹۹۸-حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے ،وہ فرماتے ہیں کہ ظہر کی اقامت ہوجاتی اور جانے والا بقیع کی طرف قضائے حاجت کیلئے جاتا پھر قضاء حاجت کرکے وضو کرتا اور اس کے بعد آتا تو رسول اللہ ﷺ کو پہلی ہی رکعت میں پاتا کیونکہ

الْأُوْلٰى بِمَّا يُطَوِّلُهَا. رواه مسلم (١٨٦:١).

٩٩٩— عن: أبى أيوب أو عن زيد بن ثابت ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالْأَعْرَافِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَرَّقَهَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ. رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، ١٨٨:١).

١٠٠٠— قلت: والحديث أخرجه النسائى عن عائشة رضى الله عنها أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَأَ فِيْ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ بِسُوْرَةِ الْأَعْرَافِ فَرَّقَهَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ اه وسكت عنه. فهو صحيح عنده.

١٠٠١— عن: عمر ﷺ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ بِهِمْ فِي الْمَغْرِبِ ﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾. رواه الطبرانى فى الثلاثة ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، ١٨٨:١).

١٠٠٢— عن: ابن عباس ﷺ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ

آپ ﷺ اس کو طویل کرتے تھے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی نماز ظہر میں مثل فجر کے طویل قراءت کا ہونا معلوم ہوا جو کہ جواز پر محمول ہے۔

٩٩٩- حضرت ابوایوبؓ یا حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مغرب (کی نماز) میں سورہ اعراف دو رکعتوں میں پڑھی۔ اس کو دو رکعتوں میں تقسیم کردیا۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)۔

١٠٠٠- اور اس حدیث کو نسائی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے مغرب کی نماز میں سورۃ الاعراف پڑھی اور اسے دو رکعتوں میں تقسیم کردیا۔ اور اس پر سکوت بھی کیا ہے، پس یہ حدیث اس ان کے قاعدہ پر صحیح ہے۔

١٠٠١- حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مغرب (کی نماز) میں صحابہ کے ساتھ (سورۃ) الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ پڑھتے تھے۔ اسکو طبرانی نے اپنی تینوں کتابوں میں روایت کیا اور اسکے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس آیت سے سورۃ محمد شروع ہوتی ہے اور یہاں صرف شروع آیت کا بتلادیا گیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے پوری سورت پہلی رکعت میں پڑھی ہوگی اور احتمال ہے کہ دونوں رکعت میں نصف نصف پڑھی ہو۔

١٠٠٢- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ام الفضل بنت حارث نے (جو ان کی والدہ ہیں) ان کو

﴿وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا﴾. فَقَالَتْ : يَا بُنَيَّ ! لَقَدْ ذَكَّرْتَنِي بِقِرَائَتِكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ إِنَّهَا لَآخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ .رواه الجماعة إلا ابن ماجة (نيل الأوطار، ٢:١٢٦) . قال الحافظ في الفتح (٢:٢٠٤) : وصرح عقيل عن ابن شهاب أنها آخر صلوات النبي ﷺ ، ولفظه : ثُمَّ مَا صَلّٰى لَنَا بَعْدَهَا حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ.أورده المصنف (أي البخاري) في باب الوفاة اه.

١٠٠٣– عن : محمد بن جبير بن مطعم عن أبيه قال : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ " بِالطُّوْرِ" . راوه الإمام البخاري . وفي التفسير له : سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ " بِالطُّوْرِ " فَلَمَّا بَلَغَ هٰذِهِ الآيَةَ ﴿أَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ﴾ الآيات إلى قوله : ﴿مُصَيْطِرُوْنَ﴾ كَادَ قَلْبِيْ يَطِيْرُ . ونحوه لقاسم بن أصبغ. كذا في فتح الباري (٢:٢٠٧).

١٠٠٤– عن : عروة بن الزبير عن مروان بن الحكم قال : قال لي زيد بن ثابت : (مَا لَكَ) تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارٍ ، وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ بِطُوْلَى الطُّوْلَيَيْنِ. رواه الإمام البخاري . قال الحافظ في الفتح (٢:٢٠٥) . وفي رواية البيهقي من طريق

والمرسلات عرفاً پڑھتے سنا تو کہنے لگیں کہ اے میرے پیارے بیٹے (قسم کھا کر کہتی ہوں کہ) تم نے مجھے اپنی اس سورت کے پڑھنے سے یاددلا دیا کہ وہ آخر قراءت ہے رسول اللہ ﷺ کی مغرب میں جو کہ میں نے سنی تھی (یعنی اس کے بعد پھر مجھے نصیب نہ ہوا کہ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن مجید سنتی کیونکہ آپ ﷺ نے پھر امامت نہیں فرمائی اور آپ ﷺ کا وصال ہوگیا)۔اس کو اصحاب صحاح نے بجز ابن ماجہ کے روایت کیا ہے،اسی طرح نیل الاوطار میں ہے۔

۱۰۰۳-حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے،وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں سورۃ طور پڑھتے ہوئے سنا۔اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے اور باب تفسیر میں اتنا اور زیادہ ہے کہ جب آپ ﷺ " ام خلقوا من غیر شئ ام هم الخالقون" پر پہنچے "هم المصيطرون "تک تو میرا دل اڑنے لگا (فتح الباری)۔

۱۰۰۴-عروہ بن الزبیر،مروان بن الحکم سے روایت کرتے ہیں کہ مروان نے بیان کیا کہ مجھ سے زید بن ثابت نے کہا کہ تم مغرب میں چھوٹی ہی سورتیں پڑھتے ہو، حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو لمبی سورتوں میں سے زیادہ لمبی سورت (یعنی سورۂ اعراف مغرب میں) پڑھتے ہوئے سنا ہے۔اس کو بھی امام بخاری نے روایت کیا ہے اور بیہقی کی روایت میں یہ لفظ ہے کہ رسول اللہ ﷺ لمبی

أبي عاصم شيخ البخاري فيه بلفظ " كان رسول الله ﷺ يقرأ " ، ومثله في رواية حجاج بن محمد عن ابن جريج عند الإسماعيلي اھ.

١٠٠٥ – حدثنا : أحمد بن بديل ثنا حفص بن غياث ثنا عبيد الله عن نافع أن ابن عمر ﷺ قال : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقرَأُ فِي المَغرِبِ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الكَافِرُونَ﴾ وَ ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾. راوه ابن ماجة ، ورجاله ثقات من رجال الصحيح إلا ابن بديل وهو ثقة ذكره النسائي في أسماء شيوخه ، وقال : لا بأس به ، وذكره ابن حبان في الثقات ، وقال : مستقيم الحديث . كذا في التهذيب (١:٧٨) . وقال الحافظ في الفتح (٢:٢٠٦) فأما حديث ابن عمر فظاهر إسناده الصحة إلا أنه معلول . قال الدارقطني : أخطأ فيه بعض رواته . اھ وفي التهذيب (١:١٨) : قال الدارقطني : تفرد به أحمد عن حفص اھ. قلت تفرد راوي الصحيح أو الحسن مقبول ما لم يخالف رواية الجماعة مخالفة يلزم منها رد ما رووه وههنا كذلك ، فإن الجماعة روت قرائة " الإخلاص" و " الكافرون " في الركعتين بعد المغرب ولا منافاة بين هذا وذلك ، بل يمكن الجمع بينهما لا سيما

(سورت) پڑھا کرتے تھے (فتح الباری)۔

فائدہ: ان روایات سے مغرب میں طویل قراءت ثابت ہوتی ہے اور یہ ہمارے نزدیک بیان جواز پر محمول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کبھی یہ بتلانے کیلئے کہ مغرب کا وقت فی نفسہ زیادہ تنگ نہیں لمبی قراءت کر کے وسعتِ وقت کو ظاہر کر دیا اور یہ کہ اس میں تخفیف بوجہ لوگوں کے مشاغل کے کی جاتی ہے، پس اگر کبھی کوئی امام اسی غرض کیلئے مغرب میں لمبی قراءت کردے بشرطیکہ نمازیوں پر گرانی نہ ہو تو جائز ہے لیکن مسنون یہی ہے کہ مغرب میں قصارِ مفصل کی سورتیں پڑھی جائیں اسی پر اخیر عمر میں رسول اللہ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے بعد صحابہ کا اور ان کے بعد امت کا عمل مستمر رہا ہے جیسا کہ آئندہ احادیث سے معلوم ہوگا۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک لمبی قراءت کرنا مغرب میں مکروہ ہے اور یہ احادیث ان کے نزدیک منسوخ ہیں۔ اور امام محمدؒ نے بھی مؤطا میں ان احادیث کو منسوخ کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

١٠٠٥ – نافعؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ مغرب میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ھواللہ احد پڑھتے تھے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں بجز احمد بن بدیل کے اور وہ بھی ثقہ ہیں

إذا كان له شاهد كما سيأتي.

١٠٠٦ – حدثنا يحيى بن إسماعيل أبو زكريا البغدادى قال : ثنا أبو بكر ابن ابى شيبة قال : ثنا زيد بن الخباب قال : ثنا الضحاك بن عثمان قال : حدثنى بكير بن الأشج عن سليمان بن يسار عن أبى هريرة ﷺ قال : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ. رواه الطحاوى ، ورجاله كلهم ثقات من رجال البخارى ومسلم إلا يحيى بن إسماعيل أبو زكريا فلم أجد من ترجمه بالبغدادى. وفى التهذيب (١١:١٧٩) : يحيى ابن إسماعيل أبو زكريا اثنان ، أحدهما الواسطى روى عنه أبو داود ، وقال : سمعت أحمد ذكره فقال : أعرفه قديما و كان لى صديقا. اه. والثانى الكوفى يقال له : "الخواص" روى عنه البخارى فى التاريخ، ومحمد بن عوف قال أبو حاتم : كتبت عنه ، وذكره ابن حبان فى الثقات . اه فلا أدرى هل البَغدادى هو واحد منهما قد نزل بغداد فنسب اليها أم آخر سواهما؟ وقال فى جامع مسانيد الإمام (٢:٥٨٨) : يحيى بن إسماعيل أبو زكريا البغدادى ذكره الخطيب فى تاريخه ، وقال : سمع إسماعيل بن أبى أويس ، وأبا بكر ابن أبى شيبة ، وأبا خيثمة، وزهير بن حرب . روى عنه ابو جعفر الطحاوى الفقيه ذكر أنه سمع منه بطبرية اه.

قلت : ولم يذكره بجرح ، ولا تعديل ، والحديث قد ذكره الطحاوى (١:١٢٦) فى موضع الاحتجاج ، فلا أقل من أن يكون حسنا لا سيما وله شاهد صحيح عند النسائى رواية سليمان بن يسار عن أبى هريرة ، وقد تقدم فى الباب .

اورحدیث کی سند میں گفتگو طویل ہے مگر وہ اگر صحیح نہیں تو حسن ضرور ہے۔

۱۰۰۶–سلیمان بن یسار حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ مغرب میں قصار مفصل پڑھتے تھے۔اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کے سب رجال ثقہ ہیں بخاری یا مسلم کے راویوں میں سے بجز شیخ طحاوی کے کہ اس کا جامع المسانید میں ترجمہ مذکور ہے اور کوئی جرح یا تعدیل بیان نہیں کی اور چونکہ طحاوی نے اس کو موضع احتجاج میں بیان کیا ہے اس لئے حسن کے رتبہ سے کم نہیں خصوصاً جبکہ اس کیلئے ایک شاہد بھی شروع باب میں بروایت نسائی گذر چکا ہے۔

١٠٠٧ – عن: بريدة ﷺ كان النبي ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ، وَالْعِشَاءِ " وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى " وَ " وَالضُّحٰى " وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ، وَالْعَصْرِ " بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى " وَ " هَلْ أَتَاكَ ". رواه البزار في مسنده بسند صحيح كذا قال العيني في العمدة (٨٢:٣).

١٠٠٨ – عن: عبد الله بن يزيد أن النبي ﷺ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ " وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ". رواه الطبراني في الكبير وفيه جابر الجعفي وثقه شعبة، وسفيان وضعفه بقية الأئمة. (مجمع الزوائد، ١٨٠:١). قلت: وأخرجه الطحاوي (١٢٦:١) وفيه جابر أيضا ولكن لا بأس به في المتابعات، وقد أوردناه كذلك.

١٠٠٩ – عن: عبد الله بن الحارث بن عبد المطلب قال: آخر صَلَاةٍ صَلَّاهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْمَغْرِبَ، فَقَرَأَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى بِ " سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى " وَفِي الثَّانِيَةِ بِ " قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ ". رواه الطبراني في الكبير. وفيه حجاج بن نصير ضعفه ابن المديني وجماعة، ووثقه ابن معين في رواية ووثقه ابن حبان (مجمع الزوائد، ١٨٠:١).

١٠٠٧- حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مغرب وعشاء میں واللیل اذا یغشی اور سورۃ الضحی اور ظہر وعصر میں سبح اسم ربک الاعلی اور ھل اتاک پڑھتے تھے۔ اسکو بزار نے اپنی مسند میں سند صحیح سے روایت کیا ہے (عمدۃ القاری)۔

__فائدہ:__ اس سے ظہر وعصر میں اوساط مفصل کی مسنونیت ثابت ہوئی اسی طرح عشاء میں لیکن مغرب کو عشاء کے ساتھ بیان کرنا پہلی روایات کے بظاہر خلاف ہے کیونکہ ان میں مغرب کے اندر قصار مفصل کا مسنون ہونا مذکور ہے سو جواب یہ ہے کہ مغرب میں قصار کے مسنون ہونے کا یہ مطلب ہے کہ یا قصار پڑھی جائیں یا اوساط میں سے اس کی مثل سورتیں پڑھی جائیں اور سورہ واللیل سورہ لم یکن کے برابر ہے اور سورۃ الضحی سورۃ والعادیات کے برابر ہے، پس تعارض مرتفع ہوگیا۔

١٠٠٨- حضرت عبداللہ بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب میں والتین والزیتون پڑھی ہے۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں جابر جعفی ہیں جن کو شعبہ اور سفیان نے ثقہ کہا ہے اور باقی ائمہ نے ضعیف کہا ہے (مجمع الزوائد)۔ میں کہتا ہوں کہ متابعات میں اس کے ذکر کا مضائقہ نہیں اور اسی خیال سے ہم نے اس کو بیان کیا ہے۔

١٠٠٩- عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ اخیر نماز جو رسول اللہ ﷺ نے (جماعت سے) پڑھی ہے مغرب تھی، پس آپ ﷺ نے پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھی اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں حجاج بن نصیر ہیں جن کو ابن مدینی اور ایک جماعت نے ضعیف کہا ہے اور ابن معین نے ایک روایت

قلت : وهو مرسل فان عبد الله بن الحارث ولد على عهد النبى ﷺ فحنكه النبى ﷺ . روى عن النبى ﷺ مرسلا ، وعامة روايته عن الصحابة عنه ﷺ كذا يظهر من التهذيب (٥:١٨٠). قلت : ومرسل الصحابى حجة عندهم جميعا ، فالحديث مرسل حسن فى حكم الموصول.

١٠١٠– أخبرنا : سفيان الثورى عن على بن زيد بن جدعان عن الحسن وغيره قال : كَتَبَ عمرُ اِلٰى ابى موسىٰ اَنِ اقْرَاْفِى الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ ، وَفِى الْعِشَاءِ بِوَسْطِ الْمُفَصَّلِ ، وَفِى الصُّبْحِ بِطِوَالِ الْمُفَصَّلِ. رواه عبد الرزاق فى مصنفه (نصب الراية ١:٢٢٩). قلت : لم يدرك الحسن عمر ، وعلى هذا اختلف فى الاحتجاج به ، وقد وثق كذا فى مجمع الزوائد (١:١٩٧) . وهو من رجال الخمسة . وبقية السند رجالها رجال الجماعة . ومراسيل الحسن صحاح فلا يضر الانقطاع بينه وبين عمر قال : ابن المدينى : مرسلات الحسن إذا رواها عنه الثقات صحاح ما أقل يسقط منها اه كذا فى التهذيب (٣:٦٦).

١٠١١– عن زرارة بن أبى أوفى قال : اَقْرَاَنِىْ اَبُوْمُوْسٰى كتابَ عمر اِلَيْهِ اقْرَاْ فى

میں اسے ثقہ کہا ہے اور ابن حبان نے بھی اس کی توثیق کی ہے (مجمع الزوائد)۔ میں کہتا ہوں کہ حجاج حسن الحدیث ہے اور سند میں ارسال صحابی بھی ہے مگر مرسل صحابی اتفاقا مقبول ہے پس حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس سے حضور ﷺ کا آخری فعل معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے مغرب میں قصارِ مفصل پڑھی ہے اور سبح اسم ربک اگر چہ اوساط سے ہے مگر اس کے متعلق اوپر گفتگو گذر چکی ہے۔

١٠١٠– حضرت حسن بصریؒ وغیرہ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ (اشعریؓ) کو خط لکھا کہ مغرب میں قصارِ مفصل اور عشاء میں اوساطِ مفصل اور صبح میں طوالِ مفصل پڑھا کرو۔ اس کو عبد الرزاق نے روایت کیا ہے (نصب الرایہ) یہ اثر مرسل ہے کیونکہ حسن نے حضرت عمرؓ کو نہیں پایا اور اسکی سند میں علی بن زید مختلف فیہ ہے، پس مرسل حسن ہے اور امام حسن بصری کے مراسیل کو ابن مدینی نے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس اثر کی دلالت مذہب حنفیہ پر ظاہر ہے۔

١٠١١– زرارہ بن ابی اوفیؓ سے روایت ہے کہ مجھ کو حضرت ابو موسیٰؓ نے حضرت عمرؓ کا خط دکھایا جو ان کی طرف لکھا تھا کہ

الْمَغْرِبِ آخِرَ الْمُفَصَّلِ ، وَآخِرُ الْمُفَصَّلِ مِنْ لَمْ يَكُنْ اِلٰى آخِرِ الْقُرْآنِ . أخرجه الطحاوى وذكره الحافظ فى الفتح (٢:٨٢٨). فهو صحيح أو حسن على قاعدته.

١٠١٢- وروى عن عمر ﷺ اَنَّهُ كَتَبَ اِلٰى اَبِىْ مُوْسٰى اَنِ اقْرَأْ فِى الظُّهْرِ بِاَوْسَاطِ الْمُفَصَّلِ . أخرجه الترمذى (١:٤١).

١٠١٣- عن الحسن قال : كان عمران بن الحصين يَقْرَأُ فِى الْمَغْرِبِ " اِذَا زُلْزِلَت وَ الْعَادِيَاتِ". أخرجه ابن أبى شيبة فى مصنفه . قاله العينى فى العمدة (٣:٨٢) ولم يذكر سنده.

١٠١٤- عن : أبى عبد الله الصنابحى أنه قال : قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فِىْ خِلَافَةِ اَبِى بَكْرٍ فَصَلَّيْتُ وَرَائَهُ الْمَغْرِبَ ، فَقَرَأَ فِى الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ بِاُمِّ الْقُرْآنِ وَسُوْرَةٍ سُوْرَةٍ مِنْ قِصَارِ الْمُفَصَّلِ الحديث . رواه الإمام مالك فى الموطا (ص:٢٧). قلت : سنده صحيح .

١٠١٥- عن : أبى نوفل بن عقرب عن ابن عباس ﷺ قال : سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِى الْمَغْرِبِ ﴿ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ ﴾ . أخرجه ابن أبى شيبة فى مصنفه قال : حدثنا

مغرب میں آخر مفصل پڑھا کرو اور آخر مفصل لم یکن سے آخر قرآن تک ہے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور حافظ نے فتح الباری میں اس کو ذکر کر کے اس پر سکوت کیا ہے، پس ان کے قاعدہ پر یہ صحیح یا حسن ہے۔

فائدہ: دلالت مقصود پر ظاہر ہے اور اس سے لم یکن کا قصار میں داخل ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

١٠١٢- حضرت عمرؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ ظہر میں اوساطِ مفصل پڑھا کرو۔ اسکو ترمذی نے (تعلیقا) روایت کیا ہے۔

١٠١٣- حضرت حسنؒ بصری سے روایت ہے کہ عمران بن حصینؓ مغرب میں اذا زلزلت اور والعادیات پڑھا کرتے تھے۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے (عمدۃ القاری) مگر میں نے اس کی پوری سند نہیں دیکھی۔

١٠١٤- ابو عبداللہ صنابحیؒ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں خلافت ابی بکر صدیقؓ میں مدینہ آیا اور مغرب کی نماز ان کے پیچھے پڑھی تو انہوں نے پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور ایک ایک سورت قصارِ مفصل کی پڑھی الحدیث۔ اسکو امام مالکؒ نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

١٠١٥- ابو نوفل بن عقرب، ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مغرب میں ان کو اذا جاء نصر اللہ والفتح پڑھتے سنا۔

وكيع عن شعبة به . كذا فى عمدة القارى (٨١:٣). قلت : سند صحيح رجاله من رجال الجماعة إلا أبا نوفل فهو من رجال مسلم وأبى داود والنسائى كذا فى التهذيب (٤٦٠:١٢).

١٠١٦– عن : أبى عثمان النهدى أَنَّهُ صَلّٰى خَلْفَ ابْنِ مسعودٍ الْمَغْرِبَ فَقَرَأَ " قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ " . أخرجه أبو داود (١٢٥:١) ، وسكت عنه ، فهو صالح عنده . و أخرجه ابن أبى شيبة ، وزاد : فوددت أنه قرأ " سورة البقرة " من حسن صوته كذا فى عمدة القارى (٨٨١:٣) ولم يذكر سنده.

١٠١٧– عن : هشام بن عروة أن أباه كان يَقْرَأُ فِىْ صَلاَةِ الْمَغْرِبِ بِنَحْوِ مَا تَقْرَئُوْنَ " وَالْعَادِيَاتِ " وَنَحْوِهَا مِنَ السُّوَرِ. قال أبو داود : وهذا يدل على أن ذاك منسوخ. قال أبو داود : وهذا أصح أخرجه أبو داود (١٢٥:١) فى سننه بسند صحيح.

١٠١٨– عن : رافع بن خديج ﷺ قال : كُنَّا نُصَلِّى الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَيَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ. أخرجه الإمام البخارى (٢٤:٢).

اسکوابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے (عینی)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند شرط مسلم پر صحیح ہے۔

١٠١٦–ابوعثمان النہدی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے قل ھواللہ احد کی قراءت کی۔اس کوابوداود نے روایت کر کے سکوت کیا ہے، پس یہ ان کے نزدیک قابل احتجاج ہے اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ میں ان کی حسنِ صوت کی وجہ سے یہ تمنا کرتا تھا کہ کاش وہ سورۂ بقرہ پڑھتے (عینی)۔

١٠١٧–ہشام بن عروہ نے فرمایا کہ ان کے باپ (عروۃ بن الزبیر) مغرب میں وہی پڑھا کرتے تھے جو تم لوگ پڑھتے ہو (یعنی) والعادیات اور اس جیسی سورتیں۔اسکوابوداود نے سند صحیح سے روایت کر کے کہا ہے کہ اس اثر میں اس بات پر دلالت ہے کہ وہ طریقہ (یعنی مغرب میں طویل قراءت کرنا) منسوخ ہے۔ابوداود نے کہا کہ یہ اثر زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ: ان سب آثار سے معلوم ہوا کہ اجلۂ صحابہ وتابعین مغرب میں قصارِ مفصل پڑھتے تھے اور طویل قراءت نہ کرتے تھے۔

١٠١٨–رافع بن خدیجؓ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر ایسے وقت میں لوٹتے تھے کہ ہر شخص اپنے تیر کے گرنے کی جگہ کو دیکھتا تھا۔اس کوامام بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔

١٠١٩- أخبرنا : وكيع عن إسماعيل بن عبد المالك قال : سمعت سعيد بن جبير يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ مَرَّةً " تُنَبِّئُ أَخْبَارَهَا " وَ مَرَّةً " تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا " . أخرجه ابن أبى شيبة فى مصنفه (عمدة القارى ٨٢:٣).

قلت : إسماعيل هذا مختلف فيه، قال يحيى بن معين : ليس به بأس ، كذا فى التهذيب (٣١٦:١) . و قد عرفت أن هذا من ابن معين توثيق ، كما ذكرناه فى المقدمة . وبقية رواته ثقات.

١٠٢٠- حدثنا : وكيع عن ربيع قال : كان الحسن يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ " إِذَا زُلْزِلَت ، وَ الْعَادِيَاتِ " لَا يَدَعُهُمَا . اخرجه ابن ابى شيبة (عمدة القارى ١-١٨٢) . قلت : ربيع هذا لعله ابن صبيح السعدى وثقه شعبة وابو زرعة و ابو الوليد واحمد ، وقال ابن عدى : له أحاديث صالحة مستقيمة ، ولم أر له حديثا منكرا جدا ، وأرجو أنه لا بأس به ، ولا برواياته . كذا فى التهذيب (٢٤٧:٣، ٢٤٨).

١٠٢١- أخبرنا : زيد بن الحباب عن الضحاك بن عثمان قال : رَأَيْتُ عمرَ بنَ عبدِ العزيزِ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ . أخرجه ابن أبى شيبة

فائدہ: ظاہر ہے کہ لمبی قراءت کے ساتھ مغرب کی نماز کے بعد اتنا چاندنا نہیں ہوسکتا کہ تیر گرنے کی جگہ دیکھ لی جائے ،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر میں رسول اللہ ﷺ کا عمل یہی تھا کہ مغرب میں آپ ﷺ قراءت کو طویل نہ کرتے تھے ،اس سے بھی ابوداود کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ وہ طریقہ منسوخ ہے۔

١٠١٩- حضرت سعید بن جبیرؒ (تابعی) سے روایت ہے کہ وہ مغرب میں (اذا زلزلت پڑھتے جس میں) کبھی تنبئ اخبارھا پڑھتے اور کبھی تحدث اخبارھا ۔اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے (عینی) اور اسکی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ تابعینؒ مغرب میں قصار مفصل پڑھتے تھے اور تحدث اخبارھا کی جگہ تنبئ اخبارھا پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی گو بلاوجہ ایسا کرنا اچھا نہیں، ممکن ہے حضرت سعیدؒ نے کسی عذر کی وجہ سے ایسا کیا ہو۔

١٠٢٠- حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ وہ مغرب میں اذا زلزلت اور والعادیات پڑھا کرتے تھے ،ان کو اکثر چھوڑتے نہ تھے ۔اس کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے (عینی) میرے نزدیک اسکی سند حسن ہے۔

١٠٢١- ضحاک بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو مغرب میں قصار مفصل پڑھتے دیکھا ہے ۔اسکو بھی

(عمدة القاری ۳: ۱۸٦). قلت : سند صحیح علی شرط مسلم.

۱۰۲۲– أخبرنا : وكيع عن محل قال : سمعتُ ابراهيم يَقرأُ فِي الرَّكْعَةِ الأُولٰى مِنَ الْمَغْرِبِ "لِإِيْلَافِ قُرَيْشٍ". أخرجه ابن أبی شيبة (عمدة القاری ۳: ۸٤٤).

قلت : محل هذا هو ابن محرز الضبی الكوفی وثقه أحمد وابن معين وغيرهما، كذا فی التهذيب فالسند صحيح.

۱۰۲۳– عن : أنس ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ، وَالْعَصْرِ بِ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلٰى﴾ وَ ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾. رواه البزار ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ۱: ۸۸).

۱۰۲٤– عن : البراء ﷺ قال : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ : يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ وَمَا سَمِعْتُ أَحَداً أَحْسَنَ صَوْتاً مِنْهُ . متفق عليه، (كذا فی المشكاة مع التنقيح ۲: ۱۵۳).

۱۰۲۵– عن : جابر قال : كَانَ معاذ بن جبل ﷺ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَأْتِيْ

ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے (عینی) میں کہتا ہوں کہ اسکی سند شرط مسلم پر صحیح ہے۔

۱۰۲۲–محل (ضبی) سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم (نخعی) کو مغرب کی پہلی رکعت میں لایلاف قریش پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ اسکو بھی ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے (عینی) اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان سب آثار سے حضرات تابعین کا مغرب میں قصار مفصل پڑھنا ثابت ہے، معلوم ہوا کہ امت کا عمل اسی پر مستقر ہوگیا ہے۔

۱۰۲۳–حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ظہر اور عصر میں سبح اسم ربک الاعلی اور ہل اتاک حدیث الغاشیہ پڑھا کرتے تھے۔ اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)۔

۱۰۲٤–حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عشاء میں والتین والزیتون پڑھتے ہوئے سنا اور میں نے حضور ﷺ سے اچھی کسی کی آواز نہیں سنی (متفق علیہ)۔

فائدہ: اس سے عشاء میں اوساطِ مفصل کی قراءت ثابت ہوئی کیونکہ جمہور کے نزدیک والتین اوساط میں سے ہے۔

فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ ، فَصَلّٰى لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ أَتٰى قَوْمَهُ فَأَمَّهُمْ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ، فَانْحَرَفَ رَجُلٌ ، فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى وَحْدَهُ . الحديث وفي آخره : فَأَقْبَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ على معاذ فقال : يَا معاذ! أَ فَتَّانٌ أَنْتَ؟ اِقْرَأْ " وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ، وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ، وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى " . متفق عليه . كذا في المشكاة (۱:۶۲). وفي رواية للبخاري : وأمره بسورتين من اوسط المفصل اه.

قال الحافظ في الفتح (۲:۱۶۴) : وفي رواية الحميدى عن ابن عيينة مع الثالثة الأول ﴿والسماء ذات البروج ، والسماء والطارق﴾ اه.

۱۰۲۶– عن : بريدة أَنَّ معاذ بن جبلٍ ﷺ صَلّٰى بِأَصْحَابِهِ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَقَرَأَ فِيْهَا ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَفْرُغَ فَصَلّٰى ، وَذَهَبَ . فَقَالَ لَهُ مُعَاذٌ قَوْلًا شَدِيْدًا فَأَتَى الرَّجُلُ النَّبِيَّ ﷺ فَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ : إِنِّيْ كُنْتُ أَعْمَلُ فِيْ نَخْلٍ وَخِفْتُ عَلَى الْمَاءِ .

۱۰۲۵- حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرمایا کہ معاذ بن جبلؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے پھر اپنی قوم کو جا کر نماز پڑھاتے تھے، ایک رات انہوں نے (حسب عادت) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنی قوم کے پاس پہنچے اور امام بنے تو سورۂ بقرہ شروع کردی، اس پر ایک شخص سلام پھیر کر (جماعت سے) الگ ہوگیا اور تنہا نماز پڑھ کر چلا گیا (اس کے بعد طویل قصہ ہے) اور اس کے اخیر میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو، بس والشمس وضحٰہا اور واللیل اذا یغشٰی اور سبح اسم ربک الاعلٰی پڑھا کرو۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ) اور بخاری کی ایک روایت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو اوساطِ مفصل سے دو سورتیں پڑھنے کا امر فرمایا اور فتح الباری میں ہے کہ ایک روایت میں مذکورہ بالا تین پہلی سورتوں کے علاوہ والسماء ذات البروج اور والسماء والطارق کا بھی ذکر ہے۔

فائدہ: دلالت مقصود پر ظاہر ہے کہ حضور ﷺ نے عشاء میں اوساطِ مفصل کا امر فرمایا ہے، اس سے مغرب کا حال سمجھ لینا چاہئے کہ اس میں تو اس سے بھی کم قراءت ہونی چاہئے کیونکہ مغرب کا وقت عشاء سے بہت تنگ ہے، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن سورتوں کا اسکے جمیع طرق میں ذکر ہے وہ سب اوساطِ مفصل میں سے ہیں۔

۱۰۲۶- حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبلؓ نے اپنے ساتھیوں کو نماز عشاء پڑھائی اور اس میں اقتربت الساعۃ پڑھی تو ایک شخص ان کی فراغت سے پہلے الگ ہوگیا اور (تنہا) نماز پڑھکر چلا گیا، تو حضرت معاذؓ نے (نماز کے بعد) اسکی نسبت سخت بات کہی (شاید یہ کہا کہ یہ منافق معلوم ہوتا ہے) تو وہ شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور ﷺ سے اپنا عذر بیان کیا اور

فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : صَلِّ " بِالشَّمْسِ وَضُحٰهَا" وَنَحْوِهَا مِنَ السُّوَرِ . رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ١: ١٨٩).

١٠٢٧– عن : عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال : مَا مِنَ الْمُفَصَّلِ سُوْرَةٌ صَغِيْرَةٌ وَلَا كَبِيْرَةٌ اِلَّا قَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَؤُمُّ بِهَا النَّاسَ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ . رواه مالك كذا في المشكاة وفي تنقيح الرواة (ص: ١٥٩) : رواه أيضا أبو داود وسكت عنه هو والمنذرى . قلت : وهو حديث صحيح.

١٠٢٨– عن رفاعة الأنصارى أن النبى ﷺ قال : لَا تَقْرَأْ فِي الصُّبْحِ بِدُوْنِ عَشْرِ آيَاتٍ وَلَا تَقْرَأْ فِي الْعِشَاءِ بِدُوْنِ عَشْرِ آيَاتٍ. رواه الطبرانى فى الكبير وفيه ابن لهيعة واختلف فى الاحتجاج به (مجمع الزوائد ١: ١٥٩) . قلت وقد قدمنا أنه حسن الحديث واحتج به غير واحد ، فالحديث حسن.

کہا کہ میں کھجور کے باغ میں (پانی دینے کا) کام کر رہا تھا اور مجھے پانی کا اندیشہ ہوا (کہ زیادہ یا کم نہ ہو جائے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اے معاذ!) والشمس وضحٰہا اور اس کی مثل سورتیں پڑھا کرو۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد)۔

۱۰۲۷– حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ ان کے دادا سے (جو صحابی ہیں) روایت کرتے ہیں کہ مفصل کی کوئی چھوٹی بڑی سورت ایسی نہیں جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز فرض میں بحالتِ امامت نہ سنا ہو۔ اس کو امام مالکؒ نے روایت کیا ہے (مشکوۃ) اور ابو داود نے بھی روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ فرائض میں زیادہ قراءت مفصل سے کرتے تھے اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے کہ فرائض میں مفصل کی سورتیں پڑھی جائیں جن کی تفصیل تمام نمازوں کے متعلق اوپر گذر چکی ہے۔

۱۰۲۸– حضرت رفاعہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صبح میں دس آیتوں سے کم نہ پڑھا کرو اور عشاء میں بھی دس آیتوں سے کم نہ پڑھا کرو۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے جس سے احتجاج کرنے میں اختلاف ہے (مجمع الزوائد) میں کہتا ہوں کہ بارہا گذر چکا ہے کہ وہ حسن الحدیث ہیں اور بہت لوگوں نے ان سے احتجاج کیا ہے، پس حدیث حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس حدیث کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے قدر مسنون قراءت نہ کر سکے تو ان نمازوں میں دس آیات سے

١٠٢٩– عن : أبی هریرة ﷺ قال : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِیْ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ﴿آلم تنزيل السجدة ، وهل أتى على الإنسان﴾ متفق عليه (بلوغ المرام ١–١٤٩) .

١٠٣٠– عن : عبد الله بن مسعود ﷺ : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِی صَلوٰةِ الصُّبْحِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ " آلم تنزيل السجدة وهل اتى على الانسان " يديم ذلك .رواه الطبرانی فی الصغير ورجاله موثقون (مجمع الزوائد، ١:٢٠٩) . وقال الحافظ فی الفتح (٢:٣١٤) : أخرجه الطبرانی ، ولفظه : يديم ذلك ، وأصله فی ابن ماجة بدون هذه الزيادة ، ورجاله ثقات لكن صوب أبو حاتم إرساله اه.

١٠٣١– عن : إبراهيم النخعی اَنَّهٗ قال : يُسْتَحَبُّ اَنْ يُقْرَاَ فِی الصُّبْحِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِسُوْرَةٍ فِيْهَا سَجْدَةٌ . أخرجه ابن أبی شيبة بإسناد قوی . وعنده من طريقه أيضا : أنه فعل ذلك فقرأ " سورة مريم " .

کم نہ پڑھے، پس یہ حدیث عجیب ہے جس سے کمی کی حد معلوم ہوگئی کہ اگر کسی وقت قدر مسنون سے کم قراءت کرنا چاہے تو اس سے کم نہ کرے اور بہتر یہ ہے کہ صبح کی دس آیتیں لمبی ہوں جیسے سورہ جمعہ ومنافقون اور عشاء کی لمبی نہ ہوں جیسے سورۃ والضحیٰ وغیرہ واللہ اعلم۔

١٠٢٩–حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الٓم تنزیل السجدہ اور ہل اتی علی الانسان پڑھتے تھے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے جیسا کہ بلوغ المرام میں ہے۔

١٠٣٠–حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جمعہ کی صبح کی نماز میں الٓم تنزیل السجدہ اور ہل اتی علی الانسان ہمیشہ پڑھتے تھے۔ اس کو طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: کسی نماز میں کوئی سورت اس طرح مقرر کر لینا کہ اس کے سوا کوئی اور سورت نہ پڑھے مکروہ ہے جبکہ یہ احتمال ہو کہ اس کو دیکھ کر جہلاء اس فعل کو واجب سمجھیں گے اس لئے مناسب ہے کہ یہ دونوں سورتیں جمعہ کی فجر کی نماز میں پڑھی جائیں مگر گاہے نہ بھی پڑھی جائیں تا کہ کوئی واجب نہ سمجھ لے۔

١٠٣١ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں کوئی ایسی سورت پڑھنا مستحب ہے جس میں سجدہ ہو۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے سند قوی سے روایت کیا ہے اور دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم نخعیؒ نے ایسا ہی کیا اور سورۂ مریم پڑھی۔

١٠٣٢ – ومن طريق ابن عون قال : كَانُوْا يَقْرَئُوْنَ فِي الصُّبْحِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِسُوْرَةٍ فِيْهَا سَجْدَةٌ اه ذكره الحافظ في الفتح (٣١٦:٢) فهو صحيح أو حسن على قاعدته.

١٠٣٣ – عن : النعمان بن بشير قال : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْعِيْدَيْنِ وَ فِي الْجُمُعَةِ بـ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلٰى﴾ وَ ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾. قال : وإذا اجْتَمَعَ الْعِيْدُ وَالْجُمُعَةُ فِيْ يَوْمٍ وَاحِدٍ قَرَأَ بِهِمَا فِي الصَّلَاتَيْنِ .رواه مسلم كذا في المشكاة مع التنقيح (١٥٤:١).

قلت : وقد مر في باب الجهر في الجمعة ، والعيدين حديث أبي هريرة أنه قرأ (سورة الجمعة) ، و ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ﴾ ، وقال : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ . رواه مسلم ، ولفظ الطحاوي : أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ " (سورة الجمعة) ، و ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ﴾". كذا في عمدة القاري (٢٦١:٣).

١٠٣٤ –عن عبيد الله أَنَّ عمر بن الخطاب ﷺ سَأَلَ أَبَا وَاقِدٍ الليثي مَا كَانَ يَقْرَأُ بِهِ

١٠٣٢-اور ابن عون کے طریق سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ پہلے لوگ (یعنی صحابہؓ کیونکہ ابن عون تابعی ہیں) جمعہ کے دن صبح کی نماز میں ایسی سورت پڑھتے تھے جس میں سجدہ ہو۔اس کو حافظ نے فتح الباری میں بیان کیا ہے، پس ان کے قاعدہ پر حسن ہے یا صحیح۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن سورہ الم تنزیل السجدہ اور سورۂ دہر کا پڑھنا خصوصیت سے لازم نہیں ورنہ صحابہ وتابعین اسی پر مداومت کرتے اور دوسری سورت سجدہ کی اس کی جگہ نہ پڑھتے ۔اس لئے حنفیہ کے نزدیک ان دوسورتوں کا پڑھنا سنت مؤکدہ نہیں صرف مستحب ہے اور گاہے ترک بھی کردیا جائے تا کہ کسی کو لزوم کا شبہ نہ ہو، نیز ایک وجہ عدم لزوم کی یہ بھی ہے کہ مدینہ میں اس پر عمل متروک تھا جیسا کہ امام مالکؒ نے فرمایا ہے۔

١٠٣٣-حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ عیدین میں اور جمعہ کی نماز میں سبح اسم ربک الاعلی اور ہل اتاک حدیث الغاشیۃ پڑھتے تھے، کہا اور جب کبھی عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہوجاتے تو آپ ﷺ ان دونوں (سورتوں) کو دونوں نمازوں میں پڑھتے تھے ۔اس کو مسلم نے روایت کیا ہے (مشکوۃ) ۔ میں کہتا ہوں کہ باب جہر القراءت فی الجمعہ والعیدین میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث بھی گذر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ اور اذا جاءک المنافقون پڑھا کرتے تھے ۔اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الأَضحى وَالفِطرِ ؟ فَقَالَ : يَقرَأُ فِيهِمَا بِ﴿قٓ وَالقُرآنِ المَجِيدِ وَاقتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾. رواه مسلم كذا فى المشكاة مع التنقيح (۱۵٤:۱).

۱۰۳۵– عن : أبى هريرة ؓ قال : إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَرَأَ فِي رَكعَتَيِ الفَجرِ " قُل يَا أَيُّهَا الكَافِرُونَ " وَ " قُل هُوَ اللهُ أَحَدٌ ". رواه مسلم ، كذا فى المشكاة (۱۵٤:۱).

۱۰۳٦– عن : ابن عمر ؓ قال : قال رسول الله ﷺ : ﴿قُل هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾ تَعدِلُ ثُلُثَ القُرآنِ ، وَ ﴿قُل يَا أَيُّهَا الكَافِرُونَ﴾ تَعدِلُ رُبُعَ القُرآنِ ، وَكَانَ يَقرَأُ بِهِمَا فِي رَكعَتَيِ الفَجرِ ، وَقال : هَاتَانِ الرَّكعَتَانِ فِيمَا رَغِبَ الدَّهرُ. رواه أبو يعلى بإسناد حسن ، والطبرانى فى الكبير ، واللفظ له كذا فى الترغيب (۹۵:۱).

۱۰۳۷– وروى الترمذى عن ابن مسعود ؓ قال : مَا أُحصِي مَا سَمِعتُ

۱۰۳۴–حضرت عبید اللہؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ابو واقد لیثی سے دریافت فرمایا کہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں رسول اللہ ﷺ کیا پڑھا کرتے تھے؟ کہا دونوں میں قٓ والقرآن المجید اور اقتربت الساعۃ پڑھا کرتے تھے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے (مشکوۃ)۔

فائدہ: ان صحابیوں نے مختلف سورتیں بیان کی ہیں اور ہر ایک نے مواظبت کا لفظ استعمال کیا ہے کہ حضور ﷺ یہ پڑھا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ ان کی مراد مواظبت نہیں بلکہ جس نے جو دیکھا اور یاد رکھا وہی بیان کر دیا ہے اور حقیقت میں حضور ﷺ کبھی کوئی سورت پڑھتے تھے کبھی کوئی، پس ثابت ہوا کہ قراءت میں تعیین کچھ نہیں، امام کو جائز ہے کہ بعد فاتحہ کے جو سورت چاہے پڑھے، ہاں منقول کا اتباع اولیٰ و مستحب ضرور ہے مگر گاہے اس کو ترک بھی کر دیا کرے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

۱۰۳۵–حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی سنتوں میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھی ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے (مشکوۃ)۔

۱۰۳٦–عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قل ہو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر (ثواب میں) ہے اور قل یا ایہا الکافرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور ان دونوں کو فجر کی سنتوں میں پڑھا جاتا ہے اور فرمایا کہ ان دو رکعتوں میں ایک زمانہ رغبت کرتا ہے (یعنی رغبت کرنا چاہئے)۔ اس کو ابو یعلیٰ نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور طبرانی نے بھی کبیر میں روایت کیا ہے اور اسی کے یہ لفظ ہیں (ترغیب)۔

۱۰۳۷–اور ترمذی نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو

رسول الله ﷺ يَقرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ ، وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلاَةِ الْفَجْرِ بِ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ وَ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾. قال الترمذي : غريب لا نعرفه إلامن حديث عبد الملك بن معدان.

قلت : قال فيه ابن معين : صالح وضعفه غيره . كذا في التهذيب (٦:٤٢٨) فهو حسن.

١٠٣٨– عن : أبي بن كعب ﷺ : كان رسول الله ﷺ يَقرَأُ فِي الْوِتْرِ بِ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الأَعْلَى﴾ وَ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ وَ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾ ، فَإِذ سَلَّمَ قال : " سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ " ثَلٰثَ مَرَّاتٍ . رواه النسائي (١:٢٥٠) وسكت عنه.

باب قوله تعالى: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَأَنْصِتُوْا﴾ والنهي عن القرائة خلف الإمام في الجهرية والسرية ، واكتفاء المأموم بقرائة الإمام

١٠٣٩– حدثنا : أبو كريب قال : ثنا أبو بكر بن عياش عن عاصم (هو

مغرب کے بعد کی دو رکعتوں اور فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں قل یاایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد کتنی بار پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو بجز عبد الملک بن معدان کے اور کسی سے نہیں پہچانتے اھ۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو ابن معین نے صالح کہا ہے اور دوسروں نے ضعیف (تہذیب)۔

فائدہ: ان حدیثوں سے سنت فجر میں ان سورتوں کا پڑھنا حضور ﷺ سے بطور مواظبت کے ثابت ہے اس لئے حنفیہ بھی ان کی قراءت کو مسنون کہتے ہیں۔

١٠٣٨- حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر میں سبح اسم ربک الاعلی اور قل یاایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھا کرتے تھے اور سلام کے بعد تین مرتبہ سبحان الملک القدوس کہا کرتے تھے۔ اسکو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: ان سورتوں کا وتر میں پڑھنا ہمارے نزدیک بھی سنت ہے اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ وتر کی تیسری رکعت میں آپ ﷺ قل ہو اللہ احد اور معوذتین پڑھتے تھے مگر امام احمد بن حنبل اور یحیی بن معین نے معوذتین کی زیادت کو منکر کہا ہے اس لئے جمہور حنفیہ اس زیادت کے قائل نہیں ہیں، لیکن شرح جلالی نے کہا ہے کہ بعض اوقات اس پر بھی عمل کیا جائے تا کہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے اس سے حنفیہ کا اتباع سنت معلوم ہو گیا، بخدا یہی لوگ سچے متبع سنت ہیں۔

ابن بهدلة) عن المسيب بن رافع قال : كَانَ عبد الله ﷺ يَقُوْل : كُنَّا يُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلى بَعْضٍ فِى الصَّلاَةِ سَلاَمٌ عَلى فُلاَنٍ وَسَلاَمٌ عَلى فُلاَنٍ . قال : فَجَاءَ الْقُرْآنُ ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَاَنْصِتُوْا﴾.

١٠٤٠– قال : ثنا حفص بن غياث عن إبراهيم الهجرى عن أبى عياض عن أبى هريرة ﷺ قال : كَانُوْا يَتَكَلَّمُوْنَ فِى الصَّلاَةِ ، فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ﴾ وَالآيَةُ الأُخْرٰى أُمِرُوْا بِالإِنْصَاتِ . أخرجهما العلامة الحافظ ابن جرير الطبرى فى تفسيره (١١:٩) . ورجال الأول كلهم ثقات من رجال الجماعة إلا أنه منقطع .

قال فى التهذيب (٥٣:١٠): قال ابن أبى حاتم : سمعت أبى يقول : " المسيب عن ابن مسعود" مرسل ، وقال مرة : لم يلق ابن مسعود ، ولم يلق عليا إنما يروى عن مجاهد ، و نحوه اه ولكنه لا يضر عندنا ، ورجال الثانى ثقات من رجال الجماعة إلا إبراهيم الهجرى فلين الحديث ، كذا فى التقريب (ص:١١) فاعتضد أحدهما بالآخر.

١٠٤١– حدثنا : أبو كريب قال : ثنا المحاربى عن داود بن أبى هند عن يسير بن جابر قال : صَلّٰى ابن مسعود ، فَسَمِعَ نَاساً يَقْرَئُوْنَ مَعَ الاِمَامِ ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قال : اَمَا آنَ

باب اللہ تعالیٰ کے قول" واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا " کی تفسیر میں اوراس بیان میں کہ امام کے پیچھے قراءت کرنا ممنوع ہے جہری نماز میں بھی اور سری نماز میں بھی اور یہ کہ مقتدی کوامام کی قراءت پر اکتفاء کرنا چاہیے

١٠٣٩–میتب بن رافع سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ ہم ایک دوسرے کونماز میں سلام کرلیا کرتے تھے، اس پر قرآن (میں یہ حکم) آیا کہ جب قرآن پڑھا جائے تواس کوسنواور خاموش رہو۔

١٠٤٠–اورابوعیاض نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ لوگ نماز میں باتیں کرلیا کرتے تھے، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی" واذا قرأ القرآن" اوردوسری آیت (شاید قوموا للہ قانتین مراد ہے) تو خاموش رہنے کا حکم کیا گیا۔ یہ دونوں روایتیں امام حافظ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں بیان کی ہیں اور پہلی کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں مگراس میں انقطاع ہے (جو ہمارے قواعد پر مضر نہیں) اور دوسری سند میں ایک راوی ابراہیم ہجری لین الحدیث ہیں، پس دونوں ملکر قابل احتجاج ہیں۔

١٠٤١–حضرت یسیر بن جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے نماز پڑھائی تو بعض لوگوں کوامام کے ساتھ قراءت کرتے ہوئے سنا تو نماز سے فارغ ہوکر فرمایا کہ کیا تمہارے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ سمجھ لو؟، کیا اس کا وقت نہیں آیا

لَکُمۡ اَنۡ تَفۡقَهُوۡا اَمَا آنَ لَکُمۡ اَنۡ تَعۡقِلُوۡا ﴿وَاِذَا قُرِئَ الۡقُرۡآنُ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ وَاَنۡصِتُوۡا﴾ کَمَا اَمَرَکُمُ اللّٰہُ . أخرجه الطبری (۱۱: ۳۷۸) أیضا ، ورجاله ثقات من رجال الجماعة ، ویسیر ابن جابر له ذکر فی التهذیب (۹: ۱۱) وهو بالیاء التحتانیة المثناة والسین المهملة أبو الخباز العبدی من رجال الصحیحین ثقة أدرك زمن النبی ﷺ ، ویقال : إن له رؤیة روی عن عبد الله. وأخرجه البیهقی فی کتاب القرائة عن داود عن أبی نضرة عن رجل عن ابن مسعود ، فذکر نحوه ، وسکت عنه . وأبو نضرة منذر بن مالك بن قطعة من رجال مسلم ثقة وهو یروی عن یسیر بن جابر کما فی التهذیب (۱۱: ۳٤۹و ۱: ۳۰۲) فالمجهول فی روایة البیهقی هو هذا أعنی یسیر بن جابر کما صرح به الطبری فی روایة ، فالحدیث صحیح بلا غبار.

۱۰٤۲ – حدثنی : المثنی قال : ثنا سوید (ابن نصیر) قال : أخبرنا ابن المبارك عن ابن لهیعة عن ابن هبیرة عن ابن عباس ﷺ أنه کان یَقُوۡلُ فِیۡ هٰذِهٖ ﴿وَاذۡکُرۡ رَبَّكَ فِیۡ نَفۡسِكَ تَضَرُّعاً وَّخِیۡفَةً﴾ : هٰذَا فِی الۡمَکۡتُوۡبَةِ ، وَاَمَّا مَا کَانَ مِنۡ قَصَصٍ اَوۡ قرائة بعد ذلك فإنما هی نافلة . إن نبی الله ﷺ قَرَاَ فِیۡ صَلَاةٍ مَکۡتُوۡبَةٍ وَقَرَاَ اَصۡحَابُهٗ وَرَائَهٗ ، فَخلطوا علیه. قال : فنزل القرآن ﴿وَاِذَا قُرِئَ الۡقُرۡآنُ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ وَاَنۡصِتُوۡا لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ﴾، فهذا فی المکتوبة . أخرجه الطبری (۹: ۱۱۲) أیضا ، ورجاله ثقات ، وابن لهیعة حسن الحدیث

کہ جان لو کہ جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگاؤ اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا(واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا)۔اس کو بھی امام طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور سند صحیح ہے۔

۱۰۴۲-ابن ہبیرہ، ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے واذ کر ربك فی نفسك تضرعاً وخیفة ودون الجهر کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ حکم قراءتِ فرض کے متعلق ہے(کہ جب فرض قراءت ہو رہی ہو تو اپنے رب کو دل دل میں تضرع وخوف کے ساتھ بدون جہر کے یاد کرو)اور جو وعظ میں ہو یا اس کے سوا اور قراءت ہو وہ قراءت نفل ہے(یعنی اس کے متعلق حکم استماع وانصات کا نہیں)بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرض نماز میں قراءت کی اور آپ ﷺ کے صحابہ نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کی پس قرآن (میں یہ حکم)نازل ہوا" واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوالعلكم ترحمون "(جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو اور خاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحمۃ نازل ہو) پس یہ حکم فرض قراءت کے بارہ میں ہے۔اس کو بھی

كما قد مر غير مرة ، والحديث منقطع فإن ابن هبيرة لم يلق ابن عباس ، وإنما يروى عن عكرمة مولاه كذا يظهر من التهذيب (٦١:٦) والانقطاع لا يضر عندنا.

١٠٤٣– حدثنا : إسحاق بن إبراهيم قال : أنا جرير عن سليمان التيمي عن قتادة عن يونس بن جبير عن حطان بن عبد الله الرقاشي عن أبي موسى الأشعري ﷺ مرفوعاً : " وَإِذَا قَرَأَ (أي الإمامُ) فَأَنْصِتُوا " . رواه مسلم (١٨٤:١). وقال الحافظ في الفتح (٢٠١:٢) : حديث صحيح اه صححه الإمام أحمد كما نقله ابن عبد البر بسنده في التمهيد . (الجوهر النقي ١٥٣:١).

امام طبری نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور سند حسن ہے مگر اس میں ارسال ہے جو ہمارے یہاں مضر نہیں۔

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آیت " واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا " کا نزول نماز میں قراءت خلف الامام کرنے کے متعلق ہوا ہے اور امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اس آیت کا نزول قراءت نماز کے متعلق ہوا ہے اور اعلاء السنن کے حاشیہ میں حضرات صحابہ وتابعین کے مختلف اقوال وآثار اس کے متعلق نقل کیئے گئے ہیں جن سے امام احمدؒ کے قول کی تائید ہوتی ہے، پس ثابت ہوا کہ امام جب قراءت کرے تو مقتدیوں کو قراءت نہ کرنا چاہئے بلکہ خاموش رہنا چاہئے۔

امام بیہقی نے اس میں یہ تاویل کی ہے کہ اس آیت میں مقتدیوں کو امام کے پیچھے دنیوی باتیں کرنے یا جہر کے ساتھ قراءت کرنے سے منع کیا گیا ہے، سورۃ فاتحہ آہستہ پڑھنے سے منع نہیں کیا گیا۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو آیت کے الفاظ فاتحہ وغیر فاتحہ سب کو عام ہیں کیونکہ اس میں "انصتوا" ہے اور انصات کے معنی بالکل خاموش رہنے کے ہیں اس میں فاتحہ سے خاموش رہنا بھی آ گیا، پھر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا امام بیہقی خطبہ کی حالت میں سامعین کو آہستہ آہستہ ذکر اللہ اور تسبیح وغیرہ پڑھنے کی اجازت دیدیں گے؟ اگر نہیں تو وہاں اس آیت سے مطلقاً کلام کی ممانعت پر استدلال کیونکر صحیح ہو گیا اور اگر اجازت دی جائے تو یہ آپ کے مذہب کے خلاف ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ وہاں مطلقاً خاموش رہنے کا حکم اس لئے ہے کہ خطبہ کے بارہ میں احادیث کے اندر انصات کی تاکید ہے تو ہم کہیں گے کہ احادیث میں نماز کے اندر مقتدیوں کو اس سے زیادہ انصات کی تاکید ہے جیسا کہ عنقریب آ جائیگا، پس حیرت ہے کہ خطبہ میں تو مطلقاً کلام کو منع کیا جائے سراً بھی اور جہراً بھی اور نماز میں قراءت سریہ کو جائز رکھا جائے حالانکہ اس پر اجماع قائم ہے کہ آیت مذکورہ کا نزول نماز کے بارہ میں ہوا ہے۔

۱۰۴۳– حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام قراءت کیا کرے تو تم خاموش رہا کرو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور فتح الباری میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور جوہر نقی میں ہے کہ امام احمد نے بھی اس کو صحیح کہا ہے جیسا کہ ابن عبدالبر نے اپنی سند سے تمہید میں اس کو نقل کیا ہے اور امام طبری نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔

قلت : وقال الحافظ : الإمام أبو جعفر الطبرى فى تفسيره (١١٢:٩) : وقد صح الخبر عن رسول الله ﷺ من قوله : إذا قرأ الإمام فأنصتوا اه.

١٠٤٤ – حدثنا : على بن عبد الله قال : ثنا جرير عن سليمان التيمى عن قتادة عن أبى غلاب عن حطان بن عبد الله الرقاشى عن أبى موسىٰ ﷺ قال : عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قال: إِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلَاةِ فَلْيُؤُمَّكُمْ اَحَدُكُمْ ، وَاِذَا قَرَاَ الاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا. رواه الإمام أحمد فى مسنده (٤١٥:٤) وسنده سند مسلم إلا على بن عبد الله وهو ابن المدينى شيخ البخارى ثقة مشهور.

١٠٤٥ – حدثنا : سهل بن بحر الجنديسا بورى قال: ثنا عبد الله بن رشيد قال : ثنا أبو عبيدة عن قتادة عن يونس بن جبير عن حطان بن عبد الله الرقاشى عن أبى موسىٰ الأشعرى ﷺ قال : قال : رسول الله ﷺ : " اِذَا قَرَاَ الاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا ، وَاِذَا قَالَ : غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ ، فَقُوْلُوْا : آمِيْنَ" . رواه أبو عوانة فى صحيحه . كذا فى تعليق التعليق لآثار السنن (٥:١).

قلت : عبد الله بن رشيد وأبو عبيدة مجامعة بن الزبير العتكى وثقهما ابن السمعانى فى الأنساب وقال : فى كل منهما : مستقيم الحديث (ص:٧٣١)

١٠٤٤-حضرت ابوموسیٰؓ سے مروی ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی کہ جب تم نماز کو اٹھو تو تم میں سے کوئی شخص تمہاری امامت کرلیا کرے اور جب امام قراءت کرے تو خاموش رہا کرو۔اس کو امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور اس کی سند وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث کی ہے، بجز شیخ امام احمد کے، اور وہ بخاری کے مشہور شیخ ہیں، پس یہ سند بھی صحیح ہوئی۔

١٠٤٥-حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام قراءت کرے تو تم چپکے رہو اور جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو آمین کہو۔اس کو ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور اس کی سند کنز العمال کے قاعدہ پر صحیح ہے (اور اس سے ان بعض محدثین کا بھی رد ہوگیا جو کہتے ہیں کہ اذا قرأ فانصتوا کی زیادت میں سلیمان تیمی منفرد ہیں کیونکہ صحیح ابوعوانہ کی سند میں ابوعبیدہ سلیمان تیمی کی متابعت اس زیادت میں کررہے ہیں اور دارقطنی کی سند میں سعید بن ابی عروبہ اور عمر بن عامر نے سلیمان کی متابعت کی ہے جو اعلاء السنن کے حاشیہ میں مذکور ہے، پس دعویٰ تفرد باطل ہے اور تفرد ہوتا بھی تو اس کا جواب امام مسلم نے دے دیا ہے کہ کیا تم سلیمان تیمی سے زیادہ حافظ چاہتے ہو، یعنی ایسے حافظ کا تفرد بھی حجت ہے)۔

وسهل بن بحر لم أجد من ترجمه ، والحديث صحيح على قاعدة كنز العمال المذكور في خطبتها : أن كل ما في صحيح أبي عوانة صحيح.

١٠٤٦ – أخبرنا : الجارود بن معاذ الترمذي حدثنا أبو خالد الأحمر عن محمد بن عجلان عن زيد بن أسلم عن أبي صالح عن أبي هريرة ﷺ قال : قال : رسول الله ﷺ : " إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا ، وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا ، وَإِذَا قال : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ، فَقُوْلُوْا : اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ". رواه النسائي (١٤٦:١) ، وسكت عنه ، وقال أيضا :.

١٠٤٧ – أخبرنا : محمد بن عبد الله بن المبارك حدثنا محمد بن سعد الأنصاري قال : حدثني محمد بن عجلان عن زيد بن أسلم عن أبي صالح عن أبي هريرة ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : " إِنَّمَا الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا ، وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا " . قال أبو عبد الرحمن : كان المخرمي يقول : هو ثقة يعني محمد بن سعد الأنصاري ، وصححه مسلم في صحيحه (١٧٤:١) ، وقال : هو عندي صحيح اه . وصححه ابن حزم والإمام أحمد (الجوهر النقي ، ١٥٣:١).

١٠٤٨ – عن : عمران بن حصين ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ ، فَجَعَلَ رَجُلٌ

١٠٤٦-حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام اسی لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو، اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو اللہم ربنا لک الحمد کہو۔ اسکو نسائی نے روایت کیا ہے۔

١٠٤٧-حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام اسی لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو، اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ (مسلم) اس کو مسلم نے اپنی صحیح میں صحیح کہا ہے اور جوہر نقی میں ہے کہ امام احمد اور ابن حزم نے اس کو صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث میں صراحۃً مقتدیوں کو حکم ہے کہ امام جب قراءت کرے تو خاموش رہا کریں اور اس میں یہ تاویل کرنا کہ جہر سے نہ پڑھا کریں تاویل بارد اور بعید ہے جو ہرگز قابل التفات نہیں۔

يَقرَأُ خلفَهُ ب﴿سَبِّحِ اسمَ رَبِّكَ الأَعلىٰ﴾، فَلَمَّا انصَرَفَ قال : " أَيُّكُم قَرَأَ ؟ اَوْ اَيُّكُمُ القَارِى ؟ " قال رجل : اَنَا ، فَقَالَ : " قَدْ ظَنَنْتُ اَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيهَا ". رواه مسلم (۱۷۲:۱).

۱۰۴۹– ثنا : محمد بن بشار وعمرو بن علي قالا : ثنا أبو أحمد أنا يونس ابن أبي إسحاق عن أبيه عن أبي الأحوص عن عبد الله ﷺ (هو ابن مسعود) قال : كَانُوا يَقرَئُونَ خَلفَ النَّبِيِّ ﷺ فقال : " خَلَطْتُم عَلَيَّ القُرآنَ ". رواه البزار . وهذا سند جيد ، كذا في الجوهر النقي (۱۵۵:۱). وفي مجمع الزوائد (۱۸۵:۱) بعد نقل المتن : رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح اھ.

۱۰۵۰– ثنا : مالك بن إسماعيل عن حسن بن صالح عن أبي الزبير عن جابر﷛ عن النبي ﷺ قال : " كُلُّ مَنْ كَانَ لَهُ اِمَامٌ فَقِرَائَتُهُ لَهُ قِرَائَةٌ ". رواه ابن أبي شيبة وهذا سند صحيح (الجوهر النقي ص:۱۵٤).

۱۰۵۱– أخبرنا : أبو حنيفة قال : حدثنا أبو الحسن موسى بن أبي عائشة عن

۱۰۴۸–حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر (کی نماز) پڑھی تو ایک شخص آپ ﷺ کے پیچھے سبح اسم ربک الاعلی پڑھنے لگے آپ ﷺ جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم میں سے کس نے پڑھا ہے؟ یا یہ فرمایا کہ تم میں سے کون شخص پڑھنے والا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا مجھ کو معلوم ہوا کہ تم میں سے بعض نے مجھے اس قراءت میں خلجان میں ڈالا۔اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔(یعنی میں بھی پڑھتا تھا اور مقتدی بھی پڑھتے تھے، پس مجھے خلجان پیش آیا)۔

۱۰۴۹–حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ لوگ نبی ﷺ کے پیچھے قراءت کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے (بعد فراغت) فرمایا کہ تم نے مجھ پر قرآن کو مخلوط (اور گڑبڑ) کردیا۔اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور یہ سند عمدہ ہے، ایسا ہی جوہر نقی میں ہے اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

فائدہ:ان احادیث میں بھی حضور ﷺ کا مقتدیوں کی قراءت پر انکار واضح ہے۔

۱۰۵۰–حضرت جابرؓ، نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کا کوئی امام ہو تو امام کی قراءت اس کی (بھی) قراءت ہے۔اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (جوہر نقی)۔

۱۰۵۱–حضرت جابرؓ، نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو

عبد الله بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبد الله ﷺ عن النبی ﷺ أنه قال : " مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الإمَامِ فَإنَّ قِرَائَةَ الإمَامِ لَهٗ قِرَائَةٌ " . رواه الإمام محمد فی الموطا (ص:۹٦). قال العینی : طریق صحیح اه (عمدة القاری ،۳:٨٦).

وقال محمد بن منیع ، والإمام ابن الهمام : هذا الإسناد صحیح علی شرط الشیخین (حاشیة الطحاوی ، ۱:۱۲۸).

قلت : رجاله رجال الجماعة إلا إمامنا الأعظم أبا حنیفة وهو ثقة لا یسأل عن مثله . قال فی الجوهر النقی (۱:۱۷۲) : فقد وثقه کثیرون ، وأخرج له ابن حبان فی صحیحه واستشهد به الحاکم فی المستدرک اه . وأخرجه محمد مفصلا بالإرسال.

۱۰۵۲– أخبرنا : إسرائیل حدثنی موسیٰ بن أبی عائشة عن عبد الله بن شداد بن الهاد قال : أَمَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِی الْعَصْرِ قال : فَقَرَأَ رَجُلٌ خَلْفَهٗ ، فَغَمَزَهُ الَّذِیْ یَلِیْهِ ، فَلَمَّا أَنْ صَلّٰی قَالَ : لِمَ غَمَزْتَنِیْ ؟ قال : کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قُدَّامَكَ فَکَرِهْتُ أَنْ تَقْرَءَ خَلْفَهٗ

امام کی قراءت اس کی بھی قراءت ہے۔اس کو امام محمدؒ نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحاح ستہ کے راوی ہیں سوائے امام ابوحنیفہؒ کے اور وہ مشہور امام ثقہ ہیں اور ان کی روایت صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں موجود ہے اور اس سند کو عینی نے صحیح کہا ہے اور محمد بن منیع وابن الہمام نے شرط شیخین پر اس کو صحیح کہا ہے (حاشیہ طحاوی)۔

<u>فائدہ</u>:اس میں صاف حکم ہے کہ مقتدیوں کیلئے امام کی قراءت کافی ہے، پس جن احادیث میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہر نماز میں ضروری کہا گیا ان سے مقتدیوں پر فاتحہ کی قراءت لازم نہیں آتی کیونکہ وہ امام کی قراءت کی وجہ سے حکماً قاری ہیں، پس ان کو تارک قراءت فاتحہ نہیں کہا جاسکتا۔

۱۰۵۲–حضرت عبداللہ بن شدادؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز میں امامت کی تو ایک شخص نے آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کی ،اس کے پاس والے نے اس کو دبا کر (اشارہ سے)منع کیا، جب نماز ہو چکی تو اس نے دوسرے سے کہا کہ تم نے مجھ کو کیوں دبایا تھا؟ کہا کہ رسول اللہ ﷺ تیرے آگے تھے تو میں نے مکروہ سمجھا کہ تو آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کرے، اس بات کو رسول اللہ ﷺ نے بھی سن لیا فرمایا کہ جس کیلئے امام ہو تو امام کی قراءت اس کے واسطے قراءت ہے۔اسکو امام محمدؒ نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں مگر یہ مرسل ہے اور مرسل ہمارے یہاں حجت ہے، بالخصوص جبکہ عبداللہ بن شداد کبار تابعین سے ہیں

فَسَمِعَهُ النَّبِيُّ ﷺ فقال : مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَإِنَّ قِرَائَتَهُ لَهُ قِرَائَةٌ. (الموطا للإمام محمد ص:٩٨).

قلت : إسرائيل من رجال الجماعة ، وبقية السند مثل السابق ، وهذا مرسل والإرسال لا يضر عندنا ، لا سيما و عبد الله بن شداد من كبار التابعين وثقاتهم جل روايته عن الصحابة ، ولد على عهد النبي ﷺ ، كذا في التهذيب (٢٥٢:٥). وقد ورد نحوه موصولا عند البيهقي ، كما سيأتي ، فهو حجة عند الكل . وأخرجه محمد في الآثار (٢:١) عن أبي حنيفة عن موسى بن أبي عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر نحوه مرفوعا بدون ذكر العصر ، وهذا سند صحيح .

١٠٥٣- أخبرنا : إسحاق الازرق حدثنا سفيان وشريك عن موسى بن أبي عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَائَةُ الإِمَامِ لَهُ قِرَائَةٌ. رواه أحمد بن منيع في مسنده (فتح القدير ١:٢٩٥).

قلت : إسحاق وسفيان من رجال الجماعة ، وشريك مختلف فيه أخرج له مسلم في المتابعات ، وقد تابعه الثوري وهو حافظ ثقة ، وبقية السند من رجال الجماعة كما مر.

کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے، ان کی روایت تمامتر صحابہ ہی سے ہوتی ہے اور اس مرسل کو بیہقی نے متصلا بھی روایت کا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے اور مرسل جبکہ دوسرے طریق سے موصول ہو جائے تو اتفاقا حجت ہے۔

فائدہ: اس سے صراحۃً معلوم ہوا کہ سری نماز میں بھی امام کے پیچھے قراءت مکروہ ہے اور امام کی قراءت اس میں بھی مقتدی کو کافی ہے کیونکہ اس حدیث میں عصر کا واقعہ مذکور ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات صحابہؓ عام طور پر حضور ﷺ کے پیچھے نماز میں قراءت نہ کرتے تھے، بلکہ صحابہؓ عام طور پر اس کو مکروہ سمجھتے تھے کیونکہ اس واقعہ میں صرف ایک شخص کا قراءت کرنا مذکور ہے جس کو پاس والے صحابی نے نماز ہی میں اشارہ سے منع کیا۔

١٠٥٣-سفیان ثوری اور شریک (ابن عبداللہ نخعی قاضی کوفہ) موسی بن ابی عائشہ سے، وہ عبداللہ بن شداد سے وہ حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے لئے امام ہو تو امام کی قراءت اس کے واسطے قراءت ہے۔اس کو احمد بن منیع نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے (فتح القدیر)۔ میں کہتا ہوں کہ اسحٰق وسفیان رجال شیخین سے ہیں اور شریک مختلف فیہ ہیں، مسلم نے متابعات میں ان کی روایات کو اپنی صحیح میں بیان کیا ہے اور یہاں سفیان ثوری ثقہ اور حافظ الحفاظ ان کی متابعت کر رہے

وصححه ابن الهمام على شرط مسلم ، وقد أخرجه عبد بن حميد فى مسنده : حدثنا أبو نعيم حدثنا الحسن بن صالح عن أبى الزبير عن جابر عن النبى ﷺ فذكره (فتح القدير ۱:۲۹۵).

قلت : أبو نعيم من رجال الجماعة ، والباقون ثقات من رجال مسلم . وقد تابع أبا حنيفة سفيان ، وشريك عن موسى فى رفع هذا الحديث ، وتابع عبد الله بن شداد أبو الزبير عن جابر عند ابن أبى شيبة ، وعبد بن حميد فى رفعه ، فمن قال : إن أبا حنيفة قد تفرد فى إسناد الحديث فقد وهم ، ولو سلم فالرفع والوصل زيادة لا تنافى أصل الحديث ، فيقبل إذا كان الرافع والواصل ثقة ، وأن أبا حنيفة من الأئمة الثقات ، فكيف ، وله فيه متابعون من الثقات المعتبرين.

۱۰۵٤– أخبرنا : محمد بن عبد الله الحافظ أنا أبو بكر بن عبد الله بن قريش نا الحسن بن سفيان بن عائش نا عتبة بن مكرم نا يونس بن بكير نا أبو حنيفة ، والحسن بن عمارة عن موسى بن أبى عائشة عن عبد الله بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبد الله ﷺ قال : صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِأَصْحَابِهِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ : مَنْ قَرَءَ خَلْفِیْ بِ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾؟ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ اَحَدٌ ، فَرَدَّدَ ذٰلِكَ ثَلٰثاً ، فَقَالَ رَجُلٌ : اَنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ . قَالَ : لَقَدْ رَاَيْتُكَ تُخَالِجُنِیْ اَوْ قَالَ : تُنَازِعُنِی الْقُرْآنَ ، مَنْ صَلّٰى مِنْكُمْ خَلْفَ اِمَامٍ

ہیں اور بقیہ سند بھی رجال جماعت سے ہے اور ابن ہمام نے اس کو شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور عبد بن حمید نے اس حدیث کو اپنی مسند میں ابونعیم سے، حسن بن صالح سے، ابوالزبیر سے، جابر سے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے (فتح القدیر) اور یہ سند بھی شرط مسلم پر صحیح ہے۔

۱۰۵۴–اور بیہقی نے اسکو یونس بن بکیر کے طریق سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ نے بیان کیا ہے کہ ان سے موسیٰ بن ابی عائشہ نے ان سے عبداللہ بن شداد نے ان سے جابر بن عبداللہ نے روایت کی، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میرے پیچھے سبح اسم ربک الاعلیٰ کس نے پڑھی؟ تو کسی نے جواب نہ دیا، آپ ﷺ نے تین بار دریافت کیا، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں (پڑھنے والا تھا) تھا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں دیکھتا تھا کہ تو مجھ سے قرآن چھینتا تھا اور مجھے خلجان میں ڈالتا تھا، جو شخص تم میں سے امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت

فَقِرَائَتُهُ لَهُ قِرَائَةٌ. أخرجه البيهقي في كتاب القرائة (ص:١٠١) وقال: هكذا رواه يونس بن بكير عنهما، والحسن بن عمارة متروك اه.

قلت: وسكوته عن باقي الرواة يدل على أنهم ثقات، والحسن بن عمارة لا يحتج به إذا انفرد، كذا قال أبو بكر البزار كما في التهذيب (٢:٣٠٨) فحاله حال محمد ابن إسحاق الذي اعتمد البيهقي على روايته في كتاب القرائة، وبالغ في الاعتماد عليه مع تصريح الذهبي في الميزان في ترجمته: " وما انفرد به ففيه نكارة، فإن في

اس کے لئے قراءت ہے (جزء القراءت) بیہقی فرماتے ہیں کہ یونس بن بکیر نے اسی طرح ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ دونوں سے روایت کی ہے اور حسن بن عمارہ متروک ہے اھ میں کہتا ہوں کہ بیہقی کا بقیہ روات سے سکوت کرنا بتلاتا ہے کہ اور سب ثقات ہیں اور حسن بن عمارہ کا تفرد مقبول نہیں جیسا کہ بزار نے کہا ہے تو ان کا حال محمد بن اسحق جیسا ہے جن کی روایت پر بیہقی نے جزء قراءت میں بہت زیادہ اعتماد کیا ہے حالانکہ ذہبی نے میزان میں تصریح کی ہے کہ ابن اسحق کا تفرد نکارت سے خالی نہیں، کیونکہ اس کے حفظ میں کلام ہے اور حافظ ابن حجر نے درایہ میں کہا ہے کہ ابن اسحق کا تفرد احکام میں قابل احتجاج نہیں خصوصا جبکہ اس کی مخالفت ایسا شخص کرے جو اس سے زیادہ ثقہ ہے اور جریر بن عبدالحمید نے کہا ہے کہ مجھے یہ گمان نہ تھا کہ میں ایسے زمانہ تک زندہ رہوں گا جس میں محمد بن اسحق سے حدیث بیان کی جائیگی اور حسن بن عمارہ سے سکوت کیا جائیگا (تہذیب)۔ اور تم دیکھ رہے ہو کہ اس سند میں حسن بن عمارہ نے تفرد نہیں کیا بلکہ امام ابوحنیفہؒ بھی ان کی متابعت کر رہے ہیں، پس حدیث صحیح ہے ورنہ حسن سے تو کم نہیں۔

<u>فائدہ</u>: ان تمام طرق سے چند باتیں معلوم ہوئیں (۱): یہ کہ اس حدیث کے موصول کرنے میں امام ابوحنیفہ متفرد نہیں جیسا کہ بعض مخالفین نے گمان کیا ہے بلکہ سفیان ثوری، شریک بن عبداللہ اور حسن بن عمارہ، موسی بن ابی عائشہ سے موصول روایت کرنے میں امام صاحب کے ساتھ ہیں اور اگر امام صاحب متفرد بھی ہوتے تو رفع وصل ایسی زیادتی ہے جو اصل حدیث کے منافی نہیں، پس اگر رفع وصل کرنے والا ثقہ ہو تو اس کی زیادت مقبول ہوگی اور امام ابوحنیفہؒ ائمہ ثقات سے ہیں جو ان کی جرح کرے ہمارے نزدیک وہ خود مجروح ہے، پھر یہاں تو امام صاحب منفرد بھی نہیں ہیں، (۲): یہ بھی معلوم ہوا کہ عبداللہ بن شداد تنہا اس حدیث کو حضرت جابرؓ سے مرفوعا روایت نہیں کر رہے بلکہ ابوالزبیر بھی (جو رجال مسلم سے ہیں) حضرت جابرؓ سے ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید کی سند میں اس حدیث کو مرفوعا روایت کرنے میں عبداللہ بن شداد کے ساتھ ہیں، پس اب اس حدیث میں کلام کرنا انصاف سے بعید ہے، (۳): یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے یہ بات کہ "جو امام کے ساتھ نماز پڑھے اس کے واسطے امام کی قراءت کافی ہے" سری نماز میں فرمائی ہے جو ظہر تھی یا عصر پس سری نماز میں بھی مقتدی کو قراءت سے ممانعت ہوئی اور یہ بات حدیث نمبر ۱۰۵۲ سے بھی معلوم ہوگئی تھی مگر وہ مرسل تھی اور یہ موصول ہے پس اس سے اس مرسل کی تائید ہوگئی اور اب یہ حدیث بالاتفاق حجت ہوگئی اور بیہقی کی یہ تاویل کہ اس شخص نے جہر

حفظه شيئا اه ". و قال الحافظ ابن حجر فی الدراية فی كتاب الحج : وابن إسحاق لا يحتج بما انفرد به من الأحكام فضلا عما إذا خالفه من هو أثبت منه اه (التعليق الحسن ۱:۷۷). وقال : جرير بن عبد الحميد : ما ظننت أنی أعيش إلی دهر يحدث فيه عن محمد بن إسحاق ويسكت فيه عن الحسن بن عمارة اه كذا فی التهذيب (۲:۳۰۶). وقد رأيت أن الحسن لم ينفرد برفع هذا الحديث بل تابعه عليه أبو حنيفة وسفيان وشريك كما مر ، فالحديث صحيح أو حسن لا أقل منه .

۱۰۵۵ – عن : أبی الدرداء ﷺ قال : سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ فقال : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! فِيْ كُلِّ صَلاَةٍ قِرَائَةٌ؟ قال : نَعَمْ ! فقال رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ : وَجَبَ هٰذَا ، فقال النبی ﷺ مَا أَرَی الإِمَامَ إِذَا قَرَأَ إِلَّا كَانَ كَافِياً. رواه الطبرانی ، وإسناده حسن (مجمع الزوائد ۱:۱۸۵).

۱۰۵۶ – عن : ابن قسيط عن عطاء بن يسار أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ عَنِ الْقِرَائَةِ مَعَ الإِمَامِ فَقَالَ : لَا قِرَائَةَ مَعَ الإِمَامِ فِيْ شَيْءٍ. رواه مسلم (۱:۲۱۵) فی باب

کے ساتھ سبح اسم ربك الاعلی پڑھی ہوگی ، ان کو کچھ مفید نہیں کیونکہ اول تو منازعت ومخالفت جہر میں ہوتی نہیں ، دوسرے اگراس شخص نے جہر کیا ہوتا تو اس کے پاس والوں کو ضرور اس کی قراءت کا علم ہوتا تو اس صورت میں اگر وہ خود نہ بولا تھا تو دوسرے صحابہ کہہ دیتے کہ یارسول اللہ! قراءت کرنے والا فلاں تھا ، مگر ایسا نہیں ہوا ، بلکہ حضور ﷺ کو تین بار دریافت کرنے کی نوبت آئی معلوم ہوا کہ اس شخص نے آہستہ قراءت کی تھی اس لئے صحابہ کو پوری طرح یقین نہ ہوا کہ قاری کون ہے اور وہ خاموش رہے یہاں تک کہ خود اسی نے اقرار کیا ، تیسرے ہماری حجت تو حضور ﷺ کا ارشاد ہے ، حضور ﷺ نے مطلقاً یہ فرمایا ہے کہ جو امام کے ساتھ نماز پڑھے اسکو امام کی قراءت کافی ہے یہ نہیں فرمایا کہ امام کے پیچھے جہر نہ کیا کرو آہستہ پڑھا کرو ، پس حضور ﷺ کا یہ ارشاد مقتدی کو مطلق قراءت سے روکتا ہے۔

۱۰۵۵ – حضرت ابو الدرداءؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہر نماز میں قراءت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! تو ایک شخص نے قوم میں سے کہا کہ یہ واجب ہوگیا ، پس نبی ﷺ نے فرمایا کہ نہیں میرے نزدیک تو جب امام قراءت کرے وہ سبکو کافی ہوجاتا ہے (یعنی ہر شخص پر واجب نہیں بلکہ جس کا کوئی امام نہ ہو اس پر واجب ہے کیونکہ امام کی قراءت مقتدی کو بھی کافی ہوجاتی ہے)۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے (مجمع الزوائد)۔

۱۰۵۶ – ابن قسیط سے روایت ہے وہ عطاء بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن قسیط کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ (صحابی) سے امام کے ساتھ قراءت کرنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کسی نماز میں امام کے ساتھ

سجود التلاوة ، ورواه الطحاوی فی معانی الآثار (۱:۴۲) بسنده عن بکیر عن عطاء عن زید بن ثابت سمعه یقول : لا تُقرأُ خَلْفَ الاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ اھ رجاله ثقات .

۱۰۵۷– مالك : عن أبی نعیم وهب بن کیسان أنه سمع جابر بن عبد الله ﷺ یقول : مَنْ صَلّٰی رَکْعَةً لَمْ یَقْرَأْ فِیْهَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ یُصَلِّ اِلَّا وَرَاءَ الاِمَامِ . أخرجه مالك فی الموطا (ص:۲۸) وأسناده صحیح ، وأخرجه الترمذی (۱:۱۲۹) وقال : هذا حدیث حسن صحیح اھ . وأخرجه الطحاوی (۱:۱۲۸) مرفوعا بهذا اللفظ ، وسنده حسن .

۱۰۵۸– مالك : عن نافع أن عبد الله بن عمر ﷺ کَانَ اذا سُئِلَ هَلْ یَقْرَأُ اَحَدٌ خَلْفَ الاِمَامِ ؟ قال : اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ خَلْفَ الاِمَامِ فَحَسْبُهٗ قِرَائَةُ الاِمَامِ ، وَاِذَا صَلّٰی وَحْدَهٗ فَلْیَقْرَأْ . قال : وَکَانَ عبد الله بن عمر لَا یَقْرَأُ خَلْفَ الاِمَامِ . أخرجه مالك فی المؤطا (ص:۲۹) وسنده من أصح الأسانید .

کچھ قراءت نہیں۔اس کو مسلم نے باب سجود تلاوت میں روایت کیا ہے اور طحاوی نے بھی سند صحیح سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی قراءت نہ کرو۔

فائدہ: ان احادیث کی دلالت باب پر ظاہر ہے اور حضرت زید بن ثابت صحابی کا قول صراحتاً امام ابوحنیفہؒ کے موافق ہے کہ کسی نماز میں امام کے پیچھے قراءت نہ کرنا چاہئے اور جو بعض احادیث ان احادیث کے معارض معلوم ہوتی ہیں، عربی حاشیہ میں ان کی توجیہ کردی گئی ہے اور باہم احادیث کا تعارض اٹھادیا گیا ہے۔

۱۰۵۷–وہب بن کیسان سے روایت ہے کہ انہوں نے جابر بن عبداللہؓ (صحابی) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کوئی رکعت بغیر سورہ فاتحہ کے پڑھے تو اس نے نماز نہیں پڑھی (یعنی اس کی نماز نہیں ہوئی) مگر امام کے پیچھے (بغیر قراءت فاتحہ کے نماز ہوجاتی ہے)۔اس کو امام مالکؒ نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور طحاوی نے اس کو مرفوعاً (رسول اللہ ﷺ سے) روایت کیا ہے انہی الفاظ کے ساتھ اور اسکی سند حسن ہے۔

۱۰۵۸–نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ سے جب سوال کیا جاتا کہ کیا امام کے پیچھے قراءت کی جائے تو فرماتے کہ جب کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کو امام کی قراءت کافی ہے اور جب تنہا پڑھے تو قراءت کرنا چاہئے اس کے بعد نافع نے کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قراءت نہ کرتے تھے۔اس کو امام مالکؒ نے موطا میں اصح الاسانید سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے عبداللہ بن عمر صحابیؓ کی موافقت امام ابوحنیفہؒ کے قول کے ساتھ ثابت ہوئی، غرض امام صاحب کا مذہب اس

١٠٥٩— عن : أبي وائل قال : جاء رجل إلى ابن مسعود ﷺ فقال : أَ قْرَأُ خَلْفَ الإمَامِ؟ قال : أَنصِتْ لِلْقُرْآنِ فَإِنَّ فِي الصَّلاَةِ شُغْلاً ، وَسَيَكْفِيكَ ذٰلِكَ الإمَامُ. راوه الطبرانى فى الكبير ، والأوسط ، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ١:١٨٥). ورواه الطحاوى ، وإسناده صحيح (آثار السنن ١:٨٩)، ورواه محمد فى الموطا (ص:٩٨)بسند رجاله رجال الصحيح.

١٠٦٠— عن : عبد الله بن مسعود ﷺ أنه قال : يا فلان ! لَا تَقْرَأْ خَلْفَ الإمَامِ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ إِمَاماً لَا يَقْرَأُ . رواه الطبرانى فى الكبير ، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ١:١٨٥).

١٠٦١— عن : علقمة بن قيس أن عبد الله بن مسعود ﷺ كَانَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الإمَامِ فِيما يُجْهَرُ فِيهِ وَ فِيمَا يُخَافَتُ فِيهِ فِي الأُوْلَيَيْنِ ، وَلَا فِي الأُخْرَيَيْنِ الحديث. أخرجه

مسئلہ میں کہ مقتدی کوامام کے پیچھے قراءت نہ کرنا چاہئے قرآن سے بھی ثابت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے بھی اور صحابہ کرامؓ کے اقوال سے بھی، پس کتنا بڑا ظلم ہے کہ جماعت غیر مقلدین اب بھی اس مسئلہ میں حنفیہ پر زبان درازی کرتے ہیں۔

۱۰۵۹-ابووائل سے روایت ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس حاضر ہوااور کہا کہ میں امام کے پیچھے قراءت کرلیا کروں؟ کہا کہ قرآن کیلئے خاموش رہا کرو کیونکہ نماز میں (دوسرا) شغل ہے اور تم کو امام کافی ہوجائیگا (یعنی اس کی قراءت کافی ہے)۔ اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد) اور اس کو طحاوی نے بھی سند صحیح سے روایت کیا ہے (آثارالسنن) اور امام محمدؒ نے بھی مؤطا میں سند صحیح سے روایت کیا ہے۔

۱۰۶۰-عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ اے فلاں امام کے پیچھے قراءت نہ کیا کرو مگر جبکہ امام ایسا ہو جو قراءت نہ کرتا ہو۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

<u>فائدہ</u>: اس سے بھی ثابت ہوا کہ عبداللہ بن مسعود قراءت خلف الامام سے منع فرماتے تھے رہا ان کا یہ قول کہ ''مگر جبکہ امام ایسا ہو جو قراءت نہ کرتا ہو'' اس کا مطلب یہ ہے کہ امام جاہل امی ہو جو قراءت پر قادر نہ ہو یا صحیح قراءت نہ کرتا ہو اس صورت میں حنفیہ کے دو قول ہیں ایک یہ کہ ایسے امام کے پیچھے مقتدی قاری کی نماز ہی صحیح نہ ہوگی، دوسرے یہ کہ نماز صحیح ہے مگر مقتدی کو اس کے پیچھے قراءت کرنا چاہیئے کیونکہ جب امام امی ہے تو یا تو وہ قراءت ہی نہ کریگا تو اس کے پیچھے استماع وانصات کا حکم ہی متوجہ نہیں یا قراءت غلط کریگا اور ایسی قراءت کالعدم ہے پس وہ مقتدی کے حق میں قراءت نہ ہوگی۔

۱۰۶۱-علقمہ بن قیسؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود امام کے پیچھے قراءت نہ کرتے تھے نہ ان نمازوں میں جن میں جہر

محمد فی الموطا (ص:٩٦). رجاله كلهم ثقات إلا محمد بن أبان القرشي قد ضعفه جماعة ، وقال أحمد : اما أنه لم يكن ممن يكذب ، وقال : ابن أبي حاتم : سألت أبي عنه ، فقال : ليس هو بقوى فى الخديث ، يكتب حديثه على المجاز ، ولا يحتج به اه كذا فى اللسان (٥:٣١).

قلت : وأخرج الهيثمي هذا الحديث مختصرا فى مجمع الزوائد (١:١٨٥) عن إبراهيم أن ابن مسعود كان لا يقرأ خلف الإمام وكان إبراهيم يأخذ به إلخ وعزاه إلى الكبير للطبرانی ، ولم يعله بشیء غير أنه قال : إبراهيم لم يدرك ابن مسعود اه . وقد مر غير مرة أن مراسيله صحاح خصوصا عن عبد الله : وسكوت الهيثمي عن رواته يدل على أنهم ثقات عنده ، فلا أقل من أن يكون حسنا ، وأيضا فمحمد إمام مجتهد ، واحتجاج المجتهد بحديث تصحيح له كما تقرر فى المقدمة.

١٠٦٢– عن : عبيد الله بن مقسم أَنَّهُ سَأَلَ عبدَ اللهِ بنَ عمرَ ، وَزَيْدَ بنَ ثابتٍ ، و جَابِرَ بنَ عبدِ الله ﷺ اللهِ فَقالوا: لَا يُقرأُ خَلْفَ الإمَامِ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ . رواه الطحاوی وإسناده صحيح (آثار السنن ١:٨٩).

١٠٦٣– عن : علقمة عن ابن مسعود ﷺ قال : لَيتَ الَّذِيْ يَقرأُ خَلْفَ الإمَامِ مُلِئَ

ہوتا ہے نہ ان میں جن میں اخفا ہوتا ہے نہ پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرتے تھے نہ پچھلی دو رکعتوں میں ۔اسکو امام محمد نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں بجز محمد بن ابان قرشی کے جن کو جماعت نے ضعیف کہا ہے مگر احمد نے فرمایا ہے کہ وہ جھوٹ بولنے والا نہیں تھا اور ہیثمی نے اس حدیث کو مختصراً مجمع الزوائد میں طبرانی کے معجم کبیر کے حوالہ سے بیان کیا ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں کہا کہ ابراہیم (نخعی) نے عبداللہ بن مسعود کو نہیں پایا اور بارہا گذر چکا ہے کہ ابراہیم کی مراسیل بالخصوص عبداللہ بن مسعود سے صحیح ہیں اور ہیثمی کا بقیہ رجال سے سکوت کرنا بتاتا ہے کہ طبرانی کی سند میں محمد بن ابان نہیں بلکہ سب راوی ثقہ ہیں علاوہ ازیں محمد بن حسن امام مجتہد ہیں ان کا اس حدیث کو احتجاجاً بیان کرنا اس کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔

١٠٦٢–عبیداللہ بن مقسم سے روایت ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ اور جابر بن عبداللہؓ سے مسئلہ دریافت کیا تو سب نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں قراءت نہیں کی جاتی ۔اس کو امام طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔(آثار السنن)۔

فُوهُ تُرَاباً. رواه الطحاوی وإسناده حسن (آثار السنن ۱:۸۹).

۱۰۶٤– عن : أبی جمرة قال : قلت لابن عباس ﷺ : أَقرأُ وَالإمَامُ بَيْنَ يَدَىَّ ؟ فَقَالَ : لَا . رواه الطحاوی ، وإسناده حسن (آثار السنن ۱:۸۵).

۱۰٦٥– حدثنا : محمد بن مخلد ثنا علی بن زکریا التمار ثنا أبو موسیٰ الأنصاری ثنا عاصم بن عبد العزیز عن أبی سهیل عن عون عن ابن عباس ﷺ عن النبی ﷺ قال : " تَكْفِيكَ قِرَائَةُ الإمَامِ خَافَتَ أَوْ جَهَرَ ". أخرجه الدار قطنی فی سننه (۱:۱۲٦) وقال عاصم لیس بالقوی ، ورفعه وهم اه .

قلت : وهو مختلف فيه روى عنه علی بن المدينی وإسحاق بن موسیٰ الأنصاری وإبراهيم بن المنذر وغيرهم . قال إسحاق بن موسى : سألت عنه معن بن عيسى فقال : ثقة أكتب عنه وأثنى عليه خيرا اه كذا فی التهذيب (٥:٤٦) فأن لم يكن من رجال الصحيح فهو من رجال الحسن حتما . وقال الحافظ فی شرح النخبة (ص:٦٧) : وزيادة رواتهما أی الحسن والصحيح مقبولة مالم تقع منافية لرواية من هو أوثق منه بحيث يلزم من قبولها رد الرواية الأخرى اه ملخصا. ولا يخفى أن زيادة الرفع لا تنافی أصل الحديث فتقبل . وبقية الرواة كلهم ثقات .

۱۰٦٦– عن : الشعبی قال : قال رسول الله ﷺ : " لَا قِرَائَةَ خَلْفَ الإمَامِ ".

۱۰٦۳-علقمہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ کاش اس شخص کا منہ مٹی سے بھر جائے جو امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے۔اسکو بھی امام طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

۱۰٦٤-ابو جمرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ کیا جب امام میرے آگے قراءت کرتا ہو تو میں بھی قراءت کرلیا کروں؟ فرمایا نہیں۔اس کو بھی طحاوی نے سند حسن سے روایت کیا ہے۔

۱۰٦۵-حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو امام کی قراءت کافی ہے، خواہ اخفا کرے یا جہر کرے۔اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ عاصم (راوی) قوی نہیں اور اس کا مرفوع کرنا وہم ہے اھ۔میں کہتا ہوں کہ اس کو معن بن عیسی نے ثقہ کہا ہے اور اس کی تعریف کی ہے، پس وہ حسن الحدیث ہے اور ایسے راوی کا روایت کو مرفوع کرنا مقبول ہے کیونکہ یہ زیادت اصل حدیث کے منافی نہیں۔

هذا مرسل . أخرجه الدار قطنى (١٢٥:١) ثم ذكره موصولا عن الشعبى عن الحارث عن على قال : قال رجل للنبى ﷺ : اَ قْرَأُ خَلْفَ الاِمَامِ اَوْ اُنْصِتُ ؟ قال : " بَلْ اَنْصِتْ ، فَاِنَّهُ يَكْفِيْكَ ". قال الدار قطنى : تفرد به غسان وهو ضعيف ، وقيس ومحمد بن سالم ضعيفان ، والمرسل الذى قبله أصح منه والله أعلم .

قلت : والإرسال لا يضر عندنا لا سيما والشعبى لا يرسل إلا صحيحا ، كما مر فى المقدمة ، وإذا تأيد بالموصول ولو ضعيفا فهو حجة عندهم أيضا ، كما سنذكره فى الحاشية.

١٠٦٧ – أخبرنى : موسى بن عقبة أن رسول الله ﷺ وأبا بكر وعمر وعثمان رضى الله عنهم كَانُوْا يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَائَةِ خَلْفَ الاِمَامِ .أخرجه عبد الرزاق فى مصنفه (عمدة القارى ٦٧:٣). هذا مرسل صحيح ، وموسى بن عقبة إمام فى المغازى ثقة ثبت كثير الحديث كذا فى التهذيب (٣٦١:١) عن ابن سعد ، وسماع عبد الرزاق عنه ممكن فإن موسى قد توفى سنة إحدى وأربعين ومائة وفيها أرخه جماعة ، وقال نوح بن حبيب : مات سنة اثنتين اه وعبد الرزاق مولده سنة ست وعشرين ومائة كذا فى التهذيب (٣١٤:٦).

١٠٦٦–شعبی (تابعی کبیر) سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ امام کے پیچھے قراءت نہیں ہے۔اس کو دار قطنی نے اسی طرح مرسلاً روایت کر کے پھر موصولاً روایت کیا ہے کہ شعبی حارث سے وہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں امام کے پیچھے قراءت کروں یا خاموش رہوں؟ حضرت ﷺ نے فرمایا: بلکہ خاموش رہو کیونکہ امام تم کو کافی ہو جائیگا، پھر موصول کو ضعیف بتلا کر کہا ہے کہ مرسل جو اس سے پہلے مذکور ہوا ہے زیادہ صحیح ہے اھ۔ میں کہتا ہوں کہ مرسل ہمارے یہاں حجت ہے خصوصاً جبکہ شعبی کا مرسل صحیح مانا گیا ہے اور جب مرسل کی تائید موصول سے ہو جائے گو موصول ضعیف ہی ہو پھر تو وہ بالاتفاق حجت ہے جیسا کہ مقدمہ میں بیان کیا گیا ہے۔

١٠٦٧–موسیٰ بن عقبہؒ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ، عمرؓ، اور عثمانؓ امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرماتے تھے۔اس کو عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ یہ مرسل صحیح ہے اور عبدالرزاق کا سماع موسیٰ بن عقبہ سے ممکن ہے۔

١٠٦٨ – عن : هشام بن حسان عن أنس بن سيرين سألت ابن عمر ﷺ أَقْرَأُ مَعَ الإِمَامِ ؟ قَالَ : إِنَّكَ لَضَخْمُ الْبَطْنِ ، يَكْفِيْكَ قِرَائَةُ الإِمَامِ . أخرجه عبد الرزاق فى مصنفه (الجوهر النقى ١:١٥٥).

قلت : سند صحيح رجاله من رجال الجماعة.

١٠٦٩ – أخبرنا : داود بن قيس عن زيد بن أسلم أن ابن عمر ﷺ كَانَ يَنْهىٰ عَنِ الْقِرَائَةِ خَلْفَ الإِمَامِ . أخرجه عبد الرزاق أيضا (الجوهر النقى ١:١٥٥).

قلت : سند صحيح وداود بن قيس الفراء من رجال مسلم ثقة . وهو يروى عن زيد بن أسلم كما فى التهذيب (١:١٩٨) والصحيح لمسلم (١:٢١١، ٢١٣).

١٠٧٠ – ثنا : أسامة عن القاسم بن محمد قال : كَانَ ابن عمر ﷺ لاَ يَقْرَأُ خَلْفَ الإِمَامِ جَهَرَ أَوْ لَمْ يَجْهَرْ ، وَكَانَ رِجَالٌ أَئِمَّةٌ يَقْرَأُوْنَ وَرَاءَ الإِمَامِ . أخرجه سفيان الثورى فى جامعه كذا فى كتاب القرائة للبيهقى (ص:١٤٦).

١٠٧١ – أخبرنا : أبو زكريا بن أبى إسحاق ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب ثنا بحر بن نصر قال : قُرِئَ عَلَى ابنِ وَهْبٍ حَدَّثَكَ يحيى بن عبد الله بن سالم العمرى

١٠٦٨– انس بن سیرینؒ سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا کہ کیا امام کے پیچھے قراءت کیا کروں؟ فرمایا کہ تو تو بڑے پیٹ کا آدمی معلوم ہوتا ہے (یعنی بے وقوف) تجھے امام کی قراءت کافی ہے۔ اس کو بھی عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے (جوہر نقی)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سند صحیح ہے جس کے راوی صحیحین کے راوی ہیں۔

١٠٦٩– زیدؓ بن اسلم سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرماتے تھے۔ اس کو بھی عبد الرزاق نے روایت کیا ہے (جوہر نقی)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سند بھی صحیح ہے۔

١٠٧٠– قاسم بن محمدؒ سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ امام کے پیچھے قراءت نہ کرتے تھے خواہ جہر کرتا یا نہ کرتا اور دوسرے مقتدا لوگ قراءت کرتے تھے۔ اس کو امام سفیان ثوری نے اپنے جامع میں روایت کیا ہے (جزو القراءۃ للبیہقی)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سند صحیح ہے۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: ان آثار سے ثابت ہوا کہ اجلہ صحابہ امام کے پیچھے قراءت نہ کرتے تھے اور اس سے منع فرماتے تھے۔

١٠٧١– یحییٰ بن عبداللہ بن سالم عمری اور یزید بن عیاض روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کیلئے کوئی امام

ويزيد بن عياض أن رسول الله ﷺ قال : " مَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَهُ إِمَامٌ فَأْتَمَّ بِهِ فَلَا يَقْرَأَنَّ مَعَهُ ، فَإِنَّ قِرَائَتَهُ لَهُ قِرَائَةٌ ". هذا مرسل ، أخرجه البيهقي في كتاب القرائة (ص:١٤٥) وقال : يحيى بن عبد الله فيه نظر ، ويزيد بن عياض قد جرحه كافة أهل العلم بالحديث اه.

قلت : يحيى من رجال مسلم وثقه النسائي ، وقال : مستقيم الحديث ، وقال الدار قطني : ثقة حدث بمصر اه كذا في التهذيب (٢:٢٤). وقد تابع يزيد بن عياض على هذا اللفظ مرسلا ، فلا يضره ضعف يزيد وجرحه ، فإن المرسل إذا تأيد بطريق أخرى مرسلة يتقوى . وبقية الرواة كلهم ثقات يدل عليه سكوت البيهقي عنهم مع كونه يتكلم في هذا الكتاب على إسناد كل حديث يخالف مذهبه ، والإرسال لا يضر عندنا ، لا سيما ولهذا المرسل طرق كثيرة إرسالا وإسنادا.

١٠٧٢– مالك : عن ابن شهاب عن ابن أكيمة الليثي عن أبي هريرة ﷺ أن رسول الله ﷺ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَائَةِ فَقَالَ : هَلْ قَرَأَ مَعِيَ مِنْكُمْ أَحَدٌ آنِفاً؟ فَقَالَ رَجُلٌ : نَعَمْ! أَنَا يا رَسُوْلَ الله قال : فقال: رسول الله ﷺ : إِنِّيْ أَقُوْلُ : مَالِيْ أُنَازَعُ الْقُرْآن . فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَائَةِ فِيْمَا جَهَرَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : بِالْقِرَائَةِ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَسولِ اللهِ ﷺ . رواه مالك في الموطا (ص:٢٩) ، والشافعي والأربعة ، وقال الترمذي

ہواور یہ اس کی اقتدا کرے تو اس کے ساتھ نہ پڑھے کیونکہ امام کی قراءت اس کے لئے بھی قراءت ہے۔ یہ مرسل ہے (کتاب القراءۃ للبیہقی) بیہقی فرماتے ہیں کہ یحیٰی بن عبداللہ میں نظر ہے اور یزید بن عیاض پر جمہور اہل حدیث نے جرح کی ہے اھ۔ میں کہتا ہوں کہ یحیٰی بن عبداللہ رجال مسلم سے ہیں ان کو نسائی اور دار قطنی نے ثقہ کہا ہے، پس یحیٰی کا مرسل تو صحیح ہے اور وہ یزید بن عیاض کی اس حدیث میں موافقت کرر ہے ہیں پس اس مرسل کو یزید کا ضعیف و مجروح ہونا کچھ مضر نہیں اور مرسل ہمارے یہاں حجت ہے خصوصا جبکہ اس کیلئے طرق کثیرہ موصولا ومرسلا موجود ہوں پھر تو بالاتفاق حجت ہے۔

۱۰۷۲- ابن اکیمہ لیثی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز سے فارغ ہو کر جس میں آپ نے جہر کیا تھا فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ اس وقت قراءت کی ہے؟ ایک شخص نے کہا ہاں یارسول اللہ! میں نے قراءت کی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی تو کہوں یہ کون قرآن کو مجھ سے چھین رہا ہے؟ پس جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی تو وہ اس نماز میں قراءت کرنے سے رک گئے جس میں حضور ﷺ جہر کے ساتھ قراءت کرتے تھے۔ اس کو امام مالک نے

حسن ، وصححه ابن حبان كذا في المرقاة (١: ٥٣٤). وابن أكيمة وثقه أبو حاتم ، ويحيى ابن سعيد وغيرهما ، وقال : يعقوب بن سفيان : هو من مشاهير التابعين اه كذا في التهذيب (٧: ٤١١).

١٠٧٣ – أخبرنا : داود بن قيس حدثنا عمر بن محمد بن زيد عن موسى بن سعد ابن زيد بن ثابت يحدثه عن جده أنه قال : مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الإِمَامِ فَلاَ صَلاَةَ لَهُ . أخرجه محمد في الموطا (ص: ١٠٠). وهو هكذا في بعض النسخ المصححة ، وفي النسخة المطبوعة : أخبرنا داود بن سعد بن قيس حدثنا عمرو بن محمد بن زيد إلخ ولكن البيهقي ساق الإسناد نقلا عن البخاري مثل سياق الأولى في كتاب القرائة (ص: ١٤٧) فهو الصحيح المعتمد . رجاله كلهم ثقات ، وموسى بن سعد ذكره ابن حبان في الثقات وذكر أنه روى عن زيد بن ثابت ، وكذا ذكر البخاري اه كذا في التهذيب (١٠: ٣٤٥).

مؤطا میں اور شافعیؒ نے (مسند میں) اور ائمہ اربعہ نے (سنن میں) روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے (مرقاۃ) میں کہتا ہوں کہ مالک کا موطا میں اس کو سند موصول سے روایت کرنا صحت کیلئے کافی ہے اور ابن اکیمہ لیثی کو ابو حاتم و یحییٰ بن سعید وغیرہما نے ثقہ کہا ہے اور یعقوب بن سفیان نے مشاہیر تابعین سے بتلایا ہے (تہذیب)۔

فائدہ: اس روایت سے چند امور مستفاد ہوئے (۱): جو لوگ امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے وہ رسول اللہ ﷺ کے امر سے نہ کرتے تھے نہ آپ ﷺ کو اس کا علم تھا ورنہ حضور ﷺ کو اس سوال کی ضرورت نہ ہوتی کہ کیا کسی نے میرے پیچھے اس وقت قراءت کی ہے؟، (۲): جمہور صحابہؓ امام کے پیچھے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں قراءت نہ کرتے تھے کیونکہ حضور ﷺ کے دریافت کرنے پر صرف ایک شخص نے جواب دیا کہ میں نے قراءت کی ہے، (۳): حضور ﷺ نے اس شخص کی قراءت پر انکار فرمایا جس سے سب لوگ جہری نماز میں امام کے پیچھے قراءت سے باز آگئے، (۴): ممکن ہے کہ سری نمازوں میں اس کے بعد بھی کچھ لوگ قراءت کرتے رہے ہوں پھر بعد میں حضور ﷺ نے اس بھی منع فرمایا جیسا کہ حدیث نمبر ۱۰۵۲ اور ۱۰۵۳ میں گذر چکا ہے کہ ایک شخص نے عصر کی نماز میں (یا ظہر میں) آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کی تھی حضور ﷺ نے اس پر بھی انکار کر کے فرمایا کہ امام کی قراءت مقتدی کو کافی ہے۔

۱۰۷۳– موسیٰ بن سعد اپنے دادا زید بن ثابتؓ (صحابی) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس کی نماز (درست) نہیں۔ اس کو امام محمد نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح نسخہ میں جس طرح ہے اسی طرح بیہقی نے کتاب القراءت میں امام بخاری سے نقل کر کے بیان کی ہے پس اعتماد اسی سند پر ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں

۱۰۷٤ – ثنا : الأحمر عن الأعمش عن إبراهيم قال : اَوَّلُ مَا اَحْدَثُوْا الْقِرَائَةُ خَلْفَ الاِمَامِ وَكَانُوْا لَا يَقْرَئُوْنَ . أخرجه عبد الرزاق فی مصنفه (الجوهر النقی ص:۱۷۵).

قلت : الأحمر هو أبو خالد ، والرواة كلهم من رجال الجماعة.

۱۰۷۵ – أخبرنا : إسرائيل بن يونس حدثنا منصور عن إبراهيم قال : اِنَّ اَوَّلَ مَنْ قَرَاَ خَلْفَ الاِمَامِ رَجُلٌ اتُّهِمَ . رواه محمد فی موطأه (ص:۹۸).

قلت : سند صحيح رجاله رجال الجماعة.

۱۰۷٦ – حدثنا : الفضل عن زهير عن الوليد بن قيس قال : سَاَلْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفْلَةَ اَقْرَاُ خَلْفَ الاِمَامِ فِی الظُّهْرِ ، وَالْعَصْرِ؟ قال : لَا! . أخرجه ابن أبی شيبة فی مصنفه .

قلت : إسناده صحيح ، والفضل هو ابن دكين ، وزهير هو ابن معاويه ، وسويد ابن غفلة مخضرم من كبار التابعين ، وقيل : هو صحابی . قال الذهبی فی طبقات الحفاظ : كان ثقة نبيلا كبير الشأن، وقيل : إنه رأى النبی ﷺ ، وصلى معه اه . ملخصا (التعليق الحسن ۱:۹۰).

۱۰۷۷ – حدثنا : هشيم عن أبی بشر عن سعيد بن جبير قال : سَاَلْتُهٗ عَنِ الْقِرَائَةِ

اور موسیٰ بن سعد کا زید بن ثابت سے روایت کرنا ابن حبان اور بخاری نے ذکر کیا ہے (تہذیب)۔

۱۰۷٤-اعمش ابراہیم (نخعی تابعیؒ) سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ لوگوں نے اول بدعت جو ایجاد کی ہے وہ امام کے پیچھے قراءت کرنا ہے اور سلف قراءت نہ کرتے تھے۔ اس کو عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے (جوہرنقی) میں کہتا ہوں اس کی سند شرط صحیحین کے موافق صحیح ہے۔

۱۰۷۵-منصور ابراہیم (نخعیؒ) سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے امام کے پیچھے سب سے پہلے قراءت کی ہے وہ ایسا آدمی تھا جو (دین میں) متہم تھا۔ اس کو امام محمد نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

۱۰۷٦-ولید بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے سوید بن غفلہ سے (جو تابعی کبیر ہیں اور بعض نے ان کو صحابی کہا ہے) دریافت کیا کہ کیا ظہر وعصر میں امام کے پیچھے قراءت کیا کروں؟ فرمایا نہیں۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے (التعلیق الحسن)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

۱۰۷۷-ابو بشر جعفر بن ایاس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر (تابعی جلیل) سے امام کے پیچھے قراءت کرنے کو

خَلفَ الاِمَامِ قال : لَيسَ خَلفَ الاِمَامِ قِرَائَةٌ. أخرجه ابن أبی شیبة فی المصنف . رواته کلهم ثقات من رجال الصحیحین احتج بهم الجماعة إلا أن هشیما کان مشهورا بالتدلیس . وأبو بشر هو جعفر بن أیاس اه (التعلیق الحسن ١:٩٠).

قلت : عده الحافظ فی الطبقة الثالثة التی اختلف المحدثون فی قبول تدلیسهم ، فمنهم من رده مطلقا ، ومنهم من قبله (طبقات المدلسین ص:١٦). وقد عرفت أن من اختلف فی قبول حدیثه فهو حسن الحدیث فی الدرجة الثانیة ، علی أن التدلیس والإرسال لا یضر ان عندنا إذا کان الراوی ثقة.

١٠٧٨– حدثنا : الثقفی عن أیوب عن محمد قال : لَا اَعلَمُ القِرَائَةَ خَلفَ الاِمَامِ مِنَ السُّنَّةِ . أخرجه ابن أبی شیبة فی المصنف .

قلت : إسناده صحیح ، وأیوب هو السختیانی ، ومحمد هو ابن سیرین (التعلیق الحسن ١:٩٠).

١٠٧٩– عن : الثوری عن الأعمش عن إبراهیم عن الأسود قال : وَدِدتُ اَنَّ الَّذِیٓ یَقرَأُ خَلفَ الاِمَامِ مُلِئَ فُوہُ تُرَاباً. أخرجه عبد الرزاق فی مصنفه . (الجوهر النقی ٢:١٥٧).

قلت : سند صحیح رجاله رجال الجماعة.

١٠٨٠– أخبرنا : أبو حنیفة قال : حدثنا حماد عن إبرهیم قال : مَا قَرَأَ علقمةُ بنُ قیسٍ

دریافت کیا تو فرمایا کہ امام کے پیچھے قراءت نہیں ہے۔ اس کو بھی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیحین کے راویوں میں سے ہیں (التعلیق الحسن)۔

١٠٧٨- ایوب (سختیانی) محمد (ابن سیرین تابعی جلیل) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں امام کے پیچھے قراءت کرنے کو سنت نہیں سمجھتا۔ اس کو بھی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (التعلیق الحسن)۔

١٠٧٩- ابراہیم (نخعی) اسود (تابعی جلیل) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے میں چاہتا ہوں کہ اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔ اس کو عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے (جوہرنقی)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند صحیح ہے جس کے راوی شیخین کے راوی ہیں۔

١٠٨٠- امام ابوحنیفہ حماد سے وہ ابراہیم (نخعیؒ) سے روایت کرتے ہیں کہ علقمہ بن قیس (تابعی جلیل) نے امام کے پیچھے بھی

قَطُّ فِيمَا يُجْهَرُ فِيهِ ، وَلاَ فِيمَا لاَ يُجْهَرُ فِيهِ ، وَلاَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الأُخْرَيَيْنِ أُمَّ الْقُرآنِ وَلاَ غَيْرَهَا خَلْفَ الإِمَامِ . أخرجه الإمام محمد بن الحسن في كتاب الآثار (ص: ٢٠).

قلت : إسناده صحيح ، وأخرجه الخوارزمي في جامع مسانيد الإمام (١: ٣١) بهذا السند ، وزاد : ولا أصحاب عبد الله جميعا ، وعزاه إلى مسند ابن خسرو ، وإلى الآثار لمحمد.

قراءت نہیں کی، نہ جہری نماز میں نہ سری نماز میں نہ پچھلی رکعتوں میں (نہ پہلی رکعتوں میں) نہ سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور نہ کچھ اور۔ اس کو امام محمدؒ بن الحسن نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور اسی سند سے اس کو جامع مسانید ابی حنیفہ میں ذکر کیا ہے اس کے متن میں اتنا اور زیادہ ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے اور تمام اصحاب بھی (قراءت امام کے پیچھے نہ کرتے تھے)۔

__فائدہ__: یہ حضرات اجلہ تابعین ہیں جنکی امامت پر علماء امت کا اتفاق ہے ان آثار سے معلوم ہوگیا کہ یہ حضرات امام کے پیچھے قراءت نہ کرتے تھے بلکہ اس سے منع کرتے تھے اور بعض اس کو بدعت اور بعض اس کو خلاف سنت کہتے تھے، کیا اب بھی کسی شخص کا یہ منہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ پر زبان درازی کرے جبکہ قرآن سے احادیث مرفوعہ سے اقوال صحابہ واقوال تابعین سے ان کے قول کی پوری تائید ہورہی ہے اور جن احادیث سے خصم نے استدلال کیا ہے ان سب کا جواب حاشیہ عربی میں مفصل دیا گیا ہے اور بتلادیا گیا ہے کہ وہ احادیث ان احادیث کے معارض نہیں، ان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ قراءت ضروری ہے، یہ نہیں معلوم ہوتا کہ امام کے پیچھے بھی ضروری ہے، پس وہ امام ومنفرد کے حق میں ہیں اور ان کے لئے قراءت فاتحہ ہمارے نزدیک بھی ضروری ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے فرمان "لاصلوة لمن لم يقرء بفاتحة الكتاب" کا معنی یہ ہے کہ جب نمازی اکیلا ہو اور پھر حضرت جابرؓ کی حدیث بطور دلیل کے پیش کی ہے اور فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کے ایک صحابی (حضرت جابرؓ) بھی یہی تاویل کرتے ہیں (ترمذی ج:۱، ص:۴۲)، اور جن احادیث میں امام کے پیچھے قراءت فاتحہ کا حکم ہے وہ ضعیف ہیں جیسا کہ حاشیہ عربی میں ثابت کیا گیا ہے، ہاں بعض صحابہ سے امام کے پیچھے قراءت ثابت ہے مگر ان کے خلاف دوسرے صحابہ سے ممانعت اور نفی بھی ثابت ہے جیسا کہ ہم نے اس جگہ مفصل بیان کردیا ہے، پس اختلاف کی صورت میں ان صحابہ کا قول راجح ہوگا جو آیت قرآن " اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا " اور احادیث صحیحہ " اذا قرأ فانصتوا ومن كان له امام فقراءة الامام له قراءة " کے موافق ہو اور جن صحابہ کا قول اس کے خلاف ہو اس میں تاویل کرنا ضروری ہے تاکہ ان کا فعل نص قرآنی اور احادیث صحیحہ مرفوعہ کے خلاف نہ ہو اور وہ تاویل یہ ہے کہ یہ امام اور منفرد کے بارے میں ہے، یا اگر اس حکم کو عام رکھا جائے یعنی مقتدی کو بھی شامل کیا جائے تب بھی درست ہے کیونکہ مقتدی حکماً قاری ہے، کیونکہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔

باب استحباب سورة فی رکعة وجواز سورتین فصاعدا فیها وجواز بعض السورة فی کل رکعة واستحباب قرائة کلها فیها

۱۰۸۱– عن: أبی العالیة قال: أخبرنی من سمع رسول الله ﷺ یقول: لِکُلِّ سُوْرَةٍ حَظُّهَا مِنَ الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ قال: ثُمَّ لَقِیْتُهُ بَعْدُ فقلت: اِنَّ ابنَ عمرَ کَانَ یَقْرَأُ فِی الرَّکْعَةِ بِالسُّوَرِ، فَهَلْ تَعْرِفُ مَنْ حَدَّثَكَ بِهٰذَا الحَدِیْثِ؟ قال: اِنِّیْ لَا اَعْرِفُهُ وَاَعْرِفُ مُنْذُ کَمْ حَدَّثَنِیْهِ حَدَّثَنِیْ مُنْذُ خَمْسِیْنَ سَنَةً. رواہ أحمد، ورجاله رجال الصحیح. (مجمع الزوائد ۱:۱۸۷). وقال العزیزی (۳:۱۵۹) بعد ذکر المرفوع منه: بإسناد صحیح اھ. وأخرجه الطحاوی بسند رجاله ثقات عن أبی العالیة قال: أخبرنی من سمع النبی ﷺ یقول: لکل سورة رکعة اھ (معانی الآثار ۱:۲۰٤).

۱۰۸۲– عن: نافع قال: رُبَمَا اَمَّنَا ابنُ عمرَ رحمه الله بِالسُّوْرَتَیْنِ، وَالثَّلَاثِ فِی الْفَرِیْضَةِ. رواہ أحمد، ورجاله رجال الصحیح. (مجمع الزوائد ۱:۱۸۷).

باب اس بیان میں کہ ایک رکعت میں ایک سورت پوری پڑھنا مستحب ہے اور دو اور زائد کا پڑھنا جائز ہے اور سورت کا کوئی حصہ بھی ایک رکعت میں پڑھنا جائز ہے اور ساری سورت کا ایک رکعت میں پڑھنا مستحب ہے

۱۰۸۱–ابوالعالیہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے کہ رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ہر سورت کیلئے اس کا حصہ ہے رکوع اور سجود سے، ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں پھر اس راوی کو ملا اور میں نے کہا کہ ابن عمرؓ تو ایک رکعت میں کئی سورتیں پڑھتے تھے، کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ ﷺ سے یہ حدیث کس نے بیان کی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں اسے نہیں جانتا لیکن یہ جانتا ہوں کہ اس نے کب یہ حدیث بیان کی تھی، اس نے مجھے یہ حدیث پچاس سال پہلے بیان کی تھی۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں (مجمع الزوائد) اور عزیزی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور طحاویؒ نے ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ ابوالعالیہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر سورت کیلئے ایک رکعت ہے۔

فائدہ: یہ مطلب نہیں کہ رکوع اور سجدہ میں سورت پڑھی جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر سورت پر رکوع وسجدہ کیا جائے اور یہ جبھی ہوگا جبکہ ہر رکعت میں پوری سورت پڑھی جائے۔

۱۰۸۲–نافع سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ کبھی ابن عمرؓ ہماری امامت کرتے تھے دو سورتوں سے اور تین سورتوں سے

١٠٨٣- عن : عبد الله بن شقيق قال : سَأَلْتُ عائشة رضى الله عنها أ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ السُّوَرِ ؟ قالت : نَعَمْ مِنَ الْمُفَصَّلِ . رواه أبو داود وصححه ابن خزيمة (فتح البارى ٢:٢١٥).

١٠٨٤- عن : أبى بكرن الصديق ﷺ اَنَّهُ اَمَّ الصَّحَابَةَ رضى الله عنهم فِىْ صَلاَةِ الصُّبحِ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَقَرَأَهَا فِى الرَّكْعَتَيْنِ . رواه عبد الرزاق بإسناد صحيح. (فتح البارى ٢:٢١٣) قال الحافظ : وهذا اجماع منهم اه . وقد تقدم فى باب القرائة فى الحضر اَنَّهُ ﷺ قَرَأَ الاَعْرَافَ فِى الْمَغْرِبِ فَرَّقَهَا فِى الرَّكْعَتَيْنِ . وإسناده صحيح.

١٠٨٥- عن : ثابت عن أنس بن مالك ﷺ كان رجل من الأنصار يَؤُمُّهُمْ فِىْ

فرض (نماز) میں۔اس کوامام احمد نے روایت کیا ہے اوراس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہے (مجمع الزوائد)۔

فائدہ:اس سے ایک رکعت میں دو یا زائد سورتوں کے پڑھنے کا جواز معلوم ہوا مگر فرض میں ایسا کرنا بہتر نہیں گو جائز ہے اور عبداللہ بن عمرؓ نے بیانِ جواز ہی کیلئے ایسا کیا ہوگا۔

۱۰۸۳-عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ (ایک رکعت میں) سورتوں کے درمیان جمع فرماتے تھے؟، انہوں نے جواب دیا ہاں، مفصل (سورتوں) میں سے یعنی مفصل سورتوں میں سے ایک رکعت میں کئی کئی سورتیں نماز میں پڑھ لیتے تھے۔اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے تصحیح کی ہے (فتح الباری)۔

فائدہ: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مفصل سورتیں سورت قؔ سے آخر قرآن تک ہیں اور ان کی تین قسمیں ہیں۔

۱۰۸۴-حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے صحابہؓ کی امامت کی صبح کی نماز میں سورۂ بقرہ سے اور اس کو دو رکعتوں میں پڑھا۔اس کو عبدالرزاق نے بسند صحیح روایت کیا ہے (فتح الباری) اور حضور ﷺ کا مغرب کی نماز میں سورۂ اعراف دو رکعتوں میں پڑھنا قراءت حضر کے باب میں گذر چکا ہے۔

فائدہ: پہلی حدیث استحباب پر محمول ہے، پس اس سے باب کا پہلا اور چوتھا جزو ثابت ہوگیا یعنی ایک رکعت میں ایک سورت پڑھنا اور ایک رکعت میں پوری سورت پڑھنا ثابت ہوا، اور دوسری اور تیسری حدیث جواز پر محمول ہے، سو اس سے باب کا دوسرا جزو ثابت ہوا یعنی ایک رکعت میں دو یا زائد سورتیں پڑھنا ثابت ہوا، اور چوتھی حدیث بھی جواز پر محمول ہے جو باب کا تیسرا جزو ہے یعنی ایک رکعت میں سورۃ کا ایک حصہ پڑھنا، غرض باب کے تمام اجزاء ثابت ہوگئے۔

۱۰۸۵-ثابت (بنانی) حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص انصار میں سے مسجد قباء والوں کی

مَسجِدِ قُباءَ ، فَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُورَةً يَقرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلاَةِ مِمَّا يَقرَأُ بِهِ افْتَتَحَ "بِقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ" حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا ، ثُمَّ يَقرَأُ بِسُورَةٍ أُخرَى مَعَهَا ، وَكَانَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ ، فَكَلَّمَهُ أَصْحَابُهُ ، وَقَالُوا : إِنَّكَ تَفْتَتِحُ بِهٰذِهِ السُّورَةِ ثُمَّ لاَ تَرَى أَنَّهَا تُجزِئُكَ حَتَّى تَقرَأَ بِالأُخرَى ، فَإِمَّا أَنْ تَقرَأَ بِهَا ، وَإِمَّا أَنْ تَدَعَهَا وَتَقرَأَ بِأُخرَى (إِلَى أَنْ قال) فَلَمَّا أَتَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَخبَرُوهُ الْخَبَرَ فَقَالَ : يا فلانُ! مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ ؟وَمَا يَحْمِلُكَ عَلَى لُزُومِ هذِهِ السُّورَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ؟ فقال : إِنِّي أُحِبُّهَا ، فَقَالَ : حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ . علقه البخارى فى صحيحه ، ووصله الترمذى والبزار ، وقال الترمذى : حديث حسن صحيح غريب اه (فتح البارى ٢:٢١٣).

١٠٨٦ — حدثنا أبو بكرة قال : ثنا أبو داود قال : ثنا شعبة عن يعلى بن عطاء قال : سمعت ابن لبيبة قال : قال رجل لابن عمر : إِنِّي قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ فِي رَكْعَةٍ ، أَوْ قال : فِي لَيْلَةٍ فَقَالَ ابن عمر : إِنَّ اللهَ لَوْ شَاءَ لَأَنزَلَهُ جُمْلَةً وَاحِدَةً وَلٰكِنْ فَصَّلَهُ لِتُعْطَى كُلُّ سُورَةٍ

امامت کرتا تھا، جب وہ کوئی سورت قراءت کیلئے شروع کرتا تو اس سے پہلے قل ہو اللہ احد پڑھتا اور اس کو ختم کر کے دوسری سورت پڑھا کرتا، ہر رکعت میں یوں ہی کیا کرتا تھا، اس کے مقتدیوں نے اس میں کلام کیا اور کہا تم قل ہو اللہ احد ہی سے قراءت شروع کرتے ہو پھر اس کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ اس کے بعد دوسری سورت پڑھتے ہو، پس یا تو اسی کو پڑھا کرو یا اس کو چھوڑ کر دوسری سورت پڑھا کرو (دونوں کو جمع نہ کیا کرو) پھر جب رسول اللہ ﷺ ان کے یہاں تشریف لائے تو لوگوں نے آپ ﷺ سے یہ قصہ بیان کیا، حضور ﷺ نے فرمایا اے شخص تجھ کو اپنے ساتھیوں کے قول پر عمل کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ اور ہر رکعت میں اس سورت پر تیرے التزام کرنے کا کیا سبب ہے؟ کہا "مجھے اس سورت سے محبت ہے" فرمایا اس سورت کے ساتھ تیری محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا۔ اس کو بخاری نے صحیح میں تعلیقاً روایت کیا ہے اور ترمذی اور بزار نے موصولاً روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے (فتح الباری)۔

فائدہ: اس سے صراحۃً ایک رکعت میں دو سورتوں کے جمع کرنے کا جواز معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ طریقہ سنت نبویہ کے خلاف تھا اور حضور ﷺ کے معمولِ دائم کے موافق نہ تھا ورنہ صحابہ اس شخص کے فعل پر انکار نہ کرتے اور نہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کے انکار کو تسلیم کر کے اس شخص سے تکرارِ سورت کی وجہ پوچھتے۔

١٠٨٦-ابن لبیبہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابن عمرؓ سے کہا کہ میں نے مفصل (تمام) ایک رکعت میں یا ایک رات

حَظَّهَا مِنَ الرُّكُوعِ ، وَالسُّجُودِ . أخرجه الطحاوى (١:٢٠٤) ، ورجاله ثقات إلا ابن لبيبة فقد اختلف فيه وهو كثير الإرسال ، وذكره ابن حبان فى الثقات كذا فى التهذيب (٩:٣٠١). وقال الحافظ فى الفتح (٢:٢١٢) : قال ابن عمر : لكل سورة حظها من الركوع والسجود ، فهو صحيح أو حسن على قاعدته.

١٠٨٧ - عن : ابن مسعود ﷺ : لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِى كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ ، فَذَكَرَ عِشْرِيْنَ سُوْرَةً مِنَ الْمُفَصَّلِ سُوْرَتَيْنِ فِىْ كُلِّ رَكْعَةٍ . أخرجه البخارى (١:١٠٧).

١٠٨٨ - عن : سعيد بن المسيب أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَرَّ بِبِلَالٍ وَهُوَ يَقْرَأُ مِنْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ وَمِنْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ فقال : يا بِلَالُ ! مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تَقْرَأُ مِنْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ وَمِنْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ ، فَقَالَ : اَخْلَطْتُ الطَّيِّبَ بِالطَّيِّبِ ، فَقَالَ : اقْرَءِ السُّوْرَةَ عَلٰى وَجْهِهَا اَوْ قال :

میں پڑھا ہے، ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہتے تو سارا قرآن ایک دفعہ ہی نازل کردیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو فصل کے ساتھ اسی لئے نازل کیا ہے تاکہ ہر سورت کو رکوع و سجود سے حصہ دیا جائے۔ اس کو امام طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں بجز ابن لبیبہ کے کہ وہ مختلف فیہ اور کثیر الارسال ہیں اور ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے (تہذیب) اور حافظ نے فتح الباری میں اس اثر کو مختصراً بیان کیا ہے، پس ان کے قاعدہ پر یہ صحیح ہے یا حسن۔

فائدہ: اس سے نوافل کی ایک رکعت میں بھی چند سورتوں کا جمع کرنا مکروہ معلوم ہوتا ہے مگر مراد یہ ہے کہ حد سے زیادہ سورتوں کا ایک رکعت میں جمع کرنا اچھا نہیں کیونکہ عموماً اس طرح تدبر کے ساتھ قراءت نہ ہوگی، باقی دو تین سورتوں کے جمع کرنے کا مضائقہ نہیں جیسا کہ اگلی روایت سے معلوم ہوگا۔

١٠٨٧- ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں ان سورتوں کو جو (معانی میں) ایک دوسرے کے مشابہ ہیں جانتا ہوں جن کو رسول اللہ ﷺ جمع کرکے پڑھا کرتے تھے، پھر بیس سورتیں مفصل کی گنوائیں کہ ہر رکعت میں دو دو سورتیں حضور ﷺ پڑھا کرتے تھے۔ اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یہ واقعہ تہجد کا ہے جیسا کہ دوسرے طرق سے معلوم ہوتا ہے اور نفل میں ایسا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

١٠٨٨- سعید بن مسیب (تابعی جلیل) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بلالؓ پر گذرے اور وہ (نماز تہجد میں) کچھ حصہ ایک سورت کا پڑھ رہے تھے اور کچھ حصہ دوسری سورت کا تو حضور ﷺ نے (صبح کو) ان سے فرمایا کہ اے بلال! (رات کو) میرا تم پر

عَلٰی نَحْوِهَا . أخرجه أبو عبيد (وهو) مرسل صحيح . كذا فى الإتقان (١٤:١).

وفيه أيضا : وهو عند أبى داود موصول عن أبى هريرة بدون آخره اه . وقد صحح العراقى إسناد الموصول فى تخريج الإحياء (١٥٨:١). فقال : بإسناد صحيح اه.

قال فى الإتقان : وأخرجه أبو عبيد من وجه آخر عن عمر مولى عفرة أن النبى ﷺ قال لبلال : إذا قرأت السورة فأنفذها اه.

١٠٨٩ – حدثنا : معاذ عن ابن عوف قال : سَأَلْتُ ابْنَ سيرينَ عَنِ الرَّجُلِ يَقْرَأُ مِنَ السُّوْرَةِ آيَتَيْنِ ثُمَّ يَدَعُهَا وَيَأْخُذُ فِىْ غَيْرِهَا ، قال : لِيَتَّقِ اَحَدُكُمْ اَنْ يَأْثِمَ اِثْماً كَبِيْراً مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُ اه. أخرجه أبو عبيد ، كذا فى الاتقان (١١٥:١).

قلت : سند صحيح ، وابن عوف تصحيف ، وانما هو ابن عون بالنون من ثقات أصحاب ابن سيرين ، كذا فى مقدمة الصحيح لمسلم (٤:١).

گذر ہوا تو تم کچھ ایک سورت سے پڑھ رہے تھے اور کچھ دوسری سورت سے، بلالؓ نے عرض کیا (یارسول اللہ!) میں پاکیزہ کلام کو پاکیزہ سے ملا رہا تھا حضور ﷺ نے فرمایا کہ سورت کو اس کے طریقہ پر پڑھا کرو، بیچ میں سے (چھوڑ چھوڑ کر نہ پڑھا کرو)۔ اس کو ابوعبید نے روایت کیا ہے اور یہ مرسل صحیح ہے اور ابوعبید نے دوسرے طریق سے بھی اس کو روایت کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے بلالؓ سے فرمایا کہ جب تم ایک سورت کی قراءت (شروع) کرو تو اس کو ختم کر لیا کرو۔ اور اس اثر کو ابوداؤد نے ابوہریرہؓ سے موصولاً روایت کیا ہے مگر اس میں اخیر کا جز نہیں (اتقان)۔ میں کہتا ہوں کہ عراقی نے تخریج احیاء میں موصول کی سند کو صحیح کہا ہے۔

۱۰۸۹–ابن عون سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جو ایک سورت کی دو آیتیں پڑھ کر چھوڑ دے اور دوسری سورت سے پڑھنے لگے تو فرمایا کہ ہر شخص کو اس سے ڈرنا چاہیئے کہ کبھی وہ کسی بڑے گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے اور اسے خبر بھی نہ ہو۔ اس کو ابوعبید نے روایت کیا ہے (اتقان) میں کہتا ہوں اسکی سند صحیح ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس سے معلوم ہوا کہ ایک سورت کی کچھ آیتیں پڑھ کر ان کے ساتھ دوسری سورت کی آیتیں ملا دینا ایک رکعت میں مکروہ ہے اور یہی محمل ہے حضرت بلالؓ کے فعل کا جس پر حضور ﷺ نے انکار فرمایا گو نماز اس طرح بھی درست ہو جاتی ہے جیسا کہ ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے اخیر میں فرمایا کلکم قد اصاب تم سب نے ٹھیک کیا اور ایک سورت کی آیتیں بھی اسی طرح درمیان میں کچھ آیتیں چھوڑ چھوڑ کر ایک رکعت میں پڑھنا مکروہ ہے خواہ نفل ہو یا فرض اور دو رکعتوں میں ایسا کرنا جائز ہے جیسا کہ اگلی روایات سے معلوم ہو گا گو فرضوں میں خلاف اولیٰ ہے بوجہ حدیث نمبر ۱۰۸۱، ۱۰۸۲ کے اور نوافل میں

۱۰۹۰– عن : أبی رافع قال : کان عمر ﷺ يَقْرَأُ فِی الصُّبحِ بِمِائَةٍ مِنَ الْبَقَرَةِ . وَيَتْبَعُهَا بِسُوْرَةٍ مِنَ الْمَثَانِیْ اھ . وصله ابن أبی شیبة ، وذکره البخاری تعلیقا (فتح الباری ۲۱۲:۲).

۱۰۹۱– عن عبد الرحمن بن یزید النخعی قال : قَرَأَ ابنُ مسعودٍ ﷺ بِأَرْبَعِيْنَ آيَةً مِنَ الأَنْفَالِ : وَفِی الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ . وصله عبد الرزاق ، وذکره البخاری تعلیقا ، وأخرجه هو وسعید بن منصور من وجه آخر بلفظ : فافتتح الأنفال حتی بلغ " ونعم النصیر" . انتهی. وهذا الموضع هو رأس أربعین آیة ، فالروایتان متوافقتان (فتح الباری ۲۱۲:۲).

۱۰۹۲– عن : الحسن البصری قال : غَزَوْنَا خرَاسَانَ وَمَعَنَا ثَلٰثُ مِائَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ فَكَانَ الرَّجُلُ مِنْهُمْ يُصَلِّیْ بِنَا ، فَيَقْرَأُ الآيَاتِ مِنَ السُّوْرَةِ ثُمَّ يَرْكَعُ . أخرجه ابن حزم محتجا به (فتح الباری ۲۱۲:۲) فهو صحیح او حسن .

خلاف اولیٰ بھی نہیں۔

۱۰۹۰-ابورافع سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ صبح کی نماز میں سورۃ بقرہ کی سو آیتیں پڑھتے اور اسکے بعد (دوسری رکعت میں) مثانی کی کوئی سورت پڑھتے۔اسکو ابن ابی شیبہ نے موصولاً اور بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے (فتح الباری)۔

فائدہ: مثانی وہ سورتیں ہیں جن کی ایات سو (۱۰۰) سے کم ہیں اور مفصل کے علاوہ ہیں۔

۱۰۹۱-عبدالرحمٰن بن یزید نخعی سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے (ایک رکعت میں) سورۃ انفال کی چالیس آیتیں پڑھیں (ایک روایت میں ہے کہ ونعم النصیر تک پڑھا اور چالیس آیات کا یہی موقعہ ہے) اور دوسری رکعت میں مفصل کی ایک سورت پڑھی۔اس کو عبدالرزاق اور سعید بن منصور نے موصولاً اور بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے (فتح الباری)۔

۱۰۹۲-حسن بصریؒ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے خراسان پر جہاد کیا اور ہمارے ساتھ تین سو صحابہ تھے ان میں سے کوئی صاحب ہم کو نماز پڑھاتے تو ایک سورت کی چند آیات پڑھ کر رکوع کردیتے تھے۔اس کو ابن حزم نے احتجاجاً روایت کیا ہے (فتح الباری)۔پس یہ اثر صحیح ہے یا حسن۔

فائدہ: ان آثار سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت میں ایک سورت کی کچھ آیتیں اور دوسری رکعت میں دوسری سورت یا اسی کی کچھ آیتیں پڑھنا جائز ہے مگر فرضوں میں اس کا عادی ہونا نہیں چاہیے کہ خلاف سنت ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

باب كراهة قرائة القرآن منكوسا فى الصلاة وغيرها، وكراهة تكرار سورة فى الركعتين من الفرض وجوازه فى النوافل

١٠٩٣ – عن: ابن مسعود ﷺ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ يَقْرَأُ الْقُرآنَ مَنْكُوساً قال: ذَاكَ مَنْكُوسُ الْقَلْبِ. أخرجه الطبرانى بسند جيد، كذا فى الإتقان (١:١١٤).

١٠٩٤ – عن: حذيفة ﷺ قال: صَلَّيتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيلَةٍ، فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ، فَقُلْتُ: يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ثُمَّ مَضَى، فقلتُ: يُصَلِّيْ بِهَا فِيْ رَكْعَةٍ، فَمَضَى، فقلتُ: يَرْكَعُ بِهَا فَمَضَى ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا مُتَرَسِّلاً. الحديث.

باب اس بیان میں کہ نماز وغیرہ میں قرآن کا الٹا پڑھنا اور فرض کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت پڑھنا مکروہ ہے اور نوافل میں جائز ہے

فائدہ: قرآن کی موجودہ ترتیب توقیفی ہے اور حضور ﷺ کے زمانے سے ہی یہی ترتیب تھی اور اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ موجودہ ترتیب حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی تو پھر بھی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس ترتیب پر صحابہ کا اجماع ہوا ہے اور ہمیں اجماع اور خلفاءِ راشدینؓ کی سنت پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اجماع ہو جانے کے بعد اس ترتیب کی نماز میں مخالفت مکروہ ہے۔

۱۰۹۳- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ان سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو قرآن کو الٹا پڑھتا ہے فرمایا اس شخص کا دل الٹا ہوا ہے۔ اس کو طبرانی نے سند جید سے روایت کیا ہے (اتقان)۔

فائدہ: اس حدیث کا مطلب بعض ائمہ نے یہ بیان کیا ہے کہ قرآن کی آیتوں کو الٹنا اور اخیر سورت سے اول سورت کی طرف کو پڑھنا مکروہ ہے۔ سورتوں کا الٹا پڑھنا مراد نہیں لیکن حنفیہ نے عموم لفظ کی وجہ سے اسکو دونوں صورتوں کے لئے عام رکھا ہے ان کے نزدیک سورتوں میں بھی یہ صورت مکروہ ہے کہ پہلی رکعت میں پچھلی سورت پڑھے اور دوسری میں اگلی اور نماز کے علاوہ بھی ایسا کرنا مکروہ ہے اور بچوں کے لئے پارہ عم وغیرہ کی ترتیب کا بدلنا ضرورت تعلیم کی وجہ سے ہے۔

۱۰۹۴- حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی آپ ﷺ نے سورۃ بقرہ شروع کی میں نے (دل میں) کہا کہ سو آیتیں پڑھ کر رکوع کریں گے مگر آپ ﷺ اس سے بھی آگے بڑھ گئے تو میں نے (دل میں) کہا کہ اس کو ایک رکعت میں پوری کریں گے تو آپ ﷺ آگے بڑھ گئے میں نے کہا اب رکوع کریں گے، آپ ﷺ پھر آگے بڑھ گئے اور سورۃ نساء شروع کی پھر اس کو پورا پڑھا پھر سورۃ آل عمران شروع کی اور اس کو بھی اطمینان سے پڑھا الی آخر الحدیث۔

رواه أحمد ومسلم ، والنسائی کذا فی النیل (۲:۲۱۲).

۱۰۹۵ – وقرأ : الأحنف بالکهف فی الأولی وفی الثانیة بیوسف أو یونس ، وذکر أنه صَلّٰی مَعَ عمر الصُّبحَ بِہِمَا . علقه البخاری ، ووصله جعفر الفریابی فی کتاب الصلاة له من طریق عبد الله بن شقیق قال : صلی بنا الأحنف فذکره ، وقال فی الثانیة بیونس ، ولم یشك . قال : وزعم أنه صلی خلف عمر کذلك ، و من هذا الوجه أخرجه أبو نعیم فی المستخرج اه . کذا فی فتح الباری (۲:۲۱۲).

۱۰۹۶ – عن : رجل من جهینة أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ یَقْرَأُ فِی الصُّبحِ " اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ " فِی الرَّکْعَتَیْنِ کِلْتَیْهِمَا ، قال : فَلَاَ اَدْرِیْ اَ نَسِیَ رسول الله ﷺ اَمْ قَرَاَ ذٰلِكَ عَمَداً. رواه أبو داود ، و سکت عنه هو ، والمنذری ، ولیس فی إسناده مطعن ، بل رجاله رجال الصحیح. (نیل ۲:۲۳).

اس کو امام احمد، امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار)۔

فائدہ: اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کا سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنا ثابت ہے، مگر یہ واقعہ نماز تہجد کا ہے اور نفل میں ایک قول حنفیہ کا یہ ہے کہ سورتوں کی ترتیب کا الٹنا جائز ہے اور جن لوگوں نے نفل میں بھی اسکو مکروہ کہا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فعل قرآن کے مرتب ہونے سے پہلے کا ہے، اس وقت رعایت ترتیب سورتوں میں لازم نہ تھی اور اب جبکہ قرآن کی سورتیں مرتب ہو گئیں اور اس پر اجماع ہوگیا ہے ترتیب کے خلاف الٹا پڑھنا مکروہ ہے اور یہی جواب ہے بعض اگلی حدیثوں کا جن سے نماز میں ترتیب کی مخالفت مفہوم ہوتی ہے۔

۱۰۹۵- حضرت احنف بن قیس (تابعی جلیل) نے پہلی رکعت میں سورۃ کہف پڑھی اور دوسری میں سورۃ یوسف یا سورۃ یونس پڑھی اور بیان کیا کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ انھوں نے صبح کی نماز ان دو سورتوں کے ساتھ (اسی طرح) پڑھی تھی۔ اس کو امام بخاری نے تعلیقاً اور جعفر فریابی نے اور ابو نعیم نے مستخرج میں موصولاً روایت کیا ہے (فتح الباری)۔

فائدہ: یہ الٹی ترتیب حضرت عمرؓ سے بھول کر ہوئی یا ابھی انہیں ترتیب کا علم نہیں ہوا تھا۔

۱۰۹۶- قبیلہ جہینہ کے ایک شخص سے (جو صحابی ہیں) روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو صبح کی نماز میں دونوں رکعتوں میں اذا زلزلت الارض پڑھتے سنا ہے، صحابی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ بھول گئے تھے یا آپ ﷺ نے عمداً ایسا کیا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے، اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (نیل)۔

قلت : وجهالة الصحابی لا تضر عند الجمهور ، وهو الحق كما صرح به فی النيل أيضا.

١٠٩٧ – عن : أبی سعيد الخدری ﷺ أخبرنی أخی قتادة بن النعمان اَنَّ رَجُلاً قَامَ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ ﷺ يَقْرَأُ مِنَ السَّحرِ " قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ " لَا يَزِيْدُ عَلَيْهَا ، فَلَمَّا اَصْبَحْنَا اَتَی الرَّجُلُ النَّبِیَّ ﷺ نَحْوَهٗ . أخرجه البخاری .

قال : فی الفتح (٥٤:٩) : يعنی نحو الحديث الذی قبله ، ولفظه عند الأسماعيلی : فقال : يا رسول الله ! اِنَّ فلاناً قَامَ اللَّيْلَةَ يَقْرَأُ مِنَ السحرِ " قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ " فَسَاقَ السُّوْرَةَ يُرَدِّدُهَا لَا يَزِيْدُ عَلَيْهَا ، وَكَاَنَّ الرَّجُلَ يَتَقَالُّهَا ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : " اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ " اه .وفيه أيضا (٥٣:٩) وقد أخرج الدارقطنی هذا الحديث بلفظ : اِنَّ لِیْ جَاراً يَقُوْمُ بِاللَّيْلِ ، فَمَا يَقْرَأُ اِلَّا بِ " قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ " اه . وهو صحيح أو حسن علی قاعدته.

میں کہتا ہوں کہ صحابی کا مجہول یعنی غیر معروف ہونا اتفاقاً مضر نہیں۔

فائدہ: صحابی کا یہ کہنا کہ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ بھول گئے تھے یا آپ ﷺ نے عمداً ایسا کیا الخ بتلاتا ہے کہ فرائض میں آپ ﷺ کبھی ایسا نہ کرتے تھے اسی لئے حنفیہ فرض میں اس فعل کو مکروہ کہتے ہیں مگر جب آپ ﷺ سے ایسا ثابت ہے گونسا ہی ہو تو اس سے جواز پر دلالت ہوگئی اور چونکہ آپ ﷺ سے بطور تشریع کے بیان جواز کے واسطے یہ فعل صادر ہوا اسلئے آپ ﷺ کے حق میں کراہت منتفی ہے۔

۱۰۹۷- ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے بھائی قتادۃ بن النعمان نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص آخر شب میں قل ہو اللہ احد ہی پڑھتا رہا اس سے زیادہ کچھ نہیں پڑھا (یعنی فاتحہ کے بعد) جب صبح ہوگئی تو وہ شخص حضور ﷺ کے پاس آیا (بقیہ حدیث اوپر کی حدیث کی مثل ہے جو بخاری میں اس سے پہلے مذکور ہے)۔ اس کو امام بخاری نے روایت کیا اور باقی حصہ کے الفاظ مستخرج اسماعیلی میں یہ ہیں کہ اس نے کہا یا رسول اللہ فلاں شخص (یعنی خود میں) آج کی رات اخیر شب میں قل ہو اللہ احد ہی پڑھتا رہا یعنی پوری سورت اسی کو بار بار دہراتا رہا اس سے زیادہ نہیں پڑھا اور شاید یہ شخص اس کو عمل قلیل سمجھتا تھا (کہ میں نے بہت کم کام کیا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے اور دار قطنی کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابی نے یوں کہا کہ (یا رسول اللہ) میرا ایک پڑوسی ہے جو رات کو اٹھ کر (نماز میں) سورۃ قل ہو اللہ احد ہی پڑھتا رہتا ہے۔

باب حكم القرائة بالفارسية ونحوها لمن عجز عن العربية وبالقرائة المشهورة والشاذة

١٠٩٨– عن : رفاعة بن رافع ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَلَّمَ رَجُلاً الصَّلَاةَ فَقَالَ : " اِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَأْ ، وَاِلَّا فَاحْمَدِ اللهَ ، وَكَبِّرْهُ ، وَهَلِّلْهُ ، ثُمَّ ارْكَعْ " . رواه أبو داود والترمذى ، وأخرجه النسائى أيضا . وقال : الترمذى : حديث رفاعة حسن ، كذا فى النيل (١١٨:٢).

١٠٩٩– أخبرنا : أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم أَنَّ ابنَ مسعودٍ ﷺ كَانَ يُقْرِأُ رَجُلاً اَعْجَمِيًّا " اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الاَثِيْمِ " ، فَلَمَّا اَنْ اَعْيَاهُ قال له عبدُ اللهِ : اَمَا تُحْسِنُ اَنْ تَقُوْلَ : طَعَامُ الْفَاجِرِ ؟ وقال عبد الله : اِنَّ الْخَطَأَ فِيْ كِتَابِ اللهِ لَيْسَ اَنْ تَقْرَأَ

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ نوافل میں ایک ہی سورت کو دو رکعتوں یا چند رکعتوں میں مکرر پڑھنا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس شخص پر انکار نہیں فرمایا بلکہ اس کے فعل کی تحسین کی۔پس باب کے جملہ اجزاء ثابت ہو گئے اور یہی مذہب حنفیہ کا ہے۔

باب اس بیان میں کہ جو شخص نماز میں قرآن کو عربی زبان میں پڑھنے سے عاجز ہو وہ اس کا ترجمہ فارسی وغیرہ میں پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور قرآن کو قراءت مشہورہ یا شاذہ میں پڑھنے کا کیا حکم ہے

۱۰۹۸–رفاعہ بن رافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز سکھلائی پھر فرمایا کہ اگر تجھے کچھ قرآن یاد ہو تو اس کو پڑھ ورنہ الحمد للہ واللہ اکبر ولا الہ الا اللہ کہہ کر رکوع کر دے۔اس کو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ رفاعہ کی حدیث حسن ہے (نیل الاوطار)۔

فائدہ: اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ جو شخص قرآن کے پڑھنے سے نماز میں عاجز ہو اسکے ذمہ سے جب تک وہ عاجز رہے قراوت ساقط ہے اور اسکے عوض میں ذکر اللہ کافی ہے اور ظاہر ہے کہ ذکر اللہ عربی زبان کے ساتھ مقید نہیں بلکہ ہر زبان میں خدا تعالی کی یاد جائز ہے چنانچہ فارسی اور اردو زبان میں اسلام قبول کرنا اتفاقا جائز ہے (جو ذکر اللہ کی اعلی فرد ہے) اسی طرح تکبیر تحریمہ کا ترجمہ فارسی وغیرہ میں عاجز کو اتفاقا جائز ہے کیونکہ وہ بھی ذکر ہے تو عاجز کو جبکہ وہ فاتحہ وغیرہ نہ پڑھ سکے اس کا ترجمہ فارسی اردو وغیرہ میں پڑھنا جائز ہے کیونکہ یہ شخص اس حالت میں قراءت کا مامور نہیں صرف ذکر کا مامور ہے اور ذکر ہر زبان میں جائز ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ اس شخص پر قرآن کا سیکھنا فرض ہے اور جس وقت ایک آیت بھی سیکھ لے گا پھر ترجمہ پر اکتفا جائز نہ ہوگا۔

۱۰۹۹–حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ ایک عجمی شخص کو "ان شجرۃ الزقوم، طعام الاثیم" پڑھا رہے تھے

بَعْضَهُ فِيْ بَعْضٍ يَقُوْلُ : " الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ، وَالْغَفُوْرُ الْحَكِيْمُ ، وَالْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ " كَذٰلِكَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ، وَلٰكِنَّ الْخَطَأَ اَنْ تَقْرَأَ آيَةَ الْعَذَابِ آيَةَ الرَّحْمَةِ ، وَآيَةَ الرَّحْمَةِ آيَةَ الْعَذَابِ ، وَاَنْ تَزِيْدَ فِيْ كِتَابِ اللهِ مَا لَيْسَ فِيْهِ اه. أخرجه محمد في الآثار (ص:٢٤) وقال : بهذا كله نأخذ ، وهو قول أبي حنيفة.

قلت : ورجاله ثقات ، وإبراهيم لم يسمع ابن مسعود ولكن مراسيله صحاح ، كما مر غير مرة .

١١٠٠ – عن معقل بن يسار ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : فذكر الحديث بطوله وفيه : " و اِنِّيْ أُعْطِيْتُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ مِنَ الذِّكْرِ الْاَوَّلِ وَ أُعْطِيْتُ طٰهٰ ، وَطٰوٰسِيْنَ ، وَالْحَوَامِيْمَ مِنْ اَلْوَاحِ مُوْسٰى ، وَأُعْطِيْتُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ " . أخرجه

جب وہ اس کی ادا سے عاجز ہوگیا (اور نہ پڑھ سکا) تو فرمایا کہ کیا تو طعام الفاجر بھی نہیں کہہ سکتا؟ پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ قرآن میں اس طرح کرنا غلطی نہیں کہ ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ (اسی کا مرادف) پڑھ دیا جائے، مثلاً الغفور الرحیم کو الغفور الحکیم یا العزیز الرحیم کہہ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے ہی ہیں، لیکن غلطی یہ ہے کہ آیت عذاب کو آیت رحمت یا آیت رحمت کو آیت عذاب بنا دو اور قرآن میں ایسی بات بڑھا دو جو اس میں نہیں۔ اس کو امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم بھی اسی کے قائل ہیں اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہؒ کا۔ میں کہتا ہوں اس سند کے راوی تمام ثقہ ہیں مگر ابراہیم کا ابن مسعودؓ سے سماع نہیں لیکن بارہا گذر چکا ہے کہ ان کی مراسیل خصوصاً ابن مسعودؓ سے سب صحیح ہیں۔

<u>فائدہ</u>: اس کی دلالت بھی مقصود پر ظاہر ہے کہ عاجز کیلئے ترجمہ قرآن بمنزلہ قرآن کے ہے کیونکہ ابن مسعودؓ نے اس شخص کو بجائے طعام الاثیم کے طعام الفاجر پڑھنے کا حکم کیا اور یہ قاعدہ بتلایا کہ قرآن کے ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ اسی کے معنی میں پڑھنا عاجز کو جائز ہے، ہاں یہ جائز نہیں کہ ایسا لفظ پڑھے جس سے معنی بدل جائیں، پس عاجز کے حق میں جب ترجمۂ قرآن جائز ہوا تو عربی اور فارسی وغیرہ سب میں جائز ہوگا جس کی علت وہی ہے کہ اس شخص سے قرآءت ساقط ہے اور یہ صرف ذکر کا مامور ہے اور ذکر ہر زبان میں جائز ہے۔

۱۱۰۰- حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، پھر لمبی حدیث بیان کی جس میں یہ بھی ہے کہ میں سورہ بقرہ ذکر اول سے دیا گیا ہوں اور سورہ طہٰ اور طواسین اور حوامیم موسیٰ کی الواح سے دیا گیا ہوں اور سورہ فاتحہ عرش کے نیچے سے دیا گیا ہوں۔ اس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور ذہبی نے اسکو صحیح کہا ہے کہ عبیداللہ کے بارہ میں احمد نے کہا ہے کہ اس کی

الحاكم فى المستدرك (١:٥٦٨). وقال الذهبى فى تلخيصه: صحيح، وعبيد الله قال أحمد: تركوا حديثه اه.

قلت: فهو ضعيف. وأخرجه ابن مردويه عن ابن عباس بمعناه كما فى الدر المنثور (٤: ٢٨٨). وتعدد الطرق يورث الضعيف قوة.

١١٠١ – عن ابن مسعود ﷺ فى حديث طويل: فَهِيَ الْمَانِعَةُ تَمْنَعُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَهِيَ فِي التَّوْرَاةِ، سُوْرَةُ الْمُلْكِ، مَنْ قَرَأَهَا فِيْ لَيْلَةٍ فَقَدْ اَكْثَرَ وَاَطْيَبَ. أخرجه ابن الضريس، والطبرانى، والحاكم وصححه، والبيهقى فى شعب الإيمان (الدر المنثور ٦:٢٤٧). قلت: وهو فى حكم المرفوع.

١١٠٢ – عن: الزهرى عن أنس ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: "اِنَّ رَجُلاً مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مَاتَ وَلَيْسَ مَعَهٗ شَيْءٌ مِنْ كِتَابِ اللهِ اِلَّا " تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ " فَلَمَّا وُضِعَ فِيْ حَفْرَتِهٖ اَتَاهُ الْمَلَكُ فَثَارَتِ السُّوْرَةُ فِيْ وَجْهِهٖ ". الحديث بطوله. أخرجه ابن عساكر بسند ضعيف، كذا فى الدر المنثور (٦:٢٤٦). وإنما ذكرناه تأييدا واعتضادا.

١١٠٣ – عن: ابن عباس ﷺ قال: لَمَّا نَزَلَتْ " سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى " قال ﷺ

حدیث کو محدثین نے چھوڑ دیا اھ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر اس کو ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے بھی روایت کیا ہے (در منثور) اور طرق کے تعدد سے ضعیف کو قوت ہو جاتی ہے۔

۱۱۰۱- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے حدیث طویل میں مروی ہے کہ یہ سورت مانعہ ہے جو عذاب قبر سے بچاتی ہے اور یہ تورات میں بھی ہے یعنی سورۃ الملک جو اس کو رات کے وقت پڑھے اس نے بہت کچھ پڑھا اور خوب کام کیا۔ اس کو ابن الضریس اور طبرانی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور بیہقی نے بھی شعب الایمان میں اس کی تخریج کی ہے (در منثور)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔

۱۱۰۲- زہریؒ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں سے پہلے ایک شخص مر گیا تھا اور اس کے پاس کتاب اللہ میں سے بجز تبارک الذی بیدہ الملک کے کچھ نہ تھا (یعنی اور کچھ اس نے نہ پڑھا تھا) جب وہ قبر میں رکھا گیا اس کے پاس (عذاب کا) فرشتہ آیا تو یہ سورۃ اس کے سامنے کھڑی ہو گئی الحدیث۔ اس کو ابن عساکر نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے (در منثور) اور ہم نے اس کو محض تائید کیلئے ذکر کیا ہے۔

: كُلُّهَا فِيْ صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ وَموسٰى . فَلَمَّا نَزَلَتْ " وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى " فَبَلَغَ ﴿وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى﴾ قال : وَفِيْ ﴿اَنْ لَا تَزِرَ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰى﴾ إلى قوله : ﴿هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى﴾. أخرجه الحاكم ، كذا في الإتقان (٤١:١) ، ولم يتعقبه السيوطي فهو صحيح على قاعدته.

١١٠٤ – حدثنا : خالد بن عبد الله بن عطاء بن السائب عن عكرمة عن ابن عباس ﷺ قال : هٰذِهِ السُّوْرَةُ فِيْ صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى. أخرجه سعيد بن منصور ، وأخرجه ابن أبي حاتم بلفظ : " نسخ من صحف إبراهيم وموسى " . كذا في الإتقان (٤١:١).

۱۱۰۳- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب سورۃ سبح اسم ربک الاعلی نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ پوری سورت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں ہے اور جب سورۃ نجم نازل ہوئی اور آپ ﷺ وابراھیم الذی وفّی پر پہنچے تو فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے ان باتوں کا حق پورا ادا کیا جو ھذا نذیر من النذر الاولی تک مذکور ہیں۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے (اتقان)۔ علامہ سیوطیؒ نے اس میں کچھ جرح نہیں کی اس لئے ان کے قاعدہ پر صحیح معلوم ہوتی ہے۔

۱۱۰۴- خالد بن عبداللہ بن عطاء، عکرمہ سے وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ سورت (یعنی سبح اسم ربک الاعلی) حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں ہے۔ اس کو سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے ابن ابی حاتم کے لفظ یہ ہیں کہ ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں سے نقل کر کے نازل کی گئی ہے (اتقان)۔ میں کہتا ہوں کہ خالد بن عبداللہ بن عطاء کا حال مجھے نہیں ملا۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کا کچھ حصہ تورات وغیرہ میں بھی ہے اور اس پر بھی ان احادیث میں قرآن کا اطلاق کیا گیا ہے اور آیت "انه لفی زبر الاولین" میں بھی قرآن کا وجود صحف سابقہ میں بتلایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ وہاں قرآن عربی زبان میں نہ تھا تو اس سے لازم آتا ہے کہ قرآن لفظ و معنی کا نام نہیں بلکہ صرف معانی کا نام ہے اور آیت "ولو جعلناه قرآناً اعجميا لقالوا لولا فصلت آياته " اور آیت "ولونزلناه على بعض الاعجمين فقرأه عليهم ما كانوا به مؤمنين" سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے، اس لئے ترجمہ قرآن خواہ فارسی میں ہو یا کسی اور زبان میں وہ بھی قرآن ہی ہے، پس ترجمہ پڑھنے سے فرض قراءت ادا ہو جانا چاہئے اور اسی دلیل سے امام صاحب نے اولاً یہ فرمایا تھا کہ عربی زبان پر قدرت رکھنے والا بھی اگر قرآن کا ترجمہ فارسی میں پڑھ دے تو نماز درست ہو جائے گی گو کراہت سے خالی نہیں لیکن بعد میں امام صاحب نے اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ شرع میں قرآن لفظ و معنی کے مجموعہ کا نام ہے نہ صرف معنی کا اور ان آیات و احادیث میں قرآن شرعی مراد نہیں بلکہ لغوی مراد ہے اور ہم نے ان احادیث کو صرف اس لئے نقل کیا ہے تا کہ امام صاحب کے پہلے قول کی دلیل معلوم ہو جائے کہ ان کا پہلا قول بھی محض

قلت : خالد بن عبد الله بن عطاء لم أجد من ترجمه .

۱۱۰۵ – عن : عبد الله بن عمر ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : " خُذُوْا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ : مِنْ ابنِ أُمِّ عبدٍ فَبَدَأَ بِهِ ، وَمُعَاذِ بنِ جَبَلٍ ، وَأُبَيِّ بنِ كعبٍ ، وسَالِمٍ مولىٰ أبى حذيفةَ " . رواه أحمد ، والبخارى ، والترمذى وصححه (نيل ۲ :۱۳).

۱۱۰۶ – عن : أبى هريرة ﷺ أن النبى ﷺ قال : " مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًّا كَمَا أُنزِلَ ، فَلْيَقْرَئْهُ عَلَى قِرَائَةِ ابنِ أُمِّ عَبْدٍ " . رواه أحمد ، كذا فى المنتقى . وأخرجه أيضا أبو يعلى ، والبزار ، وفيه جرير بن أيوب البجلى وهو متروك لكنه أخرجه بهذا اللفظ البزار والطبرانى فى الكبير ، والأوسط من حديث عمار بن ياسر . قال فى مجمع الزوائد : ورجال البزار ثقات اه كذا فى النيل (۲ :۱۳۰).

قیاس پر مبنی نہ تھا بلکہ قرآن واحادیث سے مستنبط تھا لیکن بعد میں قوی دلائل سے اس استنباط کا ضعف معلوم ہو گیا تو اس سے رجوع فرما لیا، پس قادرِ عربیت کی نماز ترجمہ سے درست نہ ہوگی البتہ عاجز کی درست ہے کیونکہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ عاجز کے ذمہ سے فرض قراءت ساقط ہے اور وہ صرف ذکر کا مامور ہے اور ذکر ہر زبان میں بالا جماع درست ہے، خوب سمجھ لو!۔

۱۱۰۵-حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن چار شخصوں سے سیکھو، ابن ام عبد (یعنی عبداللہ بن مسعود) سے اور حضور ﷺ نے ان کا نام سب سے پہلے لیا اور معاذ بن جبل اور ابی بن کعب اور سالم مولیٰ حذیفہ سے۔ اس کو امام احمد، بخاری اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے (نیل الاوطار)۔

۱۱۰۶-حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی قرآن کو تر وتازہ جیسا کہ نازل ہوا ہے پڑھنا چاہے تو وہ ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) کی قراءت میں اس کو پڑھا کرے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے (منتقی) اور ابو یعلی وبزار نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی متروک ہے لیکن بزار نے (مسند میں) اور طبرانی نے کبیر واوسط میں حضرت عمار بن یاسر کی حدیث سے بھی روایت کیا ہے اور مجمع الزوائد میں ہے کہ بزار کے رجال ثقات ہیں (نیل الاوطار)۔

فائدہ: ان حدیثوں سے بعض محدثین نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ قراءت ابن مسعودؓ اور ابی بن کعب وغیرہ کا نماز میں پڑھنا جائز ہے خواہ وہ تواتر کے ساتھ ثابت ہو یا شہرت سے یا خبر واحد صحیح سے جیسا کہ نیل الاوطار میں ہے، مگر فقہاء حنفیہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ قرآن کے لئے تواتر وشہرت کے ساتھ ثبوت ضروری ہے اور ان حضرات کی سب قراءتیں قطعی نہیں رہیں بجز ان قراءات کے جو مصاحف سبعہ عثمانیہ کے موافق ہوں اور ائمہ عشرہ نے ان پر اتفاق کیا ہو ان کے ماسوا قراءات شاذہ ہیں جن سے فرض

باب ما جاء في وجوب تجويد القرآن، ومعرفة أوقافه، وما يناسبه

۱۱۰۷– حدثنا : أبو كريب قال : ثنا وكيع عن ابن أبي ليلى عن ا لحكم عن مقسم عن ابن عباس ﷺ ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً﴾ قال : بَيِّنْهُ بَيَاناً . أخرجه الإمام ابن جرير الطبري في تفسيره (۲۹:۸۰) ، وفيه ابن أبي ليلى وهو حسن الحديث ، وصحح له الترمذي في جامعه (۱:۱۱۱) ، والباقون ثقات .

۱۱۰۸– وروى عن علي ﷺ في قوله تعالىٰ : ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً﴾ قال : التَّرْتِيلُ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ ، وَ مَعْرِفَةُ الْوُقُفِ . كذا في الإتقان (۱:۸۸) ، ولم يذكر سنده .

۱۱۰۹– حدثنا : محمد بن جعفر الأنباري حدثنا هلال بن العلاء حدثنا أبيَّ وَ عبد الله بن جعفرٍ قالا :حدثنا عبيد اللهِ بنُ عمر و الرقي عن زيد أبي أنيسة عن القاسم بن عوف البكري قال : سَمِعْتُ عبدَ اللهِ بنَ عمرَ ﷺ يَقُوْلُ : لَقَدْ عِشْنَا بُرْهَةً مِّنْ دَهْرِنَا

قراءت ادانہ ہوگا،اور اس وقت ابن مسعودؓ کی متواتر قراءت وہ ہے جو امام عاصم کے واسطہ سے منقول ہے اور بلاد اسلام میں شائع ہے اور ابی ابن کعبؓ کی قراءت متواترہ وہ ہے جو امام نافعؒ اور امام ابوعمرو بن العلاء وغیرہ کے واسطہ سے منقول اور شائع ہے۔

باب ان احادیث کے بیان میں جو تجوید قرآن ومعرفت اوقاف کے وجوب اور اس کے متعلقات میں وارد ہیں

۱۱۰۷-ابن عباسؓ سے آیت ورتل القرآن ترتیلا کی تفسیر میں روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس کو صاف اور واضح پڑھو۔اس کو امام طبری نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

۱۱۰۸-اور حضرت علیؓ سے اسی آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ ترتیل ،حروف کو اچھی طرح ادا کرنے اور اوقاف کے پہچاننے کا نام ہے۔(اتقان)۔

فائدہ:اس آیت سے ترتیل کا وجوب بوجہ صیغۂ امر کے معلوم ہوا اور حضرات صحابہ نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ اس کو صاف اور واضح پڑھا جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ صاف عربی ہو جیسا کہ حضرت علیؓ کے قول سے ظاہر ہو رہا ہے،اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن لفظ ومعنی کا نام ہے، پس جب تک الفاظ ایسے طور پر صحیح نہ ہوں کہ عجمیت سے نکل کر عربی کہلانے کے مستحق ہو جائیں اس وقت تک فرض قراءت ادا نہ ہوگا اس لئے تجوید کا حاصل کرنا واجب ہے بغیر اس کے بعض دفعہ الفاظ اس طرح بدل جاتے ہیں جس سے معنی میں تغیر ہو جاتا ہے اور کلام عربی کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا۔

۱۱۰۹-حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے زمانہ کے ایک بڑے حصہ میں اس حال پر تھے کہ ہر شخص کو

و إن أحدنا ليؤتى الإيمان قبل القرآن ، وتنزل السورة على محمد ﷺ ، فنتعلم حلالها وحرامها ، وما ينبغي أن يوقف عنده منها، كما تتعلمون أنتم القرآن اليوم ولقد رأينا اليوم رجالا يأتي أحدهم القرآن قبل الايمان ، فيقرأ ما بين فاتحته إلى خاتمته ما يدرى ما أمره ، ولا زجره ، ولا ما ينبغي أن يوقف عنده منه . أخرجه النحاس واحتج به هو ، وابن الجزرى ، كما فى الإتقان (۱:۸۸) ، ورجاله كلهم ثقات إلا الأنبارى فلم أجد من ترجمه . وأخرجه الطبرانى فى الأوسط ورجاله رجال الصحيح ، كذا فى مجمع الزوائد (۱:۶۶). واخرجه الحاكم فى المستدرك (۱:۳۵) ، وصححه بهذا السند سوى الأنبارى ، وأقره عليه الذهبى ، وقال : على شرطهما ، ولا علة له اه.

۱۱۱۰ – حُدِّثْتُ : عن عمار قال : ثنا ابن أبى جعفر عن أبيه عن الربيع عن أبى العالية قال : قال ابن مسعود ؓ : وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اَنَّ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اَنْ يُحِلَّ حَلَالَهٗ وَيُحَرِّمَ حَرَامَهٗ ، وَيَقْرَاَهٗ كَمَا اَنْزَلَهُ اللهُ ، وَلَا يُحَرِّفَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهٖ. الحديث .

ایمان قرآن سے پہلے حاصل ہوتا تھا (یعنی پورا قرآن پڑھنے سے پہلے ایمان اور عمل اور علم احکام حاصل کرتے تھے) رسول اللہ ﷺ پر کوئی سورت نازل ہوتی تو ہم اس کے حلال وحرام کو سیکھتے اور ان مواضع کو سیکھتے جہاں وقف کیا جاتا ہے، جیسا کہ آجکل تم لوگ قرآن کو سیکھتے ہو اور ہم آج بہت سے آدمیوں کو دیکھتے ہیں کہ ان کو قرآن ایمان سے پہلے حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ شروع سے لیکر اخیر تک قرآن کو پڑھ جاتا ہے حالانکہ نہ اس کو قرآن کے حکم کی خبر ہے نہ ممانعت کی ، نہ یہ معلوم ہے کہ اس میں کس جگہ وقف کیا جاتا ہے۔ اسکو امام نحاس نے روایت کیا ہے اور اس سے نحاس نے اور ابن جزری نے حجت پکڑی ہے (اتقان) اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں بجز انباری کے کہ اس کا ترجمہ مجھ کو نہیں ملا۔ اور اس حدیث کو طبرانی نے بھی اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع)۔ اور حاکم نے مستدرک میں بھی اسی سند سے تخریج کی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی تائید کی ہے کہ یہ شرط شیخین پر صحیح ہے اور اس میں کچھ علت نہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ احکامِ قرآن کی طرح اوقاف قرآن کو بھی اہتمام کے ساتھ سیکھتے تھے اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔ جس کی سند یہ حدیث ہے اس سے درمیان آیت میں وقف کا ثبوت صحابہ وتابعین کے اجماع سے ہو گیا کیونکہ جس وقف کے سیکھنے کی ضرورت ہے وہ یہی ہے جو درمیانِ آیات میں کیا جاتا ہے اور ختمِ آیات کا وقف تو ہر صغیر وکبیر، جاہل و عامی کو معلوم ہوسکتا ہے کیونکہ ختم آیت تو صاف طور پر ممتاز ہے خوب سمجھ لو۔

١١١١– حدثنا: بشر بن معاذ قال: ثنا يزيد بن زريع قال: ثنا سعيد عن قتادة ذكر لنا ان ابن مسعود ﷺ كان يقول: " إِنَّ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أَنْ يُحِلَّ حَلَالَهُ وَ يُحَرِّمَ حَرَامَهُ، وَأَنْ يَقْرَأَهُ كَمَا أَنْزَلَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَلَا يُحَرِّفَهُ عَنْ مَوَاضِعِهِ ". اه مختصر أخرجهما ابن جرير الطبرى فى تفسيره (١:٤١١،٤١٢) وفى إسناد الأول عبد الله بن أبى جعفر الرازى مختلف فيه وثقه أبو زرعة وقال ابن حبان فى الثقات: يعتبر حديثه من غير روايته عن أبيه كذا فى التهذيب (٥:١٧٧). وإسناد الثانى رجاله كلهم ثقات إلا أن فيه انقطاعا بين قتاده وابن مسعود وهولا يضر عندنا لاسيما وقد اعتضد بطريق آخر موصولة.

١١١٢– عن: زيد بن ثابت ﷺ عن النبى ﷺ أنه قال: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ يُقْرَأَ الْقُرْآنُ كَمَا أُنْزِلَ. أخرجه ابن خزيمة فى صحيحه (المنح الفكرية ص:٢٩) وعزاه فى كنز العمال (١:١٦٤) إلى السجزى فى الإمامة.

١١١٣– عن: أبى الدرداء ﷺ قال: سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا قَرَأَ فَلَحَنَ قال: أَرْشِدُوْا

١١١٠،١١١١–ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قرآن کی تلاوت کا حق یہ ہے کہ اس کے حلال کو حلال سمجھے اور حرام کو حرام، اور اس کو اسی طرح پڑھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور کلمات کو ان کی جگہ سے نہ بدلے۔ اس کو امام طبری نے دو سند سے روایت کیا ہے، پہلی سند میں عبداللہ بن ابی جعفر رازی مختلف فیہ ہیں، ابوزرعہ وابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور دوسری سند میں انقطاع ہے مگر دونوں ملکر قابل احتجاج ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آیت "الذین آتیناھم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ" میں جو تلاوت کا حق ادا کرنے کا حکم ہے اس میں الفاظ کا صحیح طور سے ادا کرنا بھی داخل ہے، پس یہ بھی ضروری ہوا اور اسی کا نام تجوید ہے۔

١١١٢–حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یوں چاہتے ہیں کہ قرآن کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح وہ نازل کیا گیا ہے۔ اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (المنح الفکریہ للعلامۃ القاری) اور کنز العمال میں اس کو ابانہ سنجری کی طرف منسوب کیا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی تصحیح الفاظ کی تاکید مفہوم ہوئی کیونکہ ظاہر ہے کہ قرآن فصیح عربی زبان میں نازل ہوا ہے تو جس طرح نازل ہوا ہے اسی طرح پڑھنا چاہئے اور یہ بغیر تجوید کے نہیں ہوسکتا اور لفظ "ان اللہ یحب" وجوب کے منافی نہیں کیونکہ احادیث میں فرائض وواجبات کیلئے بھی یہ لفظ مستعمل ہوتا ہے۔

أَخَاكُمْ . رواه الحاكم فی المستدرك ، كذا فی كنز العمال (١٥١:١) ولم يتعقبه ، فهو صحيح على قاعدته.

١١١٤– عن : زيد بن ثابت ﷺ مرفوعا " نَزَلَ الْقُرْآنُ بِالتَّفْخِيمِ " . رواه الحاكم ، كذا فی الإتقان (٩٨:١) ، وعزاه فی كنز العمال (١٦٥:١) إلى مستدركه بلفظ " أنزل " ولم يتعقبه ،فهو صحيح على قاعدته . زاد فی الإتقان : قال محمد بن مقاتل أحد رواته : سمعت عمارا يقول : عُذْراً نُذْراً والصَّدَفَيْنُ يعنی بتحريك الأوسط فی ذلك اه .

١١١٥– وفيه أيضا : قال الدانی : وكذا جاءَ مُفَسَّراً عن ابن عباسٍ ﷺ قال : نَزَلَ الْقُرْآنُ بِالتَّثْقِيلِ وَ التَّفْخِيمِ نَحْوَ قَوْلِهٖ : اَلْجُمُعَةُ وَاَشْبَاهُ ذٰلِكَ مِنَ التَّثْقِيلِ اه.

قلت : وأثر ابن عباس من مراسيل الزهری ، وهی ضعيفة.

١١١٦– عن : أبی بن كعبٍ ﷺ اَنَّهٗ قَرَاَ عَلٰی رسولِ اللهِ ﷺ ، اَلتَّحْقِيقَ.

١١١٣–حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو قرآن پڑھتے سنا،اس نے کچھ لحن کیا (یعنی کچھ غلطی کی) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو صحیح بتادو۔اسکو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے(کنز العمال)اور سیوطیؒ نے اس پر کلام نہیں کیا، پس ان کے قاعدہ پر یہ صحیح ہے۔

فائدہ:اس سے بھی تصحیح کا اہتمام معلوم ہوا۔

١١١٤–زید بن ثابتؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قرآن"تفخیم" کے ساتھ نازل ہوا ہے۔اس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے(اتقان وکنز العمال)۔اور سیوطیؒ نے اس پر کلام نہیں کیا، پس ان کے قاعدہ پر صحیح ہے،راوی نے کہا ہے کہ میں نے (اپنے شیخ) عمار کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ"عُذْراً نُذْراً اور صَدَفين" پڑھنا چاہئے وسط کو متحرک کر کے۔

١١١٥–اور یہی تفسیر ابن عباسؓ سے بھی منقول ہے کہ قرآن کریم "تفخیم وتثقیل" کے ساتھ نازل ہوا ہے مثلاً الجمعۃ جیسے الفاظ میں تثقیل ہے۔(اتقان)۔

فائدہ:" تفخیم " کی ایک تفسیر تو یہ ہے جو حدیث کے راوی نے بیان کی اور عبداللہ بن عباس صحابی کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے اور یہی تفسیر قوی ہے پس جن کلمات کا وسط متحرک ہے ان میں وسط کی حرکت کو صاف پڑھنا ضروری ہوا اور ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ قرآن کو مردانی آواز سے پڑھا جائے اور زنانی آواز سے نہ پڑھا جائے(اتقان) تلاوت میں اس کی بھی رعایت کرنا چاہئے، تفسیر ثانی کی بنا پر حدیث سے لہجہ کی بھی اصل ثابت ہوئی پس جو لہجہ مردانہ ہو وہ زنانہ لہجہ سے افضل ہوگا۔

أخرجه الدانى فى كتاب التجويد مسلسلا ، وقال : إنه غريب مستقيم الإسناد ، كذا فى الإتقان (١٠٥:١).

١١١٧– وفيه أيضا : أخرج (الدانى) عن ابن مسعود ﷺ أنه قال : جَوِّدُوْا الْقُرْآنَ ، وَلَمْ يَذْكُرْ سَنَدَهُ ، وَلَا تعقبه بشيء.

١١١٨– عن : أم سلمة رضى الله عنها قالت : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَرَأَ يُقَطِّعُ قِرَائَتَهُ آيَةً آيَةً ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، مٰالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾. الدار قطنى (١١٨:١) ، وقال : إسناده صحيح و كلهم ثقات اه ورواه الترمذى (١١٦:٢) بلفظ : ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَائَتَهُ ، فَإِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَائَةً مُفَسَّرَةً حَرْفاً حَرْفاً وقال : حسن صحيح غريب . ورواه أبو داود ، وغيره بلفظ يقول : ﴿بسم الله الرحمن الرحيم﴾ ثُمَّ يَقِفُ ﴿الحمد لله رب العلمين﴾ ثم يقف ﴿الرحمن الرحيم﴾ ثُمَّ يقف. كذا فى الإتقان (٩٢:١).

١١١٦–حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے تحقیق کے ساتھ قرآن پڑھا ہے۔اس کو امام دانی نے کتاب التجوید میں مسلسلا روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ غریب ہے اور سند مستقیم ہے۔

١١١٧–اور اس میں یہ بھی ہے کہ امام دانی نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ قرآن کو تجوید سے پڑھا کرو اور اس کی سند بیان نہیں کی نہ اس پر کچھ کلام کیا۔

فائدہ: تحقیق کے معنی یہ ہیں کہ ہر حرف کا حق ادا کر کے صاف صاف ظاہر کر کے پوری حرکت اور کامل مد کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے پڑھا جائے جیسا کہ قراء اپنے شاگردوں کو سکھانے کے وقت پڑھا کرتے ہیں، پس حدیث سے قراء کے اس طریقہ کی اصل ثابت ہوئی اور اس کے مقابل تین طریقے قراءت کے اور ہیں، ترتیل، تدویر اور حدر، جن میں ترتیل کا امر تو خود قرآن میں موجود ہے اور تدویر وحدر کا ثبوت ائمہ قراءت سے بطور نقل متوارث کے ہے اور ان سب کے معانی کی تفصیل کسی ماہر قراءت سے زبانی معلوم کر لی جائے۔

١١١٨–حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب قرآن پڑھتے تو ہر آیت پر سانس توڑ توڑ کر پڑھتے تھے، اس طرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔الحمدللہ رب العالمین۔الرحمٰن الرحیم۔مالک یوم الدین۔اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور سب راوی ثقہ ہیں اور ترمذی نے اس لفظ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے حضور ﷺ کی قراءت کو نقل کیا تو حرف حرف کو جدا کر کے نقل کیا اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح غریب کہا ہے اور ابو داود وغیرہ نے اس لفظ سے روایت کیا ہے کہ

۱۱۱۹– حدثنا أبو الأحوص عن أبی سنان عن ابن أبی الهذیل أنه قال : كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ اَنْ يَقْرَئُوْا بَعْضَ الآيَةِ وَيَدَعُوْا بَعْضَهَا. أخرجه سعيد بن منصور فی سننه ، وإسناده صحيح ، وعبد الله بن أبی الهذيل تابعی كبير وقوله : " كانوا " يدل علی أن الصحابة كانوا يكرهون ذلك اھ كذا فی الإتقان (۱:۹۲).

۱۱۲۰– عن : قتادة قال : سُئِلَ أنسٌ ﷺ كَيْفَ كَانَتْ قِرَائَةُ النَّبِيِّ ﷺ ؟ فَقَالَ : كَانَتْ مَدًّا ، ثُمَّ قَرَأَ ﴿بسم الله الرحمن الرحيم﴾ يَمُدُّ بِبِسْمِ اللهِ وَ يَمُدُّ "بِالرَّحْمٰنِ" وَيَمُدُّ

رسول اللہ ﷺ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر وقف کرتے ، پھر الحمد للہ رب العلمین کہہ کر وقف کرتے ، پھر الرحمٰن الرحیم کہہ کر وقف کرتے (اتقان)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی قراءت ترتیل کے ساتھ تھی اور آپ ﷺ سورہ فاتحہ کی ہر آیت پر وقف کرتے تھے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ درمیان آیت میں آپ کبھی وقف نہ کرتے تھے نہ یہ مطلب ہے کہ سارے قرآن میں ہر ہر آیت پر وقت کرتے تھے کیونکہ چھوٹی چھوٹی آیتوں میں ہر ہر آیت پر وقف کرنا تلاوت کی سلاست کو زائل کر دیتا ہے جیسے کوئی سورت والعدیات کو ہر ہر آیت پر سانس توڑ کر اس طرح پڑھے، والعديات ضبحا . فالموريات قدحا . فالمغيرات صبحا . فاثرن به نقعا . فوسطن به جمعا. تو اس صورت میں قراءت کا حسن باقی نہ رہے گا ہاں لمبی آیتوں میں ہر آیت پر وقف کرنا اچھا ہے اور درمیان میں سکتہ کا بھی مضائقہ نہیں کیونکہ بعض لمبی آیتیں ایک سانس میں پڑھنا دشوار ہے اور حدیث ابن عمرؓ سے جو اوپر گذری ہے درمیان آیت میں وقف کرنا اجماع صحابہ سے ثابت ہو چکا ہے۔

۱۱۱۹– ابن ابی الہذیل (تابعی کبیر) سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ لوگ اس بات سے کراہت کرتے تھے کہ کچھ حصہ آیت کا پڑھ کر کچھ چھوڑ دیں۔ اس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے اور عبداللہ بن ابی الہذیل تابعی کبیر ہیں ان کا یہ کہنا کہ لوگ اس سے کراہت کرتے تھے اس بات کو بتلاتا ہے کہ مراد صحابہ ہیں (اتقان)۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ صحابہ درمیان آیت میں قراءت کو اس طرح قطع نہ کرتے تھے جس کے بعد قراءت کو اعوذ باللہ سے شروع کرنا پڑتا ہے بلکہ آیت پوری کر کے قراءت قطع کرتے تھے اور یہ مطلب نہیں کہ درمیان آیات میں وقف وسکتہ بالکل نہ کرتے تھے کیونکہ ہم اس کا ثبوت حدیث ابن عمر سے اوپر بیان کر چکے ہیں، ہاں درمیان آیت میں قراءت قطع کر کے کسی کام میں لگ جانا البتہ مکروہ ہے۔

۱۱۲۰– حضرت قتادہؓ سے مروی ہے کہ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی قراءت کس طرح تھی؟ فرمایا کہ "مد" کے ساتھ تھی (یعنی موقع مد میں آپ ﷺ صاف طور سے مد کرتے تھے) پھر حضرت انسؓ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سنائی تو بسم اللہ

"بِالرَّحِيمِ" . رواه البخاری (٢:٨٤٥) فی باب مد القرائة.

١١٢١ – عن : قطبة بن مالك ﷺ سمعت رسول الله ﷺ قَرَأَ فِي الْفَجْرِ " ق
فَمَدَّ بِهٰذَا الْحَرْفِ : ﴿لَهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ﴾ فَمَدَّ " نَضِيد ". رواه ابن أبی داود بإسناد جيد ، ك
فی فتح الباری (٨:٩).

١١٢٢ – حدثنا : شهاب بن خراش حدثنی مسعود بن يزيد الكندی قال : كا
ابنُ مسعودٍ ﷺ يُقرِأ رَجُلاً ، فَقَرَأَ الرَّجُلُ ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ ﴾ مُرْسَ
فَقَالَ ابنُ مسعودٍ : مَا هٰكَذَا أَقْرَأَنِيهَا رسولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ كَيْفَ أَقْرَءَ كَهَا يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْم
؟ فَقَالَ : أَقْرَأَنِيهَا ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ فَمَدَّهَا . أخرجه سعيد بن منصو
فی سننه ، وهذا حديث حسن جليل حجة ونص فی الباب (أی باب المد فی محله
رجال إسناده ثقات . أخرجه الطبرانی فی الكبير أيضا كذا فی الإتقان (١٠١:١).

کو مد سے پڑھا اور الرحمٰن کو مد سے پڑھا اور الرحیم کو مد سے پڑھا۔ اس کو امام بخاری نے باب مد القراءۃ میں روایت کیا ہے۔

۱۱۲۱- حضرت قطبہ بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز فجر میں سورۃ ق پڑھتے
جب آپ ﷺ " لها طلع نضيد " پر پہنچے تو لفظ " نضيد " میں آپ ﷺ نے مد کیا۔ اس کو ابن ابی داود نے سند جید سے روای
کیا ہے (فتح الباری)۔

<u>فائدہ</u>: ان حدیثوں سے مد کا ثبوت ہوا جو تجوید کا باب عظیم ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ موضع وقف پر مد زیادہ کیا جائے ج
کہ حضور ﷺ نے " نضيد " میں زیادہ مد کیا اور یہی اہل تجوید کا طریقہ ہے۔

۱۱۲۲- مسعود بن یزید کندی فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ ایک شخص کو قرآن پڑھا رہے تھے تو اس نے انما الصدقٰ
للفقراء والمساکین کو روانی کے ساتھ (بغیر مد کے) پڑھا، عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ مجھ کو تو رسول اللہ ﷺ نے اس طرح نہیں پڑھا
اس شخص نے کہا اے ابو عبد الرحمٰن! (یہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی کنیت ہے) پھر آپ کو حضور ﷺ نے کس طرح پڑھایا؟ تو انہوں۔
مد کے ساتھ انما الصدقات للفقرآء والمساکین پڑھ کر بتایا کہ مجھے حضور ﷺ نے اس طرح پڑھایا ہے۔ اس کو سعید بن منصور نے اپنی س
میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث بہت عمدہ اور بڑی حجت ہے اور باب مد کی صاف دلیل ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں، اس کو طبر
نے بھی کبیر میں روایت کیا ہے (اتقان)۔

۱۱۲۳– عن : أبی عاصمِ الضریر الکوفی عن محمد بن عبید عن عاصم عن زر ابن حبیش قال : قَرَأَ رَجُلٌ عَلٰی عبدِ اللّٰہِ بن مسعود " طٰہٰ " ولم یکسر (أی لم یمل)، فقال عبد اللّٰہ : " طہ " وکسر ، ثُمَّ قَالَ : وَاللّٰہِ ھٰکَذَا عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : أخرجه (الدانی) فی تاریخ القراء. قال ابن الجزری : ھذا حدیث غریب لا نعرفه إلامن ھذا الوجه ، ورجاله ثقات إلا محمد بن عبد اللّٰہ ، وھو العرزمی ، فإنه ضعیف عند أھل الحدیث ، وکان رجلا صالحا لکن ذھبت کتبه ، فکان یحدث من حفظه ، فأتی علیه من ذلك . قال السیوطی : وحدیثه ھذا أخرجه ابن مردویه فی تفسیره ، وزاد فی آخره : وکذا أنزل به جبریل اھ کذا فی الإتقان (۱:۹۶).

۱۱۲۴– حدثنا : وکیع حدثنا الأعمش عن إبراھیم (ھو النخعی) قال : کَانُوْا (أی الصحابة) یَرَوْنَ اَنَّ الاَلِفَ وَالْیَاءَ فِی الْقِرَائَةِ سَوَاءٌ ، قال : یَعْنِیْ بِالاَلِفِ وَالْیَاءِ التَّفْخِیْم والإمالة اھ . أخرجه ابن أبی شیبة ، کذا فی الإتقان (۱:۹۶).

۱۱۲۳–زر بن حبیشؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن مسعودؓ کے سامنے "طٰہٰ" پڑھا اور امالہ نہیں کیا تو عبداللہ بن مسعودؓ نے طِہٖ پڑھا اور طاہا میں امالہ کیا، اس شخص نے پھر طہ بغیر امالہ کے پڑھا تو عبداللہ بن مسعودؓ نے دوبارہ طِہٖ کے ساتھ پڑھا اور فرمایا بخدا مجھے رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح بتلایا ہے۔ اس حدیث کو تاریخ القراء میں امام دانی نے روایت کیا ہے، ابن جزری نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اس طریق کے سوا ہم کو اور کوئی سند اس کی معلوم نہیں اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں، بجز محمد بن عبداللہ عزرمی کے کہ وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے اور وہ مرد صالح تھا مگر اس کی کتابیں ضائع ہوگئی تھیں اور یاد سے حدیث بیان کرتا تھا اس لئے روایت میں ضعف آ گیا، سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابن مردویہ نے بھی اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے اور اخیر میں اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے اس کو یوں ہی نازل کیا ہے (اتقان)۔ میں کہتا ہوں کہ گو اس کی سند ضعیف ہے مگر مرسل ابراہیم سے جو آگے آتا ہے اس کی تائید ہو رہی ہے۔

۱۱۲۴–ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ سلف الف اور یا کو قراءت میں یکساں سمجھتے تھے، راوی نے کہا کہ الف و یاء سے " تفخیم " و امالہ مراد ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے (اتقان) میں کہتا ہوں کہ اس کے راوی تمام تر ثقہ ہیں جو صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں اور ابراہیم نخعیؒ تابعی جلیل ہیں ان کا یہ کہنا کہ سلف اس کو یکساں سمجھتے تھے، اس پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ امالہ و تفخیم کو یکساں شمار کرتے تھے۔

قلت : رجاله ثقات من رجال الصحيح ، وإبراهيم تابعي جليل فقوله : " كانوا" يدل على أن الصحابة كانوا يرون التفخيم والإمالة سواء ، وهو شاهد صحيح للحديث السابق.

١١٢٥– عن : أبي سلمة عن أبي هريرة ﷺ (مرفوعا) " مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ كَأَذْنِهٖ لِنَبِيٍّ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهٖ ". أخرجه مسلم ، كذا في فتح الباري (٩:٦١) وفي رواية له : "لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ " . وعند ابن أبي داود و الطحاوي من رواية عمرو بن دينار عن أبي سلمة عن أبي هريرة (لنبي) "حسن التَّرَنُّمِ بِالْقُرْآنِ ". وروى عبد الأعلى عن معمر عن ابن شهاب في حديث الباب بلفظ : " مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ فِي التَّرَنُّمِ فِي الْقُرْآنِ ". أخرجه الطبري . وذكر الروايات كلها الحافظ في الفتح ، (٩:٦٣) ، فهي صحاح أو حسان على قاعدته.

١١٢٦– عن : أبي موسى (الأشعري) ﷺ أن النبي ﷺ قال له : " يَا أَبَا مُوسٰى! لَقَدْ أُوْتِيْتَ مِزْمَاراً مِنْ مَزَامِيْرِ آلِ دَاوٗدَ " . أخرجه البخاري وأخرجه أبو يعلى بزيادة فيه : اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَعَائِشَةَ مَرَّا بِاَبِيْ مُوْسٰى وَهُوَ يَقْرَأُ فِيْ بَيْتِهٖ ، فَقَامَا يَسْتَمِعَانِ لِقِرَائَتِهٖ ثُمَّ اَنَّهُمَا

فائدہ: یہ اثر حدیث سابق کے لئے مؤید ہے،ان دونوں سے امالہ کا ثبوت ہوگیا جو حکم قراءت وتجوید کا باب عظیم ہے۔

۱۱۲۵- حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شئ کے سننے کیلئے اس قدر توجہ نہیں فرماتے جیسی اس نبی کی قراءت سننے کیلئے توجہ فرماتے ہیں جو قرآن کو خوش آوازی کے ساتھ جہر سے پڑھ رہا ہو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور مسلم ہی کی ایک روایت میں " لنبی حسن الصوت " بھی ہے (یعنی خوش آواز نبی) اور ابن ابی داود وطحاوی اور طبری کی روایت میں بجائے تغنی کے ترنم کا لفظ ہے (جس کے معنی بلاشبہ بنا سنوار کر خوش آوازی سے پڑھنے کے ہیں) اور ان زیادات کو حافظ نے فتح میں ذکر کیا پس وہ حسن ہیں یا صحیح۔

۱۱۲۶- ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے ابوموسیٰ تم کو آل داود کے نغمات میں سے ایک نغمہ دیا گیا ہے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور ابویعلیٰ کی روایت میں یہ زیادت بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہؓ کا گذر ابوموسیٰ اشعری پر اس حالت میں ہوا کہ وہ اپنے گھر میں (نماز وقرآن) پڑھ رہے تھے تو دونوں کھڑے ہوکر ان کی قراءت

مَضَيا ، فَلَمَّا اَصْبَحَ لَقِيَ اَبُوْ مُوْسٰى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَقَالَ : يَا اَبَا مُوْسٰى ! مَرَرْتُ بِكَ ، فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ ، فَقَالَ : اَمَا اَنِّيْ لَوْ عَلِمْتُ بِمَكَانِكَ لَحَبَّرْتُهُ لَكَ تَحْبِيْراً. ولابن سعد من حديث أنس بإسناد على شرط مسلم أن أبا موسى قَامَ لَيْلَةً يُصَلِّيْ ، فَسَمِعَ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ صَوْتَهُ ، وَ كَانَ حُلْوَ الصَّوْتِ ، فَقُمْنَ يَسْتَمِعْنَ ، فَلَمَّا اَصْبَحَ قِيْلَ لَهُ ، فَقَالَ : لَوْ عَلِمْتُ لَحَبَّرْتُهُ لَهُنَّ تَحْبِيْراً اه. ذكر كله الحافظ فى الفتح (٨٠:٩) وهو حسن أو صحيح على قاعدته فى الزوائد.

١١٢٧– عن : أبى عثمان النهدى قال : دَخَلْتُ دَارَ أَبِيْ موسى الأشعرِيِّ فَمَا سَمِعْتُ صَوْتَ صَنْجٍ ، وَلاَ بَرْبَطٍ ، وَلاَ نَايٍ اَحْسَنَ مِنْ صَوْتِهٖ . أخرجه ابن أبى داود ، وسنده صحيح ، كذا فى الفتح (٨١:٩).

سننے لگے پھر آگے بڑھ گئے جب صبح ہوئی تو ابوموسیٰ رسول اللہ ﷺ سے ملے تب حضور ﷺ نے ان سے وہ بات فرمائی (جو بخاری کی روایت ہے) اس پر ابوموسیٰ نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے اگر آپ کی خبر ہو جاتی کہ آپ ﷺ تشریف فرما ہیں تو آپ کیلئے میں اور زیادہ بنا سنوار کر پڑھتا اور ابن سعد کی روایت میں حضرت انسؓ سے ایسی سند کے ساتھ جو شرط مسلم پر ہے روایت ہے کہ ابوموسیٰ اشعری ایک رات نماز کو اٹھے اور حضور ﷺ کے ازواج نے ان کی آواز سنی اور وہ شیریں آواز والے تھے تو سب کھڑے ہو کر ان کا قرآن سننے لگیں صبح کو کسی نے ابوموسیٰ کو اس کی خبر کی تو کہا اگر مجھے ان کی خبر ہو جاتی تو میں ان کی خاطر اور زیادہ بنا تا سنوارتا۔ ان سب زیادات کو حافظ نے فتح میں ذکر کیا ہے، پس وہ حسن ہیں یا صحیح۔

<u>فائدہ</u>: ان احادیث سے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ قرآن کو خوش آوازی اور عمدگی لہجہ سے پڑھنا مطلوب و مستحسن ہے، دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر خدا کی خاطر سے قرآن کو بنا سنوار کر پڑھنا مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ اس وقت ممنوع ہے جب ریا اور طلب ثنا کا قصد ہو اور اگر تطییب قلب کا ارادہ ہو تو ممنوع نہیں۔

١١٢٧– ابوعثمان النہدی (تابعی کبیر) فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے گھر میں داخل ہوا (اور ان کی قراءت سنی) تو میں نے چنگ ورباب اور بانسری کی آواز بھی ان کی آواز سے بہتر نہیں سنی۔ اس کو ابن ابی داود نے سندِ صحیح سے روایت کیا ہے (فتح الباری)۔

<u>فائدہ</u>: اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کو بنا سنوار کر خوش آوازی سے پڑھنا مستحب ہے اور یہ جو بعض لوگ لہجہ عربیہ و مصریہ وغیرہ پر اعتراض کر دیتے ہیں کہ یہ تو گانا ہے یہ اعتراض لغو ہے۔

١١٢٨– عن : البراء ﷺ مرفوعا : " زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ ، فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيْدُ الْقُرْآنَ حُسْناً ". رواه الحاكم فى مستدركه ، وقال : صحيح ، كذا فى العزيزى (٣٠١:٢). وقال العراقى فى تخريج الإحياء (٢٥١:١) : رواه أبو داود ، والنسائى ، وابن ماجة ، وابن حبان ، والحاكم وصححه من حديث البراء بن عازب اه . وقال الحافظ فى الفتح (٦٤:٩) : فإن لم يكن حسن الصوت فليحسنه ما استطاع ، كما قال ابن أبى مليكة أحد رواة الحديث ، وقد أخرج ذلك عنه أبو داود بسند صحيح اه.

١١٢٩– عن : أنس ﷺ مرفوعا : " لِكُلِّ شَيْءٍ حِلْيَةٌ ، وَ حِلْيَةُ الْقُرْآنِ الصَّوْتُ الْحَسَنُ " . رواه عبد الرزاق ، والضياء المقدسى فى المختارة ، كذا فى كنزالعمال (١٥:١) ، وإسناد الضياء صحيح على قاعدة الكنز المذكورة فى خطبته.

١١٣٠– عن : فضالة بن عبيد ﷺ مرفوعا : اَللهُ اَشَدُّ اَذَناً اِلَى الرَّجُلِ الْحَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهٖ مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ اِلٰى قَيْنَتِهٖ". رواه ابن حبان فى صحيحه والحاكم فى مستدركه ، والبيهقى فى شعبه . كذا فى كنز العمال (١٥:١). وقال الحافظ فى الفتح (٩٣:٥) و أخرج ابن ماجة ، والكجى ، وصححه ابن حبان والحاكم

۱۱۲۸-حضرت براءؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے سنوار کر پڑھو کیونکہ عمدہ آواز قرآن کے حسن کو بڑھا دیتی ہے۔اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے اور اگر کسی کی آواز اچھی نہ ہو تو جتنا ممکن ہو اس کو اچھا بنانے کی کوشش کرے جیسا کہ ابن ابی ملیکہ راوی حدیث نے کہا ہے اور ابوداود نے سند صحیح سے اس کو روایت کیا ہے (فتح الباری)۔

۱۱۲۹-حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز کی ایک زینت ہوتی ہے اور قرآن کی زینت اچھی آواز ہے۔اس کو عبدالرزاق نے مصنف میں اور ضیاء مقدسی نے مختارہ میں روایت کیا ہے (کنز)۔میں کہتا ہوں کہ ضیاء مقدسی کی سند کنزالعمال کے قاعدہ پر صحیح ہے۔

۱۱۳۰-حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ خوش آواز آدمی کی طرف جو قرآن کو جہر کے ساتھ بنا سنوار کر پڑھتا ہو اس سے بھی زیادہ توجہ کرتے ہیں جتنی گانے والے کے (گانے کی) طرف اس کا مالک توجہ کرتا ہے۔اس کو ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے (اور دونوں نے اس کو صحیح کہا ہے ۱۲ فتح) اور بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے (کنزالعمال)۔

من حديث فضالة بن عبيد مرفوعا : " اَللّٰهُ اَشَدُّ اَذَناً اَیْ اِسْتِمَاعاً لِلرَّجُلِ الْحَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ اِلٰی قَيْنَتِهٖ " اھ.

۱۱۳۱— عن : حذيفة ﷺ مرفوعا : " اِقْرَأُوا الْقُرْآنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا ، وَاِيَّاكُمْ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ ، وَاهْلِ الْفِسْقِ ". الحديث رواه الطبراني فی الأوسط ، والبيهقی فی الشعب ، وهو حديث صحيح ، كذا فی العزيزی (۱:۲۶۱).

۱۱۳۲— عن : ابن عباس ﷺ مرفوعا : " اَحْسَنُ النَّاسِ قِرَاءَةً مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَتَحَزَّنُ بِهٖ ". رواه الطبرانی فی الكبير ، قال الشيخ : حديث حسن ، قال العلقمی : قال الجوهری : وفلان يَقْرَأُ بِالتَّحْزِيْنِ اِذَا رَقَّ صَوْتَهٗ بِهٖ. كذا فی العزيزی (۱:۶۱).

۱۱۳۳— وقال محمد فی الآثار (ص:۴۴) : وَالْقِرَائَةُ عِنْدَنَا كَمَا رَوٰی طَاؤُسٌ قَالَ : اِنَّ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ قِرَائَةً الَّذِیْ اِذَا سَمِعْتَهٗ يَقْرَأُ حَسِبْتَهٗ يَخْشَی اللّٰهَ ".

فائدہ: ان سب احادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کو خوش آوازی کے ساتھ بنا سنوار کر پڑھنا چاہئے اور جو لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تو گانا ہوا وہ غلطی کرتے ہیں کیونکہ احادیث میں تغنی بالقرآن کا بھی امر ہے اور تغنی سے مراد استغناء نہیں بلکہ قرآن کو گانے کی طرح بنا سنوار کر پڑھنا مراد ہے۔

۱۱۳۱- حضرت حذیفہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قرآن کو عرب کے لہجہ اور عرب کی آواز میں پڑھو اور یہود و نصاری اور فساق کے لہجہ سے بچو۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے شعب میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے (عزیزی)۔

فائدہ: اس سے قرآن میں تغنی کی حد معلوم ہوگئی کہ ایسی تغنی نہ ہو جیسی یہود و نصاری اور مطربین کیا کرتے ہیں بلکہ ایسی طرح پڑھو جس طرح اہل عرب پڑھتے ہیں اور لہجہ عربیہ کی خصوصیات یہ ہیں، (۱): مردانہ آواز ہو زنانہ لہجہ نہ ہو، (۲): قراءت معانی کے تابع ہو جس سے سننے والا یہ سمجھے کہ پڑھنے والا سمجھ کر پڑھ رہا ہے، (۳): قواعد تجوید کے موافق ہو، حرکات و مدات وغیرہ میں افراط وتفریط اور بے قاعدگی نہ ہو۔

۱۱۳۲- حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ سب سے اچھی قراءت اس شخص کی ہے جو قرآن کو حزن (وغم) ظاہر کر کے پڑھے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے (عزیزی)۔

۱۱۳۳- اور امام محمدؒ نے آثار میں اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ قراءت کے اعتبار سے سب سے اچھا وہ شخص ہے کہ جب تو اس کو قراءت کرتے ہوئے سنے تو یوں سمجھے کہ وہ خدا سے ڈر رہا ہے۔

۱۱۳٤– وقال الحافظ فی الفتح (۹:۶۳) : وقد روی ابن أبی داود بإسناد حسن عن أبی هريرة ﷺ أَنَّهُ قَرَأَ سُورَةً ، فَحَزَنَهَا شبه الرثى . وأخرجه أبو عوانة عن الليث بن سعد قال : يَتَغَنَّى بِهِ يَتَحَزَّن به ، وَيُرَقِّقُ بِهِ قَلْبَهُ اه.

۱۱۳٥. أخبرنا : أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم قال : لَا يَتَحَوَّلُ الرَّجُلُ مِنْ قِرَائَةٍ اِلٰى قِرَائَةٍ (قال) أبو حنيفة : يعنی حرف عبد الله ، وحرف زيد ، وغيره . أخرجه محمد فی الآثار (ص:٤٤) ورجاله ثقات ، وسنده صحيح.

باب ماجاء فی بعض آداب التلاوة

۱۱۳٦– عن : علی ﷺ مرفوعا : اِنَّ اَفْوَاهَكُمْ طُرُقٌ لِلْقُرْآنِ فَطَيِّبُوْهَا بِالسِّوَاكِ . رواه البزار بسند جيد (الإتقان ، ۱:۱۱).

۱۱۳۷– عن : جندب بن عبد الله ﷺ عن النبی ﷺ قال :" اِقْرَأُوا الْقُرْآنَ

۱۱۳۴–ابن ابی داود نے روایت کیا ہے کہ ابو ہریرہؓ نے کوئی سورت تلاوت فرمائی تو ایسے غمزدہ ہوئے جیسے مرثیہ پڑھنے والا۔ اور ابوعوانہ نے لیث بن سعد سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ قرآن کو اس طرح خوش الحانی سے پڑھے کہ دل غمزدہ اور نرم ہو جائے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قراءت میں تغنی کے ساتھ خوف وخشیت وحزن کا اثر بھی ہونا چاہئے لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ ''صوت تحزین'' میں جو ایک راگنی ہے قرآن کو پڑھا جائے کیونکہ اس کا مکروہ ہونا بوجہ تصنع اور تعدی عن القواعد التجویدیہ کے ظاہر ہے۔

۱۱۳۵–امام ابوحنیفہؒ حمادؒ سے وہ ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک قراءت سے دوسری قراءت کی طرف منتقل نہ ہونا چاہئے۔ امام ابوحنیفہؒ نے (اسکی تفسیر کرتے ہوئے) فرمایا کہ قراءت سے مراد مثلاً عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت اور زید بن ثابت کی قراءت ہے (کہ ان میں سے ایک کو پڑھتے ہوئے درمیان میں دوسری کی طرف انتقال کرنا مکروہ ہے)۔ اس کو امام محمدؒ نے آثار میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: نماز یا تلاوت میں ایسا نہ کرنا چاہئے باقی تعلیم وتعلم میں بضرورت ایسا کرنا جائز ہے کہ ایک ہی آیت میں تمام قراءتوں کو جمع کر کے پڑھایا جائے۔

باب تلاوتِ قرآن کے بعض آداب کے بیان میں

۱۱۳۶–حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے منہ قرآن کے راستے ہیں (جن سے کہ وہ نکلتا ہے یعنی پڑھا جاتا ہے) سو ان کو مسواک سے صاف کرلیا کرو۔ اس کو بزار نے عمدہ سند سے روایت کیا ہے (اتقان)۔

مَا ائْتَلَفَتْ قُلُوْبُكُمْ ، فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُوْمُوْا عَنْهُ ". رواه أمير المؤمنين فى الحديث أبو عبد الله البخارى فى صحيحه (۲:۷۵۷).

۱۱۳۸ – عن: سعد بن أبى وقاص ﷺ مرفوعا: " اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ نَزَلَ بِحَزَنٍ ، فَإِذَا قَرَأْتُمُوْهُ فَابْكُوْا فَإِنْ لَمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكَوْا ، وَتَغَنَّوْا بِهِ ، فَمَنْ لَمْ يَتَغَنَّ فَلَيْسَ مِنَّا ". رواه ابن ماجة. قال العراقى: بإسناد جيد (شرح الإحياء، ٤:٤٩).

۱۱۳۹ – عن: حذيفة ﷺ اَنَّهٗ صَلّٰى اِلٰى جَنْبِ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً فَقَرَأَ ، فَكَانَ اِذَا مَرَّ بِآيَةِ عَذَابٍ وَقَفَ وَتَعَوَّذَ ، وَاِذَا مَرَّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ وَقَفَ ، فَدَعَا ، وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ : " سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ " ، وَفِيْ سُجُوْدِهٖ : " سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى " . أخرجه النسائى

۱۱۳۷–حضرت جندب بن عبداللہ سے مرفوعاروایت ہے کہ قرآن پڑھو جب تک کہ تمہارے دل زبان سے موافقت کریں اور جب تمہارے دل اور زبان میں اختلاف پڑ جائے تو اس سے اٹھ کھڑے ہو۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید حضور قلب اور دلجمعی سے پڑھنا چاہئے، جب تک دل لگا رہے پڑھتا رہے اور جب طبیعت پراگندہ ہوجائے اور متوجہ نہ ہو سکے تو چھوڑ دے کہ ایسی حالت میں قرآن مجید پڑھنا گستاخی ہے اور عجب نہیں کچھ کا کچھ پڑھ جائے، لیکن یہ حکم اس کے لئے ہے جس کو اکثر قرآن میں دلجمعی حاصل ہوجاتی ہو اور گاہے حاصل نہ ہوتی ہو اور جس کو کبھی دلجمعی نہ ہوتی ہو اس کو بہ تکلف طبیعت کو جمانا چاہئے ورنہ عمر بھر دلجمعی حاصل نہ ہوگی۔

۱۱۳۸–حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مرفوعاروایت ہے کہ یہ قرآن غم کیلئے اترا ہے (کہ لوگ خدا کا خوف کریں اور ڈر کر اس کے احکام پر عمل کریں) تو تم جب اس کو پڑھو تو روؤ، پھر اگر رونا نہ آئے تو باتکلف روؤ (یعنی دل میں غم کو جگہ دو اور عذاب الہی اوز اپنی کوتاہی پر باتکلف نظر کرو اس سے رونا آجائیگا اور یہ رونا ان آیات کے پڑھتے وقت ہونا چاہئے جن میں کہ عذاب کا ذکر ہے اور جہاں رحمت کا ذکر ہو وہاں مسرت ہونی مناسب ہے) اور اس کے ساتھ تغنی کرو (یعنی اس کو بنا سنوار کر جہر سے پڑھو) کیونکہ جو شخص اس کے ساتھ تغنی نہ کرے وہ ہمارے طریق پر نہیں ہے۔اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور عراقی نے اس کی سند کو عمدہ کہا ہے (شرح احیاء العلوم)۔

۱۱۳۹–حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کی جانب میں ایک رات نماز پڑھی تو حضور ﷺ نے (نماز میں) قرآن کو پڑھا اور جب آیت عذاب پر گذرتے تو ٹھہر جاتے پناہ مانگتے اور جب آیتِ رحمت پر گذرتے تو بھی ٹھہر جاتے اور دعا مانگتے اور اپنے رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلی کہتے۔اس کو نسائی نے روایت کیا اور اس پر سکوت کیا ہے۔

(١٥٦:١) وسكت عنه ، ومسلم ، وزاد وَلَا بِآيَةِ تَنْزِيْهٍ إِلَّا سَبَّحَ (شرح الاحياء للعراقی ، ٢٥:١) وفی الأذکار للنووی (ص:٢٦) عن عوف بن مالك نحوه ، وقال : هذا حدیث صحیح ، رواه أبو داود ، والنسائی فی سننیهما ، والترمذی فی الشمائل بأسانید صحیحة اه.

١١٤٠- عن : عقبة بن عامر الجهنی رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْآنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ ، وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْآنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ ". رواه أبو داود (٥١:١) . وسكت عنه وفی عون المعبود : قال المنذری : وأخرجه الترمذی ، والنسائی ، وقال الترمذی : هذا حدیث حسن غریب هذا آخر کلامه . وفی إسناده إسماعیل بن عیاش وفیه مقال، ومنهم من یصحح حدیثه عن الشامیین ، وهذا الحدیث شامی الإسناد اه.

١١٤١- عن : بعض الصحابة مرفوعا : " فَضْلُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ نَظَرًا عَلَى مَنْ يَقْرَأُهُ

فائدہ: جو معنی سمجھتا ہو نوافل میں اس کیلئے یہ عمل مسنون ہے لیکن دعا اور پناہ عربی میں مانگے اور فرائض میں ایسا نہ کیا جائے کیونکہ فرائض میں حضور ﷺ سے ایسا ثابت نہیں، اسی طرح تراویح میں بھی ایسا نہ کرے کیونکہ تراویح بھی باجماعت ادا کی جاتی ہے لہٰذا اس میں طوالت مناسب نہیں۔

١١٤٠- حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قرآن ظاہر کر کے (اور زور سے) پڑھنے والا ظاہر صدقہ دینے والے کی مثل ہے اور خفیہ قرآن پڑھنے والا مثل خفیہ صدقہ دینے والے کے ہے۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس طرح خفیہ صدقہ دینا ظاہر کر کے دینے سے افضل ہے اسی طرح خفیہ قرآن پڑھنا بھی ظاہر کر کے اور زور سے قرآن پڑھنے سے افضل ہے اور اس حدیث سے اخفاء اور پہلی حدیث سے جہر کی فضیلت ثابت ہوئی اور دونوں حدیثوں میں امام نوویؒ نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ جہاں ریاء کا خوف ہو یا نمازیوں یا سونے والوں کو تکلیف ہو تو زور سے پڑھنے سے وہاں آہستہ پڑھنا افضل ہے اور جہاں یہ امور نہ ہوں تو جہر بہتر ہے کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے اور اس کا نفع سامعین تک متعدی ہوتا ہے اور قرآن پڑھنے والے کے دل کو بیدار کرتا ہے اور اس کے قصد کو تامل کے ساتھ جمع رکھتا ہے (یعنی انتشار نہیں ہوتا) اور اس کے کانوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے اور نیند کو ہٹا دیتا ہے اور نشاط کو بڑھاتا ہے (اتقان ج-١،ص-١١٣)۔

١١٤١- بعض صحابہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ (قرآن میں) دیکھ کر قرآن پڑھنے کی فضیلت اس شخص پر جو اس کو یاد سے پڑھے

ظَاهِرًا كَفَضْلِ الْفَرِيْضَةِ عَلَى النَّافِلَةِ " . رواه أبو عبيد الهروى فى فضائل القرآن ، كذا فى العزيزى (۳:۲۱). وفى الإتقان (۱:۱۱۳) سنده صحيح.

۱۱٤۲– وفيه أيضا عن ابن مسعود ﷺ موقوفا : أَدِيْمُوْا النَّظَرَ فِي الْمُصْحَفِ . أخرجه البيهقى بسند حسن اه.

۱۱٤۳– عن : أوس بن أوس الثقفى ﷺ مرفوعا : " قِرَائَةُ الرَّجُلِ فِيْ غَيْرِ الْمُصْحَفِ أَلْفُ دَرَجَةٍ وَقِرَائَتُهُ فِي الْمُصْحَفِ تَضَاعَفُ عَلَى ذٰلِكَ إِلَى أَلْفَيْ دَرَجَةٍ " . رواه الطبرانى فى الكبير ، والبيهقى فى الشعب ، كذا فى العزيزى (۳:۵٦) ، وقال : قال الشيخ : حديث صحيح اه.

۱۱٤٤– عن : ابن عمر ﷺ (أنه) كَانَ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ . كذا فى الإتقان (۱:۱۱٤) ، وعزاه إلى الصحيح.

مثل فضیلت فرض کی نفل پر ہے۔ اس کو ابو عبید ہروی نے فضائل القرآن میں روایت کیا ہے (عزیزی) اور اس کی سند صحیح ہے (اتقان)۔

فائدہ: یعنی قرآن مجید میں دیکھ کر پڑھنے کا ثواب مثل فرض کے ثواب کے ہے اور بغیر دیکھے یاد سے پڑھنے کا ثواب مثل نفل کے ثواب کے ہے۔

۱۱۴۲- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پڑھتے ہوئے ہمیشہ قرآن پر نظر رکھو (بیہقی)۔

۱۱۴۳- حضرت اوسؓ سے مرفوعا مروی ہے کہ آدمی کا غیر قرآن میں قرآن پڑھنا (یعنی قرآن میں بغیر دیکھے یاد سے پڑھنا) ایک ہزار درجے (ثواب رکھتا ہے) اور قرآن میں (دیکھ کر) پڑھنا اس پر دو ہزار درجے تک بڑھایا جاتا ہے۔ اس کو طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور عزیزی نے کہا ہے کہ شیخ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

فائدہ: یعنی قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے کا ثواب دو چند ہے یاد کے پڑھنے سے اور وجہ یہ ہے کہ الفاظ کا دیکھنا بھی عبادت ہے اور یاد سے پڑھنے میں دیکھنا ہوتا نہیں اور اس سے ناظرہ خواں کی فضیلت حافظ پر لازم نہیں آتی کیونکہ اس فضیلت کو حافظ حاصل کر سکتا ہے اور حفظ کا جو ثواب ہے وہ ناظرہ خواں کو حاصل نہیں۔

۱۱۴۴- عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ قرآن پڑھتے ہوئے بات نہ کرتے تھے جب تک قراءت سے فارغ نہ ہو لیتے۔ اس کو اتقان میں صحیح کی طرف منسوب کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پڑھتے ہوئے بلاضرورتِ شدیدہ کسی سے بات نہ کرنا چاہیے۔

۱۱۴۵ – عن : جابر بن عبد الله ﷺ قال : خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلٰی اَصْحَابِهٖ فَقَرَأَ عَلَیْهِمْ " سُوْرَةَ الرَّحْمٰنِ " مِنْ اَوَّلِهَا اِلٰی آخِرِهَا ، فَسَكَتُوْا ، فقال : " مَا لِیْ اَرَاكُمْ سُكُوْتًا؟ لَقَدْ قَرَأْتُهَا عَلَی الْجِنِّ لَیْلَةَ الْجِنِّ فَكَانُوْا اَحْسَنَ مَرْدُوْدًا مِنْكُمْ ، كُنْتُ كُلَّمَا اَتَیْتُ عَلٰی قَوْلِهٖ : " فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ "قالوا : وَلَا بِشَیْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ ، فَلَكَ الْحَمْدُ " . رواه الترمذی ، وابن المنذر وأبو الشیخ فی العظمة ، والحاکم وصححه ، وابن مردویه ، والبیهقی فی الدلائل .

۱۱۴۶ – وأخرج البزار ، وابن جریر ، وابن المنذر ، والدار قطنی فی الأفراد ، وابن مردویه ، والخطیب بسند صحیح عن ابن عمر ﷺ اَنَّ رسول الله ﷺ قَرَأَ " سورة الرحمن " عَلٰی اَصْحَابِهٖ ، فَسَكَتُوْا ، فَقَالَ : " مَا لِیْ اَسْمَعُ الْجِنَّ اَحْسَنَ جَوَابًا لِرَبِّهَا مِنْكُمْ ؟ مَا اَتَیْتُ عَلٰی قَوْلِهٖ ﴿فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ؟﴾ اِلَّا قَالُوْا لَا بِشَیْءٍ مِنْ آلَائِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ ، فَلَكَ الْحَمْدُ . كذا فی الدر المنثور (۱:۱۳۹، ۱۴۰).

۱۱۴۷ – عن : أبی هریرة ﷺ كَانَ رسول الله ﷺ اِذَا قَرَأَ ﴿اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلٰی

۱۱۴۵ – حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اوران پر سورہ رحمٰن اول سے آخر تک تلاوت فرمائی تو وہ خاموش رہے، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے کیا ہوا کہ میں تم کو ساکت دیکھتا ہوں؟ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس کو شب جن میں (جب کہ حضور ﷺ جنوں کے یہاں تشریف لے گئے تھے) جنوں پر پڑھا تو وہ جواب دینے میں تم سے زیادہ اچھے تھے، جب کہ میں اللہ تعالیٰ کے (اس) قول پر آتا تھا" فبای آلاء ربکما تکذبن " تو وہ کہتے تھے " ولا بشیٔ من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد " ۔اسکو ترمذی، ابن المنذر اور ابوالشیخ نے کتاب العظمة میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح بھی کہا ہے اور ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں روایت کیا ہے (درمنثور)۔

۱۱۴۶ – ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ پر سورۃ الرحمٰن تلاوت فرمائی تو صحابہ خاموش رہے، تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے کہ میں تمہاری نسبت جنوں سے بہتر جواب پاتا ہوں؟ میں جب بھی اللہ کے اس قول فبای آلاء الایۃ پر پہنچتا تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے، تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ (درمنثور)۔

۱۱۴۷ – حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب" الیس ذلك بقادر علی ان یحیی الموتیٰ "

أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتٰى؟ ﴾قَالَ : بَلٰى ! وَإِذَا قَرَأَ ﴿أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ﴾ قال : بَلٰى !. رواه البيهقي في شعب الإيمان ، والحاكم ، وهو حديث صحيح ، كذا في العزيزي (۳:۳۵).

۱۱۴۸– عن : ابن عباس ﷺ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَرَأَ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾ قال : سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى . رواه أحمد ، وأبو داود ، والحاكم .وهو حديث صحيح (العزيزي ، ۳:۳۵).

۱۱۴۹– حدثنا عبد الله بن محمد الزهري نا سفيان حدثني إسماعيل بن أمية قال : سَمِعْتُ أَعْرَابِيًّا يَقُوْلُ :سَمِعْتُ أَبَا هريرة ﷺ يَقُوْلُ قال رسول الله ﷺ: " مَنْ قَرَأَ مِنْكُمْ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ فَانْتَهٰى إِلٰى آخِرِهَا ﴿أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ؟﴾ فَلْيَقُلْ : بَلٰى ! وَأَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ ، وَمَنْ قَرَأَ " لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ " فَانْتَهٰى إِلٰى ﴿أَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلٰى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتٰى؟﴾ فَلْيَقُلْ : بَلٰى ! وَمَنْ قَرَأَ " وَالْمُرْسَلَاتِ " فَبَلَغَ ﴿فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُوْنَ ؟﴾ فَلْيَقُلْ : آمَنَّا بِاللّٰهِ " .رواه أبو داود (۱:۱۲۱). هكذا ، والأعرابي لم يسم ، فالسند منقطع وهو مقبول عند الأصحاب.

پڑھتے تو بلیٰ کہتے اور جب" اليس الله باحكم الحاكمين" تلاوت کرتے تو (بھی) بلیٰ کہہ لیتے۔اس کو حاکم اور بیہقی نے بسند صحیح روایت کیا ہے (عزیزی)۔

۱۱۴۸-حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے تو سبحان ربی الاعلی فرماتے۔ اس کو امام احمد، ابوداود اور حاکم نے روایت کیا ہے اور یہ صحیح حدیث ہے (عزیزی)۔

<u>فائدہ</u>:اس حدیث سے لفظ سبح اسم ربک الاعلی پڑھنے کے بعد سبحان ربی الاعلی کہہ لینا مسنون ثابت ہوا۔

۱۱۴۹-حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص تم میں سے والتين والزيتون پڑھے اور اس کے آخر تک پہنچ جائے (یعنی) اليس الله باحكم الحاكمين (تک) تو چاہئے کہ بَلٰى وَأَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ کہہ لے اور جو لا اقسم بيوم القيمة پڑھے اور اليس ذلك بقادر على ان يحيى الموتى تک پہنچے تو (بھی) بلیٰ کہہ لے اور جو (سورۃ) والمرسلت پڑھے اور فبای حديث بعده يؤمنون پر پہنچے تو آمنا باللہ کہے۔اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے۔

۱۱۵۰– عن: أبی الحسن البزیّ المقرئ قال: سَمِعْتُ عکرمة بن سلیمان یقول: قَرَأْتُ عَلٰی إسماعیلَ بن قسطنطین، فَلَمَّا بَلَغْتُ "وَالضُّحٰی" قال: کَبِّرْ عِنْدَ خَاتِمَةِ کُلِّ سُوْرَةٍ حَتّٰی تَخْتِمَ، فَإِنِّیْ قَرَأْتُ عَلٰی عبدِ اللّٰہ بن کثیر، فَلَمَّا بَلَغْتُ "وَالضُّحٰی" قال: کَبِّرْ حَتّٰی تَخْتِمَ. وَأَخْبَرَهٗ عبد اللّٰہ بن کثیر أَنَّهٗ قَرَأَ عَلٰی مُجَاهِدٍ، فَأَمَرَهٗ بِذٰلِكَ، وَأَخْبَرَهٗ مُجَاهِدٌ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَمَرَهٗ بِذٰلِكَ، وَأَخْبَرَهٗ ابنُ عباسٍ أَنَّ أُبَیَّ بنَ کَعْبٍ أَمَرَهٗ بِذٰلِكَ، وَأَخْبَرَهٗ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ أَخْبَرَهٗ بِذٰلِكَ. أخرجه الحاکم وصححه وابن مردویه والبیهقی فی الشعب، کذا فی الدر المنثور (۶: ۳۶۰).

۱۱۵۱– عن: ابن عباس عن ابی بن کعب ؓ: أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ إِذَا قَرَأَ ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ اِفْتَتَحَ مِنَ الْحَمْدِ، ثُمَّ قَرَأَ مِنَ الْبَقَرَةِ إِلٰی ﴿وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ثُمَّ دَعَا بِدُعَاءِ الْخَتْمَةِ، ثُمَّ قَامَ. أخرجه الدارمی بسند حسن (الإتقان، ۱: ۱۱۶).

۱۱۵۰–ابوالحسن بزی مقری سے روایت ہے کہ میں نے عکرمہ بن سلیمان سے سناوہ کہتے تھے کہ میں نے اسمٰعیل بن قسطنطین سے قرآن پڑھاتو میں جب (سورہ) والضحٰی پر پہنچا تو انہوں نے کہا اللہ اکبر کہو خاتمہ ہر سورت پر یہاں تک کہ (قرآن) ختم کرلو (یعنی سورۃ والضحٰی سے آخر قرآن تک ہر سورت کے آخر میں ایک بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو) کیونکہ میں نے عبداللہ بن کثیر سے قرآن پڑھا ہے تو میں جب والضحٰی پر پہنچا تو انہوں نے کہا کہ تکبیر کہو یہاں تک کہ قرآن ختم کرلو اور ان کو عبداللہ بن کثیر نے خبر دی کہ انہوں نے مجاہد سے قرآن پڑھا تو انہوں نے ان کو اس کا امر کیا اور ان کو مجاہد نے خبر دی کہ حضرت ابن عباسؓ نے ان کو اس کا امر کیا اور حضرت ابن عباسؓ نے ان کو خبر دی کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے ان کو اس کا حکم کیا اور ان کو خبر دی کہ نبی ﷺ نے ان کو اس کی خبر دی۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے (درمنثور)۔

فائدہ: اس حدیث سے سورہ والضحٰی سے آخر قرآن تک تلاوت کرتے وقت ہر سورت کے آخر میں اللہ اکبر کہنا مسنون ثابت ہوا اور یہی طریقہ ہے اہل تجوید کا۔

۱۱۵۱–حضرت ابن عباسؓ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب قل اعوذ برب الناس (آخر تک قرآن مجید ختم کرتے وقت) پڑھتے تو الحمد سے شروع کرتے (اور اس کو ختم کرلیتے) پھر (سورہ) بقرہ سے شروع کرکے اولئك هم المفلحون تک پڑھتے پھر دعا کرتے ختم قرآن کی دعا (جو قریب ہی آتی ہے) پھر کھڑے ہوجاتے۔ اس کو دارمی نے بسند حسن روایت کیا ہے (اتقان)۔

١١٥٢– وفی الأذكار للنووی (ص:٤٩) : روی ابن ابی داود بإسنادین صحیحین عن قتادة قال : كَانَ أَنس بنُ مالكٍ ﷺ إِذَا خَتَمَ الْقُرآنَ جَمَعَ أَهْلَهُ وَدَعَا اه.

١١٥٣– عن : ابن عباس ﷺ أن رجلا قال : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اَیُّ الاَعْمَالِ اَفْضَلُ ؟ قال : اَلْحَالُ الْمُرْتَحِلُ . قال : یا رسول الله ! وَمَا الْحَالُ الْمُرْتَحِلُ ؟ قال : صَاحِبُ الْقُرْآنِ يَضْرِبُ مِنْ اَوَّلِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ آخِرَهٗ وَمِنْ آخِرِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ اَوَّلَهٗ ، كُلَّمَا حَلَّ ارْتَحَلَ " . تفرد به صالح المری وهو من زهاد أهل البصرة إلا أن الشیخین لم یخرجاه ، وله شاهد من حدیث أبی هریرة ثم أخرجه من طریق مقدام ابن داود ابن تلید الرعینی ثنا خالد بن نزار حدثنی اللیث بن سعد حدثنی مالك بن أنس عن ابن شهاب عن الأعرج عن أبی هریرة الحدیث نحوه ، أخرجه الحاکم فی المستدرك (١:٥٦٨) ، وقال الذهبی فی الأول : إن صالحا متروك وقال فی شاهده : لم یتکلم علیه الحاکم ، وهو موضوع علی سند الصحیحین ، ومقدام متکلم فیه ، والآفة منه اه.

قلت : والحدیث عندی حسن ، وإلا فضعیف ، ویکتفی بمثله فی الفضائل ، ولیس بموضوع ، کما سأذکره فی الحاشیة.

١١٥٤– عن : داود بن قیس معضلا (أی مرسلا فإن داود من التابعین) قال :

١١٥٢–اوراذکار نووی میں ہے کہ ابن ابی داود نے دو صحیح سندوں سے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت انسؓ جب قرآن ختم کرتے تو اپنے گھر والوں کو جمع کرتے اور دعا کرتے۔

١١٥٣–حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! بہترین اعمال کونسا عمل ہے؟ فرمایا اس شخص کا عمل جو منزل پر پہنچتے ہی کوچ کرنیوالا ہے اس نے کہا یا رسول اللہ! اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا یہ قرآن پڑھنے والا ہے کہ اول سے شروع کرتا ہے حتی کہ اخیر تک پہنچتا ہے اور اخیر سے پھر اول کی طرف پہنچتا ہے جب منزل پر پہنچتا ہے کوچ کر دیتا ہے۔ اس کو حاکم نے مستدرک میں دو طریق سے روایت کیا ہے اور ذہبی نے دونوں میں کلام کیا ہے مگر میرے نزدیک حدیث حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس کا بھی وہی مطلب ہے جو حدیث نمبر ١١٥١ کا مطلب ہے۔

١١٥٤–داود بن قیس (تابعی) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ختم قرآن کے وقت کہتے تھے (یعنی یہ دعا پڑھتے

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ عِنْدَ خَتْمِ الْقُرْآنِ : " اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِالْقُرْآنِ ، وَاجْعَلْهُ لِيْ إِمَاماً ، وَهُدًى وَرَحْمَةً ، اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِيْ مِنْهُ مَا نَسِيْتُ ، وَعَلِّمْنِيْ مِنْهُ مَا جَهِلْتُ ، وَارْزُقْنِيْ تِلَاوَتَهٗ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ، وَاجْعَلْهُ لِيْ حُجَّةً يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ". رواه أبو منصور المقطر بن الحسين الدرجانی فی فضائل القرآن ، وأبو بكر بن الضحاك فی الشمائل ، كلاهما من طريق أبی ذر الهروی من رواية داود ، كذا فی شرح الإحياء للعراقی (۱:۲۵۰).

قلت : روى داود عن السائب بن يزيد الكندی الصحابی ، أخرجوا له وهو ثقة فاضل ، كذا فی التقريب وتهذيب التهذيب.

۱۱۵۵ — عن : سعد بن ابی وقاص ﷺ قال : " إِذَا وَافَقَ خَتْمُ الْقُرْآنِ أَوَّلَ اللَّيْلِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى يُصْبِحَ ، وَإِنْ وَافَقَ خَتْمُهٗ أَوَّلَ النَّهَارِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى يُمْسِيَ ". رواه الدارمی بإسناد حسن (الإتقان ، ۱:۱۱۵).

قلت : وهو حكم المرفوع ، فإن مثله مما لا يؤخذ بالرأی.

۱۱۵۶ — عن : سعد بن عبادة ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : مَا مِنِ امْرِئٍ يَقْرَأُ

تھے) " اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِالْقُرْآنِ ، وَاجْعَلْهُ لِيْ إِمَاماً ، وَهُدًى وَرَحْمَةً ، اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِيْ مِنْهُ مَا نَسِيْتُ ، وَعَلِّمْنِيْ مِنْهُ مَا جَهِلْتُ ، وَارْزُقْنِيْ تِلَاوَتَهٗ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ، وَاجْعَلْهُ لِيْ حُجَّةً يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ " (اے اللہ! قرآن کے واسطے مجھ پر رحم فرما اور اسے میرے لئے پیشوا بنا اور ہدایت اور رحمت کا ذریعہ بنا، اے اللہ! میں جو کچھ اس میں سے بھول گیا ہوں وہ مجھے یاد دلا اور جس حصے سے میں جاہل رہ گیا ہوں اس کا مجھے علم نصیب فرما، رات دن اسکی تلاوت کرنے کی مجھے توفیق نصیب فرما، اور (قیامت کے دن) اسے میرے حق میں حجت بنا، اے تمام جہانوں کے پروردگار!)۔ اس کو ابو منصور اور ابو بکر بن الضحاک نے روایت کیا ہے (شرح احیاء العلوم)۔

۱۱۵۵- حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب ختم قرآن اول شب کے موافق پڑے (یعنی اول رات میں تمام ہو) تو اس پر (یعنی قرآن پڑھنے والے پر) ملائکہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں (یعنی اس کے لئے استغفار کرتے ہیں) یہاں تک کہ صبح کرے اور اگر اس کا ختم اول دن کے موافق پڑے تو اس پر ملائکہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں یہاں تک کہ شام کرے۔ اس کو دارمی نے بسند حسن روایت کیا ہے (اتقان)۔ میں کہتا ہوں کہ صحابی ایسا مضمون رسول اللہ ﷺ سے سنے بغیر نہیں فرما سکتے کیونکہ یہ غیب کی خبر ہے جو صرف وحی سے معلوم ہو سکتی ہے (لہٰذا یہ حکماً مرفوع ہے)۔

الْقُرْآنَ ثُمَّ يَنْسَاهُ اِلاَّ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَجْذَمَ " . رواه أبو داود (١:٥٤٩) وسكت عنه وقال العزيزى (٣:٢٦٢) : إسناده حسن .

ابواب الإمامة

باب وجوب إتيان الجماعة فى المسجد عند عدم العلة وعدم كونها شرطا لصحة الصلاة

١١٥٧– عن : أنس بن مالك ﷺ : اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قال : " لَوْ اَنَّ رَجُلاً دَعَا النَّاسَ اِلٰى عَرْقٍ اَوْ مِرْمَاتَيْنِ لَاَجَابُوْهُ ، وَهُمْ يُدْعَوْنَ اِلٰى هٰذِهِ الصَّلاَةِ فِىْ جَمَاعَةٍ فَلاَ يَاْتُوْنَهَا ، لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ آمُرَ رَجُلاً اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِيْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ اَنْصَرِفَ اِلٰى قَوْمٍ سَمِعُوْا النِّدَاءَ فَلَمْ يُجِيْبُوْا فَاضْرِمَهَا عَلَيْهِمْ نَارًا اِنَّهُ لاَ يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلاَّ مُنَافِقٌ " رواه الطبرانى فى الأوسط

١١٥٦–حضرت سعد بن عبادہؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نہیں ہے کوئی آدمی کہ قرآن پڑھے پھر اس کو بھول جائے مگر وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن ہاتھ کٹا ہوا یا جذامی ہو کر ملے گا۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور عزیزی نے حسن کہا ہے۔

فائدہ: حدیث میں اجذم کا لفظ ہے جس کے دونوں معنی مذکور ہو سکتے ہیں یعنی ہاتھ کٹا ہوا یا جذامی پس دونوں لفظوں کے ساتھ ترجمہ کر دیا گیا ہے اور یہاں سے قرآن مجید کا بے پروائی سے بھلا دینا گناہ ہونا ثابت ہوا۔

امامت کے ابواب

باب جماعت کا واجب ہونا مسجد میں بیماری (وغیرہ) نہ ہونے کے وقت اور نماز صحیح ہونے کیلئے جماعت شرط نہیں

١١٥٧–حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص لوگوں کو گوشت اتاری ہوئی ہڈی یا دو تیروں کی کہ جن سے تیراندازی سیکھی جاتی ہے دعوت دے (یعنی ہڈی کھانے اور دو تیر دینے کیلئے بلائے) تو وہ اسکی اجابت کر لیں (یعنی دعوت اس شخص کی قبول کر لیں) اور وہ اس نماز کی طرف جماعت میں بلائے جاتے ہیں اور اس میں نہیں آتے (یعنی جائے تعجب ہے کہ دنیا کی حقیر چیزوں کی طرف توجہ ہے اور دین کی عظیم الشان نعمتوں سے بے توجہی) میں نے (بعض اوقات) ارادہ کیا کہ کسی شخص کو لوگوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھانے کا حکم دوں پھر اس قوم کی طرف لوٹوں جنہوں نے کہ اذان سنی اور (قدم سے) اس کا جواب نہ دیا، پس ان پر آگ روشن کروں (اور ان کو جلا دوں) بے شک جماعت کی نماز سے تو منافق ہی پیچھے رہتا ہے (اور حاضر نہیں ہوتا)۔

ورجاله موثقون ، كذا في مجمع الزوائد (۱۰: ۱۵۹).

۱۱۵۸ – عن: ابن عباس ﷺ قال: مَنْ سَمِعَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ فَلَمْ يُجِبْ فَقَدْ تَرَكَ سُنَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ. رواه الطبراني في الأوسط، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، ۱: ۱۵۹). وقال في الترغيب (۱: ۷۱): بإسناد حسن.

۱۱۵۹ – عن: أبي بن كعب ﷺ قال: صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَوْماً الصُّبْحَ فقال: أَ شَاهِدٌ فُلَانٌ؟ قَالُوْا: لَا قال: أَ شَاهِدٌ فُلَانٌ؟قالوا: لَا، قال: إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ أَثْقَلُ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ. وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَيْتُمُوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الرُّكَبِ. رواه أحمد، وأبو داود وابن خزيمة، وابن حبان في صحيحيهما، والحاكم (الترغيب ۱: ۶۹).

اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس حدیث سے جماعت کا وجوب معلوم ہوتا ہے کیونکہ تارک جماعت پر سخت عتاب کیا گیا ہے اور اس کے تارک پر نفاق کا حکم لگایا گیا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ محض جماعت ہی واجب نہیں بلکہ مسجد میں آنا بھی واجب ہے کیونکہ اگر صرف جماعت ہی واجب ہوتی تو حضور ﷺ اس سزا کا ارادہ نہ فرماتے کیونکہ ممکن ہے کہ انہوں نے گھر میں ہی جماعت سے نماز پڑھ لی ہو، پس معلوم ہوا کہ جماعت مستقل واجب ہے اور مسجد میں آنا الگ طور پر واجب ہے۔

۱۱۵۸- حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جس نے حی علی الفلاح سنا اور جواب نہ دیا تو اس نے محمد ﷺ کا طریقہ چھوڑ دیا۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں (مجمع الزوائد) اور ترغیب میں اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس میں اجابت سے مراد قدم کی اجابت ہے جیسا کہ فقہاء حنفیہ نے بیان کیا ہے پس اس سے جماعت کا اور مسجد میں جماعت کرنے کا وجوب ثابت ہو گیا کیونکہ اجابت بالقدم کی یہی صورت ہے۔

۱۱۵۹- حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم کو رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی پھر فرمایا کہ کیا فلاں حاضر ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں، پھر فرمایا اور فلاں حاضر ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ دونوں نمازیں (فجر وعشاء) منافقوں پر سب نمازوں سے زیادہ بھاری ہیں اور اگر تم جانتے اس (ثواب) کو جو ان دونوں میں ہے تو ان میں ضرور حاضر ہوتے اگر چہ (کسی وقت) گھٹنوں کے بل گھسٹ کے ہی آنا پڑتا۔ اس کو احمد، ابوداود، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیحین میں اور حاکم نے (مستدرک میں) روایت کیا ہے (ترغیب)۔

۱۱۶۰ – عن : أبی الدرداء ﷺ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : مَا مِنْ ثَلاثَةٍ فِیْ قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ وَلَا تُقَامُ فِيْهِمُ الصَّلَاةُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ ، فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ ، قَالَ السَّائِبُ يَعْنِیْ بِالْجَمَاعَةِ الْجَمَاعَةَ فِی الصَّلَاةِ . رواه النسائی (۱:۱۵۸). وفی الترغیب (۱:۷۰) : وأبو داود ، وابن خزیمة ، وابن حبان فی صحیحیهما ، والحاکم ، وزاد رزین فی جامعه ، وَاِنَّ ذِئْبَ الْاِنْسَانِ الشَّيْطَانُ اِذَا خَلَا بِهٖ اَكَلَهٗ اھ. وفی الزیلعی (۱:۲۳۷). قال النووی فی الخلاصة : إسناده صحیح اھ.

۱۱۶۱ – عن ابن مسعود ﷺ قال : مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَلْقَى اللهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ ، فَاِنَّ اللهَ شَرَعَ لِنَبِيِّهٖ ﷺ سُنَنَ الْهُدٰى ، فَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى ، وَاِنِّیْ لَا اَحْسِبُ مِنْكُمْ اَحَدًا اِلَّا لَهٗ مَسْجِدٌ يُصَلِّیْ فِيْهِ فِیْ بَيْتِهٖ ، فَلَوْ صَلَّيْتُمْ فِیْ بُيُوْتِكُمْ وَتَرَكْتُمْ مَسَاجِدَكُمْ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ ، وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ

فائدہ: حضور ﷺ نے جماعت میں نہ آنے والوں کو منافق فرمایا اس سے جماعت کا وجوب ثابت ہوا اور مسجد میں آنے کا وجوب بھی اس سے ظاہر ہو رہا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ان کی غیر حاضریٔ مسجد پر ہی یہ سخت بات فرمائی، اگر گھر کی جماعت کافی ہوتی تو مسجد میں نہ آنے پر وعید نہ ہوتی۔

۱۱۶۰ – حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ نہیں ہوتے تین شخص کسی گاؤں میں اور نہ جنگل میں اس حال میں کہ ان میں (جماعت سے) نماز قائم نہ کی جاتی ہو مگر شیطان ان پر غالب ہو جاتا ہے، پس تم جماعت لازم کر لو کہ بھیڑیا تو (گلہ سے) دور رہنے والی بکری کو کھا جاتا ہے۔ سائب راوی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی مراد جماعت سے نماز کی جماعت مراد تھی۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور امام نووی نے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: یعنی شیطان مثل بھیڑئے کے ہے اس کا قابو جماعت پر نہیں چلتا صرف اکیلے کو گمراہ کرتا ہے، سو جماعت کی پابندی رکھنا نہایت ضروری ہے۔

۱۱۶۱ – حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ سے کل (قیامت) کو (کمال) اسلام کے ساتھ ملنا پسند ہو تو اس کو چاہئے کہ ان نمازوں کی محافظت کرے جس جگہ کہ ان کیلئے اذان دی جاتی ہے (یعنی مسجد میں) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پیغمبر کیلئے ہدایت کے طریقے مقرر فرمائے ہیں اور یہ نمازیں (باجماعت) ہدایت کے طریقوں میں سے ہیں اور اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو گے جیسا کہ یہ (جماعت سے) پیچھے رہنے والا (یعنی اس میں حاضر نہ ہونے والا) اپنے گھر میں نماز

لَضَلَلْتُمْ. وَمَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَمْشِيْ إِلَى صَلَاةٍ إِلَّا كَتَبَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا حَسَنَةً أَوْ يَرْفَعُ لَهُ بِهَا دَرَجَةً، وَيُكَفِّرُ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً. وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا نُقَارِبُ بَيْنَ الْخُطَا، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُوْمٌ نِفَاقُهُ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ الرَّجُلَ يُهَادَى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِي الصَّفِّ. أخرجه النسائي (١٣٦:١) واللفظ له. قال في الترغيب (٦٧:١): وفي رواية قال: إِنَّ رسول الله ﷺ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى، وَأَنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ. رواه مسلم، وأبو داود، والنسائي، وابن ماجة اه.

١١٦٢ – عن: معاذ بن أنس ﷺ عن رسول الله ﷺ أنه قال: "اَلْجَفَاءُ كُلُّ الْجَفَاءِ وَالْكُفْرُ وَالنِّفَاقُ مَنْ سَمِعَ مُنَادِيَ اللهِ يُنَادِيْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يُجِيْبُهُ". رواه أحمد، والطبراني. وفي رواية للطبراني قال رسول الله ﷺ: " بِحَسْبِ الْمُؤْمِنِ مِنَ الشِّقَاقِ وَالْخَيْبَةِ أَنْ يَسْمَعَ الْمُؤَذِّنَ يُثَوِّبُ بِالصَّلَاةِ فَلَا يُجِيْبُهُ. (الترغيب، ٧٠:١).

پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی ﷺ کے طریق کو چھوڑ بیٹھو گے اور اگر تم اپنے نبی ﷺ کے طریق کو چھوڑ بیٹھے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور کوئی ایسا شخص نہیں جو کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر ان مسجدوں میں کسی مسجد کا قصد کرے مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر قدم کے عوض جس کو کہ وہ اٹھا کر چلے ایک نیکی لکھیں گے اور اس کے عوض اس کا ایک درجہ بلند کریں گے اور اس کے عوض اس کا ایک گناہ بخش دیں گے اور ہم نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ مساجد (اور جماعت) سے بجز منافق مشہور النفاق کے کوئی غیر حاضر نہ رہتا اور بعضے آدمی کو (یعنی مریض کو جیسا کہ دوسری روایت میں ہے) لایا جاتا تھا اس حال میں کہ سہارا لگائے ہوتا تھا دو آدمیوں کے درمیان، یہاں تک کہ صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔ اس کو مسلم، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی جماعت کا اور مسجد میں آ کر جماعت میں شامل ہونے کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ منافق ہی مسجد میں حاضر نہیں ہوتا تھا۔

١١٦٢- حضرت معاذ بن انسؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پورا گنوارپن اور کفر و نفاق یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کے منادی (یعنی مؤذن) کو نماز کی طرف بلاتا ہوا سنے پھر اس کی پکار کا جواب نہ دے۔ اس کو احمد و طبرانی نے روایت کیا ہے اور طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ مؤمن کو نفاق اور ناکامی کیلئے یہ بات کافی ہے کہ مؤذن کو نماز کا اعلان کرتے ہوئے سنے پھر اس کو جواب نہ دے (ترغیب) میں کہتا ہوں کہ منذری کا اس کو عن سے شروع کرنا اس کے حسن پر دلالت کر رہا ہے اور اخیر کی روایت

قلت : وحسنه فی الجامع الصغیر ، والعزیزی باللفظ الثانی ، وقد مر فی باب الأذان من هذا الکتاب ، وتصدیر المنذری الأول بلفظ " عن " تدل علی حسنه أیضا ، کما یظهر من مقدمته.

١١٦٣ – عن : مکحول عن أبی هریرة ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : " اَلْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَيْكُمْ مَعَ كُلِّ اَمِيْرٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا ، وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَ اِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ ، وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ " . رواه أبو داود (٣٢٥:٣)، وسکت عنه وفی عون المعبود : قال المنذری : هذا منقطع ، مکحول لم یسمع من أبی هریرة اه . وفی فتح الباری (٤٢:٦) : ولا بأس برواته إلا مکحولا لم یسمع عن أبی هریرة اه. وفی العزیزی (٢٠٠:٢) رواته ثقات لکن فیه انقطاع ولفظه فی الآخر وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ عَلٰى كُلِّ مسلمٍ يَمُوْتُ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ هُوَ عَمِلَ الْكَبَائِرَ اه. وعزاه إلی ابی یعلی وأبی داود .وفی الزیلعی (٢٣٨:٢) : ومن طریق أبی داود رواه البیهقی فی المعرفة ، وقال : إسناده صحیح إلا أن فیه انقطاعا اه.

قلت : والانقطاع فی القرون الثلاثة لا یضر عندنا.

١١٦٤ – عن : ابن عباس ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : " مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ

کو جامع صغیر اور عزیزی میں صراحۃً حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی جماعت اور مسجد میں آنے کا وجوب ثابت ہوا۔

۱۱۶۳- مکحول حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم پر جہاد لازم ہے ہر امیر کے ساتھ نیک ہو وہ یا بد ہو اور نماز تم پر واجب ہے ہر مسلمان کے پیچھے نیک ہو وہ یا بد ہو اگر چہ کبائر کا مرتکب ہو اور نماز (جنازہ) پڑھنا تم پر واجب ہے ہر مسلمان (مردہ) پر نیک ہو یا بد ہو اگر چہ کبائر کا مرتکب ہو۔ اس کو ابو داود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام فاسق ہو تب بھی اس کے پیچھے نماز پڑھ لینا واجب ہے، جماعت ترک کرنا جائز نہیں ہاں اگر اس امام کے معزول کرنے پر قدرت ہو یا قدرت نہ ہو لیکن کہیں قریب مسجد میں جماعت نیک امام کے پیچھے میسر آ سکے تو فاسق امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔

يُجِبْ ، فَلاَ صَلاَةَ لَهُ إِلاَّ مِنْ عُذْرٍ ". رواه القاسم بن أصبغ فی کتابه ، وابن ماجة ، وابن حبان فی صحیحه ، والحاکم وقال : صحیح علی شرطهما (الترغیب ، ۱: ۷۰).

۱۱۶۵— وعنه : أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ ، وَلاَ يَشْهَدُ الْجَمَاعَةَ وَلاَ الْجُمُعَةَ ، فقال : هٰذَا فِي النَّارِ. رواه الترمذی موقوفا (الترغیب ، ۱: ۷۱).

قلت : وتصدیر المنذری إیاه بلفظة " عن " تدل علی أنه صالح .

۱۱۶۶— عن : عائشة رضی الله عنها مرفوعا : " لَا صَلاَةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلاَّ فِي الْمَسْجِدِ ". رواه ابن حبان ، وفیه عمر بن راشد قال فیه ابن حبان : لا یحل ذکره الا بالقدح (اللآلی المصنوعة ، ۲: ۹) ، وفی التعقبات للسیوطی : قلت : لم یتهم بکذب ، وقد وثقه العجلی ، فقال : لا بأس به ، وقال أبو زرعة ، والبزار : لین ، وللحدیث طرق أخری عن جابر ، وأبی هریرة وعلی اه ملخصا . قلت : فالحدیث حسن.

۱۱۶۴—ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اذان سنے پھر جواب (بالقدم) نہ دے تو اس کی نماز (مقبول) نہیں مگر یہ کہ عذر ہو۔اس کو قاسم بن اصبغ نے اپنی کتاب میں اور ابن ماجہ نے (سنن میں) اور ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے (مستدرک میں) روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں جماعت سے نہ پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی اور یہی اہل ظاہر کا مذہب ہے لیکن احناف کے نزدیک منفرد کی نماز تو ہو جاتی ہے اور یہ حدیث عدم قبول پر محمول ہے جیسا کہ آئندہ آنے والی احادیث اس پر دال ہیں، مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے فرض نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک فرض کے ثبوت کیلئے قطعی الثبوت والدلالۃ دلیل کا ہونا ضروری ہے اور مذکورہ بالا حدیث متواتر نہیں بلکہ خبر واحد ہے۔

۱۱۶۵—اور ابن عباسؓ ہی سے مروی ہے کہ ان سے اس شخص کی بابت دریافت کیا گیا جو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو تہجد پڑھتا ہے مگر جماعت اور جمعہ میں حاضر نہیں ہوتا تو فرمایا وہ دوزخی ہے۔اس کو ترمذی نے موقوفاً روایت کیا ہے (ترغیب) اور منذری کے قاعدہ پر یہ حسن ہے۔

۱۱۶۶—حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا (کسی جگہ قبول) نہیں ہوتی۔اس کو ابن حبان نے روایت کیا اور اس حدیث کیلئے حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے اور بھی طرق ہیں اھ۔میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

١١٦٧– عن : الثوری وابن عيينة عن أبی حيان (التيمی) عن أبيه عن علی ﷺ قال : " لَا صَلَاةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِی الْمَسْجِدِ " . قال الثوری فی حديثه : قيل لعلی : وَمَنْ جَارُ الْمَسْجِدِ؟ قال : مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ (اللآلی المصنوعة ٩:٣).

قلت : سند صحيح ، أبو حيان من رجال الجماعة ، وأبوه سعيد بن حيان ذكره ابن حبان فی الثقات ، وقال العجلی : كوفی ثقة روی عن علی ، وأبی هريرة وشريح القاضی ، وغيرهم ، أخرج له أبو داود ، والترمذی ، كذا فی التهذيب (١٩:٤) ، والحديث أخرجه الشافعی ، وابن أبی شيبة أيضا هكذا موقوفا عن علی بلفظ : " لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ جَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِی الْمَسْجِدِ إِذَا كَانَ فَارِغاً أَوْ صَحِيحًا ، قِيلَ وَمَنْ جَارُ الْمَسْجِدِ؟ قال : مَنْ أَسْمَعَهُ الْمُنَادِیْ " . كذا فی المقاصد الحسنة (ص:٢١٨).

١١٦٨– عن : أسامة بن زيد ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ: " لَيَنْتَهِيَنَّ رِجَالٌ عَنْ تَرْكِ الْجَمَاعَةِ أَوْ لَأُحَرِّقَنَّ بُيُوْتَهُمْ " . رواه ابن ماجة من رواية الزبرقان بن عمر ، والضمری عن أسامة ، ولم يسمع منه ، كذا فی " الترغيب " (٧١:١) فهو منقطع ، ولا كلام فی سنده غير ذلك علی ما يظهر من قاعدة الترغيب المذكورة فی خطبته.

١١٦٩– عن : عبد الله بن عمر ﷺ أن رسول الله ﷺ قال : " صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ

١١٦٧–ثوری وابن عیینہ ابوحیان (تیمی) سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ مسجد کے ہمسایہ کی نماز مسجد کے سوا (کسی جگہ قبول) نہیں۔ثوری نے اپنی روایت میں کہا ہے کہ حضرت علی سے دریافت کیا گیا کہ مسجد کا ہمسایہ کون ہے؟ فرمایا کہ جو اذان سن لے (اللآلی المصنوعہ)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سند صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور امام شافعی اور ابن ابی شیبہ نے بھی اسی طرح حضرت علیؓ سے موقوفا اس حدیث کو روایت کیا ہے (مقاصد حسنہ)۔

فائدہ: ان احادیث سے مسجد میں جا کر جماعت میں شریک ہونے کا وجوب صراحۃً ثابت ہے اور یہی مقصود باب تھا۔

١١٦٨–حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا باز رہیں گے لوگ جماعت چھوڑنے سے یا میں ان کے گھروں کو جلادوں گا۔اس کو ابن ماجہ نے بسند منقطع روایت کیا ہے (ترغیب)۔

١١٦٩–حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جماعت کی نماز تنہا شخص کی نماز پر ستائیس درجہ

تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً ". رواه البخاری (١: ٨٩).

١١٧٠– عن: أبی سعید الخدری ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: " اَلصَّلَاةُ فِی الْجَمَاعَةِ تَعْدِلُ خَمْساً وَعِشْرِيْنَ صَلَاةً، فَإِذَا صَلَّاهَا فِیْ فَلَاةٍ فَأَتَمَّ رُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا بَلَغَتْ خَمْسِيْنَ صَلَاةً ". رواه أبو داود، وقال: قال عبد الواحد بن زیاد فی هذا الحدیث: " صَلَاةُ الرَّجُلِ فِی الْفَلَاةِ تُضَاعَفُ عَلٰی صَلَاتِهٖ فِی الْجَمَاعَةِ ". ورواه الحاكم بلفظه. وقال: صحیح علی شرطهما، وصدر الحدیث عند البخاری وغیره. ورواه ابن حبان فی صحیحه، ولفظه قال: قال رسول الله ﷺ: " صَلَاةُ الرَّجُلِ فِیْ جَمَاعَةٍ تَزِيْدُ عَلٰی صَلَاتِهٖ وَحْدَهٗ بِخَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً، فَإِنْ صَلَّاهَا بِأَرْضٍ فَيْءٍ فَأَتَمَّ رُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا تُكْتَبُ صَلَاتُهٗ بِخَمْسِيْنَ دَرَجَةً ". كذا فی الترغیب (١: ٦٨) للحافظ المنذری.

١١٧١– عن: أبی هریرة ﷺ قال: قال ﷺ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا أَعْطَاهُ اللهُ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا، وَحَضَرَهَا، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ

فضیلت رکھتی ہے۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز تنہا پڑھنے سے بھی صحیح ہو جاتی ہے گو فضیلت سے محروم اور معصیت کا مرتکب ہوتا ہے اور یہ باب کا تیسرا جزو ہے، اور اس حدیث سے ان لوگوں کا رد ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ بغیر عذر کے اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز باطل ہوتی ہے۔

١١٧٠–حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جماعت کی نماز (تنہا شخص کی) پچیس نمازوں کے برابر کر دی جاتی ہے (ثواب میں) اور جب اس کو جنگل میں پڑھے اور اس کا رکوع وسجدہ پورا (ادا) کرے تو پچاس نمازوں تک پہنچ جاتی ہے۔اس کو ابو داود نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے (ترغیب)۔

فائدہ:اس حدیث سے بھی تنہا نماز کا صحیح ہو جانا ثابت ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ جماعت پر صحت صلوٰۃ موقوف نہیں اور جنگل میں نماز پڑھنے کی فضیلت جماعت کی نماز پر جو بیان کی گئی ہے سو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسجد کو چھوڑ کر جنگل جایا کرو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی ضرورت سے جنگل گیا ہو اور وہاں نماز کا وقت آجائے تو جنگل میں نماز پڑھنے کا ثواب بہت ہے۔

١١٧١–حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر (نماز کو) جائے اور لوگوں کو نماز سے فارغ ہونے والا پائے تو اللہ تعالیٰ اس کو جماعت سے نماز پڑھنے والے کے برابر ثواب دیں گے اور اس کی وجہ سے

أُجُورِهِمْ شيْئًا ". رواه أبو داود ، والنسائی ، والحاکم وقال : صحيح على شرط مسلم (الترغيب ١:٦٨).

باب الأعذار فی ترک الجماعة

١١٧٢– عن : ابن عمر ﷺ أَنَّهُ أَذَّنَ فِیْ لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيحٍ وَمَطَرٍ ، وَقَالَ فِیْ آخِرِ نِدَائِهِ : " اَلَا صَلُّوا فِیْ رِحَالِكُمْ ، اَلَا صَلُّوا فِی الرِّحَالِ " ، ثُمَّ قَالَ : إِنَّ رسول الله ﷺ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ بَارِدَةٌ اَوْ ذَاتُ مَطَرٍ فِی السَّفَرِ اَنْ يَقُوْلَ : " اَلَا صَلُّوا فِی رِحَالِكُمْ ". رواه مسلم ، ورواه البخاری نحوه ، وروى بقی بن مخلد هذا الحديث فی مسنده بإسناد صحيح ، وزاد فيه : أَمَرَ مُؤَذِّنَهُ ، فَنَادٰى بِالصَّلَاةِ حَتّٰى إِذَا فَرَغَ مِنْ اَذَانِهِ قال : نَادِ اَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : " لَا جَمَاعَةَ : صَلُّوا فِی الرِّحَالِ ". كذا فی التلخيص الحبير (١٢٣:١). وفی صحيح ابن عوانة : ليلة باردة أو ذات مطر أو ذات ريح اه كذا فی الفتح ، وفی السنن من طريق ابن إسحاق عن نافع فی هذا الحديث : فی الليلة المطيرة ، والغداة

دوسرے نمازیوں کا ثواب کم نہ کیا جائے گا۔ اس کو ابوداود، نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے شرط مسلم پر اس کو صحیح کہا ہے (ترغیب)۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ جماعت شرطِ صحت صلوٰۃ نہیں ورنہ جماعت فوت ہونے پر یہ شخص جماعت پانے والوں کے برابر کیونکر ہوتا۔

باب جماعت چھوڑ دینے کے عذروں کا بیان (یعنی جن صورتوں میں ترکِ جماعت جائز ہے ان کا بیان)

۱۱۷۲–حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جاڑے اور ہوا اور بارش کی شب میں اذان دی اور اپنی آخر اذان میں کہا خبردار! اپنے مقاموں میں نماز پڑھ لو، خبردار! اپنے مقاموں میں نماز پڑھ لو، پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ مؤذن کو حکم دیتے تھے جب کہ سرد رات یا بارش کی (رات) سفر میں ہوتی یہ کہ وہ کہہ دے خبردار! اپنے مقاموں میں نماز پڑھ لو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور بخاری نے اس کی مثل حدیث روایت کی ہے اور بقی بن مخلد نے اس حدیث کو اپنی مسند میں بسند صحیح روایت کیا ہے اور اس میں (یہ مضمون) بڑھایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مؤذن کو حکم دیا پس اس نے نماز کیلئے اذان کہی یہاں تک کہ جب اپنی اذان سے فارغ ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ نداء کر کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جماعت (اس وقت میں واجب) نہیں ہے، اپنے مقاموں

القرة كذا فى الفتح أيضا (٢٩٤:٢).

١١٧٣– عن : جابر ﷺ قال : خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْ سَفَرٍ فَمُطِرْنَا فَقَالَ : " لِيُصَلِّ مَنْ شَاءَ مِنْكُمْ فِيْ رَحْلِهِ ". رواه مسلم (٢٤٣:١).

١١٧٤– عن : نعيم بن النحام قال : أَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ ﷺ لِلصُّبْحِ فِيْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فَتَمَنَّيْتُ لَوْ قَالَ : " وَمَنْ قَعَدَ فَلَا حَرَجَ "، فَلَمَّا قَالَ : اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ قَالَهَا . أخرجه عبد الرزاق وغيره بإسناد صحيح (فتح البارى ٨١:٢).

١١٧٥– عن : أبى المليح عن أبيه أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ لَمْ يَبْتَلَّ أَسْفَلُ نِعَالِهِمْ ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُصَلُّوْا فِيْ رِحَالِهِمْ . رواه أحمد والنسائى ، وأبو داود ، وابن ماجة ، وابن حبان ، والحاكم ، كذا فى التلخيص الحبير (١٢٣:١) وفى الفتح (١٩٤:٢) بعد عزوه إلى السنن : بإسناد صحيح اه.

(اور منزلوں) میں نماز پڑھ لو (تلخیص) اور صحیح ابو عوانہ میں سردی اور بارش کی رات کے ساتھ ہوا، آندھی کی رات کا بھی ذکر ہے اور سنن میں سردی کی صبح کا بھی ذکر ہے (فتح)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ " اَلَا ! صَلُّوْا فِيْ رِحَالِكُمْ " کے الفاظ اذان کے بعد کہے جائیں، اس پر مستقل بحث پہلے گذر چکی ہے۔

۱۱۷۳– حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں گئے اور بارش ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا چاہئے کہ نماز پڑھ لے جو شخص تم میں سے چاہے اپنے مقام میں۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۱۷۴– نعیم بن النحام سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ کے مؤذن نے اذان کہی صبح (کی نماز) کیلئے ٹھنڈی رات میں تو میں نے آرزو کی کہ کاش کہ مؤذن یہ بھی کہہ دے کہ جو شخص بیٹھا رہے (گھر میں اور مسجد میں اس وقت حاضر نہ ہو) تو کچھ حرج نہیں، سو جب اس نے کہا الصلاۃ خیر من النوم تو ان (کلمات) کو بھی جنکا میں آرزومند تھا کہہ دیا۔ اس کو عبد الرزاق وغیرہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے (فتح الباری)۔

۱۱۷۵– ابو المليح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں جمعہ کے دن حدیبیہ کے زمانہ میں حاضر ہوئے، اس حال میں کہ ان حضرات پر (یعنی صحابہ اور رسول اللہ ﷺ پر) ایسی بارش ہوئی تھی کہ (جس سے) ان کے جوتوں کے نیچے کا حصہ (بھی اچھی طرح) تر نہ ہوا تھا تو آپ ﷺ نے ان کو اپنے مقاموں میں نماز پڑھنے کا امر فرمایا تھا۔ اس کو امام احمد، نسائی، ابوداود

۱۱۷۶– عن :عبد الله بن الحارث قال : خَطَبَنَا ابنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ ذِي رَدْغٍ فَأَمَرَ الْمُؤَذِّنَ لَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قال : قُلْ : اَلصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ وفِيهِ : فَقَالَ : كَأَنَّكُمْ أَنْكَرْتُمْ هٰذَا ، إِنَّ هٰذَا فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ، إِنَّهَا (أي الجمعة) عَزْمَةٌ وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ ، وفي رواية : كَرِهْتُ أَنْ أُؤَثِّمَكُمْ فَتَجِيئُونَ تَدُوسُونَ الطِّينَ إِلٰى رُكَبِكُمْ . رواه البخاري (۱:۹۲).

۱۱۷۷– عن : ابن عباس ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ: " مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ اِتِّبَاعِهِ عُذْرٌ قَالُوْا : وَمَا الْعُذْرُ ؟ قال : خَوْفٌ أَوْ مَرَضٌ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلَاةُ

ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے (تلخیص) اور فتح الباری میں صرف سنن کی طرف منسوب کر کے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: یعنی اجازت دیدی تھی کہ جس کا جی چاہے جماعت میں حاضر نہ ہو اور ایسی حالت میں جماعت میں حاضر ہونا بڑی ہمت کا کام اور اجر عظیم ملنے کا سبب ہے، اور پیر تر نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑی بارش ہوئی تھی اور کبھی تھوڑی سی بارش میں بھی پھسلن وغیرہ کی وجہ سے راستہ چلنا دشوار ہو جاتا ہے اور یہ مطلب نہیں ہے کہ محض برائے نام بارش تھی جس کی وجہ سے جماعت میں حاضر ہونا دشوار نہ تھا کیونکہ ایسی حالت میں ترک جماعت کی اجازت نہیں مل سکتی۔

۱۱۷۶–عبداللہ بن حارث سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ نے ہمارے درمیان (جمعہ کے دن) خطبہ پڑھا اور وہ دن (بارش اور) کیچڑ کا تھا تو جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ پر پہنچا تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ یوں کہہ الصلوٰۃ فی الرحال کہ اپنے اپنے گھر پر نماز پڑھ لو۔ اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ شاید تم نے اس بات کو منکر سمجھا ہے تو (سن لو کہ) مجھ سے بہتر و افضل ذات نے ایسا ہی کیا ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ نے اور بے شک جمعہ (میں حاضر ہونا) بڑی فضیلت ہے مگر مجھے گوارا نہ ہوا کہ تم کو مشقت میں ڈالوں اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے گوارا نہ ہوا کہ تم کو ملوث کروں کہ تم گھٹنوں تک گارے اور کیچڑ میں گھستے ہوئے آؤ۔ اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ گارے اور کیچڑ کی وجہ سے جمعہ کی جماعت بھی واجب نہیں رہتی بلکہ ترک جماعت جائز ہے اور ان سب حدیثوں سے بارش اور سردی اور کیچڑ کا عذر ہونا معلوم ہوا خواہ رات میں ہو یا دن میں اور ہوا کا عذر ہونا بھی معلوم ہوا مگر ہمارے نزدیک اس کا عذر ہونا رات کے ساتھ خاص ہے اور سردی، بارش، کیچڑ اور ہوا سے معمولی بارش سردی وغیرہ مراد نہیں بلکہ سخت بارش وغیرہ مراد ہے، جس کی وجہ سے مسجد تک آنا مشقت سے خالی نہ ہو۔

۱۱۷۷–حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اذان سنی اور اس کو اس کے اتباع سے کوئی عذر مانع نہ ہوا تو اس شخص سے اس کی وہ نماز جو اس نے (تنہا) پڑھی مقبول نہ ہوگی، صحابہ نے عرض کیا کہ عذر کیا ہے؟

النَّبِيُّ صَلَّى ". رواه أبو داود وابن حبان فى صحيحه (الترغيب، ١:٧٠). وعزاه فى الجوهر النقى (١:٢١٥) إلى كتاب قاسم بن الأصبغ بدون ذكر السؤال عن العذر وجوابه، ثم قال: ذكره عبد الحق فى احكامه وقال: حسبك بهذا الإسناد صحة اه.

١١٧٨– عن: أنس بن مالك ﷺ عن رسول الله ﷺ قال: " إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَأَحَدُكُمْ صَائِمٌ فَلْيَبْدَأْ بِالْعَشَاءِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ ".

قلت: هو فى الصحيح خلا قوله وأحدكم صائم. رواه الطبرانى فى الأوسط ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، ١:١٦٠). وقال ابن دقيق العيد: وفى رواية صحيحة: إذا وضع العشاء وأحدكم صائم انتهى وسنذكر من أخرج هذه الرواية، كذا قال الحافظ فى الفتح (٢:١٣٤). ثم قال تحت حديث ابن شهاب عن أنس عند البخارى مرفوعا بلفظ: " إِذَا قُدِّمَ الْعَشَاءُ فَابْدَأُوْا بِهِ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوْا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ، وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ " ما نصه: زاد ابن حبان (فى صحيحه) والطبرانى فى الأوسط من رواية موسى ابن أعين عن عمرو بن الحرث عن ابن شهاب: " وَأَحَدُكُمْ صَائِمٌ ". وقد أخرجه مسلم من طريق ابن وهب عن عمرو بدون هذه الزيادة، وذكر الطبرانى

تو آپ ﷺ نے فرمایا خوف یا مرض۔ اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور ابوداود نے سنن میں روایت کیا ہے (ترغیب)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ خوف شدید بیماری بھی عذر ہے ترک جماعت میں اور خوف عام ہے خواہ اپنی جان کا خوف ہو یا اپنے مال کا خوف ہو کہ چوری ہو جائیگا، درمختار میں ہے کہ مریض، مقعد، زمن، ہاتھ پاؤں یا صرف پاؤں کٹے ہوئے پر جماعت واجب نہیں، حدادی نے لکھا ہے کہ مفلوج، شیخ فانی وغیرہ پر بھی جماعت واجب نہیں۔

١١٧٨– حضرت انسؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب نماز کی تکبیر کہی جائے اور تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو اسے چاہئے کہ شام کے کھانے سے ابتداء کرے مغرب کی نماز سے پہلے اور اپنے شام کے کھانے سے جلدی نہ اٹھو (تا کہ نماز میں جی لگے اور کھانے میں دل نہ اٹکا رہے اور روزہ دار کی قید لگانے سے حاجت کا بیان کرنا مقصود ہے کیونکہ روزہ دار کو عموماً کھانے کا تقاضا ہوتا ہے اور کسی کو بغیر روزہ کے بھی اگر بھوک پیاس کا تقاضا ہو وہ بھی ایسا ہی کرے تا کہ قلب کھانے کے خیال میں مشغول نہ ہو لیکن اگر وقت جاتے رہنے کا اندیشہ ہو تو پہلے نماز پڑھ لے اور بلا عذر تکبیر کے وقت کھانے میں مشغول نہ ہو یعنی جب تک بھوک بہت زیادہ نہ ہو)۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں (مجمع الزوائد) اور لفظ صائم کی

أن موسى بن أعين تفرد بها انتهى ، وموسى ثقة ، متفق عليه اه . أى فيقبل تفرده .

۱۱۷۹ – وَكَانَ ابنُ عمرَ يُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلاَةُ ، فَلاَ يَأتِيهَا حَتّٰى يَفْرُغَ ، وَإنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَائَةَ الإمَامِ . رواه البخارى تعليقا ، وقال الحافظ فى الفتح (۲:۱۳۵) : رواه ابن حبان (فى صحيحه) من طريق ابن جريج عن نافع أن ابن عمر كَانَ يُصَلِّىْ الْمَغْرِبَ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ ، وَكَانَ اَحيَاناً يَلْقَاهُ وَهُوَ صَائِمٌ ، فَيُقَدَّمُ لَهٗ عَشَائُهٗ وَقَدْ نُودِىَ لِلصَّلاَةِ ثُمَّ تُقَامُ وَهُوَ يَسْمَعُ ، فَلاَ يَتْرُكُ عَشَائَهٗ ، وَلاَ يَعْجَلُ حَتّٰى يَقْضِىَ عَشَائَهٗ ثُمَّ يَخْرُجُ ، فَيُصَلِّىْ اه .

۱۱۸۰ – قال أبو الدرداء ﷺ : مِنْ فِقْهِ الْمَرْاِ اِقْبَالُهٗ عَلٰى حَاجَتِهٖ حَتّٰى يُقْبِلَ عَلٰى صَلاَتِهٖ وَقَلْبُهٗ فَارِغٌ . كذا قال البخارى . وفى الفتح (۲:۱۳۴) : وصله ابن المبارك فى كتاب الزهد .

۱۱۸۱ – عن : عائشة رضى الله عنها قالت : اِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : لَا صَلاَةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ ،وَ لَا هُوَ يُدَافِعُهُ الاَخْبَثَانِ . رواه مسلم (۱:۲۰۸).

زیادت کو حافظ نے صحیح کہا ہے۔

۱۱۷۹- ابن عمرؓ کیلئے کھانا رکھا جاتا تھا اور (اسی وقت) نماز کی تکبیر کہی جاتی تھی تو وہ اس میں حاضر نہ ہوتے یہاں تک کہ فارغ ہو جاتے حالانکہ وہ امام کی قراءت سنا کرتے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور فتح الباری میں ہے کہ اس (اثر) کو ابن حبان نے (اس طرح) روایت کیا ہے کہ ابن عمرؓ مغرب کی نماز پڑھا کرتے جب کہ آفتاب چھپ جاتا اور کبھی مغرب کا وقت ان کو اس حال میں ہوتا کہ وہ روزہ دار ہوتے پس ان کیلئے شام کا کھانا آگے رکھا جاتا حالانکہ نماز کے لئے اذان کہی جا چکتی، پھر تکبیر کہی جاتی اور وہ اس کو سنتے سو وہ اپنے شام کے کھانے کو نہ چھوڑتے اور جلدی نہ کرتے یہاں تک کہ کھانا پورا کر لیتے، پھر تشریف لے جاتے اور نماز پڑھتے اھ۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ روزہ دار اور سخت بھوک والے کو نماز سے پہلے کھانے میں مشغول ہونا جائز ہے۔

۱۱۸۰- ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ آدمی کیلئے عقل و فہم کی بات یہ ہے کہ اپنی ضرورت پر (اول) متوجہ ہو (یعنی پہلے ضروریات سے فارغ ہو جائے) تاکہ نماز پر فارغ القلب ہو کر متوجہ ہو سکے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یہ ایک بڑا قاعدہ کلیہ ہے جس کے تحت میں وہ تمام امور آ گئے جن سے دل کو پریشانی ہوتی ہے جن کی وجہ سے فقہاء نے ترک جماعت کو جائز فرمایا ہے، تفصیل کتب فقہ سے معلوم کی جائے۔

۱۱۸۱- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ کھانا سامنے ہوتے

١١٨٢– عن : عتبان بن مالك الأنصارى ﷺ يقول : كُنْتُ أُصَلِّىْ لِقَوْمِىْ بَنِىْ سَالِمٍ وَكَانَ يَحُوْلُ بَيْنِىْ وَبَيْنَهُمْ وَادٍ ، إِذَا جَائَتِ الأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَىَّ اِجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ ، فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، فَقُلْتُ لَهُ : إِنِّىْ أَنْكَرْتُ بَصَرِىْ ، وَإِنَّ الْوَادِىَ الَّذِىْ بَيْنِىْ وَبَيْنَ قَوْمِىْ يَسِيْلُ إِذَا جَائَتِ الأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَىَّ اِجْتِيَازُهُ ، فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِىْ فَتُصَلِّىْ مِنْ بَيْتِىْ مَكَاناً أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: سَأَفْعَلُ ، الحديث . رواه إمام المحدثين الحافظ أبو عبد الله البخارى (١:٧٤).

باب صفات الإمام

١١٨٣– عن : عائشة أم المؤمنين رضى الله عنها أنها قالت : إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قال فِىْ مَرَضِهٖ : مُرُوْا أَبَابَكْرٍ يُصَلِّىْ بِالنَّاسِ ، قَالَتْ عَائِشَةُ : قُلْتُ : إِنَّ أَبَابَكْرٍ إِذَا قَامَ فِىْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ ، فَمُرْ عُمَرَ ، فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ : فَقُلْتُ

ہوئے نماز (زیبا) نہیں اور نہ اس حال میں اس کو پیشاب و پاخانہ دباتا ہو۔

فائدہ: یعنی پیشاب و پاخانہ جب زور سے لگا ہو جو کہ انتشار قلب کا سبب ہو یا اس کی وجہ سے وضو ٹوٹنے کا اندیشہ ہو تو پہلے ان کاموں سے فارغ ہولے پھر نماز پڑھے۔

۱۱۸۲–عتبان بن مالکؓ سے مروی ہے کہ میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھایا کرتا تھا (اور ان کا امام تھا) اور میرے اور ان کے درمیان ایک وادی حائل تھی جب کہ بارشیں ہوتیں تو مجھ پر اس کا عبور کر کے جانا دشوار ہوتا، سو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میری بینائی نہیں رہی اور وادی جو میرے اور میری قوم کے درمیان بہتی ہے جب کہ بارشیں ہوں مجھ پر اس کا عبور دشوار ہوتا ہے، پس میں چاہتا ہوں کہ آپ تشریف لاویں اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ لیں جس کو میں نماز پڑھنے کی جگہ (اور مسجد خانہ) بنالوں، پس جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب ایسا کروں گا۔ اسکو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نابینا کو ترک جماعت جائز ہے اور نابینائی عذر ہے۔

باب امام کی صفات کے بیان میں (کہ امام کیسا ہونا چاہئے اور امامت کا زیادہ مستحق کون ہے؟)

۱۱۸۳–حضرت عائشہؓ ام المومنین سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض (وفات) میں فرمایا کہ ابوبکرؓ کو حکم کرو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ابوبکر جب آپکی جگہ کھڑے ہوں گے

لِحَفْصَةَ قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ ، فَمُرْ عُمَرَ ، فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ ، فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: " مَهْ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ ، فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ ". رواه الإمام البخاري ، كذا في فتح الباري (٢:١٣٨).

١١٨٤– عن : عقبة بن عمرو رضي الله عنه (هو أبو مسعود البدري الأنصاري) قال : قال رسول الله ﷺ: " يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَفْقَهُهُمْ فِي الدِّينِ ، فَإِنْ كَانُوا فِي الدِّينِ سَوَاءً فَأَقْرَأُهُمْ لِلْقُرْآنِ ، وَلَا يَؤُمُّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ ، وَلَا يَقْعُدُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ ". أخرجه الحاكم في المستدرك (١:٢٤٣). واستشهد به ، وسكت عنه الحافظ الذهبي في تلخيصه ، وفيه الحجاج بن أرطاة وهو من رجال مسلم ثقة مدلس ، وتدليس الثقة لا يضر عندنا كما مر غير مرة ، وقد ذكرناه اعتضادا.

توبوجہ گریہ وبکا کے لوگوں کو (قراءت) نہ سنا سکیں گے اس لئے حضرت عمرؓ کو حکم دیجئے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ پھر میں نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ تم حضور ﷺ سے عرض کرو کہ ابوبکرؓ جب آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو گریہ وبکا کی وجہ سے لوگوں کو (قراءت) نہ سنا سکیں گے، اس لئے حضرت عمرؓ کو حکم دیجئے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت حفصہؓ نے عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سب حضرت یوسفؑ کے ساتھ والی عورتوں کی مثل ہو (کہ ہر ایک اپنی طرف کو کھینچتی ہے) ابوبکرؓ ہی کو حکم کرو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا (فتح الباری)۔

<u>فائدہ</u>: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو امام بنایا حالانکہ قراءت میں بعض صحابہ ان سے بڑھے ہوئے تھے جیسا کہ ایک حدیث صحیح میں ہے کہ اقرأ ھم ابی کہ ابی بن کعب سب سے زیادہ قاری ہیں، معلوم ہوا کہ زیادہ علم وفضیلت والا امامت میں زیادہ قاری سے مقدم ہے، یہی مذہب ہے حنفیہ کا اور حضرت ابوبکرؓ کا علم وفضل میں سب سے زیادہ ہونا احادیث صحیحہ میں مصرح ہے۔

۱۱۸۴– عقبہ بن عمروؓ (ابومسعود انصاری بدری) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قوم کا امام وہ بنے جو ہجرت میں سب سے مقدم ہو اگر سب ہجرت میں برابر ہوں تو جو دین کا علم زیادہ رکھے اگر (علم) دین میں سب برابر ہوں تو جو قرآن کا زیادہ قاری ہو اور جس شخص کی کسی جگہ حکومت ہو اس جگہ دوسروں کو اس کا امام نہ بننا چاہئے اور اس کی عزت کی جگہ میں (جیسے مسند وتخت وغیرہ) بغیر اس کی اجازت کے نہ بیٹھنا چاہئے۔ اس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور اس سے استشہاد کیا ہے اور حافظ ذہبی نے اس سے سکوت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس میں بھی زیادہ علم وفضل والے کو زیادہ قراءت والے سے مقدم کیا گیا ہے۔

١١٨٥ – أخبرنا : عبد المجيد بن عبد العزيز عن ابن جريج عن عطاء قال : "كَانَ يُقَالُ : يَؤُمُّهُمْ أَفْقَهُهُمْ ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْفِقْهِ سَوَاءً فَأَقْرَؤُهُمْ ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْفِقْهِ وَالْقِرَائَةِ سَوَاءً فَأَسَنُّهُمْ " . أخرجه الإمام الشافعي في الأم (١٤٠:١) . وعطاء من كبار التابعين فقوله : " كان يقال " حكاية عن قول الصحابة ، وهو شاهد جيد لحديث ابن أرطاة السابق المذكور رفعا ، رواته كلهم ثقات من رجال الصحيح خلا شيخ الشافعي ، فهو من رجال مسلم .

١١٨٦ – عن : عابس الغفاري ﷺ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَخَوَّفُ عَلَى أُمَّتِهِ سِتَّ خِصَالٍ ، وَفِيْهِ وَنَشْوًا يَتَّخِذُوْنَ الْقُرْآنَ مزامِيْرَ ، يُقَدِّمُوْنَ الرَّجُلَ لَيْسَ بِأَفْقَهِهِمْ وَلَا أَفْضَلِهِمْ يُغَنِّيْهِمْ غِنَاءً . رواه الكبير ، وللبزار نحوه مختصرا أخرجه في جمع الفوائد (٣٢٦:١) وسكت عنه فهو صحيح أو حسن على قاعدته وأخرجه أحمد في مسنده (٤٩٤:٣) وفي سنده عثمان بن عمير عن زاذان وهو أبو اليقظان ضعيف كما في التقريب (ص:١٤٢). ولكن قال الحافظ في تعجيل المنفعة (ص:٢٩٤) وأخرجه الطبراني من طريق موسى الجهني عن زاذان قال : كنت مع رجل من الصحابة يقال له : عابس أو

۱۱۸۵-عطاء (تابعی کبیر) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یوں کہا جایا کرتا تھا کہ لوگوں کا امام وہ بنے جو سب سے زیادہ علم وفقہ والا ہو، اگر فقہ میں سب برابر ہوں تو جو سب سے زیادہ قاری ہو، اگر فقہ اور قراءت میں بھی سب برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو۔اس کو امام شافعیؒ نے کتاب الامام میں سند صحیح سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: تابعی کا یہ قول کہ "یوں کہا جاتا تھا" سلف کے قول کی حکایت ہے پس مطلب یہ ہوا کہ صحابہ یوں فرماتے تھے اور ظاہر ہے کہ صحابہ اپنی طرف سے یہ بات نہیں کہہ سکتے معلوم ہوا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ ہی سے سن کر یہ بات فرمائی ہے پس جن روایات میں زیادہ قراءت والے کو مقدم کیا گیا ہے وہ ابتداءِ اسلام پر محمول ہیں، پھر بعد میں صاحب علم وفقہ کی تقدیم کا حکم ہو گیا۔

۱۱۸۶-عابسؓ غفاری (صحابی) سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ اپنی امت پر چھ باتوں سے اندیشہ کرتے تھے جن میں سے ایک بات یہ ہے کہ آپ ﷺ ان نوجوانوں سے اندیشہ ظاہر کرتے تھے جو قرآن کو گانے کے طور پر پڑھیں گے، ایسے شخص کو آگے بڑھائیں گے جو نہ علم وفقہ میں سب سے زیادہ ہے نہ فضیلت میں، بس آواز بنا کر گانے کی طرح (ان کو قرآن) سنا دیگا۔اس کو طبرانی نے کبیر میں اور بزار نے روایت کیا ہے (جمع الفوائد) اور علامہ مغربی نے اس پر سکوت کیا ہے اس

ابن عابس اه . وموسى الجهني ثقة من رجال مسلم كما في التقريب (ص:٢١٧) . وفي الإصابة (٢:٤) : وروى ابن شاهين من طريق القاسم عن أبي أمامة عن عابس الغفاري صاحب رسول الله ﷺ، فذكر الخصال اه.

قلت : فليس مداره على أبي اليقظان بل تابعه عليه أوثق منه عن زاذان ، ولما رواه شاهد من طريق أخرى فالحديث صحيح ، ولا أقل من أن يكون حسنا .

١١٨٧ – عن : مرثد الغنوي ﷺ مرفوعا : " اِنْ سَرَّكُمْ اَنْ تُقْبَلَ صَلاَتُكُمْ فَلْيَؤُمَّكُمْ عُلَمَاؤُكُمْ ، فَاِنَّهُمْ وَفْدُكُمْ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ " . رواه الطبراني في الكبير ، قال الشيخ : حديث حسن لغيره كذا في العزيزي (٥٣:١).

١١٨٨ – عن : أبي مسعود ﷺ قال : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلاَةِ ، وَيَقُوْلُ : " اِسْتَوُوْا وَلاَ تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ ، وَلْيَلِنِيْ مِنْكُمْ أُولُو الاَحْلاَمِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ " . قال أبو مسعود : فَاَنْتُمُ الْيَوْمَ اَشَدُّ اِخْتِلاَفاً.

لئے ان کے قاعدہ پر یہ حسن ہے یا صحیح ۔ اور اس کو امام احمد نے بھی اپنی مسند میں روایت کیا مگر ان کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے اور تعجیل المنفعہ میں حافظ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ طبرانی کی سند میں وہ ضعیف نہیں ہے اور اصابہ میں اس حدیث کا ایک طریق اور بھی بیان کیا ہے کہ ابن شاہین نے اس کو بطریق قاسم کے ابوامامہ (صحابی) سے عابس غفاری سے روایت کیا پس حدیث صحیح ہے ورنہ حسن سے کم نہیں۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے کراہت ظاہر فرمائی ہے کہ ایسے شخص کو آگے بڑھایا جائے جو علم وفقہ وفضیلت میں سب سے زیادہ نہیں، پس معلوم ہوا کہ زیادہ علم والا امامت میں دوسروں سے مقدم ہے۔

١١٨٧- حضرت مرثد غنویؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم کو اس سے خوشی ہے کہ تمہاری نماز قبول کی جائے تو چاہئے کہ علماء تمہارے امام بنا کریں کیونکہ وہ تمہارے واسطہ ہیں درمیان خدا کے اور تمہارے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور سیوطیؒ نے اس کو حسن لغیرہ کہا ہے (عزیزی)۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ امامت میں زیادہ علم والا سب سے مقدم ہے۔

١١٨٨- ابو مسعودؓ (بدری انصاری) سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز (کے وقت) میں ہمارے شانوں کو ہاتھ لگا کر فرماتے تھے کہ برابر کھڑے ہو، آگے پیچھے نہ ہو کہ (ایسا کرنے سے) تمہارے قلوب مختلف ہو جائیں گے اور (فرماتے تھے

أخرجه مسلم (۱:۱۸۱).

۱۱۸۹– عن: أبی الدرداء ﷺ مرفوعا: "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ". أخرجه أبو داود والترمذی وابن ماجة وابن حبان فی صحیحه، كذا فی تخریج الإحیاء (۱:۵).

۱۱۹۰– عن: عمرو بن سلمة ﷺ قال: قال أبی: جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ حَقًّا قال: "فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلاَةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْآناً". قال: فَنَظَرُوْا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْآناً مِنِّيْ، فَقَدَّمُوْنِيْ وَأَنَا ابْنُ سِتٍّ أَوْ سَبْعِ سِنِيْنَ. رواه البخاری وأبو داود والنسائی، كذا فی بلوغ المرام.

۱۱۹۱– عن: ابن مسعود ﷺ قال: مَا أُحِبُّ أَنْ يَكُوْنَ مُؤَذِّنُوْكُمْ عُمْيَانَكُمْ قَالَ:

کہ) میرے قریب علماء وعقلاء کھڑے ہوا کریں، پھر وہ جو (علم میں) ان کے قریب ہیں پھر وہ جوان کے قریب ہیں، ابو مسعودؓ نے (حدیث بیان کر کے) فرمایا کہ اسی لئے تم میں آج کل سخت اختلاف ہے (کہ تم صف میں برابر نہیں کھڑے ہوتے کیونکہ ظاہر کو باطن پر اثر ہے)۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

__فائدہ__: حضور ﷺ نے اس حدیث میں علماء وعقلاء کو سب سے آگے اپنے نزدیک کھڑا ہونے کا امر فرمایا ہے، قراء کو اپنے نزدیک ہونے کا حکم نہیں فرمایا، معلوم ہوا کہ علماء وعقلاء سب سے زیادہ حضور ﷺ کے قریب ہیں اور امامت حضور ﷺ ہی کی نیابت ہے اس لئے امام وہی ہونا چاہئے جو سب سے زیادہ حضور ﷺ کے قریب ہے یعنی صاحب علم (بشرطیکہ اس کو بقدرِ ضرورت قراءت صحیحہ حاصل ہو)۔

۱۱۸۹– حضرت ابوالدرداءؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اس کو ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (تخریج الاحیاء)۔

__فائدہ__: میں کہتا ہوں کہ امامت بھی حضور ﷺ ہی کی نیابت و وراثت ہے تو اس میں سب سے زیادہ مقدم وہ ہوگا جس کو حضور ﷺ نے اپنا وارث فرمایا ہے یعنی صاحب علم پس زیادہ علم والا زیادہ قراءت والے سے مقدم ہوا۔

۱۱۹۰– حضرت عمرو بن سلمہؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس سچے نبی کے پاس سے آیا ہوں، انہوں نے فرمایا کہ جب نماز (کا وقت) آجائے تو تم میں سے کوئی شخص اذان کہہ دے اور جو تم میں سے قرآن مجید زیادہ یاد رکھتا ہو وہ امامت کرے (اس کی تقریر آگے آئیگی حدیث نمبر ۱۱۹۳ کے تحت میں)۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۱۹۱– حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ تمہارے مؤذن اندھے ہوں (راوی

وَاَحْسِبُهُ قال : وَلَا قُرَّاؤُكُمْ . رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ١٤٣:١).

١١٩٢ – عن : مالك بن الحويرث رضي الله عنه مرفوعا " إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَاَذِّنَا وَاَقِيْمَا ، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا ". رواه البخاری ، .

١١٩٣ – عن : أبی مسعود الأنصاری رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ ، فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاَئَةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ ، فَاِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً ، فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ سِلْماً . وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِيْ سُلْطَانِهِ ، وَلَا يَقْعُدُ فِيْ بَيْتِهِ عَلٰى تَكْرِمَتِهِ اِلَّا بِاِذْنِهِ ". قال الأشج فی روایته مکان سِلْماً : "سِنًّا ". رواه مسلم (٢٣٦:١). ورواه الحاکم فی مستدرکه (٢٤٣:١) إلا أنه قال مکان أقرأهم : "أکثرهم قرآنا " ومکان قوله : " فأعلمهم بالسنة " : " فأفقههم فقها

کہتا ہے کہ) میں گمان کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اور نہ تمہارے قراء (یعنی امام اندھے ہوں)۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: ثقہ راوی کا گمان بھی معتبر ہے کیونکہ بغیر ظن غالب کے وہ حدیث میں کوئی بات نہیں بڑھا سکتا ، پس اس اثر سے معلوم ہوا کہ نابینا کا امام ہونا اچھا نہیں ، ہاں اگر نابینا جماعت میں سب سے افضل ہو اور پاکی وغیرہ میں پوری احتیاط کرتا ہو تو مضائقہ نہیں جیسا کہ اگلی احادیث سے معلوم ہوگا۔

۱۱۹۲ – حضرت مالک بن حویرثؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ) جب نماز کا وقت آجائے تو اذان کہو اور اقامت کہو تو تم میں جو (عمر کے اعتبار سے) زیادہ بڑا ہو وہ امامت کرے۔ اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو عمر میں زیادہ ہو وہ امامت کا مستحق ہے مگر یہ جب ہے کہ علم وقراءت میں سب برابر ہوں اور اس واقعہ میں جن لوگوں کو خطاب کیا گیا وہ سب ایسے ہی تھے اور اس قید کی دلیل اگلی حدیث سے معلوم ہوگی۔

۱۱۹۳ – حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قوم کی امامت وہ شخص کرے جو کہ ان میں قرآن زیادہ پڑھا ہوا ہو اور اگر وہ لوگ قرآن پڑھنے میں برابر ہوں تو جو شخص ان میں سنت زیادہ جانتا ہو (یعنی احکام فقہ وحدیث سے زیادہ واقف ہو) اور اگر سنت میں (بھی) برابر ہوں تو جو شخص ہجرت میں اقدم ہو اور جو ہجرت میں (بھی) برابر ہوں تو جس کا اسلام زیادہ قدیم ہو (اور دوسری روایت میں ہے کہ جس کی عمر زیادہ ہو اور دونوں میں توفیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ اکثر جو اقدم ہوتا ہے باعتبار

فإن كانوا في الفقه سواء فأ كبرهم " قال الحاكم : وقد أخرج مسلم في صحيحه هذا الحديث ، ولم يذكر فيه أفقههم فقها ، وهي لفظة عزيزة غريبة بهذا الإسناد الصحيح اه وأقره عليه الذهبي.

١١٩٤– عن : أبي أمامة ﷺ مرفوعا : " اِنْ سَرَّكُمْ اَنْ تُقْبَلَ صَلاَتُكُمْ فَلْيَؤُمَّكُمْ خِيَارُكُمْ ". رواه ابن عساكر قال الشيخ : حديث حسن لغيره ، كذا في العزيزي (٥٦:٢).

١١٩٥– عن : عبد الله بن عمرو ﷺ قال : اَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ رَجلاً يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الظُّهْرَ ، فَتَفَلَ فِي الْقِبْلَةِ وَهُوَ يُصَلِّيْ لِلنَّاسِ ، فَلَمَّا كَانَتْ صَلاَةُ الْعَصْرِ اَرْسَلَ اِلَى آخرَ

اسلام کے وہ عمر میں بھی اقدم ہوتا ہے) اور چاہئے کہ امامت نہ کرے کوئی آدمی کسی آدمی کی اس کی حکومت کی جگہ میں (خواہ اس کا مکان ہو یا ایسی مسجد ہو جہاں وہ امام ہو) اور نہ بیٹھے اس کے گھر میں اس کی خاص جگہ پر مگر اس کی اجازت سے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے (اجازت کا لفظ دونوں کے متعلق ہے خاص جگہ پر بیٹھنے کیلئے بھی اور امامت کیلئے بھی اور ہر صدر مقام اسی کے حکم میں ہے)۔

فائدہ: صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ اس زمانہ میں جس کو قرآن زیادہ آتا تھا اسکو مسائل بھی زیادہ آتے تھے، اس لیے حدیث میں اقرء (یعنی زیادہ قرآن پڑھے ہوئے) کو مقدم کیا اور ہمارے زمانہ میں ایسا نہیں ہے، پس ہم نے زیادہ مسائل جاننے والے کو مقدم کیا زیادہ قرآن پڑھے ہوئے سے اھ۔ یعنی ہمارے نزدیک جس کو مسائل زیادہ معلوم ہوں وہ اقرء پر مقدم ہے اور یہی جواب حدیث نمبر ۱۱۹۰ کا ہے کہ اس میں بھی زیادہ قرآن پڑھے ہوئے کو مقدم کیا گیا ہے اور زیادہ علم وفضل والے کے مقدم ہونے کی دلیل ہم تفصیل سے اوپر بیان کر چکے ہیں۔

۱۱۹۴– حضرت ابوامامہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اگر تم کو اپنی نماز کا مقبول ہونا خوش کرے (یعنی اگر نماز کا قبول ہونا چاہو) تو چاہئے کہ اچھے لوگ تمہارے امام بنیں۔ اس کو ابن عساکر نے روایت کیا ہے اور شیخ نے اس کو حسن لغیرہ کہا ہے (عزیزی)۔

فائدہ: یہاں سے فاسق کی امامت کا مکروہ ہونا معلوم ہوا کیونکہ نماز کے قبول ہونے کا ذریعہ نیکوں کی امامت قرار دیا گیا ہے، پس جب فاسقوں کی امامت ہوگی تو نماز کا پورا ثواب نہ ملے گا اور گناہ بھی ہوگا ہاں اگر مقتدی کو امام کے معزول کرنے پر قدرت نہ ہو اور سہولت سے دوسری جگہ بھی جماعت نہ مل سکے تو اس کو فاسق ہی کے پیچھے نماز پڑھ لینا ضروری ہے، جماعت نہ چھوڑے اور اس صورت میں مقتدی کو کچھ بھی گناہ نہ ہوگا۔

۱۱۹۵– حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھا دے، اس

فَاَشْفَقَ الرَّجُلُ الاوَّلُ ، فَجَاءَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اَ نَزَلَ فِيَّ شَيْءٌ ؟ قَالَ : لَا ! وَلٰكِنَّكَ تَفَلْتَ بَيْنَ يَدَيْكَ ، وَاَنْتَ قَائِمٌ تَؤُمُّ النَّاسَ ، فَآذَيْتَ اللهَ ، وَالْمَلَائِكَةَ. رواه الطبرانی فی الکبیر بإسناد جید ، كذا فی الترغیب (۱۵۳:۱) ، وفی مجمع الزوائد (۱۵۰:۱) : رجاله ثقات .

باب جواز الصلاة خلف الفاسق ، والعبد ، والأعرابی ، والأعمی ، وولد الزنا مع الكراهة

۱۱۹۶– عن : معاذ بن جبل ؓ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: " اَطِعْ كُلَّ اَمِيْرٍ ، وَصَلِّ خَلْفَ كُلِّ اِمَامٍ ، وَلَا تَسُبَّنَّ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِیْ ". رواه الطبرانی فی الكبير ، ومكحول لم يسمع عن معاذ (مجمع الزوائد ۱۶۸:۱). قلت : فالإسناد منقطع وهو حجة عند الأصحاب ، وقد مر حديث صحيح منقطع عن مكحول عن أبی هريرة بمعناه فی باب وجوب الجماعة.

نے قبلہ کی طرف تھوک دیا اس حالت میں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا رہا تھا، سو جب عصر کی نماز آئی تو آپ ﷺ نے دوسرے شخص کے پاس (کسی کو) پیغام دے کر بھیجا تو پہلا آدمی ڈرا، پس نبی ﷺ کی خدمت حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میرے بارے میں کچھ وحی اتری ہے؟ (حق تعالیٰ کے یہاں سے) آپ ﷺ نے فرمایا نہیں لیکن تم نے اپنے سامنے تھوکا اس حال میں کہ تم کھڑے ہوئے لوگوں کی امامت کر رہے تھے سو تم نے اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو تکلیف دی۔ اس کو طبرانی نے عمدہ سند سے روایت کیا ہے (ترغیب) اور اس کے سارے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

__فائدہ__: معلوم ہوا کہ ایسا شخص امامت کا اہل نہیں کیونکہ یہ فسق ہے اور حضور ﷺ نے ظہر کی نماز کے اعادہ کا صحابہ کو حکم نہیں دیا معلوم ہوا کہ فاسق کے پیچھے نماز درست ہو جاتی ہے۔

باب نماز کا جائز ہونا فاسق، غلام، دیہاتی، نابینا اور ولد الحرام کے پیچھے مع کراہت کے

۱۱۹۶– حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر حاکم کی اطاعت کرو اور ہر امام کے پیچھے نماز پڑھ لو اور میرے اصحاب میں سے کسی کو برا نہ کہو۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے (مجمع الزوائد)۔

__فائدہ__: اس حدیث سے باب کے تمام اجزاء ثابت ہوتے ہیں کیونکہ ہر امام کا لفظ غلام، نابینا اور فاسق سب کو شامل ہے۔

۱۱۹۷– عن : عبید اللہ بن عدی بن الخیار اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰی عُثْمَانَ بْنِ عفان ﷺ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ ، فَقَالَ اِنَّكَ اِمَامُ عَامَّةٍ ، وَنَزَلَ بِكَ مَا نَرٰی ، وَيُصَلِّیْ لَنَا اِمَامُ فِتْنَةٍ ، وَنَتَحَرَّجُ ، فَقَالَ : اَلصَّلَاةُ اَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ ، فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَهُمْ ، وَاِذَا اَسَاؤُوْا فَاجْتَنِبْ اِسَائَتَهُمْ . أخرجه الإمام البخاری (۱:۹۶).

۱۱۹۸– وروی سیف بن عمر فی الفتوح عن سھل بن یوسف الأنصاری عن أبیه قال : كَرِهَ النَّاسُ الصَّلَاةَ خَلْفَ الَّذِيْنَ حَصَرُوْا عُثْمَانَ اِلَّا عُثْمَانَ ، فَاِنَّهُ قال : مَنْ دَعَا اِلَی الصَّلَاةِ فَاَجِيْبُوْهُ اه. ذکرہ الحافظ فی الفتح (۲:۱۹۵) وھو صحیح أو حسن علی قاعدته.

۱۱۹۹– عن ابن عمر ﷺ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّیْ خَلْفَ الْحَجَّاجِ بن يُوسُفَ. أخرجه البخاری.

فاسق کے پیچھے نماز کی صحت میں کسی کا اختلاف نہیں لیکن اس کے پیچھے نماز کے مکروہ ہونے میں بھی کسی کا اختلاف نہیں، بشرطیکہ اس کو ہٹانے پر یا کسی دوسری مسجد میں جماعت کے آسانی سے ملنے پر قدرت ہو جیسا کہ پچھلے باب کی احادیث سے معلوم ہوا، اور حاکم سے مراد اس حدیث سے مسلمان حاکم ہے جو دین کے خلاف حکم نہ کرے اور واضح رہے کہ اگر ان لوگوں سے اچھا امام میسر آجائے تو وہ اولیٰ اور اقدم ہوگا۔

۱۱۹۷-عبید اللہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس حال میں کہ آپ محصور تھے اور کہا کہ آپ جماعت کے امام اور (خلیفہ) ہیں اور آپ پر اترا ہے جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں (یعنی باغیوں نے محصور کر دیا ہے) اور ہم کو امامِ فتنہ نماز پڑھاتا ہے حالانکہ ہم کو (اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں) گناہ میں پڑ جانے کا خوف ہوتا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ نماز لوگوں کے اعمال میں بہت اچھا عمل ہے، پس جب لوگ نیکی کریں تو ان کے ساتھ تم (بھی) نیک کام کرو اور جب بدی (اور گناہ) کریں تو ان کی بدی سے بچو (بخاری)۔

۱۱۹۸-اور سیف بن عمرو نے سہل بن یوسف انصاری سے روایت کی ہے کہ سب صحابہ نے ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے کراہت کی جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو محصور کیا تھا بجز حضرت عثمانؓ کے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو نماز کی طرف بلائے اس کی بات کو قبول کرو۔ (فتح الباری)۔

<u>فائدہ</u>:اس سے ظالموں کی امامت کا صحیح ہونا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ثابت ہوا اور کراہت بھی ثابت ہوئی کیونکہ تمام صحابہ نے اس سے کراہت کی مگر چونکہ لوگ ان باغیوں کے علیحدہ کرنے پر قادر نہ تھے اور اس عذر سے کراہت زائل ہو جاتی ہے اس لئے حضرت عثمانؓ نے اجازت دی۔

۱۱۹۹-ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ حجاج بن یوسف کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

١٢٠٠ – وعن : أبى سعيد الخدرى ﷺ أنه صَلّٰى خَلْفَ مَرْوَانَ صَلَاةَ الْعِيْدِ .
أخرجه مسلم وأصحاب السنن : ذكرهما فى نيل الأوطار (٣:٤١).

١٢٠١ – عن الزهرى أنه قال : " لَا نَرَى اَنْ يُصَلّٰى خَلْفَ الْمُخَنَّثِ اِلَّا مِنْ ضَرُوْرَةٍ لَا بُدَّ مِنْهَا " . أخرجه البخارى تعليقا ، ووصله عبد الرزاق عن معمر عنه ولفظه : قلت : فَالْمُخَنَّثُ ؟ قَالَ : لَا ، وَلَا كَرَامَةَ ، لَا يُؤْتَمُّ بِهِ . كذا فى فتح البارى (٢:١٦٠).

١٢٠٢ – وكيع : عن الربيع بن صبيح عن ابن سيرين قال : خَرَجْنَا مَعَ عبيد اللهِ بنِ معمر و مَعَنَا حميدُ بنُ عبدِ الرحمنِ وَأُنَاسٌ مِنْ وُجُوْهِ الْفُقَهَاءِ ، فَمَرَرْنَا بِاَهْلِ مَاءٍ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَاَذَّنَ اَعْرَابِىٌّ ، وَاَقَامَ الصَّلَاةَ قال : فَتَقَدَّمَ حميد بن عبد الرحمن بن عوف قال : فَلَمَّا

١٢٠٠ – ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے مروان کے پیچھے عید کی نماز پڑھی ۔اس کو مسلم واصحاب سنن نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار)۔

<u>فائدہ</u>: حجاج کا فاسق ہونا تو مشہور ہے اور مروان بھی متہم ہے، پس ان حضرات صحابہ کا ان کے پیچھے نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ فاسق کے پیچھے نماز صحیح ہوجاتی ہے اور کراہت اس وجہ سے زائل ہوگئی کہ یہ لوگ صاحب حکومت تھے ان کے الگ کرنے کی قدرت نہ تھی۔

١٢٠١ – امام زہری سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم مخنث کے پیچھے نماز پڑھنا (اچھا) نہیں سمجھتے مگر ایسی ضرورت سے جس میں مجبوری ہوجائے (مثلاً وہ صاحب حکومت وشوکت ہو اور اس کے علیحدہ کرنے پر قدرت نہ ہو) ۔اس کو امام بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے اور عبدالرزاق نے معمر سے زہری سے موصولاً بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ میں نے کہا مخنث کے بارہ میں کیا حکم ہے؟ فرمایا نہیں، اس کی کچھ عزت نہیں، اس کی اقتداء نہ کی جائے (فتح الباری)۔

<u>فائدہ</u>: مخنث تین قسم کے ہیں، ایک وہ جو حرام فعل کرانے کا عادی ہو اس کا فاسق ہونا تو ظاہر ہے، دوسرے وہ جو صرف عورتوں کی شکل بناتا ہو یہ بھی فاسق ہے، تیسرے وہ جو شکل تو نہیں بناتا لیکن اس کی باتوں اور حرکتوں میں زنانہ پن ہے، اگر یہ خلقی ہے تو یہ شخص فاسق نہیں اسکے پیچھے بلا کراہت نماز درست ہے اور اگر قصداً زنانہ پن اختیار کرتا ہے تو یہ بھی فاسق ہے۔

١٢٠٢ – ابن سیرین سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم عبیداللہ بن معمرؓ کے ساتھ سفر کو چلے اور ہمارے ساتھ حمید بن عبد الرحمٰن (تابعی فقیہ) اور بہت سے حضرات بڑے بڑے فقہاء ساتھ تھے، ہمارا گذر ایک جنگل کی آبادی پر ہوا تو نماز کا وقت آ گیا، ایک اعرابی نے اذان واقامت کہی، راوی کہتے ہیں کہ حمید بن عبدالرحمٰن (خود) آگے بڑھ گئے اور دو رکعتیں پڑھا کر کہا کہ یہاں جو لوگ

صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قال: مَنْ كَانَ هٰهُنَا مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ فَلْيُتِمِّ الصَّلَاةَ، وَكَرِهَ اَنْ يَؤُمَّ الاَعْرَابِيُّ. كذا فی المدونة لمالك (١:٨٥)، رجاله كلهم ثقات إلا الربيع، فمختلف فيه، وثقه ابن معين وغيره، كما فی التهذيب (٣:٢٤٧، ٢٤٨) فهو حسن الحديث.

١٢٠٣ – مالك: عن يحيى بن سعيد اَنَّ رَجُلاً كَانَ يَؤُمُّ النَّاسَ بِالْعَقِيْقِ، فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ عمرُ بنُ عبدِ العزيزِ، فَنَهَاهُ قال مالك: وَاِنَّمَا نَهَاهُ لِاَنَّهُ كَانَ لَا يُعْرَفُ اَبُوْه. أخرجه الإمام مالك فی الموطا (ص:٢٤٧)، ورجاله رجال الجماعة.

١٢٠٤ – محمد: قال أخبرنا أبو حنيفة قال: حدثنا حماد عن إبراهيم قال: لَا بَأْسَ بِاَنْ يَؤُمَّهُمُ الاَعْرَابِيُّ وَالْعَبْدُ وَوَلَدُ الزِّنَا اِذَا قَرَاَ الْقُرْآنَ. قال محمد: وبه نأخذ إذا كان فقيها عالما بأمر الصلاة، وهو قول أبی حنيفة (كتاب الآثار، ص٢٧). وسنده صحيح.

١٢٠٥ – أخبرنا: عبد المجيد بن عبد العزيز عن ابن جريج أخبرنی

بستی کے رہنے والے ہیں وہ اپنی نماز پوری کرلیں اور (حمید ابن عبدالرحمٰن خود آگے اس لئے بڑھ گئے کہ) انہوں نے اس سے کراہت کی کہ اعرابی امام بنے۔ اس کو سحنون نے مدونہ میں روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں مگر ربیع بن صبیح مختلف فیہ ہیں، ابن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے (تہذیب)۔

فائدہ: اس سے اعرابی کی امامت کا مکروہ ہونا معلوم ہوا۔

۱۲۰۳- یحیٰی بن سعید سے روایت ہے کہ ایک شخص موضع عقیق میں لوگوں کی امامت کرتا تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز (امام تابعی) نے اس کے پاس قاصد بھیجا اور امامت سے روک دیا، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس لئے منع کردیا کہ (کسی کو) اس کے باپ کا پتہ نہ تھا۔ اس کو امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے۔

۱۲۰۴- ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس میں حرج نہیں کہ اعرابی (دیہاتی) اور غلام اور ولد الزنا لوگوں کی امامت کرے جبکہ اس نے قرآن پڑھ لیا ہو، امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی کے قائل ہیں جب کہ وہ عالم ہو اور نماز کے احکام جانتا ہو اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہؒ کا۔ اس کو امام محمد نے آثار میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے ان لوگوں کی اقتداء کا جواز معلوم ہوا مگر لاباس بہ سے قدرے کراہت پر بھی اشارہ ہے لیکن اگر یہ لوگ عالم ہوں اور مقتدیوں کی نگاہ میں حقیر نہ ہوں تو کراہت نہ رہے گی۔

۱۲۰۵- ابن ابی ملیکہؒ (تابعی) سے روایت ہے کہ یہ لوگ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اعلی الوادی میں

عبد الله بن عبيد الله (تابعی جليل) بن أبی مليكة إِنَّهُمْ كَانُوا يَأْتُونَ عَائِشَةَ أُمَّ المؤمنين رضی الله عنها بِأَعْلَى الْوَادِیْ هُوَ وَعبيدُ بنُ عُمَيْرٍ (تابعی)، والمسور بنُ مخرمة (صحابی)، وَنَاسٌ كَثِيْرٌ، فَيَؤُمُّهُمْ اَبُوْ عَمْرٍو (تابعی) مَوْلٰی عَائِشَةَ، وَاَبُوْ عَمْرٍو (هو ذكوان) غُلَامُهَا حِيْنَئِذٍ لَمْ يُعْتَقْ. قال: وَكَانَ إِمَامَ بَنِیْ مُحَمَّدِ بن أبی بكر وعروة رواه الإمام أبو عبد الله محمد بن إدريس الشافعی فی مسنده (ص:٢٩).

قلت: رجاله ثقات من رجال الجماعة غير أن البخاری لم يخرج للأول.

١٢٠٦– عن: عبد الله بن عمير إمام بنی حطمة أَنَّهٗ كَانَ إِمَاماً لِّبَنِیْ حطمة عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ اَعْمٰی، وَغَزَا مَعَهٗ وَهُوَ اَعْمٰی. رواه الطبرانی فی الكبير، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ١:١٦٨).

١٢٠٧– عن: عطاء عن ابن عباس رضی الله عنه أن النَّبِیَّ ﷺ اِسْتَخْلَفَ اِبْنَ اُمِّ مَكْتُوْمٍ عَلَى الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا مِنْ اَمْرِ الْمَدِيْنَةِ: رواه الطبرانی وإسناده حسن (التلخيص الحبير ١:١٢٤).

(جو مکہ معظمہ میں ایک جگہ کا لقب ہے) یعنی خود یہ اور عبید بن عمیر (تابعی) اور مسور بن مخرمہ (صحابی) اور بہت سے لوگ تو ان کی امامت حضرت عائشہؓ کے آزاد شدہ غلام ابوعمرو کیا کرتے تھے اور وہ اس وقت میں آزاد نہ تھے (بعد کو آزاد ہوئے) اور وہ امام تھے بنی محمد بن ابی بکر اور بنی عروہ کے۔

فائدہ: اس سے غلام کے پیچھے نماز کی صحت ثابت ہوئی اور چونکہ حضرت عائشہؓ کا غلام جاہل وحقیر نہ تھا اس لئے کراہت بھی مرتفع ہوگئی۔

١٢٠٦– حضرت عبداللہ بن عمیرؓ امام بنی حطمہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بنی حطمہ کے امام تھے حالانکہ وہ نابینا تھے اور انہوں نے آپ کے ہمراہ جہاد کیا تھا نابینا (ہی) ہونے کی حالت میں۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)۔

١٢٠٧– حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ابن ام مکتومؓ (نابینا) کو نماز پر اور غیر نماز پر مدینہ کے کاموں کا اپنا خلیفہ کیا (یعنی ان کو امام بنا دیا)۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔ (تلخیص الحبیر)۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے نابینا کی امامت کا جواز ثابت ہوتا ہے اور چونکہ ابن ام مکتوم بقیہ اہل مدینہ میں اور

باب السلطان أحق بالإمامة من الجميع ولو لم يكن أفضلهم، وكذا رب المنزل في منزله، والإمام الراتب في مسجده أحق بها من غيره

۱۲۰۸– عن: أبي مسعود الأنصاري ﷺ مرفوعا: " وَلاَ تَؤُمَّنَّ الرَّجُلَ فِيْ اَهْلِهِ، وَلاَ فِيْ سُلْطَانِهِ، وَلاَ تَجْلِسْ عَلَى تَكْرِمَتِهِ فِيْ بَيْتِهِ اِلاَّ اَنْ يَاْذَنَ لَكَ اَوْ بِاِذْنِهِ ". مختصر • أخرجه مسلم (۱:۲۳٦).

۱۲۰۹– عن: ابن مسعود ﷺ قال: مِنَ السُّنَّةِ اَنْ لاَّ يَؤُمَّهُمْ اِلاَّ صَاحِبُ الْبَيْتِ. أخرجه الإمام الشافعي، كما هو في مسنده (ص:۳۰). وفيه ضعف، وانقطاع، وله شاهد رواه الطبراني من طريق إبراهيم النخعي قال: اَتَى عبدُ اللهِ اَبَا موسٰى فَتَحَدَّثَ عِنْدَهٗ فَحَضَرَتِ الصَّلاَةُ فَلَمَّا اُقِيْمَتْ تَاَخَّرَ أبو موسٰى، فَقَالَ لَهٗ عبد اللهِ: لَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يَتَقَدَّمَ صَاحِبُ الْبَيْتِ. رجاله ثقات (التلخيص الحبير ۲:۱۲۵) وفي مجمع الزوائد

عبداللہ بن عمیر اپنی قوم میں افضل تھے اور دونوں حضرات محتاط بھی تھے اس لئے کراہت بھی نہ تھی، کیونکہ احناف کے نزدیک نابینا کی امامت اس وقت مکروہ ہے جبکہ وہ نجاست سے نہ بچتا ہو اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں حضرات ایسے نہ تھے بلکہ نجاست سے خوب بچنے والے تھے، اگر نابینا ایسا نہ ہو تو بینا افضل ہے۔

باب اس بیان میں کہ بادشاہ اپنی سلطنت میں اور صاحب خانہ اپنے گھر میں اور امام راتب اپنی مسجد میں سب سے زیادہ امامت کا حقدار ہے (گو دوسرے اس سے افضل موجود ہوں)

۱۲۰۸– ابو مسعودؓ انصاری سے مرفوعاً روایت ہے کہ صاحب خانہ کا اسکے گھر میں اور اس کی حکومت کی جگہ میں کوئی امام نہ بنے اور نہ اس کی خاص جگہ میں بیٹھے، مگر یہ کہ وہ تم کو اجازت دیدے۔ اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: باب کے دو جز اس سے صراحۃً ثابت ہوگئے اور تیسرا جز و بھی اشارۃً ثابت ہے کیونکہ امام راتب اپنی مسجد میں صاحب حکومت ہے۔

۱۲۰۹– عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ صاحبِ خانہ ہی (اپنے گھر میں دوسروں کا) امام بنے۔ اس کو امام شافعیؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور اس میں ضعف وانقطاع ہے مگر اس کیلئے ایک شاہد ہے، جس کو طبرانی نے ابراہیم نخعیؒ کے واسطہ سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ ابو موسیٰؓ (اشعری) کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے باتیں کیں کہ نماز کا وقت آ گیا، جب اقامت کہی گئی تو ابو موسیٰؓ پیچھے ہٹ گئے (اور عبداللہ بن مسعودؓ کو امام بنانا چاہا) عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ تم

(٦٨:١) : رجاله رجال الصحيح ، وفي طريق أخرى عن علقمة : فتقدم أبو موسى ، ورجاله ثقات اه.

١٢١٠– أخبرنا : عبد المجيد عن ابن جريج قال : أخبرني نافع قال : أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فِيْ مَسْجِدٍ بِطَائِفَةٍ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ ، وَلِابْنِ عمرَ قَرِيْباً مِّنْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ اَرْضٌ يَعْمَلُهَا وَاِمَامُ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ مَوْلًى لَهُ ، وَمَسْكَنُ ذٰلِكَ الْمَوْلٰى وَاَصْحَابِهٖ ثَمَّه قال : فَلَمَّا سَمِعَهُمْ عبدُ اللهِ جَاءَ لِيَشْهَدَ مَعَهُمُ الصَّلَاةَ ، فَقَالَ لَهُ الْمَوْلٰى صَاحِبُ الْمَسْجِدِ : تَقَدَّمْ ، فَصَلِّ ، فَقَالَ عبدُ اللهِ : اَنْتَ اَحَقُّ اَنْ تُصَلِّيَ فِيْ مَسْجِدِكَ مِنِّيْ ، فَصَلَّى الْمَوْلٰى . أخرجه الإمام الشافعي ،كما في مسنده (ص:٣٠) ، ورجاله رجال الجماعة إلا شيخ الإمام فهو من رجال الخمسة.

جانتے ہو کہ سنت یہ ہے کہ صاحب خانہ آگے بڑھے (اور وہی امام بنے)۔اس کے سب راوی ثقہ ہیں (تلخیص حبیر) اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے سب راوی صحیح کے راوی ہیں اور ایک روایت میں علقمہ سے روایت ہے کہ پھر ابوموسٰی آگے بڑھ گئے اور اس کے راوی بھی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس کی دلالت جزو دوم پر ظاہر ہے کیونکہ عبد اللہ بن مسعودؓ علم وعمر میں سب سے بڑے تھے مگر بایں ہمہ صاحب خانہ ہونے کی وجہ سے حضرت ابوموسٰیؓ کو مقدم کیا گیا۔

۱۲۱۰–نافع نے بیان کیا ہے کہ ایک مسجد میں جو مدینہ کے ایک جانب میں تھی نماز کی اقامت ہوئی اور اس کے قریب ہی عبد اللہ بن عمرؓ کی زمین تھی جس میں وہ کچھ کام کر رہے تھے اور اس مسجد کا امام عبد اللہ بن عمرؓ کا آزاد کردہ غلام تھا اس کا اور اسکے اصحاب کا مسکن اسی جگہ تھا، اقامت کی آواز سن کر عبد اللہ بن عمر تشریف لائے تا کہ ان کے ساتھ نماز پڑھیں تو مولٰی نے جو مسجد کا امام تھا ان سے عرض کیا کہ آگے بڑھ جایئے اور نماز پڑھایئے تو عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ اپنی مسجد میں نماز پڑھانے کے تم مجھ سے زیادہ حقدار ہو تو ان کے مولٰی ہی نے نماز پڑھائی۔اس کو امام شافعیؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی جماعت صحاح کے راوی ہیں بجز عبد المجید کے کہ وہ مسلم اور اصحاب سنن کے راوی ہیں۔

فائدہ: اس سے تیسرے جزو پر صراحۃً دلالت ہوگئی اور گو اجازت کے بعد عبد اللہ بن عمرؓ کے امام بننے میں کوئی حرج نہ تھا مگر انہوں نے سنت کو عملاً ظاہر کرنا چاہا۔

باب الإثنان جماعة

١٢١١– عن : أبی موسٰی الأشعری ﷺ مرفوعا : " اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ ".
رواه ابن ماجة ، وابن عدی ، ورواه الإمام أحمد ، وابن عدی ، والطبرانی عن أبی أمامة الباهلی ، والدار قطنی عن ابن عمرو بن العاص ، وابن سعد فی طبقاته ، والبغوی ، والباوردی عن الحکم –بفتح الکاف– ابن عمیر –بالتصغیر– . قال الشیخ : حدیث حسن لغیره ، کذا فی العزیزی (١:٤٤).

١٢١٢– عن: قباث بن أشیم اللیثی (کأحمد) قال : قال رسول الله ﷺ: صَلَاةُ الرَّجُلَيْنِ يَؤُمُّ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ اَزْکٰی عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ صَلَاةِ اَرْبَعَةٍ تتری ، وَصَلَاةُ اَرْبَعَةٍ يَؤُمُّ اَحَدُهُمْ اَزْکٰی عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ صَلَاةِ ثَمَانِيَةٍ تتری ، وَصَلَاةُ ثَمَانِيَةٍ يَؤُمُّ اَحَدُهُمْ اَزْکٰی عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ مِّائَةٍ تتری . رواه البزار والطبرانی فی الکبیر ورجال الطبرانی موثقون (مجمع الزوائد ١:١٥٧) وفی الترغیب بعد عزوه إلیهما : بإسناد لا بأس به .

١٢١٣– عن : أبی أمامة ﷺ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ رَآی رَجُلًا يُصَلِّیْ وَحْدَهٗ ، فَقَالَ : اَلَا

باب دو شخصوں کا جماعت ہو جانا

١٢١١–حضرت ابوموسٰیؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ دو شخص اور جوان سے زیادہ ہوں جماعت ہے (یعنی ادنیٰ درجہ جماعت کا دو شخص ہیں پس دو شخصوں کے باہم نماز پڑھنے سے ثواب جماعت کا مل جائے گا)۔اس کو ابن ماجہ اور ابن عدی نے روایت کیا ہے اور امام احمد، طبرانی اور ابن عدی نے حضرت ابوامامہ سے اور دارقطنی نے ابن عمرو بن عاص سے اور ابن سعد نے اپنے طبقات میں اور بغوی اور باوردی نے حکم بن عمیر سے روایت کیا ہے، شیخ نے کہا ہے کہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔(عزیزی)۔

١٢١٢–حضرت قباث بن اشیم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو شخصوں کی نماز کہ ایک ان میں سے اپنے ساتھی کا امام ہو زیادہ بڑھی ہوئی ہے (از روئے ثواب کے) اللہ کے نزدیک چار شخصوں کی نماز سے جو الگ الگ پڑھیں او چار شخصوں کی نماز کہ ایک ان میں سے امامت کرے زیادہ بڑھی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک آٹھ کی نماز سے جو الگ الگ پڑھیں اور آٹھ کی نماز کہ ایک ان میں سے امام ہو زیادہ بڑھی ہوئی ہے اللہ کے نزدیک سو سے جو ایک دوسرے کے بعد پڑھیں۔اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

١٢١٣–حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو تنہا نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ کیا کوئی شخص ایسا

رَجُلٌ يَتَصَدَّقُ عَلٰى هٰذَا ، فَيُصَلِّيْ مَعَهُ؟ فَقَامَ رَجُلٌ ، فَصَلّٰى مَعَهُ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: هٰذَانِ جَمَاعَةٌ . رواه أحمد ، والطبراني ، وله طرق كلها ضعيفة (مجمع الزوائد ١ : ١٦٠).

قلت : وبكثرة الطرق يرتفع الضعيف إلى درجة الحسن ، لا سيما وله شاهد وهو أول الباب وما يليه ، وقد مر في الجزء الثاني من اصل الكتاب حديث أبي بن كعب بتخريج الحاكم ، وتصحيحه ، وتقرير الذهبي عليه بمعنى حديث ابن أشيم .

١٢١٤ – محمد : قال : أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم قال : اِذَا زَادَ عَلَى الْوَاحِدِ فِي الصَّلَاةِ فَهِيَ جَمَاعَةٌ. أخرجه الإمام محمد في كتاب الآثار (ص:٢٢) ، ورجاله ثقات ، وأخرجه ابن أبي شيبة عنه بلفظ : اَلرَّجُلُ مَعَ الرَّجُلِ جَمَاعَةٌ لَهُمَا التَّضْعِيْفُ خَمْساً وَّ عِشْرِيْنَ . كذا في النيل (٣:١٣).

باب استحباب التكبير عند قد قامت الصلاة

١٢١٥ – عن : عبد الله بن أبي أوفى ﷺ قال : كَانَ بِلَالٌ اِذَا قال : " قَدْ قَامَتِ

نہیں جو اس پر احسان کرے کہ اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لے؟ تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے اس کے ساتھ نماز پڑھی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ دونوں (ملکر) جماعت ہیں۔ اس کو احمد وطبرانی نے روایت کیا ہے، اس کے چند طرق ہیں جو سب ضعیف ہیں (مجمع الزوائد)۔ میں کہتا ہوں کہ کثرت طرق سے ضعیف حسن کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے خصوصاً جب کہ اس کیلئے شواہد بھی موجود ہیں اور حدیث دوم کے موافق ایک حدیث ابی بن کعب سے اصل کتاب کے دوسرے حصہ میں گذر چکی ہے جس کو حاکم نے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس کی تائید کی ہے۔

۱۲۱۴- ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ جب نماز میں ایک سے زیادہ آدمی ہوں تو وہ جماعت ہے۔ اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور ابن ابی شیبہ نے اس کو ابراہیم نخعی سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے مل کر جماعت ہے اور ان دونوں کو پچیس نمازوں کا ثواب ملے گا (جو کہ جماعت کا ثواب ہے) (نیل الاوطار)۔

<u>فائدہ</u>: ان احادیث کی دلالت مقصود باب پر ظاہر ہے۔

باب اس بیان میں کہ جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام کو تکبیر تحریمہ کہنا مستحب ہے

۱۲۵۱- عبد اللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ جب بلالؓ قد قامت الصلوٰۃ کہتے تو رسول اللہ ﷺ تکبیر کے ساتھ کھڑے

الصَّلَاةُ " نَهَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالتَّكْبِيْرِ (أى متلبسا به) . رواه البزار و فيه الحجاج بن فروخ ، وهو ضعيف (مجمع الزوائد ١ :٨٢).

قلت : ذكره ابن حبان فى الثقات ، كما فى اللسان (١٧٩:٢) . فهو حسن الحديث ، ورواه الطبرانى ، وسيمويه بلفظ " كَانَ اِذَا قَالَ بِلَالٌ : " قَدْقَامَتِ الصَّلَاةُ " نَهَضَ ، فَكَبَّرَ ". (كنز العمال ٤ :١١).

١٢١٦– عن : سعيد بن المسيب قال : " اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ : " اللّٰهُ اَكْبَرُ " وَجَبَ الْقِيَامُ ، وَاذَا قال : " حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ " عُدِّلَتِ الصُّفُوْفُ ، وَاِذَا قال : " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " كَبَّرَ الاِمَامُ " . أخرجه سعيد بن منصور ، ذكره الحافظ فى الفتح (١٠٠:٢)، وهو حسن أو صحيح على قاعدته.

١٢١٧– أبو حنيفة : عن طلحة بن مصرف عن إبراهيم أنه قال : اِذَا قال الْمُؤَذِّنُ : " حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ " فَيَنْبَغِىْ لِلْقَوْمِ اَنْ يَّقُوْمُوْا لِلصَّلَاةِ ، فَاِذَا قَالَ : " قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ " كَبَّرَ

ہوجاتے (یعنی مصلی پر کھڑے ہوکر تکبیر کہتے)۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں حجاج بن فروخ ہے جو ضعیف ہے (مجمع الزوائد)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے پس حدیث حسن ہے اور اس کو طبرانی اور سیمویہ نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ جب بلالؓ قد قامت الصلوٰۃ کہتے تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوجاتے اور فوراً تکبیر کہتے (کنز العمال)۔

فائدہ: حدیث کی دلالت امام ابوحنیفہؒ کے قول پر ظاہر ہے کہ امام جب مصلی پر یا مصلی کے قریب ہو تو قد قامت الصلوٰۃ پر نماز شروع کردے۔

۱۲۱۶–سعید بن المسیبؒ کا قول یہ ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو (سب پر) کھڑا ہوجانا ضروری ہوگیا اور جب حی علی الصلوٰۃ کہے تو صفیں برابر کرلی جائیں اور جب لا الٰہ الا اللہ کہے تو امام تکبیر کہدے۔ اس کو سعید بن منصور نے اپنے سنن میں روایت کیا ہے اور حافظ نے فتح الباری میں اس کو ذکر کیا ہے تو ان کے قاعدہ پر یہ حسن ہے یا صحیح۔

فائدہ: یہ اثر امام ابو یوسف کے قول کا مؤید ہے اور آج کل عام طور پر اسی کے موافق امت کا عمل ہے مگر یہ تابعی کا قول ہے جس سے حدیث مرفوع اولی ہے۔

۱۲۱۷–امام ابوحنیفہ طلحہ بن مصرفؒ سے وہ ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو نمازیوں کو کھڑا ہوجانا چاہئے اور جب قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام تکبیر کہہ دے۔ اس کو امام محمد نے آثار میں روایت کیا

الإمَامُ . أخرجه محمد فی الآثار ثم قال: وبه نأخذ ، وهو قول أبی حنيفة ، فإن كف الإمام حتى فرغ المؤذن من الإقامة ، ثم كبر فلا بأس أيضا ، كل ذلك حسن . كذا فی جامع المسانيد (١:٤٣٤). قلت : سند صحيح ، وقول إبراهيم حجة عندنا لكونه لسان ابن مسعود وأصحابه .

١٣١٨– عن : أبی أمامة ﷺ أو عن بعض أصحاب النبی ﷺ أَنَّ بِلَالًا أَخَذَ فِی الإِقَامَةِ ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ : " قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ " قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: " أَقَامَهَا اللهُ وَأَدَامَهَا". مختصر رواه أبو داود بإسناد منقطع ، وقد مر فی الجزء الثانی من اصل هذا الكتاب (٢:٩٥).

ہے اور کہا ہے ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہے اور اگر امام مؤذن کی فراغت تک رکا رہے کہ جب وہ اقامت سے فارغ ہو جائے اس وقت تکبیر کہے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں، سب اچھے طریقے ہیں (جامع المسانید)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند صحیح ہے اور ابراہیم نخعی کا قول ہمارے یہاں حجت ہے کیونکہ وہ عبداللہ بن مسعود اور ان کے اصحاب کی زبان (اور ترجمان) ہیں (جیسا کہ سعید بن المسیب مدینہ کے صحابہ کی زبان ہیں) اور حافظ ابن قدامہ نے مغنی میں فرمایا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب اور سوید بن غفلہ (جن کو بعض نے صحابی کہا ہے) اور ابراہیم نخعی قد قامت الصلوٰۃ پر تکبیر کہتے تھے۔ (جیسا کہ عربی حاشیہ میں بیان کیا گیا ہے)۔

فائدہ: یہ اثر عبداللہ بن ابی اوفی کی حدیث مرفوع کا مؤید ہے پس امام ابوحنیفہؒ کا قول اس باب میں قوی ہے کہ ان کی تائید حدیث مرفوع سے بھی ہو رہی ہے اور آثار تابعینؒ سے بھی۔

١٣١٨- حضرت ابوامامہؓ سے یا اور کسی صحابی سے روایت ہے کہ بلالؓ نے (ایک دفعہ) اقامت شروع کی تو جب انہوں نے قد قامت الصلوٰۃ کہا تو رسول اللہ ﷺ نے اقامہا اللہ وادامہا فرمایا۔ اس کو ابوداود نے سند منقطع سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بظاہر امام ابو یوسفؒ کی تائید ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا اقامہا اللہ وادامہا کہنا اس بات کو بتلا رہا ہے کہ آپ ﷺ نے قد قامت الصلوٰۃ پر تکبیر تحریمہ نہیں کہی، مگر ہم کہہ سکتے ہیں کہ شاید حضور ﷺ نے یہ کلمہ اول قد قامت الصلوٰۃ پر فرمایا ہوگا اور دوسری بار قد قامت الصلوٰۃ پر تکبیر تحریمہ کہہ دی ہوگی، علاوہ ازیں یہ بھی احتمال ہے کہ اس وقت حضور ﷺ مصلی کے قریب نہ ہونگے دور ہوں گے، نیز ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس حدیث میں کوئی صیغہ مواظبت و استمرار پر دال نہیں تو ممکن ہے کبھی بیان جواز کیلئے آپ ﷺ نے ایسا بھی کیا ہو اور عبداللہ بن ابی اوفی کی حدیث اس جگہ خارجی قرائن کی وجہ سے مواظبت و استمرار پر دال ہے تو اسی کو اختیار کرنا اولی ہے۔

باب كراهة جماعة النساء

١٢١٩ – عن : عائشة رضي الله عنها أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : لَا خَيْرَ فِيْ جَمَاعَةِ النِّسَاءِ اِلَّا فِيْ الْمَسْجِدِ اَوْ فِيْ جَنَازَةِ قَتِيْلٍ . رواه أحمد والطبراني في الأوسط إلا أنه قال : لَا خَيْرَ فِيْ جَمَاعَةِ النِّسَاءِ اِلَّا فِيْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ . وفيه ابن لهيعة ، وفيه كلام .(مجمع الزوائد١:١٥٥) قلت : قد حسن له الترمذي ، واحتج به غير واحد كما في مجمع الزوائد (ص:١٢٦وص:٥) أيضا .

١٢٢٠ – قال ابن وهب : عن ابن أبي ذئب عن مولى لبني هاشم أخبره عن علي ابن أبي طالب ﷺ أنه قال : لَا تَؤُمُّ الْمَرْاَةُ. (المدونة لمالك ١:٨٦) قلت : رجاله كلهم ثقات ، ولا يضره عدم تسمية الراوي عن علي ، فإن شيوخ ابن أبي ذئب كلهم

باب اس بیان میں کہ عورتوں کی جماعت مکروہ ہے

۱۲۱۹-حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کی جماعت میں کچھ خیر نہیں مگر (جو جماعت) مسجد میں (ہو) یا شہید کی جنازہ میں۔اس کو احمد نے اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور طبرانی کے الفاظ یہ ہیں کہ عورتوں کی جماعت میں کچھ خیر نہیں مگر (یہ کہ) مسجد جماعت میں (ہو)،اور اس کی سند میں ابن لھیعہ راوی ہیں اور ان میں کلام ہے (مجمع الزوائد) ۔میں کہتا ہوں کہ ترمذی نے ان کی حدیث کی تحسین کی ہے اور بہت لوگوں نے ان سے احتجاج کیا ہے جیسا کہ مجمع الزوائد ہی میں دوسرے مقام پر بیان کیا ہے، پس حدیث حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>:اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عورتوں کی جماعت مکروہ ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس میں کچھ خیر نہیں اور مکروہ کے یہی معنی ہیں،البتہ مسجد میں عورتوں کی جماعت جائز ہے کیونکہ وہ مردوں کے ساتھ ہوگی اسی طرح جنازہ میں بھی ان کی جماعت جائز ہے کیونکہ وہ شاذ و نادر ہوتی ہے اور یہی مذہب ہے حنفیہ کا اور ام ورقہؓ کی حدیث سے جو بعض علماء نے جماعتِ نساء کے جواز پر استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے صرف جواز ہی معلوم ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ اس میں کراہت بھی نہیں کیونکہ کراہت جواز کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے دوسرے وہ حدیث ایک واقعۂ خاص کو بیان کرتی ہے جس سے عموم لازم نہیں آتا اور حضرت عائشہؓ کی حدیث میں حکم عام مذکور ہے پس اسی سے استدلال اولیٰ ہے،تیسرے وہ حدیث اسکے برابر سند میں قوی نہیں، چوتھے وہ مبیح ہے اور یہ محرم ہے اور محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے،خوب سمجھ لو!

۱۲۲۰-حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عورت امام نہ بنے۔اس کو سحنون نے مدونہ مالک میں روایت کیا ہے

ثقات سوى البياضى قاله ابن معين . وأبو داود ، كما فى التهذيب (٩: ٣٠٤، ٣٠٥) فالسند صحيح .

١٢٢١– أخبرنا : سفيان الثورى عن ميسرة بن حبيب الهندى عن ريطة الحنفية أن عائشة أَمَّتْهُنَّ ، وَقَامَتْ بَيْنَهُنَّ فِيْ صَلاَةٍ مَكْتُوبَةٍ. رواه عبد الرزاق فى مصنفه وبهذا الإسناد رواه الدارقطنى ، ثم البيهقى فى سننهما ولفظهما : " فقامت بينهن وسطا " . قال النووى فى الخلاصة : إسناده صحيح (زيلعى ١: ٢٤٠).

١٢٢٢– أخبرنا : سفيان بن عيينة عن عمار الدهنى عن امرأة من قومه يقال لها حجيرة بنت حصين قالت : أَمَّتْنَا أُمُّ سَلَمَةَ فِيْ صَلاَةِ الْعَصْرِ ، فَقَامَتْ بَيْنَنَا . رواه عبد الرزاق ، واللفظ له ، وابن أبى شيبة ، والشافعى ، ومن طريق عبد الرزاق رواه الدارقطنى فى سننه . قال النووى : إسناده صحيح (زيلعى ١: ٢٤٠).

اوراس کے سب راوی ثقہ ہیں اور سند صحیح ہے۔

فائدہ: حضرت علیؓ کا یہ ارشاد اطلاق کے ساتھ یہ بتلا رہا ہے کہ عورت امامت کی اہل نہیں، پس یہ بھی حنفیہ کا مؤید ہے کیونکہ جب عورت امام نہیں بن سکتی تو عورتوں کی جماعت بھی نہیں ہو سکتی۔

١٢٢١- ریطہ حنفیہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے عورتوں کی امامت کی اور ان کے بیچ میں کھڑی ہوئیں فرض نماز میں۔ اس کو عبد الرزاق نے روایت کیا ہے اور نووی نے خلاصہ میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے (زیلعی)۔

١٢٢٢- حجیرہ بنت حصین سے روایت ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے عصر کی نماز میں ہماری امامت کی اور ہمارے بیچ میں کھڑی ہوئیں۔ اس کو عبد الرزاق وغیرہ نے روایت کیا ہے اور امام نووی نے صحیح کہا ہے (زیلعی)۔

فائدہ: مقتدی جب دو یا زیادہ ہوتے ہیں تو امام کا درمیان میں کھڑا ہونا مکروہ ہوتا ہے باوجود اس کے پھر اس کا ارتکاب کرنا اسی سبب سے ہو سکتا ہے کہ آگے کھڑے ہونے میں اس سے بڑھ کر کراہت ہوگی، بہر حال عورتوں کی جماعت میں کسی نہ کسی مکروہ کا ارتکاب لازم آئے گا پس ان کی جماعت ہی مکروہ ہے، رہا یہ کہ حضرت عائشہؓ وام سلمہؓ نے مکروہ کا ارتکاب کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے عورتوں کو نماز سکھانے کیلئے اس کراہت کو گوارا کیا اور تعلیم کی ضرورت کے لئے مکروہ کا ارتکاب جائز ہے، جیسا کہ حضرت عمرؓ نے سبحانک اللہم الخ کا جہر نماز میں تعلیم کیلئے کیا تھا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بغیر ضرورت تعلیم کے بھی جماعت عورتوں کی جائز ہو اور اس تقریر سے یہ شبہ بھی مرتفع ہو گیا جو پہلی حدیث مرفوع پر وارد ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت ان کے عمل کے خلاف ہے جواب

باب موقف الإمام والمأمومين

١٢٢٣— عن : ابن عباس ﷺ قال : بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ فَصَلَّى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ العِشَاءَ ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ ، ثُمَّ نَامَ ، ثُمَّ قَامَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ ، فَصَلَّى خَمْسَ رَكْعَاتٍ ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيْطَهُ أَوْ قال : خَطِيْطَهُ ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ . رواه البخاری (١:٩٧).

١٢٢٤— عن : أنس ﷺ قال : صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَقَامَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ. رواه البزار ، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ١:١٧٩).

١٢٢٥— عن : المغيرة بن شعبة ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ ، وَصَلَّى ، فَأَقَامَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ . قُلْتُ : هُوَ فِي الصحيح خلا قوله : " فَأَقَامَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ ".

ظاہر ہے کہ دونوں میں تطبیق ممکن ہے کہ آپؐ کی روایت حکم عام اور قاعدہ کلیہ بتانے کیلئے ہے اور آپؐ کا عمل تعلیم کیلئے ، پس عمل اور روایت میں منافات نہیں۔

باب امام اور مقتدیوں کے کھڑے ہونے کی جگہ کے بیان میں

۱۲۲۳- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں (ایک بار) اپنی خالہ (ام المؤمنین) میمونہؓ کے گھر میں رات کو رہ گیا، رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی، پھر آپ ﷺ (گھر میں) تشریف لائے اور چار رکعت پڑھیں، پھر سو رہے، پھر اٹھے (اور نماز تہجد کیلئے کھڑے ہوگئے) تو میں بھی آ گیا اور آپ ﷺ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے مجھ کو اپنی داہنی جانب کر لیا پھر پانچ رکعتیں (مع وتر کے) پڑھیں پھر دو رکعت (سنت فجر) پڑھیں پھر آپ ﷺ سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کے خراٹوں کی آواز (جو کہ بہت لطیف تھی) سنی پھر آپ ﷺ فجر کی نماز کو (مسجد میں) تشریف لے گئے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی ایک ہو تو امام کے دائیں جانب کھڑا ہو پیچھے کھڑا نہ ہو۔

۱۲۲۴- حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے مجھے دائیں جانب کھڑا کیا۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے (مجمع الزوائد)۔

۱۲۲۵- حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی تو مجھ کو دائیں جانب کھڑا کیا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح میں بھی ہے مگر اس میں یہ نہیں ہے کہ مجھ کو دائیں جانب کھڑا کیا۔ اس کو طبرانی

رواه الطبراني في الأوسط ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ١:١٧٩).

١٢٢٦– عن : أنس بن مالك ﷺ قال : صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيْمٌ فِيْ بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ، وَأُمِّيْ خَلْفَنَا أُمُّ سُلَيْمٍ. رواه البخاري (١:١٠١).

١٢٢٧– عن : عبادة بن الوليد بن عبادة بن الصامت عن جابر ﷺ في حديث طويل : فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ ، ثُمَّ جِئْتُ حَتّٰى قُمْتُ عَنْ يَسَارِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَأَخَذَ بِيَدِيْ ، فَأَدَارَنِيْ حَتّٰى أَقَامَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ ، ثُمَّ جَاءَ جَبَّارُ بْنُ صخرٍ ، فَتَوَضَّأَ ، ثُمَّ جَاءَ فَقَامَ عَنْ يَسَارِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِأَيْدِيْنَا جَمِيْعًا ، فَدَفَعَنَا حَتّٰى أَقَامَنَا خَلْفَهُ . رواه مسلم (٢:٤١٧).

١٢٢٨– أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم أن عمر بن الخطاب ﷺ جَعَلَهُمَا خَلْفًا ، وَصَلّٰى بَيْنَ أَيْدِيْهِمَا ، وَكَانَ يَجْعَلُ كَفَّيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ ، فَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ : صَنِيْعُ عمرَ

نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

<u>فائدہ:</u> ان سے بھی معلوم ہوا کہ ایک مقتدی امام کے برابر دائیں جانب کھڑا ہو۔

۱۲۲۶–حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اور یتیم نے اپنے گھر میں نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، میری ماں (حضرت) ام سلیم ہمارے پیچھے تھیں۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ:</u> اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی دو یا زیادہ ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں، امام آگے ہو اور عورت ایک ہو تو سب سے پیچھے تنہا کھڑی ہو۔

۱۲۲۷–حضرت جابرؓ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے، پھر میں آ کر آپ ﷺ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا تو آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھمایا یہاں تک کہ مجھے اپنے دائیں جانب کھڑا کر لیا پھر جبار بن صخر آئے اور وضو کیا پھر آ کر رسول اللہ ﷺ کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ہم دونوں کے ہاتھ پکڑ کر ہٹا دیا یہاں تک کہ ہم کو اپنے پیچھے کھڑا کر دیا۔اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ:</u> اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی دو ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔

۱۲۲۸–حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے دو مقتدیوں کو اپنے پیچھے کھڑا کیا اور ان کے آگے

أَحَبُّ اِلَيَّ . قال محمد : وبه نأخذ وهو أحب الينا من صنيع ابن مسعود . وهو قول أبى حنيفة اه (كتاب الآثار ص:٢٩).

قلت : رجاله ثقات مع إرساله ومراسيل النخعى صحاح ، ووصله الطحاوى فى معانى الآثار (١٨١:١).

١٢٢٩– عن غير إبرهيم عن سمرة بن جندب ﷺ قال : أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إذا كُنَّا ثَلاَثَةً اَنْ يَّتَقَدَّمَنَا اَحَدُنَا . رواه الترمذى وغربه . وفى إسناده إسماعيل بن مسلم البصرى ثم المكى ضعفه أحمد وغيره . وقال ابن عدى : هو ممن يكتب حديثه ، كذا فى تنقيح المشكاة (٢٠٢:١). قلت : وله شواهد ، فهو ، حسن عندى .

١٢٣٠– عن : على بن أبى طالبِ ﷺ قال : مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يَّقُوْمَ الرَّجُلُ ، وَخَلْفَهٗ رَجُلاَنِ وَخَلْفَهُمَا اِمْرَاَةٌ. رواه البزار ، وفيه الحارث ، وهو ضعيف (مجمع الزوائد). قلت : قد مر غير مرة أنه مختلف فيه ، وحسن الحديث . وقول الصحابى : "من السنة كذا" داخل فى المرفوع عندهم.

کھڑے ہوکر نماز پڑھی اور حضرت عمرؓ اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے تھے (رانوں کے بیچ میں نہیں داخل کرتے تھے) ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ حضرت عمرؓ کا فعل ہم کو زیادہ پسند ہے، محمدؒ کہتے ہیں کہ ہم نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور یہ طریقہ ہم کو حضرت عبداللہ بن مسعود کے طریقہ سے زیادہ پسند ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہؒ کا قول ہے (کتاب الآثار)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں مگر یہ مرسل ہے اور ابراہیم نخعیؒ کے مراسیل صحیح ہیں اور اس کو طحاوی نے موصولاً بھی روایت کیا ہے۔

۱۲۲۹- سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ جب ہم تین آدمی مل کر نماز پڑھیں تو ہم میں سے ایک آدمی (دو باقی سے) آگے ہو جائے۔ (ترمذی)۔

فائدہ: اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ دو مقتدیوں کے بارہ میں صحابہ کے درمیان اختلاف تھا، ابن مسعودؓ ان کو برابر کھڑا کرتے تھے مگر جمہور صحابہ کا فعل حدیث مرفوع کے موافق ہے اسی لئے وہی راجح ہے، نیز بعض نے ابن مسعودؓ کی حدیث کو منسوخ کہا ہے کیونکہ اس میں تطبیق کا ذکر ہے جو متروک ہے۔

۱۲۳۰- حضرت علیؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے تھے کہ سنت یہ ہے کہ ایک آدمی (آگے) کھڑا ہو اور دو اس کے پیچھے اور عورت ان دونوں کے پیچھے (تنہا کھڑی ہو)۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں حارث ہے جو ضعیف ہے

١٢٣١ – عن : أبي هريرة ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ: " وَسِّطُوا الإِمَامَ وَسُدُّوا الْخَلَلَ ". رواه أبو داود وسكت عنه .

باب عدم جواز إمامة المرأة لغير المرأة

١٢٣٢ – عن : أبي هريرة ﷺ قال قال رسول الله ﷺ: خَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا ، وَخَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا ، وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا. أخرجه مسلم (١٨٢:١).

١٢٣٣ – قال : ابن وهب عن ابن أبي ذئب عن مولى لبني هاشم أخبره عن

(مجمع الزوائد)۔ میں کہتا ہوں بار ہا گذر چکا ہے کہ وہ مختلف فیہ اور حسن الحدیث ہے اور صحابی کا یہ کہنا کہ سنت یہ ہے حکماً مرفوع ہے۔

۱۲۳۱-حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام کو درمیان میں رکھو اور صف کے فصل کو بند کرو۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ:امام کو درمیان میں رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ صف اول میں امام کے دائیں بائیں برابر آدمی ہوں اور امام آگے ہو، یہ مطلب نہیں کہ امام صف کے اندر بیچ میں ہو اور مسجدوں میں جو محراب بنائی جاتی ہے وہ اسی توسط کی حفاظت کیلئے بنائی جاتی ہے، پس یہ حدیث بناءِ محراب کی سند ہے اور جن احادیث سے محراب کی کراہت معلوم ہوتی ہے ان سے وہ محراب مراد ہیں جو اہل کتاب کی محراب کے مشابہ ہوں جس میں امام مقتدیوں سے بالکل جدا ہو جاتا ہے اور دائیں بائیں کھڑے ہونے والوں کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اگر محراب ایسی گہری نہ ہو یا امام اپنے قدم محراب سے باہر رکھے تو اس میں کراہت نہیں جیسا کہ باب مکروہات صلوٰۃ میں اس کی تفصیل آئے گی۔

باب اس بیان میں کہ عورت کی امامت غیر عورت کیلئے جائز نہیں (یعنی مردوں اور لڑکوں کی نماز عورت کے پیچھے فاسد ہوگی)

۱۲۳۲-حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مردوں کی صفوں میں سب سے بہتر اگلی صف ہے اور سب سے کمتر پچھلی صف ہے اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بہتر پچھلی صف ہے اور سب سے بدتر اگلی صف ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ:اگر عورت مردوں یا لڑکوں کی امام ہوگی تو ان سے آگے کھڑی ہوگی کیونکہ مردوں کے درمیان کھڑا ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں اور مقتدیوں سے پیچھے ہونا بھی امام کیلئے ثابت نہیں بلکہ قلب موضوع ہے پس لامحالہ آگے ہوگی اور آگے بڑھنے سے اس کو منع کیا گیا ہے پس اسکی امامت جائز نہ ہوگی اور عورت اگر عورتوں کی امام ہو تو صف کے درمیان کھڑی ہوگی جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اس لئے اس کو حرام نہ کہا جائے گا ہاں مکروہ کہا گیا ہے۔

علي بن أبي طالب ﷺ أنه قال : لَا تَؤُمُّ الْمَرْأَةُ (اَلْمُدَوَّنَةُ لِمَالِكٍ) . قلت : رجاله كلهم ثقات، ولا يضر عدم تسمية الراوي عن علي. فإن كل من روى عنه ابن أبي ذئب ثقة إلا أبا جابر البياضي كما في التهذيب (٩:٣٠٤،٣٠٥) والبياضي ليس من موالي بني هاشم ، فالسند صحيح .

١٢٣٤– عن : أبي بكرة بكار بن عبد العزيز بن أبي بكرة عن أبيه عن جده أن النبي ﷺ قال : هَلَكَتِ الرِّجَالُ حِيْنَ اَطَاعَتِ النِّسَاءَ . أخرجه أحمد والحاكم وقال : صحيح الإسناد ولم يخرجاه ، وأشار إلى أن شاهده حديث " لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ يَمْلِكُهُمْ اِمْرَاَةٌ" ولفظ البخاري وَلَّوْ اَمْرَهُمْ اِمْرَاَةً ولفظ احمد اَسْنَدُوْا اَمْرَهُمْ اِلٰى اِمْرَاَةٍ ، كذا في المقاصد الحسنة (ص:٥٩و٢٠٤).

۱۲۳۳- حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ عورت (کسی کی) امام نہ بنے۔ (مدونہ مالک)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس اثر کے الفاظ سے یہ مفہوم ہو رہا ہے کہ عورت میں امامت کی صلاحیت نہیں اس لئے اس کی دلالت مقصودِ باب پر ظاہر ہے۔

۱۲۳۴- حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مرد اس وقت ہلاک ہو جائیں گے جب وہ عورتوں کی اطاعت کرنے لگیں۔ اس کو احمد و حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے اور اس کے لئے شاہد وہ حدیث ہے (جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ) وہ قوم ہرگز فلاح نہ پائیگی جن پر عورت قابو یافتہ ہو۔ اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ قوم ہرگز فلاح نہ پائیگی جو اپنے کام کا متولی عورت کو بناوے اور احمد کے الفاظ یہ ہیں کہ جو اپنا کام عورتوں کے سپرد کر دیں (مقاصد حسنہ)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو امام بنانا اور کسی مہتم بالشان کام کو انکے سپرد کرنا جائز نہیں اور نماز سے اہم کوئی کام نہیں پس نماز میں انکو امام بنانا بھی جائز نہیں، پھر چونکہ سلطنت میں تو سلطان کے انہی اقوال کی اطاعت ہوتی ہے جو موافق شریعت ہوں جس میں درحقیقت شارع کی اطاعت ہے، سلطان تو صرف احکام شرعیہ کا نافذ کرنیوالا ہے تو اس میں امام کی اطاعت کامل نہیں اور نماز میں امام کی اطاعت ایسی ہوتی ہے کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہوتی ہے اور مقتدی کی نماز کی صحت و فساد امام کی نماز کے صحت و فساد کے تابع ہے پس امامت صلوٰۃ میں اطاعت کاملہ ہے اس لئے ہمارے فقہاء نے عورت کی سلطنت کو تو کراہت کے ساتھ صحیح کہا ہے مگر امامتِ صلوٰۃ کو صحیح نہیں مانا بلکہ مردوں کی نماز کو عورت کی امامت کے ساتھ باطل مانا ہے، اس تقریر سے دونوں

۱۲۳۵– عن : عبد الله (ابن مسعود) ﷺ عن النبی ﷺ قال : اَلْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ ، فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ . رواه الترمذی (۱:۱۴۰) وقال :حسن صحیح غریب.

باب فساد صلاۃ الرجال بمحاذاۃ النساء فی صلاۃ مشترکۃ جماعۃ

۱۲۳۶– عن : الحارث بن معاوية أنه رَكِبَ اِلٰى عمر بنِ الخطاب يَسْأَلُهٗ عَنْ ثَلَاثِ خِلَالٍ . قال : فَقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ ، فَسَأَلَهٗ عمرُ مَا اَقْدَمَكَ ؟ قال : لَاَسْأَلَكَ عَنْ ثَلَاثِ خِلَالٍ . قال : وَمَا هِيَ ؟ قال : رُبَمَا كُنْتُ اَنَا وَالْمَرْاَةُ فِيْ بِنَاءٍ ضَيِّقٍ ، فَتَحْضُرُ الصَّلَاةُ ، فَاِنْ صَلَّيْتُ اَنَا وَهِيَ كَانَتْ بِحِذَائِيْ ، فَاِنْ صَلَّتْ خَلْفِيْ خَرَجَتْ مِنَ الْبِنَاءِ . قال : تَسْتُرُ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بِثَوْبٍ ثُمَّ

اماموں کے احکام میں فرق کرنے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی۔

۱۲۳۵– حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ عورت پردہ کی چیز ہے، پس جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے۔اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ عورت کا نماز میں مردوں کا امام بننا اور ان سے آگے ہونا پردہ کے منافی ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورت امامتِ رجال کے قابل نہیں اسلئے اس کے پیچھے مردوں کی نماز صحیح نہ ہوگی اور جاننا چاہئے کہ گو ان احادیث میں صراحۃً یہ بات مذکور نہیں کہ عورت کے پیچھے مردوں کی نماز باطل ہے مگر ائمہ مجتہدین نے اپنے ذوق سے ان احادیث سے یہی حکم مستنبط کیا ہے اور سب کا اس پر اجماع ہے کہ فرائض میں عورتوں کی امامت مردوں کیلئے صحیح نہیں اور تراویح میں امام احمدؒ کا اختلاف ہے لیکن امام احمد کا یہ شرط لگانا کہ تراویح میں امام عورت پیچھے کھڑی ہو بجھ سے بالاتر ہے کیونکہ اس میں قلبِ موضوع کی خرابی لازم آتی ہے، نیز دلیل میں فرض اور نفل کا کوئی فرق نہیں لہٰذا تراویح میں بھی عورت کی امامت میں مرد کی نماز باطل ہوگی۔

باب اس بیان میں کہ عورت کی محاذات سے مرد کی نماز باطل ہو جاتی ہے جبکہ دونوں جماعت کے ساتھ ایک ہی نماز پڑھ رہے ہوں

۱۲۳۶– حارث بن معاویہ (کندی) سے روایت ہے کہ وہ حضرت عمرؓ سے تین باتوں کے متعلق استفتاء کرنے کیلئے سفر کر کے مدینہ پہنچے، حضرت عمرؓ نے ان سے دریافت کیا کہ کیسے آئے ہو؟ کہا کہ تین باتیں دریافت کرنے آیا ہوں، فرمایا وہ تین باتیں کیا ہیں؟ کہا (ایک تو یہ ہے کہ) بعض دفعہ میں اور میری بیوی تنگ مکان میں ہوتے ہیں کہ نماز کا وقت آجاتا ہے اب اگر میں اور وہ دونوں (مل کر) نماز پڑھیں تو عورت میری محاذی ہو جاتی ہے اور اگر وہ میرے پیچھے نماز پڑھے تو مکان سے باہر ہو جاتی ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم اپنے اور اس کے درمیان کپڑے سے پردہ کرلو، پھر اگر تم چاہو تو تمہاری محاذات میں وہ نماز پڑھ سکتی ہے، الحدیث۔

تُصَلِّيْ بِحِذَائِكَ اِنْ شِئْتَ . الحديث . رواه أحمد : والحارث بن معاوية الكندى وثقه ابن حبان ، وروى عنه غير واحد . وبقية رجاله من رجال الصحيح (مجمع الزوائد ١:٧٦).

١٢٣٧ – أخبرنا : سفيان الثورى عن الأعمش عن إبراهيم عن أبى معمر (عبد الله ابن سخبرة) عن ابن مسعود ﷺ قال : كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ يُصَلُّوْنَ جَمِيْعًا ، فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْبَسُ الْقَالَبَيْنِ ، فَتَقُوْمُ ، فَتُوَاعِدُ خَلِيْلَهَا فَاُلْقِيَ عَلَيْهِمُ الْحَيْضُ فَكَانَ ابن مسعود يقول : اَخِّرُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللهُ (اَيْ فَمْنِعْنَ عَنْ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ ، لأَنَّ الْحَائِضَ لاَ يَجُوْزُ لَهَا دُخُوْلُهُ)قِيْلَ : فَمَا الْقَالِبَانِ ؟ قال : اَرْجُلٌ مِنْ خَشَبٍ تَتَّخِذُهَا النِّسَاءُ يَتَشَرَّفْنَ الرِّجَالَ فِي الْمَسَاجِدِ . أخرجه عبد الرزاق فى مصنفه ، ورجاله رجال الجماعة (فتح القدير ١:٣١٢).

اس کوامام احمد نے روایت کیا ہےاور حارث بن معاویہ کندی کوابن حبان نے ثقہ کہا ہےاوراس سے بہت لوگوں نے روایت کی ہے اور باقی رواۃ صحیح کے راویوں میں سے ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس سے صاف معلوم ہوا کہ سلف صالحین نماز میں عورت کی محاذات سے بہت بچتے تھے اور اس سے انکو اپنی نماز پر خطرہ ہوتا تھا، جب ہی تو حارث کواس کے متعلق حضرت عمرؓ سے استفتاء کرنے کی ضرورت ہوئی پھر حضرت عمرؓ نے یہ نہیں جواب دیا کہ اگر محاذات ہوجاتی ہے تو کیا حرج ہے؟ بلکہ فرمایا کہ اپنے اور عورت کے درمیان پردہ ڈالدو پھر محاذات کا مضائقہ نہیں، اگر عورت کی محاذات کے ساتھ مرد کی نماز مطلقاً یا ضرورت کے وقت جائز ہوتی تو حضرت عمرؓ حارث کو جواز کا فتوی ضرور دیتے کیونکہ وہ ضرورت ہی کی حالت کا حکم دریافت کررہے تھے، مگر بایں ہمہ حضرت عمرؓ نے محاذات کو گوارا نہیں کیا بلکہ پردہ کا حکم دیا اور حضرت عمرؓ پر یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ وہ ایسے حکم میں تنگی کریں جس میں شریعت نے وسعت دی ہو پس ثابت ہوا کہ محاذاتِ عورت سے مرد کی نماز فاسد ہوجاتی ہے صرف مکروہ ہی نہیں ہوتی کیونکہ کراہت تو ضرورت کے وقت مرتفع ہوجاتی ہے جیسے امام کا مقتدیوں سے اونچا کھڑا ہونا مکروہ ہے مگر ضرورت اور تنگی کے وقت مکروہ نہیں۔

۱۲۳۷- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے مرد اور عورتیں مجتمع ہو کر نماز پڑھتے تھے تو عورت لکڑی کی کھڑاؤں پہنتی تھی اور ان پر کھڑی ہو کر اپنے آشنا سے (اشاروں میں) وعدہ کرتی تھی تو عورتوں پر حیض مسلط کیا گیا (تاکہ جماعت میں نہ آسکیں، یا آئیں تو مسجد سے باہر رہیں کیونکہ حیض کی حالت میں مسجد میں آنا ممنوع ہے) پس عبداللہ بن مسعودؓ (اس واقعہ کو بیان کرکے) فرمایا کرتے تھے کہ عورتوں کو اس جگہ سے (یعنی مردوں کی صف سے) پیچھے ہٹاؤ جس سے خدا نے ان کو پیچھے ہٹادیا ہے۔اس کوعبدالرزاق نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہےاوراس کے راوی جماعت (صحاح) کے راوی ہیں (فتح القدیر)۔

١٢٣٨– عن : عبد الرحمٰن بن غنم أن أبا مالك الأشعرى جمع قَوْمَهُ فقال : يا مَعْشَرَ الاَشعَرِيِّينَ! اِجْتَمِعُوْا وَاَجْمِعُوْا نِسائَكُمْ اُعَلِّمَكُمْ صَلاَةَ النَّبِيِّ ﷺ، فَاجْتَمَعُوْا وَاَجْمَعُوْا نِسائَهُمْ وَاَرَاهُمْ كَيْفَ يَتَوَضَّأُوْنَ حَصَرَ الْوُضُوْءَ اَمَاكِنَهُ حَتّٰى لَمَّا اَنْ فَاءَ الْفَيْءُ وَانْكَسَرَ الظِّلُّ قَامَ ، فَاَذَّنَ وَصَفَّ الرِّجَالَ فِيْ اَدْنَى الصَّفِّ وَصَفَّ الْوِلْدَانِ خَلْفَهُمْ وَصَفَّ النِّسَاءِ خَلْفَ الْوِلْدَانِ ، ثُمَّ اَقَامَ الصَّلاَةَ. فَلَمَّا قَضٰى صَلاَتَهُ اَقْبَلَ عَلٰى قَوْمِهٖ بِوَجْهِهٖ ، فَقَالَ : اِحْفَظُوْا . فَاِنَّهَا صَلاَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّتِيْ كَانَ يُصَلِّيْ لَنَا . فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ . وله طرق رواها كلها أحمد وروى الطبرانى بعضها فى الكبير ، وفى طرقها كلها شهر بن حوشب وهو ثقة إن شاء الله تعالى (مجمع الزوائد ١:١٩٤).

فائدہ: اس اثر میں عورتوں کی تاخیر من الرجال کا صراحۃ امر ہے اور گو یہ موقوف ہے مگر چونکہ ابن مسعودؓ نے اس تاخیر کو اللہ تعالٰی کی طرف مضاف کیا ہے اس لئے بحکم مرفوع ہے اس سے معلوم ہوا کہ مردوں پر واجب ہے کہ عورتوں کو اپنے پیچھے رکھیں برابر نہ رکھیں اور اس واجب کے ترک سے مردوں کی نماز فاسد ہو جانے کی دلیل یہ ہے کہ بالاجماع مرد کی نماز عورت کے پیچھے فاسد ہے اور یہاں فساد کی وجہ بجز ترک فرض مقام کے کچھ نہیں تو معلوم ہوا کہ ترک فرض مقام موجب فساد صلوٰۃ ہے جیسے مقتدی امام سے آگے ہو جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے پس اسی طرح اگر مرد عورتوں کو پیچھے نہ کریں گے تو بوجہ ترک فرض مقام کے ان کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

١٢٣٨–عبدالرحمٰن بن غنم سے روایت ہے کہ ابو مالک اشعریؓ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا کہ اے جماعت اشعریین تم سب جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کر و تا کہ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز (کا طریقہ) سکھاؤں ، پس سب لوگ جمع ہو گئے اور عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کیا اور ابو مالکؓ نے (اول) ان کو وضو کا طریقہ بتایا اور وضو کے سب اعضا اچھی طرح دھوئے یہاں تک کہ جب آفتاب ڈھل گیا تو کھڑے ہوئے اور اذان کہی اور مردوں کی صف اپنے قریب کی اور ان کے پیچھے لڑکوں کی صف بندی کی اور لڑکوں کے پیچھے عورتوں کی صف رکھی پھر نماز شروع کی (راوی نے نماز کی پوری کیفیت ذکر کر کے کہا کہ) جب وہ نماز پوری کر چکے تو اپنی قوم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس کو یاد رکھو کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی نماز (کا طریقہ) ہے جو آپ ﷺ ہمارے سامنے پڑھا کرتے تھے۔ اس کو امام احمد نے چند طرق سے روایت کیا ہے اور سب طرق میں شہر بن حوشب راوی ہے اور وہ انشاء اللہ ثقہ ہے (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ صف میں لڑکوں کے کھڑا ہونے کی جگہ مردوں کے پیچھے اور عورتوں کی جگہ سب کے پیچھے ہے۔

۱۲۳۹ – عن : أبی سعید الخدری ﷺ : اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : وَاَنَّ خَیْرَ صُفُوْفِ الرِّجَالِ الْمُقَدَّمُ ، وَشَرَّهَا الْمُؤَخَّرُ ، وَخَیْرَ صُفُوْفِ النِّسَاءِ الْمُؤَخَّرُ ، وَشَرَّهَا الْمُقَدَّمُ. یَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ ! اِذَا سَجَدَ الرِّجَالُ فَاغْضُضْنَ اَبْصَارَکُنَّ ، لَا تَرَیْنَ عَوْرَاتِ الرِّجَالِ مِنْ ضِیْقِ الْاِزْرِ. رواہ أحمد بطولہ وفیہ عبد اللہ بن محمد بن عقیل ، وفی الاحتجاج بہ خلاف ، وقد وثقہ غیر واحد (مجمع الزوائد ۱:۱۷۹). قلت : فالحدیث حسن صالح.

۱۲۴۰ – عن : أنس بن مالک ﷺ : اَنَّ جَدَّتَہٗ مُلَیْکَۃَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَتْہُ لَہٗ ، فَاَکَلَ مِنْہُ ثُمَّ قَالَ : قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّیَ لَکُمْ . قال أنس : فَقُمْتُ اِلٰی حَصِیْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ ، فَنَضَحْتُہٗ بِمَاءٍ ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ، وَصَفَفْتُ وَالْیَتِیْمُ وَرَاءَہٗ

۱۲۳۹- ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مردوں کی صفوف میں سب سے بہتر اگلی ہے اور بدتر پچھلی اور عورتوں کی صفوف میں سب سے بہتر پچھلی ہے اور بدتر اگلی (کیونکہ عورتوں کی اگلی صف مردوں کی صف سے قریب ہوگی اور اس میں بعض خرابیاں ہیں جن میں سے ایک خرابی پر حضور ﷺ نے اسی حدیث میں متنبہ فرمایا ہے کہ) اے عورتو! جب مرد سجدہ میں جایا کریں تو تم اپنی نگاہیں نیچی رکھا کرو تاکہ لنگیوں کی تنگی کی وجہ سے مردوں کے بدن مستور پر تمہاری نگاہ نہ پڑ جائے۔ اس کو امام احمد نے مطولاً روایت کیا ہے اور اس کی سند میں عبداللہ بن محمد بن عقیل ہے جس سے احتجاج میں اختلاف ہے مگر بہت لوگوں نے اس کو ثقہ کہا ہے (مجمع الزوائد)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ بدن مستور کا دیکھنا حرام ہے خصوصاً غیر جنس کے بدن مستور پر نظر پڑنا تو بہت سخت بات ہے اور یقیناً اگر عورتوں کو مردوں کے برابر صف میں کھڑا کیا جاتا تو اس صورت میں یہ احتمال منقطع ہو جاتا جو عورتوں کو پیچھے کھڑا کرنے میں تھا کہ بحالت سجدہ مردوں کے بدن مستور پر نظر پڑ جائیگی، مگر بایں ہمہ حضور ﷺ نے ہمیشہ عورتوں کو پیچھے رکھا مردوں کے برابر نہیں کھڑا کیا حالانکہ اس میں سخت خطرہ بھی تھا، پس معلوم ہوا کہ محاذات میں اس سے بڑھ کر خطرہ تھا اس لئے محاذات کو گوارا نہیں کیا اور وہ خطرہ بجز فسادِ صلوٰۃ کے کچھ نہیں معلوم ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو پیچھے رکھنا واجب ہے اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ترک فرض مقام موجب فساد صلوٰۃ ہے پس ثابت ہوا کہ محاذات عورت موجب فساد صلوٰۃ ہے، واللہ اعلم۔

۱۲۴۰- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ان کی دادی ملیکہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو ایک کھانے کی دعوت دی جو آپ کے لئے پکایا تھا، آپ ﷺ نے اس کو تناول فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ کھڑی ہو جاؤ میں تمہاری (منفعت و برکت کے) لئے نماز پڑھاؤں، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بوریہ اٹھایا جو کثرت استعمال سے سیاہ ہو گیا تھا اس پر پانی چھڑکا (اور صاف کر کے بچھا دیا)

وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَائِنَا ، فَصَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ انْصَرَفَ. أخرجه البخاري (١:٥٥).

١٢٤١– أخبرنا : أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم قال : إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ اِلٰى جَانِبِ الرَّجُلِ وَكَانَا فِيْ صَلَاةٍ وَاحِدَةٍ فَسَدَتْ صَلَاتُهٗ . أخرجه محمد فی الآثار وقال : به نأخذ وهو قول أبی حنيفة.

تو رسول اللہ ﷺ (اس پر) کھڑے ہوئے اور میں نے اور ایک یتیم بچے نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بندی کی اور بڑھیا ہمارے پیچھے (تنہا) کھڑی ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے ہم کو دو رکعتیں پڑھائیں۔اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ جماعت میں صف سے علیحدہ تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے اور امام احمدؒ کے نزدیک مفسدِ صلوٰۃ ہے کیونکہ بعض روایات میں یہ آیا ہے کہ جو صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہوا اسکی نماز نہیں بایں ہمہ حضور ﷺ کا عورت کو تنہا پیچھے کھڑا کرنا اس بات کو بتلا رہا ہے کہ عورت کی محاذات مردوں اور لڑکوں کی نماز میں مخل ہے، گو کسی قسم کا خطرہ شہوت بھی نہ ہو کیونکہ صورت مذکورہ میں اس قسم کا کوئی خطرہ نہ تھا تو اگر عورت کا لڑکوں کے برابر کھڑا ہونا جائز ہوتا تو حضور ﷺ بڑھیا کو تنہا کھڑے ہونے سے ضرور منع فرماتے، معلوم ہوا کہ عورتوں کی محاذات مردوں کی نماز کو فاسد کر دیتی ہے، اور اگر کوئی یہ کہے کہ تنہا صف کے پیچھے کھڑا ہونا اس صورت میں اس لئے مکروہ نہ تھا کہ عورت اپنے مقام میں کھڑی تھی کیونکہ صف میں عورت کا مقام مردوں اور لڑکوں کے پیچھے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مقام پر کھڑا ہونے سے تفرد کی کراہت مرتفع ہو جایا کرتی تو رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن عباس کو نماز تہجد میں اپنے برابر دائیں طرف کھڑا نہ کرتے بلکہ پیچھے تنہا کھڑا کرتے کیونکہ لڑکوں کا مقام مردوں کے پیچھے ہے مگر آپ ﷺ نے ان کو برابر کھڑا کیا اس سے معلوم ہوا کہ قیام فی المقام سے تفرد کی کراہت مرتفع نہیں ہوتی، پس اس واقعہ میں عورت کو تنہا پیچھے کھڑا کرنے کی بجز اس کے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ عورت کی محاذات مردوں کی نماز کیلئے مفسد ہے۔

۱۲۴۱- ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب عورت مرد کے پہلو میں نماز پڑھے اور دونوں ایک نماز میں شریک ہوں تو مرد کی نماز فاسد ہے۔اس کو امام محمدؒ نے آثار میں سند صحیح سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ابراہیم نخعیؒ تابعی ہیں اور تابعی کا جو قول خلاف قیاس ہو وہ مرفوع مرسل کے حکم میں ہے اور مرسل ہمارے یہاں مقبول ہے، پس یہ اثر بھی حنفیہ کے لئے کافی حجت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم نخعیؒ نے سلف سے سن کر یہ مسئلہ بیان کیا ہے کیونکہ قیاس کو اس میں کچھ دخل نہیں اور ابراہیم نخعیؒ زیادہ تر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب سے اخذ کرتے ہیں معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کا مذہب یہی تھا جو ابراہیم نخعیؒ نے بیان کیا ہے اور ثابت ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ اس مسئلہ میں متفرد نہیں۔واللہ اعلم۔

باب منع النساء عن الحضور فی المساجد

١٢٤٢ – عن : أم حميد امرأة أبی حميد الساعدی رضی الله عنها : أَنَّها جائَتْ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ، فقالَتْ : يا رَسُوْلَ اللهِ ! اِنِّیْ أُحِبُّ الصَّلاَةَ مَعَكَ ، فقالَ : " قَدْ عَلِمْتُ اَنَّكِ تُحِبِّيْنَ الصَّلاَةَ مَعِیَ ، وَصَلاَتُكِ فِیْ بَيْتِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلاَتِكِ فِیْ حُجْرَتِكِ ، وَصَلاَتُكِ فِیْ حُجْرَتِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلاَتِكِ فِیْ دَارِكِ ، وَصَلاَتُكِ فِیْ دَارِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلاَتِكِ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ ، وَصَلاَتُكِ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ خَيْرٌ مِنْ صَلاَتِكِ فِیْ مَسْجِدِیْ. قال : فَاَمَرَتْ فَبُنِیَ لَهَا مَسْجِدٌ فِیْ أَقْصٰی شَیْءٍ مِنْ بَيْتِهَا ، وَاَظْلَمِهٖ ، وَكَانَتْ تُصَلِّیْ فِيْهِ حَتّٰی لَقِيَتِ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ ". رواه أحمد ، وابن خزيمة ، وابن حبان فی صحيحهما (الترغيب والترهيب ص:٥٨). وفی مجمع الزوائد (١٥٥:١) بعد عزوه إلی أحمد ما لفظه : رجاله رجال الصحيح غير عبد الله بن سويد الأنصاری ، ووثقه ابن حبان اه . وفی فتح الباری (٢٩٠:٢) بعد عزوه إلی أحمد والطبرانی : وإسناد احمد حسن اه.

١٢٤٣ – عن : أم سلمة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ: صَلاَةُ الْمَرْأَةِ

باب عورتوں کا مسجدوں میں حاضر ہونا ممنوع ہے

۱۲۴۲- حضرت ام حمیدؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کو محبوب رکھتی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا مجھ کو معلوم ہو گیا ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنے کو محبوب رکھتی ہو اور (یہ عمدہ بات ہے لیکن) تمہاری نماز تمہاری کوٹھڑی میں تمہاری اس نماز سے جو کہ تمہارے صحن میں ہو بہتر ہے اور تمہاری نماز جو کہ تمہارے صحن میں ہو تمہاری اس نماز سے بہتر ہے جو کہ تمہارے گھر کے احاطہ میں ہو (جو کہ منازل متعددہ پر مشتمل ہوتا ہے) اور تمہاری نماز جو کہ تمہارے صحن میں ہو تمہاری اس نماز سے بہتر ہے جو کہ تمہاری قوم کی مسجد میں ہو (یعنی محلّہ کی مسجد میں ہو) اور تمہاری وہ نماز جو کہ تمہاری قوم کی مسجد میں ہو تمہاری اس نماز سے بہتر ہے جو کہ میری مسجد میں ہو اور راوی کا قول ہے کہ پھر انہوں نے یعنی ام حمید نے حکم دیا تو ان کے لئے ایک مسجد (یعنی گھر میں کوئی جگہ نماز کیلئے) ان کی کوٹھڑی کے بہت دور کے کنارہ اور بہت تاریک جگہ میں بنائی گئی (دور سے مراد دروازہ سے دور ہے کہ وہاں بہت ہی کم گزر ہو) اور وہ اسی میں نماز پڑھا کرتی تھیں یہاں تک کہ اللہ عز و جل سے مل گئیں (یعنی وفات پا گئیں)۔ اسکو امام احمد، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور فتح الباری میں اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

۱۲۴۳- حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ عورت کی نماز اس کی کوٹھڑی میں بہتر ہے اس

فِیْ بَیْتِہَا خَیْرٌ مِّنْ صَلاَتِہَا فِیْ حُجْرَتِہَا ، وَصَلاَتُہَا فِیْ حُجْرَتِہَا خَیْرٌ مِّنْ صَلاَتِہَا فِیْ دَارِہَا ، وَصَلاَتُہَا فِیْ دَارِہَا خَیْرٌ مِّنْ صَلاَتِہَا فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِہَا . رواہ الطبرانی فی الأوسط بإسناد جید (الترغیب والترہیب ص:٥٩).

١٢٤٤ – عن : عائشة رضی اللہ عنہا لَوْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ رَآی مَا اَحْدَثَ النِّسَاءُ بَعْدَہٗ لَمَنَعَہُنَّ الْمَسْجِدَ ، کَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ. رواہ مسلم (١٨٣:١).

١٢٤٥ – عن أبی عمرو الشیبانی أنہ رآی عبد اللہ یُخْرِجُ النِّسَاءَ مِنَ الْمَسْجِدِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَ یَقُوْلُ : اُخْرُجْنَ اِلٰی بُیُوْتِکُنَّ ، خَیْرٌ لَّکُنَّ . رواہ الطبرانی فی الکبیر ، ورجالہ موثقون (مجمع الزوائد ١٥٦:١). وفی الترغیب (ص:٥٩) بإسناد لا بأس بہ اھ.

١٢٤٦ – عن : ابن مسعود ﷺ أنہ کَانَ یَحْلِفُ فَیَبْلُغُ فِی الْیَمِیْنِ مَا مِنْ مُّصَلّٰی لِلْمَرْاَۃِ خَیْرٌ مِّنْ بَیْتِہَا اِلاَّ فِیْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَۃٍ اِلاَّ امْرَاَۃٌ قَدْ یَئِسَتْ مِنَ الْبُعُوْلَةِ وَہِیَ فِیْ مَنْقَلَیْہَا .

کی اس نماز سے جو کہ اس کے صحن میں ہو اور اسکی وہ نماز جو کہ اس کے صحن میں ہو بہتر ہے اس کی اس نماز سے جو اس کے احاطہ میں ہو اور اس کی نماز اس کے احاطہ میں بہتر ہے اس کی اس نماز سے جو کہ اس کی قوم کی مسجد میں ہو۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں عمدہ سند سے روایت کیا ہے (ترغیب)۔

١٢٤٤- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اگر جناب رسول اللہ ﷺ وہ عمل دیکھتے جو کہ عورتوں نے آپ ﷺ کے بعد ایجاد کیا تو آپ ﷺ ان کو مسجد میں (آنے) سے ضرور روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: پہلی دو حدیثوں سے عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا اولیٰ اور تیسرے اثر سے ان کا مسجد میں جانا ممنوع ثابت ہوا۔

١٢٤٥- ابو عمرو الشیبانی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھا کہ وہ عورتوں کو جمعہ کے دن مسجد سے نکال رہے تھے اور فرمار ہے تھے کہ تم اپنے گھروں کو جاؤ، تمہارے لئے یہی بہتر ہے۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: یہ اثر بھی ممانعت پر دلالت کرتا ہے اور جمعہ کی جماعت اور دوسری نمازوں کی جماعت اس حکم میں سب برابر ہیں۔

١٢٤٦- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ مبالغہ کے ساتھ قسم کھا کر کہتے تھے کہ عورت کیلئے اس کے گھر سے بہتر نماز کی کوئی جگہ نہیں بجز حج وعمرہ کے (کہ حج وعمرہ کیلئے اس کو گھر سے باہر نکلنا ضروری ہے) البتہ جو عورت کہ نکاح کے قابل نہ رہی ہو اور

قُلْتُ : مَا مَنْقَلَيْهَا ؟ قال : اِمْرَأَةٌ عَجُوْزٌ قَدْتَقَارَبَ خَطْوُهَا . رواه الطبرانی فی الکبیر ، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ١:١٥٥).

١٢٤٧ – وعنه : قال : " مَا صَلَّتْ اِمْرَأَةٌ (فِیْ مُصَلّٰی) خَیْرٌ لَهَا مِنْ قَعْرِ بَیْتِهَا اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ اَوْ مَسْجِدُ النَّبِیِّ ﷺ اِلَّا اِمْرَأَةٌ تَخْرُجُ فِیْ مَنْقَلَیْهَا یَعْنِیْ خُفَّیْهَا ".
رواه الطبرانی فی الکبیر ، ورجاله رجال الصحیح (مجمع الزوائد ،١:١٥٥).

باب فضل میامن الصفوف بشرط أن لا یتعطل میسرة المسجد

١٢٤٨ – عن : عائشة رضی الله عنها مرفوعا : " اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِکَتَهُ یُصَلُّوْنَ عَلٰی

بڑھاپے کی وجہ سے جھک گئی ہو (اس کو بھی نماز کیلئے گھر سے نکلنا جائز ہے)۔اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بوڑھی عورتوں کو نماز کے واسطے مسجد میں جانا جائز ہے، امام ابوحنیفہؒ کا یہی قول ہے، انہوں نے عشاو صبح کی نماز میں حاضر ہونے کی بوڑھی عورتوں کو اجازت دی ہے اور صاحبینؒ نے سب نمازوں میں اجازت دی ہے مگر متاخرین نے فساد زمانہ کی وجہ سے سب نمازوں میں بوڑھی عورتوں کے آنے کو مکروہ فرمایا ہے۔

۱۲۴۷- حضرت ابن مسعودؓ ہی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ عورت اپنے گھر کی کوٹھڑی سے بہتر کسی جگہ میں نماز نہیں پڑھتی سوائے مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ کے مگر یہ کہ وہ ایسی بوڑھی ہو کہ کمر جھک گئی ہو۔اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ میں نماز کیلئے جانا جائز ہے اور یہ کہ مسجد حرام و مسجد نبوی ﷺ میں عورتوں کا نماز پڑھنا گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، آجکل اہل حرمین کا عمل اسی پر ہے کہ وہ عورتوں کو مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے نہیں روکتے مگر ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب عورت اعمال حج وعمرہ ادا کرنے کیلئے مسجد حرام میں پہلی مرتبہ جائے یا صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کیلئے مسجد نبوی میں ابتداء جائے تو اس وقت مسجد حرام یا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا مضائقہ نہیں یہ مطلب نہیں کہ صرف نماز کیلئے بھی عورتوں کو مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ میں جانا بہتر ہے کیونکہ یہ تو حدیث ام حمید کے خلاف ہے جس میں حضور ﷺ نے عورتوں کیلئے گھر میں نماز پڑھنے کو مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے بدرجہا بہتر فرمایا ہے۔

باب اس بیان میں کہ صف کے دائیں جانب کھڑا ہونا افضل ہے بشرطیکہ بائیں جانب معطل نہ ہو جائے

۱۲۴۸- حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان لوگوں پر رحمت بھیجتے ہیں جو صفوف مسجد کی دائیں

مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ". رواه أبو داود بإسناد حسن (فتح الباری).

١٢٤٩– عن : البراء ﷺ قال : " كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُوْنَ عَنْ يَّمِيْنِهِ " أخرجه النسائی بإسناد صحيح (فتح الباری) و مسلم كما فی الترغيب (ص:٨٠).

١٢٥٠– حدثنا : محمد بن أبی الحسين أبو جعفر ثنا عمرو بن عثمان الكلابی ثنا عبيد الله بن عمر و الرقی عن ليث بن أبی سليم عن نافع عن ابن عمر ﷺ قال : قِيْلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: " إِنَّ مَيْسَرَةَ الْمَسْجِدِ تَعَطَّلَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ عَمَّرَ مَيْسَرَةَ الْمَسْجِدِ كُتِبَتْ لَهٗ كِفْلَانِ مِنَ الْأَجْرِ " . رواه ابن ماجة ، وفيه عمرو بن عثمان متكلم فيه ضعفه غير واحد ، وقال ابن عدی : له أحاديث صالحة عن زهير وغيره قد روی عنه ناس من الثقات ، وهو ممن يكتب حديثه ، وذكره ابن حبان فی الثقات كذا فی التهذيب . وأما ليث بن أبی سليم ، فقد ذكرنا غير مرة أنه حسن الحديث و الباقون كلهم ثقات .

١٢٥١– عن : ابن عباس ﷺ قال . قال رسول الله ﷺ: مَنْ عَمَّرَ جَانِبَ الْمَسْجِدِ الْأَيْسَرَ لِقِلَّةِ أَهْلِهٖ فَلَهٗ أَجْرَانِ " . رواه الطبرانی فی الكبير ، وفيه بقية وهو مدلس وقد عنعنه

جانب میں ہوتے ہیں۔اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے (فتح الباری)۔

۱۲۴۹–حضرت براءؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم جب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو یہ چاہا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے دائیں طرف کھڑے ہوں۔اس کو مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان دونوں روایتوں سے دائیں جانب کی فضیلت ثابت ہوئی اور یہ باب کا پہلا جزو ہے۔

۱۲۵۰–عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے عرض کیا کہ مسجد کا بایاں حصہ معطل ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد کے بائیں جانب کو آباد کرے اس کیلئے دوگنا ثواب لکھا جائے گا۔اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں عمرو بن عثمان مختلف فیہ ہے، ابن عدی اور ابن حبان نے اسکی توثیق کی ہے اور دوسروں نے ضعیف کہا ہے اور اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم بھی ہے جس کے متعلق بارہا گذر چکا ہے کہ وہ حسن الحدیث ہے۔بہر حال سند حسن ہے۔

۱۲۵۱–حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد کے بائیں جانب کو آباد کرے جب کہ

ولكنه ثقة (مجمع الزوائد) وقد ذكره المنذري في الترغيب مصدرا بلفظة "عن" وهي علامة قبول الحديث عنده، وله شاهد عن ابن عمر وقد مر.

باب جواز إمامة المتيمم للمتوضي

١٢٥٢– عن: عمرو بن العاص ﷺ قال: إِحْتَلَمْتُ فِيْ لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فِيْ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلاَسِلِ، فَأَشْفَقْتُ أَنْ اَغْتَسِلَ فَاَهْلِكَ. فَتَيَمَّمْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ بِأَصْحَابِيْ الصُّبْحَ، فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ. فَقَالَ: يَا عَمْرُو! صَلَّيْتَ بِأَصْحَابِكَ وَأَنْتَ جُنُبٌ؟فَاَخْبَرْتُهٗ بِالَّذِيْ مَنَعَنِيْ مِنَ الاِغْتِسَالِ، وَقُلْتُ: اِنِّيْ سَمِعْتُ اللهَ يَقُوْلُ: وَلاَ تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْماً، فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، وَلَمْ يَقُلْ شَيْئاً. رواه أبو داود والحاكم وإسناده قوى (فتح البارى ١:٣٨٥) وقد تقدم في باب التيمم لخوف البرد والجرح.

اس طرف آدمی کم ہوں تو اس کو دوگنا ثواب ملتا ہے۔اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں بقیہ ہے جو مدلس ہے اور اس نے سماع کی تصریح نہیں کی لیکن وہ ثقہ ہے (مجمع الزوائد)۔ میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو منذری نے ترغیب میں لفظ عن سے شروع کیا ہے اور یہ ان کے قاعدہ پر حدیث کے مقبول ہونے کی علامت ہے پس یہ روایت بھی حسن ہے۔

فائدہ:ان دونوں حدیثوں سے باب کا دوسرا جزو ثابت ہو گیا اور فقہاء نے صف بندی کا قاعدہ یہ بتلایا ہے کہ اول ایک شخص امام کے پیچھے کھڑا ہو پھر ایک اس کے دائیں طرف ایک بائیں طرف پھر ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف، اسی طرح کرتے رہیں تا کہ امام سب کے بیچ میں ہو پس دائیں جانب میں کھڑا ہونا اس وقت افضل ہے جب کہ دائیں جانب اور بائیں جانب برابر یا دائیں طرف آدمی کم ہوں ورنہ بائیں طرف کھڑا ہونا افضل ہے۔

باب تیمم کئے ہوئے کی امامت وضو کئے ہوئے کیلئے جائز ہونا

۱۲۵۲–حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ مجھے غزوۂ ذات السلاسل میں ایک سردی کی رات میں احتلام ہو گیا میں ڈرا کہ اگر غسل کروں تو مر جاؤں گا پس میں نے تیمم کر لیا پھر اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی، انہوں نے یہ قصہ نبی ﷺ سے ذکر کر دیا آپ ﷺ نے (امتحاناً) فرمایا اے عمرو! تم نے اپنے ہمراہیوں کو جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دی؟ میں نے آپ ﷺ کو خبر دی اس امر کی جو مجھے غسل سے مانع ہوا تھا اور میں نے عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو فرماتے سنا ہے کہ اپنی جانوں کو قتل نہ کرو اللہ تعالیٰ بیشک تم پر رحیم ہیں (پس تمہاری اذیت گوارا نہیں کرتے) رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور کچھ نہیں فرمایا۔اس کو ابوداود اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے (فتح الباری)۔

١٢٥٣ – عن : سعيد بن جبير قال : كَانَ ابنُ عباسٍ فِى سَفَرٍ مَعَهُ أُنَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِنْهُمْ عمارُ بنُ ياسرٍ ، فَكَانُوْا يُقَدِّمُوْنَهُ لِقَرَابَتِهِ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَصَلّٰى بِهِمْ ذَاتَ يَوْمٍ فَضَحِكَ ، وَاَخْبَرَهُمْ اَنَّهُ اَصَابَ مِنْ جَارِيَةٍ لَهُ رُوْمِيَّةٍ فَصَلّٰى بِهِمْ وَهُوَ جُنُبٌ مُتَيَمِّمٌ . رواه الأثرم واحتج به أحمد في روايته ، كذا في المنتقى مع النيل . قلت : فالحديث حجة ، وعلقه البخارى وقال : أَمَّ اِبْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَيَمِّمٌ . قال الحافظ في الفتح : وصله ابن أبي شيبة والبيهقي وغيرهما ، وإسناده صحيح اه.

باب جواز صلاة القائم خلف القاعد وعدم جواز جلوس المقتدى بجلوس إمامه

١٢٥٤ – عن : عائشة رضى الله عنها في حديث مرض النبي ﷺ: ثُمَّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ: وَجَدَ مِنْ نَفْسِهٖ خِفَّةً ، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا العباسُ لِصَلَاةِ الظُّهْرِ وَاَبُو بكرٍ يُصَلِّىْ بِالنَّاسِ ، فَلَمَّا رَآهُ أبو بكرٍ ذَهَبَ لِيَتَاَخَّرَ ، فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ النَّبِىُّ ﷺ بِاَنْ لَا يَتَاَخَّرُ ، فَقَال : اَجْلِسَانِىْ اِلٰى جَنْبِهٖ ، فَاَجْلَسَاهُ اِلٰى جَنْبِ اَبِىْ بكرٍ . قال : فَجَعَلَ أبو بكرٍ يُصَلِّىْ وَهُوَ يَاْتَمُّ

<u>فائدہ</u>: آپ ﷺ کا ہنسا دلیل ہے صحابی کی تقریر سے راضی ہونے کی، پس متیمم کی امامت کا جواز متوضی کیلئے ثابت ہوگیا۔

۱۲۵۳- سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سفر میں تھے اور ان کے ہمراہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے چند حضرات تھے جن میں حضرت عمار بن یاسرؓ بھی تھے اور وہ حضرات ابن عباسؓ کو (نماز پڑھانے کیلئے) آگے کھڑا کر دیتے تھے بسبب ان کی قرابت کے رسول اللہ ﷺ سے (کہ وہ حضور ﷺ کے چچازاد بھائی تھے) سو ایک دن انہوں نے ان حضرات کو نماز پڑھائی اور ہنسے اور ان کو خبر دی کہ وہ اپنی رومی کنیز کے پاس گئے تھے (یعنی اس سے صحبت کی) پھر ان کو اس حال میں نماز پڑھائی کہ وہ جنبی تیمم کئے ہوئے تھے۔ اس کو اثرم نے روایت کیا ہے اور امام احمد نے اس سے احتجاج کیا ہے (نیل) اور بخاری نے اس کو تعلیقاً روایت کیا ہے اور فتح الباری میں حافظ نے فرمایا ہے کہ اس کو ابن ابی شیبہ و بیہقی وغیرہ نے موصولاً روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

باب کھڑے ہوئے کی نماز کا بیٹھے ہوئے کے پیچھے جائز ہونا

۱۲۵۴- حضرت عائشہؓ سے نبی ﷺ کے مرض کی حدیث میں مروی ہے، پھر نبی ﷺ نے اپنے اندر تخفیف پائی (مرض میں) سو دو شخصوں کے درمیان کہ ایک ان دو میں سے عباسؓ تھے، آپ ﷺ ظہر کی نماز کیلئے تشریف لے گئے اور ابو بکرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے سو جب آپ ﷺ کو ابو بکرؓ نے دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے، نبی ﷺ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ نہ ہٹیں اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم

بِصَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ، وَالنَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ، وَالنَّبِيُّ ﷺ قَاعِدٌ. رواه البخاري ولمسلم: وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ، وَأَبو بكرٍ يُسْمِعُهُمُ التَّكْبِيْرَ اه. وفي حديث الأعمش عن إبراهيم عن الأسود عن عائشة: فَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ: فَكَانَ رَسُوْلُ ﷺ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ جَالِسًا، وَأَبو بكرٍ قَائِمٌ يَقْتَدِيْ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَالنَّاسُ يَقْتَدُوْنَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ اه. ذكره الحازمي في الاعتبار، وصححه. وفي رواية عنها: وَأَبُوْ بَكْرٍ قَائِمٌ يُصَلِّيْ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُمْ وَرَائَهُ قِيَامٌ. علقه الإمام الشافعي في رسالته عن إبراهيم النخعي.

١٢٥٥-أخبرنا: يحيى بن حسن عن حماد بن سلمة عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضي الله عنها مثل حديث مالك، وَبَيَّنَ فِيهِ أن قال: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ قَاعِدًا

دونوں مجھے انکی جانب میں بٹھادو، پس ان دونوں نے آپ ﷺ کو حضرت ابوبکرؓ کی جانب میں بٹھادیا، کہا راوی نے تو ابوبکرؓ نماز پڑھنے لگے حالانکہ وہ اقتداء کرتے تھے نبی ﷺ کے ساتھ اور (باقی) حضرات ابوبکرؓ کی نماز کے ساتھ اور نبی ﷺ بیٹھے تھے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور ابوبکرؓ ان کو (حضور ﷺ کی) تکبیر سنا رہے تھے اور اعمش نے ابراہیم نخعیؒ سے اسود سے حضرت عائشہؓ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے یہاں تک کہ ابو بکرؓ کی بائیں جانب میں بیٹھ گئے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے بیٹھے بیٹھے لوگوں کو نماز پڑھائی اور ابوبکرؓ کھڑے ہوئے حضور ﷺ کی نماز کی اقتداء کررہے تھے اور سب لوگ ابوبکرؓ کی نماز کی اقتداء کررہے تھے۔ اس کو حازمی نے کتاب الاعتبار میں ذکر کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے اور حضرت عائشہؓ سے ایک روایت میں یہ ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کھڑے ہوئے حضور ﷺ کی نماز کی اقتداء کررہے تھے اور سب لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ اس کو امام شافعی نے اپنے رسالہ اصولیہ میں تعلیقاً ابراہیم نخعیؒ سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان تمام روایات سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ حضور ﷺ امام تھے اور آپ ﷺ نے بیٹھ کر امامت کی اور باقی سب لوگ کھڑے ہوئے تھے اور وہ کھڑے ہو کر آپ ﷺ کی اقتداء کررہے تھے پس معلوم ہوا کہ بیٹھے ہوئے کا کھڑے ہونے والوں کی امامت کرنا جائز ہے اور مسلم کی روایت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیقؓ اس نماز میں امام نہ تھے بلکہ مکبر تھے۔

١٢٥٥- حضرت عروہ بن الزبیر حضرت عائشہؓ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں جس طرح اوپر گذرا مگر انہوں نے یہ بات

وَأبو بَكْرٍ خَلْفَهُ قَائِمًا ، وَالنَّاسُ خَلْفَ أَبِيْ بكرٍ قِيَامٌ . أخرجه الإمام الشافعي في رسالته الأصولية ، ورجاله كلهم ثقات ، وأخرجه البيهقي في المعرفة نحوه أيضا كما في الزيلعي (١:٢٤٥).

١٢٥٦– عن : ابن عباس ﷺ قال : لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ ﷺ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِه وفيه : فَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَجَلَسَ عَنْ يَمِيْنِه وَقَامَ أبو بكرٍ يَأْتَمُّ بِالنَّبِيِّ ﷺ ، وَالنَّاسُ يَأْتَمُّوْنَ بِأَبِيْ بكرٍ ، قال ابن عباس : وَأَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مِنَ الْقِرَاءَةِ مِنْ حَيْثُ كَانَ بَلَغَ أبو بكرٍ . أخرجه ابن ماجة (ص:٨٨) ورجاله كلهم ثقات ، وقال الحافظ في الفتح : رواه ابن ماجة (٢:١٤٤) بإسناد حسن اه.

بھی بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور ابوبکر صدیقؓ آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے اور باقی سب لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ اس کو امام شافعیؒ نے اپنے رسالہ اصولیہ میں موصولاً روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور اس کو بیہقی نے بھی کتاب المعرفۃ میں اسی طرح روایت کیا ہے (زیلعی)۔

فائدہ: اس روایت سے ابن حزم وغیرہ کے اس قول کا رد ہو گیا کہ حضور ﷺ نے مرض الموت میں جو بیٹھ کر امامت کی ہے تو اس میں صحابہ کا آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر اقتداء کرنا کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا سو ہم نے بتلا دیا کہ امام شافعیؒ کی روایت سے مقتدیوں کا کھڑا ہونا صراحۃً ثابت ہے۔

۱۲۵٦– حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے، پھر لمبی حدیث بیان کی جس میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ (نماز کیلئے) تشریف لائے اور حضرت ابوبکرؓ کی دائیں جانب بیٹھ گئے اور ابوبکرؓ کھڑے رہے، ابو بکرؓ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور سب لوگ ابوبکرؓ کی اقتداء کر رہے تھے (یعنی دوسرے آدمیوں کو چونکہ حضرت ابوبکرؓ کی تکبیر وغیرہ سے حضور ﷺ کے رکوع وسجدہ کا علم ہوتا تھا اور وہ ان کے افعال کو دیکھ کر افعالِ صلوٰۃ ادا کر رہے تھے اس لئے گویا ظاہر میں وہ ابو بکرؓ کی اقتداء کر رہے تھے ورنہ حقیقت میں سب کے سب حضور ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قراءت اسی جگہ سے شروع کی جہاں تک کہ ابوبکرؓ پہنچ چکے تھے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور فتح الباری میں حافظ نے اس سند کو حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس سے صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ امام تھے اور ابوبکر صدیقؓ اور سب لوگ اس نماز میں مقتدی تھے کیونکہ اگر حضور ﷺ مقتدی ہوتے اور ابوبکرؓ امام تو حنفیہ کے نزدیک حضور ﷺ کو قراءت شروع کرنے کی ضرورت نہ تھی اور شافعیہ وغیرہم کے

۱۲۵۷– عن : عمران بن حصين ﷺ قال : كَانَتْ بِيْ بَوَاسِيْرُ ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ ، فَقَالَ : " صَلِّ قَائِماً ، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا ، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ". أخرجه البخاری واللفظ له والترمذی وغیره (فتح الباری ۲:۴۸۴).

باب كراهة تكرار الجماعة فی مسجد المحلة

۱۲۵۸– عن : أبی هريرة ﷺ أن رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَقَدَ نَاساً فِیْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ ،فَقَالَ

نزدیک ابتدائے سورہ فاتحہ سے قراءت شروع کرنا ضروری تھا مگر آپ نے اس جگہ سے قراءت شروع کی جہاں تک ابوبکرؓ پڑھ چکے تھے اس سے معلوم ہوا کہ امامت حضور ﷺ کی طرف منتقل ہوگئی تھی اور ابوبکرؓ مقتدی ہوگئے تھے اور یہ بات رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ اگر کوئی نماز پڑھا رہا ہو اور درمیان میں حضور ﷺ نماز میں شریک ہوجائیں تو امامت حضور ﷺ کی طرف منتقل ہوجاتی اور پہلا امام مقتدی بن جاتا تھا، مگر یہ کہ حضور ﷺ اس کو اجازت دیدیں تو اجازت کے بعد اس کی امامت باقی رہ سکتی تھی جیسا کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے قصہ میں آئندہ آئے گا۔

۱۲۵۷-عمران بن حصینؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے بواسیر تھی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کھڑے ہوکر پڑھو، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو، اگر اسکی بھی طاقت نہ ہو تو پہلو پر (لیٹ کر) نماز پڑھو۔ اس کو بخاری اور ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں (فتح الباری)۔

<u>فائدہ</u>: اس میں صاف تصریح ہے کہ جس شخص کو قیام کی طاقت ہو اسے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ترک قیام کی اجازت اسی کو ہے جو قیام پر قادر نہ ہو اور یہ حکم کلی ہے جو امام ومقتدی ومنفرد سب کو عام ہے پس اس کا مقتضی یہ ہے کہ اگر امام بیمار ومعذور ہو تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہوگا مگر مقتدیوں کو ترک قیام جائز نہ ہوگا جبکہ وہ قیام پر قادر ہیں، یہی مذہب ہے حنفیہ وشافعیہ اور جمہور علماء کا اور امام مالک کے نزدیک کھڑے ہوئے کا امام بیٹھ کر نماز پڑھنے والا نہیں ہوسکتا اور حنفیہ میں سے یہی قول امام محمد بن الحسن کا ہے، جن کی دلیل حاشیہ عربیہ میں مذکور ہے مگر وہ ضعیف ہے اور صحیح حدیث جو ہم نے حضرت عائشہؓ کی روایت سے متن میں بیان کی ہے ان کے اوپر حجت ہے اور امام احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کو بھی بیٹھنا چاہئے گو وہ معذور نہ ہوں اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے کہ ایک بار حضور ﷺ کے پیر میں موچ آگئی تھی اور آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے بالا خانہ میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کو بھی بیٹھنے کا حکم دیا، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حدیث مرض وفات کے قصہ سے منسوخ ہے دوسرے امام احمدؒ نے مقتدیوں کے بیٹھنے کو ایسی شرائط سے مشروط کیا ہے جن کی حدیث میں کوئی دلیل نہیں جس کی تفصیل حاشیہ عربیہ میں ہے اور یہ حدیث عمران بن حصینؓ کی بھی امام احمدؒ پر حجت ہے جس میں صرف معذور کو ترک قیام کی اجازت ہے پھر وہ غیر معذور کیلئے ترک قیام کی کیونکر اجازت دیتے ہیں، اللہ اعلم۔

: لَقَدْ "هَمَمْتُ اَنْ آمُرَ رَجُلاً يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ، ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنْهَا ، فَآمُرَ بِهِمْ ، فَيُحَرِّقُوْا عَلَيْهِمْ بِحُزَمِ الْحَطَبِ بُيُوْتَهُمْ ، وَلَوْ عَلِمَ اَحَدُهُمْ اَنَّهٗ يَجِدُ عَظْماً سَمِيْناً لَشَهِدَهَا يَعْنِيْ صَلَاةَ الْعِشَاءِ". أخرجه الشيخان وغيرهما ، واللفظ لمسلم (۱:۲۳۲).

۱۲۵۹– وعن أنس ﷺ بلفظ : "لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ آمُرَ رَجُلاً اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِيْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ اَنْصَرِفَ اِلٰى قَوْمٍ سَمِعُوْا النِّدَاءَ ، فَلَمْ يُجِيْبُوْا فَاُضْرِمَهَا عَلَيْهِمْ نَارًا ، اِنَّهٗ لَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ". رواه الطبراني في الأوسط ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ۱:۱۵۹).

۱۲۶۰– عن : سحنون عن ابن القاسم عن مالك عن عبد الرحمن بن المجبر قال : دَخَلْتُ مَعَ سَالِمِ بن عبد الله مَسْجِدَ الْجُمُعَةِ وَقَدْ فَرَغُوْا مِنَ الصَّلَاةِ فَقَالُوْا : اَلَا تُجَمِّعُ

باب اس بیان میں کہ ایک مسجد میں ایک نماز کیلئے دوسری جماعت مکروہ ہے

۱۲۵۸-حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض لوگوں کو بعض نمازوں میں نہ پایا تو فرمایا کہ میں قصد کرتا ہوں کہ ایک شخص کو حکم کروں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے ، پھر خود ان لوگوں کے پیچھے آدمی لے کر جاؤں جو نمازوں میں نہیں آتے پھر حکم دوں کہ لکڑیوں کے انبار سے ان کے گھروں سمیت ان کو پھونک دیں، اور اگر ان میں کسی کو معلوم یہ ہو کہ اس کو (نماز کیلئے جانے میں) ایک موٹی تازی ہڈی ملے گی تو ضرور نماز میں یعنی عشاء میں حاضر ہوتا۔ اس کو شیخین وغیرہ نے روایت کیا ہے اور یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

۱۲۵۹-اور حضرت انسؓ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں ارادہ کرتا ہوں کہ ایک شخص کو حکم دوں جو لوگوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائے ، پھر میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جنہوں نے اذان سنی اور اسکی تعمیل نہیں کی تو ان کو گھروں سمیت پھونک دوں، یقیناً جماعت سے بجز منافق کے اور کوئی پیچھے نہیں رہ سکتا۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ شارع نے جس جماعت کی تاکید کی ہے وہ جماعت اولی ہی ہے اور اگر جماعت ثانیہ بھی مشروع ہوتی تو رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کے گھر جلانے کا قصد نہ فرماتے جو جماعت اولی میں حاضر نہیں ہوئے ، کیونکہ اس صورت میں یہ احتمال باقی تھا کہ وہ لوگ دوسری جماعت کرلیں اور جماعت اولی کا واجب مؤکد ہونا مسجد میں دوسری جماعت کی کراہت کو مستلزم ہے کیونکہ جب لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ ہم دوسری جماعت بھی کر سکتے ہیں تو پہلی جماعت سے ضرور سستی کریں گے۔

۱۲۶۰-عبدالرحمٰن بن المجبر سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں سالم بن عبداللہ کے ساتھ مسجد جمعہ میں اس وقت داخل ہوا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے، لوگوں نے حضرت سالم سے کہا کہ آپ دوسری جماعت نہیں کرتے ؟ تو حضرت سالم نے فرمایا

الصَّلَاةُ؟ فَقال سالم : لا تُجْمَعُ صَلَاةٌ وَاحِدَةٌ فِي مَسْجِدٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ ، قال ابن وهب : وَأَخْبَرَنِي رِجَالٌ مِّنْ أَهلِ العلمِ عن ابن شهابٍ وَيحيى بن سعيد ، وربيعة ، والليث مثلَهُ . كذا في المدونة الكبرىٰ (١:٨٩) لمالك ورجاله كلهم ثقات .

١٢٦١– قال الشافعي : وَإِنَّا قَدْ حَفِظْنَا أَنْ قَدْ فَاتَتْ رِجَالاً مَعَه (ﷺ) الصَّلَاةُ ، فَصَلَّوْا بِعِلْمِهِ مُنْفَرِدِيْنَ وَقَدْ كَانُوْا قَادِرِيْنَ عَلَى أَنْ يَّجْمَعُوْا ، وَأَنْ قَدْ فَاتَتِ الصَّلَاةُ فِي الْجُمْعَةِ قَوماً فَجَاؤُوْا الْمَسْجِدَ ، فَصَلّٰى كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ مُنْفَرِدًا ، وَقَدْ كَانُوْا قَادِرِيْنَ عَلَى أَنْ يَّجْمَعُوْا فِي الْمَسْجِدِ اهـ . ذكره الشافعيؒ في الأم (١:١٣٦) تعليقا : وجزم به ، فلا بد أن يكون حجة ، وقال في موضع آخر (١–١٣٦) من الأم : وَإِنَّمَا كَرِهْتُ ذٰلِكَ لَهُمْ (أي تكْرَارَ الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ) لِأَنَّهُ لَيْسَ مِمَّا فَعَلَ السَّلَفُ قَبْلَنَا بَلْ قَدْ عَابَهُ بَعْضُهُمْ اهـ .

کہ ایک نماز کیلئے ایک مسجد میں دومرتبہ جماعت نہیں کی جاتی، ابن وہب کہتے ہیں کہ مجھے بہت سے اہل علم نے ابن شہاب (زہری) اور یحیٰی بن سعید اور ربیعہ اور لیث سے اسی کے مثل خبر دی ہے (کہ سب نے ایک مسجد میں ایک نماز کی دو دفعہ جماعت کرنے سے منع کیا)۔ اس کو سحنون نے مدونہ کبری میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔

__فائدہ__: سالم اجلۂ فقہاء مدینہ سے اور اکابر تابعین سے ہیں ان کا یہ فرمانا کہ ایک مسجد میں ایک نماز کیلئے دو دفعہ جماعت نہیں کی جاتی اس امر کی صاف دلیل ہے کہ جماعت ثانیہ مکروہ ہے اور گو تابعی کا قول خصم پر حجت نہیں مگر جبکہ حدیث مرفوع اور افعال صحابہ سے اسکی تائید ہورہی ہے تو یقیناً حجت ہے اور یہاں ایسا ہی ہے چنانچہ حدیث اول سے اشارۃً اور حدیث رابع سے دلالۃً جماعت ثانیہ کی کراہت مفہوم ہورہی ہے اور اثر ثالث میں حضرات صحابہ کا جماعت ثانیہ سے بچنا مذکور ہے، یہ سب امور اس امر کی دلیل ہیں کہ سالمؒ کا یہ فتوی محض اجتہادی نہیں بلکہ سماع پر محمول ہے۔

۱۲۶۱–امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہم کو یہ بات محفوظ ہے کہ بہت سے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جماعت نہیں ملی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے علم میں تنہا نماز پڑھی حالانکہ وہ جماعت ثانیہ پر قادر تھے اور بہت سے صحابہ سے جماعت فوت ہوگئی پھر وہ مسجد میں تشریف لائے تو ہر ایک نے الگ الگ نماز پڑھی حالانکہ وہ مسجد میں جماعت (ثانیہ) کر سکتے تھے۔ اس کو امام شافعیؒ نے کتاب الام میں جزم کے ساتھ تعلیقاً بیان فرمایا ہے اور مجتہد کا جزم حجت ہے، پس یہ اثر قابل احتجاج ہے، امام شافعیؒ نے کتاب الام میں دوسرے موقع پر یہ بھی فرمایا ہے کہ میں جماعت ثانیہ کو اس لئے مکروہ سمجھتا ہوں کہ ہم سے پہلے سلف صالحین نے ایسا نہیں کیا بلکہ بعض نے اس سے کراہت ظاہر کی ہے۔

١٢٦٢– عن: أبي بكرة أن رسول الله ﷺ أَقْبَلَ مِنْ نَوَاحِي الْمَدِيْنَةِ يُرِيْدُ الصَّلَاةَ، فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا، فَمَالَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ، فَجَمَعَ اَهْلَهٗ، فَصَلّٰى بِهِمْ. رواه الطبراني في الكبير والأوسط ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ١: ١٦٠).

باب جواز النافلة خلف المفترض وعدم جواز عكسه واستحباب إعادة الظهر والعشاء مع الجماعة إذا صلاهما منفردا ثم حضرها

١٢٦٣– عن: رجل من بني الديل قال: خَرَجْتُ بِاَبَاعِرَ لِي لأُصْدِرَهَا اِلَى الرَّاعِيْ

فائدہ: اس کی دلالت مقصودِ باب پر بہت ظاہر ہے۔

١٢٦٢- حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے نواح سے نماز کے ارادہ سے تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں تو حضور ﷺ اپنے گھر میں تشریف لے گئے اور گھر والوں کو جمع کر کے ان کے ساتھ (باجماعت) نماز ادا کی۔ اس کو طبرانی نے معجم کبیر واوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس سے بھی مسجد میں جماعت ثانیہ کی کراہت ظاہر ہو رہی ہے کیونکہ حضور ﷺ نے مسجد میں دوسری جماعت نہیں کی بلکہ گھر میں جماعت کی، رہا یہ احتمال کہ اس وقت آپ ﷺ کو مسجد میں جماعت کرنے کیلئے آدمی نہ ملے ہوں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو آپ ﷺ مدینہ سے باہر تنہا کبھی نہ جاتے تھے بلکہ کچھ صحابہ ضرور آپ ﷺ کے ہمراہ ہوتے تھے، اس لئے ظاہر یہ ہے کہ اس وقت بھی کچھ لوگ ہمراہ ہوں گے، دوسرے آپ ﷺ گھر والوں کو بھی مسجد میں بلا کر مسجد میں جماعت کر سکتے تھے کیونکہ حضور ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کی ممانعت نہ تھی، اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسری جماعت مسجد ہی میں مکروہ ہے مسجد سے باہر جائز ہے کیونکہ حضور ﷺ نے مسجد کی جماعت کے بعد گھر میں دوسری جماعت کی مگر یہ بھی اس شخص کیلئے جائز ہے جو جماعت اولیٰ میں سستی نہ کرے بلکہ اس کے حاصل کرنے کی ہمیشہ کوشش کرے، پھر کبھی اتفاقاً فوت ہو جائے تو مسجد سے باہر جماعت کر سکتا ہے، ورنہ مسجد سے باہر جماعتِ ثانیہ کا عادی ہونا بھی مکروہ ہے واللہ اعلم، کیونکہ اس سے جماعتِ اولیٰ کی تفویت لازم آئیگی جو کہ واجب ومؤکد ہے اور جن ائمہ نے جماعت ثانیہ کو جائز کہا ہے وہ حضرت انسؓ اور ابوسعید خدریؓ کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو ایک شخص آیا اور تنہا نماز پڑھنے لگا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی اس کے ساتھ ملکر ثواب حاصل کرنا چاہے اس کو ثواب حاصل کرنا چاہئے۔ اس کو دارقطنی اور احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے مگر اس حدیث میں اقتداء متنفل بالمفترض کا ذکر ہے اور اس کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں گفتگو اقتداء مفترض بالمفترض میں ہے اور اس کا حدیث میں ذکر نہیں۔

فَمَرَرْتُ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الظُّهْرَ ، فَمَضَيْتُ فَلَمْ أُصَلِّ مَعَهُ . فَلَمَّا أَصْدَرْتُ أَبَاعِرِيْ .وَرَجَعْتُ ، ذُكِرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فقال : يَا فُلَانُ! مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَنَا حِيْنَ مَرَرْتَ بِنَا؟ فَقُلْتُ : يا رسول الله إِنِّيْ كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فِيْ بَيْتِيْ قال : وَإِنْ. رواه أحمد ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ١:١٥٩).

١٢٦٤– عن : جابر بن يزيد بن الأسود عن أبيه أنه صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌّ ، فَلَمَّا صَلّٰى إِذَا رَجُلَانِ لَمْ يُصَلِّيَا فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ، فَدَعَا بِهِمَا ، فَجِيْءَ بِهِمَا تَرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا ، فقال : مَا مَنَعَكُمَا أَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا ؟ قَالَا : قَدْ صَلَّيْنَا فِيْ رِحَالِنَا ، فَقَالَ : لَا تَفْعَلُوْا ، إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فِيْ رَحْلِهٖ ثُمَّ أَدْرَكَ الْإِمَامَ وَلَمْ يُصَلِّ فَلْيُصَلِّ مَعَهُ فَإِنَّهَا لَهُ نَافِلَةٌ.

باب فرض نماز پڑھنے والے کے پیچھے نفل کا جائز ہونا اور اس کا عکس ناجائز ہونا اور ظہر اور عشاء جماعت کے ساتھ دوبارہ پڑھ لینے کا مستحب ہونا جبکہ وہ دونوں نمازیں تنہا پڑھی ہوں اور اس کے بعد جماعت میں حاضر ہو

۱۲۶۳-بنی الدیل میں سے ایک شخص سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے اونٹ لے کر نکلا تا کہ ان کو چرواہے کو لوٹا دوں تو رسول اللہ ﷺ پر میرا گذر ہوا حالانکہ آپ لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے اور میں آگے چلا گیا اور آپ کے ہمراہ نماز نہیں پڑھی، پھر جب میں نے اپنے اونٹ لوٹا دئے (چرانے کیلئے) اور واپس آیا تو جناب رسول اللہ ﷺ سے (میرا) یہ (واقعہ) ذکر کیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا اے فلاں (شخص) تم کو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کون سا امر مانع ہوا جبکہ تم ہمارے پاس سے گذرے تھے؟، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا اگرچہ نماز پڑھ چکے تھے (جب بھی جماعت میں شامل ہو جایا کرو)۔اس کو امام احمدؒ نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں، ایسا ہی مجمع الزوائد میں ہے۔

۱۲۶۴-حضرت جابر بن یزید بن الاسود اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور وہ نوجوان تھے جب آپ نماز پڑھ چکے تو ناگاہ دو شخص ہیں مسجد کی ایک جانب میں جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تو آپ نے ان دونوں کو بلایا سو وہ دونوں آپ ﷺ کے پاس لائے گئے حالانکہ ان دونوں کے شانہ کا گوشت (بوجہ خوف کے) کانپتا تھا، پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں کو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کونسا امر مانع ہوا؟ ان دونوں نے عرض کیا کہ ہم نے اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھ لی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو جب تم میں سے کوئی اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھ لے پھر امام کو پالے اس حال میں کہ اس نے نماز نہ پڑھی ہو تو اس کے ساتھ نماز پڑھ لے، پس یہ اس کیلئے نفل نماز ہو جائیگی۔اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور بلوغ المرام

رواه أبو داود (۱:۹۲) وسكت عنه . وفي بلوغ المرام (۱:۷۲) وصححه الترمذی و بن حبان اه وفي التلخيص (۱:۱۲۲) وصححه ابن السكن ، وفي الفتح (۲:۱٦٦) أخرجه أصحاب السنن وصححه ابن خزيمة وغيره.

١٢٦٥ – عن : أبي أمامة الباهلي ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: " اَلِامَامُ ضَامِنٌ ، وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ ". رواه أحمد والطبرانی فی الكبير ، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ۱:۱٤۲).

١٢٦٦ – عن : أنس ﷺ أن النبی ﷺ قال : " إِنَّمَا جُعِلَ الِامَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ ، فَلاَ تَخْتَلِفُوْا عَلَيْهِ ". أخرجه البخاری ومسلم (زيلعی ۱:۲٤۹).

میں ہے کہ ترمذی اور ابن حبان نے اس کی تصحیح کی ہے اور تلخیص میں ہے کہ ابن السکن نے اس کی تصحیح کی ہے اور فتح الباری میں ہے کہ ابن خزیمہ وغیرہ نے اسکی تصحیح کی ہے۔

۱۲۶۵- حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے۔ اس کو امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس حدیث سے فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہ ہونے پر استدلال کیا گیا ہے اور تقریر اس کی صاحب کفایہ نے اس طرح کی ہے کہ ضامن کے یہ معنی ہیں کہ امام کی نماز مقتدیوں کی نماز پر مشتمل ہے اور جب کہ امام متنفل ہو اور مقتدی مفترض ہو تو امام کی نماز مقتدی کی نماز پر مشتمل نہ ہوگی کیونکہ مقتدی کی نماز میں ایک وصف فرضیت کا زیادہ ہے اور امام کی نماز اس سے خالی ہے پس اقتداء صحیح نہ ہوگی کیونکہ یہ بناء قوی کی ضعیف پر ہے (یعنی مقتدی کی نماز امام کی نماز سے قوی ہے پس اقتداء صحیح نہ ہوگی)۔

۱۲۶۶- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام تو اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء (اور اتباع) کی جائے پس اس سے اختلاف نہ کرو۔ اس کو شیخین نے روایت کیا ہے (زیلعی)۔

فائدہ: اس حدیث میں امام سے اختلاف کرنے کو منع کیا گیا ہے اور یہ بھی اختلاف میں داخل ہے کہ امام کی نیت نفل کی ہو اور مقتدی کی فرض کی پس یہ بھی ممنوع ہوا، اور اگر امام فرض پڑھ رہا ہو اور مقتدی نفل کی نیت کرے تو یہ اختلاف علی الامام نہیں کیونکہ اختلاف علی الامام صرف مساوی نماز یا برتر نماز کی صورت میں ہوسکتا ہے اور اس صورت میں مقتدی کی حالت امام سے کمتر ہے دوسرے اسکی اجازت بہت سی احادیث سے ثابت ہے بخلاف اقتداءِ مفترض بالمتنفل کے کہ اس کی اجازت کسی حدیث سے ثابت نہیں

١٢٦٧– عن ابن مسعود ﷺ قال: " لَا يَؤُمُّ الْغُلَامُ حَتّٰى تَجِبَ عَلَيْهِ الْحُدُوْدُ ".

١٢٦٨– وعن: ابن عباس ﷺ قال: " لَا يَؤُمُّ الْغُلَامُ حَتّٰى يَحْتَلِمَ ". رواهما الأثرم في سننه كذا في المنتقى، وفي النيل (٤٣:٣): وأثر ابن عباس رواه عبد الرزاق مرفوعا بإسناد ضعيف اه .قلت: وسكت الشوكاني عن أثر ابن مسعود وعن أثر ابن عباس موقوفا.

١٢٦٩– وأخرج ابن أبي داود عن ابن عباس ﷺ قال: نَهَانَا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْن عمرُ رضي الله عنهم اَنْ نَؤُمَّ النَّاسَ فِي الْمُصْحَفِ، وَنَهَانَا اَنْ يَؤُمَّنَا اِلَّا الْمُحْتَلِمُ. كذا في كنز العمال. (٢٤٦:٤).

اور حضرت معاذ بن جبلؓ کی حدیث کہ وہ حضور ﷺ کے پیچھے عشاء پڑھ کر اپنی قوم کو عشاء پڑھاتے تھے، خصم کو مفید نہیں کیونکہ وہ ہمارے نزدیک اس پر محمول ہے کہ حضرت معاذ حضور ﷺ کے پیچھے نفل نماز پڑھتے تھے اور اپنی قوم کے ساتھ فرض پڑھتے تھے اور حضرت جابرؓ نے جو ایک روایت میں یہ فرمایا ہے کہ حضرت معاذؓ حضور ﷺ کے ساتھ فرض اور اپنی قوم کے ساتھ نفل پڑھتے تھے یہ حضرت جابرؓ کا خیال ہے جو ہم پر حجت نہیں اور بعد تسلیم کے ہم یہ کہتے ہیں کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت معاذؓ نے اپنی نیت کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو کی تھی اور آپ ﷺ نے اس کو برقرار رکھا تو یہ حضرت معاذؓ کا فعل تھا جو احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں حجت نہیں ہوسکتا نیز اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت معاذؓ کا یہ فعل اس وقت ہو جب کہ فرض دو مرتبہ پڑھنا جائز تھا بعد میں یہ جواز منسوخ ہوگیا، بہر حال اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے حضرت معاذؓ کا فعل حجت نہیں ہوسکتا۔

١٢٦٧–حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ لڑکا اس وقت تک امام نہ بنے جب تک اس پر حدود واجب نہ ہوں (یعنی جب تک بالغ نہ ہوجائے)۔

١٢٦٨–حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ لڑکا جب تک (محتلم) بالغ نہ ہوجائے اس وقت تک امام نہ بنے۔ یہ دونوں اثر امام اثرم نے اپنی سنن میں روایت کیئے ہیں (منتقی) علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں فرمایا ہے کہ ابن عباسؓ کے اثر کو عبدالرزاق نے ضعیف سند کے ساتھ مرفوعاً بھی روایت کیا ہے اھ۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ شوکانی نے ابن مسعودؓ کے اثر پر کچھ کلام نہیں کیا اسی طرح ابن عباسؓ کے اثرِ موقوف پر بھی جرح نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موقوفاً یہ دونوں اثر قابل احتجاج ہیں۔

١٢٦٩–اور ابن ابی داود نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ہم مصحف میں (دیکھ کر) لوگوں کی امامت کریں اور اس بات سے (بھی) منع فرمایا ہے کہ بالغ کے سوا کوئی ہمارا امام بنے (کنز العمال)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آثار متعددہ ہیں اگر یہ ضعیف بھی ہوں تب بھی تعدد طرق کی وجہ سے حسن لغیرہ کے درجہ میں ہیں

۱۲۷۰ – قال : ابن وهب عن علی بن زياد عن سفيان عن المغيرة عن إبراهيم قال : كَانُوا يَكْرَهُونَ اَنْ يَؤُمَّ الْغُلَامُ حَتّٰى يَحْتَلِمَ . (المدونة لمالك ۱:۸۵).

قلت كلهم ثقات من رجال الصحيح غير علی بن زياد ، فلم يخرجوا له وهو ثقة ، كما سنذكره.

۱۲۷۱ – وقال ابن وهب عن عثمان بن الحكم عن ابن جريج عن عمر بن عبد العزيز قال : لَا يَؤُمُّ مَنْ لَمْ يَحْتَلِمْ . (المدونة لمالك ۱:۸۶). قلت : رجاله كلهم ثقات .

۱۲۷۲ – عن : ابن عباس رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لَا يَتَقَدَّمُ الصَّفَّ الْاَوَّلَ اَعْرَابِیٌّ ، وَ لَا اَعْجَمِیٌّ وَلَا غُلَامٌ لَمْ يَحْتَلِمْ .أخرجه الدارقطنی (۱:۱۰۵) وأعله فی التعليق المغنی بليث بن أبی سليم وقد عرفت مرارا أنه حسن الحديث ثقة من رجال مسلم ، فالحديث حسن.

اور حسن لغیرہ سے احتجاج صحیح ہے۔

۱۲۷۰- حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ سلف اس سے کراہت کرتے تھے کہ لڑکا بالغ ہونے سے پہلے امام بنے۔(مدونہ مالک)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور کراہت سے مراد اصطلاحی کراہت نہیں بلکہ عام معنی مراد ہیں جس میں عدم صحت بھی داخل ہے۔

۱۲۷۱- عمر بن عبدالعزیزؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو بالغ نہ ہوا ہو وہ امام نہ بنے۔(مدونہ مالک)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے بھی سب راوی ثقہ ہیں۔

۱۲۷۲- حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صفِ اول سے آگے اعرابی، عجمی اور نابالغ نہ بڑھیں (یعنی یہ لوگ امام نہ بنیں)۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور تعلیق مغنی میں اس کو لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ بارہا گذر چکا ہے کہ وہ حسن الحدیث ہیں اور مسلم کے رجال میں سے ہیں پس حدیث حسن ہے۔

فائدہ: ان سب آثار سے نابالغ کی امامت کا عدم جواز ثابت ہوا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس سے منع فرمایا ہے اور اجلہ صحابہ نے بھی اور اجلہ تابعین نے بھی اور چونکہ امام کیلئے ضامن ہونا ضروری ہے اور نابالغ اس کا اہل نہیں، کیونکہ اس کی نماز نفل ہوتی ہے جو فرض کی ضامن نہیں ہوسکتی اس لئے نابالغ کے پیچھے بالغوں کی نماز صحیح نہیں ہوسکتی اور امام شافعیؒ نے جو نابالغ کی امامت کا جواز عمرو بن سلمہ کی روایت سے ثابت کیا ہے کہ وہ اپنی قوم کی امامت کرتے تھے حالانکہ ان کی عمر چھ یا سات سال کی تھی اس لئے کہ ان کو

باب اذا صلى الفجر أو العصر أو المغرب منفردا ثم أدرك الجماعة لا يعيد

١٢٧٣– عن : نافع أن عبد الله بن عمر ﷺ كان يقول : " مَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ اَوِ الصُّبْحَ ثُمَّ اَدْرَكَهُمَا مَعَ الاِمَامِ فَلاَ يُعِدْ لَهُمَا " . رواه الإمام مالك فى الموطا (ص:٤٧) وذكره فى فتح القدير (١:٤١٢) مرفوعا ، وعزاه إلى الدار قطنى ، وقال : قال عبدالحق تفرد برفعه سهل بن صالح الأنطاكى وكان ثقة اه ولم أجده فى سننه فلعله ذكره فى غرائب مالك أو غيرها.

سب سے زیادہ قرآن یاد تھا (اور یہ روایت صحیح ہے اس کو بخاری نے روایت کیا ہے) تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کی قوم کا اجتہاد تھا کہ انہوں نے ارشاد نبوی ﷺ " ولیؤمکم اکثر کم قرآنا " کو نابالغ کیلئے بھی شامل سمجھا حالانکہ حضور ﷺ کی مراد یہ تھی کہ بالغین میں جس کو زیادہ قرآن یاد ہو وہ امام بنایا جائے اور صحابہ کا اجتہاد حضور ﷺ کے زمانہ میں اس وقت تک حجت نہیں جب تک حضور ﷺ کو اس کی اطلاع نہ ہو اور آپ ﷺ اس کی تصویب نہ فرمادیں اور اس واقعہ کی حضور ﷺ کو اطلاع ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ زمانہ نزولِ وحی میں صحابہ غلطی پر قائم نہیں رہ سکتے بلکہ وحی ضرور نازل ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام صحابہ غلطی پر قائم نہیں رہ سکتے اور یہ ممکن ہے کہ چند افراد غلطی پر قائم رہیں ، باقی صحابہ کو حکم شرعی معلوم ہو کیونکہ بعض صحابہ حضرت عمرؓ کے زمانہ تک متعہ کرتے رہے اور دخولِ حشفہ بغیر انزال سے غسل ضروری نہ سمجھتے تھے حتی کہ حضرت عمرؓ نے ان کو اس سے روکا ، اور اس کی نظائر احادیث میں بکثرت موجود ہیں کہ ایک صحابی کو ایک حکم کی اطلاع نہیں ہوئی اور وہ اس کے خلاف عمل کرتے رہے ، جس میں ائمہ حدیث وفقہ یہی تاویل کرتے ہیں کہ ان کو یہ حدیث نہ پہنچی ہوگی پھر یہ دعویٰ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ زمانہ وحی میں صحابہ مطلقاً غلطی پر قائم نہیں رہ سکتے علاوہ ازیں یہ کہ عمرو بن سلمہ کی امامت کے قصہ میں یہ بھی وارد ہے کہ وہ ایک پیوند لگی ہوئی لنگی پہن کر نماز پڑھاتے تھے جو کچھ پھٹی ہوئی بھی تھی ، جس میں سے سجدہ کے وقت ان کے سرین ظاہر ہو جاتے تھے یہاں تک کہ ایک عورت نے یہ کہا کہ اپنے امام کے سرین تو ہم سے چھپا دو (اس کو ابوداود نے سند صحیح سے روایت کیا ہے) اور ظاہر ہے کہ ان کے اس فعل کو یقیناً اس پر محمول کیا جائے گا کہ یہ حضرات احکام صلوٰۃ سے ناواقف تھے ورنہ کشف عورت کے ساتھ نماز کو جائز نہ سمجھتے ، پس ان کا یہ فعل بھی کہ نابالغ کو امام بنالیا اسی پر محمول کرنا چاہئے لہٰذا اس سے جوازِ امامتِ نابالغ پر استدلال صحیح نہیں۔

باب جو شخص عصر و مغرب وصبح کی نماز تنہا پڑھ لے پھر جماعت کو پائے تو ان نمازوں کا اعادہ نہ کرے

١٢٧٣– نافعؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ جو شخص مغرب یا صبح کی نماز پڑھ چکے پھر ان کو امام کے ساتھ پائے تو ان دونوں کا اعادہ نہ کرے۔ اس کو امام مالکؒ نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور فتح القدیر میں دار قطنی کی طرف منسوب کر کے اس

١٢٧٤ – عن : أبي سعيد الخدري ﷺ يقول : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : " لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ ، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ ". أخرجه الشيخان وغيرهما ، وهو متواتر .

باب إذا أم قوما وهو جنب أو محدث يعيد ويعيدون

١٢٧٥ – أخبرنا : إبراهيم بن يزيد عن عمرو بن دينار أن علي بن أبي طالب ﷺ قال فِي الرَّجُلِ يُصَلِّيْ بِالْقَوْمِ جُنُباً قال : يُعِيْدُ ، وَيُعِيْدُوْنَ . أخرجه محمد في الآثار (ص:٥٢٨، مع المشكاة) و ابن أبي شيبة في مصنفه (الجوهر النقي) وفيه إبراهيم بن يزيد الخوزي المكي حسن له الترمذي (ص:٧٠) ، وقال : قد تكلم فيه بعض أهل العلم

کومرفوعاً ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ عبدالحق نے فرمایا ہے کہ اس کے رفع کے ساتھ سہل بن صالح انطا کی منفرد ہے اور وہ ثقہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ثقہ کا رفع حجت ہے۔

فائدہ: دلالت مقصود پر ظاہر ہے کہ اس میں فجر اور مغرب کے اعادہ سے صراحۃً منع کیا گیا ہے اور عصر کو فجر پر قیاس کیا گیا ہے۔

۱۲۷۴-حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صبح کے بعد کوئی نماز نہیں جب تک آفتاب (قدرے) بلند نہ ہو جائے اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں جب تک آفتاب غروب نہ ہو جائے۔اس کو شیخین نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث متواتر ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے فجر اور عصر کے بعد نفل نماز کا مکروہ ہونا صراحۃً ثابت ہے اور جو شخص ایک بار عصر کی نماز تنہا پڑھ چکا ہو وہ اگر جماعت کے ساتھ اس کو دوبارہ پڑھے گا تو دوسری نماز نفل ہوگی جس کی کراہت اس حدیث سے ثابت ہے لہٰذا عصر کا بھی اعادہ جائز نہیں۔

باب امام اگر جنابت یا حدث کی حالت میں نماز پڑھادے (یا اور کسی وجہ سے امام کی نماز فاسد ہو جائے) تو امام اور مقتدی سب کے سب نماز کا اعادہ کریں

۱۲۷۵-عمرو بن دینار، حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس شخص کے بارہ میں، جس نے لوگوں کو جنابت کی حالت میں نماز پڑھادی ہو، یہ فرمایا کہ وہ بھی نماز کا اعادہ کرے اور قوم بھی اعادہ کرے۔اس کو امام محمدؒ نے کتاب الآ ثار اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے (الجوہر النقی) اور اس کی سند میں ابراہیم بن یزید خوزی مکی ہے جس کی احادیث کی ترمذی نے تحسین کی ہے اور کہا ہے کہ حفظ کی وجہ سے بعض علماء نے اس میں کلام کیا ہے اور منذری نے ترغیب کے آخر میں اس کو مختلف فیہ رواۃ میں ذکر کیا

من قبل حفظه اه . وذكره المنذرى فى باب الرواة المختلف فيهم من الترغيب (۱:۱۰۰) فقال : واه ، وقد وثق ، وقال البخارى : سكتوا عنه وقال ابن عدى : يكتب حديثه وحسن له الترمذى اه .

قلت : فالحديث حسن لكن فيه انقطاع ، لأن عمروا لم يلق عليا ، وهو لا يضرنا لا سيما وقد قال يحيى بن سعيد : مرسلات عمرو بن دينار احب إلى . كذا فى تدريب الراوى (ص:۷۰).

۲۱۷٦– أخبرنا : إبراهيم بن يزيد المكى عن عمرو بن دينار عن أبى جعفرٍ أن عَلِياً ﷺ صَلّٰى بِالنَّاسِ وَهُوَ جُنُبٌ اَوْ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ فَاَعَادَ ، وَاَمَرَهُمْ اَنْ يُعِيْدُوْا . أخرجه عبد الرزاق فى مصنفه (زيلعى ۱:۲٥۳) وقال الحافظ فى الدراية (ص:۷۰) : فلعلهما أثران (يريد هذا والأثرالسابق عن على قولا) وسكت عنهما ، قلت : إسناد حسن مع انقطاع فيه ، وهو لا يضرنا.

۱۲۷۷– عن : على بن أبى طالب ﷺ قال : صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَوْماً فَانْصَرَفَ ثُمَّ جَاءَ وَرَاْسُهٗ يَقْطُرُ مَاءً ، فَصَلّٰى بِنَا ثُمَّ قال : اِنِّیْ كُنْتُ صَلَّيْتُ بِكُمْ وَاَنَا جُنُبٌ فَمَنْ اَصَابَهٗ مِثْلُ مَا اَصَابَنِیْ اَوْ وَجَدَ فِیْ بَطْنِهٖ رِزًّا ، فَلْيَصْنَعْ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ ". رواه أحمد

ہے اور کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے اور اسکی توثیق بھی کی گئی ہے اور ابن عدی نے کہا ہے کہ اس کی حدیث لکھی جائے اور ترمذی نے اس کی تحسین کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پس یہ اثر حسن ہے مگر اس میں انقطاع ہے کیونکہ عمرو بن دینار نے حضرت علیؓ کو نہیں پایا اور انقطاع ہم کو مضر نہیں خصوصاً جبکہ یحییٰ بن سعید (قطان) کا یہ قول بھی ہے کہ عمرو بن دینار کے مراسیل مجھے بہت محبوب ہیں (تدریب الراوی)۔

۱۲۷٦-ابوجعفر (امام باقرؒ) سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے (ایک دفعہ) جنابت کی حالت میں یا حدث کی حالت میں نماز پڑھادی پھر نماز کا اعادہ (خود بھی) کیا اور لوگوں کو بھی اعادہ کا حکم دیا۔ اس کو عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے (زیلعی) اور حافظ نے درایہ میں فرمایا ہے کہ شاید یہ دو اثر الگ الگ ہیں (پہلا اثر قولی ہے اور یہ فعلی)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند بھی حسن ہے مع انقطاع کے جو ہم کو مضر نہیں۔

۱۲۷۷-حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہم کو نماز پڑھائی، پھر نماز سے الگ ہو گئے (اور گھر تشریف لے گئے) پھر اس حال میں تشریف لائے کہ آپ ﷺ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا، پھر ہم کو (دوبارہ) نماز پڑھائی اس

وله عنه فی روایة : بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ نُصَلِّیْ إِذَا انْصَرَفَ وَنَحْنُ قِيَامٌ ، فَذَكَرَ نَحْوَهٗ . رواهما أحمد والبزار والطبرانی فی الأوسط إلا أن الطبرانی قال : فَلْيَنْصَرِفْ ، وَلْيَغْتَسِلْ ثُمَّ لِيَأْتِ ، فَلْيَسْتَقْبِلْ صَلَاتَهٗ . ومدار طرقه علی ابن لهيعة ، وفيه كلام (مجمع الزوائد ص:۱۰۱). قلت : ابن لهيعة حسن الحديث كما مر غير مرة ، فالحديث حسن .

۱۲۷۸– محمد : قال : أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم قال : إِذَا فَسَدَتْ صَلَاةُ الإِمَامِ فَسَدَتْ صَلَاةُ مَنْ خَلْفَهٗ . (كتاب الآثار ص:۲۷). قلت : رجاله كلهم ثقات.

۱۲۷۹– محمد : عن عبد الله بن المبارك عن يعقوب بن القعقاع عن عطاء بن أبی رباح فی رَجُلٍ يُصَلِّیْ بِأَصْحَابِهٖ عَلٰی غَيْرِ وُضُوْءٍ قال : يُعِيْدُ ، وَيُعِيْدُوْنَ .

کے بعد فرمایا کہ میں نے تم کو جنابت کی حالت میں نماز پڑھادی تھی، پس جس کو یہ واقعہ پیش آئے جو مجھے پیش آیا یا کوئی اپنے پیٹ میں گڑبڑ پائے (جس سے خروج ریح کا قوی شبہ ہوجائے) تو وہ ایسا ہی کرے جیسا میں نے کیا ہے (یعنی نماز کا اعادہ کرے)۔اس کو امام احمدؒ، بزار اور طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور طبرانی کے الفاظ یہ ہیں کہ اس کو چاہئے کہ (نماز سے) الگ ہوجائے اور غسل کرے اسکے بعد آکر از سرنو نماز پڑھے۔اور اس کے تمام طرق کا مدار ابن لہیعہ پر ہے۔جس میں کلام ہے (مجمع الزوائد)۔میں کہتا ہوں کہ بارہا گذر چکا ہے کہ ابن لہیعہ حسن الحدیث ہے پس حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں حضور ﷺ کے قول وفعل دونوں سے ثابت ہوگیا کہ جو شخص حدث یا جنابت کی حالت میں دوسروں کو نماز پڑھادے تو اس کو اور سب مقتدیوں کو نماز کا اعادہ کرنا چاہئے اور اسی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام کی نماز کا فاسد ہونا مقتدیوں کی نماز کے فساد کو مستلزم ہے اور حضرت علیؓ کی یہ حدیث اس حدیث کی غیر ہے جو شیخین نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔جس میں مسلم کے لفظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ مصلی پر کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے لوٹ گئے اور گھر میں تشریف لے گئے اور غسل کر کے تشریف لائے کیونکہ دونوں حدیثوں کا سیاق مختلف ہے اس لئے دونوں کو ایک واقعہ پر محمول کرنا دشوار ہے بلکہ حضرت علیؓ کی روایت میں دوسرے واقعہ کا ذکر ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں دوسرے واقعہ کا اور حضرت علیؓ نے جس واقعہ کو روایت کیا ہے، حضرت ابو بکرہؓ اور حضرت انسؓ نے بھی اسے روایت کیا ہے، سب نے یہ کہا ہے کہ حضور ﷺ نے تکبیر تحریمہ کہہ لیا تھا اس کے بعد گھر تشریف لے گئے، خوب سمجھ لو!

۱۲۷۸–حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب امام کی نماز فاسد ہوجائے تو ان لوگوں کی نماز بھی فاسد ہوجائیگی جو اس کے پیچھے ہیں۔(کتاب الآثار لمحمدؒ) میں کہتا ہوں کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

۱۲۷۹–عطاءؒ بن ابی رباح سے اس شخص کے بارہ میں جو اپنے ساتھیوں کو بے وضوء نماز پڑھادے مروی ہے کہ انہوں نے

(كتاب الآثار ص:٢٧) رجاله كلهم ثقات .

١٢٨٠ – حدثنا محمد بن النعمان قال : حدثنا يحيى بن يحيى : قال ثنا أبو معاوية قال : ثنا الأعمش عن إبراهيم عن همام بن الحارث أَنَّ عمرَ ﷺ نَسِيَ فِيْ صَلاَةِ الْمَغْرِبِ ، فَأَعَادَ بِهِمُ الصَّلاَةَ . أخرجه الطحاوی (١: ٢٣٩) واحتج به ، وقال متصل الإسناد اه .

قلت : رجاله كلهم ثقات ، وأخرجه محمد عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم مرسلا أتم منه ، وفيه : فَأَعَادَ وَأَعَادَ أَصْحَابُهُ. كذا في جامع مسانيد الإمام ، ومراسيل إبراهيم صحاح كما مر غير مرة ، وقد روى صالح بن أحمد بن حنبل في كتاب المسائل عن أبيه من طريق همام بن الحارث أن عمر ﷺ صَلَّى الْمَغْرِبَ فَلَمْ يَقْرَأْ شَيْئاً ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قالوا : يا أَمِيْرَ المؤمنينَ! إِنَّكَ لَمْ تَقْرَأْ فقال : إِنِّيْ حَدَّثْتُ نَفْسِيْ وَأَنَا فِي الصَّلاَةِ بِعِيْرٍ جَهَّزْتُهَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى دَخَلَتُ الشَّامَ ، ثُمَّ أَعَادَ وَأَعَادَ الْقِرَائَةَ . قال الحافظ في الفتح (٤: ٧١) : رجاله ثقات.

فرمایا ہے کہ امام بھی اعادہ کرے اور مقتدی بھی اعادہ کریں (کتاب الآثار)۔ اس کے بھی سب راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان آثار سے امام سفیان ثوریؒ کے اس قول کا بھی جس کو بیہقی نے نقل کیا ہے ضعف معلوم ہوگیا کہ حمادؒ کے سوا کسی نے یہ نہیں کہا کہ (امام کی نماز فاسد ہونے کی حالت میں) مقتدی بھی نماز کا اعادہ کریں کیونکہ ہم نے بتا دیا ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت علیؓ اور ابراہیم نخعیؒ اور عطاءؒ کا بھی وہی قول ہے جو حماد اور امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا قول ہے۔

۱۲۸۰- ہمام بن حارث سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ مغرب کی نماز میں (کچھ) بھول گئے تھے پھر انہوں نے سب کے ساتھ نماز کا اعادہ کیا۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس سے احتجاج کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند متصل ہے اھ۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور اس کو امام محمدؒ نے بھی ابراہیم نخعیؒ سے مرسلاً روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ زیادہ واضح ہیں (جیسا کہ جامع مسانید الامام میں ہے) اور صالح بن امام احمد بن حنبلؒ نے کتاب المسائل میں اس کو امام احمدؒ سے بطریق ہمام بن حارث کے اس طرح روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس میں کچھ قراءت نہیں کی، جب نماز سے فارغ ہوگئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ نے قراءت نہیں کی فرمایا کہ میں ایک لشکر کے متعلق جس کو مدینہ سے شام بھیجنا چاہ رہا تھا اپنے دل میں باتیں کرتا رہا (اس لئے قراءت بھول گیا) پھر آپ نے نماز کا اعادہ کیا اور قراءت کا بھی اعادہ کیا، حافظ نے فتح الباری میں کہا ہے کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں اھ۔ میں کہتا ہوں کہ مرسل ابراہیم کے الفاظ یہ ہیں کہ پھر آپ نے بھی نماز کا اعادہ کیا اور آپ کے اصحاب نے بھی اعادہ کیا۔

۱۲۸۱ – ثنا : هشيم عن يونس عن ابن سيرين قال : أَعِدِ الصَّلاَةَ وَأَخْبِرْ أَصْحَابَكَ أَنَّكَ صَلَّيْتَ بِهِمْ وَأَنْتَ غَيْرُ طَاهِرٍ. أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه كذا في الجوهر النقي (۱:۱۹۸) ورجاله ثقات .

۱۲۸۲ – عن : الثوري عن صاعد عن الشعبي قال : يُعِيْدُ ، وَيُعِيْدُوْنَ . أخرجه عبد الرزاق في مصنفه كذا في الجوهر النقي (۱:۱۹۸) وفيه أيضا : وصاعد هو ابن مسلم اليشكري الكوفي ذكره ابن حبان في الثقات اه . قلت : وسفيان لا يسئل عنه.

۱۲۸۳ – حدثنا : ابن أبي داود قال : ثنا سعيد بن منصور قال : ثنا هشيم عن جابر الجعفي عن طاوس ومجاهد في إمامٍ صَلّٰى بِقَوْمٍ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ قالا : يُعِيْدُوْنَ

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ امام کی نماز کا فاسد ہونا مقتدیوں کی نماز کے فساد کو مستلزم ہے کیونکہ حضرت عمرؓ نے ترک قراءت کی وجہ سے نماز کا اعادہ کیا حالانکہ اس سے نماز کا فاسد ہونا مختلف فیہ ہے تو اگر امام جنابت یا حدث کی حالت میں نماز پڑھادے جس سے فسادِ صلوٰۃ متفق علیہ ہے تو یقیناً امام اور مقتدیوں سب پر اعادہ واجب ہوگا اور یہ نہیں کہہ سکتے کے صحابہ نے حضرت عمرؓ کے ساتھ بطور استحباب کے نماز کا اعادہ کیا ہوگا کیونکہ نفل نماز تین رکعت کے ساتھ جائز نہیں اور اسی لئے جو شخص تنہا مغرب کی نماز پڑھ چکا ہو پھر جماعت پائے تو اس کو مغرب کی نماز کا اعادہ ممنوع ہے جیسا کہ اس سے پہلے باب میں حدیث مرفوع وموقوف سے معلوم ہو چکا ہے اور ایک روایت میں جو یہ آیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ میں نے نماز پڑھی اور قراءت نہیں کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تو نے رکوع سجدہ بھی اچھی طرح نہیں کیا؟ کہا کیوں نہیں؟ (وہ تو اچھی طرح کئے ہیں) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تیری نماز پوری ہوگئی تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اس روایت کی سند اس حدیث کی سند کے برابر نہیں جو متن میں ہم نے ذکر کی ہے جیسا کہ امام طحاوی نے فرمایا ہے، دوسرے اس پر بالا جماع عمل نہیں ہے اور متعدد روایات سے حاشیہ عربی میں حضرت عمرؓ سے اس کے خلاف اس بات کا ثبوت دے دیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ ترک قراءت سے نماز فاسد ہونے کے قائل تھے۔

۱۲۸۱- ابن سیرینؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے (اس شخص سے جس نے بے وضوء نماز پڑھادی تھی) فرمایا کہ نماز کا اعادہ کر اور اپنے ساتھیوں کو خبر کر کہ تو نے ان کو بلا وضوء کے نماز پڑھائی ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے (جوہر نقی) اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

۱۲۸۲- حضرت شعبیؒ سے (اسی مسئلہ میں) روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ امام بھی اعادہ کرے اور سب مقتدی بھی۔ اس کو عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے (جوہر نقی) اور اس کے بھی سب راوی ثقہ ہیں۔

۱۲۸۳- طاؤسؒ اور مجاہدؒ نے ایسے امام کے بارہ میں جس نے لوگوں کو بلا وضوء کے نماز پڑھادی، یہ فرمایا کہ سب لوگ نماز کا

الصَّلَاةَ جَمِيْعاً . أخرجه الطحاوی فی معانی الآثار (۱:۲۳۹) ورجاله ثقات غير الجعفی ، فمختلف فيه ، ووثقه شعبة وغيره ، وتركه آخرون وقد مر حديث أبی هريرة الإمام ضامن مرفوعا فی الباب السابق وهو حجة فی الباب أيضا.

باب وجوب التخفيف على الإمام

۱۲۸٤ – عن : أبی مسعود الأنصاری ﷺ قال : جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَال :

اعادہ کریں۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے اس میں جابر جعفی مختلف فیہ ہے جس کو بعض لوگوں نے ضعیف کہا ہے مگر شعبہ وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔

فائدہ: ان سب آثار سے ان لوگوں کے قول کا رد ہو گیا جنہوں نے اس مسئلہ میں حمادؒ کو متفرد کہا تھا، معلوم ہوا کہ وہ متفرد نہیں بلکہ اجلۂ تابعین اس مسئلہ میں ان کے ساتھ ہیں اور اس مسئلہ کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جو پہلے باب میں گذری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام ضامن ہے یعنی مقتدیوں کی نماز کو اپنی نماز کے اندر لئے ہوئے ہے اگر اس کی نماز صحیح ہے تو سب کی صحیح ہے ورنہ سب کی فاسد ہے، اور امام شافعیؒ نے جو حضرت عمرؓ کے اس اثر سے استدلال کیا ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھادی پھر خود تو نماز کا اعادہ کیا اور لوگوں کو اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور تعلیق مغنی میں اس کے سب راویوں کو ثقہ کہا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کو جنابت کا یقین نہ ہوا ہو محض شبہ ہوا ہو، اس لئے احتیاطا خود نماز کا اعادہ کر لیا اور شبہ کی بناء پر لوگوں کو پریشان کرنا نہیں چاہا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کا اول یہی خیال ہو کہ امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوتی بعد میں مسئلہ معلوم ہوا ہو کہ مقتدیوں کی بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے اس احتمال کی تائید مصنف عبد الرزاق کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ ابوامامہؓ (صحابی) نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھائی، پھر خود نماز کا اعادہ کر لیا اور لوگوں نے اعادہ نہیں کیا تو حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ جن لوگوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی ان کو بھی نماز کا اعادہ کرنا چاہئے تھا، راوی کہتے ہیں کہ پھر سب نے حضرت علیؓ کے قول پر عمل کیا اور ابن مسعود بھی حضرت علیؓ کے موافق فتویٰ دیتے تھے اھ۔ اور گو یہ اثر ضعیف ہے مگر ضعیف روایت سے احتمال پیدا ہو سکتا ہے لہذا خصم کا استدلال صحیح نہ رہا اور حضرت عثمانؓ سے جو مروی ہے کہ انہوں نے بھی جنابت کی حالت میں نماز پڑھائی تو خود اعادہ کیا اور لوگوں کو اعادہ کا امر نہیں کیا۔ اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے مگر اس کے بعض راویوں کا حال معلوم نہیں ہوا پس اول تو بدون صحت سند کے استدلال تام نہیں اور اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو اس کی بھی وہی تاویل ہے جو اوپر گذری کہ شاید حضرت عثمانؓ کو جنابت کا یقین نہ ہوا ہو محض شبہ ہو یا حضرت عمرؓ کی طرح وہ بھی پہلے اسی کے قائل ہوں پھر حضرت علیؓ کے قول کی طرف رجوع کیا ہو، واللہ اعلم۔

إِنِّیْ لَاتَاَخَّرُ عَنْ صَلاَةِ الصُّبْحِ مِنْ اَجْلِ فُلاَنٍ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا ، فَمَا رَاَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ غَضِبَ فِیْ مَوْعِظَةٍ قَطُّ اَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ يَوْمَئِذٍ ، فَقَالَ : " يَا اَيُّهَا النَّاسُ ! اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ ، فَاَيُّكُمْ اَمَّ النَّاسَ فَلْيُوْجِزْ ، فَاِنَّ مِنْ وَرَائِهِ الْكَبِيْرَ وَالضَّعِيْفَ وَذَا الْحَاجَةِ " . رواه مسلم (١٨٨:١).

١٢٨٥ – عن : عثمان بن أبی العاص قال : آخِرُ مَا عَهِدَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَمَمْتَ قَوْماً فَاَخِفَّ بِهِمُ الصَّلاَةَ . رواه مسلم (١٨٨:١).

١٢٨٦ – عن : أبی هريرة ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قال : اِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ ، فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ ، وَالسَّقِيْمَ ، وَذَا الحَاجَةِ ، وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ ، فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ . أخرجه الشيخان وأبو داود ، والترمذی ، والنسائی ، والإمام أحمد كذا فی شرح عمدة الأحكام (٢٠٨:١).

باب امام پر تخفیف واجب ہے

۱۲۸۴ – ابو مسعود انصاریؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں فلاں شخص کی وجہ سے صبح کی نماز سے (یعنی جماعت سے) پیچھے رہ جاتا ہوں، کیونکہ وہ ہمیں لمبی نماز پڑھاتے ہیں (راوی کہتے ہیں کہ) پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو نصیحت کرنے میں اس دن سے زیادہ غصہ کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! بعض لوگ تم میں سے نفرت پیدا کرنے والے ہیں پس جو شخص لوگوں کا امام بنے اس کو مختصر نماز پڑھانا چاہئے کیونکہ اس کے پیچھے بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور کمزور بھی اور ضرورت مند بھی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں امام کو اختصار کا حکم ہے اور تطویل پر وعید ہے، اس لئے مجموعہ سے ثابت ہوا کہ امام پر تخفیف واجب ہے مگر چونکہ حدیث میں اس حکم کی علت بھی مذکور ہے کہ اس کا منشاء گرانیٔ قوم ہے تو اگر کسی جماعت کو تطویل گراں نہ ہو وہاں امام کو تطویل جائز ہوگی اور جہاں گرانی ہو وہاں اختصار لازم ہوگا۔

۱۲۸۵ – عثمانؓ بن ابی العاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سب سے آخری وصیت یہ فرمائی تھی کہ جب تم کسی قوم کے امام بنو تو ان کو خفیف نماز پڑھاؤ۔ اس کو بھی مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۲۸۶ – حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی پھلکی نماز پڑھائے کیونکہ ان میں کمزور بھی ہیں بیمار بھی ہیں ضرورت والے بھی ہیں اور جب تنہا نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی پڑھے۔ اس کو شیخین وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

باب جواز التطويل للمنفرد ولو بختم القرآن كله فى صلاة أو ركعة

١٢٨٧ – حدثنا : سليمان بن شعيب (الكيسانى) قال : ثنا عبد الرحمن بن زياد قال ثنا : زهير بن معاوية (الكوفى) عن عاصم الأحول عن ابن سيرين قال : كَانَ تَمِيمُ الدارى يُحْيِي اللَّيْلَ كُلَّهُ بِالْقُرْآنِ كُلِّهِ فِيْ رَكْعَةٍ . رواه الطحاوى (١:٢٠٥) وإسناده حسن محتج به فإن سليمان بن شعيب هذا وثقه أبو سعيد السمعانى ، كما فى الجوهر النقى (٢:٩٥) ووثقه العقيلى أيضا ، كما فى اللسان (٣:٩٦) ، ولم يذكر أحد فيه جرحا . وعبد الرحمن ابن زياد أظنه ابن أنعم الافريقى مختلف فيه . وقد وثقه البخارى ، كما مر غير مرة ، والباقون رجال الجماعة . وأخرجه ابن أبى شيبة فى مصنفه : حدثنا أبو معاوية (من رجال الجماعة) عن عاصم عن ابن سيرين به ، وهذا سند صحيح.

١٢٨٨ – حدثنا : ابن أبى داود قال : ثنا الحمانى قال : ثنا إسحاق بن سعيد عن أبيه عن عبد الله بن الزبير ﷺ أنه قَرَأَ الْقُرْآنَ فِيْ رَكْعَةٍ . رواه الطحاوى (١:٢٠٥) . وإسناده رجال مسلم إلا ابن أبى داود وثقه صاحب الجوهر النقى (٢:١٠٢). وفى الأذكار (ص:٤٨) للنووى : روى ابن أبى داود بإسناده الصحيح أن مجاهدا كَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِيْ رَمَضَانَ فِيْمَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

فائدہ: ان حدیثوں کی دلالت بھی مقصود پر ظاہر ہے اور تیسری حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تنہا نماز پڑھنے والے کیلئے کوئی حد متعین نہیں وہ جتنی چاہے لمبی قراءت کرے اجازت ہے۔

باب منفرد کو تطویل جائز ہے وہ اگر چاہے تو ایک نماز میں یا ایک رکعت میں سارا قرآن ختم کر لے

۱۲۸۷- ابن سیرینؒ سے روایت ہے کہ تمیم داریؓ (صحابی) ساری رات جاگتے اور ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیا کرتے تھے۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے اور ابن ابی شیبہ نے اس کو اپنے مصنف میں صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

۱۲۸۸- حضرت عبداللہؓ بن زبیر سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھا۔ اس کو بھی طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور ابن ابی داود نے سند صحیح سے روایت کیا ہے کہ مجاہدؒ رمضان میں مغرب وعشاء کے درمیان قرآن ختم کرلیا کرتے تھے۔

۱۲۸۹ – عن: عبد الرحمن بن عثمان التیمی قال: رَأَیْتُ عثمانَ ﷺ عندَ الْمَقَامِ ذَاتَ لَیْلَةٍ قَدْ تَقدَّمَ، فَقَرَأَ الْقُرْآنَ فِیْ رَکْعَةٍ ثُمَّ انْصَرَفَ، فَقُلْتُ: یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! اِنَّمَا صَلَّیْتَ رَکْعَةً قال: هِیَ وِتْرِیْ. رواه ابن المبارک فی الزهد، وابن سعد وابن أبی شیبة، وابن منیع، و الطحاوی، والدار قطنی، و البیهقی، و سنده حسن کذا فی کنز العمال (۶:۳۷۲).

باب وجوب متابعة الإمام، والنهی عن مسابقته

۱۲۹۰ – عن: أنس بن مالک ﷺ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قال: " اِنَّمَا جُعِلَ الاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ

۱۲۸۹ – عبدالرحمنؒ بن عثمان تیمی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات حضرت عثمانؓ (امیر المؤمنین) کو مقام ابراہیم کے پاس دیکھا کہ وہ آگے بڑھ کر کھڑے ہوئے اور ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر کے چلنے لگے تو میں نے عرض کیا امیر المؤمنین! آپ نے تو ایک ہی رکعت پڑھی ہے؟ فرمایا ہاں یہ میرا وتر ہے (اس کی تحقیق کتاب الوتر میں آئیگی)۔ اس کو ابن مبارک نے کتاب الزہد میں اور ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ابن منیع، طحاوی، دارقطنی اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے (کنز العمال)۔

فائدہ: ان آثار سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ منفرد کو ایک رات میں بلکہ ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر دینے کی اجازت ہے پس جن لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ پر اعتراض کیا ہے کہ وہ عبادت میں خلاف سنت مبالغہ کرتے تھے کہ ایک رات میں قرآن ختم کر لیا کرتے تھے، یہ اعتراض لغو ہے، کیونکہ حضرات اجلۂ صحابہؓ سے بھی ایک رات میں ختم قرآن ثابت ہے اور وہ حضرات خلاف سنت عمل نہیں کرتے تھے اور ابوداود و ترمذی نے جو عبداللہ بن عمرو سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو شخص تین دن سے کم میں قرآن ختم کرتا ہے وہ قرآن کو نہیں سمجھتا، اور ابوعبید نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین دن سے کم میں قرآن ختم نہ کرتے تھے (فتح الباری) اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث باعتبار غالب کے ہے یعنی غالب حالت لوگوں کی یہی ہے، یہ حکم کلی نہیں پس بعض افراد اس سے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں اور دوسری حدیث میں صرف حضور ﷺ کا فعل مذکور ہے جس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تین دن سے کم میں ختم قرآن جائز نہیں اور ایک حدیث قولی سے اس کا جواز ثابت ہے جس کو حاکم نے مستدرک میں عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں قرآن کس طرح پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سات راتوں میں ختم کیا کرو پھر میں اس سے کمی کی درخواست کرتا رہا یہاں تک کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن رات میں پڑھ لیا کرو لہٰذا اب ان ائمہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا جنہوں نے حضور ﷺ کی اجازت پر عمل کر کے ایک رات میں قرآن ختم کیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فَلاَ تَخْتَلِفُوْا عَلَيْهِ ". رواه البخاري ومسلم (زيلعي ١: ٢٤٩).

١٢٩١ – عن: الأعرج عن أبي هريرة ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قال: " إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَلاَ تَخْتَلِفُوْا عَلَيْهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَإِذَا قال: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا " الحديث رواه مسلم (١: ١٧٧).

باب امام کی متابعت واجب ہے اور اس سے سبقت کرنا ممنوع ہے

۱۲۹۰- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام تو اسی واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، پس تم اس سے اختلاف نہ کرو۔ اس کو شیخین نے روایت کیا ہے۔

۱۲۹۱- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام تو اسی واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، پس تم اس سے اختلاف نہ کرو، جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو، اور جب رکوع کرے تم بھی رکوع کرو، اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تم اللھم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: متابعتِ امام کی دو صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ مقتدی اس کے ساتھ ساتھ افعال کرے، دوسرے یہ کہ اس کے فعل کے بعد متصلاً اس فعل کو بجالائے، امام صاحب کے نزدیک پہلی صورت افضل ہے اور صاحبین کے نزدیک دوسری صورت، امام صاحب کی دلیل حدیث کا لفظ "لیؤتم بہ" ہے کیونکہ ائتمام کے اصل معنی لغت میں موافقت کے ہیں اور موافقت کامل طور پر اسی میں ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ ساتھ چلتا رہے، اور اس کے فعل کے بعد متصلاً فعل کو شروع کرنے میں کسی قدر اختلاف ضرور ہے جیسا کہ مشاہدہ سے معلوم ہوسکتا ہے اور اختلاف سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے لہٰذا متابعت کی وہ صورت افضل ہوگی جو اختلاف سے بالکل محفوظ ہو اور " واذا کبر فکبروا، واذا رکع فارکعوا " میں لفظ "فاء" تعقیب کیلئے نہیں ہے بلکہ "فاء" جزائیہ ہے اور وہ تعقیب پر دلالت نہیں کرتی (فتح الباری) پس اس سے تعقیب پر استدلال صحیح نہیں، اور حضرت براءؓ سے جو یہ روایت ہے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ سجدہ میں نہ پہنچ جاتے اس وقت تک ہم لوگ اپنی کمر کو نہیں جھکاتے تھے (بلکہ سیدھا کھڑے رہتے تھے)۔ (بخاری ومسلم)، اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جسم مبارک اخیر میں بھاری ہوگیا تھا جیسا کہ ابوداود کی ایک روایت میں وارد ہے اس لئے صحابہ مسابقت سے بچنے کیلئے ایسا کرتے تھے اور ایسی صورت میں اتفاقاً یہی افضل ہے کہ مقتدی اپنا رکوع وسجدہ امام کے رکوع وسجدہ میں پہنچ جانے کے بعد شروع کرے، گفتگو اس صورت میں ہے جب کہ امام کے ساتھ افعال ادا کرنے میں پیش قدمی کا اندیشہ نہ ہو تو احادیث قولیہ سے اس صورت میں امام صاحب کے قول کی تائید ہورہی ہے۔

۱۲۹۲ – عن : أبی صالح عن أبی هریرة ﷺ قال : کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یُعَلِّمُنَا یَقُوْلُ : "لَا تُبَادِرُوْا الإِمَامَ إِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاذَا قال : وَلَا الضَّالِّیْنَ ، فَقُوْلُوْا آمِیْنَ ، وَإِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا " الحدیث رواه مسلم (۱:۱۷۷).

۱۲۹۳ – عن : أنس ﷺ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ حَضَّهُمْ عَلَی الصَّلَاةِ وَنَهَاهُمْ اَنْ یَّنْصَرِفُوْا قَبْلَ اِنْصِرَافِهٖ مِنَ الصَّلَاةِ . أخرجه أبو داود (۱:۲٤۰) وسکت عنه . وفی الجوهر النقی (۱:۲۱۹) : سند جید .

۱۲۹٤ – عن أبی هریرة ﷺ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قال : اَلَّذِیْ یَخْفِضُ وَیَرْفَعُ قَبْلَ الإِمَامِ اِنَّمَا نَاصِیَتُهٗ بِیَدِ الشَّیْطَانِ . رواه البزار والطبرانی فی الأوسط ، وإسناده حسن (مجمع الزوائد ۱:۹٦).

۱۲۹۵ – عن : محمد بن زیاد قال : سَمِعْتُ اَبَا هریرة ﷺ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قال : اَمَا یَخْشٰی اَحَدُکُمْ اَوْ اَلَا یَخْشٰی اَحَدُکُمْ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ قَبْلَ الإِمَامِ اَنْ یَّجْعَلَ اللهُ رَاْسَهٗ

۱۲۹۲-ابوصالح، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو تعلیم دیا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ امام سے پیش قدمی نہ کرو، جب امام تکبیر کہے تب تکبیر کہو اور جب وہ ولا الضالین کہے تب تم آمین کہو اور جب وہ رکوع کرے تب تم رکوع کرو الحدیث۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۲۹۳-حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے صحابہ کو نماز پر برانگیختہ کیا اور امام کے نماز سے فارغ ہونے سے قبل انکو فارغ ہونے سے منع کیا (یعنی مقتدی نماز میں امام کے سلام سے پہلے سلام نہ پھیرے)۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

۱۲۹۴-حضرت ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص کہ جھکاتا ہے سر کو (رکوع اور سجدہ میں جانے کیلئے) اور اٹھاتا ہے سر کو (رکوع اور سجدہ سے) امام سے پہلے تو اس کی پیشانی شیطان ہی کے ہاتھ میں ہے (یعنی پیشانی کے بال شیطان نے پکڑ کر مغلوب کر رکھا ہے جس کی وجہ سے شریعت کی نافرمانی کر رہا ہے)۔ اس کو بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے (مجمع الزوائد)۔

۱۲۹۵-محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہؓ سے سنا، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی کو اس بات کا خوف نہیں کہ جب وہ امام سے پہلے سر اٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے

رَأْسَ حِمَارٍ، أَوْ يَجْعَلَ اللهُ صُوْرَتَهُ صُوْرَةَ حِمَارٍ. أخرجه البخاری (۱:۱۰۱).

باب انتقال المنفرد إماما وجواز الاقتداء بمن لم ينو الإمامة

١٢٩٦– عن: عائشة رضی الله عنها قال: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فِيْ حُجْرَتِهِ وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيْرٌ، فَرَأَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَامَ أُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهِ، فَأَصْبَحُوْا، فَتَحَدَّثُوْا بِذٰلِكَ، فَقَامَ اللَّيْلَةَ الثَّانِيَةَ، فَقَامَ مَعَهُ أُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهِ، صَنَعُوْا ذٰلِكَ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثاً حَتّٰى إِذَا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، فَلَمْ يَخْرُجْ. الحديث رواه البخاری (۱:۱۰۱).

١٢٩٧– ورواه أيضا عن زيد بن ثابت ﷺ، ولفظه: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اِتَّخَذَ حُجْرَةً، قال: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: مِنْ حَصِيْرٍ فِيْ رَمَضَانَ، فَصَلّٰى فِيْهَا لَيَالِيَ فَصَلّٰى بِصَلَاتِهِ

سر جیسا یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت جیسی کر دیں؟ اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے امام پر پیش قدمی کا ممنوع ہونا اور اس پر سخت وعید ہونا صراحۃً معلوم ہو رہا ہے اور یہی مذہب ہے حنفیہ کا اور جمہور امت کا، البتہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی جبکہ تھوڑی دیر امام کے ساتھ رکن میں شرکت ہو چکی ہو ہاں گناہ اور کراہت لازم آئے گی واللہ اعلم۔

باب جو تنہا نماز پڑھ رہا ہو اس کے ساتھ جب دوسرا مل جائے تو وہ امام ہو جاتا ہے اور ایسے شخص کی اقتداء جائز ہے جس نے امام بننے کی نیت نہ کی ہو

١٢٩٦- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اپنے حجرہ میں (جو اعتکاف کیلئے رمضان میں چند بوریوں کو ملا کر مسجد میں بنالیا گیا تھا) نماز پڑھ رہے تھے اور حجرہ کی دیوار چھوٹی تھی اس لئے لوگوں کو رسول اللہ کا جسم (نماز میں کھڑے ہوئے) نظر آتا تھا تو چند لوگ آپ ﷺ کی نماز کے ساتھ (مقتدی ہو کر) نماز پڑھنے لگے پھر (صبح کو) اس کا چرچا ہوا تو دوسری رات اور لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے، دو رات یا تین رات ایسا ہی کیا، اس کے بعد (رسول اللہ ﷺ کو جو اس کی اطلاع ہوئی تو) رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

١٢٩٧- اور زید بن ثابتؓ سے بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے رمضان المبارک میں (عبادت کے لئے) ایک حجرہ (مسجد میں) بنایا اور میرے خیال میں وہ چٹائی کا تھا جس میں آپ ﷺ نے کئی راتیں نماز پڑھی، پھر لوگ بھی آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز

نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ ، فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ . الحديث.

١٢٩٨– عن : أنس ﷺ قال : كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ ، فَجِئْتُ ، فَقُمْتُ خَلْفَهُ ، وَجَاءَ رَجُلٌ فَقَامَ اِلَى جَنْبِيْ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ حَتّٰى كُنَّا رَهْطاً ، فَلَمَّا اَحَسَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنَّا خَلْفَهُ تَجَوَّزَ فِيْ صَلَاتِهِ ثُمَّ قام ، فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَصَلّٰى صَلَاةً لَمْ يُصَلِّهَا عِنْدَنَا ، فَلَمَّا اَصْبَحْنَا قُلْنَا : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اَفَطِنْتَ بِنَا اللَّيْلَةَ ؟ قال : نَعَمْ فَذٰلِكَ الَّذِيْ حَمَلَنِيْ عَلٰى مَا صَنَعْتُ . رواه الإمام أحمد ومسلم (نيل الأوطار ٣:٢٥).

١٢٩٩– عن : أبي سعيد ﷺ أن النبي ﷺ رأى رجلا يصلي وحده فقال : ألا

پڑھنے لگے، پھر جب آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایک دو رات تک حضور ﷺ کو صحابہ کے فعل کی اطلاع نہیں ہوئی تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ آپ ﷺ نے امامت کی بھی نیت نہیں کی تھی تو اگر امام کی نیتِ امامت نہ کرنے سے مقتدی کی نماز باطل ہو جاتی تو حضور ﷺ اس مسئلہ پر ضرور متنبہ فرماتے مگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا بلکہ صرف یہ فرمایا کہ میں نے اس واسطے قیام کو ترک کر دیا تھا کہ یہ نماز فرض نہ ہو جائے جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے جو تراویح کے باب میں آئیں گی۔

١٢٩٨- حضرت انسؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ رمضان میں نماز پڑھ رہے تھے تو میں بھی آ کر آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور ایک شخص میری جانب میں آ کر کھڑا ہو گیا، پھر ایک دوسرا شخص آیا یہاں تک کہ ہم ایک گروہ ہو گئے، سو جب رسول اللہ ﷺ نے معلوم کیا کہ ہم آپ ﷺ کے پیچھے ہیں تو آپ ﷺ نے اپنی نماز میں اختصار کیا، پھر آپ ﷺ کھڑے ہو کر اندر چلے گئے اور وہاں جو نماز پڑھی وہ ہمارے سامنے نہ تھی، پھر صبح کو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ کو ہماری اطلاع ہو گئی تھی؟ فرمایا ہاں! اور اسی لئے تو میں نے ایسا کیا۔ اس کو امام احمد اور مسلم نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار)۔

فائدہ: ظاہر ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز شروع کی تو جماعت نہ تھی پھر صحابہ آ گئے تو جماعت ہو گئی اور آپ ﷺ ان کے امام ہوئے، پس اس سے معلوم ہوا کہ منفرد کے ساتھ کوئی شخص آ کر شریک ہو جائے تو وہ امام بن جاتا ہے، پھر چونکہ آپ ﷺ نے امامت کی نیت نہ کی تھی جیسا کہ ظاہر ہے کہ مقتدیوں کا علم آپ ﷺ کو بعد ان کے شامل ہو جانے کے ہوا تو اس سے معلوم ہوا کہ امام کو مقتدیوں کی امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں اور مقتدی ایسے شخص کی اقتداء کر سکتا ہے جس نے اس کی امامت کی نیت نہ کی ہو۔

١٢٩٩- حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (نماز سے فراغت پا کر) ایک شخص کو تنہا نماز پڑھتے

رَجُلٌ يَتَصَدَّقُ عَلى هذَا ، فَيُصَلِّى مَعَهُ . أخرجه أبو داود وحسنه الترمذى ، وصححه ابن خزيمةوابن حبان و الحاكم (فتح البارى ١:١٦١). قلت : ولفظ الترمذى (١:٣٠) : جَاءَ رَجُلٌ وَقَدْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فقال : " اَيُّكُمْ يَتَّجِرُ عَلى هذَا؟ فَقَامَ رَجُلٌ وَصَلّٰى مَعَهُ " اه.

باب إدراك الركعة بإدراك الركوع مع الإمام ، وكراهة صلاة المنفرد خلف الصف ، واستحباب دخول المسبوق مع الإمام على أى حال كان

١٣٠٠ – عن : الحسن عن أبى بكرة ﷺ اَنَّهُ اِنْتَهى اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ رَاكِعٌ ، فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يَصِلَ اِلَى الصَّفِّ ، فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فقال : زَادَكَ اللهُ حِرْصًا ، وَلَا تَعُدْ . رواه البخارى . قال الحافظ فى الفتح (٢:٢٢٢) : وللطحاوى من رواية حماد بن سلمة عن الأعلم : وَقَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ وفى رواية يونس بن عبيد عن الحسن عند الطبرانى فقال :

ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا کوئی ایسا آدمی نہیں جو اس پر احسان کرے کہ اس کے ساتھ نماز پڑھ لے (تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے اس کے ساتھ نماز پڑھی)۔ اس کو ابوداود و ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے اور ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے (فتح الباری)۔

__فائدہ__: یہاں بھی ظاہر ہے کہ جس شخص نے تنہا نماز شروع کی تھی اس کے ساتھ دوسرا مل گیا تو وہ امام ہو گیا اور دوسرا مقتدی ہو گیا اور پہلے شخص نے ابتداء امامت کی نیت نہ کی تھی گو بعد میں کر لی ہو تو مقصود باب اس سے بھی ثابت ہو گیا اور یہ حدیث نماز فرض کے بارہ میں ہے اور پہلی حدیثیں نفل کے بارہ میں تھیں پس ثابت ہوا کہ فرض و نفل دونوں میں یکساں حکم ہے، پس یہ حدیث امام احمدؒ پر حجت ہے کہ وہ نفل و فرض کے حکم میں فرق کرتے ہیں۔

باب رکعت کا پالینا امام کے ساتھ رکوع کے پالینے سے اور صف کے پیچھے تنہا شخص کی نماز کا مکروہ ہونا اور مسبوق کیلئے اس بات کا مستحب ہونا کہ امام کے ساتھ شامل ہو جائے جس حالت پر بھی امام ہو

١٣٠٠- حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ کے پاس پہنچے اس حال میں کہ آپ ﷺ رکوع میں تھے پس انہوں نے صف میں ملنے سے پہلے رکوع کر لیا، پھر نبی ﷺ سے اسکا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری حرص (نیک کاموں پر) بڑھادے، دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور فتح الباری میں طحاوی کی روایت سے اس حدیث میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کا سانس چڑھ گیا تھا اور طبرانی کی روایت سے یہ بڑھایا ہے کہ آپ ﷺ نے دریافت کیا تم میں یہ سانس والا کون ہے؟

أَيُّكُمْ صَاحِبُ هٰذَا النَّفَسِ؟ قال: خَشِيْتُ اَنْ تَفُوْتَنِيْ الرَّكْعَةُ مَعَكَ اه.

۱۳۰۱– عن: علي وابن مسعود رضي الله عنهما قالا: مَنْ لَمْ يُدْرِكِ الرَّكْعَةَ فَلاَ يَعْتَدُّ بِالسَّجْدَةِ. رواه الطبراني في الكبير، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ۱: ۱۷۲).

۱۳۰۲– عن: زيد بن وهب قال: دَخَلْتُ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ الْمَسْجِدَ وَالاِمَامُ رَاكِعٌ فَرَكَعْنَا ثُمَّ مَضَيْنَا حَتّٰى اسْتَوَيْنَا بِالصَّفِّ. فَلَمَّا فَرَغَ الاِمَامُ قُمْتُ اَقْضِيْ، فَقَالَ: قَدْ اَدْرَكْتَهُ. رواه الطبراني في الكبير ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ۱: ۱۷۲).

۱۳۰۳– حدثنا: ابن أبي داود قال: ثنا ابن أبي مريم قال: نا ابن أبي الزناد قال: أخبرني أبي عن خارجة بن زيد بن ثابت: اِنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ كَانَ يَرْكَعُ عَلٰى عَتَبَةِ الْمَسْجِدِ وَوَجْهُهُ اِلَى الْقِبْلَةِ ثُمَّ يَمْشِيْ مُعْتَرِضًا عَلٰى شِقِّهِ الاَيْمَنِ ثُمَّ يَعْتَدُّ بِهَا اِنْ وَصَلَ اِلَى الصَّفِّ

انہوں نے عرض کیا کہ میں ڈرا آپ ﷺ کے ساتھ اپنے رکوع کے فوت ہونے سے۔

فائدہ: چونکہ نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا اس سے معلوم ہوا کہ ان کی نماز صحیح ہوگئی اور ان کو رکعت مل گئی اور چونکہ آئندہ ایسا کرنے کی ممانعت کی، اس سے اس فعل کی کراہت معلوم ہوئی، یعنی صف کے پیچھے تنہا شخص کے نماز پڑھنے کی کراہت، اور دعا دینا اس بناء پر تھا کہ کار خیر میں انہوں نے جلدی کی تھی اور انکار اور ممانعت اس بناء پر کہ یہ جلدی بے موقع تھی اور علامہ شوکانی وغیرہ نے جو یہ احتمال نکالا ہے کہ شاید ابوبکرہ نے اس رکعت کا اعادہ کرلیا ہو، یہ احتمال باطل ہے کیونکہ اول تو حدیث کے الفاظ سے معلوم ہورہا ہے کہ حضور ﷺ نے یہ سوال نماز کے بعد فوراً کیا اور ابوبکرہ نے معاً جواب دیا تو قضا کا موقع کہاں تھا، دوسرے کسی طریق میں قضا کا ذکر نہیں لہٰذا یہ احتمال بلا دلیل ہے۔

۱۳۰۱- حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ جس نے رکوع نہیں پایا تو وہ سجدہ کو شمار نہ کرے (یعنی رکوع نہ ملنے سے رکعت فوت ہوگئی لہٰذا سجدہ اس اعتبار سے قابل شمار نہیں)۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

۱۳۰۲- زید بن وہب سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں اور ابن مسعودؓ مسجد میں آئے حالانکہ امام رکوع میں تھے پس ہم نے بھی رکوع کیا (صف میں پہنچنے سے پہلے) پھر ہم چلے یہاں تک کہ صف کے برابر میں (کھڑے) ہوگئے، پھر جب امام فارغ ہوئے تو میں کھڑے ہوکر رکعت قضا کرنے لگا، پس فرمایا ابن مسعودؓ نے کہ تم نے رکوع پالیا (نماز پوری ہوگئی، اب رکعت قضا نہ کرو)۔

۱۳۰۳- حضرت خارجہ بن زید بن ثابت سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ (صحابی) مسجد کی چوکھٹ پر رکوع کرتے

أَوْ لَمْ يَصِلُ. رواه الإمام الطحاوی (١:٢٣٢) ورجاله رجال الجماعة غير ابن أبی داود وهو ثقة ، كما مر ، وابن أبی الزناد وإن تكلم فيه ، فقد قال : أحمد : يروی عنه ، وقال أيضا : أحاديثه صحاح ، وقال ابن معين فی رواية : حجة ، ووثقه مالك ، والترمذی ، والعجلی ، وصحح الترمذی عدة من أحاديثه ، وقال فی اللباس : ثقة حافظ كذا فی التهذيب (٦:١٧٢و١٧٣) وقال الذهبی فی الميزان : (٢:١١١) هو إنشاء الله حسن الحال فی الرواية اه . قلت : فالحديث حسن حجة.

١٣٠٤– عن : أبی هريرة ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ: إِذَا جِئْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهَا شَيْئًا ، وَمَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ . رواه أبو داود وسكت عنه هو والمنذری ، وتكلم فيه البخاری ، كما فی عون المعبود (١:٣٣٢) وسيأتی الجواب عن كلامه ، وأخرجه الحاكم فی المستدرك (١:٢١٦) وقال : صحيح الإسناد ولم يخرجاه ، ويحيی بن أبی سليمان من ثقات المصريين اه . وأقره عليه الذهبی فی تلخيصه.

حالانکہ ان کا منہ قبلہ کی جانب ہوتا، پھر اپنی دائیں جانب سے چوڑان میں آگے بڑھ جاتے پھر اس (رکوع) کو شمار کرتے اگر صف تک پہنچتے (تو بھی) یا نہ پہنچتے (تو بھی)۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحاح ستہ کے راوی ہیں بجز استاد طحاوی کے اور وہ ثقہ ہیں پس حدیث حجت ہے۔

۱۳۰۴- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز میں اس حال میں پہنچو کہ ہم (اور اسی طرح ہر امام) سجدہ میں ہو تو تم بھی سجدہ کرلو اور اس کو کچھ شمار نہ کرو اور جس نے رکوع پالیا تو اس نے نماز پالی۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر انہوں نے اور منذری نے سکوت کیا ہے اور اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں اور ذہبی نے تلخیصِ مستدرک میں اس کی تصحیح کی ہے اور امام بخاری نے جو اس میں کلام کیا ہے اس کا جواب حاشیہ عربیہ میں مذکور ہے۔

فائدہ: علامہ شوکانی اور ان کے متبعین اہل ظاہر غیر مقلدین نے اس حدیث میں یہ احتمال نکالا ہے کہ رکعت سے رکوع مراد نہیں بلکہ پوری رکعت مراد ہے اور یہ احتمال لغو ہے کیونکہ احادیث میں جب لفظ رکعت کو سجدہ کے ساتھ ذکر کیا جا ہے تو اس سے رکوع ہی مراد ہوتا ہے نہ کہ پوری رکعت جس کی بہت سی نظائر حاشیہ عربی میں بیان کی گئی ہیں، دوسرے حضرات صحابہ کے آثار بھی اس مسئلہ میں وارد ہیں ان میں تو رکعت سے مراد رکوع کے سوا کچھ نہیں پس وہ آثار حدیث کی شرح کر رہے ہیں کہ اس میں بھی رکعت سے مراد

۱۳۰۵– عن : أبی هريرة ﷺ مرفوعا : " مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَدْرَكَهَا قَبْلَ أَنْ يُقِيمَ الإِمَامُ صُلْبَهُ " . أخرجه ابن خزيمة في صحيحه واحتج به ، كما فى التلخيص الحبير (۱:۱۲۷) ، وأخرجه ابن حبان فى صحيحه أيضا وصححه ، قاله ابن حجر المكى (مرقاة ۲:۱۰۳).

۱۳۰۶– أخبرنا : مالك أخبرنا نافع عن ابن عمر ﷺ أنه كان يقول : " إِذَا فَاتَتْكَ الرَّكْعَةُ فَاتَتْكَ السَّجْدَةُ ". أخرجه محمد فى الموطا (ص–۱۰۱) وسنده صحيح و اخرجه عن نافع عن ابى هريرة نحوه كما فى عون المعبود (۱–۳۳۵) وامام الكلام (ص:۵۹) وليس فى النسخة الموجودة عندنا ، فلعله فى بعض نسخه.

۱۳۰۷– مالك : أنه بلغه أن ابن عمر وزيد بن ثابت رضى الله عنهما كانا يقولان

رکوع ہی ہے اور مطلب یہ ہے کہ رکوع کے پالینے سے رکعت مل جاتی ہے یہ ضروری نہیں کہ امام کو قیام کی حالت میں اتنی دیر تک پائے کہ جس میں سورۃ فاتحہ پڑھ سکے اور اس مطلب کی تائید حضرت ابوہریرہؓ کی دوسری حدیث سے ہوتی ہے جو ابھی آتی ہے۔

۱۳۰۵–حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز کا رکوع پالے پہلے اس سے کہ امام سر کو اٹھائے تو اس نے نماز پالی۔اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور اس سے احتجاج کیا ہے (تلخیص حبیر) اور ابن حبان نے بھی اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے (مرقاۃ)۔

فائدہ: اس حدیث میں یہ لفظ کہ ''پہلے اس سے کہ امام سر کو اٹھائے'' صاف بتلا رہا ہے کہ رکعت سے مراد رکوع ہے پوری رکعت مراد نہیں اور ثابت ہو گیا کہ رکوع کے پانے سے رکعت مل جاتی ہے یہی قول ہے جمہور امت کا حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ اور اکثر علماء اسی طرف گئے ہیں لیکن صرف امام بخاری، بعض شافعیہ اور اہل ظاہر اس طرف گئے ہیں کہ رکوع پانے سے رکعت حاصل نہیں ہوتی بلکہ بقدر سورۃ فاتحہ کے قیام کا پانا ضروری ہے مگر یہ قول خلاف اجماع ہے کیونکہ ان حضرات سے پہلے صحابہ و تابعین کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ رکوع کے پانے سے رکعت مل جاتی ہے جیسا کہ حاشیہ عربیہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

۱۳۰۶–امام مالکؒ نافع سے اور وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم سے رکوع فوت ہو گیا تو سجدہ بھی فوت ہو گیا (یعنی وہ رکعت پوری فوت ہو گئی)۔اس کو امام محمدؒ نے موطأ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور اس کو مالکؒ نے نافع سے ابوہریرہؓ سے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ عون المعبود اور امام الکلام میں ہے۔

۱۳۰۷–امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ جو

: " مَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ السَّجْدَةَ ". أخرجه مالك فى موطاه (ص:۴) ، وبلاغه صحيح كما سنبينه ، وهذا لفظ يحيى ، وأما القعنبى و ابن بكير وأكثر الرواة للموطأ ، فرووه عن مالك أنه بلغه أن عبد الله بن عمر وزيد بن ثابت كانا يقولان : " مَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ الاِمَامُ رَاْسَهُ فَقَدْ اَدْرَكَ السَّجْدَةَ " . كذا فى غيث الغمام (ص:۷۰٦) نقلا عن الاستذكار.

۱۳۰۸ – مالك : أنه بلغه أن أبا هريرة ﷺ كان يقول : " مَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ السَّجْدَةَ ، وَمَنْ فَاتَهُ قِرَائَةُ اُمِّ الْقُرْآنِ فَقَدْ فَاتَهُ خَيْرٌ كَثِيْرٌ ". أخرجه مالك فى الموطا (ص:٤).

شخص رکوع کو پالے اس نے سجدہ بھی پالیا۔ اس کو امام مالکؒ نے مؤطا میں روایت کیا ہے بروایتِ یحییٰ کے اور قعنبی اور ابن بکیر اور اکثر راویان مؤطا کے یہ الفاظ ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص رکوع امام کے سر اٹھانے سے پہلے پالے اس نے سجدہ بھی پالیا (غیث الغمام اور استذکار ابن عبدالبر)۔ میں کہتا ہوں کہ امام مالکؒ کا بلاغ حجت ہے جیسا کہ حاشیہ عربیہ میں بیان کیا گیا ہے پس یہ اثر صحیح ہے اور اس کی دلالت مقصود پر ظاہر ہے۔

۱۳۰۸- امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے رکوع پالیا اس نے سجدہ بھی پالیا اور جس سے سورۃ فاتحہ کی قراءت فوت ہوگئی اس سے بڑی خیر فوت ہوگئی۔ اس کو بھی مالکؒ نے مؤطا میں روایت کیا ہے (امام الکلام)۔

<u>فائدہ</u>: مطلب یہ ہے کہ گو رکوع پالینے سے رکعت مل گئی مگر نقصان کے ساتھ ملی کیونکہ رکوع سے قیام کا حاصل ہونا حکمی ہے حقیقی نہیں، اس اثر سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہؓ بھی دوسرے صحابہ کی طرح اس کے قائل تھے کہ رکوع پالینے سے رکعت مل جاتی ہے (رہا وہ نقصان جو فاتحہ کے فوت ہونے سے ہوتا ہے یہ سب کے نزدیک متفق علیہ ہے) پس علامہ شوکانی وغیرہ کا یہ قول رد ہو گیا کہ ابو ہریرہؓ کے اختلاف کے ساتھ اس مسئلہ میں صحابہ کا اجماع کہاں ہوا؟ سو ہم نے بتلا دیا کہ ابو ہریرہؓ بھی جمہور صحابہ کے موافق ہیں مخالف نہیں اور چونکہ مالکؒ کا بلاغ حجت ہے اس لئے اس اثر کی صحت میں کلام نہیں ہوسکتا خصوصاً جبکہ امام محمدؒ نے اس کو بواسطہ مالکؒ کے نافعؒ سے ابو ہریرہؓ سے موصولاً بھی روایت کیا ہے اور جس اثر سے حضرت ابو ہریرہؓ کا خلاف ثابت کیا گیا ہے اس کی سند میں کلام ہے اور ابو ہریرہؓ جمہور کے خلاف کیونکر ہو سکتے ہیں جبکہ وہ خود رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث روایت کر رہے ہیں کہ جو شخص اس سے پہلے کہ امام اپنی کمر سیدھی کرے رکوع پالے تو اس نے نماز پالی، پھر ان کا فتویٰ بھی اسی حدیث کے موافق ہے جیسا کہ امام مالکؒ اور امام محمدؒ کی روایت سے معلوم ہوا۔

۱۳۰۹ – عن : وابصة بن معبد ﷺ : " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلاً يُصَلِّيْ خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُعِيْدَ الصَّلَاةَ ". أخرجه أصحاب السنن ، وصححه أحمد وابن خزيمة وغيرهما .

۱۳۱۰ – ولابن خزيمة أيضا من حديث علي بن شيبان نحوه ، وزاد : " لَا صَلَاةَ لِمُنْفَرِدٍ خَلْفَ الصَّفِّ ". كذا في فتح الباري وفي بلوغ المرام (۱:۸۶) : رواه أحمد وأبو داود ، والترمذي ، وحسنه ، وصححه ابن حبان (۲:۲۲۳).

۱۳۱۱ – وله عن طلق : " لَا صَلَاةَ لِمُنْفَرِدٍ خَلْفَ الصَّفِّ ". اه.

۱۳۱۲ – عن : أبي هريرة ﷺ مرفوعا : " إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الصَّلَاةَ فَلَا يَرْكَعْ دُوْنَ الصَّفِّ حَتّٰى يَأْخُذَ مَكَانَهُ مِنَ الصَّفِّ " . رواه الطحاوي بإسناد حسن كذا في فتح الباري (۲:۲۲۳).

۱۳۰۹ – حضرت وابصہ بن معبد سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھتے دیکھا تو اس کو نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ اس کو اصحاب سنن نے روایت کیا ہے اور امام احمد اور ابن خزیمہ وغیرہما نے صحیح کہا ہے اور ترمذی نے حسن اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

۱۳۱۰ – ابن خزیمہ کی ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ منفرد کی نماز صف کے پیچھے (کامل) نہیں ہوتی۔

۱۳۱۱ – اور ابن حبان کی روایت میں یہ بھی ہے کہ منفرد کی نماز صف کے پیچھے (کامل) نہیں ہوتی۔

<u>فائدہ</u>: امر اعادہ استحباب پر محمول ہے کیونکہ حدیث ابوبکرہ میں پہلے عدم اعادہ ثابت ہو چکا ہے پس عدم اعادہ جواز پر اور اعادہ استحباب پر محمول ہے اور اس تطبیق سے دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہا اور ابن خزیمہ و ابن ماجہ نے اس کو علی بن شیبان سے بھی روایت کیا ہے، اس کے الفاظ ابن ماجہ و احمد کے نزدیک یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے اس کو نماز کے اعادہ کا حکم فرمایا، اس سے صاف معلوم ہوا کہ اعادہ کا حکم بطور استحباب کے تھا، اگر اس شخص کی پہلی نماز باطل ہوتی تو آپ ﷺ اس کی فراغت کا انتظار نہ فرماتے بلکہ دیکھتے ہی فوراً اعادہ کا حکم دے دیتے۔

۱۳۱۲ – حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جب کوئی تم میں سے نماز میں آوے تو صف سے ورے رکوع نہ کرے یہاں تک کہ اپنی جگہ صف میں سے لے لیوے۔ اس کو طحاوی نے بسند حسن روایت کیا ہے، ایسا ہی فتح الباری میں ہے۔

۱۳۱۳– عن عبد العزيز بن رفيع عن أناس من أهل المدينة أن النبي ﷺ قال : " مَنْ وَجَدَنِيْ قَائِماً اَوْ رَاكِعاً اَوْ سَاجِداً ، فَلْيَكُنْ مَعِيَ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ اَنَا عَلَيْهَا " : رواه سعيد بن منصور في سننه وفي الترمذي نحوه عن علي ومعاذ بن جبل مرفوعا وفي إسناده ضعف لكنه ينجبر بطريق سعيد بن منصور المذكورة كذا في فتح الباري (۲۲۳:۲).

۱۳۱٤– عن : عبد الرحمن بن أبي ليلى قال ثنا أصحابنا أن رسول الله ﷺ فذكر الحديث بطوله ، وفيه : فقال مُعَاذٌ : لَا اَرَاهُ عَلَى حَالٍ اِلَّا كُنْتُ عَلَيْهَا قَالَ : فَقَالَ : " اِنَّ مُعَاذًا قَدْ سَنَّ لَكُمْ سُنَّةً كَذٰلِكَ فَافْعَلُوْا " . رواه أبو داود (۹۳:۱مع العون) وفي عون المعبود : قال ابن رسلان في شرح النسن : قال شيخنا الحافظ ابن حجر في رواية أبي بكر ابن أبي شيبة وابن خزيمة ، والطحاوي ، والبيهقي : حدثنا أصحاب محمد ﷺ، ولهذا صححها ابن حزم ، وابن دقيق العيد انتهى.

باب استحباب اختلاج المنفرد رجلا من الصف ليقوم معه

۱۳۱۵– عن : مقاتل بن حيان مرفوعا : " اِنْ جَاءَ رَجُلٌ فَلَمْ يَجِدْ اَحَداً فَلْيَخْتَلِجْ

۱۳۱۳–حضرت عبدالعزیز بن رفیع ، اہل مدینہ میں سے چندلوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص مجھے قیام میں پائے یارکوع میں یاسجدہ میں تو چاہئے کہ میرے ساتھ اس حالت پر ہوجائے جس پر کہ میں ہوں۔اس کوسعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور ترمذی میں حضرت علیؓ اور معاذؓ بن جبل سے مرفوعاً اس کی مثل ہے اور اس کی سند میں ضعف ہے لیکن وہ ضعف سعید بن منصور کی سند مذکور سے ختم ہوجاتا ہے۔ایسا ہی فتح الباری میں ہے۔

۱۳۱۴–حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ ہم سے ہمارے اصحاب نے (اصحاب نبی ﷺ نے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے) حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، پھر حدیث ذکر کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ معاذؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو کسی حال پر (نماز میں) نہ دیکھوں گا مگر اسی حال پر ہوجاؤں گا، راوی کہتے ہیں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معاذؓ نے تمہارے لئے طریقہ نکال دیا سوتم بھی ایسا ہی کیا کرو۔اس کو ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے اور ابن حزم اور ابن دقیق العید نے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ امام جس حالت پر ہو آنے والا اسی میں شریک ہوجائے۔

اِلَيهِ رَجُلاً مِنَ الصَّفِّ ، فَلْيَقُمْ مَعَهُ ، فَمَا أعْظَمَ أجْرَ الْمُخْتَلِجِ ". (التلخيص الحبير ۱:۱۲۵).
ولم أقف على سنده تفصيلا ، وهو معضل ، فإن مقاتلا من أتباع التابعين ، كما فى التقريب (ص:۲۱۳) ، وسكت عنه الحافظ فى التلخيص ، ولم يجرح أحدا من رواته ، وكلام ابن الامير اليمانى فى سبل السلام (۱:۱۵۱) يشعر بأنه لا علة له سوى الإرسال وهو لا يضر عندنا.

۱۳۱۶– عن : وابصة بن معبد ﷺ قَالَ : اِنْصَرَفَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَرَجُلٌ يُصَلِّيْ خَلْفَ الْقَوْمِ ، فَقَالَ : " يَا أيُّهَا الْمُصَلِّيْ وَحْدَه! اَلاَ تَكُوْنُ وَصَلْتَ صَفًّا ، فَدَخَلْتَ مَعَهُمْ ؟ اَوْ اِجْتَرَرْتَ اِلَيْكَ رَجُلاً اِنْ ضَاقَ بِكُمُ الْمَكَانُ اَعِدْ صَلاَتَكَ ، فَاِنَّهُ لاَ صَلاَةَ لَكَ ". رواه ابو يعلى ، وفيه السرى بن إسماعيل ، وهو ضعيف (مجمع الزوائد ۱:۱۸۰) وقال الحافظ فى التلخيص (۱:۱۲۵) : لكن فى تاريخ إصبهان لأبى نعيم له طريق أخرى وفيها قيس بن الربيع ، وفيه ضعف اه . قلت : قيس وثقه الثورى ، وشعبة وروى عنه ، وقال عفان : ثقة ، ووثقه أبو الوليد ، وقال : حسن الحديث ، وأثنى عليه معاذ بن معاذ ، وقال ابن عيينة : ما رايت بالكوفة أجود حديثا منه ، و تكلم فيه آخرون كما فى التهذيب (۸:۳۹۲)

باب مستحب ہوناصف سے پیچھے تنہا نماز پڑھنے والے کیلئے صف میں سے کسی شخص کو کھینچ لینا تا کہ اس کے ساتھ کھڑا ہوجائے

۱۳۱۵-مقاتل بن حیان سے مرفوعاروایت ہے کہ اگر کوئی شخص آئے اور کسی کو (اپنے ساتھ ملکر کھڑاہونے والا) نہ پائے تو چاہئے کہ اپنی طرف ایک شخص کو صف میں سے کھینچ لے، پھراس کے ساتھ کھڑا ہوجائے،اس لئے کہ کس قدر بڑااجر ہے کھینچنے والے کا۔ اس کوابوداود نے مراسیل میں روایت کیا ہے،اور مقاتل اتباع تابعین میں سے ہیں پس سند معضل ہےاور تفصیلی سند پر وقوف بھی نہ ہوسکا نیز اس باب کی دیگر احادیث بھی ضعیف ہی ہیں مگر مجموعہ سے ایک نوع کی قوت حاصل ہوگئی ہے۔

۱۳۱۶-حضرت وابصہ بن معبد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرااس حال میں کہ ایک شخص قوم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے تنہا نماز پڑھنے والے صف کو کیوں نہ ملا کہ ان کے ساتھ داخل ہوجاتا یا اپنی طرف کسی آدمی کو کھینچ لیتا، اگرتم پر جگہ تنگ ہوگئی تھی، اپنی نماز لوٹاؤ کیونکہ تمہاری نماز (کامل) نہیں ہے۔اس کو ابویعلی نے روایت کیا ہے اوراس میں سری بن اسمٰعیل ہیں اوروہ ضعیف ہیں مگر حافظ نے تلخیص میں فرمایا ہے کہ ابونعیم نے تاریخ اصبہان میں اس کو دوسرے طریق سے روایت

فالحديث حسن ، ولذا قال بعض الأفاضل فى حاشية بلوغ المرام (۱:۷۵) : وأحاديث جذب المصلى المنفرد إلى نفسه رجلا يقيمه إلى جنبه بعضها ضعيف ، وبعضها حسن ويقوى بعضها بعضا اه.

باب كراهة أن يؤم قوما وهم يكرهونه

۱۳۱۷– عن أبى أمامة ﷺ يقول : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: " ثَلاَثَةٌ لاَ تُجَاوِزُ صَلاَتُهُمْ آذَانَهُمْ : اَلْعَبْدُ الآبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ ، وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ ، وَإِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ ". رواه الترمذى (۱:۴۷) وقال : حسن غريب ، انفرد الترمذى بإخراجه وقد ضعفه البيهقى . قال النووى فى الخلاصة : والارجح هنا قول الترمذى ، وفى إسناده أبو غالب الراسبى صحح الترمذى حديثه ، ووثقه الدار قطنى اه (نيل الأوطار ، ۳:۵۴).

کیا ہے جس میں قیس بن الربیع ہے اور اس میں کچھ ضعف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قیس کو سفیان ثوریؒ اور شعبہ نے ثقہ کہا ہے اور بہت لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے، پس حدیث حسن ہے اسی لئے بعض فضلاء نے حاشیہ بلوغ المرام میں لکھا ہے کہ اس باب میں بعض احادیث ضعیف ہیں بعض حسن ہیں اور سب کے مجموعہ سے تقویت ہوگئی۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی مقصودِ باب پر دلالت ظاہر ہے مگر فقہاء نے فرمایا ہے کہ آج کل اس پر عمل مناسب نہیں کیونکہ زمانہ جہل کا ہے، آج کل کسی کو صف میں سے کھینچنا اس کی نماز کو فاسد کرنا اور قلوب میں دشمنی پیدا کرنا ہے۔

باب قوم کی امامت کرنا ایسے شخص کیلئے مکروہ ہے جس سے قوم ناخوش ہو

۱۳۱۷–حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین شخص ہیں کہ جن کی نماز ان کے کانوں سے آگے نہیں بڑھتی (یعنی ثواب کامل نہیں ہوتا) ایک تو غلام کہ بھاگا ہوا اپنے مالک سے یہاں تک کہ لوٹ آوے، اور دوسرے وہ عورت کہ جس نے رات گذاری ہو اس حال میں کہ خاوند اس کا اس سے خفا ہو، اور تیسرے وہ امام کسی قوم کا جس سے وہ لوگ ناخوش ہوں۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن غریب کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس امام سے لوگ ناخوش ہوں اس کی نماز کامل نہیں ہوتی، پس مقتدیوں کی نماز پر بھی اس کا اثر ہوگا اور ان کی نماز بھی مکروہ ہوگی، ہاں جو مقتدی اس کے معزول کرنے اور کہیں قریب جماعت حاصل کرنے پر قادر نہ ہو اسکی نماز اس کے پیچھے مکروہ نہ ہوگی اور یہ سب تفصیل اس صورت میں ہے جب کہ امام سے لوگ کسی شرعی وجہ سے ناخوش ہوں اور جو امام نیک ہو اور پھر بھی وہ ناخوش ہوں تو وہ گنہگار رہوں گے اور کسی کی نماز مکروہ نہ ہوگی۔

١٣١٨ – عن : ابن عباس ﷺ عن رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قال : " ثَلاَثَةٌ لاَتَرْتَفِعُ صَلاَتُهُمْ فَوْقَ رُؤُوْسِهِمْ شِبْراً : رَجُلٌ أَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ ، وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَأَخَوَانِ مُتَصَارِمَانِ ". رواه ابن ماجة (ص:٦٩) وفی النیل (٣:٥٤) : قال العراقی : وإسناده حسن اھ.

باب سنیة تسویة الصف ورصها

١٣١٩ – حدثنا : هاشم ثنا فرج ثنا لقمان عن أبی أمامة ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : " إِنَّ اللهَ وَمَلاَئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الأَوَّلِ " ، قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! وَعَلَى الثَّانِیْ ؟ قَالَ : " إِنَّ اللهَ وَمَلاَئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الأَوَّلِ " ، قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! وَعَلَى الثَّانِیْ ؟ قَالَ : " وَعَلَى الثَّانِیْ " ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ ، وَحَاذُوْا بَيْنَ مَنَاكِبِكُمْ وَلِيْنُوْا فِیْ أَيْدِیْ إِخْوَانِكُمْ وَسُدُّوْا الْخَلَلَ ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ بَيْنَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْحَذْفِ يَعْنِیْ أَوْلاَدَ الضَّأْنِ الصِّغَارَ ". رواه أحمد فی مسنده (٥:٢٦٢). قلت : رجاله موثقون

١٣١٨–حضرت ابن عباسؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تین شخص ہیں کہ جن کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھر بھی نہیں اٹھتی، (یعنی پورا ثواب نہیں ملتا) ایک وہ شخص جو قوم کا امام بنا حالانکہ وہ اس سے ناخوش تھے، اور دوسرے وہ عورت کہ جس نے رات گذاری اس حال میں کہ اس کا شوہر اس سے خفا تھا، (کسی معقول وجہ سے) اور دو بھائی باہم قطع رحم کرنے والے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور عراقی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے (نیل الاوطار)۔

باب صفوں کے برابر کرنے اور ان کے ملانے کے مسنون ہونے کے بیان میں

١٣١٩–حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور دوسری پر (بھی یہی فرمادیجئے)، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور دوسری پر (بھی یہی فرمادیجئے)، آپ ﷺ نے فرمایا اور دوسری پر (بھی رحمت بھیجتے ہیں)۔ اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اپنی صفوں کو برابر کرو اور محاذات رکھو اپنے مونڈھوں کے درمیان اور نرم ہو جاؤ اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں (یعنی کوئی مونڈھے پر ہاتھ رکھ کر صفیں برابر کرے تو اس کا کہنا مانو) اور صف کے شگافوں کو بند کرو کیونکہ شیطان گھس جاتا ہے تمہارے درمیان مثل حذف کے، یعنی بھیڑ کے چھوٹے بچے کے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں

كما في مجمع الزوائد (١٧٨:١)، وفي الترغيب (٧٩:١): رواه أحمد بإسناد لا بأس به اه. ولكنه كرر قوله: "إِنَّ اللهَ" إلخ ثلاثا، وكذا ذكره ثلاثا في المشكاة.

١٣٢٠ – عن: أنس ﷺ أن النبي ﷺ قال: "رُصُّوا صُفُوْفَكُمْ وَقَارِبُوْا بَيْنَهَا وَحَاذُوْا بِالْاَعْنَاقِ". رواه أبو داود والنسائي وصححه ابن حبان (بلوغ المرام ٧٤:١).

١٣٢١ – عن: عبدِ الله بن عمر ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: "مَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللهُ". رواه النسائي وابن خزيمة في صحيحه، والحاكم وقال: صحيح على شرط مسلم (الترغيب ٨٠:١).

١٣٢٢ – عن: البراء ﷺ بن عازب قال: "كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَأْتِيْ نَاحِيَةَ الصَّفِّ، وَيُسَوِّيْ بَيْنَ صُدُوْرِ الْقَوْمِ وَمَنَاكِبِهِمْ وَيَقُوْلُ: لَا تَخْتَلِفُوْا، فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ، إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصَّفِّ الْاَوَّلِ". رواه ابن خزيمة في صحيحه (الترغيب ٧٩:١).

(مجمع الزوائد)۔اور ترغیب میں کہا ہے کہ اس کی سند میں کچھ بات نہیں۔

فائدہ: یہاں سے صفِ اوّل کی خاص فضیلت معلوم ہوئی اور صحابہ کا مقصود یہ تھا کہ دوسری صف کیلئے بھی دعا کیجئے کہ وہ بھی اس رحمت میں داخل کرلی جائے، پھر جب دعا قبول ہو جائے تو ہم کو اس کی اطلاع فرمادیجئے اور جس طرح صفِ اوّل کے متعلق ارشاد فرمایا ہے اسی طرح دوسری کے متعلق بھی فرمادیجئے۔

۱۳۲۰-حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اپنی صفوں کو ملالو اور نزدیکی کروان کے درمیان (اس طرح کہ دو صفوں کے درمیان ایک صف کی گنجائش نہ رہے) اور برابر رکھو گردنیں۔اس کو ابوداود اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے (بلوغ المرام)۔

۱۳۲۱-حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صف کو ملائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو ملا لیں گے (یعنی تعلق خاص رکھیں گے) اور جو شخص صف کو قطع کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے قطع (تعلق) کردیں گے۔اس کو نسائی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح ہے مسلم کی شرط پر (ترغیب)۔

۱۳۲۲-حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صف کی ایک جانب میں تشریف لاتے اور جماعت کے سینے اور مونڈھے برابر کردیتے (یعنی سینہ کے برابر سینہ اور مونڈھے کے برابر مونڈھا ہو جاتا) اور فرماتے کہ تم (بدن کا) اختلاف نہ کرو پس تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے (یعنی ظاہری اختلاف سے بوجہ علاقۂ باہمی ظاہر و باطن کے باطنی اور قلبی اختلاف بھی ہو جائے گا)

١٣٢٣– عن : النعمان بن بشير ﷺ يقول : أَقْبَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهٖ ،فَقَالَ : " أَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ ثَلٰثًا وَاللهِ لَتُقِيْمُنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ قال : فَلَقَدْ رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ ، وَرُكْبَتَهٗ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهٖ وَكَعْبَهٗ بِكَعْبِهٖ ". أخرجه أبو داود (٢:١٧٦) وصححه ابن خزيمة (فتح البارى ٢:١٧٦).

١٣٢٤– وعنه : يقول : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُسَوِّىْ صُفُوْفَنَا حَتّٰى كَأَنَّمَا يُسَوِّىْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَأَى أَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ يَوْماً ، فَقَامَ حَتّٰى كَادَ يُكَبِّرُ ، فَرَأَى رَجُلاً بَادِياً صَدْرُهٗ مِنَ الصَّفِّ ، فَقَالَ : " عِبَادَ اللهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ". رواه مسلم (١:١٨٢) وأبو داود (٢٥٠و٢٥١ مع العون) وفى رواية له عنه :

تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں پہلی صف پر۔اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (ترغیب)۔

۱۳۲۳-حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں پر متوجہ ہوئے اور تین بار فرمایا کہ اپنی صفوں کو سیدھا کرلو خدا کی قسم تم اپنی صفوں کو (یا تو) سیدھا کرلو گے یا اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو مختلف کردیں گے، صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی جماعت کے بعض آدمیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے کندھے کو اپنے ساتھی (اور پاس کھڑے ہوئے) کے کندھے سے اور اپنے ٹخنہ کو اس کے ٹخنہ سے چسپاں کرلیتے۔اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔

فائدہ: حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ مراد حدیث کی صف کے برابر کرنے میں اور شگافوں کے بند کرنے میں مبالغہ ہے اھ۔ یعنی یہ مراد نہیں ہے کہ حقیقۃً ٹخنہ سے ٹخنہ اور قدم سے قدم ملالیا جائے، اور اس کی دو وجہ ہیں، اوّل تو یہ کہ کندھے کو کندھے سے ملانا اور قدم کو قدم سے اور گھٹنے کو گھٹنے سے، اس میں سخت کلفت ہوتی ہے اور سخت کلفت کا مدفوع ہونا منصوص ہے اور کلفت مبطل خشوع بھی ہے جو کہ مقصود اعظم ہے، پس اس طریق کا اختیار کرنا محمود نہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ جب لوگ مختلف قد کے ہوں تو یہ ہیئت حاصل ہی نہیں ہوسکتی پس محاذاۃ مراد لینا چاہئے کہ ٹخنہ، ٹخنہ کے برابر ہو اور اسی طرح گھٹنا اور قدم، اور یہ معنی ہر صورت میں حاصل ہوسکتے ہیں، اور ہمارے پاس جو نسخہ ابوداود کا ہے اس میں اتنا اور بڑھایا ہے کہ اپنے گھٹنے کو اپنے ساتھی (یعنی پاس والے) کے گھٹنے سے چسپاں کرلیے اھ اور واضح ہو کہ یہ فعل صحابہ کا ہے رسول اللہ ﷺ کا نہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ حضور ﷺ کو اسکی اطلاع تھی یا نہیں۔

۱۳۲۴-حضرت نعمان بن بشیرہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو ایسا سیدھا کرتے تھے کہ گویا ان سے تیروں کو سیدھا کیا جائے گا، پھر جب آپ ﷺ کو یہ معلوم ہوگیا کہ ہم اس حکم کو سمجھ گئے ہیں تو ایک دن آپ ﷺ تشریف لائے اور (مصلی پر) کھڑے ہوئے، جب تکبیر کہنے کے قریب ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک شخص کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُسَوِّي يَعْنِي صُفُوْفَنَا إِذَا قُمْنَا لِلصَّلاةِ ، فَإِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ اه.

١٣٢٥ – عن : أنس ﷺ عن النبي ﷺ قال : " أَقِيمُوْا صُفُوْفَكُمْ ، فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِيْ ، وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ ، وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ ". رواه البخاري . قال الحافظ في الفتح (٢:١٧٦). وأخرجه الإسمعيلي من رواية معمر عن حميد بلفظ : قال أنس : فلقد رأيتُ أَحَدَنَا إِلَى آخِرِهِ. وزاد معمر فى روايته : وَلَوْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ بِأَحَدِهِمُ الْيَوْمَ لَنَفَرَ كَأَنَّهُ بَغْلٌ شَمُوْسٌ اه.

١٣٢٦ – أخبرنا : مالك أخبرنانافع عن ابن عمر بن الخطاب رضى الله عنه : "كَانَ يَأْمُرُ رِجَالاً بِتَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ ، فَإِذَا جَاءُوْهُ فَأَخْبَرُوْهُ بِتَسْوِيَتِهَا كَبَّرَ بَعْدُ ". أخرجه الإمام محمد فى موطأه (ص:٨٦) وسنده صحيح . وأخرجه مالك الإمام (ص:٥٥) عن نافع أن عمر بن الخطاب إلخ وهو منقطع كما فى التهذيب (١٠:٤١٤) ولكنه موصول عند محمد كما ترى.

١٣٢٧ – أخبرنا مالك أخبرنا أبو سهيل بن مالك ، وأبو النضر مولى عمر بن عبيد الله عن مالك ابن أبى عامر الأنصارى أن عثمان بن عفان ﷺ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ خُطْبَتِهِ : إِذَا قَامَتِ الصَّلاةُ فَاعْدِلُوْا الصُّفُوْفَ ، وَحَاذُوْا بِالْمَنَاكِبِ فَإِنَّ اِعْتِدَالَ الصُّفُوْفِ مِنْ تَمَامِ

اللہ کے بندو! اپنی صفیں برابر کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف ڈالدیں گے یا چہرے بگاڑ دیں گے۔ اس کو مسلم اور ابوداود نے روایت کیا ہے۔ اور ابوداود کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب ہم نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ ہماری صفوں کو سیدھا کرتے تھے (اور جب ہم سیدھے ہوجاتے تب آپ ﷺ تکبیر کہتے۔

۱۳۲۵- حضرت انسؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی صفوں کو سیدھا کرو (اور اس میں کوتاہی نہ کرو) کیونکہ میں اپنی پشت کے پیچھے سے تم کو دیکھ لیتا ہوں (بذریعہ کشف قطعی کے)، اور ہر ایک ہم میں سے اپنے کندھے کو اپنے پاس والے کے کندھے سے اور اپنے قدم کو اس کے قدم سے چسپاں کر لیتا تھا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۳۲۶- نافع سے روایت ہے وہ عبداللہ بن عمرؓ سے کہ حضرت عمرؓ صفوں کے برابر کرنے کا حکم فرماتے تھے پھر جب لوگ آ کر آپ کو خبر دیتے کہ صفیں برابر ہوگئیں تو (اس وقت) آپ تکبیر کہتے۔ اس کو امام محمدؒ نے موصولاً اور امام مالکؒ نے منقطعاً روایت کیا ہے۔

۱۳۲۷- امام مالکؒ اپنے چچا ابو سہیل بن مالک سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ

الصَّلَاةِ . ثُمَّ لَا يُكَبِّرُ حَتّٰى يَأْتِيَهُ رِجَالٌ قَدْ وَكَّلَهُمْ بِتَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ فَيُخْبِرُوْنَهُ اَنْ قَدْ اِسْتَوَتْ. فَيُكَبِّرُ " . أخرجه محمد في موطأه (ص:٨٦) ورجاله رجال الجماعة غير محمد وهو ثقة إمام ، وأخرجه مالك في موطأه (ص:٥٥) بغير هذا اللفظ .

١٣٢٨ – عن : عمرو بن ميمون قال : " شَهِدْتُ عُمَرَ يَوْمَ طُعِنَ فَمَا مَنَعَنِىْ اَنْ اَكُوْنَ فِى الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ اِلاَّ هَيْبَتُهٗ وَكَانَ رَجُلاً مُهِيْباً ، فَكُنْتُ فِى الصَّفِّ الَّذِىْ يَلِيْهِ ، وَكَانَ عمرُ لَا يُكَبِّرُ حَتّٰى يَسْتَقْبِلَ الصَّفَّ الْمُتَقَدِّمَ بِوَجْهِهٖ ، فَاِنْ رَاٰى رَجُلاً مُتَقَدِّماً مِنَ الصَّفِّ اَوْ مُتَاَخِّراً ضَرَبَهٗ بِالدُّرَّةِ ، فَذٰلِكَ الَّذِىْ مَنَعَنِىْ مِنْهُ ". الحديث رواه ابن سعد والحارث وأبو نعيم واللالكائي في السنة وصحح ، كذا في كنز العمال (٣٥٩:٦).

١٣٢٩ – وقال الحافظ في الفتح (١٧٥:٢) : صَحَّ عَنْ عُمَرَ اَنَّهٗ ضَرَبَ قَدَمَ اَبِىْ عُثْمَان النهدي لِاِقَامَةِ الصَّفِّ.

١٣٣٠ – وصح عن سويد بن غفلة قال : كَانَ بِلَالٌ يُسَوِّىْ مَنَاكِبَنَا

تھا کہ نماز قائم ہوئی (یعنی تکبیر کہی گئی) اس حال میں کہ میں ان سے گفتگو کر رہا تھا اس باب میں کہ میرے لئے (مالی وظیفہ) مقرر کر دیں سو میں برابر ان سے بات چیت کرتا رہا اور وہ جوتوں سے کنکریاں برابر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس وہ لوگ آ گئے جن کو صفوں کے برابر کرنے پر مقرر کر رکھا تھا اور ان کو خبر دی کہ صفیں برابر ہو گئی ہیں تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ صف میں برابر ہو جاؤ، پھر تکبیر کہی (مؤطا)۔ اسکی سند کے راوی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

۱۳۲۸- عمرو بن میمون سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جس دن حضرت عمرؓ (مسجد میں) شہید کئے گئے تو میں ان کے واقعہ میں حاضر تھا اور مجھے اگلی صف میں کھڑے ہونے سے صرف حضرت عمرؓ کی ہیبت نے روکا، وہ بڑے رعب دار شخص تھے تو میں دوسری صف میں کھڑا ہوا اور حضرت کی عادت تھی کہ تکبیر تحریمہ اس وقت تک نہ کہتے جب تک پہلی صف کی طرف رخ کر کے توجہ کے ساتھ اس کو نہ دیکھ لیتے، پھر اگر کسی کو صف سے آگے بڑھا ہوا دیکھتے یا پیچھے ہٹا ہوا دیکھتے تو اس کو درہ سے مارتے، اسی بات نے مجھے پہلی صف میں کھڑے ہونے سے روکا۔ اس کو ابن سعد اور حارث اور ابو نعیم لالکائی نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے (کنز العمال)۔

فائدہ: ہم نے مکہ معظمہ میں خدام حرم کو بھی اسی طرح دیکھا ہے کہ وہ صف کے برابر کرنے کا بہت اہتمام کرتے اور بعض دفعہ کسی کو بید سے بھی مارتے تھے (مصنف اعلاء السنن)۔

۱۳۲۹- حضرت عمرؓ سے صحیح طور پر ثابت ہوا ہے کہ انہوں نے ابو عثمان نہدی کے قدم پر درہ لگایا صف سیدھی کرنے کیلئے۔

وَيَضْرِبُ اَقْدَامَنَا فِي الصَّلَاةِ اھ.

باب سنية إكمال الصَّفِّ الأول فالأول

١٣٣١ – عن: أنس ﷺ أن رسول الله ﷺ قال: اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِیْ يَلِيْهِ ، فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِى الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ " . أخرجه أبو داود (١:٢٥٢) ، هو عند أبى داود من طريق محمد بن سليمان الأنبارى وهو صدوق ، وفى النيل (٣:٦٦) : وبقية رجاله رجال الصحيح.

باب كراهة التأخر عن الصف المقدم بلاوجه شرعي

١٣٣٢ – عن: عائشة رضى الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ: " لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَاَخَّرُوْنَ عَنِ الصَّفِّ الاَوَّلِ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللهُ فِى النَّارِ " أخرجه أبو داود (١:٢٥٢ مع العون) وسكت عنه .وفى رواية لابن خزيمة فى صحيحه وابن حبان: " حَتّٰى يَخْلِفَهُمُ اللهُ

۱۳۳۰-اور (نیز) صحیح طور پر ثابت ہوا ہے سوید بن غفلہ سے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت بلالؓ نماز میں ہمارے کندھوں کو برابر کیا کرتے تھے اور ہمارے قدموں پر چوٹ لگاتے تھے (یعنی نماز میں جو صف سیدھی کرنے میں کوتاہی کرتا حضرت عمرؓ اور حضرت بلالؓ اس کی خبر لیتے تھے اور سختی سے صف سیدھی کرتے تھے، ان آثار سے صف سیدھی کرنا کس قدر مہتم بالشان ثابت ہوتا ہے)۔ یہ ابن حزم نے کہا ہے (فتح الباری)۔

باب اس بیان میں کہ اوّل پہلی صف کو پھر (اس کے بعد جو) پہلی ہو (اسی طرح تیسری، چوتھی وغیرہ ان سب کو ترتیب وار) تمام کرنا سنت ہے (یعنی پہلے ایک صف بھر لی جائے پھر دوسری شروع کی جائے)

۱۳۳۱-حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلی صف کو پورا کرو پھر اس کو جو اس کے قریب ہو پھر جو کچھ کمی رہے تو اخیر صف میں رہے۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں مگر ایک راوی محمد بن سلیمان صحیح کے راوی نہیں ہیں اور وہ صدوق یعنی بہت سچے ہیں، پس سند حجت ہے۔

باب پہلی صف سے پیچھے رہ جانے کے بارہ میں جو کچھ وارد ہوا ہے

۱۳۳۲-حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ رہیں گے بعض لوگ کہ پیچھے ہٹے رہیں گے پہلی صف سے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ کے پیچھے کے حصہ میں ڈال دیں گے۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

فِی النَّارِ " کذا فی الزواجر (۱:۱۲٤) لابن حجر الهيثمي .

۱۳۳۳– عن : أبی سعید الخدری ﷺ أن رسول الله ﷺ رأی فِیْ اَصْحَابِهٖ تَاَخُّرًا فَقَالَ : " تَقَدَّمُوْا ، فَأْتَمُّوْا بِی ، وَلْیَأْتَمَّ بِکُمْ مَنْ بَعْدَ کُمْ . لَا یَزَالُ قَوْمٌ یَتَاَخَّرُوْنَ حَتّٰی یُؤَخِّرَهُمُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ " .رواه مسلم (۱:۱۸۲) وأبو داود ، والنسائی ، وابن ماجة ، كذا فی عون المعبود (۱:۲٥٤).

۱۳۳٤– عن : عبد الله بن مسعود ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ: " وَلْيَلِنِیْ مِنْکُمْ أُولُو الاحْلَامِ وَالنُّهٰی ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثَلَاثًا". الحديث أخرجه مسلم (۱:۱۸۱) ، وأخرج نحوه عن أبی مسعود أيضا .

۱۳۳٥– وأخرج ابن ماجة عن أنس ﷺ مرفوعا : كَانَ یُحِبُّ اَنْ یَّلِیَهُ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ لِیَأْخُذُوْا عَنْهُ . قال فی النيل : رجاله رجال الصحيح.

فائدہ: اوّل صف میں کھڑے ہونے کی بہت بڑی فضیلت ہے لیکن یہ فعل واجب نہیں ہے اور یہاں جو وعید ہے وہ اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے جو بطریق اعراض کے اور بلا کسی مصلحت کے صفِ اوّل سے محروم رہے اور جو شخص اعراض نہ کرے اور سستی کی وجہ سے صفِ اوّل میں کھڑا نہ ہو وہ تارک فضیلت ہے گنہگار نہیں ہے اور جو کسی عذر کی وجہ سے پیچھے رہے وہ تارکِ فضیلت بھی نہیں۔

۱۳۳۳- حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو (صفِ اوّل سے) پیچھے ہٹتے دیکھا تو فرمایا کہ آگے بڑھو اور میرے موافق عمل کرو اور تمہارے پیچھے کھڑے ہونے والے تمہارے موافق عمل کریں، بعض لوگ پیچھے ہٹتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کو (درجہ میں) پیچھے کر دیتے ہیں۔ اس کو مسلم، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے (عون المعبود)۔

۱۳۳۴- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چاہیے کہ تم میں سے میرے قریب کھڑے ہوں عقلمند لوگ، پھر جوان کے قریب ہوں (عقل میں) اور اپنے آپ کو بازار کے شور سے بچاؤ (یعنی بازار جیسا شور نہ مچاؤ اور اس سے پرہیز کرو اور تہذیب کے ساتھ رہو)۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۳۳۵- اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ محبوب رکھتے تھے یہ کہ مہاجرین اور انصار آپ ﷺ کے قریب کھڑے ہوں تا کہ آپ ﷺ سے (نماز کے) احکام اخذ کریں۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور نیل میں کہا ہے کہ اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

باب وقت قيام الإمام والمأمومين للصلاة

۱۳۳۶– عن : أبي قتادة ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ قَدْ خَرَجْتُ ". رواه الجماعة إلا ابن ماجة ولم يذكر البخاري فيه " قَدْ خَرَجْتُ " كذا في نيل الأوطار (۲:۶۷).

۱۳۳۷– عن : أنس ﷺ : أَنَّهُ كَانَ يَقُوْمُ إِذَا قال الْمُؤَذِّنُ : قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ . رواه ابن المنذر وغيره وكذا رواه سعيد بن منصور من طريق أبي إسحاق عن أصحاب عبد الله

فائدہ: ان احادیث سے عقلاء کا امام کے قریب کھڑا ہونا مطلوب ثابت ہوا اور احکام کا اخذ کرنا گو مخصوص بزمانہ نبوت تھا لیکن اس طرح مقتدیوں کے کھڑے ہونے میں اور بھی فائدے ہیں فقط یہی ایک فائدہ نہیں ہے اس لئے ہر امام کے قریب فہیم وعقلاء کا کھڑا ہونا ہر زمانہ میں مطلوب ہوگا، اور وہ فائدے یہ ہیں (۱): اگر امام کو سہو ہو تو فہیم شخص متنبہ کرسکتا ہے اور کج فہم کو پتہ نہیں لگتا کہ کیا ہو رہا ہے، (۲): کبھی امام کو حدث ہو جانے کی صورت میں خلیفہ کرنے کی حاجت پڑتی ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا اہل فہیم ہی ہوسکتا ہے، (۳): جو لوگ بہت پیچھے کھڑے ہوتے ہیں ان کو امام کے احوال کا بالاستقلال علم نہیں ہوتا بلکہ وہ اگلے مقتدیوں کا اتباع کرتے ہیں، سو اگر اگلے مقتدی فہیم ہوں گے تو وہ امام کا اتباع اچھی طرح کریں گے اور ان کو دیکھ کر پچھلے مقتدی اچھی طرح اتباع کرسکیں گے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صفِ اوّل میں کھڑے ہونے کی جو فضیلت اور تاکید ہے وہ اہل علم وفضل کے ساتھ خاص ہے، جاہل کو پیچھے ہی کھڑا ہونا چاہئے، البتہ اگر صفِ اوّل عقلاء سے بھری نہ ہو تو پھر اس کا بھرنا سب پر لازم ہے۔

باب امام اور مقتدی کے نماز کے لئے کھڑے ہونے کے وقت کا بیان

۱۳۳۶- حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کیلئے تکبیر کہی جائے تو تم کھڑے نہ ہو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو کہ میں (گھر سے) نکل آیا۔ اس کو بجز ابن ماجہ کے سب صحاح کے راویوں نے روایت کیا ہے، اور بخاری میں قَدْ خَرَجْتُ کے الفاظ نہیں ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بجز مؤذن کے دوسرے مقتدیوں کو جب تک کہ امام کو آتا ہوا نہ دیکھ لیں کھڑا نہ ہونا چاہئے، پس جبکہ امام مسجد میں ہی ہو تو چونکہ وہ سامنے ہوگا اس لئے تکبیر شروع ہونے کے بعد مقتدیوں کو قیام میں توقف کرنے کی حاجت نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے کہ فوراً کھڑے ہو جائیں۔

۱۳۳۷- حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ وہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن "قد قامت الصلوٰة" کہتا۔ اس کو ابن المنذر وغیرہ نے روایت کیا ہے اور سعید بن منصور نے اسی طرح بطریق ابو اسحٰق کے عبد اللہ بن مسعودؓ کے اصحاب سے روایت کیا ہے

ذكره الحافظ في الفتح (٢:٩٩و١٠٠)، فهو حسن أو صحيح على قاعدته.

١٣٣٨- ويدخل فيه حديث عبد الله بن أبي أوفى ﷺ مرفوعا: "كَانَ بِلَالٌ إِذَا قال: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ نَهَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِالتَّكْبِيْرِ". وفي رواية "فَكَبَّرَ" وقد مر في باب استحباب التكبير عند قد قامت الصلاة وهو حديث حسن الإسناد، والضعيف الذي فيه قد وثق.

١٣٣٩- عن: أبي هريرة ﷺ: "إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَيَأْخُذُ النَّاسُ مَصَافَّهُمْ قَبْلَ أَنْ يَقُوْمَ النَّبِيُّ ﷺ مَقَامَهُ. رواه مسلم (١:٢٢٧).

١٣٤٠- وأخرج عن جابر بن سمرة ﷺ: "أَنَّ بِلَالًا كَانَ لَا يُقِيْمُ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ، فَإِذَا خَرَجَ أَقَامَ الصَّلَاةَ حِيْنَ يَرَاهُ". اه.

١٣٤١- عن: أبي هريرة ﷺ مرفوعا: "الْمُؤَذِّنُ أَمْلَكُ بِالْأَذَانِ وَالْإِمَامُ أَمْلَكُ

(فتح الباری) اور یہ حافظ کے قاعدہ پر حسن ہے یا صحیح۔

۱۳۳۸-اس باب میں عبداللہ بن ابی اوفی کی یہ مرفوع روایت بھی داخل کی جائے کہ جب بلالؓ "قد قامت الصلوۃ" کہتے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ کے واسطے کھڑے ہوجاتے اور ایک روایت میں ہے کہ اس وقت تکبیر کہتے تھے اور یہ حدیث قد قامت الصلوۃ کے ساتھ تکبیر کے مستحب ہونے کے باب میں گذر چکی ہے اور یہ حدیث حسن ہے اور اس میں جو راوی ضعیف ہے اس کو بعض نے ثقہ کہا ہے۔

<u>فائدہ</u>: جب امام مسجد میں ہو تو اس وقت اس کو قد قامت الصلوۃ پر تکبیر کہہ دینا چاہئے اور حی علی الصلوۃ پر کھڑا ہو جائے جیسا کہ حاشیہ عربی میں آثار سے ثابت کیا گیا ہے اور یہی حکم مقتدی کے لئے ہے اور اگر امام مسجد میں نہ ہو تو پہلے سے صف میں مقتدیوں کا کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ اس کو مصلی کی طرف آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہوں، اس کی دلیل بھی حاشیہ عربیہ میں مذکور ہے۔

۱۳۳۹-حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے (نماز پڑھانے کیلئے) تکبیر کہی جاتی تھی تو لوگ صفوں میں اپنی جگہ لیتے تھے، اس سے پہلے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مقام پر کھڑے ہوں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۳۴۰-اور مسلم نے جابر بن سمرہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ (گھر سے) باہر نہ آجاتے بلالؓ اقامت نہ کہتے، جب باہر آجاتے تو آپ ﷺ کو دیکھ کر اقامت کہتے تھے۔

بِالإِقَامَةِ " أخرجه ابن عدى وضعفه ، ولعل تضعيفه له لأن فى إسناده شريكا القاضى كذا فى النيل (٣٤٧:٣) : قلت : شريك روى له مسلم فى صحيحه والأربعة فى سننهم ، وعلق له البخارى ، و وثقه ابن معين ، وصالح بن أحمد عن أبيه ، وحدث عنه ابن مهدى (و كان لا يروى إلا عن ثقة) وقال العجلى : كوفى ثقة حسن الحديث ، وأثنى عليه آخرون غيرهم ، وتكلم فيه بعضهم ، كما فى التهذيب (٣٣٤:٤) ، فالحديث حسن.

باب كراهة التدافع عن الإمامة

١٣٤٢– عن : سلامة رضى الله عنها بنت الحر أخت خرشة بن الحر الفزارى قالت : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقول : " إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَتَدَافَعَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ لَا يَجِدُوْنَ إِمَامًا يُصَلِّيْ بِهِمْ " . رواه أبو داود (٢٢٧:١ مع العون) وسكت عنه هو والمنذرى.

١٣٤١–حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اذان پر مؤذن کا زیادہ اختیار ہے اور اقامت پر امام کا زیادہ اختیار ہے۔اس کو ابن عدی نے روایت کیا ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے، علامہ شوکانی نے نیل میں کہا ہے کہ شاید تضعیف کی وجہ یہ ہے کہ اسکی سند میں شریک قاضی ہیں اھ۔ میں کہتا ہوں کہ وہ مسلم اور سنن اربعہ کے رجال میں سے ہیں اور بخاری نے تعلیقاً انکی روایت بیان کی ہے اور ابن معین وعجلی وغیرہ نے ان کو ثقہ کہا ہے، پس وہ حسن الحدیث ہیں اور اس لئے یہ حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مؤذن کو بغیر امام کی اجازت کے اقامت نہ کہنا چاہئے اور اگر مؤذن نماز کے وقت حاضر نہ ہو تو امام خود اقامت کہہ سکتا ہے یا دوسرے کو اقامت کا حکم کرسکتا ہے یہی مذہب ہے جمہور علماء کا۔

باب ایک دوسرے پر امامت کو ٹالنا مکروہ ہے

١٣٤٢–حضرت سلامہؓ سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ قیامت کی (بری) علامتوں میں سے ہے کہ مسجد والے ایک دوسرے کو (امامت کیلئے) دفع کریں گے (بوجہ جہل غالب ہونے کے اپنے اوپر سے امامت کو ہٹادیں گے کہ ان میں لیاقت امامت کی نہ ہوگی) نہ پاویں گے کوئی امام جو کہ ان کو نماز پڑھادے۔اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور خود انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امامت کو ایک دوسرے پر ٹالنا منع ہے اور یہ کراہت اس وقت ہے جب کہ ٹالنے والے سب امامت کے اہل ہوں اور اگر ایک نااہل ہو تو اس کو اہل پر ٹالنا مکروہ نہیں جب تک اس کے آگے بڑھنے کی امید ہو اور جب ناامیدی ہو جائے تو اب خود نااہل ہی آگے بڑھ جائے، مگر نااہل ہونا خود گناہ ہے ہر مسلمان کو نماز کے احکام کا علم حاصل کر کے امامت کا اہل بننا چاہئے۔

باب كراهة التطوع للإمام في موضع المكتوبة، وإستحباب التحول للمأموم أيضاً

۱۳۴۳ – عن: المغيرة بن شعبة ﷺ مرفوعا: " لَا يَتَطَوَّعُ الإِمَامُ فِيْ مَقَامِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ وَالنَّاسُ الْمَكْتُوْبَةَ ". رواه ابن عساكر وسنده حسن (كنز العمال ٤:١٢٨).

۱۳۴۴ – عن: على ﷺ قال: " مِنَ السُّنَّةِ اَنْ لَا يَتَطَوَّعَ الإِمَامُ حَتّٰى يَتَحَوَّلَ مِنْ مَّكَانِهٖ ". رواه ابن أبي شيبة بإسناد حسن (فتح الباري ٢:٢٧٨).

۱۳۴۵ – عن: السائب بن يزيد قال: صَلَّيْتُ مَعَ معاويةَ الجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُوْرَةِ، فَلَمَّا سَلَّمَ الإِمَامُ قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ، فَصَلَّيْتُ، فَلَمَّا دَخَلَ اَرْسَلَ اِلَيَّ فَقَالَ: لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ، اِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلَاةٍ حَتّٰى تَكَلَّمَ اَوْ تَخْرُجَ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَنَا بِذٰلِكَ اَنْ لَا نُوْصِلَ صَلَاةً بِصَلَاةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ اَوْ نَخْرُجَ. رواه مسلم (١:٢٨٨).

باب اس بیان میں کہ امام کو فرضوں کے بعد نفلیں اس جگہ پڑھنا مکروہ ہے جہاں فرض پڑھے تھے اور مقتدی کیلئے بھی مستحب یہی ہے کہ نفل کیواسطے دوسری جگہ اختیار کرے

۱۳۴۳- حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ امام اس جگہ میں نفل نہ پڑھے جہاں اس نے لوگوں کے ساتھ فرض پڑھے ہیں۔ اس کو ابن عساکر نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے (کنز العمال)۔

۱۳۴۴- حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ امام نفل نہ پڑھے جب تک کہ اپنی (پہلی) جگہ سے نہ ہٹ جائے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے (فتح الباری)۔

<u>فائدہ</u>: جب امام کیلئے سنت یہ ہے کہ فرض کی جگہ سے ہٹ کر نفل پڑھے تو اس کا خلاف مکروہ ہوگا اور پہلی حدیث میں جو نہی ہے وہ بھی کراہت ہی پر محمول ہے اور کراہت تنزیہی ہے تحریمی نہیں جیسا کہ علامہ طحطاوی نے حاشیہ در مختار میں اس کی تصریح کی ہے۔

۱۳۴۵- سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہؓ کے ساتھ جمعہ کی نماز (حجرہ مسجد) میں پڑھی (جو خلفاء کیلئے مسجد میں بنا دیا گیا تھا تاکہ کوئی دشمن نماز میں ان پر حملہ نہ کرے جیسا کہ حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ پر نماز میں حملہ کیا گیا تھا) جب امام نے سلام پھیرا تو میں نے اسی جگہ (نفل) نماز پڑھنا شروع کردی، جب حضرت معاویہؓ (اپنے محل کے) اندر پہنچ گئے تو میرے پاس قاصد بھیجا (میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا) تو فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا جو تم نے (آج) کیا ہے جب تم جمعہ کی نماز پڑھ چکو تو اس کو دوسری نماز سے نہ ملاؤ جب تک کچھ بات چیت نہ کرلو یا اس جگہ سے الگ نہ ہو جاؤ کیونکہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے یہی حکم دیا ہے کہ ایک نماز کو

١٣٤٦ – عن : أبی هریرة ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ أَوْ عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ يَعْنِيْ فِي السُّبْحَةِ ؟ رواه أبو داود (١ : ٣٨٤ مع العون)، وسكت عنه . وقال البخاری فی صحیحه (١ : ١١٧) : ولم يصح ، وقال العینی فی العمدة (٣ : ٢٩) : ولکن أبا داود لما رواه سکت عنه ، وسکوته دلیل رضاه به ، وفی صحیح مسلم ما یشده ، فذکر حدیث معاویة المذکور.

١٣٤٧ – عن نافع قال : كَانَ ابنُ عمرَ يُصَلِّيْ فِيْ مَكَانِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ فَرِيْضَةً . رواه البخاری (١ : ١١٧).

باب أن الحائل بین الإمام والمأموم لا یضر إذا لم یلتبس علیه حال الإمام

١٣٤٨ – عن : عائشة رضی الله عنها قالت : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ

دوسری نماز سے نہ ملائیں جب تک بات چیت نہ کرلیں یا وہاں سے الگ نہ ہو جائیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کیلئے بھی فرض کی جگہ کو بدل کر نفلیں پڑھنا چاہئے مگر یہ اس پر واجب نہیں کیونکہ حدیث میں اختیار دیا گیا ہے کہ خواہ بات چیت سے فصل کردے یا تبدیلِ مکان سے۔

۱۳۴۶– حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کیا تم سے یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ آگے بڑھ جاؤ یا پیچھے ہٹ جاؤ یا دائیں بائیں کو ہٹ جاؤ؟ یعنی نفل نماز کیلئے۔ اس کو ابو داود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ امام بخاری نے کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں صحیح تو نہیں مگر حسن ضرور ہے جیسا کہ علامہ عینی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث بھی مقتدی کے متعلق ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس میں صحابہ کو خطاب فرمایا ہے اور وہ مقتدی ہی تھے، اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کو بھی فرض کے بعد اس جگہ سے ہٹ کر نفل پڑھنے چاہئیں۔

۱۳۴۷– نافعؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ اسی جگہ (نفل) نماز پڑھتے تھے جہاں فرض پڑھتے تھے۔ اس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کو فرض کی جگہ میں نفل پڑھنا مکروہ نہیں گو مستحب یہی ہے کہ اس جگہ سے ہٹ کر نفل پڑھے، پس مقصود باب پوری طرح ثابت ہو گیا۔

باب اس بیان میں کہ امام اور مقتدی کے درمیان کوئی چیز حائل ہونا مضر نہیں جب کہ مقتدی پر امام کا حال مخفی نہ رہے

۱۳۴۸– حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے رات میں اپنے حجرہ میں اور دیوار

اللَّيْلِ فِيْ حُجْرَةٍ ، وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيْرٌ ، فَرَأَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَامَ أُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهِ. الحديث أخرجه البخاري (١٠١:١) وقد تقدم.

١٣٤٩ — قال سحنون : أخبرني ابن وهب عن سعيد بن أبي أيوب عن محمد بن عبد الرحمن : "اِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ كُنَّ يُصَلِّيْنَ فِيْ بُيُوْتِهِنَّ بِصَلَاةِ اَهْلِ الْمَسْجِدِ". كذا في المدونة (٨٣:١)، ورجاله ثقات من رجال الجماعة غير سحنون وهو ثقة ، والحديث مع ثقة رجاله مرسل وهو حجة عندنا.

١٣٥٠ — عن : أسماء رضي الله عنها قالت : خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّيْ ، فَقُلْتُ : مَا شَأْنُ النَّاسِ يُصَلُّوْنَ ؟ فَأَشَارَتْ بِرأْسِهَا اِلَى السَّمَاءِ . فَقُلْتُ : آيَةٌ ؟ قَالَتْ : نَعَمْ ! فَأَطَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْقِيَامَ جِداً حَتّٰى

حجرہ کی کوتاہ تھی سو صحابہ نے آپ ﷺ کا جسم (باہر سے) دیکھ لیا پس صحابہؓ آپ ﷺ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنے لگے، آخر حدیث تک۔ اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث کی دلالت باب پر ظاہر ہے کہ صحابہ باہر مقتدی تھے اور حضور ﷺ اندر امام تھے مگر آپ کا بعض جسم نظر آتا تھا جس سے آپ ﷺ کے افعال نماز میں مقتدیوں پر مخفی نہ رہتے تھے پس معلوم ہوا کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان کوئی ایسی چیز حائل ہو جو امام کے افعال مقتدیوں پر مخفی ہو جانے کا سبب نہ ہو تو یہ کچھ مضر نہیں اور اقتداء صحیح ہے۔

۱۳۴۹- محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات اپنے گھروں میں مسجد والوں کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں (مدونہ کبری)۔ اس کے راوی سب ثقہ ہیں مگر یہ مرسل ہے جو ہمارے نزدیک حجت ہے۔

فائدہ: اس سے صاف معلوم ہوا کہ امام اور مقتدی کے درمیان حائل کا ہونا مضر نہیں جب کہ اس کو امام کے احوال کا علم ہوتا رہے اور یہاں ایسا ہی تھا کیونکہ ازواج مطہرات کے گھروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلے ہوئے تھے جس سے ان کو امام کی تکبیر کی آواز بخوبی سنائی دیتی تھی اور اتحاد مکان جو صحت اقتداء کی شرط ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ مقتدی کا مکان امام کے مکان سے ایسا متصل ہو کہ اس کو امام کے احوال کا علم ہوتا رہے گو درمیان میں دیوار وغیرہ حائل ہو۔

۱۳۵۰- حضرت اسماءؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں آفتاب گہن ہوا تو میں حضرت عائشہؓ کے پاس گئی اور وہ نماز پڑھ رہی تھیں میں نے پوچھا لوگ نماز کیوں پڑھ رہے ہیں؟ تو انہوں نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا، میں نے کہا کیا کوئی نشان (ظاہر ہوا ہے)؟ تو انہوں نے (سر کے اشارہ ہی سے) کہا ہاں (اس کے بعد میں بھی نماز میں شریک ہوگئی)

تَجلَّانِيَ الْغَشْيُ ، فَاَخَذْتُ قِرْبَةً مِّنْ مَاءٍ اِلَى جَنْبِي ، فَجَعَلْتُ اَصُبُّ عَلى رَاسِي اَوْ وَجْهِي. الحديث أخرجه الشيخان واللفظ لمسلم (١: ٢٩٨).

باب من زار قوما فلا يصلي بهم

١٣٥١- عن: مالك بن الحويرث ﷺ مرفوعا: " مَنْ زَارَ قَوْماً ، فَلَا يَؤُمَّهُمْ ، وَلْيَؤُمَّهُمْ رَجُلٌ مِّنْهُمْ ". رواه الترمذي (١: ٤٧) وقال: حسن صحيح.

١٣٥٢- عن: علقمة اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ ﷺ اَتى اَبَا مُوْسى الأشْعَرِي فِي مَنْزِلِهٖ فَقَالَ أبُوْ مُوْسى: تَقَدَّمْ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! فَاِنَّكَ اَقْدَمُ سِنًّا ، وَاَعْلَمُ . قَالَ: بَلْ اَنْتَ تَقَدَّمْ ، فَاِنَّمَا اَتَيْنَاكَ فِي مَنْزِلِكَ وَمَسْجِدِكَ ، فَاَنْتَ اَحَقُّ قال: فَتَقَدَّمَ اَبُوْ مُوْسى ، فَخَلَعَ نَعْلَيْهِ ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ لَهٗ: مَا اَرَدْتُ اِلَى خَلْعِهِمَا اَ بِالْوَادِي الْمُقَدَّسِ اَنْتَ ؟ رواه أحمد وفيه رجل لم يسم ، ورواه الطبراني متصلا برجال ثقات (مجمع الزوائد ١: ١٦٨).

تو رسول اللہ ﷺ نے بہت لمبا قیام کیا یہاں تک کہ مجھ پر بیہوشی طاری ہوگئی تو میں نے ایک مشکیزہ میں سے جو میرے پاس رکھا تھا پانی لیا اور اس کو اپنے سر اور منہ پر ڈالنا شروع کیا، آخر حدیث تک۔ اس کو شیخین نے روایت کیا ہے اور یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ نے حجرہ میں کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کی حالانکہ آپ ﷺ مسجد میں تھے اور ان کے حجرہ میں ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت اسماءؓ فرماتی ہے کہ میں نے مشکیزہ میں سے جو میرے پاس رکھا تھا پانی لیا اور ظاہر ہے کہ مشکیزہ ان کے پاس حجرہ ہی میں ہوسکتا ہے نہ کہ مسجد میں دوسرے سر اور منہ پر پانی ڈالنا بھی حجرہ میں ہوسکتا ہے نہ کہ مسجد میں، پس اس سے بھی مقصودِ باب ثابت ہوگیا۔

باب ان احادیث کا جو وارد ہوئی ہیں اس مسئلہ میں کہ جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو وہ ان کی امامت نہ کرے

١٣٥١- حضرت مالک بن الحویرث سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو شخص کسی قوم کی زیارت کرے تو چاہئے کہ وہ ان کا امام نہ ہو اور چاہئے کہ ان ہی میں سے کوئی شخص ان کا امام ہو جائے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔

١٣٥٢- حضرت علقمہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے پاس ان کے گھر پر تشریف لائے اور نماز کا وقت بھی آ گیا تو حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! (یہ کنیت ہے عبداللہ بن مسعودؓ کی) آگے ہو جائیے (اور نماز پڑھائیے) کیونکہ آپ عمر کے اعتبار سے بھی اقدم ہیں اور علم بھی آپ کو زیادہ ہے، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا بلکہ آپ آگے بڑھیں کیونکہ ہم تو صرف آپ کے پاس آپ کے گھر اور آپ کی مسجد میں آئے ہیں تو آپ (امامت کے)

١٣٥٣- عن : إبراهيم قال : اتى عبد الله ﷺ أبا موسى ، فَتَحَدَّثَ عِنْدَهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ ، فَلَمَّا أُقِيمَتْ تَاَخَّرَ اَبُوْ مُوْسٰى فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ : يَا اَبَا مُوْسٰى ! لَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يَّتَقَدَّمَ صَاحِبُ الْبَيْتِ . الحديث رواه الطبراني ، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ١:١٦٨).

١٣٥٤- عن : عبد الله بن حنظلة قال : كُنَّا فِيْ مَنْزِلِ قيس بن سعد بن عبادة وَمَعَنَا نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَقُلْنَا لَهُ : تَقَدَّمْ فقال : مَا كُنْتُ لاَفْعَلَ ، فقال عبد الله بن حنظلة : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " الرَّجُلُ اَحَقُّ بِصَدْرِ فِرَاشِهٖ ، وَاَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِهٖ ، وَاَحَقُّ اَنْ يَّؤُمَّ فِيْ بَيْتِهٖ " ، فَاَمَرَ مَوْلًى لَهُ ، فَتَقَدَّمَ ، فَصَلّٰى . رواه البزار ، والطبرانى فى الأوسط ، والكبير ، وفيه إسحاق بن يحيى بن طلحة ضعفه أحمد ، وابن معين ، والبخارى ، ووثقه يعقوب بن شيبة ، ووثقه ابن حبان (مجمع الزوائد ١:١٦٨) قلت : فالحديث حسن .

زیادہ مستحق ہیں، علقمہ کہتے ہیں پس ابوموسٰیؓ آگے بڑھ گئے۔ اس کو طبرانی نے ایسی سند سے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں روایت کیا ہے (مجمع الزوائد)۔

۱۳۵۳- حضرت ابراہیمؒ (نخعی) سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ ابوموسٰی اشعریؓ کے پاس تشریف لائے اور ان سے باتیں کیں کہ نماز کا وقت آ گیا جب اقامت ہوئی تو ابوموسٰیؓ پیچھے ہٹ گئے تو ان سے عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ابوموسٰی! تم کو معلوم ہے کہ سنت یہی ہے کہ گھر والا امام بنے آخر حدیث تک۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: اس کی دلالت بھی مثل حدیثِ سابق کے مقصودِ باب پر ظاہر ہے مگر اس کو پہلی حدیث کی تائید کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

۱۳۵۴- عبداللہ بن حنظلہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم قیس بن سعد بن عبادہ کے گھر میں تھے اور وہاں ہمارے ساتھ حضور ﷺ کے صحابہ میں سے چند حضرات تھے تو ہم نے قیس بن سعد سے کہا کہ تم آگے بڑھو انہوں نے کہا کہ میں تو ایسا نہیں کر سکتا، عبد اللہ بن حنظلہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ آدمی اپنے فراش کے صدر مقام کا اور اپنی سواری کے اگلے حصہ کا زیادہ حقدار ہے اور اس بات کا (دوسروں سے) زیادہ مستحق ہے کہ اپنے گھر میں امام بنے، تو قیسؓ بن سعد نے اپنے ایک غلام آزاد شدہ کو حکم دیا وہ آگے بڑھ گیا اور اس نے (سب کو) نماز پڑھائی۔ اس کو بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں اسحٰق بن یحیٰی بن طلحہ راوی مختلف فیہ ہے، جس کو یعقوب بن شیبہ اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور دوسروں نے ضعیف کہا ہے پس حدیث حسن ہے۔

باب كراهة الصف بين السوارى دون الصلاة منفردا

۱۳۵۵— عن : عبد الحميد بن محمود قال : صَلَّيْنَا خَلْفَ اَمِيْرٍ مِنَ الأُمَرَاءِ فَاضْطَرَّنَا النَّاسُ ، فَصَلَّيْنَا بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ (ولفظ الحاكم: فَتَاَخَّرَ اَنَسٌ) فَلَمَّا صَلَّيْنَا قال أنس بن مالكٍ : كُنَّا نَتَّقِيْ هذَا عَلى عَهْدِ رسول الله ﷺ. رواه الترمذى (۱:۳۱) وقال : حسن صحيح ، ورواه الحاكم بإسناد صحيح كذا فى فتح البارى (۱:۴۷۷) وفى النيل (۶۹:۳) أخرجه الحاكم ، وصححه بلفظ : كُنَّا نُنْهى عَنِ الصَّلاَةِ بَيْنَ السَّوَارِىْ ، وَنُطْرَدُ عَنْهَا وَقال : لاَ تُصَلُّوْا بَيْنَ الاَسَاطِيْنِ وَاَتِمُّوْا الصُّفُوْفَ اه.

۱۳۵۶— عن : معاوية بن قرة عن أبيه قال : كُنَّا نُنْهى اَنْ نَصُفَّ بَيْنَ السَّوَارِىْ عَلى عَهْدِ رسول اللهِ ﷺ، وَنُطْرَدُ عَنْهَا طَرْدًا. رواه ابن ماجة (ص:۷۱) وأخرجه الحاكم فى المستدرك (۱:۲۱۸) ، وصححه هو والذهبى فى تلخيصه ، وأخرجه ابن خزيمة فى صحيحه أيضا كما فى تهذيب التهذيب (۱۱:۱۱) قلت : رجاله رجال الصحيح إلا هارون بن مسلم ، وقد ذكره ابن حبان فى الثقات ، وإلا الصحابى ، وقد أخرج له الأربعة.

۱۳۵۷— عن : ابن عمر رضی اللہ عنہ قال : دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ البَيْتَ ، وَاسامَةُ بنُ زيدٍ وعثمانُ بْنُ طلحةَ ، وبلالٌ ، فَاَطَالَ ثُمَّ خَرَجَ ، وكُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ دَخَلَ عَلى اَثَرِهِ ، فَسَاَلْتُ

باب اس بیان میں کہ ستونوں کے درمیان میں جماعت کا قیام مکروہ ہے نہ کہ منفرد کا

۱۳۵۵-عبد الحمید بن محمود سے روایت ہے کہ ہم نے امراء میں سے ایک امیر کے پیچھے نماز پڑھی تو لوگوں نے ہم کو مضطر کیا (یعنی جگہ تنگ ہوگئی) تو ہم نے دوستونوں کے درمیان نماز پڑھی پھر جب ہم نماز پڑھ چکے تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ ہم اس (فعل) سے بچا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں۔اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔

۱۳۵۶-حضرت قرۃؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم ستونوں کے درمیان صف باندھنے سے منع کئے جاتے تھے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور ستونوں سے ہٹا دئے جاتے تھے۔اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ اور حاکم نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

۱۳۵۷-حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور اسامہؓ بن زید اور عثمان بن طلحہؓ اور بلالؓ بیت اللہ کے اندر

بلالاً اَيْنَ صَلّٰى ؟ فقال : " بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ " . رواه إمام المحدثين أبو عبد الله البخاري (۱:۷۲).

باب ما يفعل المأموم إذا أخر الإمام الصلاة

۱۳۵۸– عن : أبي ذر ﷺ قال : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: " كَيْفَ اَنْتَ اِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أُمَرَاءُ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا اَوْ يُمِيْتُوْنَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا ؟ قَالَ : قُلْتُ : فَمَا تَأْمُرُنِيْ قَالَ : صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا ، فَاِنْ اَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ ، فَاِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ ". رواه مسلم (۱:۲۳۰).

تشریف لے گئے اور (وہاں) طویل قیام کیا، پھر باہر تشریف لے آئے اور میں ان لوگوں میں سب سے پہلا شخص تھا جو کہ آپ کے بعد (بیت اللہ) میں داخل ہوا تو میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کہاں نماز پڑھی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اگلے دوستونوں کے بیچ میں۔ اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: پہلی اور دوسری حدیثوں سے جماعت کا ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا ممنوع اور تیسری حدیث سے تنہا آدمی کا ستونوں کے بیچ میں نماز پڑھنا جائز ثابت ہوا۔

باب اس بیان میں کہ جب امام نماز کو مؤخر کردے تو مقتدی کیا کرے

۱۳۵۸- حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تم پر ایسے امیر ہوں گے جو کہ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کردیا کریں گے یا (یہ فرمایا کہ) نماز کو اس کے وقت سے مردہ کردیں گے، حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا تو آپ ﷺ مجھے کیا حکم دیتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کو اس کے وقت پر پڑھ لینا، پھر اگر نماز کو امراء کے ساتھ پالو تو (دوبارہ بھی) پڑھ لینا پس وہ تمہارے لئے نفل ہو جائیگی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام جو کہ امیر وحاکم ہو اگر نماز کو مسنون وقت پر ادا نہ کرے اور یہی مطلب ہے نماز کے مردہ اور مؤخر کردینے کا تو مقتدیوں کو چاہئے کہ وہ وقتِ مسنون پر نماز پڑھ لیں، پھر وہ نماز ان کے ساتھ مل جائے تو لوٹالی جائے مگر فجر و عصر ومغرب کا اعادہ نہ کیا جائے اور واضح ہو کہ اگر امام امیر وحاکم نہ ہو بلکہ فاسق ہو اور مسنون وقت پر نماز ادا نہ کرے اور اس کے معزول کرنے پر قدرت نہ ہو جب بھی یہی حکم ہے لیکن اس صورت میں صرف عشاء اور ظہر کی لوٹائے کیونکہ بعد صبح اور عصر کے نفل پڑھنا ممنوع ہے اور تین رکعت نفل کی روا نہیں۔

باب المسبوق يقضي ما فاته إذا سلم الإمام من غير زيادة و إن صلاته مع الإمام آخر صلاته

١٣٥٩ – عن: الحسن وعن زرارة بن أوفى أن المغيرة بن شعبة ﷺ قال: تَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، فَذَكَرَ هٰذِهِ الْقِصَّةَ قال: فَاَتَيْنَا النَّاسَ وَعَبْدُ الرحمنِ بْنُ عوفٍ يُصَلِّيْ بِهِمُ الصُّبْحَ، فَلَمَّا رَاٰى النَّبِيَّ ﷺ اَرَادَ اَنْ يَّتَاَخَّرَ، فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ اَنْ يَّمْضِيَ قَالَ: فَصَلَّيْتُ اَنَا وَ النَّبِيُّ ﷺ خَلْفَهٗ رَكْعَةً فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ، فَصَلَّى الرَّكْعَةَ الَّتِيْ سُبِقَ بِهَا، وَلَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا شَيْئًا.

١٣٦٠ – قال أبو داود: أبو سعيد الخدرى، وابن الزبير، وابن عمر رضى الله عنهم يقولون: "مَنْ اَدْرَكَ الْفَرْدَ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ سَجْدَتَا السَّهْوِ" اه. أخرجه أبو داود (١: ٢٣) فى باب المسح على الخفين، وسكت عنه.

١٣٦١ – عن: أبى هريرة ﷺ عن النبى ﷺ قال: "اِذَا سَمِعْتُمُ الْاِقَامَةَ فَامْشُوْا اِلَى

باب مسبوق صرف فوت شدہ نماز کو قضا کرے، سجدہ سہو مسبوق ہونے کی وجہ سے لازم نہیں اور یہ کہ مسبوق جو رکعتیں امام کے بعد پڑھیگا وہ اس کی نماز کی پہلی رکعتیں ہیں اور امام کے ساتھ جو پڑھی ہیں وہ پچھلی ہیں

۱۳۵۹- حضرت حسن بصریؒ اور حضرت زرارہ بن اوفی سے روایت ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے فرمایا کہ پیچھے رہ گئے رسول اللہ ﷺ، پھر ایک قصہ بیان کیا، فرمایا حضرت مغیرہ نے کہ ہم آئے لوگوں کے پاس اس حال میں کہ عبدالرحمن بن عوفؓ ان کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے سو جب انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا، پس حضور ﷺ نے ان کی طرف نماز پوری کر لینے کا اشارہ کیا، فرمایا حضرت مغیرہؓ نے کہ میں نے اور نبی ﷺ نے ان کے پیچھے ایک رکعت پڑھی، پھر جب انہوں نے سلام پھیرا تو نبی ﷺ کھڑے ہو گئے اور وہ رکعت پڑھی جس میں کہ آپ ﷺ سبقت کئے گئے تھے اور اس پر کچھ نہ بڑھایا (یعنی سجدہ سہو نہیں کیا)۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے۔

۱۳۶۰- حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے ساتھ طاق (ایک یا تین) رکعت پائے تو اس پر سہو کے دو سجدے لازم ہیں (ابوداود)۔

فائدہ: پہلی حدیث میں صراحۃ ہے کہ آپ ﷺ نے سجدہ سہو نہیں کیا، یہی جمہور علماء کا مسلک ہے اور حقیقت یہی ہے کہ ایسی صورت میں سہو ہے ہی نہیں تو پھر سجدہ سہو کیسے لازم ہوگا۔

الصَّلاَةِ ، وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ وَالْوَقَارُ ، وَلاَ تُسْرِعُوْا ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا ، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا". رواه الجماعة إلا الترمذی كذا فی نيل الأوطار (١٣:٣) وقال ابن عيينة عن الزهری : "فَاقْضُوْا" قاله أبو داود (٩١:١) وادعی أنه تفرد بهذه اللفظة عن الزهری ، وليس كذلك بل تابعه ابن الهاد عن ابن شهاب عليها عند الطحاوی (٢٣١:١) وابن جريج عنه فی مسند أبی قرة كما فی العمدة (٦٧٣:٢) للعينی ، وابن أبی ذئب عنه عند أبی نعيم فی المستخرج علی الصحيحين ، كما فی الجوهر النقی (١٧٤:١) كلهم قالو : "فَاقْضُوْا" . وأخرجه أبو داود بطريق سعد بن إبراهيم عن أبی سلمة عن أبی هريرة مرفوعا بلفظ :" فَصَلُّوْا مَا أَدْرَكْتُمْ ، وَاقْضُوْا مَا سَبَقَكُمْ ". وكذا قال ابن سيرين عن أبی هريرة بلفظ : " صَلِّ مَا أَدْرَكْتَ وَاقْضِ مَا سَبَقَكَ " أخرجه مسلم فی صحيحه (٢٢٠:١).

١٣٦٢- وأخرج الطحاوی (٢٣١:١) عن أنس ﷺ بسند رجاله ثقات بلفظ : "فَلْيُصَلِّ مَا أَدْرَكَ ، وَلْيَقْضِ مَا سُبِقَ بِهِ مِنْهَا". اه

١٣٦١- حضرت ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اقامت سنو تو نماز کو ایسی حالت میں جاؤ کہ تم پر وقار رہو اور دوڑو نہیں پس جو (نماز) امام کے ساتھ پالو اس کو پڑھ لو اور جو نہ پاؤ اس کو پورا کر لو (امام کے فارغ ہو جانے کے بعد)۔ اس کو بجز ترمذی کے سب صحاح والوں نے روایت کیا ہے (نیل) اور ابن عیینہ نے زہری سے یوں روایت کیا ہے کہ جو فوت ہو جائے اس کو قضا کرو جیسا کہ ابوداود میں ہے اور ابوداود نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن عیینہ اس لفظ میں منفرد ہیں مگر ایسا نہیں ہے بلکہ ابن الہاد نے بھی زہری سے اسی طرح ابن عیینہ کے موافق روایت کیا ہے (طحاوی) اور مسند ابی قرۃ میں ابن جریج نے اور ابونعیم کے مستخرج میں ابن ابی ذئب نے بھی (زہری سے) اسی طرح روایت کیا ہے کہ جتنی نماز امام کے ساتھ مل جائے اس کو پڑھ لو اور جو تم سے پہلے امام پڑھ چکا ہو اس کو قضا کرو اور ابن سیرین نے بھی ابو ہریرہؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ جو نماز امام کے ساتھ پاؤ اس کو پڑھ لو اور جو وہ تم سے پہلے پڑھ چکا ہو اس کو قضا کر لو۔ (مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث میں بھی صرف اسی نماز کا تمام کرنا مذکور ہے جو نہیں ملی ، سجدہ سہو کا امر نہیں اور نیز قضا کے لفظ سے معلوم ہوا کہ مسبوق جو رکعتیں امام کے سلام کے بعد پڑھتا ہے وہ نماز کا پہلا حصہ ہے۔

١٣٦٢- حضرت انسؓ سے ثقہ راویوں کے ذریعے مروی ہے کہ نمازی جتنی نماز امام کے ساتھ پائے اسے پڑھ لے اور جتنی نماز امام پہلے پڑھ چکا ہو اس کی قضاء کرلے (طحاوی)۔

۱۳۶۳– عن : ابن مسعود ﷺ فی الذی تفوته بعض الصلاة مع الإمام قال : يَجْعَلُ مَا يُدْرِكُ مَعَ الإِمَامِ آخِرَ صَلَاتِهِ . رواه الطبرانی فی الكبير، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ۱:۱۷۲).

۱۳۶٤– ثنا : ابن علية عن أيوب عن نافع عن ابن عمر ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَجْعَلُ مَا أَدْرَكَ مَعَ الإِمَامِ آخِرَ صَلَاتِهِ . أخرجه ابن أبی شيبة فی مصنفه، ولا ريب فی صحة هذا الإسناد (الجوهر النقی ۱:۱۷٤).

۱۳٦٥– أخبرنا : أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم أن مَسْرُوقًا وَجُنْدُبًا دَخَلَا فِي صَلَاةِ الإِمَامِ فِي الْمَغْرِبِ ، فَأَدْرَكَا مَعَهُ رَكْعَةً ، وَسَبَقَهُمَا بِرَكْعَتَيْنِ ، فَصَلَّيَا مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ قَامَا يَقْضِيَانِ ، فَأَمَّا مَسْرُوقٌ ، فَجَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى الَّتِي قَضَى ، وَأَمَّا جُنْدُبٌ فَقَامَ فِي الْأُولَى وَجَلَسَ فِي الثَّانِيَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ ثُمَّ أَنَّهُمَا

۱۳۶۳–ابن مسعودؓ سے اس شخص کے بارہ میں جس سے امام کے ساتھ کچھ رکعتیں فوت ہو جائیں یہ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو رکعتیں وہ امام کے ساتھ پاچکا ہے ان کو نماز کا آخری حصہ قرار دے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)۔

۱۳۶۴–نافعؒ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ اس حصہ کو جو امام کے ساتھ پاتے تھے اپنی نماز کا آخری حصہ قرار دیتے تھے (اس سے لازم آگیا کہ فوت شدہ کو جو بعد میں پڑھے وہ نماز کا پہلا حصہ ہے)۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے اور اس سند کی صحت میں کچھ شک نہیں (الجوہر النقی)۔

فائدہ: حنفیہ کا مذہب اس باب میں یہ ہے کہ مسبوق جو رکعتیں سلام امام کے بعد پڑھتا ہے وہ قراءت کے اعتبار سے اوّل ہیں اور تشہد کے اعتبار سے آخر ہیں اور امام کے ساتھ جو رکعتیں پائی ہیں وہ تشہد کے اعتبار سے اوّل اور قراءت کے اعتبار سے آخر ہیں پس ان آثار سے ایک جزو ثابت ہوا۔

۱۳۶۵–امام ابوحنیفہؒ حمادؒ سے وہ ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسروقؒ اور جندبؓ مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ شریک ہوئے تو دونوں نے ایک رکعت پائی اور دو رکعتیں امام ان سے پہلے پڑھ چکا تھا، پس امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر دونوں (دو رکعتیں) قضا کرنے کو کھڑے ہوئے تو مسروقؒ نے تو (ان دونوں میں سے) پہلی رکعت میں بھی جلسہ کیا (اور اخیر میں تو جلسہ ضروری تھا ہی) اور جندب نے پہلی رکعت میں جلسہ نہیں کیا بلکہ قیام کر دیا اور دوسری رکعت پڑھ کر جلسہ کیا جب دونوں فارغ ہوئے

تَسَاوَقَا اِلَی عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَصَّا عَلَیْهِ الْقِصَّةَ ، فقال : كِلاَ كُمَا قَدْ اَحْسَنَ ، وَاَنْ أُصَلِّیَ كَمَا صَلّٰی مَسْرُوْقٌ اَحَبُّ اِلَیَّ . أخرجه الإمام محمد فی الآثار (ص:٢٧) وقال بقول ابن مسعود نَاْخُذُ وَيَجْلِسُ فِی الرَّكْعَتَيْنِ جَمِيْعًا اللَّتَيْنِ فَاتَتَاه ، وهو قول أبی حنیفة اه

قلت : رجاله کلهم ثقات وسنده متصل .

١٣٦٦— مالك : عن ابن شهاب عن ابن المسیب قال : مَا صَلاَةٌ يُجْلَسُ فِيْهَا كُلِّهَا ؟ ثُمَّ قال سَعِيْدٌ : " هِیَ الْمَغْرِبُ اِذَا فَاتَكَ مِنْهَا رَكْعَةٌ مَعَ الاِمَامِ قَالَ : وَكَذٰلِكَ سُنَّةُ الصَّلاَةِ كُلِّهَا ". (المدونة الكبرى ١:٩٦) وسنده صحيح ، وقول التابعی : السنة كذا مرفوع مرسل كما قدمنا ، ومرسل ابن المسیب صحیح عندهم .

١٣٦٧— مالك : عن نافع : أَنَّ ابنَ عمرَ ﷺ كَانَ اِذَا فَاتَهٗ شَیْءٌ مِنَ الصَّلاَةِ الَّتِیْ

تو ایک دوسرے پر متوجہ ہوئے (اور ہر ایک دوسرے کی خطا بتلانے لگا)، پھر دونوں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس پہنچے اور ان سے سارا قصہ بیان کیا، عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ تم دونوں نے ٹھیک کیا مگر مجھے مسروق کی نماز کی طرح نماز پڑھنا زیادہ پسند ہے۔ اس کو امام محمدؒ نے آثار میں روایت کر کے فرمایا ہے کہ ہم عبداللہ بن مسعودؓ ہی کے قول کو اختیار کرتے ہیں کہ (اس صورت میں) دونوں رکعتوں میں (مسبوق کو) بیٹھنا چاہیے جو اس سے فوت ہوئی ہیں (کیونکہ ان دونوں میں پہلی رکعت تشہد کے اعتبار سے دوسری ہے) اور یہی قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے اھ۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور سند متصل ہے۔

فائدہ: اس اثر سے دوسرا جز ثابت ہو گیا کہ مسبوق امام کے بعد جو رکعتیں پڑھتا ہے وہ تشہد کے حق میں آخری رکعات ہیں اگر تشہد کے حق میں بھی اوّل رکعات ہوتیں تو حضرت ابن مسعودؓ حضرت جندب کے فعل کو ترجیح دیتے مگر انہوں نے حضرت مسروق کے فعل کو ترجیح دی، گو عمل اس طرح بھی جائز ہے جس طرح جندبؓ نے کیا اور سجدہ سہو لازم نہ آئے گا۔

١٣٦٦- امام مالکؒ زہریؒ سے وہ ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے پوچھا تا وہ کونسی نماز ہے جس کی سب رکعات میں قعدہ کیا جاتا ہے؟ پھر خود ہی سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ وہ مغرب کی نماز ہے جبکہ تمہاری امام کے ساتھ ایک رکعت فوت ہو جائے (تو اب تینوں رکعتوں میں قعدہ ہو گا، کیونکہ جو رکعت بعد میں تم ادا کرو گے وہ تشہد کے حق میں اخیر ہے) اور تمام نمازوں کی سنت یہی ہے۔ اس کو مدونہ مالک میں سند صحیح سے روایت کیا ہے اور تابعی کا یہ کہنا کہ یہ سنت ہے مرفوع مرسل کے حکم میں ہے اور ابن المسیبؒ کا مرسل مقبول ہے۔

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ مسبوق کی نماز تشہد کے بارہ میں اخیر ہے۔

يُعْلَنُ فِيهَا بِالْقِرَائَةِ ، فَإِذَا سَلَّمَ الإِمَامُ قَامَ ابنُ عمرَ ، فَقَرَأَ يَجْهَرُ لِنَفْسِهِ فِيمَا يقضى جَهْرًا قال مالك : وَعَلى ذٰلِكَ الاَمْرُ عِنْدَنَا يَقْضِيْ مَا فَاتَهُ عَلى نَحْوِ مَا فَاتَهُ . (كذا فى المدونة الكبرى ١:٩٦) وسنده صحيح ، وأخرجه مالك فى الموطا أيضا .

١٣٦٨ – قال : وكيع عن حماد عن قتادة عن الحسن عن على ﷺ قال : اِجْعَلْ اَوَّلَ صَلاَتِكَ آخِرَ صَلاَتِكَ . (كذا فى المدونة الكبرى ١:٩٦) ورجاله ثقات ، وقد أثبت بعضهم سماع الحسن عن على ، كما سنذكره .

باب إطالة الركوع للجائى

١٣٦٩ – عن : أبى قتادة ﷺ عن النبى ﷺ قال : " اِنِّىْ لاَقُوْمُ فِى الصَّلاَةِ اُرِيْدُ اَنْ

۱۳۶۷-نافعؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ سے امام کے ساتھ اگر ایسی نماز کی کوئی رکعت فوت ہو جاتی جس میں جہر کیا جاتا ہے تو وہ (بعد میں) خود (کھڑے ہوکر) ان رکعتوں میں بھی جہر کرتے تھے جو کہ قضا کرتے۔امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں اسی پر عمل ہے کہ جو رکعت فوت ہو جائے اس کو اسی طرح ادا کرے جس طرح وہ فوت ہوئی ہے۔(مدونہ مالک) میں کہتا ہوں کہ اس کی سند صحیح ہے اور مالکؒ نے اس کو مؤطا میں بھی روایت کیا ہے۔

فائدہ:اس سے صاف معلوم ہوا کہ مسبوق امام کے بعد جن رکعتوں کو قضا کرتا ہے وہ قراءت کے حق میں اس کی پہلی رکعتیں ہیں۔

۱۳۶۸-حسن بصریؒ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اپنی نماز کے پہلے حصہ کو پچھلا حصہ قرار دو (یعنی امام کے ساتھ جو رکعتیں پائی ہیں ان کو قراءت کے حق میں پچھلی رکعتیں شمار کرو)۔اس کو بھی مدونہ میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں اور بعض محدثین نے حسن بصریؒ کا سماع حضرت علیؓ سے ثابت کیا ہے جیسا کہ حاشیہ عربیہ میں مذکور ہے پس ان کے نزدیک سند موصول ہے اور بعض کے نزدیک مرسل ہے اور مرسل بھی ہمارے یہاں حجت ہے اور حسن بصریؒ کے مراسیل کو تو بعض محدثین نے بھی صحیح مانا ہے۔

فائدہ:دلالت مقصود پر ظاہر ہے اور حضرت علیؓ سے جو اس کے خلاف منقول ہے کہ امام کے ساتھ جو رکعتیں مسبوق پڑھتا ہے وہ اس کی اوّل صلوۃ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تشہد کے حق میں وہ اوّل ہے اور یہاں قراءت کے حق میں اس کو آخر صلوۃ قرار دینے کا حکم دیا ہے علاوہ ازیں یہ کہ وہ روایت حضرت علیؓ سے ثابت نہیں اور ثابت ہو بھی تو اس سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ حضرت علیؓ کے قول میں اختلاف ہے۔

أُطَوِّلَ فِيهَا ، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي ، كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ ". رواه البخاري (١:٩٨).

١٣٧٠– وعنه قال : كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ ، كَانَ يُطَوِّلُ فِي الْأُولَى وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ إِلَى أَنْ قَالَ : وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ ، وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ .رواه البخاري . وقال الحافظ في الفتح (٢:٢٠٢) وروى عبد الرزاق عن معمر عن يحيى في آخر هذا الحديث " فَظَنَنَّا أَنَّهُ يُرِيدُ بِذٰلِكَ أَنْ يُدْرِكَ النَّاسُ الرَّكْعَةَ الْأُولَى " ولأبي داد وابن خزيمة نحوه من رواية أبي خالد عن سفيان عن معمر اه.

١٣٧١– عن : محمد بن حجادة عن رجل عن عبد الله بن ابي أوفى ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُومُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ وَقْعَ قَدَمٍ. رواه أحمد

باب رکوع کے طویل کردینے کا مستحب ہونا (بعد میں) آنے والے کی نماز پالینے کیلئے

۱۳۶۹–حضرت ابوقتادہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اس حال میں کہ ارادہ کرتا ہوں اس میں تطویل کا (کہ خوب بہت سی قراءت وغیرہ پڑھوں گا) پھر بچہ کا رونا سنتا ہوں، پس اپنی نماز میں اختصار کر دیتا ہوں اس کی ماں پر دشواری کرنے کی کراہت کے سبب (یعنی اگر تطویل کروں تو اس کو تکلیف ہوگی اور دل بچہ میں لگا رہے گا اس لئے میں تخفیف کر دیتا ہوں تاکہ تنگ دلی نہ ہو اور بد دلی سے نماز نہ ہو، اور جب دنیا کی حاجت کیلئے تخفیف جائز ہوئی تو دین کے کام کیلئے بطریق اولی جائز ہوگی، ایسا ہی کہا ہے خطابی نے، پس ثابت ہوا کہ آنے والے کیلئے رکوع کا طویل کر دینا مستحب ہے لیکن اتنی مقدار نہ جو دوسروں کی ایذا کا باعث ہو)۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۳۷۰–حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی دو پہلی رکعتوں میں الحمد اور دو سورتیں پڑھا کرتے، پہلی رکعت میں درازی کرتے اور دوسری میں اختصار (اور طویل حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ) اور صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں بھی تطویل کرتے اور دوسری میں اختصار کرتے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور فتح الباری میں ہے کہ عبدالرزاق کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں ہے کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ ﷺ اس (درازی) سے لوگوں کا پہلی رکعت پالینا چاہتے ہیں اور ابوداود اور ابن خزیمہ کی روایت میں بھی اسی کے مثل ہے۔

۱۳۷۱–محمد بن حجادہ ایک شخص سے وہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ظہر کی پہلی رکعت میں قیام

وأبو داود (نيل ٣:٧). والحديث سكت عنه أبو داود ، والمنذری ، وفيه مجهول (عون١:٢٩٥) وحكی الحافظ الضياء أنه طرفة الحضرمی ذكره ابن حبان فی ثقات التابعين ، كذا فی التهذيب (١١:٥) ، وفی التقريب (ص:٩١) طرفة الحضرمی صاحب ابن أبی أوفی مقبول من الخامسة ،لم يقع مسمی فی رواية أبی داود اھ قلت : وسكوت أبی داود والمنذری دليل علی كون الحديث صالحا عندهما.

کرتے تھے، یہاں تک کہ کسی کے قدم کی آواز نہ سنتے۔ اس کو امام احمد اور ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی مجہول ہے، حافظ ضیاء نے کہا ہے کہ وہ طرفہ حضرمی ہے جس کو ابن حبان نے ثقہ کہا ہے، پس حدیث ضعیف نہیں بلکہ حسن ہے جیسا کہ ابوداود اور منذری کے سکوت سے بھی معلوم ہوتا ہے اور مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب لوگوں کا آنا موقوف ہو جاتا تو اس وقت آپ ﷺ رکوع فرماتے۔

فائدہ: اس حدیث میں بھی مقتدیوں کی مراعاۃ سے قراءت کا دراز کردینا مذکور ہے جس پر رکوع کی تطویل کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے اور گوایسا کرنا جائز ہے مگر اولی یہ ہے کہ کسی کی وجہ سے رکوع کو طویل نہ کرے کیونکہ اس میں عدمِ اخلاص کا شائبہ ہے اور تطویلِ رکوع شرعاً مطلوب نہیں اور تخفیف صلوٰۃ مطلوب ہے اس پر قیاس، قیاس مع الفارق ہے اور رکعت اولی کی تطویل میں جو احتمال صحابہ نے بیان کیا ہے وہ محض احتمال ہے، یقین نہیں ہوسکتا کہ حضور ﷺ کے اس فعل کا یہی منشا تھا، خوب سمجھ لو! واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

الحمدللہ کہ ترجمہ مع ضروری فوائد حصہ اول احیاء السنن احقر نعیم احمد غفرلہ کے ہاتھ سے آج بتاریخ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ تمام ہوا۔

والحمدلله الذی بعزته وجلاله تتم الصالحات وعلی سيدنا النبی محمد وآله واصحابه ازكی السلام وافضل الصلوات.